مترجم

الهداية

جلد 1

امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر الفرغانی

۵۱۱-۵۹۳

ترجمہ

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

خوشخبری

مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور والپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر الفرغانی

۵۱۱-۵۹۳

ترجمہ

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز ® زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
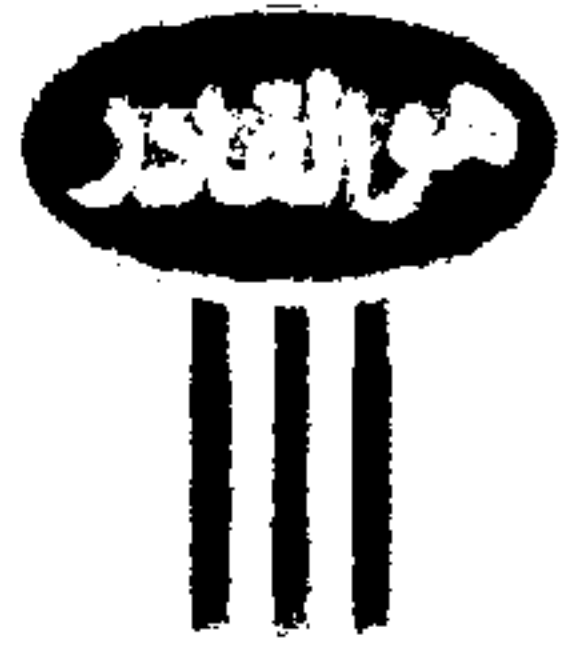
جميع حقوق الطبع محفوظ للناشر

All rights are reserved

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	الھدایۃ (نمبر 1)
مترجم	علامہ محمد لیاقت علی رضوی
کمپوزنگ	ورڈز میکر
باہتمام	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	ستمبر 2013ء
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزرز لاہور 0322-7202212
طباعت	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ	روپے

shabbirborther786@gmail.com

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تا کہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

پاکیزہ پانیوں کا بیان

بَابُ الْمَاءِ الَّذِی یَجُوْزُ بِهِ الْوُضُوءُ وَمَا لَا یَجُوْزُ

فَصْلٌ فِی الْبِئْرِ

فصل فی الاسار و غیر ھا

بَابُ التَّیَمُّمِ

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

باب الحیض والاستحاضۃ

فصل فی النفاس

باب الانجاس و تطهيرها

فصل فی الاستنجاء

كتاب الصلوٰة

بَابُ الْمَوَاقِيت

فَصْلٌ فی اوقات المستحبة

فَصْلٌ فِی الْاَوْقَاتِ الَّتِی تُکْرَهُ فِیهَا الصَّلٰوۃُ

بَابُ الْاَذَانِ

بَابُ شُرُوطِ الصَّلٰوۃِ الَّتِی تَتَقَدَّمُهَا

باب صفۃ الصلوٰۃ

فصل فی القرأت

باب الامامۃ

بَابُ الْحَدَثِ فِی الصَّلٰوۃِ

فصل فِی قِیَامِ شَهْرِ رَمَضَان

بَابُ اِدْرَاكِ الْفَرِيْضَةِ

بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ

باب سجود السہو

باب فی السجدة التلاوة

بَابُ صَلَاةِ السَّفَرِ

بَابُ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ

بَابُ الْعِيدَيْنِ

فَصْلٌ فِی تَکْبِیْرَاتِ التَّشْرِیْقِ

بَابُ صَلَاۃِ الْکُسُوفِ

بَابُ الاِسْتِسْقَاءِ

بَابُ صَلَاۃِ الْخَوْفِ

بَابُ الْجَنَائِزِ

فَصْلٌ فِی الْغُسْلِ

فَصْلٌ فِی تَکْفِیْنِہٖ

فَصْلٌ فِی الصَّلَاۃِ عَلَی الْمَیِّتِ

فصل فی حمل الجنازۃ

کتاب الصوم

باب ما یوجب القضاء والکفارۃ

باب الاعتکاف

کتاب الحج

فصل

بَابُ الْاِحْرَامِ

فصل

باب القران

باب التمتع

باب الجنایات

فَصْلٌ فِیْ بَیَانِ الْمُحَرَّمَاتِ

بَابٌ فِی الْاَوْلِیَاءِ وَالْاَکْفَاءِ

فَصْلٌ فِی الْکَفَاءَةِ

فَصْلٌ فِی الْوَکَالَةِ بِالنِّکَاحِ وَغَیْرِهَا

بَابُ الْمَهْرِ

فصل

بَابُ نِکَاحِ الرَّقِیْقِ

بَابُ نِکَاحِ اَهْلِ الشِّرْكِ

بَابُ الْقَسْمِ

كِتَابُ الرَّضَاعِ

كِتَابُ الطَّلَاقِ

بَابُ طَلَاقِ السُّنَّةِ

فصل

فقہاء ومحدثین کی فقہ وحدیث میں خدمات

اللہ تعالیٰ کا اس امت پر یہ بھی بہت بڑا احسان ہے کہ اس بہترین امت میں جس قدر فقہاء اور محدثین پیدا فرمائے ہیں یہ بھی اسی امت کا اعزاز ہے۔حفاظتِ حدیث کے سلسلہ میں خدائے عزوجل نے امتِ محمدیہ ﷺ پر جواحسانِ عظیم فرمایا وہ یقیناً تاریخ عالم کا انوکھا باب، دلچسپ واقعہ اور حقانیت اسلام کی روشن دلیل ہے، تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص، مسلم ہو یا غیر مسلم، اس سے بخوبی واقف ہے، حدیثِ نبوی کے دو پہلو ہیں (۱) روایتِ سند (۲) درایتِ فقہ۔

فنِ حدیث میں درایت کی اہمیت روایت کی اہمیت سے کسی طرح کم نہیں ہے؛ اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابتدائے اسلام ہی سے ارشاداتِ نبوی ﷺ کی ظاہری ومعنوی ہر طرح کی حفاظت کے لیے مسلمانوں میں دو گروہ پیدا فرمائے تھے۔

(۱) محدثین (۲) فقہاء۔

حضراتِ محدثین نے جہاں اپنی مخلصانہ کوششوں اور انتھک کاوشوں کے ذریعہ غیر حدیث کے حدیث بن جانے اور موضوع احادیث کی آڑ میں اہل الحاد وفلسفہ کے فاسد خیالات کے اسلام کا روپ اختیار کر لینے کے زبردست اندیشوں کا ہمیشہ کے لیے خاتم کر دیا، وہیں حضرات فقہاء کرام نے احادیث کے اس عظیم ومستند ذخیرہ کو اصحاب ہوا و پرستارانِ ہوس کی من مانیوں کا شکار ہونے اور جہلاء کی دل چاہی تاویلات اور تکمیل خواہشات کا سامان بن جانے سے قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا، الفاظِ حدیث کے ساتھ اگر معانی حدیث کی حفاظت کا اہتمام نہ ہوتا اور حماد ونخعی، سعید وسالم، ابوحنیفہ ومالک، شافعی واحمد رحمہم اللہ وغیرہ فقہاء کرام اس سلسلے میں اگر اپنی گراں قدر خدمات پیش نہ کرتے تو امت زبردست نقصان سے دوچار ہو جاتی اور حدیث کا عظیم الشان سرمایہ کم علموں اور کوتاہ فہموں کی من مانی تاویلات اور جاہلانہ خیالات کا پنج رنگی پروگرام بن جاتا؛ گویا محدثین قلعہ اسلام کے بیرونی محافظین ہیں اور فقہاء اندرونی محافظین۔

ویسے تو امت میں بے شمار مکاتب فقہ ظاہر ہوئے اور ان گنت جلیل القدر فقہاء نے اپنی جلوہ تابانیوں سے جبین امت کو منور کیا؛ لیکن فقہاء کے اس انبوہِ عظیم اور گروہِ مقدس میں امام اعظم علیہ الرحمہ، امام مالک علیہ الرحمہ، امام شافعی علیہ الرحمہ اور امام احمد علیہ الرحمہ اور ان کی فقہ کو جو دوام اور مقبولیتِ عامہ حاصل ہوئی وہ ہر چشم بینا کے سامنے ہے؛ پھر ان چاروں میں بھی فقہ حنفی کو جو امتیاز اور عام وخاص مسلمانوں میں اس کو جو پذیرائی ملی وہ کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتی، اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ فقہ حنفی انفرادی رائے نہیں؛ بلکہ اجتماع اور شورائی فقہ ہے، اس باغ کی شادابی اور اس گلستانِ فقہ کی آبیاری میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے تفقہ اور علم وفضل کا پانی، ابویوسف علیہ الرحمہ کے علم حدیث کی روشنی، امام محمد کے ادب وعربیت کی چاندنی، زفر وحسن کے کے ذہن رسا اور فکر پارسا کے جھونکے اور ابنِ مبارک وابن الجراح جیسے اربابِ فضل وکمال کی کوششیں شامل ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ در[illegible] فقہا[illegible] محدثین

بھی فقہ حنفی کے خوشہ چیں ہیں اور اپنے اوپر ائمہ احناف کے احسان کا برملا اظہار کرتے ہیں، جس کی تفصیل مستند اور ٹھوس حوالوں کے ساتھ رجال ومناقب کی کتابوں میں موجود ہے، ان کتابوں کے غیر جانبدارانہ مطالعہ سے ہر منصف مزاج قاری کے سامنے آفتاب نیمروزی کی طرح یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور آپ کے تلامذہ صرف نرے عالم وفقیہ نہیں؛ بلکہ قرآن وحدیث کے زبردست ماہر اور نکتہ رس فقیہ تھے۔

آپ کی فقہ، کتاب وسنت ہی کی تفسیر وتشریح ہے، جس میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ مقاصد شریعت کی رعایت کے ساتھ متعارض آیات واحادیث پر بھی امکانی حد تک عمل ہوجائے اور کوئی قابلِ عمل حدیث، عمل سے نہ رہ جائے، یہ دعویٰ سرسری علم والوں یا محدود ذہنیت کے حامل افراد کو شائد مضحکہ خیز معلوم ہو؛ لیکن حقیقت یہی ہے، کھلے ذہن، حقیقت پسندی اور باریک بینی کے ساتھ فقہ حنفی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہر شخص اس کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔

قرآن وحدیث میں بے نظیر تفقہ کی دولت اور جمع بین الاحادیث کی اعلیٰ صلاحیتوں سے اللہ تعالیٰ نے فقہائے احناف کو جو حصہ وافر عطاء فرمایا ہے، وہ ایک زمینی حقیقت ہے، جو کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتی؛ لیکن ایک لمبی مدت سے عناداً اور عمداً یا اپنے بڑوں کی تقلید ونقالی میں کچھ افراد یہ رٹ لگائے ہوئے ہیں کہ فقہ حنفی قرآن وحدیث کے خلاف ایک تیسرا اسلام ہے اور اس کے مسائل کتاب وسنت کے سراسر خلاف ہیں، احناف کی نماز صلوٰۃ ابوحنیفہ ہے، صلوۃِ رسول نہیں وغیرہ، ان الزامات کے جواب اور احناف کے دلائل کے بیان میں بے شمار قلم حرکت میں آگئے اور جوابی کتابوں کا ایک کتب خانہ تیار ہوگیا، زیرِ نظر مضمون میں نہ ان الزامات کی جوابدہی کا ارادہ ہے، نہ دلائل کے ذکر کی نیت؛ بلکہ اس میں کتب احناف سے صرف چند ایسی عبارتوں کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جن میں صحیح احادیثِ مبارکہ سے لفظاً ومعناً مماثلت ومطابقت پائی جاتی ہے، جس سے احادیث نبوی سے فقہاء احناف کی دلی وابستگی، تعلق اور علم حدیث میں ان کی دسترس کا ہلکا اور معمولی سا اندازہ ہوتا ہے، ساتھ ہی ان پر احادیث سے ناواقفیت کے غلط الزام کی حقیقت بھی کھل جاتی ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت فائدے سے خالی نہ ہوگی کہ کتب احناف کی چار قسمیں ہیں:

(۱) اصول (۲) متون (۳) شروح (۴) فتاویٰ وواقعات۔

(۱) نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہاتھ دھونے کا بیان

اسلام نے ظاہری صفائی ستھرائی پر بھی خاص توجہ دی ہے؛ حتی کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو آدھا ایمان قرار دیا ہے، آپ ﷺ نے اس نقطہ نظر سے نیند سے بیدار ہونے کے بعد کسی برتن میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اچھی طرح ہاتھ دھو لینے کا حکم دیا؛ تاکہ اگر ان پر گندگی ہو تو پانی خراب نہ ہو، اس حکم کے پیشِ نظر امام قدوری علیہ الرحمہ مسئلہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"غسل اليدين ثلاثا قبل ادخالهما الاناء اذا استيقظ المتوضی من نومه۔

جب کوئی شخص اپنی نیند سے بیدار ہو تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ان کو تین مرتبہ دھولے۔

تقریباً یہی الفاظ حدیث شریف میں بھی استعمال کئے گئے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ارشادِ گرامی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَإِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهَا فِي وَضُوئِه۔

[illegible] جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں داخل نہ کرے [illegible]

(۱) قدوری (۲) صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب [illegible]

(۲) غسل کے سنت طریقے کا بیان

حضرات! [illegible] چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ [illegible] صرف اسلام ہی کا خاصہ ہے؛ چنانچہ غسل جو انسانی فطرت کا لازمی جزء ہے، اس کا طریقہ آپ ﷺ نے [illegible] کو سکھایا، اس کو صاحب قدوری ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"وسنته أن يبدأ المغتسل فيغسل يديه وفرجه ويزيل النجاسة إن كانت على بدنه ثم يتوضأ وضوءه للصلوة إلا رجليه ثم يفيض الماء على رأسه وسائر جسده ثلاثا ثم يتنحى عن ذلك المكان فيغسل رجليه"۔

غسل کا سنت طریقہ یہ ہے کہ غسل کرنے والا سب سے پہلے اپنے ہاتھ اور شرمگاہ کو دھوئے، اگر بدن پر نجاست ہو تو اس کو دور کرے؛ پھر نماز کی وضوء کی طرح وضوء کرے، مگر پیر نہ دھوئے؛ پھر تین مرتبہ سر پر اور اس کے بعد سارے بدن پر پانی بہائے؛ پھر اس جگہ سے ہٹ کر اپنے پیروں کو دھولے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ کا طریقۂ غسل بیان کرتی ہیں، ان کے الفاظ اور قدوری کے مذکورہ بالا الفاظ پر ایک نظر ڈالیے دونوں میں کتنی مطابقت ہے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

"فَغَسَلَ كَفَّيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ أَفْرَغَ بِهِ عَلَى فَرْجِهِ وَغَسَلَهُ بِشِمَالِهِ ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ الْأَرْضَ فَدَلَكَهَا دَلْكًا شَدِيدًا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ مِلْءَ كَفِّهِ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى عَنْ مَقَامِهِ ذَلِكَ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ"۔

نبی رحمت ﷺ نے دو یا تین مرتبہ اپنے ہاتھ دھوئے؛ پھر ان کو برتن میں ڈالا؛ پھر ستر غلیظہ پر پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے اس کو دھویا؛ پھر اس ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر صاف کیا؛ پھر آپ ﷺ نے وضوء فرمایا؛ اس کے بعد تین مرتبہ دونوں ہاتھوں سے سر پر پانی بہایا، اس کے بعد اس مقام سے ہٹ کر اپنے دونوں پیر دھوئے۔

(۱) قدوری (۲) صحیح مسلم، كِتَابُ الْحَيْضِ، بَابُ صِفَةِ غُسْلِ الْجَنَابَةِ

(۳) دباغت دیے ہوئے چمڑے کے حکم کا بیان

انسان اور خنزیر کے سوا بقیہ جانوروں کے چمڑوں کو دباغت دیدی جائے، وہ شرعاً پاک شمار کیے جائیں گے، اس مسئلہ کو صاحب وقایہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "و كل إهاب دبغ فقد طهر".

ہر وہ چمڑا جس کو دباغت دیدی جائے، پاک ہے۔ بعینہ یہی الفاظ حدیث میں بھی استعمال کیے گئے ہیں؛ چنانچہ امام نسائی علیہ الرحمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

"أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ". جس چمڑے کو بھی دباغت دیدی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یوں نقل فرماتے ہیں:

"إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ "

جب چمڑے کو دباغت دیدی جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔

(۱) وقایہ مع شرح الوقایۃ (۲) سنن ترمذی، كِتَاب اللِّبَاسِ)

(۴) موزوں پر مسح کرنے کی مدت کا بیان

اسلام نے خفین پر مسح کرنے کو جائز قرار دیا ہے، مقیم کے لیے ایک دن ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن تین رات مسح کرنے کی گنجائش فراہم کی ہے؛ چنانچہ صاحب وقایہ تحریر فرماتے ہیں۔

"جاز بالسنة .....للمقيم يوم وليلة وللمسافر ثلثة ايام ولياليها ۔

حدیث سے مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن تین رات تک مسح علی الخفین کرنا ثابت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً یہی الفاظ نقل کرتے ہیں؛ چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے": جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لیے ایک دن ایک رات مسح کی مدت مقرر فرمائی۔ ذرا اچھی طرح فقہی عبارت اور حدیث کے الفاظ ملایئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ دونوں میں الفاظ کے لحاظ سے کیسی یکسانیت ہے۔

(۱) وقایہ مع شرحہ (۲) صحيح مسلم، كِتَاب الطَّهَارَةِ، بَاب التَّوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ)

(۵) اذان کے طریقے کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا کہ موذن اپنے کانوں میں انگلی رکھ کر اذان دے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے آواز بلند اور اونچی نکلتی ہے؛ اس حکم کو حضراتِ فقہاء یوں بیان کرتے ہیں۔ "وَيَجْعَلُ أُصْبُعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ ۔ اذان دیتے وقت موذن شہادت کی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں رکھ لے۔

تقریباً یہی الفاظ حدیث میں بھی استعمال کیئے گئے ہیں؛ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:"أَنْ يَجْعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ ۔

اذان دیتے وقت دونوں انگلیاں کانوں میں رکھ لیں۔

(۱) کنز الدقائق: ۔ (۲) سنن ابنِ ماجه، كِتَاب الْأَذَانِ وَالسُّنَّةِ فِيهِ،

(٦) تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کہاں تک اُٹھائے جائیں؟

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا کیا طریقہ ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب کنز الدقائق نے یوں بیان فرمایا ہے":وَإِذَا أَرَادَ الدُّخُولَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ ۔

جب نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھائے۔

جب کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ رفع یدین کو تقریباً انھیں الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

"كَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ .

رسولِ خدا ﷺ جب تکبیرِ تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اُٹھاتے ۔غور کریں کہ فقہی عبارت اور الفاظ حدیث میں کیسی مطابقت ہے۔

(۱) کنز الدقائق

(۲) صحیح مسلم، كِتَاب الصَّلَاةِ، بَاب اسْتِحْبَابِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوَ الْمَنْكِبَيْنِ مَعَ تَكْبِيرَةِ)

(۷) کتنی گایوں میں زکوٰۃ دی جائے؟

صاحب وقایہ نے سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے گائے کی زکوٰۃ کا ذکر یوں کیا ہے "فِي ثَلَاثِينَ بَقَرًا تَبِيعٌ ذُو سَنَةٍ أَوْتَبِيعَةٌ، وَفِي أَرْبَعِينَ مُسِنٌّ ذُو سَنَتَيْنِ أَوْمُسِنَّةٌ .

تیس گایوں میں ایک سالہ گائے یا بچھڑا واجب ہے اور چالیس گایوں میں دو سالہ گائے یا بچھڑا واجب ہے۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نبی رحمت ﷺ کا جو ارشاد نقل کیا ہے وہ اس طرح ہے:

فَأَمَرَنِي أَنْ آخُذَ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ بَقَرَةً تَبِيعًا أَوْتَبِيعَةً وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةً" .

آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر تیس گایوں پر یکسالہ گائے یا بچھڑا اور ہر چالیس پر دو سالہ گائے یا بچھڑا زکوٰۃ میں لیا کروں ۔ذرا آپ ان دونوں عبارتوں کو ملا کر دیکھئے کہ دونوں میں الفاظ کے اعتبار سے کیسی مماثلت ہے۔

(۱) وقاية مع شرحه (۲) سنن الترمذی، كِتَاب الزَّكَاةِ)

(۸) احرام میں کیسے کپڑے نہ پہنے جائیں؟

صاحب قدوری علیہ الرحمہ نے احرام کی حالت میں ممنوع کپڑوں کی تفصیل ان الفاظ سے بیان کی ہے:

"فاذالبی .....لایلبس قمیصاً ولاسراویل ولاعمامة ولاقلنسوة ولاخفین الا ان لایجد نعلین فیقطعهما من اسفل الکعبین .....ولایلبس ثوبا مصبوغاً بورس ولابزعفران .

حج کا ارادہ کرنے والا جب تلبیہ پڑھے تو اس کے بعد نہ قمیص پہنے نہ پاجامہ، نہ عمامہ باندھے نہ ٹوپی پہنے اور نہ خفین ؛لیکن اگر کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ خفین میں سے ٹخنوں سمیت اوپر کا حصہ کاٹ دے اور نہ ورس یا زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے اس بابت جو روایت بیان کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"لَاتَلْبَسُوا الْقَمِيصَ وَلَاالْعَمَائِمَ وَلَاالسَّرَاوِيلَاتِ وَلَاالْبَرَانِسَ وَلَاالْخِفَافَ إِلَّاأَحَدٌ لَايَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَاتَلْبَسُوا شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ وَلَاالْوَرْسُ .

حج کرنے والا نہ قمیص پہنے، نہ پاجامہ، نہ عمامہ باندھے، نہ ٹوپی پہنے اور نہ خفین استعمال کرے؛لیکن اگر کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ خفین پہن لے اور اس میں ٹخنوں سمیت اوپر کا حصہ کاٹ ڈالے اور ایسا کپڑا بھی نہ پہنے جس کو زعفران یا ورس لگا ہوا ہے۔دیکھئے دونوں عبارتوں میں کیسی لفظی مطابقت ہے۔

(۱) قدوری (۲) سنن النسائی، كِتَاب مَنَاسِكِ الْحَجِّ، باب النَّهْيُ عَنْ لُبْسِ الْبَرَانِسِ فِي الْإِحْرَامِ)

(۹) کس قسم کے جرم میں ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے؟

رسول خدا ﷺ نے تین قسم کے جرائم میں ہاتھ کاٹنے سے منع فرمایا ہے، علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی علیہ الرحمہ اس کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں": لایقطع (الید) بخیانة و نهب .

خیانت، لوٹ مار اور چھین لینے کے جرائم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تقریباً یہی الفاظ حدیث میں بھی وارد ہوئے ہیں؛ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

لَیسَ عَلَی خَائِنٍ وَّلَامُنتَهِبٍ وَّلَامُختَلِسٍ قَطعٌ .

خائن، ڈاکو اور چھیننے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔(۱) کنز مع البحر (۲) سنن الترمذی، کِتَاب الْحُدُودِ)

(۱۰) جنگوں کی اصل کا بیان

جنگ کے اصولوں میں سے ایک اصل یہ ہے کہ امیر لشکر فوجیوں کو جوش دلانے کے لیے یہ اعلان کرسکتا ہے کہ جو شخص دشمن کے جس آدمی کو قتل کرے گا، اس کا سامان اسی مجاہد کی ملکیت ہوگا، شریعت نے اس کی اجازت سپہ سالار کو دی ہے، اس مسئلہ میں بھی حدیث و فقہ کے الفاظ ایک ہی جیسے ہیں، ملاحظہ کیجیے، صاحب وقایہ فرماتے ہیں": مَنْ قَتَلَ قَتِیلًا فَلَهُ سَلَبُهُ" .

جو شخص جس دشمن کو قتل کریگا تو اس مقتول کا سامان اسی سپاہی کی ملکیت ہوگی۔

اور حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا جو ارشاد نقل کیا ہے، اس کے الفاظ بھی یہی ہیں:

مَنْ قَتَلَ قَتِیلًا لَهُ عَلَیهِ بَیِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ .

جو شخص دشمن کے کسی سپاہی کو قتل کرے اور اس پر اس کے پاس گواہ بھی ہو تو قتل کرنے والا مقتول کے سامان کا مالک ہوگا۔(۱) وقایہ مع شرح (۲) صحیح بخاری، کِتَاب فَرْضِ الْخُمُسِ)

"تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ" ۔ (البقرة)

یہ مکمل دس ہوگئے ہیں۔طوالت کے خوف سے صرف ۱۰ مثالوں پر اکتفاء کیا گیا ہے؛ ورنہ آپ احناف کے متون فقہ کو ایک طرف رکھیے اور دوسری طرف نبی رحمت ﷺ کی احادیث مبارکہ رکھیے اور پھر دونوں کی عبارت والفاظ پر غور کیجیے، آپ کو دونوں میں جس طرح کی مماثلت و یکسانیت نظر آئے گی؛ اس پر آپ خود بے ساختہ کہہ پڑیں گے کہ احناف کو حدیث کے باب میں جو تہی دست کہا جاتا ہے وہ حقیقت سے کوسوں دور ہے، وہ تو اپنی تحریروں میں بھی بلا تکلف الفاظ حدیث درج کرتے ہیں، جو ان کی حدیث دانی کی بین دلیل ہے۔اسی طرح صاحب ہدایہ کے بیان کردہ ہدایہ میں فقہی قواعد اور ان پر منطبق کی گئی فقہی جزئیات کی کثیر عبارات کی لفظی مطابقت اور ان کے بعد جو فقہی استدلال ہے۔وہ قرآن وحدیث کی ترجمانی کرنے میں ایک چمکتا ہوا سورج ہے۔جس کی روشنی نے اہل شرق و غرب میں ہدایت کے نور کو پھیلا رکھا ہے۔اللہ تعالی مصنف رضی اللہ عنہ کے درجات کو بلند فرمائے۔اور ہم کو ان کے نقش قدم پر چل کر صراط مستقیم پر استقامت عطا فرمائے۔آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی

(چک ستیکا بہاولنگر)

مقدمة الهداية

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعْلٰی مَعَالِمَ الْعِلْمِ وَاَعْلَامَه وَاَظْهَرَ شَعَائِرَ الشَّرْعِ وَاَحْكَامَه وَبَعَثَ رُسُلاً☆ وَاَنْبِيَاءَ☆صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اِلٰی سَبِيْلِ الْحَقِّ هَادِيْنَ☆ وَاَخْلَفَهُمْ عُلَمَاءَ اِلٰی سَنَنِ سُنَنِهِمْ دَاعِيْنَ يَسْلُكُوْنَ فِيْمَا لَمْ يُؤْثَرْ عَنْهُمْ مَسْلَكَ الْاِجْتِهَادِ ☆مُسْتَرْشِدِيْنَ مِنْه فِیْ ذَالِكَ وَهُوَ وَلِیُّ الارشادوَخَصَّ اَوَائِلَ الْمُسْتَنْبِطِيْنَ بِالتَّوْفِيْقِ حَتّٰی وَضَعُوْا مَسَائِلَ مِنْ كُلِّ جَلِیٍّ وَدَقِيْقٍ غَيْرَ اَنَّ الْحَوَادِثَ مُتَعَاقِبَةُ الْوُقُوْعِ وَالنَّوَازِلَ يَضِيْقُ عَنْهَا نِطَاقُ الْمَوْضُوْعِ وَاقْتِنَاصُ الشَّوَارِدِ بِالْاِقْتِبَاسِ مِنَ الْمَوَارِدِ وَالْاِعْتِبَارُ بِالْاَمْثَالِ مِنْ صَنْعَةِ الرِّجَالِ ۔

وَبِالْوُقُوْفِ عَلَی الْمَآخِذِ يَعَضُّ عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَقَدْ جَرٰی عَلَی الْمَوْعِدُ فِیْ مبدء بِدَايَةِ الْمُبْتَدِی اَنْ اَشْرَحَهَا بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ تَعَالٰی شَرْحاً اُرَسِّمُه بِكِفَايَةِ الْمُنْتَهِیْ فَشَرَعْتُ فِيْه وَالْوَعْدُ يُسَوِّغُ بَعْضَ الْمَسَاغِ وَحِيْنَ اَكَادُ اَتَّكِئُ عَنْه اِتِّكَاءَ الْفَرَاغِ تَبَيَّنْتُ فِيْه نُبَذاً مِنَ الاطناب وَخَشِيْتُ اَنْ يُهْجَرَ لاجلة الْكِتَابُ فَصَرَفْتُ عِنَانَ الْعِنَايَةِ لِیْ شَرْحٍ آخَرَ مَوْسُوْمٍ بِالْهِدَايَةِ اَجْمَعُ فِيْهِ بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ تَعَالٰی بَيْنَ عُيُوْنِ الرِّوَايَةِ وَمُتُوْنِ الدِّرَايَةِ تَارِكاً لِلزَّوَائِدِ فِیْ كُلِّ بَابٍ مُعْرِضاً عَنْ هٰذَا النَّوْعِ مِنَ الاسهاب مَعَ مَا اَنَّه يَشْتَمِلُ عَلٰی اُصُوْلٍ يَنْسَحِبُ عَلَيْهَا فُصُوْلٌ ۔

وَاَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ يُوَفِّقَنِیْ لتمامها وَيَخْتِمَ لِیْ بِالسَّعَادَةِ بَعْدَ اِخْتِتَامِهَا حَتّٰی اَنَّ مَنْ سَمَتْ هِمَّتُه لِیْ مَزِيْدِ الْوُقُوْفِ يَرْغَبُ فِی الْاَطْوَلِ وَالْاَكْبَرِ وَمَنْ اَعْجَلَه الْوَقْتُ عَنْهُ يَقْتَصِرُ عَلَی الْاَصْغَرِ وَالْاَقْصَرِ وَلِلنَّاسِ فِيْمَا يَعْشَقُوْنَ مَذَاهِبُ وَالْفَنُّ خَيْر كُلُّه ثُمَّ سَاَلَنِیْ بَعْضُ اِخْوَانِیْ اَنْ اُمْلِیَ عَلَيْهِمَ الْمَجْمُوْعَ الثَّانِیَ فَافْتَتَحْتُه مُسْتَعِيْناً بِاللّٰهِ تَعَالٰی فِیْ تَحْرِيْرِ مَا اُقَاوِلُه مُتَضَرِّعاً اِلَيْه فِی التَّيْسِيْرِ لِمَا اُحَاوِلُه اِنَّه الْمُيَسِّرُ لِكُلِّ عَسِيْرٍ وَهُوَ عَلٰی مَا يَشَاءُ قَدِيْر وبالجابة جَدِيْر وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔

تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے علمی نشانات اور جھنڈوں کو بلند کیا ہے اور شریعت کی عظمتوں اور احکام کو

ظاہر کیا ہے اور جس نے انبیاء ورسل علیہم کو راہِ حق کا ہادی بنا کر بھیجا ہے اور علماء کو انبیاء کرام علیہم کی سنتوں کا پاسبانی کرنے والا بنایا۔ جو چیزیں انبیاء کرام سے منقول نہیں ہیں ان چیزوں میں راہِ اجتہاد کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ وہی ہدایت طلب کرنے والے ہیں اور اللہ ہی ہدایت کا مالک ہے اور متقدمین مجتہدین کو اللہ نے خاص توفیق بخشی ہے کہ انہوں نے ہر قسم کے جلی اور دقیق مسائل کو مدون کیا ہے اور واقعات وحوادث میں کہ جو مسلسل واقع ہوتے چلے جارہے ہیں کہ کسی ایک موضوع کی گرفت میں ان کو لینا مشکل ہے اور وحشی جانوروں کی طرح (غیر مانوس مسائل ہیں) کہ ان کو گھاٹیوں سے قابو کر کے شکار کرنا مشکل کام ہے اور مثالوں کے ساتھ قیاس کرنا بھی مشقت کے کاموں سے ہے۔

اور جب وہ ماخذ شرعیہ پر مطلع ہوتے ہیں تو ان کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں۔ ''ھدایة المبتدی'' کے دیباچہ میں میری جانب سے یہ وعدہ ہوا تھا کہ انشاء اللہ میں اس کی شرح کروں گا جس کا نام '' کفایة المنتھی'' ہوگا چنانچہ اس کی شرح کر رہا ہوں اور وعدہ میں گنجائش اور وسعت ہوتی ہے اور جس وقت کہ فراغت کے قریب پہنچا ہوں تو میں نے محسوس کیا کہ اس میں بہت زیادہ مسائل ہوگئے ہیں اور مجھے اندیشہ ہوا کہ طولِ بیانی کی وجہ سے کہیں اصل کتاب (بدایة المبتدی) ہی نہ چھوٹ جائے اس لیے مجھے دوسری شرح کی طرف توجہ کی باگ موڑنی پڑی۔ جس کا نام ہدایہ ہے جس میں اللہ کی توفیق سے عمدہ روایات اور مضبوط دلائل عقلیہ جمع کر رہا ہوں اس کے ہر باب میں زوائد مسائل کو چھوڑ دیا ہے اور اسی طرح کی طول بیانی سے بچنے کی نیت ہے لیکن اس کے باوجود وہ ایسے اصول پر مشتمل ہوگی جن سے مسائل فرعیہ مستنبط ہوں گے۔

اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس کو پورا کرنے کی توفیق دے اور اس کے ختم ہونے کے بعد میرے لئے سعادت کا سبب بنائے۔ الحاصل اگر کسی کی ہمت مذید واقفیت کے لیے بلند ہو تو اس کو شرح اکبر (کفایہ) کی طرف رغبت کرنی چاہیے اور اگر کسی کو تنگیٔ وقت اور کم فرصتی ہو تو وہ شرح اصغر (ھدایہ) پر اکتفاء کرے۔ لوگوں کی پسند مختلف ہوتی ہے اور ہر فن میں بھلائی ہے۔ پھر میرے بعض بھائیوں نے اس دوسرے مجموعہ (ھدایہ) کے املاء کرانے کی گذارش کی۔ پس اللہ کی مدد کے ساتھ اس کلام کی تحریر کو شروع کرتا ہوں اور میں عاجزی کے طور پر اپنے مقصد میں آسانی کے لئے دعا کرتا ہوں کیونکہ وہی ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے دعاؤں کی قبولیت اس کے شایانِ شان ہے ہمیں اللہ کی مدد کافی ہے اور وہ کتنا ہی اچھا مددگار ہے۔

كِتَابُ الطَّهَارَاتِ

﴿یہ کتاب طہارات کے بیان میں ہے﴾

وضو کے فرائض

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ الخ (الآیۃ) فَفَرْضُ الطَّهَارَةِ غَسْلُ الْاَعْضَاءِ الثَّلَاثَةِ وَمَسْحُ الرَّاسِ بِهٰذَا النَّصِّ وَالْغَسْلُ هُوَ الاسالة وَالْمَسْحُ هُوَ الاصابة وَحَدُّ الْوَجْهِ مِنْ قُصَاصِ الشَّعْرِ اِلٰى اَسْفَلِ الذَّقَنِ والى شَحْمَتَي الْاُذُنَيْنِ لِاَنَّ الْمَوَاجَهَةَ تَقَعُ بِهٰذِهِ الْجُمْلَةِ وَهُوَ مُشْتَقٌّ مِنْهَا ۔

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنے چہرے کو دھوؤ اور کہنیوں سمیت ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوؤ۔ وضو میں اعضاء ثلاثہ کا دھونا اور سر کا مسح کرنا فرض ہے جو اس نص سے ثابت ہے اور دھونا پانی کے بہانے (کا نام) ہے اور مسح (پانی کا) پہنچانا ہے اور چہرے کی حد سر کے بال اگنے کی جگہ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں کی دونوں لو تک ہے کیونکہ مواجہت اسی تمام (یعنی سر کے بالوں سے ٹھوڑی تک اور کانوں کی لو کے درمیان والے حصے) کا نام ہے۔ اور "وجہ" اسی (مواجہت) سے مشتق ہے۔

کہنیاں اور ٹخنوں کا بیان

وَالْمِرْفَقَانِ وَالْكَعْبَانِ يَدْخُلَانِ فِي الْغَسْلِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ يَقُوْلُ الْغَايَةُ لَا تَدْخُلُ تَحْتَ الْمُغَيَّا كَاللَّيْلِ فِيْ بَابِ الصَّوْمِ وَلَنَا اَنَّ هٰذِهِ الْغَايَةَ لِاِسْقَاطِ مَا وَرَاءَهَا اِذْ لَوْلَاهَا لاستوعبت الْوَظِيْفَةُ الْكُلَّ وَفِيْ بَابِ الصَّوْمِ لِمَدِّ الْحُكْمِ اِلَيْهَا اِذِ الْاِسْمُ يُطْلَقُ عَلَى الْاِمْسَاكِ سَاعَةً وَالْكَعْبُ هُوَ الْعَظْمُ النَّاتِئُ هُوَ الصَّحِيْحُ وَمِنْهُ الْكَاعِبُ ۔

اور دونوں کہنیوں اور دونوں ٹخنے ہمارے نزدیک دھونے میں داخل ہیں جبکہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک داخل نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ غایت مغیا میں داخل نہیں ہوتی جیسے رات روزے کی انتہاء میں (داخل نہیں) اور ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ انتہاء تو انتہاء کے علاوہ کے حکم کو زائل کرنے کے لیے ہے کیونکہ اگر یہ انتہاء (مذکور) نہ ہوتی تو دھونا پورے عضو کو گھیر لیتا اور انتہاءِ صوم میں (انتہاء) رات تک حکم کو کھینچنے کے لیے ہے اس لیے کہ لفظِ صوم ایک گھڑی رکنے پر بولا جاتا ہے اور "کعب" ابھری ہوئی ہڈی کو کہتے

ہیں، یہی صحیح ہے اور اسی لفظ سے کاعب بنا ہے۔

سر کے مسح کی مقدارِ شرعی کا بیان

قَالَ وَالْمَفْرُوْضُ فِیْ مَسْحِ الرَّاْسِ مِقْدَارُ النَّاصِیَةِ وَهُوَ رُبُعُ الرَّاْسِ لِمَا رُوِیَ الْمُغِیْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ ان النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اتی سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ وَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰی نَاصِیَته وَخُفَّیْهِ وَالْکِتَابُ مُجْمَل فَالْتَحَقَ بَیَانًا بِه وَهُوَ حُجَّة عَلَی الشَّافِعِیِّ فِیْ التَّقْدِیْرِ بِثَلَاثِ شَعْرَاتٍ وَعَلٰی مَالِكٍ فِیْ اشْتِرَاطِ الْاِسْتِیْعَابِ وَفِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ قَدَّرَه بَعْضُ اَصْحَابِنَا رَحِمَهُمُ اللہُ تَعَالٰی بِثَلَاثِ اَصَابِعَ مِنْ اَصَابِعِ الْیَدِ لانها اکثر مَا هُوَ الاصل فِیْ آلَةِ الْمَسْحِ۔

(صاحب ہدایہ نے) ارشاد فرمایا اور سر کا مسح کرنے میں ناصیہ کی مقدار فرض ہے اور وہ سر کا چوتھائی (حصہ) ہے اس حدیث کی وجہ سے ہے جو مغیرہ بن شعبہ نے روایت کی ہے " کہ رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے کوڑے کے ڈھیر پر تشریف لائے پس آپ ﷺ نے پیشاب کیا اور وضو کیا اور اپنی پیشانی (یعنی مقدار پیشانی سر) اور دونوں موزوں پر مسح کیا" اور قرآن (کی آیت) مجمل ہے پس یہ حدیث اس کے ساتھ بطورِ بیان ہوکر مل گی اور یہ حدیث (اتی سباطة قوم) تین بالوں کے اندازہ کرنے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے خلاف حجت ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے خلاف پورے سر کے مسح کی شرط لگاتے میں حجت ہے۔ اور بعض روایات میں ہمارے بعض اصحاب نے مقدار ناصیہ کی وضاحت ہاتھ کی تین انگلیوں کے ساتھ فرمائی ہے۔ کیونکہ تین انگلیاں اس چیز (ہاتھ) کا اکثر ہیں جو آلہ مسح میں اصل ہیں۔

وضو کی سنتوں کا بیان

(قال) وَسُنَنُ الطَّهَارَةِ غَسْلُ الْیَدَیْنِ قَبْلَ اِدْخَالِهِمَا الْاِنَاءَ اِذَا اسْتَیْقَظَ الْمُتَوَضِّیُٔ مِنْ نَّوْمِه لِقَوْلِه عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِنْ مَّنَامِه فَلَا یَغْمِسَنَّ یَدَه فِیْ الْاِنَاءِ حَتّٰی یَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فانه لَا یَدْرِیْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدَه وَلِاَنَّ الْیَدَ آلَةُ التَّطْهِیْرِ فَتُسَنُّ الْبَدَاءَةُ بِتَنْظِیْفِهَا وَهٰذَا الْغَسْلُ اِلَی الرُّسْغِ لِوُقُوْعِ الْکِفَایَةِ بِه فِیْ التَّنْظِیْفِ۔

فرمایا اور وضو کی سنتیں دونوں ہاتھوں کا دھونا ہے ان دونوں کو برتن میں داخل کرنے سے پہلے جب کہ متوضی اپنی نیند سے بیدار ہو اس لیے کہ حضور ﷺ کا قول ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے یہاں تک کہ اس کو تین بار دھو ڈالے اس لیے کہ اسے معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ رات کہاں رہا اور اس لیے کہ ہاتھ آلہ تطہیر ہے پس خود اُس کو پاک کرنے کی ہدایت مسنون ہوگی اور یہ دھونا پہونچے تک ہے کیوں کہ اسی قدر کے ساتھ پاکیزگی کرنے میں کفایت حاصل ہو جاتی ہے۔

السُّنَّةَ اِكْمَالُ الْفَرْضِ فِیْ مَحَلِّه وَالدَّاخِلُ لَيْسَ بِمَحَلِّ الْفَرْضِ ۔

فرمایا: داڑھی کا خلال کرنا (بھی سنت ہے) کیونکہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ جبریل نے آپ کو داڑھی کے خلال کا حکم دیا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ سنت فرض کی تکمیل کے لئے ہے اور داڑھی کے نیچے والی جگہ محل فرض نہیں ہے۔

وضو میں انگلیوں کے خلال کا بیان

وَتَخْلِيْلُ الاصابع لِقَوْلِه عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ خَلِّلُوْا اَصَابِعَكُمْ كَیْ لَا تَتَخَلَّلَهَا نَارُ جَهَنَّمَ وَلِاَنَّه اِكْمَالُ الْفَرْضِ فِیْ مَحَلِّه ۔

اور انگلیوں کا خلال کرنا مسنون ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی انگلیوں کا خلال کرو تا کہ ان کے درمیان جہنم کی آگ نہ داخل ہو اور یہ حکم اس لئے بھی ہے کہ یہ محل فرض کو اسی میں پورا کرنے والا ہے۔

اعضاء وضو کو تین بار دھونے کا بیان

وَتَكْرَارُ الْغَسْلِ اِلَى الثَّلَاثِ لان النَّبِیَّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ توضا مَرَّةً مَرَّةً وَقَالَ هٰذَا وُضُوْءٌ لا يَقْبَلُ اللهُ تَعَالٰى الصَّلٰوةَ اِلَّا بِه وَتَوَضَّاَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَقَالَ هٰذَا وُضُوْءُ مَنْ يُّضَاعِفُ اللهُ لَه الاجر مَرَّتَيْنِ وتوضا ثلاثًا ثلاثًا وَقَالَ هٰذَا وُضُوْئِیْ وَوُضُوْءُ الانبياء مِنْ قَبْلِیْ فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا اَوْ نَقَصَ فَقَدْ تَعَدّٰى وَظَلَمَ وَالْوَعِيْدُ لِعَدَمِ رُؤْيَتِه سُنَّةً ۔

اور دھونے کو تین تک مقرر کرنا (مسنون) ہے اس لیے کہ نبی ﷺ نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ ایسا وضو ہے کہ اللہ تعالیٰ نماز کو اس کے بغیر قبول نہیں کرتا اور دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ اس شخص کا وضو ہے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ ثواب کو دگنا کر دیتا ہے اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا وضو ہے پس جس نے اس پر زیادتی کی یا کمی کی تو اس نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا اور وعید تین مرتبہ کو سنت نہ جاننے کی وجہ سے ہے۔

وضو کے مستحبات

(قال) وَيَسْتَحِبُّ لِلْمُتَوَضِّیءِ اَنْ يَّنْوِیَ الطَّهَارَةَ فَالنِّيَّةُ فِی الْوُضُوْءِ سُنَّةٌ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الشَّافِعِیِّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى فَرْضٌ لِاَنَّه عِبَادَةٌ فَلَا تَصِحُّ بِدُوْنِ النِّيَّةِ كَالتَّيَمُّمِ وَلَنَا اَنَّه لا يَقَعُ قُرْبَةً اِلَّا بِالنِّيَّةِ وَلٰكِنَّه يَقَعُ مِفْتَاحًا لِلصَّلٰوةِ لِوُقُوْعِه طَهَارَةً بِاِسْتِعْمَالِ الْمُطَهِّرِ بِخِلَافِ التَّيَمُّمِ لِاَنَّ مُطَهِّرًا اِلَّا فِیْ حَالِ اِرَادَةِ الصَّلٰوةِ اَوْ هُوَ يُنْبِیءُ عَنِ الْقَصْدِ

اور فرمایا کہ متوضی کے لیے مستحب ہے کہ طہارت کی نیت کرے پس ہمارے نزدیک نیت وضو میں سنت ہے اور امام

شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض ہے کیونکہ وضو عبادت ہے پس یہ عبادت بغیر نیت کے صحیح نہیں ہوگی جیسے تیمم اور ہماری دلیل یہ ہے کہ وضو کا ثواب نہ ہوگا مگر نیت کے ساتھ کیونکہ یہ نماز کو کھولنے والا ہے اور اس کو استعمال کرنے والا پاک ہوگیا بخلاف تیمم کے اس لیے کہ مٹی پاک کرنے والی نہیں مگر ارادہ نماز کی حالت میں یا تیمم جو قصد سے مقید ہے۔

پورے سر کا مسح کرنا

وَيَسْتَوْعِبُ رَأْسَهُ بِالْمَسْحِ وَهُوَ سُنَّةٌ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلسُّنَّةُ التَّثْلِيْثُ بِمِيَاهٍ مُخْتَلِفَةٍ اِعْتِبَارًا بِالْمَغْسُوْلِ وَلَنَا اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَوَضَّاَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَاْسِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَقَالَ هٰذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ يُرْوٰى مِنَ التَّثْلِيْثِ مَحْمُوْلٌ عَلَيْهِ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَهُوَ مَشْرُوْعٌ عَلٰى مَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلِاَنَّ الْمَفْرُوْضَ هُوَ الْمَسْحُ وَبِالتَّكْرَارِ يَصِيْرُ غَسْلًا وَلَا يَكُوْنُ مَسْنُوْنًا فَصَارَ كَمَسْحِ الْخُفِّ بِخِلَافِ الْغَسْلِ لِاَنَّهُ لَا يَضُرُّهُ التَّكْرَارُ ۔

اور اپنے تمام سر کو مسح کے ساتھ گھیرے اور یہی سنت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے عضوِ مغسول پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا کہ سنت تو مختلف پانیوں کے ساتھ تین مرتبہ مسح کرنا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین تین بار وضو کیا لیکن اپنے سر کا مسح ایک مرتبہ کیا اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے اور وہ جو تین مرتبہ مسح کرنا روایت کیا جاتا ہے تو وہ ایک پانی کے ساتھ تین مرتبہ پر محمول ہے اور یہ اس بناء پر مشروع ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کیونکہ فرض تو مسح ہے اور تکرار کے ساتھ وہ غسل ہو جائے گا تو ایسا مسح مسنون نہ ہوگا پس سر کا مسح موزے کے مسح کے مانند ہوگیا بخلاف غسل کے کیونکہ غسل کو تکرار نقصان دینے والا نہیں ہے۔

وضو میں ترتیب قائم رکھنا اور دائیں جانب سے وضو کرنے کا بیان

وَيُرَتِّبُ الْوُضُوْءَ فَيَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِذِكْرِهِ وَبِالْمَيَامِنِ فَالتَّرْتِيْبُ فِي الْوُضُوْءِ سُنَّةٌ عِنْدَنَا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَرْضٌ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ اَلْاٰيَةَ وَالْفَاءُ لِلتَّعْقِيْبِ وَلَنَا اَنَّ الْمَذْكُوْرَ فِيْهَا حَرْفُ الْوَاوِ وَهِيَ لِمُطْلَقِ الْجَمْعِ بِاِجْمَاعِ اَهْلِ اللُّغَةِ فَتَقْتَضِيْ اِعْقَابَ غَسْلِ جُمْلَةِ الْاَعْضَاءِ وَالْبِدَايَةُ بِالْمَيَامِنِ فَضِيْلَةٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّ التَّيَامُنَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى التَّنَعُّلَ وَالتَّرَجُّلَ ۔

اور وضو میں ترتیب (مستحب) ہے۔ پس اس عضو سے شروع کرے جس کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ہے اور دائیں طرف سے شروع کرے اور ہمارے نزدیک وضو میں ترتیب سنت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا" فاغسلوا وجوھکم۔ الآیۃ" فا تعقیب کے لیے ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں حرف واو ہے وہ باتفاق اہل لغت مطلقاً جمع کے لیے ہے۔ تمام اعضاء کو ایک عضو کے بعد دوسرے عضو کو دھونے کا تقاضہ کرتی ہے اور دائیں سے ابتداء کرنا افضل ہے اس لیے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز میں دائیں کو پسند فرماتا ہے حتیٰ کہ جوتا پہننے اور کنگھا کرنے میں بھی دائیں طرف پسند ہے۔

فصل فی نواقض الوضوء

﴿یہ فصل وضو کو توڑنے والی چیزوں کے بارے میں ہے﴾

فصل نواقض وضو کی فقہی مطابقت کا بیان

اس سے پہلے مصنف نے وضو کے فرائض وسنن کو بیان کیا ہے۔ جن کی تکمیل سے وضو کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ کسی چیز کے ثبوت کے بعد ہی اس کا نقض پایا جاتا ہے۔ کیونکہ نقض کسی بھی عدم چیز پر وارد نہیں ہوتا۔ لہٰذا مصنف نے وجودشئی کو ثابت کرنے کے لئے پہلے وضو کے فرائض وسنن کو ذکر کیا اوران کے بعدان کے نواقض کو بیان کیا ہے۔

اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وضو اپنے ثبوت حکم میں ارکان کا محتاج ہے کیونکہ کوئی چیز ارکان کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی اس لئے وضو کے فرائض وسنن کا مقدم ذکر کرنا ضروری تھا۔ جبکہ نواقض ہمیشہ بعض میں وارد ہوتے ہیں۔

اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ نواقض وضو، وضو کے عوارض ہیں جبکہ وضو ان کی ذات ہے۔ اور یہ اصول ہے کہ عوارض ہمیشہ ذات سے مؤخر ہوتے ہیں۔

نواقض وضو کے قاعدہ کلیہ کا بیان

اَلْمَعَانِیُ النَّاقِضَةُ لِلْوُضُوْءِ کُلُّ مَا یَخْرُجُ مِنَ السَّبِیْلَیْنِ لِقَوْلِه تَعَالٰی او جَاءَ اَحَدٌ مِنْکُمْ مِنَ الْغَائِطِ وَقِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا الْحَدَثُ قَالَ مَا یَخْرُجُ مِنَ السَّبِیْلَیْنِ وَکَلِمَةُ مَا عَامَّةٌ فَتَتَنَاوَلُ الْمُعْتَادَ وَغَیْرَہٗ ۔

جو چیزیں وضو کو توڑنے والی ہیں ہر وہ چیز ہے جو سبیلین سے نکلتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "او جاؤ احد کم منکم من الغائط" کی وجہ سے ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا حدث کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو سبیلین سے نکلے اور کلمہ ما عام ہے لہٰذا معتاد اور غیر متعاد (دونوں) کو شامل ہوگا۔

بنیادی واصلی نواقض وضو

وَالدَّمُ وَالْقَیْحُ اِذَا خَرَجَا مِنَ الْبَدَنِ فَتَجَاوَزَا اِلٰی مَوْضِعٍ یَلْحَقُه حُکْمُ التَّطْهِیْرِ وَالْقَیْءُ مَلْءُ الْفَمِ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰہُ اَلْخَارِجُ من غیر السَّبِیْلَیْنِ لَا یَنْقُضُ الْوُضُوْءَ لِمَا رُوِیَ اَنَّه عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَاءَ فَلَمْ یَتَوَضَّأْ وَلِاَنَّ غسل غیر مَوْضِعِ الْاِصَابَةِ اَمْرٌ تَعَبُّدِیٌّ فَیَقْتَصِرُ عَلٰی

مُوْرِدِ الشَّرْعِ وَهُوَ الْمَخْرِجُ الْمُعْتَادُ وَلَنَا قَوْلُه عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ اَلْوُضُوْءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ وَقَوْلُه عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ مَنْ قَاءَ او رَعِفَ فِيْ صَلاتِه فَلْيَنْصَرِفْ وليتوضا وَلْيَبْنِ عَلٰى صَلاتِه مَالَمْ يَتَكَلَّمْ .

ولان خُرُوْجَ النَّجَاسَةِ مُؤَثِّرٌ فِيْ زَوَالِ الطَّهَارَةِ وَهٰذَا الْقَدْرِ فِيْ الاصل مَعْقُوْلٌ وَالْاِقْتِصَارُ عَلَى الْاَعْضَاءِ الاربعة غيرِ مَعْقُوْلٍ لٰكِنَّه يَتَعَدّٰى ضُرُوْرَةَ تَعَدِّى الاول غير اَنَّ الْخُرُوْجَ اِنَّمَا يَتَحَقَّقُ بِالسَّيَلانِ اِلٰى مَوْضِعٍ يُلْحِقُه حُكْمُ التَّطْهِيْرِ وَبِمَلْءِ الْفَمِ فِي الْقَيْءِ لِاَنَّ بِزَوَالِ الْقِشْرَةِ تَظْهَرُ النَّجَاسَةُ فِيْ مَحَلِّهَا فَتَكُوْنُ بَادِيَةً لَا خَارِجَةً بِخِلافِ السَّبِيْلَيْنِ .

لان ذٰلِكَ الْمَوْضِعَ لَيْسَ بِمَوْضِعِ النَّجَاسَةِ فَيُسْتَدَلُّ بِالظُّهُوْرِ عَلَى الْاِنْتِقَالِ وَالْخُرُوْجِ وَمَلْءِ الْفَمِ ان يَكُوْنَ بِحَالٍ لَا يُمْكِنُ ضَبْطُه اِلَّا بِتَكَلُّفٍ لِاَنَّه يَخْرُجُ ظَاهِرًا فَاُعْتُبِرَ خَارِجًا وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَلِيْلُ الْقَيْءِ وَكَثِيْرُه سَوَاءٌ وَكَذَا لَا يشترط السَّيَلانُ عَنْهُ اِعْتِبَارًا بِالْمَخْرَجِ الْمُعْتَادِ ولاطلاق قَوْلُه عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ اَلْقَلْسُ حَدَثٌ وَلَنَا قَوْلُه عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ لَيْسَ فِي الْقَطْرَةِ وَالْقَطْرَتَيْنِ مِنَ الدَّمِ وُضُوْءٌ اِلَّا ان يَكُوْنَ سَائِلاً .

وَقَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حِيْنَ عَدَّ الْاَحْدَاثَ جُمْلَةً او دَسْعَةً تملاء الْفَمَ واذاتَعَارَضَتِ الاخبار يُحْمَلُ مَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَى الْقَلِيْلِ وَمَا رَوَاهُ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَى الْكَثِيْرِ وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمَسْلَكَيْنِ قَدْ بَيَّنَاهُ .

خون اور پیپ ناقض وضو ہیں اور جب دونوں بدن سے نکلیں پھر اس مقام کی طرف تجاوز کر جائیں جس کو حکم تطہیر لاحق ہے اور منہ بھر قے بھی ناقض وضو ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز ناقض وضو نہیں ہے کیونکہ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے قے کی مگر وضو نہیں کیا اور اس لئے کہ موضع نجاست کے علاوہ کا دھونا بطور عبادت ہے لہٰذا وہ حکم شرعیہ کے مطابق ہوگا۔ اور وہ مخرج معتاد ہے اور ہماری دلیل حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر بہنے والے خون پر وضو (واجب) ہے اور حضور ﷺ کا قول ہے کہ جس نے قے کی یا نکسیر پھوٹی نماز میں تو چاہیے کہ وہ پھر جائے اور وضو کرے اور اپنی نماز پر بنا کرے جب تک کہ کلام نہ کیا ہو۔

اور اس لیے کہ نجاست کا نکلنا طہارت کے زائل ہونے میں موثر ہے اور یہ مقدار اصل میں قیاس کے مطابق ہے۔ اور اعضاء اربعہ پر اکتفاء کرنا غیر معقول ہے۔ لیکن اول کے متعدی ہونے کی وجہ سے یہ متعدی ہوگا مگر یہ کہ خروج ایسی جگہ کی طرف سیلان سے متحقق ہوگا جس کو حکم طہارت لاحق ہو اور منہ بھر قے سے بھی ناقض وضو ہے کیونکہ چھلکا اترنے سے نجاست اپنے محل میں ظاہر ہوگی تو یہ نجاست ظاہر ہونے والی کہلائے گی نہ کہ خارج ہونے والی بخلاف سبیلین کے۔

کیونکہ یہ محل نجاست نہیں ہے کہ ظہور سے انتقال پر استدلال کیا جائے۔ اور منہ بھر نا یہ ہے کہ وہ اس طرح ہو کہ بغیر تکلف کے اس کا ضبط کرنا ممکن نہ ہو کیونکہ وہ ظاہر ہو کر نکلے گا پس اس کو خارج سمجھا جائے گا اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قے قلیل اور کثیر سب برابر ہے اور اسی طرح وہ مخرج معتاد پر قیاس کرتے ہوئے سیلان کی شرط نہیں ہے اور حضور ﷺ کے قول القلس حدث کے مطلق ہونے کی وجہ سے سیلان کی شرط نہیں لگاتے۔ اور ہماری دلیل حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ کہ خون کے ایک قطرے اور دو قطروں میں وضو نہیں ہے مگر یہ کہ سائل ہو۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے جس وقت آپ نے تمام احداث کو شمار کرایا (تو فرمایا) یا قے جو منہ بھر دے۔ اور جب روایات متعارض ہو گئیں تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث کو قلیل پر محمول کیا جائے گا اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث کو کثیر پر محمول کیا جائے گا اور دونوں مسالک کے درمیان فرق وہ ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

بار بار کی قے کا حکم

وَلَوْ قَاءَ مُتَفَرِّقًا بِحَيْثُ لَوْ جَمَعَ يَمْلَأُ الْفَمَ فَعِنْدَ اَبِى يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُعْتَبَرُ اِتِّحَادُ الْمَجْلِسِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُعْتَبَرُ اِتِّحَادُ السَّبَبِ وَهُوَ الْغَثَيَانُ ثُمَّ مَالَا يَكُوْنُ حَدَثًا لَا يَكُوْنُ نَجَسًا يَرْوِىْ ذٰلِكَ عَنْ اَبِى يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهُوَ الصَّحِيْحُ لانه لَيْسَ بِنَجَسٍ حُكْمًا حَيْثُ لَمْ تَنْتَقِضْ بِهِ الطَّهَارَةُ .

اور اگر متوضی نے کئی بار ایسے طریقہ پر قے کی کہ اگر اسے جمع کیا جائے تو منہ بھر دے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مجلس کا متحد ہونا معتبر ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سبب کا متحد ہونا معتبر ہے اور سبب متلی ہے۔ پھر جو چیز حدث نہ ہو تو وہ چیز نجس نہ ہوگی یہ حکم امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا جاتا ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ وہ حکماً نجس نہیں ہے اس لئے کہ اس سے طہارت نہیں ٹوٹتی۔

کھانے یا پینے کی قے کا حکم

وَهٰذَا اِذَا قَاءَ مِرَّةً او طَعَامًا اَوْ مَاءً فان قَاءَ بَلْغَمًا فَغَيْرُ نَاقِضٍ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ نَاقِضٌ اِذَا كَانَ مَلْءَ الْفَمِ وَالْخِلَافُ فِى الْمُرْتَقِىْ مِنَ الْجَوْفِ اَمَّا النَّازِلُ مِنَ الرَّاْسِ فَغَيْرُ نَاقِضٍ بِالْاِتِّفَاقِ لِاَنَّ الرَّاْسَ لَيْسَ بِمَوْضِعِ النَّجَاسَةِ لِاَبِىْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ انه نَجِسٌ بِالْمُجَاوَرَةِ وَلَهُمَا اَنَّهٗ لَزِجٌ لَا تَتَخَلَّلُهُ النَّجَاسَةُ وَمَا يَتَّصِلُ بِهٖ قَلِيْلٌ وَالْقَلِيْلُ فِى الْقَئِ غَيْرُ نَاقِضٍ .

اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے پت کی قے کی یا کھانا یا پانی کی اور اگر بلغم کی قے کرے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر ناقض ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ناقض ہے جبکہ منہ بھر کے قے کی ہو۔ اور اختلاف اس بلغم میں ہے جو جوف (معدہ) سے چڑھ کر (قے ہوئی ہو) اور رہا وہ جو سر سے اتر کر (قے ہوا) تو وہ بالاتفاق غیر ناقض ہے اس لئے کہ سر موضع نجاست نہیں ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ کہ (معدہ سے) چڑھنے والا بلغم اتصال کی وجہ سے نجس ہے اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ بلغم ایک ایسی چکنی چیز ہے کہ اس کے اندر نجاست داخل نہیں ہوگی اور جو نجاست اس کے ساتھ متصل ہے وہ قلیل ہے اور قے میں قلیل غیر ناقض ہے۔

خون کی قئے کا حکم

وَلَوْ قَاءَ دَمًا هُوَ عَلَق يُعْتَبَرُ فِيهِ مَلْءُ الْفَمِ لِاَنَّه سَوْدَاء مُحْتَرِقَة وان كَانَ مَائِعًا فَكَذٰلِكَ ثُمّ عِنْدَ مُحَمَّد رَحِمَهُ اللّٰهُ اِعْتِبَارًا بِسَائِرِ اَنْوَاعِه وَعِنْدَهُمَا اِنْ سَالَ بِقُوَّةِ نَفْسِه يَنْتَقِضُ الْوُضُوْءَ وان كَانَ قَلِيْلًا لِاَنَّ الْمِعْدَةَ لَيْسَتْ بِمَحَلِّ الدَّمِ فَيَكُوْنُ مِنْ قَرْحِه فِي الْجَوْفِ ۔

اور جب کسی شخص نے خون کی قے کی اور وہ بستہ ہے تو اس میں منہ بھر معتبر ہوگا کیونکہ وہ جلا ہوا سوداء ہے اور اگر وہ خون بہنے والا ہو تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا ہی ہے کہ قے کی تمام انواع پر قیاس کرتے ہوئے، اور شیخین کے نزدیک اگر خون اپنی قوت سے بہا تو وضو کو توڑ دے گا، اگر چہ قلیل ہو اس لئے کہ معدہ خون کی جگہ نہیں ہے پس وہ جوف میں (موجود) کسی زخم سے ہوگا۔

جب خون کا سیلان متحقق ہو جائے

وَلَوْ نَزَلَ مِنَ الرَّأسِ اِلٰى مَا لَانَ مِنَ الانفِ نَقَضَ بِالْاِتِّفَاقِ لِوُصُوْلِه اِلٰى مَوْضِعٍ يَلْحِقُه حُكْمُ التَّطْهِيْرِ فَيَتَحَقَّقُ الْخُرُوْجُ ۔

اور اگر خون سر سے ناک کے نرم حصہ تک اتر آیا تو اس نے بالاتفاق وضو توڑ دیا کیونکہ یہ خون ایسی جگہ تک پہنچ گیا کہ اس کو پاک کرنے کا حکم لاحق ہے پس خروج (سیلان) متحقق ہو گیا ہے۔

نیند کے ناقض وضو ہونے کا بیان

وَالنَّوْمُ مُضْطَجِعًا اَوْ مُتَّكِئًا اَوْ مُسْتَنِدًا اِلٰى شَيْءٍ لَوْ اُزِيْلَ عَنْهُ لَسَقَطَ لان الْاِضْطِجَاعَ سَبَب لِاسْتِرْخَاءِ الْمَفَاصِل فَلَا يَعْرِى عَنْ خُرُوْجِ شَيْءٍ عَادَةً وَالثَّابِتُ عَادَةً كَالْمُتَيَقَّنِ بِه وَالْاِتِّكَاءُ يُزِيْلُ مُسْكَةَ الْيَقْظَةِ لِزَوَالِ الْمَقْعَدِ عَنِ الْاَرْضِ وَيَبْلُغُ الْاِسْتِرْخَاءُ فى النوم غايته غَايَتَه بِهٰذَا النَّوْعِ مِنَ الاستناد غيرَ اَنَّ السَّنَدَ يَمْنَعُه مِنَ السُّقُوْطِ بِخِلَافِ حَالَةِ الْقِيَامِ وَالْقُعُوْدِ وَالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهِمَا فِي الصَّحِيْحِ لان بَعْضَ الْاِسْتِمْسَاكِ بَاقٍ اِذْ لَوْ زَالَ لَسَقَطَ

فَلَمْ يَتِمَّ الِاسْتِرْخَاءُ والاصل فيه قوله عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ لا وُضُوءَ على مَنْ نَامَ قائما او قَاعِدًا اَوْ رَاكِعًا اوساجدًا اِنَّمَا الْوُضُوءُ على مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا فانه اذا نَامَ مُضْطَجِعًا اِسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهٗ .

اور وہ نیند جو کروٹ پر ہو یا کسی ایسی چیز سے ٹیک لگا کر ہو کہ اگر وہ چیز ہٹالی جائے تو وہ گر پڑے ناقض ہے کیونکہ یہ لیٹنا جوڑوں کے ڈھیلے ہوجانے کا سبب ہے پس عادت کسی چیز کے نکلنے سے خالی نہ ہوگی اور جو چیز عادتاً ثابت ہو وہ ایسی ہے جیسے اس کا یقین ہو اور ٹیک لگا کر زمین سے مقعد زائل ہونے کی وجہ سے بیداری کی رکاوٹ زائل ہو جاتی ہے اور جن حالتوں میں نیند میں اس قسم کے استناد سے اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا مگر ٹیک استواء کرنے سے روکتی ہے بخلاف قیام، قعود، رکوع اور سجدہ کی حالت کے نماز میں ہو یا غیر نماز میں یہی صحیح ہے اس لئے کہ کچھ استمساک باقی ہے کیونکہ اگر استمساک بالکل زائل ہو جاتا تو گر پڑتا پس استرخاء پورا نہ ہوا اور اصل اس میں حضور ﷺ کا قول ہے جو شخص حالت قیام یا قعود، رکوع یا سجدہ کی حالت میں سویا اس پر وضو نہیں۔ وضو تو اس پر ہے جو کروٹ پر سویا کیونکہ جب وہ کروٹ پر سویا اس کے جوڑ کھل گئے ہیں۔

بے ہوشی کے ناقض وضو ہونے کا بیان

وَالْغَلَبَةُ عَلَى الْعَقْلِ بِالْإِغْمَاءِ وَالْجُنُوْنِ لِاَنَّه فوق النَّوْمِ مُضْطَجِعًا فِي الْاِسْتِرْخَاءِ وَالْاِغْمَاءُ حَدَثٌ فِي الْاَحْوَالِ كُلِّهَا وَهُوَ الْقِيَاسُ فِي النَّوْمِ اِلَّا اَنَّا عَرَفْنَاهُ بِالْاَثَرِ وَالْاِغْمَاءِ فَوْقَه فَلَا يُقَاسُ عَلَيْهِ .

بے ہوشی اور جنون کی وجہ سے عقل پر غلبہ ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ (یعنی جنون اور اغماء میں سے ہر ایک) استرخاء میں کروٹ پر سونے سے بڑھ کر ہے اور اغماء تمام حالتوں میں حدث ہے اور یہی نیند میں قیاس ہے مگر ہم نے اس کو اثر سے پہچانا اور اغماء اس سے بڑھ کر ہے تو اغماء کو نیند پر قیاس نہ کیا جائے گا۔

قہقہہ کا ناقض وضو ہونا

وَالْقَهْقَهَةُ فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ ذَاتِ رُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ وَالْقِيَاسُ اَنَّهَا لَا تَنْقُضُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِاَنَّه لَيْسَ بِخَارِجٍ نَجِسٍ وَلِهٰذَا لَمْ يَكُنْ حَدَثًا فِيْ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ وَسَجْدَةِ التِّلَاوَةِ وَخَارِجِ الصَّلَاةِ وَلَنَا قَوْلُه عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الا مَنْ ضَحِكَ منكم قَهْقَهَةً فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ وَالصَّلَاةَ جميعًا وَبِمِثْلِه يُتْرَكُ الْقِيَاسُ وَالْاَثَرُ وَرَدَ فِيْ صَلَاةٍ مُطْلَقَةٍ فَيُقْتَصَرُ عَلَيْهَا وَالْقَهْقَهَةُ مَا يَكُوْنُ مَسْمُوْعًا لَه وَلِجِيْرَانِه وَالضَّحِكُ مَا يَكُوْنُ مَسْمُوْعًا لَه دُوْنَ جِيْرَانِه وَهُوَ عَلٰى مَا قِيْلَ يُفْسِدُ الصَّلَاةَ دُوْنَ الْوُضُوْءِ .

رکوع اور سجدہ والی نماز میں قہقہہ بھی ناقض وضو ہے۔ اور قیاس یہ ہے کہ قہقہہ ناقض نہ ہو اور امام شافعی کا قول ہے کیونکہ یہ نجس نکلنے والی چیز نہیں ہے اور اسی وجہ سے قہقہہ، نماز جنازہ میں اور سجدہ تلاوت میں اور نماز سے باہر میں حدث نہیں۔ اور ہماری دلیل حضور ﷺ کا فرمان ہے خبردار جو شخص تم میں سے قہقہہ سے ہنسا تو وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے اور اس جیسی نص سے قیاس ترک کر دیا جائیگا اور نص صلوٰۃ مطلقہ میں وارد ہوئی ہے پس اسی پر بند ہوگی۔ اور قہقہہ وہ ہے جو خود آدمی کو اور پاس والوں کو سنائی دے اور ضحک وہ ہے جو خود آدمی کو سنائی دے نہ کہ پاس والوں کو۔ اور ضحک اس قول کی بنا پر جو کہا گیا ہے کہ وہ نماز کو فاسد کر دیتا ہے جبکہ وضو کو فاسد نہیں کرتا۔

زخم کے سر سے کیڑے کا خروج ناقض وضو ہے

(وَالدَّابَّةُ تَخْرُجُ مِنَ الدُّبُرِ نَاقِضَةٌ، فَإِنْ خَرَجَتْ مِنْ رَأْسِ الْجُرْحِ اَوْ سَقَطَ اللَّحْمُ لَا تَنْقُضُ مِنْهُ) وَالْمُرَادُ بِالدَّابَّةِ الدُّوْدَةُ وَهٰذَا لِاَنَّ النَّجَسَ مَا عَلَيْهَا وَذٰلِكَ قَلِيْلٌ وَهُوَ حَدَثٌ فِي السَّبِيْلَيْنِ دُوْنَ غَيْرِهِمَا، فَاَشْبَهَ الْجُشَاءَ وَالْفُسَاءَ، بِخِلَافِ الرِّيْحِ الْخَارِجَةِ مِنْ قُبُلِ الْمَرْاَةِ وَذَكَرِ الرَّجُلِ لِاَنَّهَا لَا تَنْبَعِثُ عَنْ مَحَلِّ النَّجَاسَةِ حَتّٰى لَوْ كَانَتْ مُفْضَاةً يُسْتَحَبُّ لَهَا الْوُضُوْءُ لِاحْتِمَالِ خُرُوْجِهَا مِنَ الدُّبُرِ ۔

اور وہ کیڑا جو پاخانے کے مقام سے نکلا وہ ناقض وضو ہے۔ پس اگر کیڑا زخم کے سرے سے نکلا یا زخم سے گوشت گر پڑا تو یہ ناقض وضو نہ ہوگا۔ اور یہاں دابہ سے مراد کیڑا ہے کیونکہ جو نجاست اس کیڑے پر ہے وہ قلیل ہے اور وہ سبیلین میں حدث ہے اور غیر سبیلین میں حدث نہیں۔ پس یہ ڈکار اور بغیر آواز نکلنے والی ہوا کے مشابہ ہوگیا۔ جبکہ عورت کی فرج اور مرد کے ذکر سے نکلنے والی ہوا کے خلاف ہے کیونکہ وہ محل نجاست نہیں نکلتی اور اگر عورت مفضاۃ (وہ عورت جس کے مقام پیشاب وحیض دونوں کے راستے مل جائیں) ہو تو اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ ہوا اس کی دبر سے نکلی ہو۔

چھالے یا پیپ کے ناقض وضو ہونے کی صورتیں

فَاِنْ قَشَرَتْ نُقْطَةٌ فَسَالَ مِنْهَا مَاءٌ اَوْ صَدِيْدٌ اَوْ غَيْرُهُ اِنْ سَالَ عَنْ رَأْسِ الْجُرْحِ نَقَضَ وَاِنْ لَمْ يَسِلْ لَا يَنْقُضُ وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَنْقُضُ فِي الْوَجْهَيْنِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَنْقُضُ فِي الْوَجْهَيْنِ وَهِيَ مَسْاَلَةُ الْخَارِجِ مِنْ غَيْرِ السَّبِيْلَيْنِ وَهٰذِهِ الْجُمْلَةُ نَجِسَةٌ لِاَنَّ الدَّمَ يَنْضِجُ فَيَصِيْرُ قَيْحًا ثُمَّ يَزْدَادُ نَضْجًا فَيَصِيْرُ صَدِيْدًا ثُمَّ يَصِيْرُ مَاءً هٰذَا اِذَا قَشَرَهَا فَخَرَجَ بِنَفْسِهِ وَاَمَّا اِذَا عَصَرَهَا فَخَرَجَ بِعَصْرِهِ لَا يَنْقُضُ لِاَنَّهُ مُخْرَجٌ وَلَيْسَ بِخَارِجٍ ۔

پس جب چھالے کا چھلکا گر گیا اور اس سے پانی، پیپ یا کوئی اور چیز بہہ گئی اور اگر وہ زخم کے سرے سے بہہ گیا تو وہ

ناقض وضو ہے۔ اور اگر نہ بہے تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ جبکہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں وضو نہ ٹوٹے گا۔ یہ مسئلہ غیر سبیلین سے خروج کا ہے اور یہ تمام چیزیں نجس ہیں کیونکہ جب خون پک جائے تو وہ کچا لہو بن جاتا ہے اور پھر جب اور پک جائے تو پیپ بن جاتی ہے اور پھر (دوبارہ) پانی بن جاتا ہے۔ اور بیان کردہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب چھالے کو چھیلا اور پھر وہ خود بخود اس سے نکلا اور اگر نچوڑ کر نکالا گیا تو وہ ناقض وضو نہ ہوگا کیونکہ وہ مخرج ہے اور یہ خارج نہیں۔

فصل فی الغسل

﴿یہ فصل غسل کے بیان میں ہے﴾

فصل: غسل کی فقہی مطابقت کا بیان

غسل ''غین'' کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔اس کالغوی معنی ہے۔''دھونا'' جبکہ اصطلاح میں تمام بدن کو دھونے کا نام غسل ہے۔اصطلاح شرع میں جب کسی شخص پر ایسی علت وارد ہو جس سے اس پر غسل واجب ہو جائے۔تو وہ بشرہ یعنی ظاہری جلد کا ہر حصہ اور ہر بال کے نیچے دھوئے گا۔

غسل کی تعریف وحکم کا بیان

غسل کے مسائل سے پہلے مصنف نے وضو کے مسائل بیان کیے ہیں۔اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وضو کا وقوع عام ہے جبکہ غسل کا وقوع خاص ہے۔اور یہ اصول ہے کہ عام پہلے اور خاص بعد میں ہوتا ہے۔اس کی دوسری وجہ یہ ہے۔وضو کا استعمال کثیر ہے جبکہ غسل کا استعمال قلیل ہے۔اور اس کی کثرت کی بناء پر غسل پر تقدیم ہوئی ہے۔اس کی تیسری وجہ یہ ہے۔وضو اعضاء اربعہ میں تین کے دھونے اور ایک کے مسح کا نام ہے۔اور یہ جسم کا ایک جزء ہے۔جبکہ غسل تمام بدن کا دھونا ہے جو بدن کا کل ہے۔اور جزء اپنے کل پر مقدم ہوتا ہے۔اس لئے وضو کے بیان کو غسل کے بیان پر مقدم کیا ہے۔

غسل کے فرائض کا بیان

وَفَرْضُ الْغُسْلِ الْمَضْمَضَةُ وَالِاسْتِنْشَاقُ وَغَسْلُ سَائِرِ الْبَدَنِ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی هُمَا سُنَّتَانِ فِيهِ لِقَوْلِه عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَشْر من الْفِطْرَةِ ای مِنَ السُّنَّةِ وَذَكَرَ مِنْهَا الْمَضْمَضَةُ وَالِاسْتِنْشَاقُ وَلِهٰذَا كَانَا سُنَّتَيْنِ فِي الْوُضُوْءِ وَلَنَا قَوْلُه تَعَالٰی وان كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا وَهُوَ اَمْر بِتَطْهِيْرِ جَمِيْعِ الْبَدَنِ اِلَّا اَنَّ مَا يَتَعَذَّرُ اِيْصَالُ الْمَاءِ اِلَيْهِ خَارِج عَنِ النَّصِّ بِخِلَافِ الْوُضُوْءِ لان الْوَاجِبَ فِيْهِ غَسْلُ الْوَجِهِ وَالْمُوَاجَهَةِ فِيْهِمَا مُنْعَدِمَةٌ وَالْمُرَادُ بِمَا روی حَالَةُ الْحَدَثِ بِدَلِيْلِ قَوْلِه عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَنَّهُمَا فَرْضَانِ فِي الْجَنَابَةِ سُنَّتَانِ فِي الْوُضُوْءِ ۔

اور سارے بدن کا دھونا ،کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل میں فرض ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک کلی

غسل واجب کرنے کی علتیں

قَالَ وَالْمَعَانِیُ الْمُوجِبَةُ لِلْغُسْلِ اِنْزَالُ الْمَنِیِّ عَلٰی وَجْهِ الدَّفْقِ وَالشَّهْوَةِ مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ حَالَةَ النَّوْمِ وَالْيَقْظَةِ وَعِنْدَ الشَّافِعِیِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی خُرُوْجُ الْمَنِیِّ كَيْفَ مَا كَانَ يُوْجِبُ الْغُسْلَ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ اَیْ اَلْغُسْلُ مِنَ الْمَنِیِّ وَلَنَا اَنَّ الامر بِالتَّطْهِيْرِ يَتَنَاوَلُ الْجُنُبَ وَالْجَنَابَةَ فِی اللُّغَةِ خُرُوْجُ الْمَنِیِّ عَلٰی وَجْهِ الشَّهْوَةِ يُقَالُ اُجْنِبَ الرَّجُلُ اِذَا قَضٰی شَهْوَتَهٗ مِنَ المراة وَالْحَدِيْثُ مَحْمُوْلٌ عَلٰی خُرُوْجِ الْمَنِیِّ عَنْ شَهْوةٍ ثُمَّ الْمُعْتَبَرُ ثُمَّ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی اِنْفِصَالُه عَنْ مَكَانِه عَلٰی وَجْهِ الشَّهْوَةِ وَعِنْدَ اَبِیْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ظُهُوْرُه اَيْضًا اِعْتِبَارًا لِلْخُرُوْجِ بالمزايلة اِذِ الْغُسْلُ يَتَعَلَّقُ بِهِمَا وَلَهُمَا انه مَتٰی وَجَبَ مِنْ وَجْهٍ فَالْاِحْتِيَاطُ فِی الْاِيْجَابِ ۔

اور غسل کو واجب کرنیوالے علل یہ ہیں کہ مرد یا عورت سے منی کا کود کر یا شہوت سے خارج ہونا خواہ حالت نیند ہو یا بیداری کی حالت ہو۔ اور امام شافعی ﷫ کے نزدیک جس طرح بھی منی کا خروج ہو غسل کو واجب کرنے والی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے پانی سے پانی ہے۔ یعنی منی سے غسل واجب ہے۔ اور ہمارے نزدیک حکم طہارت جنبی کو شامل ہے اور جنابت لغت میں منی کا دفق کے ساتھ خروج کو کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص شہوت کے ساتھ عورت سے ضرورت کو پورا کرے اسے (اجنب الرجل) کہ مرد جنبی ہو گیا کہا جاتا ہے۔ اور حدیث بھی شہوت کے ساتھ خارج ہونے والی منی پر محمول ہے۔ پھر امام اعظم ﷫ اور امام محمد ﷫ کے نزدیک شہوت کے ساتھ منی کا اپنے مکان سے جدا ہونا معتبر ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف ﷫ کے نزدیک محض ظہور معتبر ہے۔ وہ خروج کو جدا ہونے پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک دونوں صورتوں میں غسل واجب ہے۔ اور طرفین کے نزدیک جب غسل من وجہ واجب ہوا تو احتیاط کے طور پر بھی واجب ہوگا۔

ختانین کا ملنا سبب وجوب غسل ہے

وَالْتِقَاءُ الْخِتَانَيْنِ من غير اِنْزَال لِقَوْلِه عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا الْتَقَی الْخِتَانَانِ غابتِ الْحَشَفَةِ وَجَبَ الْغُسْلُ اَنْزَلَ اَوْ لَمْ يَنْزِلْ وَلِاَنَّه سَبَبٌ للاِنْزَالِ وَنَفْسُه يَتَغَيَّبُ عَنْ بَصَرِه وَقَدْ يَخْفِیْ عَلَيْهِ لِقِلَّتِه فَيُقَامُ مَقَامُه وَكَذَا الْاِيْلَاجُ فِی الدُّبُرِ لِكَمَالِ السَّبَبِيَّةِ وَيَجِبُ عَلَی الْمَفْعُوْلِ بِه اِحْتِيَاطًا بِخِلَافِ الْبَهِيْمَةِ وَمَا دُوْنَ الْفَرْجِ لِاَنَّ السَّبَبِيَّةَ نَاقِصَةٌ ۔

اور بغیر انزال کے دونوں کے ختان کا باہم ملنے سے بھی غسل واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے جب ختان مل جائیں اور حشفہ چھپ جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ یہ انزال کا سبب ہے اور آلہ اس کی نظر سے

غائب ہوتا ہے اور منی کے قلیل ہونے کی وجہ سے انزال بھی خود اس شخص پر پوشیدہ رہتا ہے۔ پس یہ قائم مقام انزال ہوگا اور اسی طرح دبر میں دخول پر بھی کیونکہ سبب کامل موجود ہے اور احتیاطاً مفعول بہ پر بھی غسل واجب ہے بخلاف جانور اور غیر فرج کے کیونکہ ان میں سبب ناقص ہے۔

حیض اور نفاس سبب وجوب غسل ہیں

قَالَ (وَالْحَيْضُ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (حَتّٰى يَطَّهَّرْنَ) بِالتَّشْدِيدِ (وَ) كَذَا (النِّفَاسُ) لِلْاِجْمَاعِ ۔

اور حیض کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے حتیٰ کہ وہ خوب پاک ہو جائیں یہ صیغہ تشدید کے ساتھ ہے اور بالا جماع یہی حکم نفاس کا بھی ہے۔

جن ایام میں غسل سنت ہے

وَسَنَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُسْلَ لِلْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ وَعَرَفَةَ وَالْاِحْرَامِ نَصَّ عَلَى السُّنِّيَّةِ وَقِيْلَ هٰذِهِ الْاَرْبَعَةُ مُسْتَحَبَّةٌ وَسَمّٰى مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حَسَنًا فِى الْاَصْلِ وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللهُ هُوَ وَاجِبٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَتَى الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ تَوَضَّاَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَهُوَ اَفْضَلُ وَبِهٰذَا يُحْمَلُ مَا رَوَاهُ عَلَى الْاِسْتِحْبَابِ اَوْ عَلَى النَّسْخِ ثُمَّ هٰذَا الْغُسْلُ لِلصَّلٰوةِ عِنْدَ اَبِىْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى هُوَ الصَّحِيْحُ لِزِيَادَةِ فَضِيْلَتِهَا عَلَى الْوَقْتِ وَاخْتِصَاصِ الطَّهَارَةِ بِهَا وَفِيْهِ خِلَافُ الْحَسَنِ وَالْعِيْدَانِ بِمَنْزِلَةِ الْجُمُعَةِ لِاَنَّ فِيْهِمَا الْاِجْتِمَاعُ فَيُسْتَحَبُّ الْاِغْتِسَالُ دَفْعًا لِلتَّاَذِّىْ بِالرَّائِحَةِ وَاَمَّا فِىْ عَرَفَةَ وَالْاِحْرَامِ فَسَنُبَيِّنُهُ فِى الْمَنَاسِكِ اِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى ۔

اور جمعہ، عیدین، عرفہ اور احرام کے لئے غسل کرنا سنت ہے ان کی سنیت پر نص ہے اور کہا گیا ہے کہ ان چاروں کے لئے غسل کرنا مستحب ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا اصل میں حسن ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں غسل واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے جو شخص جمعہ میں آئے اسے چاہیے کہ وہ غسل کرے اور ہمارے نزدیک نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو اچھا کیا اور جس نے غسل کیا وہ زیادہ اعلیٰ ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے اس روایت کو (جو پہلے ذکر ہوئی) استحباب پر محمول کیا جائے گا۔ یا اسے منسوخ سمجھا جائے گا۔ پھر یہ غسل امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کے لئے ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ نماز کو اپنے وقت پر فضیلت حاصل ہے۔ اور طہارت بھی نماز کے ساتھ خاص ہے اور اسی میں امام حسن نے اختلاف کیا ہے اور دونوں عیدیں جمعہ کے مرتبے میں ہیں کیونکہ ان دونوں میں بھی ویسا ہی اجتماع ہوتا ہے۔ بدبو کو زائل کرنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ اور عرفہ اور احرام کے لئے غسل کرنا ہم عنقریب ان شاء اللہ مناسک میں بیان کریں گے۔

مذی اور ودی سبب وجوب غسل نہیں

قَالَ (وَلَيْسَ فِي الْمَذْيِ وَالْوَدْيِ غُسْلٌ وَفِيهِمَا الْوُضُوءُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (كُلُّ فَحْلٍ يُمْذِي وَفِيهِ الْوُضُوءُ) " وَالْوَدْيُ: الْغَلِيظُ مِنَ الْبَوْلِ يَتَعَقَّبُ الرَّقِيقَ مِنْهُ خُرُوجًا فَيَكُونُ مُعْتَبَرًا بِهِ، وَالْمَنِيُّ: خَاثِرٌ اَبْيَضُ يَنْكَسِرُ مِنْهُ الذَّكَرُ، وَالْمَذْيُ: رَقِيقٌ يَضْرِبُ اِلَى الْبَيَاضِ يَخْرُجُ عِنْدَ مُلَاعَبَةِ الرَّجُلِ اَهْلَهُ .وَالتَّفْسِيرُ مَاْثُورٌ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا .

مذی اور ودی میں غسل نہیں جبکہ ان دونوں میں وضو ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر مرد کو مذی آتی ہے اور اس میں وضو ہے اور ودی وہ پتلا پانی جو پیشاب کے بعد خارج ہو۔ پس وہ اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ اور منی وہ گاڑھی سفید ہے جس کے خروج کے بعد ذکر سست ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور مذی وہ ہے جو پتلی زرد اور سفیدی کی طرح ہو اور یہ مرد سے اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنے کرنے کی وجہ سے خارج ہوتی ہے اور یہی تفسیر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

پاکیزہ پانیوں کا بیان

بَابُ الْمَاءِ الَّذِی یَجُوْزُ بِهِ الْوُضُوْءُ وَمَا لَا یَجُوْزُ

﴿یہ باب اس پانی کے بیان میں ہے جس سے وضو کرنا جائز ہے اور جن سے جائز نہیں﴾

فقہ میں مسائل کو باب میں جمع کرنے کا بیان

باب کا لغوی معنی ہے ''نوع'' اور یہ اس طرح پہنچانا جاتا ہے جس میں ایک قسم کے مسائل کو بیان کیا جائے۔ جن پر کتاب مشتمل ہو۔ مصنف علیہ الرحمہ نے دونوں طہارتوں یعنی غسل اور وضو کو بیان کرنے سے فراغت کے بعد اس چیز کا ذکر شروع کیا جس سے طہارت حاصل کی جائے۔ اور ماء مطلق ہے جس احداث کو زائل کرنے والا ہے اگرچہ وہ حدث غلیظ ہو یا وہ حدث خفیف ہو۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص ۹۰، بیروت)

پاکیزہ پانیوں کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان

بعض فقہاء نے سب سے پہلے ان پانیوں کا ذکر کیا ہے جن سے طہارت حاصل کی جاتی ہے۔ جیسے صاحب نورالایضاح ہیں۔ جبکہ صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء نے سب سے پہلے وضو سے فقہی مسائل کی ابتداء کی ہے۔ جن فقہاء نے پانیوں کے بیان سے ابتداء کی ہے ان کا موقف یہ ہے پانی وضو وغسل کے لئے آلہ وذریعہ ہے۔ اس لئے اس کو تقدم حاصل ہے۔ کیونکہ کسی چیز کا آلہ یا ذریعہ جو کسی حکم تک پہنچانے کا سبب یا وسیلہ بنے وہ اپنے وجود میں مقدم ہوتا ہے۔ اور جن فقہاء نے وضو وغسل کو پانیوں کے بیان سے مقدم کیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے وضو اور غسل کا جب حکم پایا جائے گا۔ تب وضو اور غسل کیا جاتا ہے۔ لہٰذا حکم وضو اور حکم غسل کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ان کے احکام کو بیان کیا جائے۔ جب یہ احکام ثابت ہو جائیں گے تو پھر دوسرا امر یہ ہے کہ اب وضو اور غسل کا حصول کسی چیز سے ہوگا۔ تو اس وقت مکلف پانی یا تیمم کی طرف مائل ہوگا۔ ان دونوں کے بعد پانیوں کا ذکر کیا جائے گا۔ اور تیسرا امر یہ ہے کہ جس طرح وضو اور غسل کتاب الطہارت سے متعلق ہیں۔ اسی طرح پانی بھی کتاب الطہارت سے متعلق ہے۔ لہٰذا ان کے تقدم سے صرف باہمی اشیاء کا تقدم لازم آسکتا ہے۔ نہ کہ کوئی غیر جنس چیز کا تقدم لازم آئے گا۔

حدث کو دور کرنے والے پانیوں کا بیان

(اَلطَّهَارَةُ مِنَ الْاَحْدَاثِ جَائِزَةٌ بِمَاءِ السَّمَاءِ وَالْاَوْدِيَةِ وَالْعُيُوْنِ وَالْاٰبَارِ وَالْبِحَارِ) لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا) وَقَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَالْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَیْءٌ

اِلَّا مَا غَيَّرَ لَوْنَهُ اَوْ طَعْمَهُ اَوْ رِيحَهُ)☆وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي الْبَحْرِ (هُوَ الطَّهُوْرُ مَاؤُهُ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهُ☆) " وَمُطْلَقُ الِاسْمِ يَنْطَلِقُ عَلٰى هٰذِهِ الْمِيَاهِ .

احداث سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے۔ آسمان، وادیوں، چشموں، کنوؤں اور سمندروں کے پانی سے پاکی حاصل کی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے (ترجمہ) ﴿اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پاک کرنے والا﴾☆۔ اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی مگر جب اس کا رنگ یا اس کا ذائقہ یا اس کی بو بدل جائے۔ اور سمندر کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار بھی پاک ہے☆۔ اور پانی کا نام کے اعتبار سے ان پانیوں پر اطلاق ہوتا ہے۔

درخت یا پھل سے نچوڑے گئے پانی سے وضو کا حکم

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بِمَاءٍ اُعْتُصِرَ مِنَ الشَّجَرِ وَالثَّمَرِ) لِاَنَّهُ لَيْسَ بِمَاءٍ مُطْلَقٍ وَالْحُكْمُ عِنْدَ فَقْدِهِ مَنْقُولٌ اِلَى التَّيَمُّمِ وَالْوَظِيفَةُ فِي هٰذِهِ الْاَعْضَاءِ تَعَبُّدِيَّةٌ فَلَا تَتَعَدّٰى اِلٰى غَيْرِ الْمَنْصُوصِ عَلَيْهِ . وَاَمَّا الْمَاءُ الَّذِي يَقْطُرُ مِنَ الْكَرْمِ فَيَجُوزُ التَّوَضُّؤُ بِهِ لِاَنَّهُ مَاءٌ يَخْرُجُ مِنْ غَيْرِ عِلَاجٍ، ذَكَرَهُ فِي جَوَامِعِ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .وَفِي الْكِتَابِ اِشَارَةٌ اِلَيْهِ حَيْثُ شَرَطَ الِاعْتِصَارَ .

قَالَ (وَلَا) يَجُوزُ (بِمَاءٍ غَلَبَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ فَاَخْرَجَهُ عَنْ طَبْعِ الْمَاءِ كَالْاَشْرِبَةِ وَالْخَلِّ وَمَاءِ الْبَاقِلَّا وَالْمَرَقِ وَمَاءِ الْوَرْدِ وَمَاءِ الزَّرْدَجِ) لِاَنَّهُ لَا يُسَمّٰى مَاءً مُطْلَقًا، وَالْمُرَادُ بِمَاءِ الْبَاقِلَّا وَغَيْرِهِ مَا تَغَيَّرَ بِالطَّبْخِ، فَاِنْ تَغَيَّرَ بِدُوْنِ الطَّبْخِ يَجُوزُ التَّوَضُّؤُ بِهِ .

جس پانی کو درخت یا پھل سے نچوڑ کر حاصل کیا گیا ہو۔ اس سے بھی وضو کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ ماء مطلق نہیں اور جب ماء مطلق نہ ہو تو حکم تیمم کی طرف نقل کر دیا جاتا ہے۔ اور ان اعضاء میں وظیفہ تعبدی ہے جو غیر منصوص کی طرف متعدی نہ ہوگا۔

اور وہ پانی جو انگور سے خود نکلا ہو اس سے وضو جائز ہے کیونکہ وہ پانی بغیر نچوڑنے کے نکلا ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی جوامع بھی اسی طرح مذکور ہے اور صاحب کتاب نے اعتصار کی شرط لگاتے ہوئے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور وہ پانی جس پر اس کے غیر کا غلبہ ہو اس سے بھی وضو کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس نے پانی کو اس کی طبیعت سے خارج کر دیا جیسے شربت، سرکہ، گلاب اور لوبیے کا پانی، شوربا اور زردک کا پانی ہے۔ کیونکہ ان پر ماء مطلق کا اطلاق نہ رہا۔ اور باقلاء کے پانی سے مراد یہ ہے کہ پکانے سے پانی متغیر ہو جائے۔ لہٰذا اگر بغیر پکانے سے پانی متغیر ہو جائے تو اس کے ساتھ وضو کرنا جائز ہے

پانی میں پاک چیز کے ملنے کا بیان

قَالَ (وَتَجُوزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ خَالَطَهُ شَيْءٌ طَاهِرٌ فَغَيَّرَ اَحَدَ اَوْصَافِهِ، كَمَاءِ الْمَدِّ وَالْمَاءِ الَّذِي اخْتَلَطَ بِهِ الزَّعْفَرَانُ اَوِ الصَّابُونُ اَوِ الْاُشْنَانُ) قَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ: اَجْرٰى فِي الْمُخْتَصَرِ مَاءَ

الْمَرْدَج مَجْرى الْمَرَقِ، وَالْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ مَاءِ الزَّعْفَرَانِ وَهُوَ الصَّحِيحُ، كَذَا اخْتَارَهُ النَّاطِفِيُّ وَالْإِمَامُ السَّرَخْسِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ ۔

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَجُوزُ التَّوَضُّوُ بِمَاءِ الزَّعْفَرَانِ وَأَشْبَاهِهِ مِمَّا لَيْسَ مِنْ جِنْسِ الْأَرْضِ لِأَنَّهُ مَاءٌ مُقَيَّدٌ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ يُقَالُ مَاءُ الزَّعْفَرَانِ بِخِلَافِ أَجْزَاءِ الْأَرْضِ لِأَنَّ الْمَاءَ لَا يَخْلُو عَنْهَا عَادَةً ۔

وَلَنَا أَنَّ اسْمَ الْمَاءِ بَاقٍ عَلَى الْإِطْلَاقِ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَمْ يَتَجَدَّدْ لَهُ اسْمٌ عَلَى حِدَةٍ وَإِضَافَتُهُ إِلَى الزَّعْفَرَانِ كَإِضَافَتِهِ إِلَى الْبِئْرِ وَالْعَيْنِ، وَلِأَنَّ الْخَلْطَ الْقَلِيلَ لَا مُعْتَبَرَ بِهِ لِعَدَمِ إِمْكَانِ الْاِحْتِرَازِ عَنْهُ كَمَا فِي أَجْزَاءِ الْأَرْضِ فَيُعْتَبَرُ الْغَالِبُ، وَالْغَلَبَةُ بِالْأَجْزَاءِ لَا بِتَغَيُّرِ اللَّوْنِ هُوَ الصَّحِيحُ،

وہ پانی جس میں کوئی پاک چیز مل جائے اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ جبکہ اس پاک چیز نے پانی کے کسی ایک وصف کو بدلا ہو۔ جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی جس میں زعفران یا اشنان مل گئی ہو۔ صاحب ہدایہ نے کہا کہ امام قدروی نے قدوری میں ماء زردج کو شوربے کی طرح قرار دیا ہے۔ اور امام ابو یوسف ؒ کی روایت کے مطابق یہ ماء زعفران کے مرتبہ میں ہے۔ اور یہی صحیح ہے اسی کو امام ناطفی اور امام سرخسی ؒ نے اختیار کیا ہے۔

اور امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ ماء زعفران اور اس کی مثل وہ پانی جو زمین کی جنس سے نہیں ہیں ان سے وضو کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ ماء مقید ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اسے ماء زعفران کہا جاتا ہے۔ بخلاف اجزاء زمین کے کیونکہ کوئی بھی پانی عادۃً ان سے خالی نہیں ہوتا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ پانی کا نام تو مطلقاً باقی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اس کا کوئی الگ نام نہیں۔ اور زعفران کی طرف پانی کی نسبت کرنا ایسا ہی ہے جس طرح کنوئیں اور چشمے کی طرف پانی کی نسبت کرتے ہیں۔ کیونکہ تھوڑی سے آمیزش کا اعتبار نہیں۔ اور اس سے بچنا مشکل نہیں۔ جس طرح زمین کے اجزاء سے بچنا مشکل نہیں ہے۔☆ لہٰذا غالب کا اعتبار کیا جائے گا اور غلبے کا اعتبار رنگ بدلنے سے نہیں ہوتا بلکہ اجزاء سے ہے اور یہی صحیح ہے۔

پک کر پانی کے متغیر ہونے کا بیان

فَإِنْ تَغَيَّرَ بِالطَّبْخِ بَعْدَمَا خُلِطَ بِهِ غَيْرُهُ لَا يَجُوزُ التَّوَضُّوُ بِهِ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ فِي مَعْنَى الْمُنَزَّلِ مِنَ السَّمَاءِ إِذِ النَّارُ غَيَّرَتْهُ إِلَّا إِذَا طُبِخَ فِيهِ مَا يُقْصَدُ بِهِ الْمُبَالَغَةُ فِي النَّظَافَةِ كَالْأُشْنَانِ وَنَحْوِهِ، لِأَنَّ الْمَيِّتَ قَدْ يُغْسَلُ بِالْمَاءِ الَّذِي أُغْلِيَ بِالسِّدْرِ، بِذٰلِكَ وَرَدَتِ السُّنَّةُ، إِلَّا أَنْ يَغْلِبَ ذٰلِكَ عَلَى الْمَاءِ فَيَصِيرَ كَالسَّوِيقِ الْمَخْلُوطِ لِزَوَالِ اسْمِ الْمَاءِ عَنْهُ ۔

اگر پانی غیر کے ملنے کے بعد پکنے کے ساتھ متغیر ہو گیا تو اس کے ساتھ وضو جائز نہیں۔ کیونکہ اس پانی میں منزل من

السماء کا معنی باقی نہ رہا۔ جبکہ آگ نے اسے بدل دیا مگر جب اس میں ایسی چیز پکی ہو جو صفائی کرنے میں زیادہ ہو جیسے اشنان اور اس کی مثل ہے کیونکہ میت کو ایسے پانی سے غسل دیا جاتا ہے۔ جسے بیری کے پتوں سے جوش دیا گیا ہو۔ اسی کے بارے میں سنت وارد ہوئی ہے مگر جب کوئی چیز پانی پر غالب آجائے تو وہ پانی میں ملے ہوئے ستو کی طرح ہو جائے گا کیونکہ اس سے پانی کا نام زائل ہو گیا۔

ہر وہ پانی جس میں نجاست واقع ہوئی اس سے وضو کرنا جائز نہیں

(وَكُلُّ مَاءٍ وَقَعَتْ فِيهِ النَّجَاسَةُ لَمْ يَجُزِ الْوُضُوءُ بِهِ قَلِيلًا كَانَتِ النَّجَاسَةُ أَوْ كَثِيرًا) وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ أَحَدُ أَوْصَافِهِ لِمَا رَوَيْنَا .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ خَبَثًا) "

وَلَنَا حَدِيثُ الْمُسْتَيْقِظِ مِنْ مَنَامِهِ، وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَلَا يَغْتَسِلَنَّ فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ) ☆ " مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ، وَالَّذِي رَوَاهُ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ وَرَدَ فِي بِئْرِ بُضَاعَةَ وَمَاؤُهَا كَانَ جَارِيًا فِي الْبَسَاتِينِ، وَمَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ ضَعَّفَهُ أَبُو دَاوُد، وَهُوَ يَضْعُفُ عَنِ احْتِمَالِ النَّجَاسَةِ .

اور ہر وہ پانی جس میں نجاست واقع ہوئی ہے اس سے وضو کرنا جائز نہیں۔ چاہے وہ نجاست قلیل ہو یا کثیر ہو۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب تک پانی کے اوصاف میں سے کوئی ایک بھی وصف نہ بدلے تب تک اس سے وضو جائز ہے۔ دلیل وہی جو ہم نے روایت ذکر کی ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب پانی دو قلے ہو اس سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب پانی دو قلوں کو پہنچ جائے تو وہ نجاست نہیں اٹھاتا۔

اور ہمارے نزدیک وہی حدیث "المستيقظ من منامه" اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ تم میں سے کوئی بھی کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے اور نہ اس میں غسل جنابت کرے۔ اس حدیث میں تفصیل نہیں ہے اور حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے وہ بیر بضاعہ کے متعلق وارد ہوئی ہے اور اس کا پانی جاری باغوں میں جاری تھا۔ اور جو روایت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے امام ابوداود نے اسے ضعیف کہا ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانی نجاست اٹھانے سے کمزور ہو جاتا ہے۔

جاری پانی کے بارے میں حکم شرعی

(وَالْمَاءُ الْجَارِي إِذَا وَقَعَتْ فِيهِ نَجَاسَةٌ جَازَ الْوُضُوءُ مِنْهُ إِذَا لَمْ يُرَ لَهَا أَثَرٌ لِأَنَّهَا لَا تَسْتَقِرُّ مَعَ جَرَيَانِ الْمَاءِ) وَالْأَثَرُ هُوَ الرَّائِحَةُ أَوِ الطَّعْمُ أَوِ اللَّوْنُ، وَالْجَارِي مَا لَا يَتَكَرَّرُ اسْتِعْمَالُهُ، وَقِيلَ

مَا يَذْهَبُ بِتِبْنَةٍ .

قَالَ (وَالْغَدِيرُ الْعَظِيمُ الَّذِي لَا يَتَحَرَّكُ اَحَدُ طَرَفَيْهِ بِتَحْرِيكِ الطَّرَفِ الْاٰخَرِ اِذَا وَقَعَتْ نَجَاسَةٌ فِي اَحَدِ جَانِبَيْهِ جَازَ الْوُضُوءُ مِنَ الْجَانِبِ الْاٰخَرِ لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ النَّجَاسَةَ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ) اِذْ اَثَرُ التَّحْرِيكِ فِي السِّرَايَةِ فَوْقَ اَثَرِ النَّجَاسَةِ .

ثُمَّ عَنْ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يَعْتَبِرُ التَّحْرِيكَ بِالْاِغْتِسَالِ، وَهُوَ قَوْلُ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَعَنْهُ التَّحْرِيكُ بِالْيَدِ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِالتَّوَضُّؤِ .

وَوَجْهُ الْاَوَّلِ اَنَّ الْحَاجَةَ اِلَى الْاِغْتِسَالِ فِي الْحِيَاضِ اَشَدُّ مِنْهَا اِلَى التَّوَضُّؤِ، وَبَعْضُهُمْ قَدَّرُوا بِالْمِسَاحَةِ عَشْرًا فِي عَشْرٍ بِذِرَاعِ الْكِرْبَاسِ تَوْسِعَةً لِلْاَمْرِ عَلَى النَّاسِ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى، وَالْمُعْتَبَرُ فِي الْعُمْقِ اَنْ يَكُونَ بِحَالٍ لَا يَنْحَسِرُ بِالْاِغْتِرَافِ هُوَ الصَّحِيحُ .

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ وَجَازَ الْوُضُوءُ مِنَ الْجَانِبِ الْاٰخَرِ، اِشَارَةٌ اِلَى اَنَّهُ يَنْجُسُ مَوْضِعُ الْوُقُوعِ وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا يَنْجُسُ اِلَّا بِظُهُورِ اَثَرِ النَّجَاسَةِ فِيهِ كَالْمَاءِ الْجَارِي .

اور جب کسی جاری پانی میں نجاست واقع ہوئی تو اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ جب تک اس میں اثر نہ دیکھا ہو۔ کیونکہ وہ پانی کے جاری ہونے کی وجہ سے ٹھہرنے والی نہیں۔ اور اثر سے مراد رنگ، ذائقہ اور بو ہے۔ اور جاری پانی وہ ہے جس کا استعمال مکرر نہ ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ماء جاری ہے جو تنکا بہالے جائے۔

وہ بڑا تالاب جس کی ایک طرف کو حرکت دی جائے تو دوسری جانب متحرک نہ ہو۔ جب اس کی ایک طرف میں نجاست واقع ہوئی تو دوسری طرف سے وضو کرنا جائز ہے۔ کیونکہ نجاست اس جانب سے ملی ہوئی نہیں۔ اس لئے بھی کہ حرکت دینے کا اثر نجاست کے پھیل جانے والے اثر سے زیادہ ہے۔ پھر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تحریک بالاغتسال کا اعتبار کیا گیا ہے اور ایک روایت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی نزدیک بھی یہی ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی روایت ہے کہ ہاتھ سے حرکت دینے کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو کرنے کے ساتھ حرکت معتبر ہوگی۔

پہلے قول کی وجہ یہ ہے کہ غسل کی ضرورت وضو کی ضرورت سے حوضوں پر زیادہ ہوتی ہے۔ جبکہ بعض فقہاء نے غدیر عظیم کا اندازہ مسافت سے لگایا ہے۔ جو کہ کپڑے کے گز کے اعتبار سے دہ دردہ ہوگا۔ تاکہ لوگوں کو سہولت ہو۔ اور اسی پر فتویٰ ہے اور گہرائی کا اعتبار اس طرح ہوگا کہ چلو بھرنے سے زمین کھلنے نہ پائے۔ یہ صحیح ہے اور یہی قول کتاب میں بیان ہوا ہے دوسری جانب سے وضو کرنے کے جواز میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جہاں نجاست گرے گی وہی جگہ ناپاک ہوگی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے جس جگہ نجاست گرے وہ بھی اس وقت تک نجس نہ ہوگی جب تک نجاست ظاہر نہ ہو جائے جس طرح جاری پانی کا حکم ہے۔

غیرخون والے جانوروں کا پانی میں مرنے کا بیان

قَالَ (وَمَوْتُ مَا لَيْسَ لَهُ نَفْسٌ سَائِلَةٌ فِي الْمَاءِ لَا يُنَجِّسُهُ كَالْبَقِّ وَالذُّبَابِ وَالزَّنَابِيرِ وَالْعَقْرَبِ وَنَحْوِهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُفْسِدُهُ لِأَنَّ التَّحْرِيمَ لَا بِطَرِيقِ الْكَرَامَةِ آيَةُ النَّجَاسَةِ، بِخِلَافِ دُودِ الْخَلِّ وَسُوسِ الثِّمَارِ لِأَنَّ فِيهِ ضَرُورَةً، وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِيهِ (هٰذَا هُوَ الْحَلَالُ أَكْلُهُ وَشُرْبُهُ وَالْوُضُوءُ مِنْهُ) " وَلِأَنَّ الْمُنَجِّسَ هُوَ اخْتِلَاطُ الدَّمِ الْمَسْفُوحِ بِأَجْزَائِهِ عِنْدَ الْمَوْتِ، حَتّٰى حَلَّ الْمُذَكّٰى لِانْعِدَامِ الدَّمِ فِيهِ وَلَا دَمَ فِيهَا، وَالْحُرْمَةُ لَيْسَتْ مِنْ ضَرُورَتِهَا النَّجَاسَةُ كَالطِّينِ .

قَالَ (وَمَوْتُ مَا يَعِيشُ فِي الْمَاءِ فِيهِ لَا يُفْسِدُهُ كَالسَّمَكِ وَالضُّفْدَعِ وَالسَّرَطَانِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُفْسِدُهُ إِلَّا السَّمَكَ لِمَا مَرَّ .

وَلَنَا أَنَّهُ مَاتَ فِي مَعْدِنِهِ فَلَا يُعْطَى لَهُ حُكْمُ النَّجَاسَةِ كَبَيْضَةٍ حَالَ مُخُّهَا دَمًا، وَلِأَنَّهُ لَا دَمَ فِيهَا، إِذِ الدَّمَوِيُّ لَا يَسْكُنُ الْمَاءَ وَالدَّمُ هُوَ الْمُنَجِّسُ، وَفِي غَيْرِ الْمَاءِ قِيلَ غَيْرُ السَّمَكِ يُفْسِدُهُ لِانْعِدَامِ الْمَعْدِنِ .وَقِيلَ لَا يُفْسِدُهُ لِعَدَمِ الدَّمِ وَهُوَ الْأَصَحُّ .وَالضُّفْدَعُ الْبَحْرِيُّ وَالْبَرِّيُّ فِيهِ سَوَاءٌ .

وَقِيلَ الْبَرِّيُّ مُفْسِدٌ لِوُجُودِ الدَّمِ وَعَدَمِ الْمَعْدِنِ، وَمَا يَعِيشُ فِي الْمَاءِ مَا يَكُونُ تَوَلُّدُهُ وَمَثْوَاهُ فِي الْمَاءِ، وَمَائِيُّ الْمَعَاشِ دُوْنَ مَائِيِّ الْمَوْلِدِ مُفْسِدٌ .

اور ایسی چیز کا مرنا جس میں بہنے والا خون نہ ہو وہ اس پانی کو نجس نہیں کرتا جیسے مچھر، مکھی، بھڑیں، بچھو اور اس کی مثل ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ چیزیں پانی کو نجس کرتی ہیں کیونکہ حرمت جب کرامت کے طور پر ثابت نہ ہو تو وہ نجاست کی علامت ہوتی ہے۔ سوائے شہد کے مکھی کے بچوں اور پھلوں والے کیڑوں کے کیونکہ اس میں ضرورت ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ یہ حلال ہے اس کا کھانا پینا اور اس سے وضو کیا جائے گا۔ کیونکہ پانی کو نجس کرنے والا دم مسفوح موت کے وقت اگر اپنے اجزاء اس میں ملاتا۔ حالانکہ ذبح کیا ہوا حلال ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں خون نہیں ہوتا۔ اور نہ ان جانوروں میں خون ہوتا ہے اور حرمت کے لئے ضروری نہیں کہ نجاست ہو جیسے مٹی۔

اور پانی میں ایسے جانور کا مرنا جو پانی زندگی میں گزارتا ہو پانی کو فاسد نہیں کرتا جیسے مچھلی، مینڈک اور کیکڑا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مچھلی کے سوا باقی چیزیں پانی کو فاسد کرتی ہیں جیسا کہ ان کی دلیل گزر چکی ہے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ جانور اپنے معدن میں مرا ہے لہٰذا اس کے لئے نجاست کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ جس طرح وہ انڈا جس کی زردی خون بن گئی اور یہی دلیل ہے کہ ان دریائی جانوروں میں خون نہیں ہوتا۔ کیونکہ خون والا جانور پانی میں نہیں رہتا اور

خون ہی نجس ہے۔اور مچھلی کے سوا دوسرے پانی کے جانوروں کے بارے میں کہا گیا ہے وہ پانی نجس کرتے ہیں کیونکہ معدن معدوم ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پانی کو نجس نہیں کرتے کیونکہ ان میں خون نہیں۔اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔اور مینڈک اگر چہ خشکی کا ہو یا پانی کا دونوں حکم میں برابر ہیں۔اور فقہاء نے کہا کہ خشکی کا مینڈک اس لئے پانی کو نجس کرتا ہے کہ اس میں خون موجود ہے اور معدن معدوم ہے۔اور پانی کے جانور وہ ہوں گے جن کے انڈے، بچے اور ان کا ٹھکانہ پانی ہو اور جو جانور پانی میں رہنے والا ہو لیکن اس کے انڈے دینے کی جگہ پانی میں نہ ہو وہ پانی کو ناپاک کرنے والا ہے۔

مستعمل پانی کو وضو کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں

قَالَ (وَالْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ لَا يطهر الْاَحْدَاثِ) خِلَافًا لِمَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ ـ هُمَا يَقُولَانِ اِنَّ الطَّهُورَ مَا يُطَهِّرُ غَيْرَهُ مَرَّةً بَعْدَ اُخْرٰى كَالْقَطُوعِ ـ

وَقَالَ زُفَرُ، وَهُوَ اَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اِنْ كَانَ الْمُسْتَعْمِلُ مُتَوَضِّئًا فَهُوَ طَهُورٌ، وَاِنْ كَانَ مُحْدِثًا فَهُوَ طَاهِرٌ غَيْرُ طَهُورٍ لِاَنَّ الْعُضْوَ طَاهِرٌ حَقِيقَةً، وَبِاعْتِبَارِهِ يَكُونُ الْمَاءُ طَاهِرًا لَكِنَّهُ نَجِسٌ حُكْمًا، وَبِاعْتِبَارِهِ يَكُونُ الْمَاءُ نَجِسًا فَقُلْنَا بِانْتِفَاءِ الطَّهُورِيَّةِ وَبَقَاءِ الطَّهَارَةِ عَمَلًا بِالشَّبَهَيْنِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ هُوَ طَاهِرٌ غَيْرُ طَهُورٍ، لِاَنَّ مُلَاقَاةَ الطَّاهِرِ لِلطَّاهِرِ لَا تُوجِبُ التَّنَجُّسَ، اِلَّا اَنَّهُ اُقِيمَتْ بِهِ قُرْبَةٌ فَتَغَيَّرَتْ بِهِ صِفَتُهُ كَمَالِ الصَّدَقَةِ ـ

وَقَالَ اَبُو حَنِيفَةَ وَاَبُوْيُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ: هُوَ نَجِسٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَبُولَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ولا يغتسلن فيه من الجنابة) " الْحَدِيثَ، وَلِاَنَّهُ مَاءٌ اُزِيلَتْ بِهِ النَّجَاسَةُ الْحُكْمِيَّةُ فَيُعْتَبَرُ بِمَاءٍ اُزِيلَتْ بِهِ النَّجَاسَةُ الْحَقِيقِيَّةُ، ثُمَّ فِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ نَجِسٌ نَجَاسَةً غَلِيظَةً اعْتِبَارًا بِالْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ فِي النَّجَاسَةِ الْحَقِيقَةِ، وَفِي رِوَايَةِ اَبِي يُوسُفَ عَنْهُ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ قَوْلُهُ اِنَّهُ نَجِسٌ نَجَاسَةً خَفِيفَةً لِمَكَانِ الِاخْتِلَافِ ـ

اور مستعمل پانی کو احداث سے طہارت حاصل کرنے کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں۔جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پاک جو اپنے سوا کو ایک بار کے بعد دوسری مرتبہ پاک کرے جیسے قطوع۔

اور امام زفر رحمۃ اللہ کا ایک قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ہے۔اگر مستعمل پانی وضو کرنے کی وجہ سے ہوا ہے تو وہ پاک ہے۔اور اگر وضو کرنے والا محدث ہو تو مستعمل پانی طاہر غیر مطہر ہے۔کیونکہ عضو حقیقت میں پاک ہے لہٰذا اس عضو پر قیاس کے مطابق وہ پانی پاک ہے۔لیکن حکم کے اعتبار سے وہ عضو نجس ہوگا۔تو اب اس قیاس کے مطابق ماء مستعمل بھی نجس ہوگا۔ان

دونوں مشابہتوں کی وجہ سے ہم نے کہا کہ اس پانی سے طہوریت ختم ہوگئی جبکہ طہارت باقی رہ گئی۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ہے کہ وہ طاہر غیر مطہر ہے۔ کیونکہ پاک کا پاک سے ملنا موجب نجس نہیں۔ مگر جب اس سے قربت ادا کی گئی ہو اس میں صفت بدل گئی ہو جس طرح مال صدقہ ہے۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ نجس ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کوئی شخص بھی ٹھہرے ہوئے پانی میں نہ پیشاب کرے اور نہ ہی غسل جنابت کرے۔ کیونکہ وہ ایسا پانی ہے جس سے نجاست حکمیہ زائل کی گئی ہے لہٰذا اس کو اس پانی پر قیاس کیا جائے گا۔ جس سے نجاست حقیقیہ زائل کی گئی ہو۔ اسی طرح امام حسن نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی ذکر کی ہے کہ ماء مستعمل نجاست غلیظہ ہے اس پانی پر قیاس کرتے ہوئے جس سے نجاست حقیقیہ زائل کی گئی ہو اور ایک روایت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کی ہے جو خود امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی ہے کہ وہ نجاست خفیفہ ہے کیونکہ اس میں اختلاف ہے۔

ماء مستعمل کو جب قربت کے لئے استعمال کیا جائے

قَالَ (وَالْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ هُوَ مَا أُزِيلَ بِهِ حَدَثٌ اَوْ اُسْتُعْمِلَ فِي الْبَدَنِ عَلَى وَجْهِ الْقُرْبَةِ) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقِيلَ هُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيفَةَ اَيْضًا .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَصِيرُ مُسْتَعْمَلًا اِلَّا بِاِقَامَةِ الْقُرْبَةِ لِاَنَّ الِاسْتِعْمَالَ بِانْتِقَالِ نَجَاسَةِ الْاٰثَامِ اِلَيْهِ وَاِنَّهَا تُزَالُ بِالْقُرَبِ، وَاَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُولُ: اِسْقَاطُ الْفَرْضِ مُؤَثِّرٌ اَيْضًا فَيَثْبُتُ الْفَسَادُ بِالْاَمْرَيْنِ،

وَمَتَى يَصِيرُ الْمَاءُ مُسْتَعْمَلًا اَلصَّحِيحُ اَنَّهُ كَمَا زَالَ الْعُضْوَ صَارَ مُسْتَعْمَلًا، لِاَنَّ سُقُوطَ حُكْمِ الِاسْتِعْمَالِ قَبْلَ الِانْفِصَالِ لِلضَّرُورَةِ وَلَا ضَرُورَةَ بَعْدَهُ،

وہ پانی جو حدث کو دور کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہو یا بدن پر بطور قرب کے استعمال کیا گیا ہو وہ ماء مستعمل ہے۔ یہ تعریف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ایک روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پانی قرب کی ادائیگی سے ہی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ استعمال کی وجہ گناہوں کا اُس کی طرف منتقل ہونا ہے، اور یہ چیز قُربت کی ادائیگی سے ہی ہوتی ہے، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اسقاطِ فرض بھی اس میں مؤثر ہے تو دونوں صورتوں میں فساد ثابت ہو جائے گا۔

اور پانی مستعمل کب ہوتا ہے صحیح یہ ہے کہ جیسے ہی وہ عضو سے جدا ہوا مستعمل ہوگیا۔ کیونکہ عضو سے جدا ہونے سے پہلے استعمال کے حکم کا سقوط باعتبار ضرورت تھا۔ اور اس کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی۔

جنبی اور کنوئیں کے پاک وناپاک ہونے کا فقہی اعتبار

وَالْجُنُبُ اِذَا انْغَمَسَ فِي الْبِئْرِ لِطَلَبِ الدَّلْوِ فَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ الرَّجُلُ بِحَالِهِ لِعَدَمِ الصَّبِّ وَهُوَ شَرْطٌ عِنْدَهُ لِاِسْقَاطِ الْفَرْضِ وَالْمَاءُ بِحَالِهِ لِعَدَمِ الْاَمْرَيْنِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ كِلَاهُمَا طَاهِرَانِ: الرَّجُلُ لِعَدَمِ اشْتِرَاطِ الصَّبِّ، وَالْمَاءُ لِعَدَمِ نِيَّةِ الْقُرْبَةِ۔

وَعِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: كِلَاهُمَا نَجِسَانِ: اَلْمَاءُ لِاِسْقَاطِ الْفَرْضِ عَنِ الْبَعْضِ بِاَوَّلِ الْمُلَاقَاةِ وَالرَّجُلُ لِبَقَاءِ الْحَدَثِ فِي بَقِيَّةِ الْاَعْضَاءِ۔

وَقِيلَ عِنْدَهُ نَجَاسَةُ الرَّجُلِ بِنَجَاسَةِ الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ .وَعَنْهُ اَنَّ الرَّجُلَ طَاهِرٌ لِاَنَّ الْمَاءَ لَا يُعْطٰى لَهٗ حُكْمُ الِاسْتِعْمَالِ قَبْلَ الِانْفِصَالِ، وَهُوَ اَوْفَقُ الرِّوَايَاتِ عَنْهُ۔

اور جب جنبی نے کنوئیں سے ڈول نکالنے کے لئے غوطہ لگایا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی کے بدن پر نہ بہانے کی وجہ سے وہ اپنے حال پر جنبی ہی رہا۔ حالانکہ اسقاط فرض کے لئے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ شرط تھا۔ اور پانی بھی اپنے حال پر رہا۔ کیونکہ دونوں حکم معدوم ہیں۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں پاک ہیں۔ آدمی اس لئے پاک ہوا کہ ان کے نزدیک پانی کا بہانا شرط نہیں ہے اور پانی اس لئے مستعمل نہ ہوا کہ قربت کی نیت سے استعمال نہ ہوا۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں نجس ہیں۔ پانی اس لئے نجس ہوا کہ اسقاط فرض کے لئے جیسے ہی اس کی اول ملاقات جنبی سے ہوئی۔ اور جنبی اس لئے کہ بعض اعضاء میں حدث باقی ہے۔

اور ایک روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ہے۔ کہ آدمی کی نجاست مستعمل پانی کے نجس ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور امام صاحب سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آدمی پاک ہو گیا کیونکہ جدا ہونے سے پہلے پانی کو مستعمل ہونے کا حکم نہیں دیا جاسکتا اور تمام روایات سے اوفق روایت یہی ہے۔

دباغت کھال کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ وَجَازَتِ الصَّلَاةُ فِيهِ وَالْوُضُوءُ مِنْهُ اِلَّا جِلْدَ الْخِنْزِيرِ وَالْاٰدَمِيِّ) لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَيُّمَا اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ) "وَهُوَ بِعُمُومِهٖ حُجَّةٌ عَلٰى مَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي جِلْدِ الْمَيْتَةِ، وَلَا يُعَارَضُ بِالنَّهْيِ الْوَارِدِ عَنِ الِانْتِفَاعِ مِنَ الْمَيْتَةِ وهو قوله عَلَيْهِ السَّلَامُ لاتنتفعوا من الميت بِاِهَابٍ لِاَنَّهٗ اسْمٌ لِغَيْرِ الْمَدْبُوغِ وَحُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي جِلْدِ الْكَلْبِ وَلَيْسَ الْكَلْبُ بِنَجِسِ الْعَيْنِ، اَلَا يُرٰى اَنَّهٗ يُنْتَفَعُ بِهٖ حِرَاسَةً وَاصْطِيَادًا، بِخِلَافِ الْخِنْزِيرِ لِاَنَّهٗ نَجِسُ الْعَيْنِ، اِذِ الْهَاءُ فِي قَوْلِه تعالٰى (فَاِنَّهٗ رِجْسٌ)

مُنْصَرِفٌ اِلَيْهِ لِقُرْبِهِ وَحُرْمَةُ الْاِنْتِفَاعِ بِاَجْزَاءِ الْاٰدَمِيِّ لِكَرَامَتِهِ فَخَرَجَا عَمَّا رَوَيْنَا ثُمَّ مَا يَمْنَعُ النَّتَنَ وَالْفَسَادَ فَهُوَ دِبَاغٌ وَاِنْ كَانَ تَشْمِيسًا اَوْ تَتْرِيبًا لِاَنَّ الْمَقْصُودَ يَحْصُلُ بِهِ فَلَا مَعْنٰى لِاشْتِرَاطِ غَيْرِهِ .

ترجمہ ہر وہ کھال جس کو دباغت دی گئی ہو پس وہ پاک ہوگئی۔اور اس میں نماز جائز ہے۔اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔سوائے اس کھال کے جو آدمی کی ہو یا خنزیر ہو۔کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ہر دباغت کی گئی کھال پاک ہوگئی۔یہ حدیث اپنے عموم کے سبب مردار کی کھال کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر حجت ہے۔اور اس نہی سے کوئی معارضہ نہیں کیا جائے گا جو مردار سے نفع حاصل کرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم مردار کے کھال سے نفع حاصل نہ کرو کیونکہ اہاب غیر دباغت والی کھال کا نام ہے۔اور کتے کی کھال میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر حجت ہے۔اور وہ نجس العین بالکل نہیں۔کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ کتے سے نگرانی اور شکار کے طور پر نفع حاصل کیا جاتا ہے۔بخلاف سؤر کے کیونکہ وہ نجس العین ہے۔اللہ تعالیٰ کے فرمان ''فانہ رجس'' میں ضمیر ''ہ'' کا مرجع خنزیر ہے۔کیونکہ یہی قریب ہے۔اور آدمی کے اجزاء سے حصول نفع کا حرام ہونا اس کی عزت کی وجہ سے ہے۔لہٰذا ہماری بیان کردہ روایت سے یہ دونوں کھالیں خارج ہوگئیں۔ہر وہ چیز جو بدبو اور فساد کو روکے اسے دباغت کہتے ہیں۔اگر چہ دھوپ یا مٹی کے لگانے سے حاصل ہو۔کیونکہ اس سے مقصود حاصل ہو جائے گا لہٰذا اس کے لئے اس کے کسی غیر کی شرط لگانے کا کوئی معنی ہی نہیں بنتا۔

جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہے اسی طرح ذبح بھی سبب زوال نجاست ہے:

ثُمَّ مَا يَطْهُرُ جِلْدُهُ بِالدِّبَاغِ يَطْهُرُ بِالذَّكَاةِ لِاَنَّهَا تَعْمَلُ عَمَلَ الدِّبَاغِ فِي اِزَالَةِ الرُّطُوبَةِ النَّجِسَةِ، وَكَذٰلِكَ يَطْهُرُ لَحْمُهُ هُوَ الصَّحِيحُ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مَأْكُولًا .

ترجمہ ہر وہ چیز جس کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اس کی کھال ذبح سے پاک ہو جائے گی۔کیونکہ جس طرح دباغت رطوبات نجس کو دور کرنے کا عمل کرتی ہے اسی طرح ذبح بھی اس جانور کے گوشت کو پاک کر دیتا ہے۔یہی صحیح مذہب ہے اگر چہ وہ جانور ایسا ہو جس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو۔

5

فَصْلٌ فِی الْبِئْرِ

﴿یہ فصل کنوئیں کے بیان میں ہے﴾

علامہ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں خوب فرمایا کنویں کے مسئلہ میں، صحیح راستہ یہ ہے کہ انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ میں اس طرح ہاتھ دے دے جیسے اندھا اپنے قائد کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے احسن توفیق کے سائل ہیں۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۷۵، ۱، بیروت)

فصل: کنوئیں کے پانی یک فقہی مطابقت کا بیان

اس سے پہلے ان پانیوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ جو کسی طرح بھی ذریعہ طہارت بنتا ہے اس کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد ان تمام پانیوں میں سے کنوئیں کے پانی کا استعمال سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ گذشتہ دور میں لوگوں کے پینے، وضو کرنے، غسل کرنے حتیٰ کہ گھریلو پالتو جانوروں کو بھی کنوئیں سے پانی لا کر پلایا جاتا ہے۔ اس لئے مصنف نے کنوئیں سے متعلق علیحدہ فصل ذکر کی ہے۔

اسی طرح اس کی دوسری وجہ یہ ہے کنوئیں کے پانی کے پاک وناپاک ہونے کا اعتبار بھی بقیہ تمام پانیوں سے مختلف ہے۔ اس لئے بھی اس فصل کو علیحدہ اور مؤخر ذکر کیا ہے۔

کنوئیں کے احکام

کنواں ٹھہرے ہوئے پانی اور چھوٹے حوض کے حکم میں آتا ہے۔ جن چیزوں کے چھوٹے حوض میں واقع ہونے سے اس حوض کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے انہی چیزوں کے کنوئیں میں واقع ہونے سے کنوئیں کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے لیکن اگر کنوئیں کا محیط (گولائی) شرعی اڑتالیس گز ہو تو بڑے حوض کے حکم میں ہے مگر ایسا کنواں شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ چھوٹے کنوئیں کا پانی پاک ہو سکتا ہے بخلاف دوسرے قلیل پانی (چھوٹے حوض وغیرہ) کے کہ وہ پاک نہیں ہوتا۔ جب تک جاری یا کثیر نہ ہو جائے کنوئیں میں گرنے والی چیزیں تین قسم پر ہیں۔

ا۔ جن سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے۔ ۲۔ جن سے سارا پانی ناپاک نہیں ہوتا بلکہ تھوڑا سا پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ ۳۔ جن سے کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا۔

کنوئیں کو پاک کرنے کا طریقہ

ا۔ کنوئیں کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اس چیز کو نکالنا چاہئے جس کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے

پھر شریعت کے حکم کے مطابق اس کا پانی نکالنا چاہئے جب تک کہ وہ چیز نہ نکالی جائے کنواں پاک نہیں ہوگا۔خواہ کتنا ہی پانی کیوں نہ نکالا جائے لیکن اگر وہ نجاست ایسی ہے جو باوجود کوشش کے نکل نہیں سکتی تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ایک یہ کہ اس چیز کی ناپاکی اپنی اصلی ہو خارجی نجاست سے ناپاک نہ ہوئی ہو۔جیسے مردہ جانور یا اس کا گوشت یا وہ جو کنوئیں میں گر کر مر گیا اس صورت میں کنوئیں کو اتنی مدت تک چھوڑ دینا چاہئے جس میں یہ یقین ہو جائے کہ وہ ناپاک چیز گل سڑ کر مٹی ہوگئی بعض نے اس کی مقدار چھ مہینہ لکھی ہے پھر اس کے بعد اس کا بقدر واجب پانی نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہے جائے گا۔دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ناپاک چیز خود اپنی اصل سے ناپاک نہ ہو بلکہ خارجی نجاست لگنے سے ناپاک ہوگئی ہو جیسے ناپاک کپڑا۔لکڑی۔جوتی۔گینند وغیرہ۔اس صورت میں اس چیز کا نکالنا معاف ہے بقدر واجب پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا اور کنوئیں کے پاک ہوتے ہی وہ۔چیز بھی پاک ہو جائے گی۔

٢۔جن صورتوں میں کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کا پانی ٹوٹ سکتا ہے تو اس کنوئیں کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کل پانی نکال دیا جائے پس جب پانی اس قدر نکل جائے کہ پانی ٹوٹ جائے اور آدھا ڈول بھی نہ بھرے تو کنوئیں کے اندر کے کنکر۔دیوار وغیرہ ڈول رسی چرخی اور کھینچنے والے کے ہاتھ پیر سب پاک ہو جائیں گے اب ان کو الگ دھونے۔کی ضرورت نہیں۔

٣۔اگر کنواں چشمہ دار ہے یعنی ایسا ہو کہ جس کا تمام پانی نہ نکل سکے بلکہ ساتھ ساتھ نیا پانی اتنا ہی آتا رہے تو اس کے پاک کرنے کے فقہا نے مختلف طریقے لکھے ہیں ان میں سب سے بہتر اور موزوں طریقہ یہ ہے کہ کنوئیں میں رسی ڈال کر ناپ لیا جائے کہ کتنے ہاتھ پانی ہے پھر کچھ ڈول نکال کر رسی سے ناپ لیا جائے کہ کتنے ہاتھ پانی کم ہوگیا اور حساب کر لیا جائے کہ باقی پانی کے لئے کتنے ڈول اور نکالے جائیں۔مثلاً رسی ڈال کر دیکھا تو معلوم ہو کہ دس ہاتھ پانی ہے۔سو ڈول نکالنے کے بعد رسی ڈال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ہاتھ پانی کم ہوگیا لہٰذا اب نو سو ڈول اور نکال دیے جائیں تو کنوئیں کا کل پانی نکل جائے گا اور کنواں وغیرہ پاک ہو۔جائے گا۔

٤۔جن صورتوں میں پانی کی ایک خاص مقدار نکالنی پڑتی ہے اسقدر پانی خواہ ایک دم سے نکالیں یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی دفعہ میں وقفہ دے کر نکالیں۔ہر طرح پاک ہو جائے گا۔

٥۔جن صورتوں میں کنوئیں کا سارا پانی نکالنا واجب ہو اور پانی ٹوٹ سکتا ہے تو پانی لگا تار نکالا جائے اس میں وقفہ نہ دیا جائے یہاں تک کہ پانی ٹوٹ جائے اور آدھا ڈول بھرنے سے رہ جائے تب کنواں پاک ہوگا اور اگر وقفہ دے کر مثلاً کچھ دیر صبح کو اور کچھ دیر دوپہر کو اور کچھ دیر شام کو نکالا تو خواہ کتنا ہی پانی نکالا جائے کنواں پاک نہیں ہوگا۔اس کے علاوہ سب صورتوں میں یعنی جن صورتوں میں تعداد مقرر ہے یا چشمہ دار ہونے کی وجہ سے پیمائش وغیرہ کے ذریعہ مقرر کر لی گئی ہے لگا تار۔نکالنا ضروری نہیں بلکہ متفرق وقتوں میں وہ مقدار پوری کر سکتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

٦۔اگر کنوئیں میں پانی اس قدر کم ہو جس قدر ڈول نکالنے واجب ہیں تو جس قدر موجود ہے اسی قدر۔نکالنا کافی ہے۔

۷۔جس کنوئیں پر جوڈول پڑا رہتا ہے اس کے حساب سے نکالنا چاہئے اور اگر کنوئیں پر کوئی خاص ڈول نہ ہو یا کنوئیں کا خاص ڈول بہت بڑا یا بہت چھوٹا ہو جن صورتوں میں ڈول نکالنے کی تعداد مقرر ہے۔ درمیانی ڈول کا اعتبار ہے۔ درمیانی ڈول وہ ہے جس میں ساڑھے تین سیر پانی آتا ہو پس اس کا حساب کر کے جس قدر ڈول بنیں نکالے جائیں۔ مثلاً اگر بڑے ڈول میں چار ڈول کے برابر پانی سماتا ہو تو اس کو چار ڈول سمجھنا چاہئے۔ ڈول بھرا ہوا نکالنا ضروری نہیں۔ اگر کچھ پانی چھلک گیا یا ٹپک گیا مگر آدھے سے زیادہ ہو تو پورا ڈول شمار ہوگا۔

۸۔ناپاک کنواں اگر بالکل خشک ہو جائے اور تہہ میں تری نہ رہے تب بھی پاک ہو جائے گا اس کے بعد کنوئیں میں دوبارہ پانی نکل آئے تو اب پہلی ناپاکی کی وجہ سے دوبارہ ناپاک نہیں ہوگا اور اگر تہہ پوری طرح خشک نہیں ہوئی تو اب دوبارہ پانی آنے سے ناپاک ہو جائے گا۔

کنوئیں کے مسائل آثار کے تابع ہیں

(وَاِذَا وَقَعَتْ فِی الْبِئْرِ نَجَاسَةٌ نُزِحَتْ وَكَانَ نَزْحُ مَا فِيهَا مِنَ الْمَاءِ طَهَارَةً لَهَا) بِاِجْمَاعِ السَّلَفِ، وَمَسَائِلُ الْاٰبَارِ مَبْنِيَّةٌ عَلَى اتِّبَاعِ الْاٰثَارِ دُوْنَ الْقِيَاسِ .

(فَاِنْ وَقَعَتْ فِيهَا بَعْرَةٌ اَوْ بَعْرَتَانِ مِنْ بَعْرِ الْاِبِلِ اَوْ الْغَنَمِ لَمْ تُفْسِدْ الْمَاءَ) اسْتِحْسَانًا، وَالْقِيَاسُ اَنْ تُفْسِدَهُ لِوُقُوعِ النَّجَاسَةِ فِي الْمَاءِ الْقَلِيلِ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّ آبَارَ الْفَلَوَاتِ لَيْسَتْ لَهَا رُءُوسٌ حَاجِزَةٌ وَالْمَوَاشِي تَبْعَرُ حَوْلَهَا فَتُلْقِيهَا الرِّيحُ فِيهَا فَجَعَلَ الْقَلِيلَ عَفْوًا لِلضَّرُورَةِ، وَلَا ضَرُورَةَ فِي الْكَثِيرِ، وَهُوَ مَا يَسْتَكْثِرُهُ النَّاظِرُ اِلَيْهِ فِي الْمَرْوِيِّ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَعَلَيْهِ الِاعْتِمَادُ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ وَالصَّحِيحِ وَالْمُنْكَسِرِ وَالرَّوْثِ وَالْخِثْيِ وَالْبَعْرِ لِاَنَّ الضَّرُورَةَ تَشْمَلُ الْكُلَّ .

اور جب کنوئیں میں نجاست گر جائے تو اسے نکالا جائے اور ہر اس چیز کو بھی نکالا جائے گا جو کنوئیں میں گری ہے تاکہ پانی پاک ہو جائے۔ اسی پر اسلاف کا اجماع ہے اور کنوئیں کے مسائل میں قیاس کو چھوڑ کر صرف آثار کی اتباع کی جائے گی۔

پس اگر اس میں اونٹ یا بکری کی ایک مینگنی یا دو مینگنیاں گر جائیں تو دلیل استحسان کے مطابق پانی فاسد نہ ہوگا۔ جبکہ قیاس کے مطابق ماء قلیل میں نجاست گرنے کی وجہ سے وہ پانی نجس ہو جائے گا۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ جنگلی کنوؤں کے کناروں پر کوئی چیز حفاظت کرنے والی نہیں ہوتی اور مویشی ان کے اردگرد مینگنیاں کرتے ہیں جن کو ہوا اڑا کر کنوؤں میں ڈال دیتی ہے۔ لہٰذا قلیل پانی میں یہ ضرورت کی وجہ سے معاف ہوں گی اور جبکہ کثیر پانی میں ضرورت نہیں۔ اور کثیر پانی وہ ہے جس کی طرف نظر کرنے والا اسے کثیر سمجھے۔ یہی قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اور یہی معتمد علیہ ہے۔ اور مینگنی کے تر یا خشک، سالم یا ٹوٹی ہوئی اور لید، گوبر اور مینگنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ ضرورت سب کو شامل ہے۔

کبوتر و چڑیا کی بیٹ کنوئیں کے پانی کو فاسد کرنے والی نہیں:

(فَإِنْ وَقَعَ فِيهَا خُرْءُ الْحَمَامِ أَوِ الْعُصْفُورِ لَا يُفْسِدُهُ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ. لَهُ أَنَّهُ اسْتَحَالَ إِلَى نَتْنٍ وَفَسَادٍ فَأَشْبَهَ خُرْءَ الدَّجَاجِ.

وَلَنَا إِجْمَاعُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى اقْتِنَاءِ الْحَمَامَاتِ فِي الْمَسَاجِدِ مَعَ وُرُودِ الْأَمْرِ بِتَطْهِيرِهَا وَاسْتِحَالَتِهِ لَا إِلَى نَتْنِ رَائِحَةٍ فَأَشْبَهَ الْحَمْأَةَ.

اگر کنوئیں میں کبوتر کی بیٹ یا چڑیا کی بیٹ گر گئی تو وہ پانی فاسد نہ ہوگا۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدبو اور فساد کے حلول کی وجہ سے وہ پانی فاسد ہو جائے گا۔ لہٰذا مرغی کی بیٹ کی طرح ہوگی۔

اور ہمارے نزدیک تمام مسلمانوں کا مساجد میں کبوتر رکھنے پر اجماع ہے حالانکہ مساجد کی طہارت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسکا حلول بدبو کی طرف نہیں ہے اور اس کی خوشبو کیچڑ کے مشابہ ہے۔

کنوئیں سے سارا پانی نکالنے کا حکم

(فَإِنْ بَالَتْ فِيهَا شَاةٌ نُزِحَ الْمَاءُ كُلُّهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يُنْزَحُ إِلَّا إِذَا غَلَبَ عَلَى الْمَاءِ فَيَخْرُجُ مِنْ أَنْ يَكُونَ طَهُورًا) وَأَصْلُهُ أَنَّ بَوْلَ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ عِنْدَهُ نَجِسٌ عِنْدَهُمَا.

لَهُ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ الْعُرَنِيِّينَ بِشُرْبِ أَبْوَالِ الْإِبِلِ وَأَلْبَانِهَا) "وَلَهُمَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اسْتَنْزِهُوا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ)" مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ وَلِأَنَّهُ يَسْتَحِيلُ إِلَى نَتْنٍ وَفَسَادٍ فَصَارَ كَبَوْلِ مَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ.

وَتَأْوِيلُ مَا رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَرَفَ شِفَاءَهُمْ فِيهِ وَحْيًا، ثُمَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى لَا يَحِلُّ شُرْبُهُ لِلتَّدَاوِي وَلَا لِغَيْرِهِ لِأَنَّهُ لَا يُتَيَقَّنُ بِالشِّفَاءِ فِيهِ فَلَا يُعْرِضُ عَنِ الْحُرْمَةِ، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَحِلُّ لِلتَّدَاوِي لِلْقِصَّةِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَحِلُّ لِلتَّدَاوِي وَغَيْرِهِ لِطَهَارَتِهِ عِنْدَهُ.

اگر کنوئیں میں بکری نے پیشاب کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک سارا پانی نکالا جائے گا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب وہ پیشاب پانی پر غالب آیا تو تب نکالا جائے گا ورنہ نہیں کیونکہ غلبے کی صورت میں طہارت پانی سے خارج ہوگئی۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی دلیل یہ ہے۔ ما یوکل لحم کا پیشاب پاک ہے۔ جبکہ شیخین کے نزدیک نجس ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل عرینہ کو اونٹوں کے پیشاب اور دودھ پینے کا حکم دیا ہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ تم پیشاب سے بچو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ حکم بغیر کسی تفصیل کے ہے۔ اور یہ کہ ماکول اللحم کا پیشاب بدبو اور فساد میں حلول کرتا ہے لہذا وہ اس پیشاب کی طرح ہو گیا جو غیر ماکول لحم کا پیشاب ہوتا ہے۔

اور اہل عرینہ والی روایت کی تاویل یہ ہے کہ ان کی شفاء نبی کریم ﷺ نے وحی کے ذریعے پہچان لی تھی۔ پھر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صرف دواء کے لئے حلال ہے غیر دواء کے طور پر نہیں۔ کیونکہ شفاء صرف اسی کے ساتھ یقینی نہیں لہذا حرمت سے اعراض نہیں کیا جائے گا۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اہل عرینہ کے قصے کی وجہ سے صرف دواء کے طور حلال ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ دواء و غیر دواء دونوں کے لئے حلال ہے کیونکہ ان کے نزدیک پاک ہے۔

اگر کنوئیں میں چوہا یا چڑیا وغیرہ مر جائے تو پانی کا حکم

قَالَ (وَإِنْ مَاتَتْ فِيهَا فَأْرَةٌ أَوْ عُصْفُورَةٌ أَوْ صَعْوَةٌ أَوْ سُودَانِيَّةٌ أَوْ سَامٌّ أَبْرَصُ نُزِحَ مِنْهَا مَا بَيْنَ عِشْرِينَ دَلْوًا إِلَى ثَلَاثِينَ بِحَسَبِ كِبَرِ الدَّلْوِ وَصِغَرِهَا) يَعْنِي بَعْدَ إِخْرَاجِ الْفَأْرَةِ لِحَدِيثِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّهُ قَالَ فِي الْفَأْرَةِ إِذَا مَاتَتْ فِي الْبِئْرِ وَأُخْرِجَتْ مِنْ سَاعَتِهَا نُزِحَ مِنْهَا عِشْرُونَ دَلْوًا) وَالْعُصْفُورَةُ وَنَحْوُهَا تُعَادِلُ الْفَأْرَةَ فِي الْجُثَّةِ فَأَخَذَتْ حُكْمَهَا، وَالْعِشْرُونَ بِطَرِيقِ الْإِيجَابِ وَالثَّلَاثُونَ بِطَرِيقِ الِاسْتِحْبَابِ .

قَالَ (فَإِنْ مَاتَتْ فِيهَا حَمَامَةٌ أَوْ نَحْوُهَا كَالدَّجَاجَةِ وَالسِّنَّوْرِ نُزِحَ مِنْهَا مَا بَيْنَ أَرْبَعِينَ دَلْوًا إِلَى سِتِّينَ، وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ أَرْبَعُونَ أَوْ خَمْسُونَ) وَهُوَ الْأَظْهَرُ لِمَا رُوِيَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّهُ قَالَ فِي الدَّجَاجَةِ: إِذَا مَاتَتْ فِي الْبِئْرِ نُزِحَ مِنْهَا أَرْبَعُونَ دَلْوًا) وَهَذَا لِبَيَانِ الْإِيجَابِ، وَالْخَمْسُونَ بِطَرِيقِ الِاسْتِحْبَابِ، ثُمَّ الْمُعْتَبَرُ فِي كُلِّ بِئْرٍ دَلْوُهَا الَّذِي يُسْتَقَى بِهِ مِنْهَا، وَقِيلَ دَلْوٌ يَسَعُ فِيهَا صَاعًا، وَلَوْ نُزِحَ مِنْهَا بِدَلْوٍ عَظِيمٍ مَرَّةً مِقْدَارُ عِشْرِينَ دَلْوًا جَازَ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ .

اور اگر کنوئیں میں چوہا یا گوریا، یا بھینگا یا مولا یا بڑی چھپکلی مر جائیں تو کنوئیں سے چھوٹے یا بڑے ڈول کے حساب سے بیس سے لے کر تیس ڈول نکالے جائیں گے۔ یعنی چوہے کو نکالنے کے بعد یہ ڈول نکالے جائیں۔ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کنوئیں میں چوہا مر گیا تو اس کو اسی وقت نکالا گیا اور بیس ڈول نکالے گئے۔ اور گوریا اور اس کی مثل جانور جسم میں چوہے کی طرح ہے۔ لہذا ان کا حکم بھی چوہے والا ہوگا۔ اور بیس ڈول بطور وجوب ہیں اور تیس ڈول بطور استحباب ہیں۔

اگر کنوئیں میں کبوتر یا اس کی مثل جیسے مرغی اور بلی مر جائیں تو چالیس سے ساٹھ کے درمیان ڈول نکالے جائیں گے۔ اور جامع صغیر میں چالیس یا پچاس ڈول ہیں۔ اور وہی ظاہر روایت ہے۔ کیونکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کنوئیں میں

مرغی مرجائے تو اس سے چالیس ڈول نکالے جائیں۔ یہ بیان بطور ایجاب ہے اور پچاس کے حکم والا بیان بطور استحباب ہے۔ پھر ہر کنوئیں میں اسی کے ڈول کا اعتبار ہے جس سے پانی نکالا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس میں ایک صاع پانی ہو۔ اور اگر بڑے ڈول سے ایک ہی مرتبہ بیس ڈولوں کی مقدار کے مطابق پانی نکالا جائے تو اس سے وضو جائز ہوگا کیونکہ مقصد حاصل ہو گیا۔

اگر کنوئیں میں آدمی، بکری یا کتا مرجائے تو سارا پانی نکالنے کا حکم

قَالَ (وَاِنْ مَاتَتْ فِیهَا شَاةٌ اَوْ کَلْبٌ اَوْ آدَمِیٌّ نُزِحَ جَمِیعُ مَا فِیهَا مِنَ الْمَاءِ) لِاَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَفْتَیَا بِنَزْحِ الْمَاءِ کُلِّهِ حِینَ مَاتَ زِنْجِیٌّ فِی بِئْرِ زَمْزَمَ۔

(فَاِنِ انْتَفَخَ الْحَیَوَانُ فِیهَا اَوْ تَفَسَّخَ نُزِحَ جَمِیعُ مَا فِیهَا صَغُرَ الْحَیَوَانُ اَوْ کَبُرَ) لِانْتِشَارِ الْبِلَّةِ فِی اَجْزَاءِ الْمَاءِ۔

قَالَ (وَاِنْ کَانَتِ الْبِئْرُ مَعِینًا لَا یُمْکِنُ نَزْحُهَا اَخْرَجُوا مِقْدَارَ مَا کَانَ فِیهَا مِنَ الْمَاءِ) وَطَرِیقُ مَعْرِفَتِهِ اَنْ تُحْفَرَ حُفْرَةٌ مِثْلُ مَوْضِعِ الْمَاءِ مِنَ الْبِئْرِ وَیُصَبُّ فِیهَا مَا یُنْزَحُ مِنْهَا اِلٰی اَنْ تَمْتَلِیءَ اَوْ تُرْسَلَ فِیهَا قَصَبَةٌ وَیُجْعَلَ لِمَبْلَغِ الْمَاءِ عَلَامَةٌ ثُمَّ یُنْزَحُ مِنْهَا عَشْرُ دِلَاءٍ مَثَلًا، ثُمَّ تُعَادُ الْقَصَبَةُ فَیُنْظَرُ کَمْ انْتَقَصَ فَیُنْزَحُ لِکُلِّ قَدْرٍ مِنْهَا عَشْرُ دِلَاءٍ، وَهٰذَانِ عَنْ اَبِی یُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ نَزْحُ مِائَتَا دَلْوٍ اِلٰی ثَلٰثِ مِائَةٍ فَکَاَنَّهُ بَنٰی قَوْلَهُ عَلٰی مَا شَاهَدَ فِی بَلَدِهِ، وَعَنْ اَبِی حَنِیفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِی الْجَامِعِ الصَّغِیرِ فِی مِثْلِهِ مَا یُنْزَحُ حَتّٰی یَغْلِبَهُمُ الْمَاءُ وَلَمْ یُقَدِّرِ الْغَلَبَةَ بِشَیْءٍ کَمَا هُوَ دَاْبُهُ ۔ وَقِیلَ یُؤْخَذُ بِقَوْلِ رَجُلَیْنِ لَهُمَا بَصَارَةٌ فِی اَمْرِ الْمَاءِ، وَهٰذَا اَشْبَهُ بِالْفِقْهِ ۔

ترجمہ اور اگر کنوئیں میں بکری یا آدمی یا کتا مرگیا تو اس سے سارا پانی نکالا جائے گا۔ کیونکہ جب حبشی زمزم کے کنوئیں میں مرا تھا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے سارے پانی کو نکالنے کا فتوی دیا تھا۔

اور اگر اس میں جانور پھول گیا یا پھٹ گیا تو اس سے سارا پانی نکالا جائے گا وہ جانور چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ کیونکہ نجس تری پانی کے تمام اجزاء میں پھیل گئی۔

اور اگر کنواں چشمے کی طرح ہے کہ اس سے سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو اسی مقدار کے مطابق پانی نکالا جائے گا جو اس میں وقوع نجاست کے وقت تھا۔ اور اس کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ کنوئیں میں موجود پانی کی مقدار کی مثل ایک گڑھا کھودا جائے اور جو پانی کنوئیں سے نکالا جائے اسے اسی گڑھے میں ڈالتا جائے حتی کہ وہ بھر جائے یا اس کنوئیں میں بانس ڈالا جائے اور جہاں تک بانس کو پانی پہنچے وہاں نشان لگا دیا جائے پھر مثال کے طور پر اس کنوئیں سے دس ڈول نکالے جائیں۔ پھر دوبارہ بانس کو لٹکایا جائے اور تو دیکھے کہ پانی کتنا کم ہوا ہے۔ پس دس کی مقدار کے مطابق ڈول نکالتا جائے۔ یہ دونوں طریقے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

ہیں۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سو سے لے کر تین سو تک ڈول نکالے جائیں گے۔ ان کے قول کی دلیل ان کا وہ قول ہے جو انہوں نے اپنے شہر میں مشاہدہ کیا۔ جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جامع صغیر میں اسی جیسے کنوئیں کے بارے روایت ہے کہ نجس پانی نکال دیا جائے گا حتیٰ کہ پاک پانی اس پر غالب آجائے۔ اور غلبے کی کوئی مقدار کسی چیز سے مقرر نہیں ہے اور یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اصول ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو عادل مردوں کے قول کا اعتبار کیا جائے۔ جو پانی کے معاملے میں بصارت رکھتے ہوں۔ اور یہی بات فقہ کے زیادہ مشابہ ہے۔

اگر کنوئیں میں چوہا وغیرہ پہلے سے مرا ہوا پایا تو حکم

قَالَ (وَاِنْ وَجَدُوا فِي الْبِئْرِ فَأْرَةً اَوْ غَيْرَهَا وَلَا يُدْرٰى مَتٰى وَقَعَتْ وَلَمْ تَنْتَفِخْ وَلَمْ تَتَفَسَّخْ اَعَادُوا صَلَاةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ اِذَا كَانُوا تَوَضَّئُوا مِنْهَا وَغَسَلُوا كُلَّ شَيْءٍ اَصَابَهُ مَاؤُهَا، وَاِنْ كَانَتْ قَدِ انْتَفَخَتْ اَوْ تَفَسَّخَتْ اَعَادُوا صَلَاةَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

وَقَالَا: لَيْسَ عَلَيْهِمْ اِعَادَةُ شَيْءٍ حَتّٰى يَتَحَقَّقُوا مَتٰى وَقَعَتْ) لِاَنَّ الْيَقِيْنَ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ، وَصَارَ كَمَنْ رَاَى فِي ثَوْبِهِ نَجَاسَةً وَلَا يَدْرِي مَتٰى اَصَابَتْهُ۔

وَلِاَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ لِلْمَوْتِ سَبَبًا ظَاهِرًا وَهُوَ الْوُقُوعُ فِي الْمَاءِ فَيُحَالُ عَلَيْهِ، اِلَّا اَنَّ الِانْتِفَاخَ وَالتَّفَسُّخَ دَلِيلُ التَّقَادُمِ فَيُقَدَّرُ بِالثَّلَاثِ، وَعَدَمُ الِانْتِفَاخِ وَالتَّفَسُّخِ دَلِيلُ قُرْبِ الْعَهْدِ فَقَدَّرْنَاهُ بِيَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لِاَنَّ مَا دُونَ ذٰلِكَ سَاعَاتٌ لَا يُمْكِنُ ضَبْطُهَا،

وَاَمَّا مَسْاَلَةُ النَّجَاسَةِ فَقَدْ قَالَ الْمُعَلّٰى: هِيَ عَلَى الْخِلَافِ، فَيُقَدَّرُ بِالثَّلَاثِ فِي الْبَالِي وَبِيَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فِي الطَّرِيِّ وَلَوْ سُلِّمَ فَالثَّوْبُ بِمَرْاٰى عَيْنِهِ وَالْبِئْرُ غَائِبَةٌ عَنْ بَصَرِهٖ فَيَفْتَرِقَانِ۔

اگر لوگوں نے کنوئیں میں چوہا یا اسی طرح کوئی جانور مرا ہوا پایا اور وہ اس کے وقوع کو نہیں جانتے۔ اور وہ نہ پھولا اور نہ ہی پھٹا ہے تو وہ ایک دن اور ایک رات کی نمازوں کو لوٹائیں اگر انہوں نے اسی کنوئیں سے وضو کیا ہے۔ اور ہر اس چیز کو دھویا جائے جس تک اس کا پانی پہنچا ہے۔ اور اگر وہ پھول گیا یا پھٹ گیا ہے۔ تو وہ تین دن اور تین راتوں کی نمازوں کا اعادہ کریں۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔☆

اور صاحبین نے کہا کہ ان پر کسی چیز کا اعادہ نہیں حتیٰ کہ وہ تحقیق کر لیں وہ کب واقع ہوا ہے۔ کیونکہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔☆ یہ اس شخص کی طرح ہو گیا جس نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور وہ نہیں جانتا کہ نجاست کب پہنچی ہے۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ موت کا ایک سبب ظاہری ہے اور پانی میں گرنا ہے۔ لہٰذا اسی پر اس کو محمول کیا جائے گا۔ مگر جب وہ پھٹ جائے یا پھول جائے۔ تو یہ پرانا ہونے کی دلیل ہے۔ وہ تین دن کے ساتھ مقدر کیا جائے گا۔ اور نہ پھولنا اور نہ پھٹنا یہ قریب وقت کی دلیل ہے۔ پس اس کو ہم ایک دن اور ایک رات کے ساتھ مقدر کریں گے کیونکہ اس سے کم وقت تو ایسا ہے جی

فصل فی الاسار و غیر ھا

﴿یہ فصل بچے ہوئے (جوٹھے) وغیرہ پانیوں کے بیان میں ہے﴾

فصل اسار مار کی فقہی مطابقت کا بیان

اس سے پہلے کنوئیں کے مسائل بیان کیے گئے ہیں اس فصل میں تمام حیوانات عام ازیں ان کا لعاب کسی کنوئیں کے پانی میں پہنچے یا کسی عام پانی کو پہنچے اس کا شرعی حکم کیا ہے۔اور ابتدائی طور پر یہ بات ذہین نشین کر لی جائے کہ ہر جانور کا لعاب اس کے گوشت کے حکم کے تابع ہے۔جس جانور کا گوشت حرام ہے ان کا لعاب بھی نجس ہوگا۔کیونکہ گوشت سے ہی لعاب بنتا ہے۔

اسی وجہ سے کنوئیں کے مسائل جن میں جانوروں کا مرنا یا گرنا بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد جانوروں کے لعاب کا بیان ہے کیونکہ جانوروں کا لعاب حکم کے اعتبار سے ان کے گوشت سے مؤخر ہے۔ان کے پیشاب،لید،گوبر وغیرہ سب چیزوں سے مؤخر ہے۔اسی مناسبت سے کہ لعاب کا سمجھنا گوشت کے سمجھنے پر موقوف ہے۔اور موقوف علیہ ہمیشہ موقوف پر مقدم ہوتا ہے۔

آدمی اور جانوروں کے جھوٹے پانی کا بیان

۱- آدمی کا جھوٹا پاک ہے خواہ وہ جنبی ہو یا حیض ونفاس والی عورت ہو خواہ وہ کافر ہو لیکن اگر کسی کا منہ ناپاک ہے تو اس کا جھوٹا نجس ہو جائے گا۔مثلاً شراب پینے والا اگر اس وقت پانی پئے تو اس کا جھوٹا نجس ہوگا لیکن اگر کچھ دیر بعد پئے کہ اس عرصہ میں کئی بار تھوک نگل چکا ہو اور جہاں شراب لگی ہو وہ جگہ تھوک سے صاف ہو چکی ہو تو صحیح یہ ہے کہ اب اس کا منہ پاک ہو جائے گا۔شرابی کے جھوٹے سے ہر حالت میں بچنا ہی۔چاہئے ۲۔عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کے لئے اور اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کے لئے مکروہ ہے یہ ناپاکی کی وجہ سے نہیں بلکہ لذت پانے کی وجہ سے ہے۔اس لئے اگر معلوم نہ ہو یا لذت حاصل کرنے کے لئے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔۳۔حلال چرندوں و پرندوں کا جھوٹا پاک ہے اگر چہ نر ہوں جیسے گائے۔بکری۔بیل۔کبوتر۔فاختہ وغیرہ لیکن ان میں سے جو جانور نجاست بھی کھاتا ہو مثلاً آزاد مرغی اور اونٹ و بیل وغیرہ تو ان کا جھوٹا مکروہ ہے ان کے دودھ اور گوشت کا بھی یہی حکم ہے۔اگر مرغی وغیرہ نے نجاست کھائی اور اسی وقت پانی پیا تو پانی نجس ہو جائے گا۔۴۔گھوڑے کا جھوٹا بالا جماع پاک ہے۔۵۔جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا خواہ پانی میں رہتے ہوں یا خشکی میں ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔

۶۔کیڑے جو گھروں میں رہتے ہیں جیسے سانپ۔نیولا۔چھپکلی وغیرہ دیگر جانور اور چوہا اور بلی ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔بلی کا جھوٹا کھانا یا پینا مالدار کے لئے مکروہ ہے کیونکہ وہ اس کی بجائے دوسرا کھانا لے سکتا ہے۔لیکن فقیر کے لئے جو اس کی بجائے دوسرا کھانا نہیں لے سکتا ضرورت کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے۔اگر بلی نے کوئی جانور چوہا وغیرہ کھا کر فوراً پیا تو اس کا جھوٹا ناپاک ہے اور کچھ دیر ٹھہر کر پیا کہ اس

عرصہ میں وہ اپنا منہ کئی دفعہ چاٹ کر صاف کر چکی ہے تو اس کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے۔ بلکہ مکروہ ہے۔

۷۔ شکاری پرندوں مثلاً شکرا۔ باز۔ چیل وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے۔ اسی طرح ان پرندوں کا جھوٹا بھی مکروہ ہے جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا۔ کوے کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔ اچھے پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو کرنا مکروہ۔ ہے اور اگر اچھا پانی نہ ملے تو مکروہ نہیں

۸۔ خنزیر کتا شیر چیتا بھیڑیا ہاتھی گیدڑ اور دوسرے درندوں چوپایوں کا جھوٹا نجس ہے۔ کتے کے چاٹے برتن کا تین بار دھونا واجب ہے اور سات۔ بار دھونا اور پہلی اور آخری مرتبہ مٹی سے بھی ملنا مستحب ہے۔

۹۔ خچر اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے یعنی وہ خود پاک ہے لیکن پاک کرنے والے ہونے میں شک ہے۔ مشکوک پانی کے سوا اور پاک پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے ان دونوں کو جمع کرنا واجب ہے صرف ایک کو کافی سمجھنا جائز نہیں دونوں میں سے جس کو چاہے پہلے کرے لیکن وضو کو مقدم کرنا افضل ہے ایسے پانی سے وضو کرنے میں احتیاطاً نیت بھی کر لے۔

۱۰۔ ہر جانور کے پسینے اور لعاب میں اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا۔ (زبدۃ الفقہ، طہارت)

ماکول لحم کا جوٹھا پاک ہے

(وَعَرَقُ كُلِّ شَيْءٍ مُعْتَبَرٌ بِسُؤْرِهِ) لِأَنَّهُمَا يَتَوَلَّدَانِ مِنْ لَحْمِهِ فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا حُكْمَ صَاحِبِهِ. قَالَ (وَسُؤْرُ الْآدَمِيِّ وَمَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ) لِأَنَّ الْمُخْتَلِطَ بِهِ اللُّعَابُ وَقَدْ تَوَلَّدَ مِنْ لَحْمٍ طَاهِرٍ فَيَكُونُ طَاهِرًا، يَدْخُلُ فِي هٰذَا الْجَوَابِ الْجُنُبُ وَالْحَائِضُ وَالْكَافِرُ.

اور ہر چیز کو اس کے جوٹھے پر قیاس کیا جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ یہ دونوں گوشت سے پیدا ہوتے ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک دوسرے کے حکم میں ہوگا۔

اور آدمی کا جوٹھا اور ماکول لحم کا جوٹھا پاک ہے۔ کیونکہ اس کے جوٹھے کے ساتھ لعاب ملا ہوا ہوتا ہے جو پاک گوشت سے بنا ہے لہٰذا وہ پاک ہو گیا۔ اور اس مسئلہ میں جنبی، حائضہ اور کافر ایک ہی حکم میں داخل ہیں۔

کتے کے جوٹھے کی نجاست کو اس کے پیشاب کی نجاست پر قیاس

(وَسُؤْرُ الْكَلْبِ نَجِسٌ) وَيُغْسَلُ الْإِنَاءُ مِنْ وُلُوغِهِ ثَلَاثًا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (يُغْسَلُ الْإِنَاءُ مِنْ وُلُوغِ الْكَلْبِ ثَلَاثًا) وَلِسَانُهُ يُلَاقِي الْمَاءَ دُونَ الْإِنَاءِ، فَلَمَّا تَنَجَّسَ الْإِنَاءُ فَالْمَاءُ أَوْلَى، وَهٰذَا يُفِيدُ النَّجَاسَةَ وَالْعَدَدَ فِي الْغَسْلِ، وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي اشْتِرَاطِ السَّبْعِ، وَلِأَنَّ مَا يُصِيبُهُ بَوْلُهُ يَطْهُرُ بِالثَّلَاثِ، فَمَا يُصِيبُهُ سُؤْرُهُ وَهُوَ دُونَهُ أَوْلَى. وَالْأَمْرُ الْوَارِدُ بِالسَّبْعِ مَحْمُولٌ عَلَى ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ.

اور کتے کا جوٹھا نجس ہے۔ اور اس کے منہ ڈالنے کی وجہ سے برتن کو تین مرتبہ دھویا جائے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے

فرمایا: جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسے تین مرتبہ دھویا جائے۔ حالانکہ کتے کی زبان پانی کے ساتھ ملنے والی ہے نہ کہ برتنوں کے ساتھ اور جب برتن ناپاک ہو گئے تو پانی بدرجہ اولیٰ ناپاک ہو جائے گا۔ اور یہ حدیث پانی کی نجاست کا فائدہ دیتی ہے۔ اور دھونے کے عدد میں بھی فائدہ دیتی ہے کیونکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک سات مرتبہ دھونا شرط ہے۔ اور جس چیز کو کتے کا پیشاب پہنچے جب اسے تین مرتبہ دھونے کا حکم ہے تو جسے کتے کا جوٹھا پہنچے وہ تو بدرجہ اولیٰ پاک ہو جائے گا۔ اور جس حدیث میں سات کا عدد بیان ہوا ہے وہ حکم ابتدائے اسلام پر محمول ہے۔

خنزیر کے جوٹھے کا حکم

(وَسُؤْرُ الْخِنْزِيرِ نَجِسٌ) لِأَنَّهُ نَجِسُ الْعَيْنِ عَلَى مَا مَرَّ (وَسُؤْرُ سِبَاعِ الْبَهَائِمِ نَجِسٌ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِيمَا سِوَى الْكَلْبِ وَالْخِنْزِيرِ لِأَنَّ لَحْمَهَا نَجِسٌ وَمِنْهُ يَتَوَلَّدُ اللُّعَابُ وَهُوَ الْمُعْتَبَرُ فِي الْبَابِ .

(وَسُؤْرُ الْهِرَّةِ طَاهِرٌ مَكْرُوهٌ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ غَيْرُ مَكْرُوهٍ لِأَنَّ (النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُصْغِي لَهَا الْإِنَاءَ فَتَشْرَبُ مِنْهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ بِهِ) .

وَلَهُمَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْهِرَّةُ سَبُعٌ) وَالْمُرَادُ بَيَانُ الْحُكْمِ دُونَ الْخِلْقَةِ وَالصُّورَةِ، إِلَّا أَنَّهُ سَقَطَتْ النَّجَاسَةُ لِعِلَّةِ الطَّوَافِ فَبَقِيَتْ الْكَرَاهَةُ .

وَمَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلَى مَا قَبْلَ التَّحْرِيمِ، ثُمَّ قِيلَ كَرَاهَتُهُ لِحُرْمَةِ اللَّحْمِ، وَقِيلَ لِعَدَمِ تَحَامِيهَا النَّجَاسَةَ وَهَذَا يُشِيرُ إِلَى التَّنَزُّهِ وَالْأَوَّلُ إِلَى الْقُرْبِ مِنَ التَّحْرِيمِ .

اور خنزیر کا جوٹھا نجس ہے۔ کیونکہ وہ نجس العین ہے جیسا کہ گزرا ہے۔ اور درندوں کا جوٹھا بھی نجس ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کتے اور خنزیر کے سوا باقی میں اختلاف کیا ہے کیونکہ ان دونوں کا گوشت نجس ہے۔ اور اسی سے لعاب پیدا ہوتا ہے اور اس باب میں وہی معتبر ہے۔

اور بلی کا جوٹھا طاہر مکروہ ہے۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک غیر مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ بلی کے سامنے برتن جھکا دیتے وہ اس سے پانی پی لیتی پھر آپ ﷺ اس سے وضو کر لیتے۔

اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ بلی درندہ ہے۔ اور مراد خلقت وصورت کے سوا حکم کو بیان کرتا ہے۔ مگر علت طواف کی وجہ سے حکم نجاست ساقط ہو گیا اور کراہت باقی رہ گئی۔

اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی پیش کردہ حکم تحریم سے پہلے پر محمول ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکم کراہت حرمت گوشت کی وجہ سے ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکم کراہت عدم پرہیز کی وجہ سے ہے۔ اور اسی میں مکروہ تنزیہی کی طرف اشارہ ہے اور پہلا قریب تحریم کے زیادہ قریب ہے۔

اگر بلی نے چوہا کھانے کے فوری بعد پانی پیا تو حکم

وَلَوْ اَكَلَتْ فَارَةً ثُمَّ شَرِبَتْ عَلَى فَوْرِهِ الْمَاءَ تَنَجَّسَ اِلَّا اِذَا مَكَثَتْ سَاعَةً لِغُسْلِهَا فَمَهَا بِلُعَابِهَا وَالِاسْتِثْنَاءُ عَلَى مَذْهَبِ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَاَبِىْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَسْقُطُ اعْتِبَارُ الصَّبِّ لِلضَّرُوْرَةِ .

(وَسُؤْرُ الدَّجَاجَةِ الْمُخَلَّاةِ) مَكْرُوْهٌ لِاَنَّهَا تُخَالِطُ النَّجَاسَةَ وَلَوْ كَانَتْ مَحْبُوْسَةً بِحَيْثُ لَا يَصِلُ مِنْقَارُهَا اِلَى مَا تَحْتَ قَدَمَيْهَا لَا يُكْرَهُ لِوُقُوْعِ الْاَمْنِ عَنِ الْمُخَالَطَةِ (وَ) كَذَا سُؤْرُ (سِبَاعِ الطَّيْرِ) لِاَنَّهَا تَاْكُلُ الْمَيْتَاتِ فَاَشْبَهَ الْمُخَلَّاةَ .

وَعَنْ اَبِىْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهَا اِذَا كَانَتْ مَحْبُوْسَةً وَيَعْلَمُ صَاحِبُهَا اَنَّهُ لَا قَذَرَ عَلَى مِنْقَارِهَا لَا يُكْرَهُ، وَاسْتَحْسَنَ الْمَشَايِخُ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ

(وَ) سُؤْرُ (مَا يَسْكُنُ الْبُيُوْتَ كَالْحَيَّةِ وَالْفَارَةِ) (مَكْرُوْهٌ) لِاَنَّ حُرْمَةَ اللَّحْمِ اَوْجَبَتْ نَجَاسَةَ السُّؤْرِ اِلَّا اَنَّهُ سَقَطَتِ النَّجَاسَةُ لِعِلَّةِ الطَّوْفِ فَبَقِيَتِ الْكَرَاهَةُ وَالتَّنْبِيْهُ عَلَى الْعِلَّةِ فِى الْهِرَّةِ .

اور اگر بلی نے چوہا کھا کر پھر اسی وقت پانی پی لیا تو پانی نجس ہو جائے گا مگر جبکہ تھوڑی دیر ٹھہر گئی تو نہیں۔ کیونکہ بلی اپنا منہ اپنے لعاب سے دھولیا ہے۔ اور استثناء شیخین کے مذہب پر ہے۔ اور علت ضرورت کی وجہ سے بہانے کا اعتبار ساقط ہو جائے گا

اور آزاد مرغی کا جوٹھا مکروہ ہے۔ کیونکہ آزاد مرغی نجاست ملانے والی ہے اور اگر مرغی اس طرح محبوس ہو کہ اس کی چونچ اس کے پنجے کے نیچے تک پہنچنے والی نہ ہو۔ تو مکروہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اختلاط نجاست سے وہ مامون ہے۔ اور اسی طرح شکاری پرندوں کا جوٹھا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ پرندے شکار کھاتے ہیں لہٰذا یہ آوارہ پھرنے والی مرغی کے مشابہ ہو گئے۔

اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ شکاری پرندے محبوس ہوں اور ان کا مالک جانتا ہو کہ ان کی چونچ پر نجاست نہیں پہنچی تو ان کا جوٹھا مکروہ نہیں۔ کیونکہ نجاست کے اختلاط سے یہ بھی پاک ہیں۔ اور مشائخ نے اسی روایت کو مستحسن قرار دیا ہے۔

اور ان جانوروں کا جوٹھا مکروہ ہے جو گھروں میں رہتے ہیں جیسے سانپ اور چوہا ہے۔ کیونکہ ان کے گوشت کی حرمت جوٹھے کے نجس ہونے دلیل ہے مگر ان میں علت طواف کی وجہ سے حکم نجاست ساقط ہو گیا لہٰذا کراہت باقی رہ گئی۔ اور اس مسئلہ کی انتباہ علت کے لحاظ سے بلی والے مسئلہ کی طرح ہے۔

گدھے اور خچر کے جوٹھے کا حکم

قَالَ (وَسُؤْرُ الْحِمَارِ وَالْبَغْلِ مَشْكُوْكٌ فِيْهِ) قِيْلَ الشَّكُّ فِىْ طَهَارَتِهِ لِاَنَّهُ لَوْ كَانَ طَاهِرًا لَكَانَ طَهُوْرًا مَا لَمْ يَغْلِبِ اللُّعَابُ عَلَى الْمَاءِ، وَقِيْلَ الشَّكُّ فِىْ طَهُوْرِيَّتِهِ لِاَنَّهُ لَوْ وُجِدَ الْمَاءُ الْمُطْلَقُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ غَسْلُ رَاْسِهِ، وَكَذَا لَبَنُهُ طَاهِرٌ وَعَرَقُهُ لَا يَمْنَعُ جَوَازَ الصَّلَاةِ وَاِنْ فَحُشَ، فَكَذَا

سُؤْرُهُ وَهُوَ الْاَصَحُّ، وَيُرْوَى نَصُّ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَى طَهَارَتِهِ، وَسَبَبُ الشَّكِّ تَعَارُضُ الْاَدِلَّةِ فِي اِبَاحَتِهِ وَحُرْمَتِهِ، اَوْ اخْتِلَافُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِي نَجَاسَتِهِ وَطَهَارَتِهِ .

وَعَنْ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ نَجِسٌ تَرْجِيْحًا لِلْحُرْمَةِ وَالنَّجَاسَةِ، وَالْبَغْلُ مِنْ نَسْلِ الْحِمَارِ فَيَكُوْنُ بِمَنْزِلَتِهِ .

(فَاِنْ لَمْ يَجِدْ غَيْرَهُمَا يَتَوَضَّأُ وَيَتَيَمَّمُ وَيَجُوْزُ اَيُّهُمَا قَدَّمَ) وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَجُوْزُ اِلَّا اَنْ يُقَدِّمَ الْوُضُوْءَ لِاَنَّهُ مَاءٌ وَاجِبُ الْاِسْتِعْمَالِ فَاَشْبَهَ الْمَاءَ الْمُطْلَقَ .وَلَنَا اَنَّ الْمُطَهِّرَ اَحَدُهُمَا فَيُفِيْدُ الْجَمْعُ دُوْنَ التَّرْتِيْبِ .

(وَسُؤْرُ الْفَرَسِ طَاهِرٌ عِنْدَهُمَا) لِاَنَّ لَحْمَهُ مَأْكُوْلٌ (وَكَذَا عِنْدَهُ فِي الصَّحِيْحِ) لِاَنَّ الْكَرَاهَةَ لِاِظْهَارِ شَرَفِهِ .

گدھے اور خچر کا جوٹھا مشکوک ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی طہارت میں شک ہے کیونکہ اگر پاک ہوتا تو جب تک ان کا لعاب پانی پر غالب آئے تب تک پاک کرنے والا بھی ہوتا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے مطہر ہونے میں شک ہے۔ کیونکہ اگر ماء مطلق پایا جائے تو اس پر اپنے سر کا دھونا واجب نہیں۔ اور اسی طرح اس کا دودھ پاک ہے اور اسکا پسینہ جواز صلوٰۃ کو روکنے والا نہیں ہے۔ اگرچہ کثیر ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا ایسے ہی ان کا جوٹھا ہے اور یہی صحیح روایت ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے پاک ہونے پر وضاحت بیان کی ہے۔ اور ان کی اباحت وحرمت کے دلائل متعارض ہونے کی وجہ سے شک کا سبب متحقق ہو گیا ہے۔☆ یا اس کی طہارت وعدم طہارت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گدھے کا جوٹھا ناپاک ہے کیونکہ ترجیح حرمت ونجاست کو ہے۔ اور خچر بھی گدھے کی نسل سے ہے اور وہ بھی حکم میں اسی کی مثل ہو گیا۔

اگر ان دونوں کے جوٹھے کے سوا پانی نہ پاؤ تو وضو کرو اور تیمم کرو اور ان دونوں میں سے جسے چاہو مقدم کرو۔ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وضو کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ پانی کا استعمال کرنا واجب ہے۔ لہٰذا وہ ماء مطلق کے مشابہ ہو گیا۔ ہمارے نزدیک ان میں سے ہر ایک پاک کرنے والا ہے۔ لہٰذا یہ جمع ہونے کا فائدہ دیتا ہے نہ کہ اس میں ترتیب کا فائدہ ہے۔

اور گھوڑے کا جوٹھا صاحبین کے نزدیک پاک ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا گوشت پاک ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی صحیح روایت اسی طرح ہے۔ کیونکہ اس کے گوشت میں کراہت اس کے شرف کی وجہ سے ہے۔

نبیذ تمر کے پانی سے وضو کرنے کا حکم

(فَاِنْ لَمْ يَجِدْ اِلَّا نَبِيْذَ التَّمْرِ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَتَوَضَّأُ بِهِ وَلَا يَتَيَمَّمُ) لِحَدِيْثِ لَيْلَةِ الْجِنِّ، فَاِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ تَوَضَّأَ بِهِ حِيْنَ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ

بَابُ التَّيَمُّمِ

﴿یہ باب تیمّم کے بیان میں ہے﴾

باب: تیمم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ محمود البابرتی لکھتے ہیں:

جب مصنف طہارت بالماء سے فارغ ہوئے تو انہوں نے تیمم کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ خلیفہ کا حق یہ ہے کہ اسے اصل کے بعد لایا جائے۔ یا اس طرح ہے کہ مصنف نے سب سے پہلے وضو سے ابتداء کی ہے اس کے بعد دوسرے نمبر پر غسل لائے ہیں اور تیسرے نمبر پر تیمم کا ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص ۱۸۳، بیروت)

تیمم کی تعریف:

پاک سطح زمین کا قصد کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو"۔

تعریف دوم:

جس کا ملک العلماء نے بدائع میں افادہ فرمایا اور بہت سے حضرات نے ان کا اتباع کیا جس کے آخری لوگوں میں سے صاحب درر ہیں وہ یہ ہے: "جنس زمین کا' وہ خاص عضووں میں، تطہیر کے ارادہ سے، مخصوص شرائط کے ساتھ استعمال کرنا"۔ امام زیلعی نے حضرات علماً سے حکایت کرتے ہوئے جو الفاظ ذکر کیے وہ یہ ہیں "زمین کے کسی جز کا، خاص اعضاء پر تطہیر کے ارادہ سے استعمال کرنا۔ (بدائع الصنائع)

تیمم کے باب کی ماقبل باب سے مناسبت اور وجوہات تقدم وتاخر:

اس سے پہلے وضو کا باب اپنے تمام احکام کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔ حدث اصغر کی صورت میں وضو والی طہارت اصل ہے اور تیمم اس کی فرع ہے اصل کو فرع پر تقدم حاصل ہے لہٰذا اسی وجہ سے وضو اور اس کے احکام کو مقدم کیا ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ فرع اصل سے نکلتی ہے۔ لہٰذا فرع کا وجود، وجود اصل پر موقوف ہوتا ہے۔ اور موقوف علیہ ہمیشہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے۔ اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ وضو طہارت مطلقہ ہے اور تیمم طہارت مقیدہ ہے۔ اور مطلق کو مقید پر تقدم حاصل ہے۔ لہٰذا وضو کو تیمم پر مقدم کیا ہے۔ اس کی چوتھی وجہ یہ ہے۔ وضو کرنا احکام شرع میں سے حکم عزیمت ہے اور تیمّم احکام شرع میں سے حکم رخصت ہے۔ اور شریعت میں احکام عزیمت کا وجود پہلے ہوتا ہے تب ہی تو ان کی رخصت ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے بھی حکم تیمم کو حکم وضو کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ تا کہ عزیمت کی رخصت پر اہمیت برقرار رہے۔ اس کی پانچویں وجہ یہ ہے کہ وضو میں دھونے کا حکم ہے جبکہ تیمم میں مسح

کرنے کا حکم ہے اور طہارت میں مسح کرنے کی بجائے دھونے کو اصلیت کا مرتبہ حاصل ہے لہٰذا اس وجہ سے بھی وضو کو مقدم کیا ہے کیونکہ اس میں اصلیت کے اجزاء کثیر ہیں۔ اس کی چھٹی وجہ یہ ہے کہ مزیل نجاست میں اصل پانی ہے نہ کہ مٹی، لہٰذا مزیل نجاست میں پانی اصل ہے اس طہارت میں پانی کو مٹی پر تقدم حاصل ہے لہٰذا اس وجہ سے بھی وضو کو مقدم ذکر کیا ہے۔ اس کی ساتویں وجہ یہ ہے کہ وضو طہارت میں عام ہوتا ہے تب ہی تو عموم سے تخصیص ثابت ہوتی ہے جبکہ تیمم طہارت میں خاص ہے اور وجود عام وجود خاص سے مقدم ہوتا ہے۔ اس لئے وضو کو عام ہونے کی وجہ سے مقدم اور تیمم کو خاص ہونے کی وجہ سے مؤخر ذکر کیا گیا ہے۔ (ابن صادق رضوی عفی عنہ)

قرآن وحدیث سے تیمم کا ثبوت:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا) ترجمہ: جب تم پانی نہ پاؤ تو تم پاکیزہ مٹی سے تیمم کرو۔

حکم تیمم کا زمانہ نزول:

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں نکلے، جب بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے (بیداء اور ذات الجیش خیبر اور مدینہ کے درمیان مقام کے نام ہیں) تو میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر گر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ڈھونڈنے کے لئے ٹھہر گئے۔ لوگ بھی ٹھہر گئے۔ وہاں پانی نہ تھا اور نہ لوگوں کے پاس پانی تھا۔ لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم دیکھتے نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرایا ہے اور لوگوں کو بھی، جہاں پانی نہیں اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میری ران پر رکھے سو گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک رکھا ہے اور لوگوں کو جہاں نہ پانی ہے اور نہ لوگوں کے پاس پانی ہے اور انہوں نے غصہ کیا اور جو اللہ نے چاہا وہ کہہ ڈالا اور میری کوکھ میں ہاتھ سے گھونسے مارنے لگے۔ میں ضرور ہلتی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میری ران پر تھا، اس وجہ سے میں نہ ہلی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور پانی بالکل نہ تھا تب اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت اتاری تو سب نے تیمم کیا۔ سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو نقیبوں میں سے تھے، نے کہا کہ اے ابوبکر کی اولاد! یہ تمہاری کچھ پہلی برکت نہیں ہے (یعنی تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مسلمانوں کو فائدہ دیا ہے، یہ بھی ایک نعمت تمہارے سبب سے ملی) اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی، تو ہار اس کے نیچے سے مل گیا۔

(بخاری، رقم الحدیث ۳۳۴)

تیمم وضو وغسل جنابت دونوں کے لئے طہارت ہے:

حضرت شقیق کہتے ہیں کہ میں سیدنا عبداللہ (بن مسعود) اور سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن (یہ کنیت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی) اگر کسی شخص کو جنابت ہو اور ایک مہینے تک پانی نہ ملے تو وہ نماز کا کیا کرے؟ سیدنا عبداللہ نے کہا کہ اسے ایک مہینہ تک بھی پانی نہ ملے تو بھی تیمم نہ کرے۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر سورہ مائدہ میں یہ جو

آیت ہے کہ پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو اس کا کیا حکم ہے؟ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر اس آیت سے ان کو جنابت میں تیمم کرنے کی اجازت دی گئی تو وہ رفتہ رفتہ پانی ٹھنڈا ہونے کی صورت میں بھی تیمم کرنے لگ جائیں گے۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث نہیں سنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کام کو بھیجا، وہاں میں جنبی ہو گیا اور پانی نہ ملا تو میں خاک میں اس طرح سے لیٹا جیسے جانور لیٹتا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دونوں ہاتھوں سے اس طرح کرنا کافی تھا۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر ایک بار مارے اور بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ پر مارا۔ پھر ہتھیلیوں کی پشت اور منہ پر مسح کیا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث پر قناعت نہیں کی۔ (سیدنا ابن مسعود اور عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ جنابت سے تیمم کافی نہیں ہے۔ لیکن احادیث سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے اس موقف سے رجوع کر لیا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث 166: ج اقدیمی کتب خانہ کراچی)

تیمم کرنے سے پہلے پانی کو تلاش کرنے کا حکم

حضرت سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور ہم رات کو چلے، یہاں تک کہ جب اخیر رات (ہوئی تو اس وقت) میں ہم مقیم ہوئے اور سب سو گئے اور مسافر کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی نیند میٹھی نہیں ہوتی۔ پھر ہمیں آفتاب کی گرمی نے بیدار کیا، پس سب سے پہلے جو جاگا فلاں شخص تھا، پھر فلاں شخص، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ چوتھے جاگنے والے ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سوتے تھے تو ان کو کوئی بیدار نہ کرتا تھا یہاں تک کہ آپ خود بیدار ہو جائیں کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ آپ کے لیے آپ کے خواب میں کیا ہو رہا ہے مگر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور انھوں نے وہ حالت دیکھی جو لوگوں پر طاری تھی اور وہ سخت مزاج کے آدمی تھے تو انھوں نے تکبیر کہی اور تکبیر کے ساتھ اپنی آواز بلند کی اور برابر تکبیر کہتے رہے کہ تکبیر کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتے رہے، یہاں تک کہ ان کی آواز کے سبب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ پس جب آپ بیدار ہوئے تو جو مصیبت لوگوں پر پڑی تھی اس کی شکایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔ تو آپ نے فرمایا: کچھ نقصان نہیں یا (یہ فرمایا کہ) کچھ نقصان نہ کرے گا، چلو (اس لیے کہ یہ عمداً نہیں تھا)۔ پھر چلے اور تھوڑی دور جا کر اترپڑے اور وضو کا پانی منگوایا، پھر وضو کیا اور نماز کی اذان کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو یکایک ایک ایسے شخص پر آپ کی نظر پڑی جو گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا، لوگوں کے ساتھ اس نے نماز نہ پڑھی تھی، تو آپ نے فرمایا: اے فلاں! تجھے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟ تو اس نے کہا کہ جنابت ہو گئی تھی اور پانی نہ تھا آپ نے فرمایا: تو لازم پکڑ مٹی کو (تیمم کر) وہ تجھے کافی ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلے تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر اترپڑے اور ایک شخص کو بلایا اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ دونوں جاؤ اور پانی تلاش کرو۔ پس دونوں چلے تو ایک عورت ملی جو پانی کی دو مشکوں کے درمیان اپنے اونٹ پر بیٹھی جا رہی تھی۔ تو ان دونوں نے اس سے پوچھا کہ پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا میں کل اسی وقت پانی پر تھی اور ہمارے مرد پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان دونوں نے اس سے کہا خیر اب تو چل۔ وہ بولی کہاں؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ اس نے کہا وہی شخص جسے بے دین کہا جاتا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! وہی جن کو (تم یہ خیال کرتی ہو)، تو چل تو سہی۔ پس وہ دونوں اسے رسول

اللہ ﷺ کے پاس لائے اور آپ ﷺ سے ساری کیفیت بیان کی۔ سیدنا عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر لوگوں نے اسے اونٹ سے اتارا اور نبی ﷺ نے ایک ظرف (یعنی برتن) منگوایا اور دونوں مشکوں کے منہ کھول کر اس میں سے کچھ پانی اس برتن میں نکالا۔ (اس کے بعد) ان کے اوپر والے منہ کو بند کر دیا اور نچلے منہ کو کھول دیا اور لوگوں میں آواز دے دی گئی کہ پانی پیو اور (اپنے جانوروں کو بھی) پلالو۔ جس نے چاہا خود پیا اور جس نے چاہا پلایا اور اخیر میں یہ ہوا کہ جس شخص کو جنابت ہو گئی تھی اس کو ایک برتن پانی کا دیا اور آپ نے فرمایا: جا اور اس کو اپنے اوپر ڈال لے۔ اور وہ عورت کھڑی ہوئی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے اور اللہ کی قسم (جب پانی لینا) اس کے مشکوں سے موقوف کیا گیا تو یہ حال تھا کہ ہمارے خیال میں وہ اس وقت سے بھی زیادہ بھری ہوئی تھیں، جب آپ ﷺ نے اس سے پانی لینا شروع کیا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کچھ اس کے لیے جمع کر دو۔ تو لوگوں نے اس کے لیے عجوہ کھجور، آٹا اور ستو وغیرہ جمع کر دیے جہاں تک کہ ایک اچھی مقدار کا کھانا اس کے لیے جمع کر دیا اور اس کو ایک کپڑے میں باندھ دیا اور اس عورت کو اس کے اونٹ پر سوار کر دیا اور کپڑا اس کے سامنے رکھ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تم جانتی ہو کہ ہم نے تمہارے پانی میں سے کچھ کم نہیں کیا، لیکن اللہ ہی نے ہمیں پلایا۔ پھر وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس آئی چونکہ وہ راہ میں روک لی گئی تھی۔ انھوں نے کہا کہ تجھے کس نے روک لیا تھا؟ تو اس نے کہا (ایک عجیب بات ہوئی) مجھے دو آدمی ملے اور وہ مجھے اس شخص کے پاس لے گئے، جسے الگ دین والا کہا جاتا ہے اور اس نے ایسا ایسا کام کیا۔ پس قسم اللہ کی! یقیناً وہ شخص اس کے اور اس کے درمیان میں سب سے بڑا جادوگر ہے اور اس نے اپنی دو انگلیوں یعنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا پھر ان کو آسمان کی طرف اٹھایا مراد اس کی آسمان و زمین تھی یا وہ سچ مچ اللہ کا رسول ﷺ ہے۔ پس مسلمان اس کے بعد، اس کے آس پاس کے مشرکوں سے لڑتے رہے اور جس آبادی (بستی) میں وہ عورت رہتی تھی۔ تو اس نے ایک دن اپنی قوم سے کہا کہ میں سمجھتی ہوں کہ بے شک یہ لوگ عمداً تمہیں چھوڑ دیتے ہیں، پس کیا تمہیں اسلام میں کچھ (رغبت) ہے؟ تو انھوں نے اس کی بات مان لی اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ (بخاری، رقم ۳۴۴)

حکم تیمم امت مسلمہ کی خصوصیت:

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئی تھیں۔ (۱)۔ مجھے ایک مہینے کی مسافت پر رعب کے ذریعے مدد دی گئی۔ (۲) پوری زمین میرے لیے مسجد بنا دی گئی اور پاک بنا دی گئی، پس میری امت میں سے جس شخص پر (جہاں بھی) نماز کا وقت ہو جائے اسے چاہیے کہ (اسی مقام پر) نماز پڑھ لے۔ (۳)۔ میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے ہیں اور مجھ سے پہلے کسی (نبی) کے لیے حلال نہ کیے گئے تھے۔ (۴) مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی۔ (۵) ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

(بخاری، رقم ۳۳۵)

پانی نہ پانے کی صورت میں مسافت کا بیان

(وَمَنْ لَمْ يَجِدْ مَاءً وَهُوَ مُسَافِرٌ أَوْ خَارِجَ الْمِصْرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمِصْرِ نَحْوُ مِيلٍ أَوْ أَكْثَرَ يَتَيَمَّمُ

بِالصَّعِيدِ) قَوْله تَعَالٰى (فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا) وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلَامُ (التُّرَابُ طَهُورُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلَى عَشْرِ حِجَجٍ مَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ) وَالْمِيلُ هُوَ الْمُخْتَارُ فِي الْمِقْدَارِ لِأَنَّهُ يَلْحَقُهُ الْحَرَجُ بِدُخُولِ الْمِصْرِ، وَالْمَاءُ مَعْدُومٌ حَقِيقَةً وَالْمُعْتَبَرُ الْمَسَافَةُ دُوْنَ خَوْفِ الْفَوْتِ لِأَنَّ التَّفْرِيطَ يَأْتِي مِنْ قِبَلِهِ

(وَلَوْ كَانَ يَجِدُ الْمَاءَ إِلَّا أَنَّهُ مَرِيضٌ يَخَافُ إِنِ اسْتَعْمَلَ الْمَاءَ اشْتَدَّ مَرَضُهُ يَتَيَمَّمُ) لِمَا تَلَوْنَا، وَلِأَنَّ الضَّرَرَ فِي زِيَادَةِ الْمَرَضِ فَوْقَ الضَّرَرِ فِي زِيَادَةِ ثَمَنِ الْمَاءِ، وَذٰلِكَ يُبِيحُ التَّيَمُّمَ فَهٰذَا أَوْلَى ۔

وَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَشْتَدَّ مَرَضُهُ بِالتَّحَرُّكِ أَوْ بِالِاسْتِعْمَالِ ۔ وَاعْتَبَرَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ خَوْفَ التَّلَفِ وَهُوَ مَرْدُوْدٌ بِظَاهِرِ النَّصِّ ۔

اور جو شخص پانی نہ پائے جبکہ وہ مسافر یا شہر سے باہر ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان ایک میل یا اس سے زیادہ فاصلہ ہو تو وہ تیمم کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب تم پانی نہ پاؤ تو پاکیزہ مٹی سے تیمم کرو۔ اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے مٹی مسلمان کو پاک کرنے والی ہے اگر چہ دس سال تک وہ پانی نہ پائے۔ اور مقدار میں میل ہی کو اختیار کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے شہر میں داخل ہونے میں حرج لاحق ہوگا۔ ☆ اور پانی حقیقت میں مفقود ہے۔ اور مسافت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ خوف کا کیونکہ حرج اسی (مسافت) طرف سے آیا ہے۔

اور اگر اس نے پانی پایا لیکن وہ مریض ہے اور اسے خوف ہے کہ اگر اس نے پانی استعمال کیا تو اس کا مرض بڑھ جائے گا۔ وہ تیمم کرے۔ اسی دلیل پر جو ہم نے نص میں تلاوت کر دی ہے۔ کیونکہ پانی کی قیمت کے نقصان سے مرض والا نقصان زیادہ ہے اور جب وہ تیمم کو مباح کرنے والا ہے تو یہ بدرجہ اولیٰ مباح کرنے والا ہوگا۔

اور کوئی فرق نہیں کہ اس کا مرض حرکت سے بڑھے یا استعمال کی وجہ سے بڑھے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تلف کے خوف کا اعتبار کیا ہے۔ جس کو ظاہر النص کی وجہ سے رد کر دیا جائے گا۔

جب جنبی کو بیمار ہونے کا خوف ہو

(وَلَوْ خَافَ الْجُنُبُ إِنِ اغْتَسَلَ أَنْ يَقْتُلَهُ الْبَرْدُ أَوْ يُمْرِضَهُ يَتَيَمَّمُ بِالصَّعِيدِ) وَهٰذَا إِذَا كَانَ خَارِجَ الْمِصْرِ لِمَا بَيَّنَّا، وَلَوْ كَانَ فِي الْمِصْرِ فَكَذٰلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ خِلَافًا لَهُمَا هُمَا يَقُولَانِ إِنَّ تَحَقُّقَ هٰذِهِ الْحَالَةِ نَادِرٌ فِي الْمِصْرِ فَلَا يُعْتَبَرُ ۔ وَلَهُ أَنَّ الْعَجْزَ ثَابِتٌ حَقِيقَةً فَلَا بُدَّ مِنِ اعْتِبَارِهِ ۔

اگر جنبی کو خوف ہوا کہ اگر اس نے غسل کیا تو سردی اس کو مار دے گی یا وہ بیمار ہو جائے گا تو وہ پاک مٹی سے تیمم کرے

یہ حکم اس وقت ہے جب وہ شہر سے باہر ہو جس کی دلیل ہم نے بیان کر دی ہے۔ اور اگر وہ شہر میں ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک روایت ایسی ہی ہے۔ جبکہ صاحبین نے اختلاف کیا اور کہا شہر میں ایسی حالت کا تحقق بالکل شاذ ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عجز تو حقیقت میں ثابت ہے لہٰذا اس کا اعتبار ضرور کیا جائے گا۔

تیمّم میں دو اعضاء پر مسح ہے

(وَالتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ يَمْسَحُ بِإِحْدَاهُمَا وَجْهَهُ وَبِالْأُخْرَى يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (التَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ، ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ) وَيَنْفُضُ يَدَيْهِ بِقَدْرِ مَا يَتَنَاثَرُ التُّرَابُ كَيْ لَا يَصِيرَ مُثْلَةً۔

وَلَا بُدَّ مِنَ الِاسْتِيعَابِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْوُضُوءِ، وَلِهَذَا قَالُوا: يُخَلِّلُ الْأَصَابِعَ وَيَنْزِعُ الْخَاتَمَ لِيَتِمَّ الْمَسْحَ۔

(وَالْحَدَثُ وَالْجَنَابَةُ فِيهِ سَوَاءٌ) وَكَذَا الْحَيْضُ وَالنِّفَاسُ، لِمَا رُوِيَ (أَنَّ قَوْمًا جَاؤُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوا: إِنَّا قَوْمٌ نَسْكُنُ هَذِهِ الرِّمَالَ وَلَا نَجِدُ الْمَاءَ شَهْرًا أَوْ شَهْرَيْنِ وَفِينَا الْجُنُبُ وَالْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: عَلَيْكُمْ بِأَرْضِكُمْ)

اور تیمم کی دو ضربیں ہیں ایک ان دونوں میں سے یہ ہے کہ اپنے چہرے کا مسح کرے اور دوسری ضرب سے اپنے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ تیمم دو ضربیں ہیں چہرے کی ضرب اور ہاتھوں کی ضرب ہے۔ اور دونوں ہاتھوں کو اس طرح جھاڑے کہ مٹی جھڑ جائے تا کہ مثلہ نہ بنے۔

اور ظاہر روایت کے مطابق تیمم میں پورے عضو کو مسح میں گھیرنا ضروری ہے کیونکہ یہ وضو کے قائم مقام ہے۔ اور اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ انگلیوں میں خلال کرے اور انگوٹھی کو اتار دے تا کہ مسح پوری طرح ہو جائے۔

تیمم حدث اور جنابت میں برابر ہے۔ اور اسی طرح حیض و نفاس کے لئے بھی کافی ہے۔ اس روایت کی وجہ سے کہ ایک قوم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا ہم ایسی قوم ہیں جو ایسے ریگستان میں رہتے ہیں کہ ہم ایک ماہ یا دو ماہ تک پانی نہیں پاتے اور ہمارے اندر جنبی، حائضہ اور نفاس والی بھی ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم پر تمہاری زمین لازم ہے۔

ہر وہ چیز جو مٹی یا مٹی کی جنس سے ہو وہ قابل تیمّم ہے

(وَيَجُوزُ التَّيَمُّمُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ بِكُلِّ مَا كَانَ مِنْ جِنْسِ الْأَرْضِ كَالتُّرَابِ وَالرَّمْلِ وَالْحَجَرِ وَالْجِصِّ وَالنُّورَةِ وَالْكُحْلِ وَالزِّرْنِيخِ۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا يَجُوزُ إِلَّا بِالتُّرَابِ وَالرَّمْلِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ إِلَّا

بِالتُّرَابِ الْمُنْبِتِ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا) اَيْ تُرَابًا مُنْبِتًا، قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، غَيْرَ اَنَّ اَبَا يُوْسُفَ زَادَ عَلَيْهِ الرَّمَلَ بِالْحَدِيْثِ الَّذِيْ رَوَيْنَاهُ .

وَلَهُمَا اَنَّ الصَّعِيْدَ اسْمٌ لِوَجْهِ الْاَرْضِ سُمِّيَ بِهٖ لِصُعُوْدِهٖ، وَالطَّيِّبُ يَحْتَمِلُ الطَّاهِرَ فَحَمَلَ عَلَيْهِ لِاَنَّهُ اَلْيَقُ بِمَوْضِعِ الطَّهَارَةِ اَوْ هُوَ مُرَادُ الْاِجْمَاعِ .

(ثُمَّ لَا يُشْتَرَطُ اَنْ يَكُوْنَ عَلَيْهِ غُبَارٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) لِاِطْلَاقِ مَا تَلَوْنَا (وَكَذَا يَجُوْزُ بِالْغُبَارِ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الصَّعِيْدِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ) لِاَنَّهُ تُرَابٌ رَقِيْقٌ .

طرفین کے نزدیک ہروہ چیز جو مٹی کی جنس سے ہے اس سے تیمم کرنا جائز ہے جیسے مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونہ، سرمہ اور ہڑتال۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: تیمم صرف مٹی اور ریت سے جائز ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: تیمم صرف اگنے والی مٹی کے ساتھ جائز ہے۔ اور اسی طرح کی ایک روایت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس تم پاکیزہ مٹی سے تیمم کرو۔ یعنی اگنے والی مٹی سے تیمم کرو۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی فرمان ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اس ریت کو زیادہ کیا ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے جسے ہم نے روایت کیا ہے۔

اور طرفین نے فرمایا: کہ روئے زمین کا نام صعید ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام صعید رکھا گیا ہے۔ کیونکہ وہ بلند ہے اور طیب ہی طہارت کو اٹھانے والا ہے لہٰذا اسی پر حمل ہوگا۔ کیونکہ یہی مقام طہارت کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ یا پھر اس بلا جماع مراد ہے۔

پھر امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس مٹی میں غبار ہونے کی شرط نہیں ہے کیونکہ ہماری تلاوت کردہ آیت مطلق ہے۔ اسی طرح مٹی پر قادر ہونے کے باوجود غبار کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے۔ اور یہ طرفین کے نزدیک اس لئے بھی ہے کہ غبار رقیق (باریک) مٹی ہے۔

تیمم میں نیت کی فرضیت کا محققانہ بیان

(وَالنِّيَّةُ فَرْضٌ فِي التَّيَمُّمِ) وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: لَيْسَتْ بِفَرْضٍ لِاَنَّهُ خَلَفٌ عَنِ الْوُضُوْءِ فَلَا يُخَالِفُهُ فِيْ وَصْفِهٖ .

وَلَنَا اَنَّهُ يُنْبِئُ عَنِ الْقَصْدِ فَلَا يَتَحَقَّقُ دُوْنَهُ، اَوْ جُعِلَ طَهُوْرًا فِيْ حَالَةٍ مَخْصُوْصَةٍ وَالْمَاءُ طَهُوْرٌ بِنَفْسِهٖ عَلٰى مَا مَرَّ (ثُمَّ اِذَا نَوَى الطَّهَارَةَ اَوِ اسْتِبَاحَةَ الصَّلَاةِ اَجْزَاَهُ وَلَا يُشْتَرَطُ نِيَّةُ التَّيَمُّمِ لِلْحَدَثِ اَوْ لِلْجَنَابَةِ) هُوَ الصَّحِيْحُ مِنَ الْمَذْهَبِ .

اور نیت تیمم میں فرض ہے اور امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا: فرض نہیں ہے کیونکہ یہ وضو کا خلیفہ ہے لہٰذا اس کے وصف میں مخالفت نہیں کی جائے گی۔

اور ہمارے نزدیک تیمم قصد کی خبر دیتا ہے۔ جو بغیر نیت کے متحقق نہیں ہوگا۔ یا پھر پانی کو حالت خصوصہ میں طاہر بنایا گیا ہے۔ اور پانی خود بخود ہی پاک ہے جیسا کہ گزرا ہے۔ پھر جب کسی نے طہارت یا اباحت نماز کی نیت کی اسے تیمم کافی ہوگا۔ اور تیمم میں حدث یا جنابت دور کرنے کی نیت کی شرط نہیں لگائی جائے گی۔ یہی صحیح مذہب ہے۔

نصرانی کے قبول اسلام سے پہلے کے تیمم کا اعتبار

(فَإِنْ تَيَمَّمَ نَصْرَانِيٌّ يُرِيدُ بِهِ الْإِسْلَامَ ثُمَّ أَسْلَمَ لَمْ يَكُنْ مُتَيَمِّمًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: هُوَ مُتَيَمِّمٌ) لِأَنَّهُ نَوَى قُرْبَةً مَقْصُودَةً، بِخِلَافِ التَّيَمُّمِ لِدُخُولِ الْمَسْجِدِ وَمَسِّ الْمُصْحَفِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِقُرْبَةٍ مَقْصُودَةٍ.

وَلَهُمَا أَنَّ التُّرَابَ مَا جُعِلَ طَهُورًا إِلَّا فِي حَالِ إِرَادَةِ قُرْبَةٍ مَقْصُودَةٍ لَا تَصِحُّ بِدُونِ الطَّهَارَةِ، وَالْإِسْلَامُ قُرْبَةٌ مَقْصُودَةٌ تَصِحُّ بِدُونِهَا بِخِلَافِ سَجْدَةِ التِّلَاوَةِ لِأَنَّهَا قُرْبَةٌ مَقْصُودَةٌ لَا تَصِحُّ بِدُونِ الطَّهَارَةِ.

(وَإِنْ تَوَضَّأَ لَا يُرِيدُ بِهِ الْإِسْلَامَ ثُمَّ أَسْلَمَ فَهُوَ مُتَوَضِّئٌ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِنَاءً عَلَى اشْتِرَاطِ النِّيَّةِ.

اگر نصرانی نے تیمم کیا اسی کے ساتھ اسلام کا ارادہ کیا۔ پھر اسلام لایا۔ تو امام اعظم رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وہ تیمم والا نہ رہا جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وہ تیمم والا ہے۔ کیونکہ اس نے قربت مقصودہ کی نیت کی۔ سوائے اس تیمم کے جو کسی دخول مسجد یا مصحف کو چھونے کے لئے کیا ہے۔ کیونکہ یہ قربت مقصودہ نہیں۔

اور طرفین کے نزدیک تیمم کو صرف ایسی قربت مقصودہ کے لئے طہارت بنایا گیا جو قربت مقصودہ کے وقت بغیر ارادے درست نہیں۔ اور اسلام ایسی قربت مقصودہ ہے جو بغیر طہارت کے درست ہے جبکہ سجدہ تلاوت وہ قربت مقصودہ ہے جو بغیر طہارت کے صحیح نہیں ہے۔

اور اگر کسی نے وضو کیا جبکہ وہ اسلام لانے کا ارادہ نہیں رکھتا پھر وہ اسلام لایا پس وہ وضو والا ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک نیت شرط ہے۔

تیمم کرنے کے بعد مرتد ہوا پھر اسلام لایا تو حکم تیمم

(فَإِنْ تَيَمَّمَ مُسْلِمٌ ثُمَّ ارْتَدَّ ثُمَّ أَسْلَمَ فَهُوَ عَلَى تَيَمُّمِهِ) وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: بَطَلَ تَيَمُّمُهُ لِأَنَّ الْكُفْرَ يُنَافِيهِ فَيَسْتَوِي فِيهِ الِابْتِدَاءُ وَالْبَقَاءُ كَالْمَحْرَمِيَّةِ فِي النِّكَاحِ.

وَلَنَا أَنَّ الْبَاقِيَ بَعْدَ التَّيَمُّمِ صِفَةُ كَوْنِهِ طَاهِرًا فَاعْتِرَاضُ الْكُفْرِ عَلَيْهِ لَا يُنَافِيهِ كَمَا لَوِ اعْتَرَضَ عَلَى الْوُضُوءِ وَإِنَّمَا لَا يَصِحُّ مِنَ الْكَافِرِ ابْتِدَاءً لِعَدَمِ النِّيَّةِ مِنْهُ.

اگر مسلمان نے تیمّم کیا پھر وہ مرتد ہوا پھر وہ اسلام لایا پس وہ اپنے تیمّم پر ہی ہے۔ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس کا تیمّم باطل ہو گیا اس لئے کہ کفر تیمّم کے منافی ہے۔ لہٰذا اس میں ابتداء و بقا برابر ہے۔ جیسے نکاح میں محرمات (ابدیہ ہیں)۔

اور ہمارے نزدیک ''باقی'' تیمّم کے بعد رہنے صفت کا پاک ہونا ہے۔ لہٰذا کفر اس کے منافی نہیں جس طرح اگر کفر وضو پر طاری ہوا اور کافر سے ابتداءِ وضو صحیح نہیں کیونکہ اس کی نیت معدوم ہے۔

تیمّم کو توڑنے والی اشیاء کا بیان

(وَيَنْقُضُ التَّيَمُّمَ كُلُّ شَيْءٍ يَنْقُضُ الْوُضُوءَ) لِأَنَّهُ خَلَفٌ عَنْهُ فَأَخَذَ حُكْمَهُ (وَيَنْقُضُهُ أَيْضًا رُؤْيَةُ الْمَاءِ إِذَا قَدَرَ عَلَى اسْتِعْمَالِهِ) لِأَنَّ الْقُدْرَةَ هِيَ الْمُرَادُ بِالْوُجُودِ الَّذِي هُوَ غَايَةٌ لِطَهُورِيَّةِ التُّرَابِ، وَخَائِفُ السَّبُعِ وَالْعَدُوِّ وَالْعَطَشِ عَاجِزٌ حُكْمًا وَالنَّائِمُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ قَادِرٌ تَقْدِيرًا، حَتَّى لَوْ مَرَّ النَّائِمُ الْمُتَيَمِّمُ عَلَى الْمَاءِ بَطَلَ تَيَمُّمُهُ عِنْدَهُ، وَالْمُرَادُ مَاءٌ يَكْفِي لِلْوُضُوءِ لِأَنَّهُ لَا مُعْتَبَرَ بِمَا دُونَهُ ابْتِدَاءً فَكَذَا انْتِهَاءً .

(وَلَا يَتَيَمَّمُ إِلَّا بِصَعِيدٍ طَاهِرٍ) لِأَنَّ الطَّيِّبَ أُرِيدَ بِهِ الطَّاهِرُ فِي النَّصِّ وَلِأَنَّهُ آلَةُ التَّطْهِيرِ فَلَا بُدَّ مِنْ طَهَارَتِهِ فِي نَفْسِهِ كَالْمَاءِ .

ہر وہ چیز جو ناقض وضو ہے وہی ناقض تیمّم ہے کیونکہ یہ اس کا خلیفہ ہے لہٰذا اسی کا حکم پکڑے گا۔ اور اسی طرح پانی کو دیکھنا بھی ناقض تیمّم ہے بشرطیکہ وہ اس کے استعمال پر قادر ہو۔ کیونکہ اس وجود سے مراد قدرت ہی ہے۔ جو طہارت مٹی کی انتہاء ہے (یعنی وجود ماء پر استعمال قدرت مٹی سے طہارت کو منتفی کر دیتا ہے) اور جو شخص درندے سے اور دشمن سے اور پیاس سے ڈر گیا وہ حکمی عاجز ہے۔ اور سویا ہوا شخص بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکمی قادر ہے۔ حتیٰ کہ اگر سویا ہوا شخص جو تیمّم والا ہے وہ اگر پانی پر گزرا تو امام صاحب کے نزدیک اس کا تیمّم باطل ہو جائے گا۔ اور پانی سے مراد وہ پانی جو وضو کے لئے کافی ہو۔ کیونکہ اس سے تھوڑا پانی تو ابتداء بھی معتبر نہیں پس وہ انتہاء بھی معتبر نہ ہوگا۔

اور صرف پاکیزہ مٹی سے تیمّم کرے کیونکہ طیب سے مراد طاہر ہے اور طاہر کے بارے میں نص ہے۔ اور وہی آلہ طہارت ہے لہٰذا اس کا خود پاک ہونا ضروری ہے جس طرح پانی پاک ہے۔

تیمّم کرنے والے کے لئے آخر وقت تک پانی کا انتظار مستحب:

(وَيُسْتَحَبُّ لِعَادِمِ الْمَاءِ وَهُوَ يَرْجُوهُ أَنْ يُؤَخِّرَ الصَّلَاةَ إِلَى آخِرِ الْوَقْتِ، فَإِنْ وَجَدَ الْمَاءَ تَوَضَّأَ وَإِلَّا تَيَمَّمَ وَصَلَّى لِيَقَعَ الْأَدَاءُ بِأَكْمَلِ الطَّهَارَتَيْنِ فَصَارَ كَالطَّامِعِ فِي الْجَمَاعَةِ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ فِي غَيْرِ رِوَايَةِ الْأُصُولِ أَنَّ التَّأْخِيرَ حَتْمٌ لِأَنَّ غَالِبَ الرَّأْيِ كَالْمُتَحَقِّقِ .

وَجْهُ الظَّاهِرِ اَنَّ الْعَجْزَ ثَابِتٌ حَقِيقَةً فَلَا يَزُولُ حُكْمُهُ اِلَّا بِيَقِينٍ مِثْلِهِ ۔

(وَيُصَلِّي بِتَيَمُّمِهِ مَا شَاءَ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ) وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَتَيَمَّمُ لِكُلِّ فَرْضٍ لِاَنَّهُ طَهَارَةٌ ضَرُورِيَّةٌ ۔ وَلَنَا اَنَّهُ طَهُورٌ حَالَ عَدَمِ الْمَاءِ فَيَعْمَلُ عَمَلَهُ مَا بَقِيَ شَرْطُهُ ۔

اور جب پانی نہ پانے والا پانی کی امید رکھتا ہو تو اس کے لئے نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔اگر وہ پانی کو پالے تو وہ وضو کرے ورنہ تیمم کر کے نماز پڑھے۔تاکہ اداء دونوں طہارتوں میں کامل طہارت کے ساتھ ہو۔پس وہ جماعت کا طمع کرنے والے کی طرح ہو جائے گا۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کتب اصول کے سواء روایت ہے تاخیر کرنا ضروری ہے کیونکہ غالب رائے متحقق کی طرح ہے۔اور ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ عجز بطور حقیقت ثابت ہے لیکن اس کا حکم زائل نہیں ہوگا مگر اسی جیسے یقین کے ساتھ ختم ہوگا۔

اور وہ تیمم کے ساتھ فرائض ونوافل میں سے جس قدر چاہے نماز پڑھے۔جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر فرض کے لئے وہ تیمم کرے کیونکہ تیمم طہارت ضروریہ ہے اور ہماری دلیل یہ ہے۔کہ عدم ماء کی صورت میں مٹی پاک ہے وہ جب تک اس کی شرط باقی رہے گی وہ اپنا عمل کرتی رہے گی۔

نماز عید میں امام یا مقتدی کو حدث لاحق ہوا تو حکم شرعی

(وَاِنْ اَحْدَثَ الْاِمَامُ اَوِ الْمُقْتَدِي فِي صَلَاةِ الْعِيدِ تَيَمَّمَ وَبَنَى عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا: لَا يَتَيَمَّمُ) لِاَنَّ اللَّاحِقَ يُصَلِّي بَعْدَ فَرَاغِ الْاِمَامِ فَلَا يَخَافُ الْفَوْتَ ۔

وَلَهُ اَنَّ الْخَوْفَ بَاقٍ لِاَنَّهُ يَوْمُ زَحْمَةٍ فَيَعْتَرِيهِ عَارِضٌ يُفْسِدُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ، وَالْخِلَافُ فِيمَا اِذَا شَرَعَ بِالْوُضُوءِ، وَلَوْ شَرَعَ بِالتَّيَمُّمِ تَيَمَّمَ وَبَنَى بِالْاِتِّفَاقِ، لِاَنَّا لَوْ اَوْجَبْنَا الْوُضُوءَ يَكُونُ وَاجِدًا لِلْمَاءِ فِي صَلَاتِهِ فَيَفْسُدُ ۔

اگر نماز عید میں امام یا مقتدی کو حدث لاحق ہو گیا تو وہ تیمم کرے اور بناء کرے یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک وہ تیمم نہیں کرے گا۔کیونکہ لاحق امام کے فارغ ہونے کے بعد بھی نماز پوری کر سکتا ہے۔لہٰذا اس کی نماز فوت ہونے کا کوئی خوف نہیں۔

اور امام صاحب کے نزدیک خوف باقی ہے۔کیونکہ یہ ہجوم کا دن ہے ممکن ہے کسی عارض کی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے۔اور اختلاف اس مسئلہ میں ہے جب اس نے یہ نماز وضو کے ساتھ شروع کی ہو۔اور اگر اس نے تیمم کر کے نماز شروع کی تھی تو وہ بالاتفاق تیمم کر کے بناء کرے۔کیونکہ اگر ہم نے وضو واجب کیا تو وہ نماز پانی کو پانے والا ہوگا۔جس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

فوت جمعہ سبب تیمم نہیں بن سکتا

(وَلَا يَتَيَمَّمُ لِلْجُمُعَةِ وَإِنْ خَافَ الْفَوْتَ لَوْ تَوَضَّأَ، فَإِنْ أَدْرَكَ الْجُمُعَةَ صَلَّاهَا وَإِلَّا صَلَّى الظُّهْرَ أَرْبَعًا) لِأَنَّهَا تَفُوتُ إِلَى خَلَفٍ وَهُوَ الظُّهْرُ بِخِلَافِ الْعِيدِ (وَكَذَا إِذَا خَافَ فَوْتَ الْوَقْتِ لَوْ تَوَضَّأَ لَمْ يَتَيَمَّمْ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْضِي مَا فَاتَهُ) لِأَنَّ الْفَوَاتَ إِلَى خَلَفٍ وَهُوَ الْقَضَاءُ ۔

اور وہ جمعہ کے لئے تیمم نہیں کرے گا اگر چہ نماز جمعہ فوت ہو جائے۔ کیونکہ اگر اس نے جمعہ پایا تو وہ اسے پڑھے۔ ورنہ وہ ظہر کی چار رکعت پڑھے۔ کیونکہ جمعہ کا فوت ہونا اس کے خلیفہ کی طرف منتقل کر دیتا ہے اور وہ ظہر ہے۔ جبکہ عید میں ایسا نہیں ہے۔ اور اسی طرح اگر وضو کرنے کی وجہ سے وقت فوت ہوا تو تب بھی وہ تیمم نہیں کر سکتا۔ اور وہ وضو کرے اور فوت شدہ نماز کی قضاء کرے نماز کا فوت ہونا اس کے خلیفہ قضاء کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ (کیونکہ فوت ہونے والی نماز کا خلیفہ قضاء موجود ہے)۔

تیمم کرنے والا جب سواری میں پانی بھول جائے

(وَالْمُسَافِرُ إِذَا نَسِيَ الْمَاءَ فِي رَحْلِهِ فَتَيَمَّمَ وَصَلَّى ثُمَّ ذَكَرَ الْمَاءَ لَمْ يُعِدْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ ۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُعِيدُهَا) وَالْخِلَافُ فِيمَا إِذَا وَضَعَهُ بِنَفْسِهِ أَوْ وَضَعَهُ غَيْرُهُ بِأَمْرِهِ، وَذَكَرَهُ فِي الْوَقْتِ وَبَعْدَهُ سَوَاءٌ لَهُ أَنَّهُ وَاجِدٌ لِلْمَاءِ فَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَ فِي رَحْلِهِ ثَوْبٌ فَنَسِيَهُ، وَلِأَنَّ رَحْلَ الْمُسَافِرِ مُعَدٌّ لِلْمَاءِ عَادَةً فَيُفْتَرَضُ الطَّلَبُ عَلَيْهِ ۔

وَلَهُمَا أَنَّهُ لَا قُدْرَةَ بِدُوْنِ الْعِلْمِ وَهُوَ الْمُرَادُ بِالْوُجُودِ، وَمَاءُ الرَّحْلِ مُعَدٌّ لِلشُّرْبِ لَا لِلِاسْتِعْمَالِ، وَمَسْأَلَةُ الثَّوْبِ عَلَى الِاخْتِلَافِ، وَلَوْ كَانَ عَلَى الِاتِّفَاقِ فَفَرْضُ السَّتْرِ يَفُوتُ لَا إِلَى خَلَفٍ، وَالطَّهَارَةُ بِالْمَاءِ تَفُوتُ إِلَى خَلَفٍ، وَهُوَ التَّيَمُّمُ ۔

اور مسافر جب اپنے کجاوے میں پانی بھول گیا پس اس نے تیمم کیا اور نماز پڑھی اس کے بعد اسے پانی یاد آیا تو وہ طرفین کے نزدیک نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔

جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا کہ وہ اعادہ کرے گا۔ اور اختلاف اس بات میں ہے کہ جب پانی اس نے خود رکھا ہو۔ یا اسی کے حکم سے کسی دوسرے نے رکھا ہو۔ اور پانی کا یاد آنا اسی وقت میں ہو یا بعد والے وقت میں ہو یہ (حکم) برابر ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ پانی کو پانے والا ہے۔ لہٰذا وہ شخص ایسا ہو گیا جس نے اپنے کجاوے میں کپڑا رکھا۔ اور بھول گیا کیونکہ عام طور پر مسافر کے کجاوہ میں پانی رکھنے کی جگہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اس پر طلب کرنا فرض تھا۔

جبکہ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ علم کے بغیر قدرت حاصل نہیں ہو گی اور اس سے مراد پانی کا وجود ہے۔ اور کجاوے کا پانی پینے کے

لئے رکھا جاتا ہے نہ کہ استعمال کے لئے رکھا جاتا ہے۔اور کپڑے والا مسئلہ خود اختلافی ہے۔اور اگر وہ مسئلہ اتفاقی بھی ہو تو ستر عورت خلیفہ نہ ہونے کی وجہ سے فوت ہو جائے گا۔اور جبکہ طہارت بالماء اگر فوت ہو تو اس کا خلیفہ تیمم موجود ہے۔(ستر عورت فوت ہو جاتا ہے لیکن خلیفہ کی طرف منتقل نہیں ہوتا لیکن طہارت بالماء فوت ہونے کی صورت میں خلیفہ یعنی تیمم کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔لہٰذا یہاں حکم تیمم کو ستر والے مسئلہ پر قیاس نہ کیا جائے)۔

ظن غالب نہ ہو تو پانی طلب نہ کرے

(وَلَيْسَ عَلَى الْمُتَيَمِّمِ طَلَبُ الْمَاءِ إِذَا لَمْ يَغْلِبْ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّ بِقُرْبِهِ مَاءً) لِأَنَّ الْغَالِبَ عَدَمُ الْمَاءِ فِي الْفَلَوَاتِ، وَلَا دَلِيلَ عَلَى الْوُجُودِ فَلَمْ يَكُنْ وَاجِدًا لِلْمَاءِ (وَإِنْ غَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّ هُنَاكَ مَاءً لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَتَيَمَّمَ حَتَّى يَطْلُبَهُ) لِأَنَّهُ وَاجِدٌ لِلْمَاءِ نَظَرًا إِلَى الدَّلِيلِ، ثُمَّ يَطْلُبُ مِقْدَارَ الْغَلْوَةِ وَلَا يَبْلُغُ مِيلًا كَيْ لَا يَنْقَطِعَ عَنْ رُفْقَتِهِ .

(وَإِنْ كَانَ مَعَ رَفِيقِهِ مَاءٌ طَلَبَ مِنْهُ قَبْلَ أَنْ يَتَيَمَّمَ) لِعَدَمِ الْمَنْعِ غَالِبًا، فَإِنْ مَنَعَهُ مِنْهُ تَيَمَّمَ لِتَحَقُّقِ الْعَجْزِ (وَلَوْ تَيَمَّمَ قَبْلَ الطَّلَبِ أَجْزَأَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) لِأَنَّهُ لَا يَلْزَمُهُ الطَّلَبُ مِنْ مِلْكِ الْغَيْرِ، وَقَالَا لَا يُجْزِيهِ لِأَنَّ الْمَاءَ مَبْذُولٌ عَادَةً (وَلَوْ أَبَى أَنْ يُعْطِيَهُ إِلَّا بِثَمَنِ الْمِثْلِ وَعِنْدَهُ ثَمَنُهُ لَا يُجْزِئُهُ التَّيَمُّمُ) لِتَحَقُّقِ الْقُدْرَةِ وَلَا يَلْزَمُهُ تَحَمُّلُ الْغَبْنِ الْفَاحِشِ لِأَنَّ الضَّرَرَ مُسْقِطٌ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اور تیمم کرنے والے کو جب پانی کے قریب نہ ہونے کا غالب گمان ہو تو اس پر پانی کا طلب کرنا ضروری نہیں۔کیونکہ جنگلوں میں غالب گمان یہی ہے کہ پانی قریب نہ ہوگا۔اور قریب ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔لہٰذا وہ پانی کو پانے والا نہیں ہے اور اگر اسے غالب گمان ہو کہ پانی یہاں ہے تو اس کے لئے تیمم کرنا جائز نہیں حتیٰ کہ وہ اسے طلب کرے۔کیونکہ اس دلیل کے پیش نظر وہ پانی کو پانے والا ہے۔پھر وہ ایک غلوہ (تیر چلانے کی ابتداء سے انتہاء تک کا درمیانی فاصلہ) پانی تلاش کرے۔اور ایک میل تک نہ جائے تاکہ اپنے ساتھیوں سے جدا نہ ہو جائے۔

اور اگر اس کے ساتھی کے پاس پانی ہو تو وہ تیمم کرنے سے پہلے اس سے پانی طلب کرے۔کیونکہ عام طور پر پانی سے منع نہیں کیا جاتا۔اور اگر اس نے منع کیا تو وہ تیمم کرے کیونکہ عذر ثابت ہو گیا۔اور اگر طلب کرنے سے پہلے ہی اس نے تیمم کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کافی ہے۔کیونکہ غیر کی ملکیت سے طلب کرنا لازم نہیں۔اور صاحبین نے کہا کہ کافی نہیں ہوگا۔کیونکہ پانی عام طور پر خرچ کیا جاتا ہے۔اور اگر اس نے پانی دینے سے انکار کیا مگر ثمن مثلی کے ساتھ دینے پر راضی ہوا۔اور وہ شخص ثمن مثل کا مالک بھی ہے۔اسی لئے تیمم کافی نہ ہوگا۔کیونکہ قدرت ثابت ہو گئی۔اور غبن فاحش (زیادہ قیمت لینا) کا برداشت کرنا اس سے لازم نہیں آتا کیونکہ نقصان کو ساقط کیا گیا ہے۔اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

﴿یہ باب موزوں پر مسح کرنے کے بیان میں ہے﴾

خف ''موزہ'' کا معنی

لغت عرب میں لفظ ''خف'' کا معنی ''موزہ'' ہے۔ یہ خفیف سے ہے جس کا لغوی معنی ہے ''ہلکا'' پھر یتلا، اس کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ موزے جوتوں کی بہ نسبت ہلکے ہوتے ہیں اسی وجہ سے انہیں موزے کہا جاتا ہے۔ جبکہ اصطلاح شرع میں چمڑے کے بنے ہوئے وہ موزے جنہیں پہنا جاسکے اور وہ پاؤں میں ٹھہر سکیں وہ موزے کہلاتے ہیں۔

تیمم کے بعد موزوں پر مسح کے باب کی مطابقت

اس سے پہلے مصنف نے تیمم کا باب ذکر کیا ہے۔ جو وضو کا خلیفہ ہے۔ اس کے بعد یہاں سے مصنف موزوں پر مسح کرنے کو بیان کر رہے ہیں جو وضو کا خلیفہ نہیں بلکہ وضو کے ایک رکن یعنی پاؤں کو دھونے کا خلیفہ ہے۔

موزوں پر مسح کرنے والے باب کی ماقبل باب یعنی باب تیمم کے ساتھ مطابقت یہ ہے۔ یہ دونوں ابواب فرع ہونے میں مشترک ہیں۔ یعنی جس طرح تیمم (مٹی) پانی کی فرع ہے۔ اسی طرح مسح دھونے کی فرع ہے۔ دوسری مطابقت یہ ہے کہ جس طرح تیمم میں مسح کیا جاتا ہے اسی طرح موزوں پر بھی مسح کیا جاتا ہے۔ تیسری مطابقت یہ ہے کہ جس طرح تیمم مقید و موقت ہے اسی طرح موزوں پر مسح کرنا بھی مقید و موقت ہے۔ البتہ موزوں کے مسح والے باب کو تیمم کے باب سے مؤخر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تیمم کل یعنی وضو کی فرع ہے اور موزوں پر مسح کل کی فرع نہیں بلکہ بعض یعنی پاؤں دھونے کی فرع ہے۔ لہٰذا جو کل اعضاء کا خلیفہ بنا اسے اس کے مقام علو کی وجہ سے مقدم کیا اور جو جزئی مرتبہ پر فائز تھا اسے اس کے مقام کے مطابق تیمم سے مؤخر اور اس کے ساتھ ہی بعد میں ذکر کر دیا۔

موزے پر مسح کرنا حدیث سے ثابت ہے:

حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سے اترے اور چلے یہاں تک کہ اندھیری رات میں نظروں سے چھپ گئے۔ پھر لوٹ کر آئے تو میں نے ڈول سے پانی ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ دھویا۔ آپ نے اون کا جبہ پہن رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہاتھ آستینوں سے باہر نکالنا مشکل ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیچے سے ہاتھوں کو باہر نکال کر دھویا اور سر پر مسح کیا۔ پھر میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے اتارنے کے لئے جھکا، تو آپ نے فرمایا: رہنے دو۔ میں نے ان کو طہارت پر پہنا ہے اور

ان دونوں پر بھی مسح کیا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۸)

اہل سنت وجماعت کے بارے میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال:

امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اہل سنت کون ہیں تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا: جو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے۔ اور وہ موزوں پر مسح کرے۔

اس سے یہ سوال پیدا ہوا کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسح کا انکار نقل کیا گیا ہے تو اس جواب یہ ہے کہ اس کا رجوع ثابت ہے۔ اور وہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول "المائدہ" کے بعد تک موزوں پر مسح کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ان کے شاگرد عطاء بن ابی رباح سے نقل کیا گیا تھا اور انہوں نے بعد میں اس سے رجوع کرلیا تھا۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص ۲۲٦، بیروت)

اہل روافض وخوارج کا انکار مسح:

موزوں پر مسح کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ شیعہ اور خوارج کے سوا اس کے جواز پر پوری امت کا اجماع ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت نے اس بات کی تصریح کی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے موزوں پر مسح کرنا تواتر سے ثابت ہے۔ بعض محدثین نے اس کے راویوں کی تعداد اسی 80 لکھی ہے۔ جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ اس بارے میں سب سے صحیح حدیث حضرت جریر کی ہے کہ انہوں نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ ایسا کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو فرمایا اور اپنے موزوں پر مسح کیا چونکہ حضرت جریر سورہ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے اس لئے لوگ ان کی روایت کو زیادہ معتبر مانتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

موزوں پر مسح کرنے کا منکر بدعتی ہے

(اَلْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ جَائِزٌ بِالسُّنَّةِ) وَالْاَخْبَارُ فِيهِ مُسْتَفِيضَةٌ حَتّٰى قِيلَ إِنَّ مَنْ لَمْ يَرَهُ كَانَ مُبْتَدِعًا لٰكِنَّ مَنْ رَآهُ ثُمَّ لَمْ يَمْسَحْ آخِذًا بِالْعَزِيمَةِ كَانَ مَأْجُورًا، وَيَجُوزُ (مِنْ كُلِّ حَدَثٍ مُوجِبٍ لِلْوُضُوءِ إِذَا لَبِسَهُمَا عَلٰى طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ ثُمَّ أَحْدَثَ) خَصَّهُ بِحَدَثٍ مُوجِبٍ لِلْوُضُوءِ لِاَنَّهُ لَا مَسْحَ مِنَ الْجَنَابَةِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَبِحَدَثٍ مُتَاَخِّرٍ لِاَنَّ الْخُفَّ عُهِدَ مَانِعًا، وَلَوْ جَوَّزْنَاهُ بِحَدَثٍ سَابِقٍ كَالْمُسْتَحَاضَةِ إِذَا لَبِسَتْ عَلَى السَّيَلَانِ ثُمَّ خَرَجَ الْوَقْتُ وَالْمُتَيَمِّمُ إِذَا لَبِسَ ثُمَّ رَاَى الْمَاءَ كَانَ رَافِعًا .

ترجمہ دونوں موزوں پر مسح کرنا ثبوت سنت کے ساتھ جائز ہے۔ اور احادیث اس بارے میں اتنی زیادہ ہیں کہ یہاں تک کہا جاتا

جس نے موزوں پر مسح نہ کیا ہو بدعتی ہے۔ لیکن جس نے مسح کرنے کو جائز سمجھا پھر عزیمت پر عمل کرتے ہوئے مسح نہ کیا ہو تو اب پائے گا۔ اور ہر وہ حدث جو وضو کو واجب کرنے والا ہے جبکہ دونوں موزوں کو طہارت کاملہ کے ساتھ پہنا ہو پھر حدث لاحق ہو تو ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ اس حکم کو صرف ایسے حدث کے ساتھ خاص کیا ہے جو وضو کو واجب کرنے والا ہے کیونکہ جنابت کے حدث پر مسح کرنا جائز نہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اسے بھی بیان کریں گے۔ اور ایسے حدث کے ساتھ جو بعد میں واقع ہو کیونکہ موزہ (حدث) کو روکنے والا ہے۔ اور اگر ہم حدث سابق کو جائز قرار دیں جس طرح استحاضہ والی عورت ہے۔ کہ جب اس نے موزہ پہنا پھر وقت نکل گیا۔ ایسے ہی جب تیمم کرنے والے نے تیمم کیا اور موزوں کو پہنا اور پھر پانی دیکھا تو وہ (موزہ) حدث کو رفع کرنے والا ہے۔

موزوں کا طہارت کاملہ پر پہننا

وَقَوْلُهُ اِذَا لَبِسَهُمَا عَلٰى طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ لَا يُفِيدُ اشْتِرَاطَ الْكَمَالِ وَقْتَ اللُّبْسِ بَلْ وَقْتَ الْحَدَثِ وَهُوَ الْمَذْهَبُ عِنْدَنَا، حَتّٰى لَوْ غَسَلَ رِجْلَيْهِ وَلَبِسَ خُفَّيْهِ ثُمَّ اَكْمَلَ الطَّهَارَةَ ثُمَّ اَحْدَثَ يُجْزِئُهُ الْمَسْحُ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْخُفَّ مَانِعٌ حُلُوْلَ الْحَدَثِ بِالْقَدَمِ فَيُرَاعٰى كَمَالُ الطَّهَارَةِ وَقْتَ الْمَنْعِ حَتّٰى لَوْ كَانَتْ نَاقِصَةً عِنْدَ ذٰلِكَ كَانَ الْخُفُّ رَافِعًا ۔

(وَيَجُوْزُ لِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَلِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (يَمْسَحُ الْمُقِيْمُ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَالْمُسَافِرُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا) قَالَ (وَابْتِدَاؤُهَا عَقِيْبَ الْحَدَثِ) لِاَنَّ الْخُفَّ مَانِعٌ سِرَايَةَ الْحَدَثِ فَتُعْتَبَرُ الْمُدَّةُ مِنْ وَقْتِ الْمَنْعِ ۔

موزوں کو طہارت کاملہ پر پہنا ہو تو ان کے پہننے کے وقت کمال طہارت کی شرط کا فائدہ نہیں۔ بلکہ بوقت حدث شرط ہے اور یہی ہمارے نزدیک ہے۔ اگر اس نے دونوں پاؤں دھوئے اور پھر موزوں کو پہنا طہارت پوری ہوگئی۔ پھر اسے حدث لاحق ہوا تو اس کے لئے مسح کرنا کافی ہوگا۔ کیونکہ موزہ حدث کو قدم میں حلول کرنے کو روکتا ہے۔ لہٰذا منع کے وقت کمال طہارت کی رعایت کی جائے گی۔ اور اگر اس وقت طہارت ناقص ہوئی تو موزہ رافع حدث ہوگا۔

اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں موزوں پر کرنا جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مقیم ایک دن ایک رات کے لئے مسح کرے اور مسافر تین دن اور تین راتوں کے لئے مسح کرے۔ ☆ اور مسح کی ابتداء حدث کے بعد ہوتی ہے کیونکہ موزہ ہی حدث کی سرایت کو روکنے والا ہے۔ لہٰذا مدت منع (حدث) کے وقت سے اعتبار کی جائے گی۔

موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ

(وَالْمَسْحُ عَلٰى ظَاهِرِهِمَا خُطُوْطًا بِالْاَصَابِعِ، يَبْدَاُ مِنْ قِبَلِ الْاَصَابِعِ اِلَى السَّاقِ) لِحَدِيْثِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى خُفَّيْهِ وَمَدَّهُمَا مِنْ

الْاَصَابِعِ اِلَى اَعْلَاهُمَا مَسْحَةً وَاحِدَةً، وَكَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَى اَثَرِ الْمَسْحِ عَلَى خُفِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطُوطًا بِالْاَصَابِعِ) ثُمَّ الْمَسْحُ عَلَى الظَّاهِرِ حَتْمٌ حَتّٰى لَا يَجُوزَ عَلَى بَاطِنِ الْخُفِّ وَعَقِبِهِ وَسَاقِهِ لِاَنَّهُ مَعْدُولٌ بِهِ عَنِ الْقِيَاسِ فَيُرَاعٰى فِيهِ جَمِيعُ مَا وَرَدَ بِهِ الشَّرْعُ، وَالْبُدَاءَةُ مِنَ الْاَصَابِعِ اسْتِحْبَابٌ اعْتِبَارًا بِالْاَصْلِ وَهُوَ الْغُسْلُ (وَفَرْضُ ذٰلِكَ مِقْدَارُ ثَلَاثِ اَصَابِعَ مِنْ اَصَابِعِ الْيَدِ) وَقَالَ الْكَرْخِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ اَصَابِعِ الرِّجْلِ، وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ اعْتِبَارًا لِاٰلَةِ الْمَسْحِ

اور مسح دونوں موزوں کے ظاہر پر کیا جائے اور اس طرح انگلیوں کے خطوط، (پاؤں) کی انگلیوں سے لے کر پنڈلی تک کیا جائے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں موزوں پر رکھے اور ان کو انگلیوں سے دونوں پاؤں کی اوپر والی جانب کھینچا۔ ایک بار مسح کیا اور میں مسح کے اثر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزوں پر انگلیوں کے خطوط کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔

موزے کے ظاہر پر مسح کرنا جائز ہے۔ موزے کے باطن اور موزے کی پنڈلی پر مسح کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہاں قیاس سے اعراض کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس میں حکم شرعی جس طرح وارد ہوا اسی طرح اس کی رعایت کی جائے گی۔ اور مسح کی ابتداء انگلیوں سے مستحب اس لئے ہے کہ اس کو اصل یعنی دھونے پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور ہاتھ کی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا فرض ہے۔ اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ پاؤں کی تین انگلیاں ہیں اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ وہی آلہ مسح ہیں۔

سوراخ والے موزوں کے بارے میں حکم شرعی

(وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى خُفٍّ فِيهِ خَرْقٌ كَبِيرٌ يُبَيِّنُ مِنْهُ قَدْرَ ثَلَاثِ اَصَابِعَ مِنْ اَصَابِعِ الرِّجْلِ، فَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ جَازَ) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لَا يَجُوزُ وَاِنْ قَلَّ لِاَنَّهُ لَمَّا وَجَبَ غَسْلُ الْبَادِي وَجَبَ غَسْلُ الْبَاقِي .

وَلَنَا اَنَّ الْخِفَافَ لَا تَخْلُو عَنْ قَلِيلِ خَرْقٍ عَادَةً فَيَلْحَقُهُمُ الْحَرَجُ فِي النَّزْعِ وَتَخْلُو عَنِ الْكَبِيرِ فَلَا حَرَجَ، وَالْكَبِيرُ اَنْ يَنْكَشِفَ قَدْرُ ثَلَاثَةِ اَصَابِعَ مِنْ اَصَابِعِ الرِّجْلِ اَصْغَرُهَا هُوَ الصَّحِيحُ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِي الْقَدَمِ هُوَ الْاَصَابِعُ وَالثَّلَاثُ اَكْثَرُهَا فَيُقَامُ مَقَامَ الْكُلِّ، وَاعْتِبَارُ الْاَصْغَرِ لِلْاِحْتِيَاطِ وَلَا مُعْتَبَرَ بِدُخُولِ الْاَنَامِلِ اِذَا كَانَ لَا يَنْفَرِجُ عِنْدَ الْمَشْيِ، وَيُعْتَبَرُ هٰذَا الْمِقْدَارُ فِي كُلِّ خُفٍّ عَلٰى حِدَةٍ فَيُجْمَعُ الْخَرْقُ فِي خُفٍّ وَاحِدٍ وَلَا يُجْمَعُ فِي خُفَّيْنِ لِاَنَّ الْخَرْقَ فِي اَحَدِهِمَا لَا يَمْنَعُ قَطْعَ السَّفَرِ بِالْاٰخَرِ، بِخِلَافِ النَّجَاسَةِ الْمُتَفَرِّقَةِ لِاَنَّهُ حَامِلٌ لِلْكُلِّ وَانْكِشَافُ الْعَوْرَةِ نَظِيرُ النَّجَاسَةِ .

ترجمہ اور جو موزہ پاؤں کی تین انگلیوں کی مقدار سے بھی زیادہ پھٹا ہوا ہو اس پر مسح کرنا جائز نہیں۔ اگر تین انگلیوں کی مقدار سے کم پھٹا ہوا ہے تو مسح کرنا جائز ہے۔ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر چہ قلیل پھٹا ہوا ہو اس پر مسح کرنا جائز نہیں کیونکہ جب ظاہر کا دھونا واجب ہو گیا تو باقی کا دھونا بھی واجب ہو گیا۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ موزے عام طور پر معمولی پھٹن سے خالی نہیں ہوتے۔ لہٰذا ان کے اتارنے میں حرج لازم آنے گا اور زیادہ پھٹن سے خالی ہوتے ہیں پس ان میں کوئی حرج لازم نہیں آئے گا۔ اور زیادہ پھٹنے کا اعتبار یہ ہے کہ وہ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار کھل جائے۔ کیونکہ قدم میں اصل یہی تین انگلیاں ہیں۔ اور یہی تین ہی اس کا اکثر ہیں۔ لہٰذا اکثر کل کے قائم مقام ہوگا۔ اور چھوٹی انگلیوں کا اعتبار احتیاط کی وجہ سے ہے۔ اور پوروں کے دخول کا کوئی اعتبار نہیں۔ جبکہ وہ چلتے وقت نہ کھلیں اور اس مقدار کا اعتبار ہر موزے میں علیحدہ کیا جائے گا۔ اسی طرح ایک موزے کے شگاف جمع کیے جائیں اور دونوں موزوں کے شگاف جمع نہ کیے جائیں۔ کیونکہ ایک میں شگاف ہونا دوسرے کے اندر شگاف ہونے کو سفر میں مانع نہیں۔ جبکہ متفرق نجاست میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ شخص پوری نجاست کو اٹھانے والا ہے۔ اور ستر کا کھلنا نجاست کی مثال ہے۔

جنبی کے لئے موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں

(وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ لِمَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ) لِحَدِيثِ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ (كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفْرًا أَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهَا إِلَّا عَنْ جَنَابَةٍ، وَلَكِنْ مِنْ بَوْلٍ أَوْ غَائِطٍ أَوْ نَوْمٍ) وَلِأَنَّ الْجَنَابَةَ لَا تَتَكَرَّرُ عَادَةً فَلَا حَرَجَ فِي النَّزْعِ، بِخِلَافِ الْحَدَثِ لِأَنَّهُ يَتَكَرَّرُ.

ترجمہ اور جس شخص پر غسل واجب ہو اس کے لئے موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم ارشاد فرمایا: کہ ہم اپنے موزوں کو سفر کی حالت میں تین دن اور تین راتوں تک نہ اتاریں مگر جب جنابت لاحق ہو جائے۔ ☆ لیکن جب پیشاب، پاخانہ یا نیند (سے حدث لاحق ہو جائے تو موزوں کو نہ اتارا جائے) کیونکہ جنابت بار بار نہیں آتی۔ لہٰذا موزہ اتارنے میں کوئی حرج لازم نہ آئے گا بخلاف حدث کے کیونکہ وہ بار بار ہوتا ہے۔

موزوں کے مسح کو توڑنے والی اشیاء

(وَيَنْقُضُ الْمَسْحَ كُلُّ شَيْءٍ يَنْقُضُ الْوُضُوءَ) لِأَنَّهُ بَعْضُ الْوُضُوءِ (وَيَنْقُضُهُ أَيْضًا نَزْعُ الْخُفِّ) لِسِرَايَةِ الْحَدَثِ إِلَى الْقَدَمِ حَيْثُ زَالَ الْمَانِعُ، وَكَذَا نَزْعُ أَحَدِهِمَا لِتَعَذُّرِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْغَسْلِ وَالْمَسْحِ فِي وَظِيفَةٍ وَاحِدَةٍ (وَكَذَا مُضِيُّ الْمُدَّةِ) لِمَا رَوَيْنَا.

(وَإِذَا تَمَّتْ الْمُدَّةُ نَزَعَ خُفَّيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ وَصَلَّى وَلَيْسَ عَلَيْهِ إِعَادَةُ بَقِيَّةِ الْوُضُوءِ) وَكَذَا إِذَا نَزَعَ قَبْلَ الْمُدَّةِ لِأَنَّ عِنْدَ النَّزْعِ يَسْرِي الْحَدَثُ السَّابِقُ إِلَى الْقَدَمَيْنِ كَأَنَّهُ لَمْ يَغْسِلْهُمَا،

وَحُكْمُ النَّزْعِ يَثْبُتُ بِخُرُوجِ الْقَدَمِ اِلَى السَّاقِ لِاَنَّهُ لَا مُعْتَبَرَ بِهِ فِي حَقِّ الْمَسْحِ، وَكَذَا بِاَكْثَرِ الْقَدَمِ هُوَ الصَّحِيحُ .

ہر وہ چیز جو وضو کو توڑ دیتی ہے وہ مسح کو بھی توڑ دیتی ہے کیونکہ مسح وضو کا جز ہے۔ اور اسی طرح موزے کا اتارنا بھی مسح کو توڑ دیتا ہے۔ کیونکہ اس طرح حدث قدم میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور مانع حدث زائل ہو گیا۔ اور اسی طرح ان دونوں موزوں میں سے کسی ایک کا اتارنا کیونکہ ایک وقت میں غسل اور مسح کا جمع ہونا متعذر ہے۔ جیسے موزہ کی مدت میں گزرا ہے اور جو ہم روایت کر چکے ہیں۔

اور جب مسح کی مدت پوری ہو جائے تو وہ موزوں کو اتارے اور اپنے پاؤں دھوئے اور نماز پڑھے اور باقی وضو کا اعادہ اس پر لازم نہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے اس نے مدت سے پہلے موزوں کو اتارا۔ تو موزوں کے اتارنے کے وقت حدث سابق دونوں قدموں کی طرف سرایت کر جائے گا۔ جس طرح اس نے دونوں پاؤں کو دھویا ہی نہیں۔ اور جب موزہ پنڈلی تک قدم سے نکل آیا تو موزے کے اترنے کا حکم ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ مسح کے حق میں پنڈلی معتبر نہیں۔ اور صحیح روایت کے مطابق اکثر قدم کا نکلنا بھی (موزہ کے اترنے کے حکم کو ثابت کرتا ہے)۔

موزے پر مسح کی ابتداء وانتہاء کے بارے میں حکم

(وَمَنْ ابْتَدَاَ الْمَسْحَ وَهُوَ مُقِيمٌ فَسَافَرَ قَبْلَ تَمَامِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ مَسَحَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا) عَمَلًا بِاِطْلَاقِ الْحَدِيثِ، وَلِاَنَّهُ حُكْمٌ مُتَعَلِّقٌ بِالْوَقْتِ فَيُعْتَبَرُ فِيهِ آخِرُهُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اسْتَكْمَلَ الْمُدَّةَ لِلْاِقَامَةِ ثُمَّ سَافَرَ لِاَنَّ الْحَدَثَ قَدْ سَرَى اِلَى الْقَدَمِ وَالْخُفُّ لَيْسَ بِرَافِعٍ .

(وَلَوْ اَقَامَ وَهُوَ مُسَافِرٌ اِنْ اسْتَكْمَلَ مُدَّةَ الْاِقَامَةِ نَزَعَ) لِاَنَّ رُخْصَةَ السَّفَرِ لَا تَبْقَى بِدُونِهِ (وَاِنْ لَمْ يَسْتَكْمِلْ اَتَمَّهَا) لِاَنَّ هٰذِهِ مُدَّةُ الْاِقَامَةِ وَهُوَ مُقِيمٌ .

اور جب مقیم نے مسح کیا اور ایک دن اور ایک رات کی مدت پوری کرنے سے پہلے ہی وہ مسافر ہو گیا تو وہ تین دن اور تین راتیں مسح کرے گا۔ کیونکہ (حکم) حدیث اس کے بارے میں مطلق ہے۔ اور اس لئے بھی کہ یہ حکم وقت کے ساتھ متعلق ہے لہٰذا اس کے آخر کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اگر اس نے مدت اقامت مکمل کر لی پھر وہ مسافر ہوا تو اب اس کے لئے مدت سفر پوری کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ حدث قدم میں سرایت کر چکا ہے اور موزہ حدث کو اٹھانے والا نہیں۔

اور اگر مسافر ماسح مقیم ہو گیا تو وہ مدت اقامت پوری کرے گا۔ کیونکہ سفر کی رخصت سفر کے بغیر باقی نہیں رہتی۔ جبکہ اس نے ایک دن اور ایک رات کی مدت کو پورا نہ کیا تو وہ اسی مدت کو پورا کرے گا۔ کیونکہ یہی مدت اقامت ہے اور وہ شخص مقیم ہے۔

جرموق کے بارے میں مسح کا حکم

قَالَ (وَمَنْ لَبِسَ الْجُرْمُوقَ فَوْقَ الْخُفِّ مَسَحَ عَلَيْهِ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَاِنَّهُ يَقُولُ:

الْبَدَلُ لَا يَكُونُ لَهُ بَدَلٌ .

وَلَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَسَحَ عَلَى الْجُرْمُوقَيْنِ) وَلِاَنَّهُ تَبَعٌ لِلْخُفِّ اسْتِعْمَالًا وَغَرَضًا فَصَارَا كَخُفٍّ ذِي طَاقَيْنِ وَهُوَ بَدَلٌ عَنِ الرِّجْلِ لَا عَنِ الْخُفِّ، بِخِلَافِ مَا اِذَا لَبِسَ الْجُرْمُوقَ بَعْدَمَا اَحْدَثَ لِاَنَّ الْحَدَثَ حَلَّ بِالْخُفِّ فَلَا يَتَحَوَّلُ اِلَى غَيْرِهِ، وَلَوْ كَانَ الْجُرْمُوقُ مِنْ كِرْبَاسٍ لَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَيْهِ لِاَنَّهُ لَا يَصْلُحُ بَدَلًا عَنِ الرِّجْلِ اِلَّا اَنْ تَنْفُذَ الْبِلَّةُ اِلَى الْخُفِّ

جس شخص نے موزے پر جرموق پہنا تو وہ جرموق پر مسح کرے۔ جبکہ امام شافعی ؒ نے کہا کہ کوئی بدل صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس کا کوئی اور بدل ہو۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جرموقین پر مسح کیا۔ کیونکہ جرموق استعمال ومقصد میں موزے کے تابع ہے۔ اس کی وہی غرض اور وہی استعمال ہے۔ لہٰذا یہ بھی دو طاقوں والے موزے کی طرح ہو گیا۔ اور جرموق پاؤں کا بدل ہے موزے کا بدل نہیں۔ بخلاف اس کے کہ جب جرموق حدث کے بعد پہنا ہو اور حدث موزے میں حلول کر جاتا ہے اور اس کے غیر میں حلول نہیں کرتا۔ اور اگر جرموق سوتی کپڑے کے ہوں تو اس پر مسح کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ پاؤں کا بدل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر جب تری موزے تک پھیل جائے۔

جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں:

(وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يَكُونَا مُجَلَّدَيْنِ اَوْ مُنَعَّلَيْنِ، وَقَالَا: يَجُوزُ اِذَا كَانَا ثَخِينَيْنِ لَا يَشِفَّانِ) لِمَا رُوِيَ اَنَّ (النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى جَوْرَبَيْهِ)، وَلِاَنَّهُ يُمْكِنُهُ الْمَشْيُ فِيهِ اِذَا كَانَ ثَخِينًا، وَهُوَ اَنْ يَسْتَمْسِكَ عَلَى السَّاقِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُرْبَطَ بِشَيْءٍ فَاَشْبَهَ الْخُفَّ .

وَلَهُ اَنَّهُ لَيْسَ فِي مَعْنَى الْخُفِّ لِاَنَّهُ لَا يُمْكِنُ مُوَاظَبَةُ الْمَشْيِ فِيهِ اِلَّا اِذَا كَانَ مُنَعَّلًا وَهُوَ مَحْمَلُ الْحَدِيثِ، وَعَنْهُ اَنَّهُ رَجَعَ اِلَى قَوْلِهِمَا وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى .

(وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَالْبُرْقُعِ وَالْقُفَّازَيْنِ) لِاَنَّهُ لَا حَرَجَ فِي نَزْعِ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ وَالرُّخْصَةُ لِدَفْعِ الْحَرَجِ .

اور امام اعظم ؒ کے نزدیک جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔ مگر جب وہ مجلد ہوں یا منعل ہوں اور صاحبین نے کہا ہے کہ جائز ہے۔ اور صاحبین کا جواز اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ دونوں سخت موٹے کپڑے (جس سے پانی کی تری پاؤں تک نہ پہنچے) بغیر پکڑے اترنے والے نہ ہوں۔ کیونکہ جو روایت نبی کریم ﷺ سے بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے جرابوں پر مسح کیا۔ اور ایسے موزے پہن کر چلنا ممکن ہے جو موٹے ہوں اور وہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہر جائیں۔ لہٰذا وہ جوراب موزہ کے مشابہ ہو

گیا۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ موزہ کے معنی میں نہیں ہے۔ کیونکہ چلنے والے کی مواظبت ممکن نہیں مگر جب وہ منعل ہو۔ اور یہی حدیث کا محمل ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت صاحبین کے قول کی طرف رجوع کی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

عمامہ، ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔ کیونکہ ان چیزوں کو اتارنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور رخصت حرج کو دور کرنے کے لئے تھی۔

پٹی پر مسح کرنا جائز ہے

(وَيَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجَبَائِرِ وَإِنْ شَدَّهَا عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَعَلَهُ وَأَمَرَ عَلِيًّا بِهِ، وَلِأَنَّ الْحَرَجَ فِيهِ فَوْقَ الْحَرَجِ فِي نَزْعِ الْخُفِّ فَكَانَ أَوْلَى بِشَرْعِ الْمَسْحِ، وَيَكْتَفِي بِالْمَسْحِ عَلَى أَكْثَرِهَا ذَكَرَهُ الْحَسَنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَلَا يَتَوَقَّتُ لِعَدَمِ التَّوْقِيتِ بِالتَّوْقِيتِ .

(وَإِنْ سَقَطَتِ الْجَبِيرَةُ عَنْ غَيْرِ بُرْءٍ لَا يَبْطُلُ الْمَسْحُ) لِأَنَّ الْعُذْرَ قَائِمٌ وَالْمَسْحُ عَلَيْهَا كَالْغَسْلِ لِمَا تَحْتَهَا مَا دَامَ الْعُذْرُ بَاقِيًا .

(وَإِنْ سَقَطَتْ عَنْ بُرْءٍ بَطَلَ) لِزَوَالِ الْعُذْرِ، وَإِنْ كَانَ فِي الصَّلَاةِ اسْتَقْبَلَ لِأَنَّهُ قَدَرَ عَلَى الْأَصْلِ قَبْلَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ بِالْبَدَلِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اور پٹی پر مسح کرنا جائز ہے اگر چہ اسے بغیر وضو کے باندھا ہو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم دیا ہے۔ ☆ کیونکہ پٹی اتارنے والا حرج تو موزہ اتارنے والے حرج سے بھی بڑا ہے۔ لہٰذا پٹی پر مسح کی مشروعیت زیادہ حقدار ہے۔ اور پٹی کے مسح پر اس کے اکثر پر اکتفاء کیا جائے گا۔ اسی کو امام حسن رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے اور پٹی کا مسح کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں۔ کیونکہ توقیت ہی توقیت کے ساتھ معدوم ہے۔

اور اگر پٹی ٹھیک ہوئے بغیر گر گئی تو مسح باطل نہ ہوگا۔ کیونکہ عذر قائم ہے اور اس پر مسح اس سے نیچے دھونے کی طرح ہے جب تک وہ باقی ہے اس وقت تک یہ مسح بھی باقی ہے۔

اور اگر پٹی ٹھیک ہونے کے بعد گر گئی تو مسح باطل ہو گیا۔ کیونکہ عذر ختم ہو گیا۔ اور نماز میں گر گئی تو نماز نئے سرے سے پڑھے۔ کیونکہ بدل کے ساتھ حصول مقصود سے پہلے ہی وہ اصل پر قادر ہو گیا۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

باب الحیض والاستحاضة

﴿یہ باب حیض اور استحاضہ کے بیان میں ہے﴾

حیض کا شرعی معنی

لغت میں حیض کا معنی سیلان اور بہنا ہے اور اس کا شرعی معنی یہ ہے وہ خون جو کسی صحت مند عورت کے رحم سے نکلتا ہے جبکہ علامہ ازہری نے لکھا ہے کہ حیض وہ خون جو عورت کے بالغ ہونے کے بعد رحم کے گڑھے سے خارج ہوتا ہے۔

(عمدة القاری، ج ۳، ص ۳۷۸، بیروت)

وہ خون جس کو بیماری اور صغرسنی سے پاک عورت کا رحم پھینکے۔ اس تعریف میں رحم کی قید سے خون استحاضہ اور زخم کا خون خارج ہو گیا۔ بیماری سے پاک ہونے کی قید سے خون نفاس خارج ہو گیا کیونکہ نفاس والی عورت مریضہ کے حکم میں ہوتی ہے (یعنی طبعی طور پر اس خون کو بیماری کا خون کہا جائے گا) صغرسنی کی قید بھی اسی لئے لگائی گئی ہے کہ صغرسنی میں آنے والا خون استحاضہ ہوگا۔ کیونکہ صغرسنی میں حیض کا خون نہیں آ سکتا۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص، ۲۸۸، بیروت)

حیض وہ خون جو رحم سے نکلتا ہے اور رحم وہ جگہ ہے جہاں جماع کیا جاتا ہے اور جہاں سے بچہ کی ولادت ہوتی ہے اور استحاضہ وہ خون ہے جو حیض کی کم از کم مدت کے دنوں میں آئے یا حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت کے بعد آئے۔

باب الحیض کی ماقبل باب سے مطابقت ومناسبت:

اس سے پہلے مصنف نے موزوں پر مسح اور پٹی پر مسح کرنے کا اور تیمم کا بیان اور اس سے پہلے وضو وغسل کا بیان ہے۔ سابقہ سارے احکام کا تعلق مردوں اور عورتوں دونوں سے ہے۔ اس لئے ان احکام کو مقدم کیا ہے۔ یہاں پر حیض اور استحاضہ کا بیان ہے جن کا اکثر تعلق عورتوں سے ہے۔ تاہم حالت حیض میں عدم جماع کی ممانعت مردوں سے بھی متعلق ہے۔ لیکن یہ افادہ جزئی ہے۔ حیض واستحاضہ اور نفاس کی کلی افادیت احکام کے اعتبار سے عورتوں سے متعلق ہے۔

حیض کا بیان قرآن وسنت کی روشنی میں:

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی، تو اس کو نہ اپنے ساتھ کھلاتے، نہ گھر میں اس کے ساتھ رہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری پوچھتے ہیں تم سے حیض کے بارے میں، تم کہہ دو کہ حیض پلیدی ہے، تو جدا رہو عورتوں سے حیض کی حالت میں (الآیۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب کام کرو سوا جماع کے۔ یہ خبر یہود کو پہنچی، تو انہوں نے کہا کہ یہ شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) چاہتا ہے کہ ہر بات میں ہمارے

خلاف کرے یہ سن کر سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباد بن بشر رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہود ایسا ایسا کہتے ہیں تو ہم حائضہ عورتوں سے جماع کیوں نہ کریں (یعنی جب یہود ہماری مخالفت کو برا جانتے ہیں اور اس سے جلتے ہیں تو ہمیں بھی اچھی طرح خلاف کرنا چاہیے) یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ (انکے یہ کہنے سے ہم جماع کیوں نہ کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا معلوم ہوا اس لئے کہ خلاف قرآن بات ہے) ہم یہ سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں شخصوں پر غصہ آیا ہے۔ وہ اٹھ کر باہر نکلے، اتنے میں کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ تحفہ کے طور پر بھیجا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پھر بلا بھیجا اور دودھ پلایا تب ان کو معلوم ہوا کہ آپ کا غصہ پر نہ تھا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۷۱، باب حیض)

حیض رخصت شرعیہ کا سبب ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ کی طرف نکلے آپ خواتین کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ تم اکثر اہل دوزخ ہو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے کوئی ناقص عقل اور ناقص دین والی ایسی نہ دیکھی جو کسی محتاط مرد کی عقل کو ضائع کرنے والی ہو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین اور عقل کا نقصان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف کی مثل ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ عورتوں کی عقل کا نقصان ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کو جب حیض آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ ان کے دین کا نقصان ہے۔

(بخاری، ج ۱، ص ۴۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام نہایت آسان اور سہولت پر مبنی ہیں۔ کیونکہ اگر حج ہر سال فرض ہو جاتا تو ادائیگی مشکل ہو جاتی اور کئی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا اور اسی طرح روزے اگر سال بھر یا چھ ماہ فرض ہو جاتے تو کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ ایسے ہی اگر زکوٰۃ نصف مال یا سارے مال کی فرض ہو جاتی تو لوگ ادائیگی نہ کرتے اور ایسے ہی اگر حالت حیض ونفاس میں نماز، روزے کا حکم دیا جاتا تو بھی مشقت ہوتی، اسی طرح باقی تمام احکام میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسانی طاقت کے مطابق احکام لازم کیے ہیں۔ اس قدر آسانیوں کے باوجود بھی اگر کوئی یہ سمجھے کہ شرعی احکام پر عمل کرنا مشکل ہے یا یہ تو مشقت والے احکام ہیں تو پھر اس کی عقل کا قصور ہے۔ اسے اپنی عقل کا علاج کروانا چاہیے۔

استحاضہ رخصت شرعیہ کا سبب نہیں ہے:

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھے استحاضہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خون ایک رگ کا ہے تو غسل کر اور نماز پڑھ۔ پھر وہ ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔ لیث نے کہا کہ ابن شہاب نے یہ نہیں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم کیا تھا بلکہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خود ایسا کیا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۷۹)

حیض کی قلیل وکثیر مدت کا بیان

(اَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا، وَمَا نَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ) لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (اَقَلُّ الْحَيْضِ لِلْجَارِيَةِ الْبِكْرِ وَالثَّيِّبِ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا وَاَكْثَرُهُ عَشَرَةُ اَيَّامٍ) " وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي التَّقْدِيرِ بِيَوْمٍ وَلَيْلَةٍ .

وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يَوْمَانِ وَالْاَكْثَرُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّالِثِ اِقَامَةٌ لِلْاَكْثَرِ مَقَامَ الْكُلِّ .قُلْنَا هٰذَا نَقْصٌ عَنْ تَقْدِيرِ الشَّرْعِ .

(وَاَكْثَرُهُ عَشَرَةُ اَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا وَالزَّائِدُ اسْتِحَاضَةٌ) لِمَا رَوَيْنَا، وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي التَّقْدِيرِ بِخَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا ثُمَّ الزَّائِدُ وَالنَّاقِصُ اسْتِحَاضَةٌ، لِاَنَّ تَقْدِيرَ الشَّرْعِ يَمْنَعُ اِلْحَاقَ غَيْرِهٖ بِهٖ

📖 حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں۔اور جو مدت اس سے کم ہو وہ استحاضہ ہے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بچی باکرہ اور ثیبہ کے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور اس کی راتیں اور اس کی زیادہ مدت دس دن ہے۔اور یہی امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف دلیل ہے کیونکہ وہ ایک دن اور ایک رات کا اندازہ لگاتے ہیں۔اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک ۲ دن اور تیسرے دن سے اکثر کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ہم نے کہا کہ یہ شرعی مقدار سے کم کرنا ہے۔

اور حیض کی اکثر مدت دس اور اس کی راتیں ہیں۔اور جو اس سے زائد ہو وہ استحاضہ ہے۔اسی روایت کی وجہ سے جسے ہم نے روایت کیا ہے۔اور یہی حدیث امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف دلیل ہے۔کہ وہ پندرہ دن کا اندازہ لگاتے ہیں اور جو اس سے زیادہ یا کم ہو وہ استحاضہ ہے۔حالانکہ مقدار شرعی منع کرنے والی ہے کہ اس کے ساتھ کسی غیر کا الحاق کیا جائے۔

خون حیض کی پہچان

(وَمَا تَرَاهُ الْمَرْاَةُ مِنَ الْحُمْرَةِ وَالصُّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ فِي اَيَّامِ الْحَيْضِ حَيْضٌ) حَتّٰى تَرَى الْبَيَاضَ خَالِصًا (وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا تَكُونُ الْكُدْرَةُ حَيْضًا اِلَّا بَعْدَ الدَّمِ) لِاَنَّهُ لَوْ كَانَ مِنَ الرَّحِمِ لَتَاَخَّرَ خُرُوجُ الْكَدِرِ عَنِ الصَّافِي .

وَلَهُمَا مَا رَوَى اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا جَعَلَتْ مَا سِوَى الْبَيَاضِ الْخَالِصِ حَيْضًا وَهٰذَا لَا يُعْرَفُ اِلَّا سَمَاعًا وَفَمُ الرَّحِمِ مَنْكُوسٌ فَيَخْرُجُ الْكَدِرُ اَوَّلًا كَالْجَرَّةِ اِذَا ثُقِبَ اَسْفَلُهَا، وَاَمَّا الْخُضْرَةُ فَالصَّحِيحُ اَنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا كَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْاَقْرَاءِ تَكُونُ حَيْضًا وَيُحْمَلُ عَلَى فَسَادِ الْغِذَاءِ، وَاِنْ كَانَتْ كَبِيرَةً لَا تَرَى غَيْرَ الْخُضْرَةِ تُحْمَلُ عَلَى فَسَادِ الْمَنْبَتِ فَلَا تَكُونُ حَيْضًا

اور جب کوئی عورت سرخی، زردی اور مکدر دیکھے تو وہ حیض ہے۔ حتی کہ خالص سفیدی کو پہنچ جائے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کدرہ حیض نہیں مگر جب وہ خون کے بعد آئے۔ کیونکہ اگر وہ رحم سے آتا تو وہ صافی کے بعد خارج ہوتا۔

اور طرفین کے نزدیک جو روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گئی ہے کہ جو کچھ خالص سفیدی کے سوا ہوتا اسے حیض سمجھتی تھیں۔ اور یہ سنے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ رحم کا منہ اوندھا ہے لہٰذا مکدر پہلے ایسے ہی خارج ہوگا جس طرح گھڑے کے پیندے میں سوراخ کردیا جائے۔ اور جو سبز ہے اس کے بارے میں صحیح روایت یہی ہے کہ جب کسی اہل حیض والی عورت سے دیکھا گیا تو وہ حیض ہے کیونکہ اس کو غذا کا فساد سمجھا جائے گا۔ اور اگر وہ عورت بوڑھی ہے اور سبز رنگ کے سوا دیکھے تو وہ رحم کا فساد سمجھا جائے گا لہٰذا اس صورت میں وہ حیض نہ ہوگا۔

ایام حیض میں حکم شرعی

(وَالْحَيْضُ يُسْقِطُ عَنِ الْحَائِضِ الصَّلَاةَ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهَا الصَّوْمَ وَتَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ) لِقَوْلِ (عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: كَانَتْ اِحْدَانَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَهُرَتْ مِنْ حَيْضِهَا تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ)، وَلِاَنَّ فِي قَضَاءِ الصَّلَاةِ حَرَجًا لِتَضَاعُفِهَا وَلَا حَرَجَ فِي قَضَاءِ الصَّوْمِ

اور حیض عورت سے نماز ساقط کردیتا ہے اور اس پر روزہ رکھنا حرام ہے اور حائض روزے کی قضاء کرے گی نماز کی قضاء بھی نہ کرے گی۔ کیونکہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم میں سے جب کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پاک ہونا ہوتا تو وہ روزوں کی قضاء کرتی اور نمازوں کی قضاء نہ کرتی تھی۔ کیونکہ ان کی قضاء میں حرج ہے کیونکہ وہ (نمازیں) دوگنی ہوجاتی ہیں۔ جبکہ روزوں کی قضاء میں کوئی حرج نہیں۔

جنبی اور حائض کا مسجد میں داخلہ منع ہے

(وَلَا تَدْخُلُ الْمَسْجِدَ) وَكَذَا الْجُنُبُ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (فَاِنِّي لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ) وَهُوَ بِاِطْلَاقِهٖ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي اِبَاحَةِ الدُّخُولِ عَلَى وَجْهِ الْعُبُورِ وَالْمُرُورِ.

اور مسجد میں داخل نہ ہو اور اسی طرح جنبی کے بارے میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس میں مسجد کو حائض اور جنبی کے لئے حلال نہیں ٹھہراتا۔ یہ حدیث اپنے اطلاق کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر حجت ہے کیونکہ ان کے نزدیک مسجد میں داخل ہونا جائز ہے اس دلیل کی وجہ سے کہ مسجدوں سے عبور کرنا اور ان سے گزرنا بھی تو جائز ہے۔

حائض ونفاس اور جنبی کے لئے قرأت قرآن کی ممانعت

(وَلَيْسَ لِلْحَائِضِ وَالْجُنُبِ وَالنُّفَسَاءِ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ) لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا تَقْرَأُ

الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ) وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى مَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الْحَائِضِ، وَهُوَ بِإِطْلَاقِهِ يَتَنَاوَلُ مَا دُوْنَ الْآيَةِ فَيَكُوْنُ حُجَّةً عَلَى الطَّحَاوِيِّ فِي إِبَاحَتِهِ.

اور حائض ونفاس اور جنبی کے لئے قرآن کی قرأت کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حائض اور جنبی قرآن سے کچھ بھی نہ پڑھیں۔ اور یہی روایت امام مالک ؒ کے خلاف حکم حیض میں حجت ہے۔ اور یہ حکم اپنے اطلاق کی وجہ سے آیت کے سوا کو شامل ہے۔ پس یہ امام طحاوی کے خلاف بھی حجت ہے کیونکہ وہ (قرأت قرآن) کو مباح قرار دیتے ہیں۔

حالت جنابت میں قرآن کو چھونا منع ہے

(وَلَيْسَ لَهُمْ مَسُّ الْمُصْحَفِ إِلَّا بِغِلَافِهِ، وَلَا أَخْذُ دِرْهَمٍ فِيْهِ سُوْرَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا بِصُرَّتِهِ وَكَذَا الْمُحْدِثُ لَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ إِلَّا بِغِلَافِهِ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " (لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ) ثُمَّ الْحَدَثُ وَالْجَنَابَةُ حَلَّا الْيَدَ فَيَسْتَوِيَانِ فِي حُكْمِ الْمَسِّ وَالْجَنَابَةُ حَلَّتِ الْفَمَ دُوْنَ الْحَدَثِ فَيَفْتَرِقَانِ فِي حُكْمِ الْقِرَاءَةِ وَغِلَافُهُ مَا يَكُوْنُ مُتَجَافِيًا عَنْهُ دُوْنَ مَا هُوَ مُتَّصِلٌ بِهِ كَالْجِلْدِ الْمُشَرَّزِ هُوَ الصَّحِيْحُ، وَيُكْرَهُ مَسُّهُ بِالْكُمِّ هُوَ الصَّحِيْحُ لِأَنَّهُ تَابِعٌ لَهُ بِخِلَافِ كُتُبِ الشَّرِيْعَةِ لِأَهْلِهَا حَيْثُ يُرَخَّصُ فِي مَسِّهَا بِالْكُمِّ لِأَنَّ فِيْهِ ضَرُوْرَةً، وَلَا بَأْسَ بِدَفْعِ الْمُصْحَفِ إِلَى الصِّبْيَانِ لِأَنَّ فِي الْمَنْعِ تَضْيِيْعَ حِفْظِ الْقُرْآنِ وَفِي الْأَمْرِ بِالتَّطْهِيْرِ حَرَجًا بِهِمْ وَهٰذَا هُوَ الصَّحِيْحُ.

اور مصحف کو غلاف کے بغیر چھونا جائز نہیں۔ اور نہ ہی ایسے درہم کو جس میں سورۃ قرآن ہو مگر اس ہمیانی میں جائز ہے۔ اور اسی طرح بے وضو مصحف کو غلاف کے ساتھ مس کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قرآن پاک کو صرف پاک ہی چھوئے پھر حدث اور جنابت دونوں نے ہاتھ میں حلول کیا ہوا ہے لہٰذا چھونے کے حکم میں دونوں برابر ہیں۔ اور اسی طرح جنابت نے منہ بھی حلول کیا ہوا ہے جبکہ حدث کا حلول منہ میں نہیں۔ لہٰذا حکم قرأت میں دونوں الگ ہوگئے۔ اور غلاف اسے کہتے ہیں جو مصحف سے جدا نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ ہی رہے۔ جیسے جلد مشرز (چولی) ہوتی ہے۔ یہی صحیح روایت ہے اور آستین سے اس کو چھونا مکروہ ہے کیونکہ آستین اسی (ہاتھ) کے تابع ہے۔ جبکہ شرعی کتابوں کو مس کرنے میں رخصت صرف انہی کے لئے ہے جن کے پاس وہ ہیں کیونکہ اس میں ضرورت ہے۔ اور مصحف کا بچوں کو دینا جائز ہے۔ کیونکہ منع کرنے کی وجہ سے حفظ قرآن ضائع ہو جائے گا اور حکم طہارت میں ان کے لئے حرج ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔

انقطاع حیض کے بعد حکم نماز

قَالَ (وَإِذَا انْقَطَعَ دَمُ الْحَيْضِ لِأَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ أَيَّامٍ لَمْ يَحِلَّ وَطْؤُهَا حَتّٰى تَغْتَسِلَ) لِأَنَّ الدَّمَ يَدِرُّ تَارَةً وَيَنْقَطِعُ أُخْرٰى، فَلَا بُدَّ مِنَ الِاغْتِسَالِ لِيَتَرَجَّحَ جَانِبُ الِانْقِطَاعِ (وَلَوْ لَمْ تَغْتَسِلْ

وَمَضَى عَلَيْهَا اَدْنَى وَقْتِ الصَّلَاةِ بِقَدْرِ اَنْ تَقْدِرَ عَلَى الْاِغْتِسَالِ وَالتَّحْرِيمَةُ حَلَّ وَطْؤُهَا) لِاَنَّ الصَّلَاةَ صَارَتْ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا فَطَهُرَتْ حُكْمًا.

(وَلَوْ كَانَ انْقَطَعَ الدَّمُ دُوْنَ عَادَتِهَا فَوْقَ الثَّلَاثِ لَمْ يَقْرَبْهَا حَتّٰى تَمْضِيَ عَادَتُهَا وَاِنِ اغْتَسَلَتْ) لِاَنَّ الْعَوْدَ فِي الْعَادَةِ غَالِبٌ فَكَانَ الْاِحْتِيَاطُ فِي الْاِجْتِنَابِ (وَاِنِ انْقَطَعَ الدَّمُ لِعَشَرَةِ اَيَّامٍ حَلَّ وَطْؤُهَا قَبْلَ الْغُسْلِ) لِاَنَّ الْحَيْضَ لَا مَزِيْدَ لَهُ عَلَى الْعَشَرَةِ اِلَّا اَنَّهُ لَا يُسْتَحَبُّ قَبْلَ الْاِغْتِسَالِ لِلنَّهْيِ فِي الْقِرَاءَةِ بِالتَّشْدِيْدِ.

اور جب حیض کا خون دس دنوں سے پہلے ختم ہو جائے تو اس عورت کے ساتھ جماع جائز نہیں حتیٰ کہ وہ غسل کر لے۔ کیونکہ خون کبھی بہتا ہے اور کبھی ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا غسل کرنا ضروری ہوا تاکہ جانب انقطاع کو ترجیح دی جائے۔ اور اگر اس نے غسل نہیں کیا اور اس پر کم از کم نماز کا وقت گزر گیا یعنی اتنی مقدار میں کہ وہ غسل کر کے تکبیر تحریمہ پڑھ سکتی تھی تو اس سے جماع حلال ہے۔ کیونکہ جب نماز اس کے ذمہ پر بطور قرض ہوئی تو وہ بھی بطور حکم پاک ہوگئی۔

اور اگر خون عورت کے ایام عادت سے کم مدت میں ختم ہوا اگرچہ تین دنوں سے زیادہ مدت ہو تو جماع حلال نہیں اگرچہ وہ عورت غسل ہی کیوں نہ کرلے۔ حتیٰ کہ وہ ایام عادت گزر جائیں۔ کیونکہ عادت میں غالب عادت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ لہٰذا احتیاط پرہیز کرنے میں ہے۔ اور اگر خون دس دن پر ختم ہوا تو غسل کرنے سے پہلے ہی جماع حلال ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حیض دس دنوں سے زیادہ نہیں ہوتا۔ مگر غسل کرنے سے پہلے وطی کرنا مستحب نہیں۔ اسی ممانعت کی وجہ سے جو قرأت میں شد کے ساتھ آئی ہے۔

دو خونوں کے درمیان طہر کا بیان

قَالَ (وَالطُّهْرُ اِذَا تَخَلَّلَ بَيْنَ الدَّمَيْنِ فِي مُدَّةِ الْحَيْضِ فَهُوَ كَالدَّمِ الْمُتَوَالِي) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: وَهٰذِهِ اِحْدَى الرِّوَايَاتِ عَنْ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَوَجْهُهُ اَنَّ اسْتِيْعَابَ الدَّمِ مُدَّةَ الْحَيْضِ لَيْسَ بِشَرْطٍ بِالْاِجْمَاعِ فَيُعْتَبَرُ اَوَّلُهُ وَآخِرُهُ كَالنِّصَابِ فِي بَابِ الزَّكَاةِ، وَعَنْ اَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ رِوَايَتُهُ عَنْ اَبِي حَنِيْفَةَ، وَقِيْلَ هُوَ آخِرُ اَقْوَالِهِ اَنَّ الطُّهْرَ اِذَا كَانَ اَقَلَّ مِنْ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا لَا يَفْصِلُ، وَهُوَ كُلُّهُ كَالدَّمِ الْمُتَوَالِي لِاَنَّهُ طُهْرٌ فَاسِدٌ فَيَكُوْنُ بِمَنْزِلَةِ الدَّمِ، وَالْاَخْذُ بِهٰذَا الْقَوْلِ اَيْسَرُ، وَتَمَامُهُ يُعْرَفُ فِي كِتَابِ الْحَيْضِ.

(وَاَقَلُّ الطُّهْرِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا) هٰكَذَا نُقِلَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ وَاَنَّهُ لَا يُعْرَفُ اِلَّا تَوْقِيْفًا (وَلَا غَايَةَ لِاَكْثَرِهِ) لِاَنَّهُ يَمْتَدُّ اِلٰى سَنَةٍ وَسَنَتَيْنِ فَلَا يَتَقَدَّرُ بِتَقْدِيْرٍ اِلَّا اِذَا اسْتَمَرَّ بِهَا الدَّمُ فَاحْتِيْجَ اِلٰى نَصْبِ الْعَادَةِ، وَيُعْرَفُ ذٰلِكَ فِي كِتَابِ الْحَيْضِ.

اور جب طہر مدت حیض میں دوخونوں کے درمیان واقع ہو جائے تو وہ مسلسل خون کی طرح ہے۔صاحب ہدایہ نے فرمایا: کہ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کردہ روایات میں سے ایک روایت ہے۔اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خون کا مدت حیض کو گھیر لینا بالاجماع شرط نہیں ہے۔لہٰذا اس کے اول اور آخر کا اعتبار کیا جائے گا۔جس طرح زکوٰۃ کے باب میں نصاب زکوٰۃ کا حساب کیا جاتا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا آخری قول ہے۔کہ جب طہر پندرہ دنوں سے کم ہو تو وہ فاصل نہ ہوگا۔اور یہ سب مسلسل خون کی طرح ہے۔کیونکہ یہ طہر فاسد ہے۔لہٰذا خون کے مرتبہ میں ہوگا۔اور اس قول کا اختیار کرنا بہت آسان ہے۔اس کی پوری پہچان (امام محمد رحمۃ اللہ علیہ) کی کتاب الحیض میں ہے۔

اور امام براہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ طہر کی کم از کم مدت پندرہ دن ہے۔اور یہ بات بغیر توقیف کے معلوم نہیں ہو سکتی۔اور طہر کے اکثر کی کوئی انتہاء نہیں۔کیونکہ طہر ایک سال یا دو سال تک بھی لمبا ہو جاتا ہے۔لہٰذا اس کو کسی اندازہ کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا۔مگر جب خون مسلسل آئے اور اسے کتاب الحیض سے معلوم کیا جائے گا۔

استحاضہ کے خون کا بیان

(وَدَمُ الِاسْتِحَاضَةِ) كَالرُّعَافِ الدَّائِمِ لَا يَمْنَعُ الصَّوْمَ وَلَا الصَّلَاةَ وَلَا الْوَطْئَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (تَوَضَّئِي وَصَلِّي وَإِنْ قَطَرَ الدَّمُ عَلَى الْحَصِيرِ) وَإِذَا عُرِفَ حُكْمُ الصَّلَاةِ ثَبَتَ حُكْمُ الصَّوْمِ وَالْوَطْءِ بِنَتِيجَةِ الْإِجْمَاعِ .

(وَلَوْ زَادَ الدَّمُ عَلَى عَشَرَةِ أَيَّامٍ) وَلَهَا عَادَةٌ مَعْرُوفَةٌ دُونَهَا رُدَّتْ إِلَى أَيَّامِ عَادَتِهَا، وَالَّذِي زَادَ اسْتِحَاضَةٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْمُسْتَحَاضَةُ تَدَعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا) وَلِأَنَّ الزَّائِدَ عَلَى الْعَادَةِ يُجَانِسُ مَا زَادَ عَلَى الْعَشَرَةِ فَيَلْحَقُ بِهِ، وَإِنِ ابْتَدَأَتْ مَعَ الْبُلُوغِ مُسْتَحَاضَةً فَحَيْضُهَا عَشَرَةُ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَالْبَاقِي اسْتِحَاضَةٌ لِأَنَّا عَرَفْنَاهُ حَيْضًا فَلَا يَخْرُجُ عَنْهُ بِالشَّكِّ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

اور استحاضہ کا خون نکسیر کے خون کی طرح ہے جو نماز اور جماع سے نہیں روکتا۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو وہ وضو کر اور نماز پڑھ اگرچہ خون بوریہ پر بھی گرے۔اور جب نماز کا حکم معلوم ہو گیا تو روزے اور جماع کا حکم بطور اجماع ثابت ہو گیا۔

اور اگر خون دس دن سے بڑھ گیا حالانکہ اس عورت کی عادت معروفہ دس سے کم تھی تو اسے اس کی عادت کی طرف لوٹایا جائے گا۔اور جو وقت عادت معروفہ سے بڑھ جائے گا وہ استحاضہ ہے۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مستحاضہ حیض والے دنوں میں نماز چھوڑ دے۔اور جو عادت سے زائد ہے وہ اسی کی جنس سے ہے جو دس سے زائد ہے۔(یعنی استحاضہ) لہٰذا اس کو اسی کے ساتھ ملحق کریں گے۔اور اگر وہ مستحاضہ ہو بالغ ہوئی تو اس کا حیض ہر مہینے میں سے دس دن ہوگا اور باقی استحاضہ ہوگا کیونکہ ہم نے اسے حیض ہی پہچانا ہے۔لہٰذا دس میں سے شک کی وجہ سے نکالا جائے گا۔

معذور اور مستحاضہ کے لئے حکم طہارت کا بیان

(وَالْمُسْتَحَاضَةُ وَمَنْ بِهِ سَلَسُ الْبَوْلِ وَالرُّعَافُ الدَّائِمُ وَالْجُرْحُ الَّذِى لَا يَرْقَأُ يَتَوَضَّئُونَ لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ فَيُصَلُّونَ بِذَلِكَ الْوُضُوءِ فِي الْوَقْتِ مَا شَاءُوا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: تَتَوَضَّأُ الْمُسْتَحَاضَةُ لِكُلِّ مَكْتُوبَةٍ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (الْمُسْتَحَاضَةُ تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ) وَلِأَنَّ اعْتِبَارَ طَهَارَتِهَا ضَرُورَةُ أَدَاءِ الْمَكْتُوبَةِ فَلَا تَبْقَى بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْهَا .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (الْمُسْتَحَاضَةُ تَتَوَضَّأُ لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ ☆) وَهُوَ الْمُرَادُ بِالْأَوَّلِ لِأَنَّ اللَّامَ تُسْتَعَارُ لِلْوَقْتِ، يُقَالُ آتِيكَ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ: أَيْ وَقْتِهَا، وَلِأَنَّ الْوَقْتَ أُقِيمَ مَقَامَ الْأَدَاءِ تَيْسِيرًا فَيُدَارُ الْحُكْمُ عَلَيْهِ .

(وَإِذَا خَرَجَ الْوَقْتُ بَطَلَ وُضُوءُهُمْ وَاسْتَأْنَفُوا الْوُضُوءَ لِصَلَاةٍ أُخْرَى) وَهَذَا عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ .

وَقَالَ زُفَرُ: اسْتَأْنَفُوا إِذَا دَخَلَ الْوَقْتُ (فَإِنْ تَوَضَّئُوا حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ أَجْزَأَهُمْ عَنْ فَرْضِ الْوَقْتِ حَتَّى يَذْهَبَ وَقْتُ الظُّهْرِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَزُفَرُ أَجْزَأَهُمْ حَتَّى يَدْخُلَ وَقْتُ الظُّهْرِ .

مستحاضہ اور وہ شخص جس کو مسلسل پیشاب کی بیماری ہو اور جس کو دائمی نکسیر پھوٹتی ہو اور جس کو ایسا زخم ہو جو بھرتا نہ ہو تو ایسے لوگوں کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے وضو کریں گے۔ اور اسی وضو سے اسی وقت اندر کے اندر جس قدر چاہیں فرائض ونوافل پڑھیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مستحاضہ ہر نماز کے لئے وضو کرے گی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مستحاضہ ہر نماز کے لئے وضو کرے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ مستحاضہ کا وضو ادائے فرض کی ضرورت کی بناء پر ہے۔ لہٰذا وہ طہارت ادائے فرض کی فراغت کے بعد باقی نہ رہے گی۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مستحاضہ ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے۔ اور پہلی روایت میں یہی معنی مراد ہے۔ کیونکہ اس میں "لام" وقت کے لئے مستعار لیا گیا ہے۔ جس طرح کہا جاتا ہے "اتیك لصلوۃ" یعنی "وقتها" یعنی میں تیرے پاس نماز کے وقت آؤں گا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ وقت قائم مقام ادا ہے۔ لہٰذا حکم کا مدار اسی پر ہوگا۔

اور جب وقت ختم ہوا تو ان معذروں کا وضو بھی ختم ہو جائے گا۔ اور دوسری نماز کے لئے نیا وضو کریں۔ اور یہی حکم ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے۔ جبکہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب نیا وقت داخل ہوگا تب وہ وضو کریں گے۔ لہٰذا اگر معذروں نے طلوع آفتاب کے وقت وضو کیا تو ان کا یہ وضو نماز ظہر کے جانے تک کافی ہوگا۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ اور امام

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے ان کا وضو کافی ہوگا یہاں تک نماز ظہر کا وقت داخل ہو جائے۔

معذروں کے وضو میں ائمہ احناف کے اختلاف کا حاصل

وَحَاصِلُهُ اَنَّ طَهَارَةَ الْمَعْذُوْرِ تَنْتَقِضُ بِخُرُوْجِ الْوَقْتِ: اَیْ عِنْدَهُ بِالْحَدَثِ السَّابِقِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَبِدُخُوْلِهِ فَقَطْ عِنْدَ زُفَرَ، وَبِاَیِّهِمَا کَانَ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ وَفَائِدَةُ الِاخْتِلَافِ لَا تَظْهَرُ اِلَّا فِیْمَنْ تَوَضَّاَ قَبْلَ الزَّوَالِ کَمَا ذَکَرْنَا اَوْ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ ,لِزُفَرَ اَنَّ اعْتِبَارَ الطَّهَارَةِ مَعَ الْمُنَافِیْ لِلْحَاجَةِ اِلَی الْاَدَاءِ وَلَا حَاجَةَ قَبْلَ الْوَقْتِ فَلَا تُعْتَبَرُ .

وَلِاَبِیْ یُوْسُفَ اَنَّ الْحَاجَةَ مَقْصُوْرَةٌ عَلَی الْوَقْتِ فَلَا تُعْتَبَرُ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ وَلَهُمَا اَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ تَقْدِیْمِ الطَّهَارَةِ عَلَی الْوَقْتِ لِیَتَمَکَّنَ مِنَ الْاَدَاءِ کَمَا دَخَلَ الْوَقْتُ، وَخُرُوْجُ الْوَقْتِ دَلِیْلُ زَوَالِ الْحَاجَةِ، فَظَهَرَ اعْتِبَارُ الْحَدَثِ عِنْدَهُ، وَالْمُرَادُ بِالْوَقْتِ وَقْتُ الْمَفْرُوْضَةِ حَتّٰی لَوْ تَوَضَّاَ الْمَعْذُوْرُ لِصَلَاةِ الْعِیْدِ لَهُ اَنْ یُصَلِّیَ الظُّهْرَ بِهِ عِنْدَهُمَا وَهُوَ الصَّحِیْحُ لِاَنَّهَا بِمَنْزِلَةِ صَلَاةِ الضُّحٰی، وَلَوْ تَوَضَّاَ مَرَّةً لِلظُّهْرِ فِیْ وَقْتِهِ وَاُخْرٰی فِیْهِ لِلْعَصْرِ فَعِنْدَهُمَا لَیْسَ لَهُ اَنْ یُصَلِّیَ الْعَصْرَ بِهِ لِانْتِقَاضِهِ بِخُرُوْجِ وَقْتِ الْمَفْرُوْضَةِ وَالْمُسْتَحَاضَةُ هِیَ الَّتِیْ لَا یَمْضِیْ عَلَیْهَا وَقْتُ صَلَاةٍ اِلَّا وَالْحَدَثُ الَّذِیْ اُبْتُلِیَتْ بِهِ یُوْجَدُ فِیْهِ، وَکَذَا کُلُّ مَنْ هُوَ فِیْ مَعْنَاهَا وَهُوَ مَنْ ذَکَرْنَاهُ وَمَنْ بِهِ اسْتِطْلَاقُ بَطْنٍ وَانْفِلَاتُ رِیْحٍ لِاَنَّ الضَّرُوْرَةَ بِهٰذَا تَتَحَقَّقُ وَهِیَ تَعُمُّ الْکُلَّ .

اس اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک حدث سابق کی وجہ سے خروج وقت سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دخول وقت سے وضو ٹوٹے گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ وضو جاتا رہے گا اس اختلاف کا فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ مگر اس معذور کے بارے میں جس نے زوال سے پہلے وضو کیا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ یا جس نے طلوع شمس سے پہلے وضو کیا۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دلیل یہ ہے کہ منافی کے ہوتے ہوئے بھی طہارت معتبر ہو گی کیونکہ یہ ادائے فریضہ کی وجہ سے بطور ضرورت ہے اور وقت سے پہلے کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ لہٰذا وہ (طہارت) معتبر نہ ہوگی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ضرورت کا دار مدار وقت پر ہے لہٰذا وقت سے پہلے اور بعد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ وقت پر طہارت کو مقدم کرنا ضروری ہے تا کہ دخول وقت کے ساتھ وہ ادا کرنا ممکن ہو سکے۔ اور خروج وقت ہی زوال ضرورت کی دلیل ہے۔ تو اس وقت حدث کا ظاہر ہونا اعتبار کر لیا جائے گا۔ اور وقت سے مراد فرض نماز کا وقت ہے۔ اور اگر معذور نے عید کی نماز کے لئے وضو کیا۔ تو طرفین کے نزدیک اسے اختیار ہے کہ وہ اسی وضو کے ساتھ نماز ظہر [illegible] لے اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ عید کی نماز چاشت کی نماز کے مرتبے میں ہے۔

اور اگر معذور نے نماز ظہر میں ایک مرتبہ ظہر کی نماز کے لئے وضو کیا اور دوسری مرتبہ ظہر ہی کے وقت میں نماز عصر [illegible]

کیا تو طرفین کے نزدیک اس کے لئے اس وضو سے نماز عصر پڑھنے کا اختیار نہیں۔ کیونکہ نماز فرض کے وقت نکلنے سے ہی اس کا وضو ختم ہو جائے گا۔ اور مستحاضہ عورت وہ ہے جس پر کوئی فرض نماز کا وقت نہ گزرے مگر اس حال میں کہ جس حدث میں مبتلا ہو وہ حدث اس میں بھی پایا جائے۔ اور یہی حکم ہر معذور کا ہے جو بھی مستحاضہ کے معنی میں ہے۔ وہ یہی ہیں جن کا تذکرہ ہم نے کر دیا ہے۔ اور وہ شخص بھی جس کو پیٹ کی بیماری ہو اور بغیر اختیار کے ریح خارج ہوتی ہو۔ کیونکہ ضرورت اس عذر کے ساتھ بھی متحقق ہے اور یہ ضرورت سب کے لئے عام ہے۔

فصل فی النفاس

﴿یہ فصل نفاس کے بیان میں ہے﴾

نفاس کی تعریف:

نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد رحم سے آگے کی راہ سے نکلے جب نصف سے زیادہ بچہ باہر نکل آئے تو اب جو خون نکلے گا وہ نفاس ہوگا، اس سے پہلے نفاس نہیں ہوگا اگر توام (جوڑا) بچے پیدا ہوں تو نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے کے وقت سے ہوگا اور اس کی پیدائش کے بعد سے چالیس دن تک نفاس ہوگا اس کے بعد استحاضہ ہے مگر غسل کا حکم دیا جائے گا یعنی نہا کر نماز پڑھے گی شرط یہ ہے کہ دونوں توام بچوں کی ولادت میں چھ مہینہ سے کم کا فاصلہ ہو اگر دونوں کے درمیان چھ مہینہ یا اس سے زیادہ فاصلہ ہو تو دو حمل اور دو نفاس ہونگے۔

نفاس کی کم سے کم مدت کچھ مقرر نہیں، نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد خون آ جائے خواہ ایک ہی ساعت ہو وہ نفاس ہے اگر بچہ نصف سے کم نکلا اور اس وقت خون آیا تو وہ نفاس نہیں بلکہ استحاضہ ہے اور نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہے، اگر خون چالیس دن سے زیادہ آتا رہا تو اس عورت کے لئے جس کو پہلی مرتبہ نفاس آیا چالیس دن نفاس ہوگا اور باقی استحاضہ اور جس عورت کی نفاس کی عادت مقرر ہے اس کے لئے مقررہ عادت کے دنوں تک نفاس ہے اور باقی استحاضہ، نفاس کی عادت کے ایک بار خلاف ہونے سے عادت بدل جاتی ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

فصل: نفاس کی فقہی مطابقت کا بیان

اس سے پہلے مصنف نے حیض واستحاضہ کے متعلق احکام شرعیہ کو ذکر کیا ہے۔ عورتوں سے متعلق حیض واستحاضہ کا وقوع کثرت ہوتا ہے۔ جبکہ ان کے مقابلے میں نفاس کا وقوع صرف ان خواتین سے متعلق ہے جو بچے جنتی ہیں۔ اس لئے کثرت وقوع والے احکام کو مصنف نے پہلے ذکر کیا اور قلیل وقوع والے کو بعد میں ذکر کیا ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ حیض واستحاضہ عام ہے خواہ وہ عورتیں شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ہوں جبکہ خون نفاس صرف شادی شدہ اور بچہ جننے والی عورتوں سے متعلق ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے۔ حیض واستحاضہ کا خون وقوع کے اعتبار سے مقدم ہے۔ کیونکہ وہ عورت کی بلوغت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ جبکہ نفاس صرف وقت ولادت آتا ہے۔ جس کا تعلق زوجیت کے بعد ہے۔

نفاس اور اس کی پہچان

(اَلنِّفَاسُ هُوَ الدَّمُ الْخَارِجُ عَقِيبَ الْوِلَادَةِ) لِاَنَّهٗ مَأْخُوْذٌ مِنْ تَنَفُّسِ الرَّحِمِ بِالدَّمِ اَوْ مِنْ [illegible]ُرُوج

النَّفْسِ بِمَعْنَى الْوَلَدِ اَوْ بِمَعْنَى الدَّمِ (وَالدَّمُ الَّذِى تَرَاهُ الْحَامِلُ ابْتِدَاءً اَوْ حَالَ وِلَادَتِهَا قَبْلَ خُرُوْجِ الْوَلَدِ اسْتِحَاضَةٌ) وَاِنْ كَانَ مُمْتَدًّا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ حَيْضٌ اعْتِبَارًا بِالنِّفَاسِ اِذْ هُمَا جَمِيْعًا مِنَ الرَّحِمِ.

وَلَنَا اَنَّ بِالْحَبَلِ يَنْسَدُّ فَمُ الرَّحِمِ كَذَا الْعَادَةُ، وَالنِّفَاسُ بَعْدَ انْفِتَاحِهِ بِخُرُوْجِ الْوَلَدِ، وَلِهٰذَا كَانَ نِفَاسًا بَعْدَ خُرُوْجِ بَعْضِ الْوَلَدِ فِيْمَا رُوِيَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لِاَنَّهُ يَنْفَتِحُ فَيَتَنَفَّسُ بِهِ (وَالسِّقْطُ الَّذِى اسْتَبَانَ بَعْضُ خَلْقِهِ وَلَدٌ) حَتّٰى تَصِيْرَ الْمَرْاَةُ بِهِ نُفَسَاءَ وَتَصِيْرَ الْاَمَةُ اُمَّ وَلَدٍ بِهِ وَكَذَا الْعِدَّةُ تَنْقَضِيْ بِهِ.

ترجمہ اور نفاس وہ خون ہے جو بچے کی ولادت کے بعد خارج ہو۔ کیونکہ "تنفس رحم" سے اس کو اخذ کیا گیا ہے۔ (رحم نے خون پھینک دیا) یا نفاس "خروج نفس" سے اخذ کیا گیا ہے اس کا معنی بچہ یا خون ہے۔ اور وہ خون جس کو عورت ابتداء دیکھے یا ولادت کی حالت میں بچہ نکلنے سے پہلے دیکھے تو وہ استحاضہ ہے۔ اگرچہ وہ کافی دیر تک آنے والا ہو۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ حیض ہے وہ اس کو نفاس پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ یہ دونوں رحم سے آتے ہیں۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حمل کی وجہ سے رحم کا منہ بند ہو جاتا ہے اور عادت بھی ہے کہ بچہ نکلنے کے ساتھ رحم کا منہ کھل جاتا ہے اور وہ خون نفاس کا ہوگا۔ اور اسی دلیل کی وجہ سے کہ جب بچے کا ایک جز نکلنے کے ساتھ نفاس ہی آتا ہے۔ اور طرفین کی دلیل وہی ہے کہ رحم کا منہ کھل جاتا ہے لہٰذا وہ نفاس کا خون ہے۔ اسی اسقاط ولد جس کی بعض خلقت ظاہر ہو جائے تو وہ بچہ ہی ہے۔ اور اس کی وجہ سے بھی عورت نفاس والی ہو جائے گی۔ اور باندی اس وجہ سے ام ولد ہو جائے گی۔ اور اسی طرح اس عورت کی عدت حمل بھی پوری ہو جائے گی۔

نفاس کی کم از کم کوئی مدت نہیں

(وَاَقَلُّ النِّفَاسِ لَا حَدَّ لَهُ) لِاَنَّ تَقَدُّمَ الْوَلَدِ عَلَمُ الْخُرُوْجِ مِنَ الرَّحِمِ فَاَغْنٰى عَنِ امْتِدَادٍ جُعِلَ عَلَمًا عَلَيْهِ بِخِلَافِ الْحَيْضِ.

(وَاَكْثَرُهُ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا وَالزَّائِدُ عَلَيْهِ اسْتِحَاضَةٌ) لِحَدِيْثِ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ (النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَّتَ لِلنُّفَسَاءِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا)، وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ اعْتِبَارِ السِّتِّيْنَ (وَاِنْ جَاوَزَ الدَّمُ الْاَرْبَعِيْنَ وَكَانَتْ وَلَدَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ وَلَهَا عَادَةٌ فِي النِّفَاسِ رُدَّتْ اِلٰى اَيَّامِ عَادَتِهَا) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْحَيْضِ (وَاِنْ لَمْ تَكُنْ لَهَا عَادَةٌ فَابْتِدَاءُ نِفَاسِهَا اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا) لِاَنَّهُ اَمْكَنَ جَعْلُهُ نِفَاسًا.

اور نفاس کی کم از کم کوئی مدت نہیں۔ کیونکہ بچے کا رحم سے خروج ہی علامت ہے۔ لہٰذا علامت جان لینے کی وجہ سے امتداد کی کوئی ضرورت نہیں۔ جبکہ حیض ایسا نہیں ہے۔

اور نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہے اور جو اس سے زیادہ ہوگا وہ استحاضہ ہوگا کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نفاس والی عورت کے لئے چالیس دن مقرر فرمائے ہیں۔ اور یہی حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دلیل ہے کیونکہ وہ ساٹھ دن کا اعتبار کرتے ہیں۔

اور جب خون چالیس دن سے بڑھ جائے اور وہ عورت اس سے پہلے بھی (بچہ) جن چکی ہو اور نفاس میں اس کی عادت (معروف) ہو تو اسے اس کے ایام عادت کی طرف پھیر جائے گا۔ اس کی دلیل ہم نے حیض میں بیان کر دی ہے۔ اور اگر اس عورت کی عادت معروفہ نہ ہو تو اس کے نفاس کی ابتداء چالیس دن ہے۔ کیونکہ چالیس کو نفاس ٹھہرانا ممکن ہے۔

دو بچوں کو جننے والی کے نفاس کا بیان

(فَإِنْ وَلَدَتْ وَلَدَيْنِ فِي بَطْنٍ وَاحِدٍ فَنِفَاسُهَا مِنَ الْوَلَدِ الْأَوَّلِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَإِنْ كَانَ بَيْنَ الْوَلَدَيْنِ أَرْبَعُونَ يَوْمًا .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: مِنَ الْوَلَدِ الْآخِرِ) وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّهَا حَامِلٌ بَعْدَ وَضْعِ الْأَوَّلِ فَلَا تَصِيرُ نُفَسَاءَ ، كَمَا أَنَّهَا لَا تَحِيضُ، وَلِهٰذَا تَنْقَضِي الْعِدَّةُ بِالْوَلَدِ الْآخِرِ بِالْإِجْمَاعِ .

وَلَهُمَا أَنَّ الْحَامِلَ إِنَّمَا لَا تَحِيضُ لِانْسِدَادِ فَمِ الرَّحِمِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا وَقَدِ انْفَتَحَ بِخُرُوجِ الْأَوَّلِ وَتَنَفَّسَ بِالدَّمِ فَكَانَ نِفَاسًا، وَالْعِدَّةُ تَعَلَّقَتْ بِوَضْعِ حَمْلٍ مُضَافٍ إِلَيْهَا فَيَتَنَاوَلُ الْجَمِيعَ .

اگر کسی عورت نے ایک ہی پیٹ سے دو بچے جنے تو شیخین کے نزدیک اس کا نفاس پہلے بچے سے شروع ہوگا اگرچہ دونوں بچوں کے درمیان چالیس دنوں کا فاصلہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا نفاس دوسرے بچے سے شروع ہوگا اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ کیونکہ وہ پہلے حمل کی وضع کے بعد بھی حاملہ ہے لہٰذا وہ نفاس والی نہ ہوگی جس طرح وہ حائضہ نہیں۔ جس طرح بالاجماع اس عورت کی عدت دوسرے بچے کے جننے سے پوری ہوتی ہے۔ شیخین فرماتے ہیں کہ وہ ایسی حاملہ ہے جس کا رحم بند ہونے کی وجہ سے حیض نہیں آتا۔ جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور جب ولد اول کے خروج کی وجہ سے رحم کا منہ کھلا تو اس نے خون پھینکا جو نفاس کا ہی خون ہے۔ اور عدت کا تعلق ایسے وضع حمل کے ساتھ ہے جو عورت کی طرف مضاف ہے لہٰذا وہ تمام کو شامل ہے۔

باب الانجاس وتطهیرها

﴿یہ باب نجاستوں اوران کو پاک کرنے کے بیان میں ہے﴾

نجاست کا معنی ومفہوم:

انجاس یہ ''نجس'' کی جمع ہے۔اور ہر وہ چیز جو ناپسندیدہ ہو اور اصل میں لفظ مصدر ہے پھر اس کا استعمال اسم میں ہونے لگا۔یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ،۲۸)

اے ایمان والو! بے شک مشرک صرف نجس ہیں۔جس طرح اس پر نجاست حقیقی کا اطلاق ہوتا ہے اسی طرح نجاست حکمی کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔

کہ وہ دین کی رو سے نجس مشرکوں کو بیت اللہ شریف کے پاس نہ آنے دیں یہ آیت سنہ ہجری میں نازل ہوئی اسی سال رسول مقبول ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ مجمع حج میں اعلان کر دو کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی ننگا شخص بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے اس شرعی حکم کو اللہ تعالیٰ قادر وقیوم نے یوں ہی پورا کیا کہ نہ وہاں مشرکوں کو داخلہ نصیب ہوا نہ کسی نے اس کے بعد عریانی کی حالت میں اللہ کے گھر کا طواف کیا۔

باب انجاس کی فقہی مطابقت کا بیان

اس پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان نجاستوں کے مسائل ذکر کیے ہیں جو نجاست حکمیہ تھیں اور ان وقوع قلیل ہوتا ہے۔اس لئے قلیل کا ذکر پہلے کیا کیونکہ وہ بھی مانع صلوٰۃ ہیں۔اور اب یہاں سے نجاسات حقیقیہ کا ذکر کریں گے جن کا وقوع کثیر ہوتا ہے۔اس سے پہلے حیض ونفاس کے احکام ذکر کیے گئے ہیں۔جن کا تعلق صرف خواتین سے ہے جبکہ اس باب میں مذکورہ احکام شرعیہ کا تعلق مرد وخواتین دونوں سے ہے۔اسی طرح وضو،غسل،تیمم،مسح،حیض ونفاس،استحاضہ وغیرہ مسائل کا تعلق خاص طور پر عبادات یعنی نماز وروزہ سے ہے۔جبکہ اس باب میں جن انجاس اوران سے پاکی حاصل کرنے کے احکام شرعیہ کا بیان ہے۔ان کا تعلق عبادات اور غیر عبادات جیسے کھانے پینے کی اشیاء ہیں۔ان سے بھی ہے۔یعنی باب الانجاس کے بعض احکام حضر واباحت سے بھی متعلق ہیں۔یہی وجہ ہے باب الانجاس کو تعمیم کے پیش نظر بعد میں ذکر کیا۔اور تکثیر کے پیش نظر سابقہ ابواب سے مؤخر ذکر کیا ہے۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ شرح الکتاب میں لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے مصنف نے نجاست حکمیہ کو بیان کیا ہے اور یہاں سے نجاست حقیقی سے طہارت حاصل کرنے کا طریقہ بیان کریں گے۔نجاست کی اقسام،کتنی مقدار میں نجاست معاف ہے وغیرہ ذکر کریں گے اور نجاست حقیقی نجاست حکمی سے اقوی ہے۔کیونکہ وہ اگرچہ قلیل ہی کیوں نہ ہو بالاتفاق مانع نماز ہے۔

(اللباب فی شرح الکتاب،ج۱،ص۴۷،بیروت)

جنابت نجاست حکمی ہے:

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ سے میری ملاقات ہوئی اور میں جنبی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں آپ کے ہمراہ ہولیا۔ جب آپ بیٹھ گئے تو میں چپکے سے نکل کر اپنے مکان آیا اور نہا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے (مجھے دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا "تم کہاں تھے؟" میں نے آپ ﷺ (اصل واقعہ) ذکر کیا (کہ میں ناپاک تھا اس لیے چلا گیا تھا) آپ ﷺ نے فرمایا "سبحان اللہ! مومن ناپاک نہیں ہوتا۔" روایت کے الفاظ صحیح البخاری کے ہیں مسلم نے اس کے ہم معنی روایت نقل کی ہے اور ابو ہریرہ کے یہ الفاظ مزید نقل کیے ہیں کہ (انہوں نے کہا) چونکہ میں حالت ناپاکی میں تھا اس لیے یہ مناسب معلوم نہ ہوا کہ آپ ﷺ کے پاس بیٹھوں جب تک کہ نہا نہ لوں۔" اسی طرح صحیح البخاری کی ایک دوسری روایت میں بھی یہ الفاظ منقول ہیں۔"

فائدہ: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنابت نجاست حکمی ہے کہ شریعت نے اس کا حکم کیا ہے اور اس پر غسل کو واجب قرار دیا ہے، لہٰذا حالت جنابت میں آدمی حقیقۃً نجس نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جنبی کا نہ تو جھوٹا ناپاک ہوتا ہے اور نہ اس کا پسینہ ہی ناپاک ہے، اس لیے جنبی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ملنا جلنا، مصافحہ کرنا، کلام کرنا یا اسی طرح اس کے ساتھ دوسرے معاملات کرنا جائز ہیں، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

اشیاء میں اصل طہارت ہے:

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے اشیا کی اصل طہارت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اللہ نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لئے پیدا فرمایا، اور یقین، شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا بلکہ اپنے جیسے یقین کے ساتھ یقین زائل ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ شریعت میں مقرر ہے احادیث میں اس کی تصریح ہے اور حنفی، شافعی اور دیگر فقہا کی کتب میں واضح طور پر مذکور ہے میں نے اس میں علما کا اختلاف بالکل نہیں پایا لہٰذا جب پانی، کھانے یا اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی طہارت میں جو نجس عین نہیں ہے شک پیدا ہو تو یہ چیز وضو کے حق میں پاک ہے اور اس کا کھانا بھی جائز، نیز دیگر تصرفات میں استعمال جائز، اسی طرح جب اس کی نجاست کا غالب گمان ہو (یقین نہ ہو تو بھی پاک ہے۔ (الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

نجاست سے طہارت حاصل کرنا واجب ہے

(تَطْهِيرُ النَّجَاسَةِ وَاجِبٌ مِنْ بَدَنِ الْمُصَلِّي وَثَوْبِهِ وَالْمَكَانِ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْهِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ) . وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (حُتِّيهِ ثُمَّ اقْرُصِيهِ ثُمَّ اغْسِلِيهِ بِالْمَاءِ وَلَا يَضُرُّكِ أَثَرُهُ) وَإِذَا وَجَبَ التَّطْهِيرُ بِمَا ذَكَرْنَا فِي الثَّوْبِ وَجَبَ فِي الْبَدَنِ وَالْمَكَانِ فَإِنَّ الِاسْتِعْمَالَ فِي حَالَةِ الصَّلَاةِ يَشْمَلُ الْكُلَّ .

نجاست سے طہارت حاصل کرنا نمازی کے بدان اور اس کے کپڑے اور جس جگہ وہ نماز پڑھے واجب ہے۔

☆ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اور اپنے کپڑے کو پاک کرو☆، اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کو چھیل پھر اس کو کھرچ پھر اس کو پانی سے دھولے اور اس کا داغ تیرے لئے نقصان دہ نہیں۔ اور جب ہماری ذکر کردہ (کپڑے) کے حق میں نجاست سے طہارت حاصل کرنا واجب ہے تو بدن اور جگہ کی طہارت بھی اسی طرح واجب ہے۔ کیونکہ حالت نماز میں نمازی کا استعمال سب کو شامل ہے۔

پانی اور ہر مائع طاہر چیز مزیل نجاست ہے

(وَيَجُوزُ تَطْهِيرُهَا بِالْمَاءِ وَبِكُلِّ مَائِعٍ طَاهِرٍ يُمْكِنُ إِزَالَتُهَا بِهِ كَالْخَلِّ وَمَاءِ الْوَرْدِ وَنَحْوِهِ مِمَّا إِذَا عُصِرَ انْعَصَرَ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ: لَا يَجُوزُ إِلَّا بِالْمَاءِ لِأَنَّهُ يَتَنَجَّسُ بِأَوَّلِ الْمُلَاقَاةِ، وَالنَّجِسُ لَا يُفِيدُ الطَّهَارَةَ إِلَّا أَنَّ هٰذَا الْقِيَاسَ تُرِكَ فِي الْمَاءِ لِلضَّرُورَةِ۔

وَلَهُمَا أَنَّ الْمَائِعَ قَالِعٌ، وَالطَّهُورِيَّةَ بِعِلَّةِ الْقَلْعِ وَالْإِزَالَةُ وَالنَّجَاسَةُ لِلْمُجَاوَرَةِ، فَإِذَا انْتَهَتْ أَجْزَاءُ النَّجَاسَةِ يَبْقَى طَاهِرًا، وَجَوَابُ الْكِتَابِ لَا يُفَرِّقُ بَيْنَ الثَّوْبِ وَالْبَدَنِ، وَهٰذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَإِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَعَنْهُ أَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا فَلَمْ يُجَوِّزْ فِي الْبَدَنِ بِغَيْرِ الْمَاءِ۔

اور نجاست کو پانی سے پاک کرنا جائز ہے اور ہر اس چیز سے جو پاک بہنے والی ہو اور اس سے نجاست کا ازالہ ممکن ہے جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی اور اس کی طرح ہیں۔ ایسی چیزیں جب ان کو نچوڑیں تو ان کو نچوڑا جاسکتا ہو۔ یہ شیخین کے نزدیک ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ، امام زفر علیہ الرحمہ اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ صرف پانی سے طہارت جائز ہے۔ کیونکہ پاک کرنے والی چیز تو نجاست سے پہلی ملاقات کرنے کی وجہ سے ہی ناپاک ہو جاتی ہے۔ اور نجاست طہارت کا فائدہ نہیں دیتی۔ جبکہ یہ قیاس پانی کے حق میں ضرورت کے پیش نظر ترک کر دیا گیا ہے۔

اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ مائع چیز تو نجاست ختم کو کرنے والی ہے۔ اور طہارت میں علت ہی زوال نجاست ہے۔ اور نجاست تو مجاورت کے لئے ہے۔ لہٰذا جب نجاست کے اجزاء ختم ہو گئے تو طہارت باقی رہ گئی۔ اور کتاب میں مذکورہ حکم بدن اور کپڑے میں فرق نہیں کرسکتا۔ یہ امام اعظم علیہ الرحمہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی روایات میں سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ ان دونوں (کپڑے، بدن) میں فرق کیا جائے گا۔ لہٰذا بدن کو بغیر پانی پاک کرنا جائز نہیں۔

موزوں کو پاک کرنے کا طریقہ

(وَإِذَا أَصَابَ الْخُفَّ نَجَاسَةٌ لَهَا جِرْمٌ كَالرَّوْثِ وَالْعَذِرَةِ وَالدَّمِ وَالْمَنِيِّ فَجَفَّتْ فَدَلَكَهُ بِالْأَرْضِ جَازَ) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ (وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَجُوزُ) وَهُوَ الْقِيَاسُ (إِلَّا فِي

الْمَنِيّ خَاصَّةً) لِاَنَّ الْمُتَدَاخِلَ فِي الْخُفِّ لَا يُزِيلُهُ الْجَفَافُ وَالدَّلْكُ، بِخِلَافِ الْمَنِيّ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ.

وَلَهُمَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فَإِنْ كَانَ بِهِمَا اَذًى فَلْيَمْسَحْهُمَا بِالْاَرْضِ فَإِنَّ الْاَرْضَ لَهُمَا طَهُورٌ) وَلِاَنَّ الْجِلْدَ لِصَلَابَتِهِ لَا تَتَدَاخَلُهُ اَجْزَاءُ النَّجَاسَةِ اِلَّا قَلِيْلًا ثُمَّ يَجْتَذِبُهُ الْجِرْمُ اِذَا جَفَّ، فَإِذَا زَالَ زَالَ مَا قَامَ بِهِ.

(وَفِي الرَّطْبِ لَا يَجُوزُ حَتّٰى يَغْسِلَهُ) لِاَنَّ الْمَسْحَ بِالْاَرْضِ يُكْثِرُهُ وَلَا يُطَهِّرُهُ. وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ اِذَا مَسَحَهُ بِالْاَرْضِ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ اَثَرُ النَّجَاسَةِ يَطْهُرُ لِعُمُومِ الْبَلْوَى، وَاِطْلَاقِ مَا يُرْوَى وَعَلَيْهِ مَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ (فَإِنْ اَصَابَهُ بَوْلٌ فَيَبِسَ لَمْ يَجُزْ حَتّٰى يَغْسِلَهُ) وَكَذَا كُلُّ مَا لَا جِرْمَ لَهُ كَالْخَمْرِ لِاَنَّ الْاَجْزَاءَ تَتَشَرَّبُ فِيهِ وَلَا جَاذِبَ يَجْذِبُهَا. وَقِيلَ مَا يَتَّصِلُ بِهِ مِنَ الرَّمْلِ وَالرَّمَادِ جِرْمٌ لَهُ وَالثَّوْبُ لَا يُجْزِي فِيهِ اِلَّا الْغَسْلُ وَاِنْ يَبِسَ لِاَنَّ الثَّوْبَ لِتَخَلْخُلِهِ يَتَدَاخَلُهُ كَثِيرٌ مِنْ اَجْزَاءِ النَّجَاسَةِ فَلَا يُخْرِجُهَا اِلَّا الْغَسْلُ.

اور جب موزے کوجسم والی نجاست لگ جائے جیسے گوبر، آدمی کا پاخانہ، خون اور منی ہے۔ پس یہ خشک ہوگئیں پھر ان کوزمین پر رگڑ دیا تو جائز ہے۔ اور یہ استحسان ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جائز نہیں۔ اور یہی قیاس ہے۔ مگر منی میں خاص ہے۔ کیونکہ جب نجاست موزے میں داخل ہو جائے وہ ملنے اور خشک ہونے سے زائل نہیں ہوتی۔ بخلاف منی کے جسے ہم ذکر کریں گے۔ اور شیخین کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے۔ اگر دونوں موزوں میں نجاست ہو تو ان کو زمین پر رگڑ دو کیونکہ زمین ان کو دونوں کو پاک کرنے والی ہے۔ کیونکہ کھال کے ٹھوس ہونے کی وجہ سے اس میں نجاست کے اجزاء داخل نہیں ہوتے مگر بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ خشک ہوئی تو ان کا جسم ان کو جذب کر لیتا ہے۔ پھر جب اس کا جسم زائل ہوا تو جو کچھ جسم کے ساتھ تھا وہ بھی زائل ہو گیا۔

اور تر نجاستوں کو دھونا ضروری ہے۔ کیونکہ زمین کے ساتھ رگڑنا اسے زیادہ تو کرتا ہے لیکن اسے پاک نہیں کر سکتا۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب اسے زمین پر رگڑا اور اس سے اس کا اثر زائل ہو گیا تو وہ پاک ہو جائے گی۔ اس کی دلیل عموم بلوئی اور ہماری روایت کردہ حدیث ہے۔ اور اسی پر ہمارے مشائخ کا قول ہے۔ اگر موزے کو پیشاب لگ گیا اور پھر خشک ہو گیا تو دھوئے بغیر جائز نہیں۔ اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس کا جسم اور جس میں ٹھوسیت نہ ہو۔ جس طرح شراب ہے کہ اس میں شراب (نجاست) کے اجزاء پی لیے جاتے ہیں۔ اور جو چیز جذب کرنے والی نہ ہو جب اجزاء جذب ہو سکتے ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ریت میں سے جو بھی اس کے ساتھ لگ گیا وہی اس کا جسم ہے۔ اور کپڑے میں صرف دھونا کفایت کرتا ہے اگر چہ وہ خشک ہو جائے۔ کیونکہ کپڑے کے ٹھوس نہ ہونے کی وجہ سے نجاست کے بہت سے اجزاء اس میں داخل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کو دھونے

کے سوا کسی طرح بھی نہیں نکالا جاسکتا۔

منی نجس ہے اور اس کو دھونا واجب ہے

وَالْمَنِيُّ نَجِسٌ يَجِبُ غَسْلُهُ إِنْ كَانَ رَطْبًا (فَإِذَا جَفَّ عَلَى الثَّوْبِ أَجْزَأَ فِيهِ الْفَرْكُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِعَائِشَةَ (فَاغْسِلِيهِ إِنْ كَانَ رَطْبًا وَافْرُكِيهِ إِنْ كَانَ يَابِسًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: الْمَنِيُّ طَاهِرٌ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَاهُ .وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنَّمَا يُغْسَلُ الثَّوْبُ مِنْ خَمْسٍ، وَذَكَرَ مِنْهَا الْمَنِيَّ) وَلَوْ أَصَابَ الْبَدَنَ .قَالَ مَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ: يَطْهُرُ بِالْفَرْكِ لِأَنَّ الْبَلْوَى فِيهِ أَشَدُّ .وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا يَطْهُرُ إِلَّا بِالْغَسْلِ لِأَنَّ حَرَارَةَ الْبَدَنِ جَاذِبَةٌ فَلَا يَعُودُ إِلَى الْجِرْمِ وَالْبَدَنُ لَا يُمْكِنُ فَرْكُهُ .

اور منی نجس ہے اس کو دھونا واجب ہے اگر چہ وہ تر ہو۔ جب وہ کسی کپڑے پر خشک ہو جائے تو اس میں فرک بھی کافی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کہ اگر وہ تر ہے تو اسے دھوئے اور اگر خشک ہو تو اسے کھرچ دیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے منی پاک ہے اور ان کے خلاف وہی روایت حجت ہے جسے ہم نے روایت کیا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کپڑا پانچ چیزوں کی وجہ سے دھویا جائے اور ان میں منی کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ اور اگر وہ (منی) بدن کو پہنچے تو ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ صرف رگڑنا ہی پاک کردے گا کیونکہ اس میں عموم بلویٰ بہت زیادہ ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ صرف دھونے سے پاک ہوگا۔ کیونکہ بدن کی حرارت اس کو جذب کرنے والی ہے۔ لہٰذا وہ جسم کی طرف نہیں لوٹے گی اور بدن کو رگڑنا ممکن نہیں۔

آئینہ اور تلوار کو پاک کرنے کا طریقہ

(وَالنَّجَاسَةُ إِذَا أَصَابَتِ الْمِرْآةَ أَوِ السَّيْفَ اكْتَفَى بِمَسْحِهِمَا) لِأَنَّهُ لَا تَتَدَاخَلُهُ النَّجَاسَةُ وَمَا عَلَى ظَاهِرِهِ يَزُولُ بِالْمَسْحِ .

(وَإِنْ أَصَابَتِ الْأَرْضَ نَجَاسَةٌ فَجَفَّتْ بِالشَّمْسِ وَذَهَبَ أَثَرُهَا جَازَتِ الصَّلَاةُ عَلَى مَكَانِهَا) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لَا تَجُوزُ لِأَنَّهُ لَمْ يُوجَدِ الْمُزِيلُ (وَ) لِهٰذَا (لَا يَجُوزُ التَّيَمُّمُ بِهِ) وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (ذَكَاةُ الْأَرْضِ يُبْسُهَا) وَإِنَّمَا لَا يَجُوزُ التَّيَمُّمُ بِهِ لِأَنَّ طَهَارَةَ الصَّعِيدِ ثَبَتَتْ شَرْطًا بِنَصِّ الْكِتَابِ فَلَا تَتَأَدَّى بِمَا ثَبَتَ بِالْحَدِيثِ .

اور جب نجاست کسی آئینہ یا تلوار کو پہنچ جائے تو ان کو مسح کرنے پر ہی اکتفاء کرے۔ کیونکہ ان میں نجاست داخل نہیں ہوتی اور جو اس کے ظاہر پر ہوتی ہے وہ مسح کرنے سے زائل ہو جاتی ہے۔ اور اگر نجاست زمین کو پہنچ جائے پھر سورج کی روشنی سے

خشک ہوگئی اور نجاست کا اثر چلا گیا تو اس جگہ نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے جب تک مزیل نجاست نہ پایا گیا جائز نہیں۔ اور اسی دلیل کی بناء پر کہ اس سے تیمم کرنا بھی جائز نہیں۔ اور ہمارے نزدیک نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے زمین کی پاکیزگی اس کا خشک ہونا ہے۔ اور تیمم اس لئے جائز نہیں کہ تیمم میں مٹی کے (صعید) ہونے کی شرط نص کتاب سے ثابت ہے۔ لہٰذا وہ حدیث سے ثابت ہونے والے حکم کے ساتھ ادا نہ ہوگا۔

نجاست غلیظہ کا حکم

(وَقَدْرُ الدِّرْهَمِ وَمَا دُوْنَهُ مِنَ النَّجِسِ الْمُغَلَّظِ كَالدَّمِ وَالْبَوْلِ وَالْخَمْرِ وَخُرْءِ الدَّجَاجِ وَبَوْلِ الْحِمَارِ جَازَتْ الصَّلَاةُ مَعَهُ وَاِنْ زَادَ لَمْ تَجُزْ) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: قَلِيْلُ النَّجَاسَةِ وَكَثِيْرُهَا سَوَاءٌ لِاَنَّ النَّصَّ الْمُوْجِبَ لِلتَّطْهِيْرِ لَمْ يُفَصِّلْ .

وَلَنَا اَنَّ الْقَلِيْلَ لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ فَيُجْعَلُ عَفْوًا، وَقَدَّرْنَاهُ بِقَدْرِ الدِّرْهَمِ اَخْذًا عَنْ مَوْضِعِ الاِسْتِنْجَاءِ .ثُمَّ يُرْوَى اعْتِبَارُ الدِّرْهَمِ مِنْ حَيْثُ الْمِسَاحَةُ وَهُوَ قَدْرُ عَرْضِ الْكَفِّ فِي الصَّحِيْحِ، وَيُرْوَى مِنْ حَيْثُ الْوَزْنُ وَهُوَ الدِّرْهَمُ الْكَبِيْرُ الْمِثْقَالِ وَهُوَ مَا يَبْلُغُ وَزْنُهُ مِثْقَالًا .

وَقِيْلَ فِي التَّوْفِيْقِ بَيْنَهُمَا اِنَّ الْاُوْلَى فِي الرَّقِيْقِ وَالثَّانِيَةَ فِي الْكَثِيْفِ، وَاِنَّمَا كَانَتْ نَجَاسَةُ هَذِهِ الْاَشْيَاءِ مُغَلَّظَةً لِاَنَّهَا ثَبَتَتْ بِدَلِيْلٍ مَقْطُوْعٍ بِهِ .

نجاست غلیظہ جیسے پیشاب، خون، شراب، مرغی کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب ہے۔ یہ چیزیں اگر ایک درہم کی مقدار یا اس سے کم ہوں تو ان کے ساتھ نماز جائز ہے اور اگر زیادہ ہو تو نماز جائز نہیں۔ جبکہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نجاست کا قلیل و کثیر برابر ہے۔ کیونکہ نص جو طہارت کو واجب کرنے والی ہے اس میں قلیل و کثیر کی تفصیل نہیں۔

اور ہمارے نزدیک قلیل نجاست ایسی چیز ہے جس سے بچنا ممکن نہیں۔ لہٰذا وہ معاف ہوگی اور ہم نے ایک درہم کے ساتھ اس کی مقدار کا اندازہ لگایا ہے یہ موضع استنجاء سے لیا گیا ہے۔ پھر درہم کا اندازہ مساحت کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے اور وہ روایت صحیحہ کے مطابق ہتھیلی کی چوڑائی کی مقدار کے برابر ہے۔ اور وزن کی حیثیت سے بھی روایت کی گئی ہے۔ اور وہ درہم کبیر مثقال ہے۔ اور اس کا وزن ایک مثقال کو پہنچ جائے۔ اور ان دونوں روایات میں موافقت اس طرح ہے کہ پہلا حکم پتلی نجاست میں ہے اور دوسرا حکم گاڑھی نجاست میں ہے۔ ان چیزوں کو نجاست غلیظہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ دلیل قطعی سے ثابت ہیں۔

نجاستِ خفیفہ کا حکم

(وَاِنْ كَانَتْ مُخَفَّفَةً كَبَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ جَازَتْ الصَّلَاةُ مَعَهُ حَتّٰى يَبْلُغَ رُبُعَ الثَّوْبِ) يُرْوَى ذَلِكَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّ التَّقْدِيْرَ فِيْهِ بِالْكَثِيْرِ الْفَاحِشِ، وَالرُّبُعُ مُلْحَقٌ بِالْكُلِّ فِي حَقِّ بَعْضِ الْاَحْكَامِ، وَعَنْهُ رُبُعُ اَدْنَى ثَوْبٍ تَجُوْزُ فِيْهِ الصَّلَاةُ كَالْمِئْزَرِ، وَقِيْلَ رُبُعُ الْمَوْضِعِ

الَّذِی اَصَابَهُ كَالذَّيْلِ وَالدِّخْرِيصِ، وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ شِبْرٌ فِي شِبْرٍ، وَاِنَّمَا كَانَتْ مُخَفَّفَةً عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لِمَكَانِ الِاخْتِلَافِ فِي نَجَاسَتِهِ اَوْ لِتَعَارُضِ النَّصَّيْنِ عَلَى اخْتِلَافِ الْاَصْلَيْنِ .

(وَاِذَا اَصَابَ الثَّوْبَ مِنَ الرَّوْثِ اَوْ اَخْثَاءِ الْبَقَرِ اَكْثَرُ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ لَمْ تَجُزِ الصَّلَاةُ فِيهِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) لِاَنَّ النَّصَّ الْوَارِدَ فِي نَجَاسَتِهِ وَهُوَ مَا رُوِيَ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَمَى بِالرَّوْثَةِ وَقَالَ: هٰذَا رِجْسٌ اَوْ رِكْسٌ) لَمْ يُعَارِضْهُ غَيْرُهُ، وَبِهٰذَا يَثْبُتُ التَّغْلِيظُ .

اوراگر نجاست خفیفہ ہوجس طرح ان جانوروں کا پیشاب ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے حتیٰ کہ وہ نجاست چوتھائی کو پہنچ جائے۔امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت ذکر کی گئی ہے۔کیونکہ اتنی مقدار ہی میں کثیر فاحش ہے۔اور چوتھائی بعض احکام میں کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔اورامام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی روایت ہے کہ ادنیٰ کپڑا جس میں نماز ہوجائے اس کا چوتھائی مراد ہے جیسے تہبند ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس جگہ کا چوتھائی مراد ہے جہاں نجاست لگی ہے۔جیسے دامن اورکلی ہے۔اورامام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک بالشت لمبائی اورایک بالشت چوڑائی ہے۔اورمکان اختلاف کی وجہ سے شیخین کے نزدیک ماکول لحم جانوروں کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے۔یادونصوص کے تعارض کیوجہ سے کیونکہ ان دونوں کی دلیل میں اختلاف ہےاور جب کپڑے کو لید یا گائے کا گوبر ایک درہم کی مقدار سے زائد لگ گیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں نماز جائز نہیں۔کیونکہ لید کے نجس ہونے میں نص موجود ہے۔اور وہ یہ روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لید کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس یا پلیدی ہے۔اس سے تعارض کرنے والی کوئی دوسری نص نہیں ہے۔لہٰذا اس سے یہ نجاست غلیظ ثابت ہوگئی۔

نجاست خفیفہ میں وسعت اجتہاد:

عِنْدَهُ وَالتَّخْفِيفُ بِالتَّعَارُضِ (وَقَالَا يُجْزِئُهُ حَتّٰى يَفْحُشَ) لِاَنَّ لِلِاجْتِهَادِ فِيهِ مَسَاغًا، وَلِهٰذَا يَثْبُتُ التَّخْفِيفُ عِنْدَهُمَا، وَلِاَنَّ فِيهِ ضَرُورَةً لِامْتِلَاءِ الطُّرُقِ بِهَا وَهِيَ مُؤَثِّرَةٌ فِي التَّخْفِيفِ، بِخِلَافِ بَوْلِ الْحِمَارِ لِاَنَّ الْاَرْضَ تَنْشِفُهُ .

قُلْنَا: الضَّرُورَةُ فِي النِّعَالِ قَدْ اَثَّرَتْ فِي التَّخْفِيفِ مَرَّةً حَتّٰى تَطْهُرَ بِالْمَسْحِ فَتَكْفِي مُؤْنَتُهَا، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَاْكُولِ اللَّحْمِ وَغَيْرِ مَاْكُولِ اللَّحْمِ، وَزُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا فَوَافَقَ اَبَا حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي غَيْرِ مَاْكُولِ اللَّحْمِ وَوَافَقَهُمَا فِي الْمَاْكُولِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ لَمَّا دَخَلَ الرَّيَّ وَرَاَى الْبَلْوٰى اَفْتٰى بِاَنَّ الْكَثِيرَ الْفَاحِشَ لَا يَمْنَعُ اَيْضًا وَقَاسُوا عَلَيْهِ طِينَ بُخَارٰى، وَعِنْدَ ذٰلِكَ رُجُوعُهُ فِي الْخُفِّ يُرْوٰى .

امام صاحب کے نزدیک نجاست خفیفہ تعارض کے وقت ثابت ہوتی ہے۔اور صاحبین نے کہا جائز ہے حتیٰ کہ وہ

فاحش ہو جائے۔ کیونکہ نجاست میں اجتہاد چلایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اسی وجہ سے صاحبین کے نزدیک وہ خفیفہ ہے۔ اس میں ضرورت متحقق ہے۔ کیونکہ اس سے راستے بھرے رہتے ہیں اور یہی اس کی تخفیف میں اثر انداز ہے۔ بخلاف گدھے کے پیشاب کے کیونکہ اس کو زمین جذب کر لیتی ہے۔ ہم کہتے ہیں ضرورت صرف جوتوں میں ہے اور یہ ایک مرتبہ اثر انداز ہو چکی ہے۔ جیسے جوتی رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس کی معاونت میں یہ کافی ہے۔ اور ماکول لحم اور غیر ماکول لحم کے درمیان کوئی فرق نہیں جبکہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ انہوں نے غیر ماکول لحم میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت کی ہے اور ماکول لحم میں صاحبین کی موافقت کی ہے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جب رے شہر میں داخل ہوئے اور لوگوں کو عام طور پر اس میں مبتلاء دیکھا تو آپ نے فتویٰ دیا کہ یہ بے شک کثیر فاحش ہے لیکن مانع نماز نہیں۔ اور اسی پر بخارا کی کیچڑ کو قیاس کیا ہے۔ اور اسی موقع پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا موزے والی میں رجوع ثابت ہے۔

گھوڑے کا پیشاب جب کثیر فاحش ہو تو فاسد ہوگا

(وَإِنْ أَصَابَهُ بَوْلُ الْفَرَسِ لَمْ يُفْسِدْهُ حَتّٰى يَفْحُشَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَمْنَعُ وَإِنْ فَحُشَ) لِأَنَّ بَوْلَ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ عِنْدَهُ مُخَفَّفٌ نَجَاسَتُهُ عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَلَحْمُهُ مَأْكُوْلٌ عِنْدَهُمَا، وَأَمَّا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ التَّخْفِيْفُ لِتَعَارُضِ الْآثَارِ .

اور اگر گھوڑے کا پیشاب لگ گیا تو فاسد کرنے والا نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ فاحش ہو جائے۔ یہ شیخین کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ مانع نہیں ہے خواہ وہ فاحش ہو جائے۔ کیونکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ماکول لحم کا پیشاب پاک ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ نجاست خفیفہ ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ جبکہ امام صاحب کے نزدیک آثار کے تعارض کی وجہ سے وہ خفیفہ ہے۔

حرج کی وجہ سے قلیل نجاستوں میں فقہی رخصتوں کا بیان

(وَإِنْ أَصَابَهُ خُرْءُ مَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ مِنَ الطُّيُوْرِ أَكْثَرُ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ جَازَتِ الصَّلَاةُ فِيْهِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ (لَا تَجُوْزُ) فَقَدْ قِيْلَ إِنَّ الْاِخْتِلَافَ فِي النَّجَاسَةِ، وَقَدْ قِيْلَ فِي الْمِقْدَارِ وَهُوَ الْأَصَحُّ .هُوَ يَقُوْلُ إِنَّ التَّخْفِيْفَ لِلضَّرُوْرَةِ وَلَا ضَرُوْرَةَ لِعَدَمِ الْمُخَالَطَةِ فَلَا يُخَفَّفُ .

وَلَهُمَا أَنَّهَا تَذْرِقُ مِنَ الْهَوَاءِ وَالتَّحَامِيْ عَنْهُ مُتَعَذِّرٌ فَتَحَقَّقَتِ الضَّرُوْرَةُ، وَلَوْ وَقَعَ فِي الْإِنَاءِ قِيْلَ يُفْسِدُهُ، وَقِيْلَ لَا يُفْسِدُهُ لِتَعَذُّرِ صَوْنِ الْأَوَانِيْ عَنْهُ "

(وَإِنْ أَصَابَهُ مِنْ دَمِ السَّمَكِ أَوْ لُعَابِ الْبَغْلِ أَوِ الْحِمَارِ أَكْثَرُ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ أَجْزَأَتْ الصَّلَاةُ فِيهِ) أَمَّا دَمُ السَّمَكِ فَلِأَنَّهُ لَيْسَ بِدَمٍ عَلَى التَّحْقِيقِ فَلَا يَكُونُ نَجِسًا، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ اعْتَبَرَ فِيهِ الْكَثِيرَ الْفَاحِشَ فَاعْتَبَرَهُ نَجِسًا .

وَأَمَّا لُعَابُ الْبَغْلِ وَالْحِمَارِ فَلِأَنَّهُ مَشْكُوكٌ فِيهِ فَلَا يَتَنَجَّسُ بِهِ الطَّاهِرُ (فَإِنْ انْتَضَحَ عَلَيْهِ الْبَوْلُ مِثْلَ رُءُوسِ الْإِبَرِ فَذَلِكَ لَيْسَ بِشَيْءٍ) لِأَنَّهُ لَا يُسْتَطَاعُ الِامْتِنَاعُ عَنْهُ .

اور اگر لائق کل لحم پرندے کی بیٹ ایک درہم سے زائد مقدار میں لگی تو شیخین کے نزدیک اس کپڑے میں نماز جائز ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اختلاف اس کی نجاست میں ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اختلاف اس کی مقدار میں ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح روایت ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے تخفیف ہے۔ اور عدم مخالطت کی وجہ سے ضرورت نہ ہوئی لہٰذا وہ مخففہ نہیں۔

اور شیخین کے نزدیک چڑیاں ہوا سے بیٹ کرتی ہیں اور اس طرح ان سے بچنا ممکن نہیں۔ لہٰذا ضرورت متحقق ہوگئی۔ اور اگر برتن میں گر پڑے تو کہا گیا ہے کہ اس کو فاسد کر دے گی۔ کیونکہ برتنوں کو اس سے بچانا ممکن نہیں۔

اور اگر کپڑے کو مچھلی کا خون یا خچر یا گدھے کا جوٹھا پہنچ گیا ایک درہم کی مقدار سے اگر زیادہ ہے تو اس میں نماز جائز ہے۔ سو مچھلی کا خون اس وجہ سے کہ وہ حقیقت میں خون ہی نہیں۔ لہٰذا وہ ناپاک بھی نہ ہوگا۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ مچھلی کے خون میں کثیر فاحش کا اعتبار کرتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے اسے ناپاک اعتبار کیا ہے۔ جبکہ خچر یا گدھے کا لعاب اس بناء پر کہ وہ مشکوک ہے۔ لہٰذا پاک چیز اس سے نجس نہ ہوگی۔ اور اگر کسی شخص پر سوئی کے ناکہ کے برابر پیشاب کے قطرے پڑے۔ تو ان سے کچھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان سے بچنے کی قدرت نہیں۔

جسم کے اعتبار سے نجاست کی اقسام

قَالَ (وَالنَّجَاسَةُ ضَرْبَانِ: مَرْئِيَّةٌ، وَغَيْرُ مَرْئِيَّةٍ فَمَا كَانَ مِنْهَا مَرْئِيًّا فَطَهَارَتُهُ زَوَالُ عَيْنِهَا) لِأَنَّ النَّجَاسَةَ حَلَّتْ الْمَحَلَّ بِاعْتِبَارِ الْعَيْنِ فَتَزُولُ بِزَوَالِهَا (إِلَّا أَنْ يَبْقَى مِنْ أَثَرِهَا مَا تَشُقُّ إِزَالَتُهُ) لِأَنَّ الْحَرَجَ مَدْفُوعٌ، وَهَذَا يُشِيرُ إِلَى أَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ الْغَسْلُ بَعْدَ زَوَالِ الْعَيْنِ وَإِنْ زَالَ بِالْغَسْلِ مَرَّةً وَاحِدَةً، وَفِيهِ كَلَامٌ .

(وَمَا لَيْسَ بِمَرْئِيٍّ فَطَهَارَتُهُ أَنْ يُغْسَلَ حَتَّى يَغْلِبَ عَلَى ظَنِّ الْغَاسِلِ أَنَّهُ قَدْ طَهُرَ) لِأَنَّ التَّكْرَارَ لَا بُدَّ مِنْهُ لِلِاسْتِخْرَاجِ، وَلَا يُقْطَعُ بِزَوَالِهِ فَاعْتُبِرَ غَالِبُ الظَّنِّ كَمَا فِي أَمْرِ الْقِبْلَةِ وَإِنَّمَا قَدَّرُوا بِالثَّلَاثِ لِأَنَّ غَالِبَ الظَّنِّ يَحْصُلُ عِنْدَهُ، فَأُقِيمَ السَّبَبُ الظَّاهِرُ مَقَامَهُ تَيْسِيرًا، وَيَتَأَيَّدُ ذَلِكَ بِحَدِيثِ الْمُسْتَيْقِظِ مِنْ مَنَامِهِ، ثُمَّ لَا بُدَّ مِنَ الْعَصْرِ فِي كُلِّ مَرَّةٍ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِأَنَّهُ هُوَ

الْمُسْتَخْرَجُ ۔

اور نجاست کی دو اقسام ہیں ۔(۱) مرئیہ (۲) غیر مرئیہ ۔اور جو نجاست مرئیہ ہو اس کی طہارت اس کے عین کو زائل کرنا ہے کیونکہ نجاست کی ذات نے اس جگہ میں حلول کیا ہوا ہے ۔لہٰذا ذات کو زائل کرنے سے نجاست زائل ہو جائے گی ۔مگر جب وہ نجاست کے اثر سے باقی رہ جائے ۔جس کو دور کرنا مشکل ہو ۔کیونکہ حرج کو دور کر دیا گیا ہے ۔اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زوال عین کے بعد نجاست کو دھونا شرط نہیں ۔خواہ وہ ایک مرتبہ ہی دھونے سے زائل ہو جائے ۔اور اس میں کلام ہے ۔

اور جو نجاست مرئیہ نہیں ۔اس کی طہارت یہ ہے کہ اسے دھوتا رہے حتیٰ کہ اس کا غالب گمان یہ ہو کہ نجاست زائل ہو گئی ہے کیونکہ نجاست کو خارج کرنے کے لئے تکرار ضروری ہے ۔اور زوال نجاست کا یقین نہیں ہوگا حتیٰ کہ گمان غالب ہو جائے جس طرح جہت قبلہ کے مسئلہ میں گمان غالب کا مسئلہ ہے ۔اور فقہاء نے تین مرتبہ کے ساتھ متعین کیا ہے ۔کیونکہ غالب گمان اس عدد پر ہوتا ہے ۔لہٰذا آسانی کے پیش نظر ظاہری سبب غالب گمان کے قائم مقام ہو گیا ۔اس کی تائید حدیث استیقاظ من منامہ سے بھی ہوتی ہے ۔اور ظاہر روایت کے مطابق ہر بار نچوڑنا ضروری ہے ۔کیونکہ نجاست غیر مرئیہ نچوڑنے سے ہی نکلنے والی ہے ۔

فصل فی الاستنجاء

﴿یہ فصل استنجاء کے بیان میں ہے﴾

استنجاء کا معنی

انتقاص الماء کا معنی استنجاء کرنا ہے۔اس کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کی درج ذیل حدیث ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "دس چیزیں فطرت میں سے ہیں: مونچھیں کاٹنا، داڑھی بڑھانا مسواک کرنا، ناک میں پانی چڑھانا، ناخن کاٹنا، انگلیوں کے پورے دھونا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال مونڈنا، اور پانی سے استنجاء کرنا"

زکریا کہتے ہیں: مصعب نے کہا: میں دسویں چیز بھول گیا ہوں مگر وہ کلی کرنا ہو سکتی ہے (صحیح مسلم حدیث نمبر۔261)

نویں چیز پانی کا کم کرنا یعنی پانی کے ساتھ استنجاء کرنا ہے۔انتقاص الماء کے دو مطلب ہیں ایک تو یہی جو راوی نے بیان کئے ہیں یعنی پانی کے ساتھ استنجاء کرنا چونکہ استنجاء کرنے میں پانی خرچ ہوتا ہے اور کم ہو جاتا ہے اس لیے اس انتقاص الماء (پانی کا کم کرنا) سے تعبیر کیا گیا ہے، دوسرے معنی یہ کہ پانی کے استعمال یعنی استنجاء کرنے کی بناء پر پیشاب کو کم کرنا، مطلب یہ ہے کہ پانی سے استنجاء کرنے کی وجہ سے پیشاب کے قطرے رک جاتے ہیں اس طرح پیشاب میں کمی ہو جاتی ہے۔ایک دوسری روایت میں انتقاص کی جگہ لفظ انتقاض آیا ہے اس کے معنی ہیں ستر کے اوپر پانی چھڑکنا جیسا کہ پہلی حدیثوں میں گزر چکا ہے۔

فصل استنجاء کی ماقبل فصل سے مناسبت:

اس سے پہلے ان نجاستوں کا بیان ہوا ہے جس میں نجاسات غلیظہ اور خفیفہ دونوں طرح کی تھیں۔اس کے بعد مصنف نے استنجاء کے بیان میں ایک فصل ذکر کی ہے بعض فقہاء نے استنجاء کی فصل کو وضو اور غسل پر بھی مقدم ذکر کیا ہے کیونکہ وضو اور غسل کے مسائل سے بھی پہلے استنجاء کیا جاتا ہے۔جبکہ صاحب ہدایہ کی ترتیب قرآن حکیم کی ترتیب کے مطابق ہے کہ قرآن پاک میں پہلے وضو کا ذکر ہوا ہے اور اس کے بعد استنجاء کرنے کا بیان اور غسل کرنے کا بیان ہے۔اور یہ ترتیب بیان حکم کے اعتبار سے مقدم و مؤخر ہے۔ جبکہ عملی طور پر استنجاء کو غسل اور وضو دونوں پر تقدم حاصل ہے۔کیونکہ استنجاء استبرائے سبیلین سے متعلق ہے۔اور جس کے اعضاء کا پاک ہونا خصوصاً وضو سے پہلے ضروری ہے۔اور غسل میں بھی یہی سنت ہے۔

اسی طرح استنجاء کو نجاست غلیظہ اور خفیفہ کے بعد ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض نجاستیں ایسی ہیں جو رگڑنے سے صاف ہو جاتی ہیں جبکہ بعض کو دھونا ضروری ہوتا ہے۔اور فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ پاخانہ اگر خشک ہو تو ڈھیلوں سے صاف ہو جائے گا اور پاخانہ تر ہو تو اس کی دھونا ضروری ہے۔سابقہ فصول میں ہر قسم کی نجاستوں کی پہچان اور ان کے احکام بیان کرنے سے واضح ہو گیا

کہ نجاستوں سے طہارت کیسے حاصل کی جائے۔ اور اب استنجاء بعد میں ذکر کیا اور اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اس کی مختلف صورتوں کو بیان کرنے کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ اس کی تمام صورتیں ماقبل بیان کردہ نجاستوں پر قیاس کی جاسکتی ہیں۔

استنجاء سنت مواظبہ ہے

(اَلْاِسْتِنْجَاءُ سُنَّةٌ) لِاَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ وَاظَبَ عَلَیْهِ (وَیَجُوْزُ فِیْهِ الْحَجَرُ وَمَا قَامَ مَقَامَهُ یَمْسَحُهُ حَتّٰی یُنْقِیَهُ) لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ هُوَ الْاِنْقَاءُ فَیُعْتَبَرُ مَا هُوَ الْمَقْصُوْدُ (وَلَیْسَ فِیْهِ عَدَدٌ مَسْنُوْنٌ) وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا بُدَّ مِنَ الثَّلَاثِ لِقَوْلِهِ عَلَیْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ " وَلْیَسْتَنْجِ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ " وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَیْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ " مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِرْ، فَمَنْ فَعَلَ فَحَسَنٌ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ " وَالْاِیْتَارُ یَقَعُ عَلَی الْوَاحِدِ، وَمَا رَوَاهُ مَتْرُوْکُ الظَّاهِرِ فَاِنَّهُ لَوْ اسْتَنْجٰی بِحَجَرٍ لَهُ ثَلَاثَةُ اَحْرُفٍ جَازَ بِالْاِجْمَاعِ۔

استنجاء سنت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس پر مواظبت فرمائی ہے۔ اور استنجاء کرنا جائز ہے پتھر اور جو چیز پتھر کے قائم مقام ہے اس سے مسح کرے۔ حتیٰ کہ وہ اس کو پاک کردے۔ کیونکہ مقصود صفائی ہے اور جو مقصود ہے اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اس میں کوئی عدد مسنون نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تین ضروری ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اور چاہیے کہ وہ تین پتھروں سے استنجاء کرے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس استنجاء کرے پس وہ طاق کرے۔ لہٰذا جس نے ایسا کیا تو اس نے اچھا عمل کیا اور جس نے ایسا نہ کیا اس پر کوئی حرج نہیں۔ اور یہ طریقہ واحد پر بھی واقع ہوگا۔ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے اس میں ظاہر کو ترک کیا گیا ہے۔ لہٰذا ایک پتھر جس کے تین کونے ہوں جس نے اس سے استنجاء کیا بالاجماع جائز ہے۔

پانی سے استنجاء کرنے کی فضیلت

(وَغَسْلُهُ بِالْمَاءِ اَفْضَلُ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰی فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا نَزَلَتْ فِیْ اَقْوَامٍ کَانُوْا یُتْبِعُوْنَ الْحِجَارَةَ الْمَاءَ، ثُمَّ هُوَ اَدَبٌ. وَقِیْلَ هُوَ سُنَّةٌ فِیْ زَمَانِنَا، وَیَسْتَعْمِلُ الْمَاءَ اِلٰی اَنْ یَّقَعَ فِیْ غَالِبِ ظَنِّهِ اَنَّهُ قَدْ طَهُرَ، وَلَا یُقَدَّرُ بِالْمَرَّاتِ اِلَّا اِذَا کَانَ مُوَسْوِسًا فَیُقَدَّرُ بِالثَّلَاثِ فِیْ حَقِّهِ، وَقِیْلَ بِالسَّبْعِ (وَلَوْ جَاوَزَتِ النَّجَاسَةُ مَخْرَجَهَا لَمْ یَجُزْ فِیْهِ اِلَّا الْمَاءُ) وَفِیْ بَعْضِ النُّسَخِ: اِلَّا الْمَائِعُ، وَهٰذَا یُحَقِّقُ اخْتِلَافَ الرِّوَایَتَیْنِ فِیْ تَطْهِیْرِ الْعُضْوِ بِغَیْرِ الْمَاءِ عَلٰی مَا بَیَّنَّا، وَهٰذَا لِاَنَّ الْمَسْحَ غَیْرُ مُزِیْلٍ اِلَّا اَنَّهُ اکْتُفِیَ بِهِ فِیْ مَوْضِعِ الْاِسْتِنْجَاءِ فَلَا یَتَعَدَّاهُ، ثُمَّ یُعْتَبَرُ الْمِقْدَارُ الْمَانِعُ وَرَاءَ مَوْضِعِ الْاِسْتِنْجَاءِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لِسُقُوْطِ اعْتِبَارِ ذٰلِکَ الْمَوْضِعِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ مَعَ مَوْضِعِ الْاِسْتِنْجَاءِ اعْتِبَارًا بِسَائِرِ الْمَوَاضِعِ۔

اور اس کو پانی سے دھونا افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمان ہے۔☆ اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔ یہ آیت ایسے قوم کے حق میں نازل ہوئی جو پتھروں کے بعد استنجاء کرتے تھے۔ پھر پانی کے ساتھ استنجاء کرنا ادب ہے اور بھی کہا گیا ہے کہ ہمارے زمانے میں یہ سنت ہے۔ اور پانی استعمال کرتا رہے حتیٰ کہ اسے یہ غالب گمان ہو جائے کہ وہ پاک ہو گیا ہے اور گنتی سے اندازہ نہیں کیا جائے مگر جب کسی کو وسواس ہوتا ہو تو اس کے لئے تین کا اندازہ کیا جائے گا۔ اور سات مرتبہ کا بھی کہا گیا ہے۔

اگر نجاست مخرج سے بڑھ جائے تو پانی کے سوا اس کی طہارت جائز نہیں۔ اور بعض نسخوں میں سوائے مائع کے (لکھا ہوا) ہے۔ اور یہ ان دونوں روایات کے اختلاف میں تحقیق کرتا ہے جو عضو کو پانی کے سوا پاک کرنے کے بارے میں ہم نے بیان کیں۔ اور یہ دلیل بھی ہے کہ مسح زائل کرنے والا نہیں ہے۔ جبکہ مقام استنجاء میں یہی کافی ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ اس سے تجاوز نہیں کرے گا۔ (یعنی اس کا حکم استنجاء تک محدود رہے گا) کیونکہ شیخین کے نزدیک مانع نماز مقدار استنجاء کے سوا ہے۔ کیونکہ اس کا مقام اعتبار ساقط ہے۔ جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استنجاء کی جگہ کے ساتھ ہے۔ اور یہی تمام جگہوں پر قیاس کریں گے۔

جن چیزوں سے استنجاء کرنے کی ممانعت ہے:

(وَلَا يُسْتَنْجَى بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثٍ) لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ذٰلِكَ، وَلَوْ فَعَلَ يُجْزِيهِ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ، وَمَعْنَى النَّهْيِ فِي الرَّوْثِ لِلنَّجَاسَةِ، وَفِي الْعَظْمِ كَوْنُهُ زَادَ الْجِنِّ. (وَلَا) يُسْتَنْجَى (بِطَعَامٍ) لِاَنَّهُ اِضَاعَةٌ وَاِسْرَافٌ. (وَلَا بِيَمِينِهِ) لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الِاسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِينِ.

ہڈی اور گوبر سے استنجاء نہ کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ اور اگر ان چیزوں سے استنجاء کیا تو وہ کافی ہوگا کیونکہ مقصد حاصل ہو گیا۔ اور گوبر میں ممانعت کی علت نجاست ہے۔ اور ہڈی میں علت جن کی غذا ہونا ہے۔ اور کھانے (والی اشیاء) سے استنجاء نہ کرے۔ کیونکہ اس میں ضیاع اور اسراف ہے اور اپنے دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے منع فرمایا ہے۔

کتاب الصلوٰۃ

﴿یہ کتاب نماز کے بیان میں ہے﴾

کتاب الصلوٰۃ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف نے کتاب الطہارات کے بعد اور کتاب الزکوٰۃ وصوم وحج سے پہلے کتاب الصلوٰۃ کو ذکر کیا ہے۔ جبکہ تمام کتابوں میں یہ اسلوب مصنف کا ہے کہ کتاب کے تحت ابواب قائم کیے ہیں اور ان کے ابواب کے تحت فصول ذکر کر کے مسائل کی تفہیم میں نہایت اعلیٰ کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ کتب فقہ کی ترتیب کتابیں باہم نوع کے درجے میں ہیں۔ کیونکہ تمام کتابوں کی خواہ وہ کتاب الطہارات ہو یا کتاب الصلوٰۃ وزکوٰۃ وغیرہ ہوں ان کی حقیقت متفق ہے اور وہ عبادت ہے اسی طرح کتاب النکاح، بیوع وغیرہ میں اگرچہ معاملات ہیں تاہم ان میں بھی احکام شرعیہ کے مطابق عمل کرنا عبادت ہے۔ لہٰذا تمام فقہی کتابوں میں جو ترتیب فقہی ہے وہ نوع کے درجے میں ہے۔

مصنف کے اسلوب ابواب وفصول میں جو ترتیب ہے وہ جنس وفصل اور کسی بھی فصل کے آخر جو استثنائی مسائل بیان کیے جاتے ہیں وہ خاصہ کے درجے میں ہوتے ہیں جن میں بعض خاصہ شاملہ اور بعض خاصہ غیر شاملہ کے درجے میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح فقہی ترتیب نہایت جامع ومحقق انداز میں بیان کی گئی ہے۔ تاہم محدثین نے اسی ترتیب کو پسند کیا اور فقہی ترتیب کے مطابق کثیر کتب احادیث کا ذخیرہ بھی ملتا جلتا ہے۔

کتاب الصلوٰۃ کے ماقبل کتاب یعنی کتاب الطہارات سے مناسبت یہ ہے کہ اس کتاب کا حصول اس پر موقوف ہے کیونکہ جب تک طہارت معتبر نہیں ہوگی اس وقت تک نماز کی ادائیگی ممکن ہی نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح دوسری وجہ یہ ہے کہ طہارت ذریعہ ہے جس سے نماز کو ادا کیا جائے۔ ذرائع اکثر مقاصد سے مقدم ہوتے ہیں۔ اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ طہارت کے تقدم کا حکم، حکم شرعی ہے لہٰذا جس حکم کو عملی طور پر شریعت نے مقدم کیا ہوا سے مقدم ہی سمجھا جائے گا۔

کتاب الصلوٰۃ کے بعد مصنف نے کتاب الزکوٰۃ وغیرہ کو ذکر کیا ہے۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اسلوب قرآن کی اتباع ہے کیونکہ قرآن مجید میں کثیر مقامات پر نماز کے حکم کو مقدم اور اسی پر عطف ڈالتے ہوئے زکوٰۃ کے حکم کو مؤخر ذکر کیا گیا ہے اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی میں کثرت ہے کیونکہ وہ دن میں پانچ مرتبہ جبکہ زکوٰۃ سال میں صرف ایک مرتبہ دی جاتی ہے۔ اس کی تیسری وجہ ہے کہ نماز میں نصاب وغیرہ کوئی شرط ہی نہیں کہ ہر غریب وامیر اس کو پڑھ سکتا ہے۔ جبکہ زکوٰۃ میں نصاب کا ہونا ضروری ہے اور وہ صرف صاحب نصاب پر فرض ہوتی ہے۔ اس کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ نماز کا سبب دن میں پانچ مرتبہ مکلف کو پہنچنے والا ہے۔ جبکہ زکوٰۃ کا سبب نصاب کے بعد بھی ایک سال کی طویل مسافت کے بعد پہنچتا ہے۔ (محمد لیاقت علی رضوی)

کتاب الصلوٰۃ کی کتاب الطہارت سے تقدم کی وجہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مصنف جب طہارات سے فارغ ہوئے تو نماز کا بیان شروع کردیا ہے کیونکہ طہارت نماز کے لئے شرط ہے۔اور نماز مشروط ہے۔اور شرط طبعاً مقدم ہوا کرتی ہے۔اور حکم شرط اس کے بعد ہوتا ہے۔اور اس کے بعد یعنی اس کے ساتھ ہی ملا ہوا ہوتا ہے۔(البنائیہ شرح الہدایہ،ج ۲،ص ۳،حقانیہ ملتان)

صلوٰۃ کا معنی ومفہوم:

عربی لغت میں صلوٰۃ کے معنی دعا کے ہیں۔عرب شاعروں کے شعر اس پر شاہد ہیں۔پھر شریعت میں اس لفظ کا استعمال نماز کے لئے ہونے لگا جو رکوع وسجود اور دوسرے خاص افعال کا نام ہے جو مخصوص اوقات میں جملہ شرائط وصفات اور اقسام کے ساتھ بجا لائی جاتی ہے۔ابن جریر فرماتے ہیں۔صلوٰۃ کو نماز اس لئے کہا جاتا ہے کہ نمازی اللہ تعالیٰ سے اپنے عمل کا ثواب طلب کرتا ہے اور اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے۔بعض نے کہا ہے کہ جو دو رگیں پیٹھ سے لے کر ریڑھ کی ہڈی کی دونوں طرف آتی ہیں انہیں عربی میں صلویٰ کہتے ہیں چونکہ صلوٰۃ میں یہ ہلتی ہیں اس لئے اسے صلوٰۃ کہا گیا ہے۔لیکن یہ قول ٹھیک نہیں بعض نے کہا یہ ماخوذ ہے صلی سے،جس کے معنی ہیں جھک جانا اور لازم ہوجانا۔جیسے قرآن میں آیت (لا یصلاھا) الخ یعنی جہنم میں ہمیشہ نہ رہے گا مگر بد بخت۔

بعض علماء کا قول ہے کہ جب لکڑی کو درست کرنے کے لئے آگ پر رکھتے ہیں تو عرب تصلیہ کہتے ہیں چونکہ مصلی بھی اپنے نفس کی کجی کو نماز سے درست کرتا ہے اس لئے اسے صلوٰۃ کہتے ہیں۔جیسے قرآن میں ہے آیت (ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر) الخ یعنی نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے لیکن اس کا دعا کے معنی میں ہونا ہی زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور ہے۔(تفسیر ابن کثیر،البقرہ،۴)

صلوٰۃ کے لغوی معنی رحمت کا نازل ہونا،دعا کرنا،نماز وعبادت کرنا ہے اور کسی کے لئے اللہ سے رحمت کی دعا کرنا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن الاعراب من یومن باللّٰہ والیوم الاٰخر ویتخذ ماینفق قربٰت عنداللّٰہ وصلوٰت الرسول (التوبہ)

اور بعض دیہاتی ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسی سے اللہ کا قرب چاہتے ہیں اور اس کی دعاؤں کا ذریعہ جانتے ہیں۔

یہاں صلوٰۃ کی جمع صلوٰت ہے جو دعا کے لیے استعمال ہوا ہے مدینہ کے اطراف کے دیہاتی آپ کے پاس آتے تھے اور اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ کی دعا کی سعادت نصیب ہوتی تھی چونکہ نماز بھی اللہ کے لیے ہے جس میں قیام ورکوع وسجود وذکر اذکار ہیں جو اللہ کے لیے خاص ہیں اس لیے اس کو صلوٰۃ نماز کہتے ہیں۔

اور ہم نبی کریم ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کرتے ہیں کہ اللھم صل علی محمد اے اللہ تو رحمتیں بھیج محمد ﷺ پر اور آپ کی ال پر! (درود وسلام جیسے ﷺ وغیرہم)

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ الاحزاب، ۵۶)

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اس لیے صلوٰۃ کے معنی رحمت کی دعا کرنا بھی ہے ایسی بہت سی مثالیں قرآن کریم میں ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بھا و صل علیھم ان صلوتك سکن لھم واللہ سمیع علیم (التوبہ)

آپ ان کے مالوں سے صدقات (وزکوٰۃ) قبول کیا کریں اور اس کے ذریعہ ان کو پاک وصاف کردیں اور ان کے لیے دعا کریں کیوں کہ آپ کی دعا ان کے لیے سکون کا باعث ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

لفظ صلوٰۃ کی وجہ تسمیہ:

نماز اردو زبان کا لفظ ہے اور شریعت اسلامی میں اسکا مطلب ہے ایک خاص ترتیب سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا۔ نماز کو عربی میں صلوٰۃ کہتے ہیں۔ اس کے حروف اصلی تین ہیں (ص، ل، الف) عربی لغت کے اعتبار سے نماز کا معنی ہے۔ دعا کرنا، تعظیم کرنا، آگ جلانا، آگ میں جانا، آگ پر گرم کر کے ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنا وغیرہ۔

عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ کسی لفظ کے لغوی معنی اور شرعی معنی میں مناسبت ضرور ہونی چاہئے۔ پس جس قدر صلوٰۃ کے لغوی معنی ہیں وہ شرعی اعتبار سے صلوٰۃ کے عمل میں موجود ہیں مثلاً نماز میں اپنے لئے، والدین کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا ہے۔ تعظیم کی تین صورتیں، کھڑے ہونا، جھکنا، سجدہ کرنا یہ سب نماز میں موجود ہیں۔ نماز کے ذریعے انسان کے دل میں عشق الٰہی کی آگ بھڑکتی ہے۔ نمازی کے گناہوں کا جل کر خاک ہو جانا احادیث سے ثابت ہے۔ نمازی کے ٹیڑھے اور برے اخلاق کا درست ہونا اظہر من الشمس ہے۔

نماز کی تعریف:

نماز کی نیت سے نماز کی شرائط کے ساتھ نماز کے ارکان کو ایسے طریقہ کے ساتھ ادا کرنا جیسا کہ آپ ﷺ نے ادا کی تھی، نماز کہلاتی ہے۔

نماز کب فرض ہوئی:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ایک شب) میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور میں مکہ میں تھا، پھر جبرئیل علیہ السلام اترے اور انھوں نے میرے سینہ کو چاک کیا، پھر اسے زم زم کے پانی سے دھویا، پھر ایک طشت سونے کا حکم وایمان سے بھرا ہوا لائے اور اسے میرے سینے

میں ڈال دیا، پھر سینے کو بند کر دیا۔ اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے آسمان پر چڑھا لے گئے تو جب میں آسمان دنیا پر پہنچا تو جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ (دروازہ) کھول دو تو اس نے کہا یہ کون ہے؟ وہ بولے کہ یہ جبرئیل ہے۔ پھر اس نے کہا کیا تمہارے ساتھ کوئی (اور بھی) ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں! میرے ہمراہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر اس نے کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں پس جب دروازہ کھول دیا گیا تو ہم آسمان دنیا کے اوپر چڑھے۔ پس یکا یک میری ایک ایسے شخص پر (نظر پڑی) جو بیٹھا ہوا تھا، اس کی دائیں جانب کچھ لوگ تھے اور اس کی بائیں جانب (بھی) کچھ لوگ تھے۔ جب وہ اپنے دائیں جانب دیکھتے تو ہنس دیتے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو رو دیتے۔ پھر انھوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا مرحبا (خوش آمدید) نیک پیغمبر اور نیک بیٹے میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور جو لوگ ان کے داہنے اور بائیں ہیں، ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ دائیں جانب جنت والے ہیں اور بائیں جانب دوزخ والے۔ اسی سبب سے جب وہ اپنی دائیں جانب نظر کرتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے اور اس کے داروغہ سے کہا کہ دروازہ کھولو تو ان سے داروغہ نے اسی قسم کی گفتگو کی جیسے پہلے نے کی تھی۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں میں آدم علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو پایا اور (اور ان کے ٹھکانے بیان نہیں کیے، صرف اتنا کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) آدم علیہ السلام کو آسمان دنیا پر اور ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر پایا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انھوں نے کہا خوش آمدید نیک پیغمبر اور نیک بھائی۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس علیہ السلام ہیں، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انھوں نے مجھے دیکھ کر کہا خوش آمدید نیک پیغمبر اور نیک بھائی میں نے (جبریل سے) پوچھا یہ کون ہیں؟ تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں، پھر میں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انھوں نے کہا خوش آمدید نیک پیغمبر اور نیک بھائی میں نے پوچھا یہ کہ کون ہیں؟ تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں، پھر میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس گزرا تو انھوں نے کہا خوش آمدید نیک پیغمبر اور نیک بیٹے میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ ابراہیم ہیں۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۵۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

معجزہ معراج سے پہلے نمازوں کی کیفیت

اور مواہب کی فصل اوّل میں جہاں اولین ایمان لانے والوں کا ذکر ہے، اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ مقاتل نے کہا ہے کہ ابتداء میں نماز کی صرف دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویرے۔ فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں! تو کہا گیا ہے کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے۔ (شرح الزرقانی علی المواھب المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ وسلم، مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر)

پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی نماز

امام ابو جعفر طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی توبہ وقتِ فجر قبول ہوئی انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں وہ نماز صبح ہوئی۔ اور اسحٰق علیہ الصلاۃ والسلام کا فدیہ وقتِ ظہر آیا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے چار پڑھیں وہ ظہر مقرر ہوئی۔ عزیر علیہ السلام سو برس کے بعد عصر کے وقت زندہ کیے گئے انہوں نے چار پڑھیں وہ عصر ہوئی۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقتِ مغرب قبول ہوئی چار رکعتیں پڑھنے کھڑے ہوئے تھک کر تیسری پر بیٹھ گئے، مغرب کی تین ہی رہیں۔ اور عشاء سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔

جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اسی کے مطابق اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے کہ قاسم ابن جعفر نے بحر ابن حکم کیسانی سے، اس نے ابو عبدالرحمٰن عبداللہ ابن محمد ابن عائشہ سے سنا اس کے بعد سابقہ روایت بیان کی ہے۔

(شرح معانی الآ ثار باب الصلوٰۃ الوسطیٰ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ حکایت ایک لطیف کلام پر مشتمل ہے لہٰذا اُس کا خلاصہ لکھتے ہوئے امام زندوستی فرماتے ہیں میں نے امام ابوالفضل سے پوچھا صبح کی دو رکعتیں ظہر وعصر وعشاء کی چار مغرب کی تین کیوں ہوئیں۔ فرمایا حکم۔ میں نے کہا مجھے اور ابھی افادہ کیجئے۔ کہا ہر نماز ایک نبی نے پڑھی ہے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دنیا آنکھوں میں تاریک تھی اور ادھر رات کی اندھیری آئی، انہوں نے رات کہاں دیکھی تھی بہت خائف ہوئے، جب صبح چمکی دو رکعتیں شکر الٰہی کی پڑھیں، ایک اس کا شکر کہ تاریکی شب سے نجات ملی دوسرا اس کا کہ دن کی روشنی پائی انہوں نے نفل پڑھی تھیں ہم پر فرض کی گئیں کہ ہم سے گناہوں کی تاریکی دور ہو اور طاعت کا نور حاصل ہو۔ زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے چار رکعت پڑھیں جبکہ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ اُترا ہے پہلی اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دور ہوا دوسری فدیہ آنے کے سبب، تیسری اللہ تعالیٰ کی رضا کا شکر، چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے گردن رکھ دی، یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئیں کہ مولیٰ عزّ و تعالیٰ ہمیں قتلِ نفس پر قدرت دے جیسی اُنہیں ذبحِ ولد پر قدرت دی اور ہمیں بھی غم سے نجات دے اور یہود و نصاریٰ کو ہمارا فدیہ کر کے نار سے ہمیں بچالے اور ہم سے بھی راضی ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۵، کتاب الصلوٰۃ۔ رضا فاونڈیشن لاہور)

نماز چھوڑنے پر وعید کا بیان

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کا چھوڑنا بندہ مومن اور کفر کے درمیان (کی دیوار کو گرا دیتا) ہے۔ (صحیح مسلم)

یہاں لفظ بین کا متعلق محذوف ہے یعنی اس حدیث میں یہ عبارت مقدر ہے کہ تَرْكُ الصَّلٰوةِ وُصْلَةٌ بَيْنَ الْعَبْدِ الْمُسْلِمِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ جس کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ مومن اور کفر کے درمیان نماز بمنزلہ دیوار کے ہے کہ بندہ اس کی وجہ سے کفر تک نہیں پہنچ سکتا مگر جب نماز ترک کر دی گئی تو گویا درمیان کی دیوار اٹھ گئی لہٰذا نماز چھوڑنا اس بات کا سبب ہوگا کہ نماز چھوڑنے والا مسلمان کفر

تک پہنچ جائے گا بہر حال۔ اس حدیث میں نماز چھوڑنے والوں کے لیے سخت تہدید ہے اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ نماز کا چھوڑنے والا ممکن ہے کہ کافر ہو جائے۔

کیونکہ جب اس نے اسلام و کفر کے درمیان کی دیوار کو ختم کر دیا گویا وہ کفر کی حد تک پہنچ گیا ہے اور جب وہ کفر کی حد تک پہنچ گیا تو ہو سکتا ہے کہ یہی ترک نماز اس کو فسق و فجور اور اللہ سے بغاوت و سرکشی میں اس حد تک دلیر کر دے کہ وہ دائرہ کفر میں داخل ہو جائے یہ شروع میں بتایا جا چکا ہے کہ تارک نماز کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں چنانچہ اصحاب ظواہر تو یہ کہتے ہیں کہ تارک صلوۃ کافر ہو جاتا ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز چھوڑنے والا اگرچہ کافر نہیں ہوتا مگر وہ اس سرکشی و طغیانی کے پیش نظر اس قابل ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جو آدمی نماز چھوڑ دے اس کو اس وقت تک جب تک کہ نماز نہ پڑھے مارنا اور قید خانہ میں ڈال دینا واجب ہے۔

بَابُ الْمَوَاقِيت

﴿یہ باب نماز کے اوقات کے بیان میں ہے﴾

باب اوقات کی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کتاب الایمان کے بعد کتاب الصلوٰۃ تمام کتابوں سے مقدم ہے۔ اور لغت میں "صلوٰۃ" کا معنی دعا ہے۔ جبکہ اصطلاح میں افعال مخصوصہ معہودہ کا نام نماز ہے۔ اور اس کو نماز اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے اندر لغوی معنی جو شریعت سے منقول ہو کر آیا اس میں پایا جاتا ہے۔ اور اس کے وجوب کا سبب وقت ہے۔ (اسی وجہ سے مصنف نے اوقات کے باب کو مقدم ذکر کیا ہے کیونکہ سبب وجود میں مقدم ہوتا ہے)۔ (عنایہ، ج ۱، ص ۳۵۱، بیروت)

قرآن مجید سے نمازوں کے اوقات کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّ الصَّلاَةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا (۱۰۳، سورۃ نساء)

بے شک نماز مسلمانوں پر وقت مقررہ پر فرض ہے۔ سورۃ روم میں پنجگانہ نماز کے وقتوں کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ (۱۸، سورۃ روم)

تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور صبح ہو۔ اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمینوں میں اور کچھ دن رہے جب تمہیں دوپہر ہو۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی نور العرفان میں اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں کہ شام میں مغرب اور عشاء کی نمازیں آ گئیں اور صبح میں نماز فجر۔ تین نمازیں یہ ہوئیں۔ تمام آسمان و زمین والے خصوصیت سے ان اوقات میں تسبیح وتحمید کرتے ہیں۔ عَشِيًّا میں نماز عصر اور تُظْهِرُونَ میں نماز ظہر مراد ہے کیونکہ ظہر ظہرہ سے بنا ہے یعنی دوپہر۔ خیال رہے کے عربی میں صبح سے دوپہر تک غدا، دوپہر سے رات تک کے اول حصہ تک عشاء اور نصف رات کے بعد کو سحور کہتے ہیں۔

ایک اور جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ

وَاَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِينَ (۱۱۴) (پ، ہود)

اور نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں۔

حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی تفسیر خزائن العرفان میں لکھتے ہیں کہ دن کے دونوں کناروں سے صبح اور شام مراد ہے زوال سے قبل کا وقت صبح میں اور بعد کا شام میں داخل ہے صبح کی نماز فجر اور شام کی نماز ظہر وعصر ہیں اور رات کے حصوں کی نمازیں مغرب وعشاء ہیں۔

امام بخاری ومسلم اپنی اسناد کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کسی (غیر) عورت کا بوسہ لے لیا پھر (احساس ندامت وشرمندگی کے ساتھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر صورت واقعہ کی خبر دی (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ وحی کے ذریعہ حکم خداوندی کے منتظر رہے اس اثناء میں اس آدمی نے نماز پڑھی جب ہی اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ آیت (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ) (11۔ہود:114) اور نماز کو دن کے وقت اول وآخر اور رات کی چند ساعات میں پڑھا کرو کیونکہ نیکیاں (یعنی نمازیں) برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔آیت کے نازل ہونے کے بعد اس آدمی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم میرے لیے ہے (یا پوری امت کے لیے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں! یہ حکم) میری امت کے لیے ہے۔ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اس طرح مذکور ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میری امت میں سے جو آدمی اس آیت پر عمل کرے اس کے لیے (یہی حکم ہے، یعنی جو آدمی بھی برائی کے بعد بھلائی کرے گا اسے یہی سعادت حاصل ہوگی کہ اس بھلائی کے نتیجے میں اس کی برائی ختم ہوجائے گی)۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

جس صاحب کا یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک غیر عورت کا بوسہ لے لیا تھا ان کا نام ابوالیسر تھا۔جامع ترمذی نے ان کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں وہ خود راوی ہیں کہ، میرے پاس ایک عورت کھجوریں خریدنے کے لیے آئی،میں نے اس سے کہا کہ میرے گھر میں اس سے زیادہ اچھی کھجوریں رکھی ہوئی ہیں (اس لیے تم وہاں چل کر دیکھ لو) چنانچہ وہ میرے ہمراہ مکان میں آگئی (وہاں میں شیطان کے بہکانے میں آگیا اور جذبات سے مغلوب ہوکر) اس اجنبی عورت سے بوس وکنار کیا۔اس نے (میرے اس غلط اور نازیبا رویے پر مجھے تنبیہ کرتے ہوئے) کہا کہ بندہ خدا! اللہ (کے قہر وغضب) سے ڈرو چنانچہ (خوف خدا سے میرا دل تھرا گیا اور) میں نہایت ہی شرمندہ وشرمسار ہوکر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔چنانچہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے ساتھ جو معاملہ ہوا وہی حدیث میں ذکر کیا گیا ہے آیت کریمہ میں **طرفی النھار** یعنی دن کے اول وآخر سے دن کا ابتدائی حصہ اور انتہائی حصہ مراد ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ دن کے اول یعنی ابتدائی حصہ سے فجر کی نماز اور آخری حصہ سے ظہر وعصر کی نمازیں مراد ہیں اسی طرح زلفا من الیل یعنی رات کی چند ساعتوں سے مغرب وعشاء کا وقت مراد ہے۔اس طرح اب آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا فجر،ظہر،عصر،مغرب اور عشاء کی نماز پڑھا کرو، کیونکہ نیکیاں (نمازیں) برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

نماز فجر کے وقت کا بیان

(اَوَّلُ وَقْتِ الْفَجْرِ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِي وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُعْتَرِضُ فِي الْاُفُقِ، وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ تَطْلُعْ الشَّمْسُ) لِحَدِيثِ (اِمَامَةِ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَاِنَّهُ اَمَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فِيهَا فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، وَفِي الْيَوْمِ الثَّانِي حِينَ أَسْفَرَ جِدًّا وَكَادَتْ الشَّمْسُ تَطْلُعُ)، ثُمَّ قَالَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ: مَا بَيْنَ هَذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ وَقْتٌ لَكَ وَلِأُمَّتِكَ .

جب فجر ثانی طلوع ہواس وقت نماز فجر کا وقت اول ہے۔اور وہ سفیدی ہے جو افق پر پھیلی ہواور اس کا آخر وقت جب تک سورج طلوع نہ ہو۔کیونکہ وہ حدیث جس میں جبرائیل امین نے رسول اللہ ﷺ کی امامت کرائی تھی۔اس میں پہلے دن انہوں نے طلوع فجر کے وقت امامت کرائی اور دوسرے دن جب خوب اجالا ہو گیا۔اور قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جاتا۔پھر حدیث کے آخر میں انہوں نے کہا کہ ان دو وقتوں کے درمیان کا وقت آپ اور آپ کی امت کے لئے ہے۔

فجر کاذب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا:

وَلَا مُعْتَبَرَ بِالْفَجْرِ الْكَاذِبِ وَهُوَ الْبَيَاضُ الَّذِي يَبْدُو طُولًا ثُمَّ يَعْقُبُهُ الظَّلَامُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَغُرَّنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلُ، وَإِنَّمَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيرُ فِي الْأُفُقِ) أَيْ الْمُنْتَشِرُ فِيهِ .

اور فجر کاذب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔اور وہ سفیدی ہے جو لمبائی میں ظاہر ہوتی ہے پھر اس کے فوراً بعد اندھیرا آ جاتا ہے اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے بلال کی اذان تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی دراز فجر۔اور بیشک جو فجر افق میں پھیلی ہوئی ہو وہی فجر (صادق) ہے۔

نماز ظہر کے وقت کی ابتداء وانتہاء

(وَأَوَّلُ وَقْتِ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ) لِإِمَامَةِ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ حِينَ زَالَتْ الشَّمْسُ (وَآخِرُ وَقْتِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ سِوَى فَيْءِ الزَّوَالِ وَقَالَا: إِذَا صَارَ الظِّلُّ مِثْلَهُ) وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَفَيْءُ الزَّوَالِ هُوَ الْفَيْءُ الَّذِي يَكُونُ لِلْأَشْيَاءِ وَقْتَ الزَّوَالِ

لَهُمَا إِمَامَةُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ فِي هَذَا الْوَقْتِ .وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ) وَأَشَدُّ الْحَرِّ فِي دِيَارِهِمْ فِي هَذَا الْوَقْتِ، وَإِذَا تَعَارَضَتْ الْآثَارُ لَا يَنْقَضِي الْوَقْتُ بِالشَّكِّ .

اور نماز ظہر کا اول وقت تب شروع ہوتا ہے جب سورج زوال پذیر ہو۔کیونکہ جبرائیل امین نے پہلے دن اس وقت امامت کرائی تھی جب جب سورج کا وقت زوال تھا۔اور اس کا آخری وقت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک جب تک ہر چیز کا سایہ اس کے اصلی سایۂ زوال کے سوا دوگنا نہ ہو جائے۔

اور صاحبین نے فرمایا: کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اور اسی طرح کی ایک روایت امام اعظم ؒ سے بھی روایت کی گئی ہے۔ اور فیٔ اس سائے کو کہتے ہیں جو چیزوں کا اصل سایہ بوقت زوال ہوتا ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے پہلے دن اسی وقت نماز عصر کی امامت کرائی تھی۔ اور امام اعظم ؒ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی شدت سے ہے۔ اور گرمی کی شدت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شہروں میں اسی وقت ہوا کرتی تھی۔ اور جب آثار میں تعارض واقع ہوا تو شک کی بناء پر وقت خارج نہ ہوگا۔

نماز عصر کے وقت کا بیان

(وَاَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ اِذَا خَرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ تَغْرُبِ الشَّمْسُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَهَا)

اور جب نماز ظہر کا وقت نکل جائے دونوں اقوال کے مطابق وہی عصر کا اول وقت ہے۔ اور اس کا آخری وقت جب تک سورج غروب نہ ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پائی پس اس نے عصر کو پالیا۔

نماز مغرب کے وقت کا بیان

(وَاَوَّلُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: مِقْدَارُ مَا يُصَلِّى فِيهِ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ لِاَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمَّ فِي الْيَوْمَيْنِ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ ۔

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَوَّلُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ حِينَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ وَآخِرُ وَقْتِهَا حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ) وَمَا رَوَاهُ كَانَ لِلتَّحَرُّزِ عَنِ الْكَرَاهَةِ (ثُمَّ) الشَّفَقُ هُوَ الْبَيَاضُ الَّذِي فِي الْاُفُقِ بَعْدَ الْحُمْرَةِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا: هُوَ الْحُمْرَةُ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (الشَّفَقُ الْحُمْرَةُ) وَلِاَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَآخِرُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ اِذَا اسْوَدَّ الْاُفُقُ) وَمَا رَوَاهُ مَوْقُوفٌ عَلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ذَكَرَهُ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الْمُوَطَّاِ، وَفِيهِ اخْتِلَافُ الصَّحَابَةِ ۔

اور نماز مغرب کا اول وقت وہ ہے جس وقت سورج غروب ہوا اور اس کا آخر وقت جب تک شفق غائب نہ ہو۔ اور

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں اتنی مقدار وقت ہے جس میں تین رکعات پڑھی جا سکتی ہوں۔ کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے دونوں دنوں میں اسی وقت امامت کرائی تھی۔

اور ہمارے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ نماز مغرب کا اول وقت جب سورج غروب ہو اور اس کا آخری وقت شفق کے غائب ہونے تک ہے۔ اور جس روایت کو (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے) وہ کراہت سے بچنے کے لئے ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شفق اس سفیدی کو کہتے ہیں جو افق میں سرخی کے بعد آئے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک شفق سرخی کو کہتے ہیں۔ اور ایک روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہ روایت ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شفق سرخی ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز مغرب کا آخری وقت شفق کے سیاہ پڑنے تک ہے۔

اور پہلی روایت حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ''الموطا'' میں ذکر کیا ہے اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔

نماز عشاء کے اول وآخر وقت کا بیان

(وَأَوَّلُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِذَا غَابَ الشَّفَقُ، وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ يَطْلُعْ الْفَجْرُ الثَّانِي) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَآخِرُ وَقْتِ الْعِشَاءِ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ) .وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي تَقْدِيرِهِ بِذَهَابِ ثُلُثِ اللَّيْلِ .

(وَأَوَّلُ وَقْتِ الْوِتْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَآخِرُهُ مَا لَمْ يَطْلُعْ الْفَجْرُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الْوِتْرِ (فَصَلُّوهَا مَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هَذَا عِنْدَهُمَا، وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقْتُهُ وَقْتُ الْعِشَاءِ، إِلَّا أَنَّهُ لَا يُقَدَّمُ عَلَيْهِ عِنْدَ التَّذَكُّرِ لِلتَّرْتِيبِ .

اور نماز عشاء کا اول وقت جب شفق غائب ہو جائے اور اس کا آخری وقت جب فجر طلوع نہ ہو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشاء کا آخری وقت جب تک فجر طلوع نہ ہو۔ اور یہی حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تہائی رات گذرنے کے ساتھ اندازہ لگانے میں حجت ہے۔

اور نماز عشاء کے بعد وتر کا اول وقت ہے اور اس کا آخری وقت جب تک فجر طلوع نہ ہو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے بارے میں ارشاد فرمایا: تم اس کو عشاء سے طلوع فجر تک کے درمیانی وقت میں پڑھو۔ اور مصنف رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں یہ صاحبین کے نزدیک ہے جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا وقت، وقت عشاء ہی ہے۔ لیکن یاد ہونے کی صورت میں وتر کو عشاء پر مقدم نہ کیا جائے کیونکہ ترتیب ضروری ہے۔

فَصْلٌ فی اوقات المستحبة

﴿یہ فصل نماز کے مستحب اوقات کے بیان میں ہے﴾

مستحب اوقات والی فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

اس سے پہلے مصنف نے ان احادیث سے مسائل کے استنباط ذکر کیا ہے۔ جس سے نمازوں کے اول اوقات اور ان کے آخری اوقات ثابت ہوتے ہیں۔ جس سے یہ واضح ہوگیا۔ ان اوقات ابتداء وانتہاء سے نمازوں کے مکمل اوقات کا علم حاصل ہو جائے۔ لہٰذا وہ معلوم ہوا۔ اب اس کے بعد مصنف تمام نمازوں کے مستحب اوقات بیان کریں گے۔ احکام شرعیہ میں فرائض کا مقام مقدم اور مستحبات کا مقام مؤخر لہٰذا اسی مناسبت سے اس فصل کو مصنف نے مؤخر ذکر کیا ہے۔

احکام شرعیہ میں فرائض کے احکام متعین ومستحکم ہوتے ہیں جبکہ استحباب اسی عمل میں زائد اجر کا باعث بنتا ہے۔ جو نفل کے درجے میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اسی وجہ سے مصنف نے احکام فرائض کو مقدم اور زائد اجر والے احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

تاخیر مستحب کا فقہی مفہوم:

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: تاخیر کا معنی یہ ہے کہ وقت کے دو حصوں میں تقسیم کیا جائے اور اوّل نصف کو چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں تو اسے تاخیر کہا جائے گا۔ (البحر الرائق کتاب الصلوٰہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

نماز فجر کا مستحب وقت

(وَيُسْتَحَبُّ الْإِسْفَارُ بِالْفَجْرِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُسْتَحَبُّ التَّعْجِيلُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَاهُ وَمَا نَرْوِيهِ .

فجر کی نماز میں اجالا مستحب ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر کے ساتھ اجالا کرو کیونکہ اس میں بہت بڑا اجر ہے۔

اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ہر نماز میں جلدی مستحب ہے اور ان پر حجت وہی حدیث ہے جسے ہم نے روایت کیا ہے۔ اور جسے ہم روایت کریں گے۔

نماز ظہر کو سردیوں میں جلدی جبکہ گرمیوں میں ٹھنڈا کر کے پڑھو

قَالَ (وَالْإِبْرَادُ بِالظُّهْرِ فِي الصَّيْفِ وَتَقْدِيمُهُ فِي الشِّتَاءِ) لِمَا رَوَيْنَا وَلِرِوَايَةِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ قَالَ (كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي الشِّتَاءِ بَكَّرَ بِالظُّهْرِ، وَإِذَا كَانَ فِي الصَّيْفِ أَبْرَدَ بِهَا .

فرمایا: گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈا کرنا (تاخیر کرنا) اور سردیوں میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ اسی دلیل کی بناء پر جو ہم روایت کر چکے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ سردیوں میں ظہر جلدی پڑھتے اور گرمیوں میں اس کو ٹھنڈا کرتے۔

عصر کی نماز میں تاخیر مستحب ہے

(وَتَأْخِيرُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَتَغَيَّرِ الشَّمْسُ فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ) لِمَا فِيهِ مِنْ تَكْثِيرِ النَّوَافِلِ لِكَرَاهَتِهَا بَعْدَهُ، وَالْمُعْتَبَرُ تَغَيُّرُ الْقُرْصِ وَهُوَ أَنْ يَصِيرَ بِحَالٍ لَا تَحَارُ فِيهِ الْأَعْيُنُ هُوَ الصَّحِيحُ، وَالتَّأْخِيرُ إِلَيْهِ مَكْرُوهٌ .

گرمیوں اور سردیوں میں نماز عصر کو اس وقت تک مؤخر کرنا جب تک سورج متغیر نہ ہو کیونکہ عصر کے بعد نوافل کی کثرت مکروہ ہے۔ اور اس میں قرص کی تبدیلی کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور قرص یہ ہے کہ سورج کا اس حالت میں ہو جانا کہ آنکھیں اسے ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھ سکیں۔ یہی صحیح روایت ہے۔ (تغیر شمس) تک تاخیر مکروہ ہے۔

نماز مغرب میں جلدی مستحب ہے

(وَ) يُسْتَحَبُّ (تَعْجِيلُ الْمَغْرِبِ) لِأَنَّ تَأْخِيرَهَا مَكْرُوهٌ لِمَا فِيهِ مِنَ التَّشَبُّهِ بِالْيَهُودِ .وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْمَغْرِبَ وَأَخَّرُوا الْعِشَاءَ) .

اور مغرب میں جلدی مستحب ہے کیونکہ اس میں تاخیر مکروہ ہے اسی وجہ سے کہ اس میں یہود کے ساتھ مشابہت ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہے گی جب تک انہوں نے مغرب میں جلدی کی اور عشاء کو مؤخر کیا۔

عشاء کی نماز میں تاخیر مستحب ہے

قَالَ (وَتَأْخِيرُ الْعِشَاءِ إِلَى مَا قَبْلَ ثُلُثِ اللَّيْلِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَخَّرْتُ الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ) وَلِأَنَّ فِيهِ قَطْعَ السَّمَرِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ بَعْدَهُ، وَقِيلَ فِي الصَّيْفِ تُعَجَّلُ كَيْ لَا تَتَقَلَّلَ الْجَمَاعَةُ، وَالتَّأْخِيرُ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ مُبَاحٌ لِأَنَّ دَلِيلَ الْكَرَاهَةِ وَهُوَ تَقْلِيلُ الْجَمَاعَةِ عَارَضَهُ دَلِيلُ النَّدْبِ وَهُوَ قَطْعُ السَّمَرِ بِوَاحِدَةٍ فَتَثْبُتُ الْإِبَاحَةُ وَإِلَى النِّصْفِ الْأَخِيرِ مَكْرُوهٌ لِمَا فِيهِ مِنْ تَقْلِيلِ الْجَمَاعَةِ وَقَدِ انْقَطَعَ السَّمَرُ قَبْلَهُ .

نماز عشاء کو تہائی رات سے پہلے تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں نماز عشاء کو تہائی رات تک موخر کرتا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ قصہ کہانی کو ختم کرنا ہے کیونکہ عشاء کے بعد اس سے منع کیا

گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گرمیوں میں جلدی کی جائے تا کہ جماعت تھوڑی نہ ہو۔ اور آدھی رات تک تاخیر کرنا مباح ہے۔ کیونکہ دلیل کراہت قلت جماعت ہے۔ جس کا معارضہ صرف دلیل ندب ہے اور کسی سے باتیں کرنے کو ختم کرتا ہے۔ لہٰذا نصف رات تک اباحت ثابت ہوگئی۔ اور رات کے آخری نصف تک مؤخر کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے قلت جماعت ہوگی۔ جبکہ قصہ کہانی اس سے پہلے ختم ہو چکی ہے۔

نماز وتر کا مستحب وقت

(وَيُسْتَحَبُّ فِي الْوِتْرِ لِمَنْ يَأْلَفُ صَلَاةَ اللَّيْلِ اَنْ يُؤَخِّرَهُ اِلَى آخِرِ اللَّيْلِ، فَاِنْ لَمْ يَثِقْ بِالِانْتِبَاهِ اَوْتَرَ قَبْلَ النَّوْمِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ خَافَ اَنْ لَا يَقُوْمَ آخِرَ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ اَوَّلَ اللَّيْلِ، وَمَنْ طَمِعَ اَنْ يَقُوْمَ آخِرَ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ) "

اور وتر میں اس شخص کے لئے جو رات کی نماز سے محبت رکھتا ہے وتر کو آخری رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔ اگر اسے نیند سے بیدار ہونے کی امید نہ ہو تو وہ سونے سے پہلے ہی وتر پڑھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو خوف ہو کہ وہ رات کے آخری وقت میں نہیں اٹھ سکے گا تو وہ پہلے وقت میں ہی وتر پڑھے۔ اور جس کو شوق ہو کہ وہ رات کے آخر میں قیام کرلے گا تو وہ وتر کو آخر رات میں پڑھے۔

بادلوں کے ایام میں مستحب اوقات کا بیان

(فَاِذَا كَانَ يَوْمُ غَيْمٍ فَالْمُسْتَحَبُّ فِي الْفَجْرِ وَالظُّهْرِ وَالْمَغْرِبِ تَأْخِيرُهَا، وَفِي الْعَصْرِ وَالْعِشَاءِ تَعْجِيلُهُمَا) لِاَنَّ فِي تَأْخِيرِ الْعِشَاءِ تَقْلِيلَ الْجَمَاعَةِ عَلَى اعْتِبَارِ الْمَطَرِ، وَفِي تَأْخِيرِ الْعَصْرِ تَوَهُّمَ الْوُقُوعِ فِي الْوَقْتِ الْمَكْرُوهِ، وَلَا تَوَهُّمَ فِي الْفَجْرِ لِاَنَّ تِلْكَ الْمُدَّةَ مَدِيدَةٌ ۔ وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ التَّأْخِيرُ فِي الْكُلِّ لِلِاحْتِيَاطِ اَلَا تَرَى اَنَّهُ يَجُوزُ الْاَدَاءُ بَعْدَ الْوَقْتِ لَا قَبْلَهُ ۔

اور جب بادلوں کا دن ہو تو فجر، ظہر اور مغرب کی نماز میں تاخیر مستحب ہے جبکہ عصر اور عشاء میں جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ کیونکہ عشاء میں تاخیر بارش پر قیاس کرتے ہوئے قلت جماعت کا سبب ہوگا۔ اور عصر میں تاخیر وقت مکروہ کے وقوع کا وہم ہوگا جبکہ فجر میں کوئی وہم نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کا وقت لمبا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے تمام نمازوں میں احتیاط کے طور پر تاخیر روایت کی گئی ہے۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ نماز کو وقت کے بعد ادا کرنا جائز ہے جبکہ وقت سے پہلے جائز نہیں۔

فَصْلٌ فِی الْاَوْقَاتِ الَّتِی تُکْرَہُ فِیھَا الصَّلَاۃُ

﴿یہ فصل ان اوقات کے بیان میں ہے جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے﴾

اوقات مکروہ والی فصل کی مطابقت فقہی کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ فصل ان اوقات کے بیان میں ہے جس میں نماز مکروہ ہے۔ اور اس فصل کا نام مکروہ اس لئے رکھا ہے کیونکہ اس میں نماز کا عدم جواز غالب ہے۔ یا پھر عدم جواز کراہت کو مستلزم ہے۔ جب مصنف وقت کی اقسام سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اوقات میں سے اسی ایک یہ قسم بھی بیان فرمائی ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۵۵، حقانیہ ملتان)

نماز کے اوقات ممنوعہ کا بیان

(لَا تَجُوزُ الصَّلَاۃُ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ قِیَامِھَا فِی الظَّھِیرَۃِ وَلَا عِنْدَ غُرُوبِھَا) لِحَدِیثِ (عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: ثَلَاثَۃُ اَوْقَاتٍ نَھَانَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نُصَلِّیَ فِیھَا وَاَنْ نَقْبُرَ فِیھَا مَوْتَانَا: عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ، وَعِنْدَ زَوَالِھَا حَتّٰی تَزُولَ، وَحِینَ تَضَیَّفُ لِلْغُرُوبِ حَتّٰی تَغْرُبَ) وَالْمُرَادُ بِقَوْلِہٖ وَاَنْ نَقْبُرَ: صَلَاۃُ الْجِنَازَۃِ لِاَنَّ الدَّفْنَ غَیْرُ مَکْرُوہٍ، وَالْحَدِیثُ بِاِطْلَاقِہٖ حُجَّۃٌ عَلَی الشَّافِعِیِّ رَحِمَہُ اللّٰہُ فِی تَخْصِیصِ الْفَرَائِضِ، وَبِمَکَّۃَ فِی حَقِّ النَّوَافِلِ، وَحُجَّۃٌ عَلٰی اَبِی یُوسُفَ فِی اِبَاحَۃِ النَّفْلِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَقْتَ الزَّوَالِ۔

طلوع آفتاب، دوپہر (وقت زوال) اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا جائز نہیں۔ کیونکہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تین اوقات میں نماز سے اور مُردوں کو دفن کرنے سے روکا۔ ایک تو جب سورج طلوع ہو رہا ہو، یہاں تک کہ بلند ہو جائے، دوسرے جس وقت ٹھیک دوپہر ہو، جب تک کہ زائل نہ ہو جائے اور تیسرے جس وقت سورج ڈوبنے لگے، جب تک پورا ڈوب نہ جائے۔ اور آپ کے فرمان ''ان نقبر'' سے مراد نماز جنازہ ہے۔ کیونکہ اس وقت دفن کرنا مکروہ نہیں ہے اور حدیث مطلق ہے اسی کے اطلاق کی وجہ سے امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف دلیل ہے کیونکہ وہ فرائض اور مکہ کو خاص کرتے ہیں۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے خلاف بھی دلیل ہے کیونکہ وہ جمعے کے دن زوال کے وقت نفل کو مباح قرار دیتے ہیں۔

اوقات ممنوعہ میں نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت کا حکم

قَالَ (وَلَا صَلَاةُ جِنَازَةٍ) لِمَا رَوَيْنَا (وَلَا سَجْدَةُ تِلَاوَةٍ) لِأَنَّهَا فِي مَعْنَى الصَّلَاةِ (إِلَّا عَصْرَ يَوْمِهِ عِنْدَ الْغُرُوبِ) لِأَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْجُزْءُ الْقَائِمُ مِنَ الْوَقْتِ، لِأَنَّهُ لَوْ تَعَلَّقَ بِالْكُلِّ لَوَجَبَ الْأَدَاءُ بَعْدَهُ، وَلَوْ تَعَلَّقَ بِالْجُزْءِ الْمَاضِي فَالْمُؤَدِّي فِي آخِرِ الْوَقْتِ قَاضٍ، وَإِذَا كَانَ كَذَٰلِكَ فَقَدْ أَدَّاهَا كَمَا وَجَبَتْ، بِخِلَافِ غَيْرِهَا مِنَ الصَّلَوَاتِ لِأَنَّهَا وَجَبَتْ كَامِلَةً فَلَا تَتَأَدَّى بِالنَّاقِصِ .

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَالْمُرَادُ بِالنَّفْيِ الْمَذْكُورِ فِي صَلَاةِ الْجِنَازَةِ وَسَجْدَةِ التِّلَاوَةِ الْكَرَاهَةُ، حَتّٰى لَوْ صَلَّاهَا فِيهِ أَوْ تَلَا سَجْدَةً فِيهِ فَسَجَدَهَا جَازَ لِأَنَّهَا أُدِّيَتْ نَاقِصَةً كَمَا وَجَبَتْ إِذِ الْوُجُوبُ بِحُضُورِ الْجِنَازَةِ وَالتِّلَاوَةِ .

اور نماز جنازہ بھی نہ پڑھے اس روایت کی وجہ سے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور سجدہ تلاوت بھی جائز نہیں کیونکہ سجدہ تلاوت بھی نماز کے معنی میں ہے۔ سوائے اس دن کی عصر کے جو غروب کے وقت پڑھی کیونکہ سبب وقت کا وہ جز ہے جو قائم ہے کیونکہ سبب اگر کل وقت کے ساتھ متعلق ہوتو ادا کرنا وقت کے بعد واجب ہوگا۔ اور اگر سبب اس کے جز کے ساتھ متعلق ہو جیسا کہ گذرا تو آخر وقت میں ادا کرنے والا قضاء کرنے والا ہی ہوگا۔ اور جب ایسا ہی ہے تو تحقیق اس نے ایسے ہی ادا کی جس طرح اس پر واجب ہوئی تھی۔ جبکہ دوسری نمازوں میں ایسا نہیں کیونکہ وہ کامل وقت کے ساتھ واجب ہوئی ہیں۔ لہٰذا وہ ناقص وقت کے ساتھ ادا نہ ہوں گی۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت کی جو نفی مذکور ہے اس سے مراد کراہت ہے کیونکہ اگر اس نے مکروہ وقت میں نماز جنازہ پڑھا یا آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ کیا تو جائز ہے۔ کیونکہ نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت ناقص ادائیگی ہوگی جس طرح وہ واجب ہوئے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جنازے کا واجب حضور کی وجہ سے اور سجدے کا وجوب تلاوت کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

فجر اور عصر کے بعد نوافل پڑھنے کی ممانعت کا بیان

(وَيُكْرَهُ أَنْ يَتَنَفَّلَ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ) لِمَا رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ ذٰلِكَ .

(وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُصَلِّيَ فِي هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ الْفَوَائِتَ وَيَسْجُدَ لِلتِّلَاوَةِ وَيُصَلِّيَ عَلَى الْجِنَازَةِ) لِأَنَّ الْكَرَاهَةَ كَانَتْ لِحَقِّ الْفَرْضِ لِيَصِيرَ الْوَقْتُ كَالْمَشْغُولِ بِهِ لَا لِمَعْنًى فِي الْوَقْتِ فَلَمْ تَظْهَرْ فِي حَقِّ الْفَرَائِضِ، وَفِيمَا وَجَبَ لِعَيْنِهِ كَسَجْدَةِ التِّلَاوَةِ، وَظَهَرَتْ فِي حَقِّ الْمَنْذُورِ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ

وُجُوبُهُ بِسَبَبٍ مِنْ جِهَتِهِ، وَفِي حَقِّ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ، وَفِي الَّذِي شَرَعَ فِيهِ ثُمَّ أَفْسَدَهُ لِأَنَّ الْوُجُوبَ لِغَيْرِهِ وَهُوَ خَتْمُ الطَّوَافِ وَصِيَانَةُ الْمُؤَدَّى عَنِ الْبُطْلَانِ ۔

(وَيُكْرَهُ أَنْ يَتَنَفَّلَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ بِأَكْثَرَ مِنْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَزِدْ عَلَيْهِمَا مَعَ حِرْصِهِ عَلَى الصَّلَاةِ ۔

فجر کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔ اور ان دونوں اوقات میں قضاء نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور سجدہ تلاوت کرے اور نماز جنازہ پڑھے۔ اس لئے کہ کراہت تو فرض کے حق کی وجہ سے تھی کہ سارا وقت ہی فرض میں مصروف ہو۔ جبکہ کسی ایسے معنی کے لئے ہرگز نہیں جو وقت فرائض کے حق میں پایا جائے۔ لہٰذا یہ کراہت فرائض کے حق میں ظاہر نہ ہوئی۔ اور جو چیزیں بالذات واجب ہیں جس طرح سجدہ تلاوت ہے ان کے حق میں کراہت ظاہر ہوگی۔ اور اسی طرح نذر رکھنے کی نماز ہے کیونکہ اس کا وجوب بھی نذر رکھنے والے سے متعلق ہے۔ کیونکہ اس کا سبب وہی ہے۔ اسی طرح طواف اور ایسی نماز کے حق میں کراہت ثابت ہوگی جس کو شروع کر کے اس نے فاسد کر دیا ہو۔ کیونکہ یہ وجوب لغیرہ ہے اور دوسرا ختم طواف ہے جو مودیٰ کو باطل کرنے بچانے والا ہے۔

طلوع فجر کے بعد فجر کی دو رکعات کے سوا زائد نوافل پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ ان دو رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے حالانکہ آپ ﷺ کو نماز کا بہت شوق تھا۔

فرائض مغرب سے پہلے نوافل پڑھنے کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يُتَنَفَّلُ بَعْدَ الْغُرُوبِ قَبْلَ الْفَرْضِ) لِمَا فِيهِ مِنْ تَأْخِيرِ الْمَغْرِبِ (وَلَا إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ لِلْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَى أَنْ يَفْرُغَ) مِنْ خُطْبَتِهِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْاِشْتِغَالِ عَنِ اسْتِمَاعِ الْخُطْبَةِ ۔

اور غروب آفتاب کے بعد فرض سے پہلے نفل نہ پڑھے۔ کیونکہ اس طرح مغرب میں تاخیر لازم آتی ہے اور جمعے کے دن امام خطبہ کے لئے نکلے تب بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے حتیٰ کہ وہ خطبہ سے فارغ ہو جائے۔ اس دلیل کی بنیاد پر کہ خطبہ توجہ سے سننے کی بجائے دوسرے کام میں مشغول ہونا لازم آتا ہے۔ (جو منع ہے)۔

باب الاذان

﴿یہ باب اذان کے بیان میں ہے﴾

باب الاذان کی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مصنف جب باب الاوقات سے فارغ ہوئے تو اس باب کا ذکر شروع کیا ہے کیونکہ وہ اوقات اسباب میں سے ہے۔ اور اذان حقیقت میں اعلام سے ہے۔ لہٰذا اس کا ذکر اس کے ساتھ متصل ہوگا کیونکہ یہ اسی کی علامت یعنی وقت کے شروع ہونے اور نماز کی اطلاع ہے۔ اور باب الاوقات کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ وہ سبب ہے اور سبب ہمیشہ اپنی علامت پر مقدم ہوا کرتا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۷۷، حقانیہ ملتان)

اذان کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کا بیان

لغت میں اذان کا معنی خبر دینا ہیں اور اصطلاح شریعت میں چند مخصوص الفاظ کے ساتھ اوقات مخصوصہ میں نماز کے وقت آنے کی خبر دینے کو اذان کہتے ہیں۔ اس تعریف سے وہ اذان خارج ہے جو نماز کے علاوہ دیگر امور کے لیے ہے مسنون کی گئی ہے جیسا کہ بچے کی پیدائش کے بعد اس کے دائیں کان میں اذان کے کلمات اور بائیں کان میں اقامت کے کلمات کہے جاتے ہیں اور اسی طرح اس آدمی کے کان میں اذان کہنا مستحب ہے جو کسی رنج میں مبتلا ہو یا اسے مرگی وغیرہ کا مرض ہو یا وہ غصے کی حالت میں ہو، یا جس کی عادتیں خراب ہوگئی ہوں خواہ وہ انسان ہو یا جانور۔

چنانچہ حضرت دیلمی رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ایک دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غمگین دیکھ کر فرمایا کہ اے ابن ابی طالب: میں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں لہٰذا تم اپنے اہل بیت میں سے کسی کو حکم دو کہ وہ تمہارے کان میں اذان کہے جس سے تمہارا غم ختم ہو جائے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد کے مطابق عمل کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات صحیح ثابت ہوئی نیز اس روایت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک نقل کرنے والے ہر راوی نے کہا ہے کہ ہم نے اس طریقے کو آزمایا تو مجرب ثابت ہوا۔ ایسے ہی حضرت دیلمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی عادتیں خراب ہوگئی ہوں خواہ وہ انسان ہو یا جانور تو اس کے کان میں اذان کہو۔

یاد رہے کہ فرائض نماز کے لیے اذان کہنا سنت موکدہ ہے تاکہ لوگ نماز کے وقت مسجد میں جمع ہوئیں اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔ اذان کی مشروعیت کے سلسلے میں مشہور اور صحیح یہ ہے کہ اذان کی مشروعیت کی ابتداء عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خواب ہے، جس کی تفصیل آئندہ احادیث میں آئے گی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اذان کا خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی دیکھا تھا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کہ دس صحابہ کرام کو خواب میں اذان کے کلمات کی تعلیم دی گئی تھی بلکہ کچھ حضرات نے تو کہا ہے کہ خواب دیکھنے والے چودہ صحابہ کرام ہیں۔

بعض علماء محققین کا قول یہ ہے کہ اذان کی مشروعیت خود رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد کے نتیجے میں ہوئی ہے جس کی طرف شب معراج میں ایک فرشتے نے رہنمائی کی تھی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ شب معراج میں جب عرش پر پہنچے اور سدرۃ المنتہیٰ تک جو کبریائی حق جل مجدہ کا محل خاص ہے پہنچے تو وہاں سے ایک فرشتہ نکلا آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ فرشتہ کون ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اس اللہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تمام مخلوق سے زیادہ قریب ترین درگاہ عزت سے میں ہوں لیکن میں نے پیدائش سے لے کر آج تک اس وقت کے علاوہ اس فرشتہ کو کبھی نہیں دیکھا ہے چنانچہ اس فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر یعنی اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی کہ میرے بندہ نے سچ کہا انا اکبر انا اکبر (یعنی میں بہت بڑا ہوں میں بہت بڑا ہوں) اس کے بعد اس فرشتے نے اذان کے باقی کلمات ذکر کیے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اذان کے کلمات صحابہ کرام کے خواب سے بھی بہت پہلے شب معراج میں سن چکے تھے۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں محقق فیصلہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اذان کے کلمات شب معراج میں سن تو لیے تھے لیکن ان کلمات کو نماز کے لیے اذان میں ادا کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ مکہ میں بغیر اذان کے نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ مدینہ تشریف لائے اور یہاں صحابہ کرام سے مشورہ کیا چنانچہ بعض صحابہ کرام نے خواب میں ان کلمات کو سنا اس کے بعد وحی بھی آگئی کہ جو کلمات آسمان پر سنے گئے تھے اب وہ زمین پر اذان کے لیے مسنون کر دیے جائیں۔

(مظاہر حق شرح مشکوۃ المصابیح)

اذان کے اسرار و رموز:

جب اذان میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہا جاتا ہے تو یہ پیغام دیا جا رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت آگ پانی ہوا اور مٹی گویا ہر چیز کی طاقت سے زیادہ ہے پس اس پروردگار کی طرف آجاؤ، تمہیں اس کے گھر میں بلایا جا رہا ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی کہ چاروں اطراف میں پیغام پہنچانے کے لئے چار مرتبہ اللہ اکبر کہا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب اذان کی اللہ اکبر سنتے تو اتنا روتے کہ چادر بھیگ جاتی۔ کسی نے پوچھا تو بتایا کہ میں اللہ اکبر کے الفاظ سنتا ہوں تو عظمت الٰہی اور ہیبت الٰہی کی ایسی کیفیت دل پر طاری ہوتی ہے کہ گریہ طاری ہو جاتا ہے۔

اذان میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے الفاظ سے یہ بتایا گیا کہ نماز میں فلاح ہے۔ یہی پیغام قرآن مجید میں دیا گیا کہ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (المؤمنون:۱) (کامیاب ہو گئے ایمان والے، جو اپنی نماز میں جھکنے والے تھے) پس اذان اور نماز کے پیغام میں مطابقت موجود ہے۔

مؤذن اللہ اکبر کے الفاظ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت کی گواہی دے رہا ہوتا ہے لہٰذا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مؤذن کو عزت و

شرافت سے نوازے گا۔ حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن موذن کا چہرہ منور ہوگا اور اس کی گردن دوسروں کی نسبت اونچی ہو گی۔ یہ اعزاز اسے اذان دینے کی وجہ سے ملے گا۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی کافر اپنے ارادے سے اذان دے تو اس کے مسلمان ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا۔

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے مردوں اور عورتوں کی صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا کہ موذن اذان دے تو سننے والے کو چاہئے کہ وہی الفاظ کہے جو موذن کہتا ہے البتہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" کہے۔ اسی طرح فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہے تو جواب میں یوں کہا جائے صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ (تو نے سچ کہا اور تو بری ہو گیا۔

جب بچہ پیدا ہو تو اس کے ایک کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت کہی جاتی ہے۔ اس کا مقصد اصلی اس بچے کے کان میں اللہ رب العزت کی عظمت کو پہنچانا ہوتا ہے۔

زبیدہ خاتون ایک نیک ملکہ تھی۔ اس نے نہر زبیدہ بنوا کر مخلوق خدا کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اپنی وفات کے بعد وہ کسی کو خواب میں نظر آئی۔ اس نے پوچھا کہ زبیدہ خاتون! آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ زبیدہ خاتون نے جواب دیا کہ اللہ رب العزت نے بخشش فرمادی۔ خواب دیکھنے والے نے کہا، آپ نے نہر زبیدہ بنوا کر مخلوق کو فائدہ پہنچایا آپ کی بخشش تو ہونی ہی تھی۔ زبیدہ خاتون نے کہا نہیں، نہیں۔ جب نہر زبیدہ والا معاملہ پیش ہوا تو پروردگار عالم نے فرمایا کہ کام تو تم نے خزانے کے پیسوں سے کروایا۔ اگر خزانہ نہ ہوتا تو نہر بھی نہ بنتی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے میرے لئے کیا عمل کیا۔ زبیدہ نے کہا کہ میں تو گھبرا گئی کہ اب کیا بنے گا۔ مگر اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرمائی۔ مجھے کہا گیا کہ تمہارا ایک عمل ہمیں پسند آ گیا۔ ایک مرتبہ تو بھوک کی حالت میں دسترخوان پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھی کہ اتنے میں اللہ اکبر کے الفاظ سے اذان کی آواز سنائی دی۔ تمہارے ہاتھ میں لقمہ تھا اور سر سے دوپٹہ سرکا ہوا تھا۔ تم نے لقمے کو واپس رکھا، پہلے دوپٹے کو ٹھیک کیا، پھر لقمہ کھایا۔ تم نے لقمہ کھانے میں تاخیر میرے نام کے ادب کی وجہ سے کی چلو ہم نے تمہاری مغفرت کر دی۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے سامنے ایک لوہار رہتا تھا۔ بال بچوں کی کثرت کی وجہ سے وہ سارا دن کام میں لگا رہتا۔ اس کی عادت تھی کہ اگر اس نے ہتھوڑا ہوا میں اٹھایا ہوتا کہ لوہا کوٹ سکے اور اسی دوران اذان کی آواز آ جاتی تو وہ ہتھوڑا لوہے پر مارنے کی بجائے اسے زمین پر رکھ دیتا اور کہتا کہ اب میرے پروردگار کی طرف سے بلاوا آ گیا ہے میں پہلے نماز پڑھوں گا پھر کام کروں گا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو کسی کو خواب میں نظر آیا۔ اس نے پوچھا کیا بنا؟ کہنے لگا کہ مجھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نیچے والا درجہ عطا کیا گیا۔ اس نے پوچھا کہ تمہارا علم و عمل تو اتنا نہیں تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کے نام کا ادب کرتا تھا اور اذان کی آواز سنتے ہی کام روک دیتا تھا تاکہ نماز ادا کروں اس ادب کی وجہ سے اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرمادی۔

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ میں نے دیکھا کہ خواب کی حالت میں اذان دے رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے عزت نصیب ہوگی۔ کچھ عرصے کے بعد اس شخص کو عزت ملی۔ دوسرے شخص نے خواب دیکھا کہ اذان دے رہا ہوں۔

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تجھے ذلت ملے گی وہ شخص کچھ عرصے بعد چوری کے جرم میں گرفتار ہوا اس کے ہاتھ کاٹے گئے۔ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ حضرت دونوں نے ایک جیسا خواب دیکھا مگر تعبیر مختلف کیوں ہوئی؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب پہلے نے اذان دیتے ہوئے دیکھا تو میں نے اس شخص میں نیکی کے آثار دیکھے تو مجھے قرآن میں یہ آیت سامنے آئی ''وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ (الحج)'' اور پکار دے لوگوں کو حج کے واسطے' میں نے تعبیر دی کہ اسے عزت ملے گی۔ جب دوسرے نے خواب سنایا تو اس کے اندر فسق وفجور کے آثار تھے۔ مجھے قرآن مجید کی یہ آیت سامنے آئی۔ ''ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُھَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ (یوسف)'' پھر پکارا پکارنے والے نے ،اے قافلہ والو،تم تو البتہ چور ہو) پس میں نے یہ تعبیر لی اس شخص کو ذلت ملے گی۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ میں بے وقت اذان دے رہا ہوں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اسے ذلت ملے گی۔اگر عورت خواب میں دیکھے کہ اذان دے رہی ہے تو وہ بیمار ہوگی۔

ایک شخص نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ میں مردوں کے منہ پر اور عورتوں کی شرمگاہوں پر مہر لگا رہا ہوں۔انہوں نے فرمایا لگتا ہے کہ تم مؤذن ہو اور ماہ رمضان میں وقت سے پہلے فجر کی اذان دیتے ہو۔تحقیق کرنے پر تعبیر صحیح نکلی۔چونکہ اذان کی آواز سن کر لوگ روزے کی نیت کر لیتے تھے لہٰذا وہ لوگوں کو کھانے پینے اور جماع سے روکتا تھا حالانکہ ابھی اذان کا وقت نہیں ہوتا تھا۔

حکم شرعی کے مطابق اذان کی شرعی حیثیت

(اَلْاَذَانُ سُنَّةٌ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَالْجُمُعَةِ دُوْنَ مَا سِوَاهَا) لِلنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ .(وَصِفَةُ الْاَذَانِ مَعْرُوْفَةٌ) وَهُوَ كَمَا اَذَّنَ الْمَلَكُ النَّازِلُ مِنَ السَّمَاءِ .

(وَلَا تَرْجِيعَ فِيهِ) وَهُوَ اَنْ يَرْجِعَ فَيَرْفَعَ صَوْتَهُ بِالشَّهَادَتَيْنِ بَعْدَ مَا خَفَضَ بِهِمَا .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: فِيهِ ذٰلِكَ لِحَدِيثِ اَبِیْ مَحْذُوْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ (اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِالتَّرْجِيعِ) وَلَنَا اَنَّهُ لَا تَرْجِيعَ فِی الْمَشَاهِيرِ وَكَانَ مَا رَوَاهُ تَعْلِيمًا فَظَنَّهُ تَرْجِيعًا .

نماز خمسہ اور جمعہ کے لئے اذان سنت ہے۔جبکہ ان کے سوا کسی کے لئے نہیں۔کیونکہ تواتر سے یہی حکم نقل کیا گیا ہے۔اور اذان کا طریقہ وہی معروف طریقہ ہے جس طرح آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے نے پڑھی تھی۔

اور اس میں ترجیع نہیں ہے اور ترجیع یہ ہے کہ شہادتین کے ساتھ اپنی آواز پست کرنے کے بعد بلند کرے۔جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اذان میں ترجیع ہے۔اس حدیث کی بناء پر جو ابو محذورہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں ترجیع کا حکم دیا تھا۔اور ہماری دلیل یہ ہے احادیث مشہورہ میں ترجیع بیان نہیں ہوئی۔اور ابو محذورہ والی حدیث بطور تعلیم تھی جبکہ ابو محذورہ نے اس کو ترجیع خیال کرلیا۔

اذان فجر میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کا اضافہ

(وَيَزِيدُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ بَعْدَ الْفَلَاحِ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ) (لِأَنَّ بِلَالًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ حِينَ وَجَدَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَاقِدًا، فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: مَا أَحْسَنَ هٰذَا يَا بِلَالُ اجْعَلْهُ فِي أَذَانِكَ) وَخُصَّ الْفَجْرُ بِهِ لِأَنَّهُ وَقْتُ نَوْمٍ وَغَفْلَةٍ .

اور فجر کی اذان میں ''حی علی الفلاح'' کے بعد ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کو دوبار پڑھ پر زیادہ کرے۔ کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب نبی کریم ﷺ کو محو استراحت دیکھا تو ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' دومرتبہ کہا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلال یہ کتنا اچھا ہے اس کو اپنی اذان میں داخل کرو۔ اور اس کو فجر کی اذان کے ساتھ خاص کر دیا گیا کیونکہ غفلت و نیند کا یہی وقت ہوتا ہے۔

کلمات اقامت اذان کے کلمات کی طرح ہیں:

(وَالْإِقَامَةُ مِثْلُ الْأَذَانِ إِلَّا أَنَّهُ يَزِيدُ فِيهَا بَعْدَ الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ مَرَّتَيْنِ) هٰكَذَا فَعَلَ الْمَلَكُ النَّازِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَهُوَ الْمَشْهُورُ ثُمَّ هُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي قَوْلِهِ إِنَّهَا فُرَادَى فُرَادَى إِلَّا قَوْلَهُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ .

اقامت اذان کی طرح ہے۔ لیکن اقامت میں ''حی علی الفلاح'' کے بعد ''قد قامت الصلوٰۃ'' کو دومرتبہ پڑھ کر بڑھایا جائے گا۔ کیونکہ آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے نے ایسا ہی کیا تھا۔ اور یہی مشہور ہے اور یہی روایت امام شافعی رحمہ اللہ کے خلاف دلیل ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ اقامت ''قدم قامت الصلوٰۃ'' کے سواء اکیلا، اکیلا کلمہ ہے۔

اذان میں ترسیل جبکہ اقامت میں حدر کا بیان

(وَيَتَرَسَّلُ فِي الْأَذَانِ وَيَحْدُرُ فِي الْإِقَامَةِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِبِلَالٍ (إِذَا أَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ، وَإِذَا أَقَمْتَ فَاحْدُرْ) وَهٰذَا بَيَانُ الِاسْتِحْبَابِ .

(وَيَسْتَقْبِلُ بِهِمَا الْقِبْلَةَ) لِأَنَّ الْمَلَكَ النَّازِلَ مِنَ السَّمَاءِ أَذَّنَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، وَلَوْ تَرَكَ الِاسْتِقْبَالَ جَازَ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ، وَيُكْرَهُ لِمُخَالَفَتِهِ السُّنَّةَ (وَيُحَوِّلُ وَجْهَهُ بِالصَّلَاةِ وَالْفَلَاحِ يَمْنَةً وَيَسْرَةً) لِأَنَّهُ خِطَابٌ لِلْقَوْمِ فَيُوَاجِهُهُمْ بِهِ (وَإِنِ اسْتَدَارَ فِي صَوْمَعَتِهِ فَحَسَنٌ) مُرَادُهُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ تَحْوِيلَ الْوَجْهِ يَمِينًا وَشِمَالًا (مَعَ ثَبَاتِ قَدَمَيْهِ) مَكَانَهُمَا كَمَا هُوَ السُّنَّةُ بِأَنْ كَانَتِ الصَّوْمَعَةُ مُتَّسِعَةً، فَأَمَّا مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ فَلَا .

اوراذان میں ترسیل جبکہ اقامت میں حدر کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تو اذان پڑھے تو ترسیل کر اور جب اقامت کہے تو حدر کر۔ اور یہی استحباب کا بیان ہے۔

اذان اور اقامت قبلہ کی طرف رخ کر کے پڑھے کیونکہ آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے نے بھی قبلہ رخ ہو کر اذان پڑھی تھی۔ اور اگر کسی نے استقبال قبلہ ترک کیا تو مقصود حاصل ہو جانے کی وجہ سے جائز ہے۔ اور خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔ اور جس وقت ''حی علی الصلوۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' کہے تو دائیں اور بائیں جانب اپنا چہرے پھیرے۔ اس لئے کہ اس کا یہ قوم کو خطاب ہے۔ لہٰذا وہ ان کے سامنے ہوگا۔ اور اگر مؤذن اپنے منارے میں گھوم گیا۔ تو اچھا ہے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی مراد یہ ہے کہ جب وہ اپنے قدموں کو سنت طریقے پر جما کر دائیں وبائیں اپنے چہرے کو نہ پھیر سکتا ہو جبکہ منارہ بھی کشادہ ہو۔ لہٰذا بغیر ضرورت کے اپنی جگہ سے قدم اٹھانا مناسب نہیں۔

وقت اذان کانوں میں انگلیاں ڈالنے کا بیان

(وَالْاَفْضَلُ لِلْمُؤَذِّنِ اَنْ يَجْعَلَ أُصْبُعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ) بِذٰلِكَ اَمَرَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِلَالًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلِاَنَّهُ اَبْلَغُ فِي الْإِعْلَامِ (فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَحَسَنٌ) لِاَنَّهَا لَيْسَتْ بِسُنَّةٍ اَصْلِيَّةٍ .

اور اذان کہنے والے کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اسی طرح حکم دیا تھا۔ کیونکہ اعلام میں یہی بلیغ ہے اگر اس نے ایسا نہ کیا تب بھی اچھا ہے کیونکہ یہ سنت اصلیہ سے نہیں۔

مسئلہ تثویب میں فقہی احکام ودلائل:

(وَالتَّثْوِيبُ فِي الْفَجْرِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْإِقَامَةِ حَسَنٌ) لِاَنَّهُ وَقْتُ نَوْمٍ وَغَفْلَةٍ (وَكُرِهَ فِي سَائِرِ الصَّلَوَاتِ) وَمَعْنَاهُ الْعَوْدُ اِلَى الْإِعْلَامِ بَعْدَ الْإِعْلَامِ وَهُوَ عَلَى حَسَبِ مَا تَعَارَفُوهُ، وَهٰذَا التَّثْوِيبُ اَحْدَثَهُ عُلَمَاءُ الْكُوفَةِ بَعْدَ عَهْدِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لِتَغَيُّرِ اَحْوَالِ النَّاسِ، وَخَصُّوا الْفَجْرَ بِهِ لِمَا ذَكَرْنَا، وَالْمُتَاَخِّرُونَ اسْتَحْسَنُوهُ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا لِظُهُورِ التَّوَانِي فِي الْأُمُورِ الدِّينِيَّةِ .

وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لَا اَرَى بَأْسًا اَنْ يَقُولَ الْمُؤَذِّنُ لِلْاَمِيرِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْاَمِيرُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، الصَّلَاةَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، وَاسْتَبْعَدَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّ النَّاسَ سَوَاسِيَةٌ فِي اَمْرِ الْجَمَاعَةِ، وَاَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ خَصَّهُمْ بِذٰلِكَ لِزِيَادَةِ اشْتِغَالِهِمْ بِأُمُورِ الْمُسْلِمِينَ كَيْ لَا تَفُوتَهُمُ الْجَمَاعَةُ، وَعَلَى هٰذَا الْقَاضِي وَالْمُفْتِي .

اور فجر کی اذان میں "حَيَّ عَلَى الصَّلَاة اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے ساتھ اذان و اقامت کے درمیان بہتر ہے کیونکہ وہ نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ اور باقی نمازوں میں تثویب مکروہ ہے۔ اور تثویب کا معنی "اعلام کی طرف دوبارہ متوجہ کرنا" اور یہ لوگوں کے عرف کے مطابق ہے۔ اور یہ وہی تثویب ہے جس کو علماء کوفہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد لوگوں کے حالات کے مطابق بدل دیا تھا۔ اور علماء کوفہ نے اس تثویب کو فجر کے ساتھ اسی دلیل کی وجہ سے خاص کیا ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ جبکہ متاخرین فقہاء نے تمام نمازوں میں تثویب کو اچھا سمجھا ہے۔ کیونکہ دینی معاملات میں سستی زیادہ ہو چکی ہے!

اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ اذان دینے والا ساری نمازوں میں امیر کو کہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْاَمِيرُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَلصَّلَاةَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بعید (از قیاس) سمجھا ہے کہ جماعت کے حکم میں سب برابر ہیں۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حکام کو تثویب کے ساتھ اس لئے خاص کیا ہے کہ مسلمانوں کے معاملات میں ان کی مصروفیت زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا ان سے جماعت فوت نہ ہو اور اسی حکم میں قاضی و مفتی بھی ہیں۔

اذان و اقامت کے درمیان وقفے کا بیان

(وَيَجْلِسُ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ اِلَّا فِي الْمَغْرِبِ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا: يَجْلِسُ فِي الْمَغْرِبِ اَيْضًا جَلْسَةً خَفِيْفَةً) لِاَنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ الْفَصْلِ اِذِ الْوَصْلُ مَكْرُوْهٌ، وَلَا يَقَعُ الْفَصْلُ بِالسَّكْتَةِ لِوُجُوْدِهِمَا بَيْنَ كَلِمَاتِ الْاَذَانِ فَيَفْصِلُ بِالْجَلْسَةِ كَمَا بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ، وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ التَّاْخِيْرَ مَكْرُوْهٌ فَيَكْتَفِيْ بِاَدْنَى الْفَصْلِ احْتِرَازًا عَنْهُ وَالْمَكَانُ فِيْ مَسْاَلَتِنَا مُخْتَلِفٌ، وَكَذَا النَّغْمَةُ فَيَقَعُ الْفَصْلُ بِالسَّكْتَةِ وَلَا كَذٰلِكَ الْخُطْبَةُ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَفْصِلُ بِرَكْعَتَيْنِ اعْتِبَارًا بِسَائِرِ الصَّلَوَاتِ، وَالْفَرْقُ قَدْ ذَكَرْنَاهُ (قَالَ يَعْقُوْبُ: رَاَيْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُؤَذِّنُ فِي الْمَغْرِبِ وَيُقِيْمُ وَلَا يَجْلِسُ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ) وَهٰذَا يُفِيْدُ مَا قُلْنَا، وَاَنَّ الْمُسْتَحَبَّ كَوْنُ الْمُؤَذِّنِ عَالِمًا بِالسُّنَّةِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَيُؤَذِّنُ لَكُمْ خِيَارُكُمْ) .

نماز مغرب کے سوا اذان اور اقامت کے درمیان بیٹھے۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین کے فرماتے ہیں کہ مغرب میں معمولی سا جلسہ کرے۔ کیونکہ فاصلہ ضروری ہے۔ اس لئے کہ اس میں ملانا مکروہ ہے۔ اور یہ فاصلہ چپ رہنے سے نہیں ہوتا کیونکہ سکتہ تو کلمات اذان کے درمیان بھی پایا جاتا ہے۔ لہٰذا وہ بیٹھ کر فاصلہ کرے۔ جس طرح دو خطبوں کے درمیان کیا جاتا ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ مغرب میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ لہٰذا اس تاخیر سے بچنے کے لئے تھوڑے سے تھوڑا فصل پر اکتفاء کرے۔ لہٰذا ہمارے اس مسئلہ میں مکان مختلف ہے اور آواز بھی مختلف ہے اس لئے سکتہ کے ساتھ فاصلہ کیا جائے

گا۔ جبکہ خطبہ میں ایسا نہیں کیا جائے گا۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو رکعات کے ساتھ فاصلہ کیا جائے گا۔ وہ دوسری نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے ایسا کہتے ہیں۔ جبکہ فرق ہم نے ذکر کردیا ہے۔

امام یعقوب (امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے کہ مغرب کی اذان پڑھتے اور اقامت کہتے اور اذان واقامت کے درمیان نہیں بیٹھتے۔ یہ قول دو باتوں کا فائدہ دیتا ہے۔ ایک وہی جو ہم نے کہہ دی ہے جبکہ دوسری بات یہ ہے کہ مستحب ہے اذان دینے والا سنت کا عالم ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے وہ اذان دے جو تم میں سے بہتر ہو۔

فوت ہونے والی نمازوں کے لئے حکم اذان

(وَيُؤَذِّنُ لِلْفَائِتَةِ وَيُقِيمُ) (لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَضَى الْفَجْرَ غَدَاةَ لَيْلَةِ التَّعْرِيسِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ)، وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي اكْتِفَائِهِ بِالْإِقَامَةِ (فَإِنْ فَاتَتْهُ صَلَوَاتٌ أَذَّنَ لِلْأُولَى وَأَقَامَ) لِمَا رَوَيْنَا (وَكَانَ مُخَيَّرًا فِي الْبَاقِي، إنْ شَاءَ أَذَّنَ وَأَقَامَ) لِيَكُونَ الْقَضَاءُ عَلَى حَسَبِ الْأَدَاءِ (وَإِنْ شَاءَ اقْتَصَرَ عَلَى الْإِقَامَةِ) لِأَنَّ الْأَذَانَ لِلِاسْتِحْضَارِ وَهُمْ حُضُورٌ .

قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يُقِيمُ لِمَا بَعْدَهَا وَلَا يُؤَذِّنُ، قَالُوا: يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ هَذَا قَوْلُهُمْ جَمِيعًا .

اور وہ فوت شدہ نماز کے لئے اذان واقامت کہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ التعریس کے روز سورج نکلنے پر فجر کی نماز کو اذان واقامت کے ساتھ قضاء کیا تھا۔ اور یہی حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دلیل بھی ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ صرف اقامت کافی ہوگی۔

اگر کسی شخص کی چند نمازیں فوت ہو جائیں تو وہ اذان واقامت کہے اسی حدیث کی وجہ سے جسے ہم نے ذکر کردیا ہے۔ جبکہ باقی نمازوں میں اس کے لئے اختیار ہے وہ چاہے تو اذان واقامت کہے تاکہ اس کی قضاء اس کی اداء کے مطابق ہو جائے۔ اور اگر وہ شخص چاہے تو صرف اقامت ہی کہے۔ اس لئے کہ اذان تو لوگوں کو حاضر کرنے کے لئے کہی جاتی ہے۔ حالانکہ وہ تو موجود ہیں۔

اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بعد والی نمازوں کے لئے صرف اقامت کافی ہے اور مشائخ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہوسکتا ہے یہ سبھی کا قول ہو۔

حالت طہارت میں اذان واقامت پڑھنے کا بیان

(وَيَنْبَغِي أَنْ يُؤَذِّنَ وَيُقِيمَ عَلَى طُهْرٍ، فَإِنْ أَذَّنَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ جَازَ) لِأَنَّهُ ذِكْرٌ وَلَيْسَ بِصَلَاةٍ فَكَانَ الْوُضُوءُ فِيهِ اسْتِحْبَابًا كَمَا فِي الْقِرَاءَةِ

(وَيُكْرَهُ أَنْ يُقِيمَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ) لِمَا فِيهِ مِنْ الْفَصْلِ بَيْنَ الْإِقَامَةِ وَالصَّلَاةِ، وَيُرْوَى أَنَّهُ لَا

تُكْرَهُ الْإِقَامَةُ اَيْضًا لِاَنَّهَا اَحَدُ الْاَذَانَيْنِ، وَيُرْوَى اَنَّهُ يُكْرَهُ الْاَذَانُ اَيْضًا لِاَنَّهُ يَصِيرُ دَاعِيًا اِلَى مَا لَا يُجِيبُ بِنَفْسِهِ

(وَيُكْرَهُ اَنْ يُؤَذِّنَ وَهُوَ جُنُبٌ) رِوَايَةً وَاحِدَةً ۔ وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى اِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ اَنَّ لِلْاَذَانِ شَبَهًا بِالصَّلَاةِ فَتُشْتَرَطُ الطَّهَارَةُ عَنْ اَغْلَظِ الْحَدَثَيْنِ دُوْنَ اَخَفِّهِمَا عَمَلًا بِالشَّبَهَيْنِ ۔

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: اِذَا اَذَّنَ وَاَقَامَ عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ لَا يُعِيدُ وَالْجُنُبُ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يُعِيدَ (وَلَوْ لَمْ يُعِدْ اَجْزَاَهُ) اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِخِفَّةِ الْحَدَثِ، وَاَمَّا الثَّانِي فَفِي الْاِعَادَةِ بِسَبَبِ الْجَنَابَةِ رِوَايَتَانِ، وَالْاَشْبَهُ اَنْ يُعَادَ الْاَذَانُ دُوْنَ الْاِقَامَةِ لِاَنَّ تَكْرَارَ الْاَذَانِ مَشْرُوْعٌ دُوْنَ الْاِقَامَةِ ۔

وَقَوْلُهُ وَلَوْ لَمْ يُعِدْ اَجْزَاَهُ: يَعْنِي الصَّلَاةَ لِاَنَّهَا جَائِزَةٌ بِدُوْنِ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ ۔قَالَ (وَكَذٰلِكَ الْمَرْاَةُ تُؤَذِّنُ) مَعْنَاهُ يُسْتَحَبُّ اَنْ يُعَادَ لِيَقَعَ عَلَى وَجْهِ السُّنَّةِ

اور مناسب ہے کہ اذان واقامت کہنے والا طہارت کی حالت میں ہو۔لہٰذا اگر اس نے وضو کے بغیر اذان پڑھی تو جائز ہے اس لئے کہ اذان ذکر ہے اذان نماز نہیں ہے۔لہٰذا اس کے لئے وضو مستحب ہے۔جس طرح قرآن پڑھنے کے لئے ہے۔

وضو کے بغیر اقامت کہنا مکروہ ہے۔اس لئے کہ اس طرح اقامت اور نماز کے درمیان فصل لازم آئے گا اور ایک یہ بھی روایت ہے کہ اقامت بھی مکروہ نہیں ہے۔کیونکہ وہ بھی دو اذانوں میں سے ایک اذان ہی تو ہے۔اور ایک روایت میں ہے کہ اذان بھی مکروہ ہے۔کیونکہ وہ ایسی شئے کی طرف دعوت دینے والا ہے جسے وہ خود قبول نہیں کرتا۔

اور جنابت والے کی اذان مکروہ ہے یہ ایک ہی روایت ہے۔اور دونوں روایات میں سے ایک روایت کا فرق یہ ہے کہ اذان نماز کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔جبکہ زیادہ غلیظ حدثوں سے طہارت حاصل کرنا شرط ہے نہ خیف حدثوں سے طہارت حاصل کرنا۔اور ایسا دونوں مشابہتوں پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے۔

اور جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی نے بغیر وضو اذان واقامت کہی تو ان کو لوٹانا ضروری نہیں۔اور جنبی نے ایسا کیا تو مجھے لوٹانا پسند ہے۔اور اگر کسی نے اعادہ نہ کیا تو تب بھی جائز ہے۔اور پہلا حکم تو اس لئے کہ حدث خفیف ہے جبکہ دوسرا اس لئے کہ اس میں جنابت سبب ہے۔اور اس کے اعادہ میں دو روایات ہیں۔اور اس میں فقہ کے زیادہ قریب یہ ہے کہ اذان کا اعادہ کیا جائے گا جبکہ اقامت کا اعادہ نہ کیا جائے گا۔کیونکہ اذان کا تکرار مشروع ہے اقامت کا تکرار شرعاً جائز نہیں۔اور امام محمد علیہ الرحمہ کا قول ''وَلَوْ لَمْ يُعِدْ اَجْزَاَهُ'' نماز ہے اس لئے کہ نماز اذان واقامت کے بغیر بھی جائز ہے۔اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ عورت کی اذان کا بھی یہی حکم ہے لہٰذا اس کا اعادہ مستحب ہے تا کہ حکم سنت کے مطابق مکمل ہو۔

وقت سے پہلے اذان پڑھنے کے بارے میں حکم

(وَلَا يُؤَذِّنُ لِصَلَاةٍ قَبْلَ دُخُوْلِ وَقْتِهَا وَيُعَادُ فِي الْوَقْتِ) لِاَنَّ الْاَذَانَ لِلْاِعْلَامِ وَقَبْلَ الْوَقْتِ

تجہیل (وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ (يَجُوْزُ لِلْفَجْرِ فِي النِّصْفِ الْاٰخِرِ مِنَ اللَّيْلِ) لِتَوَارُثِ اَهْلِ الْحَرَمَيْنِ ۔

وَالْحُجَّةُ عَلَى الْكُلِّ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِبِلَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (لَا تُؤَذِّنْ حَتّٰى يَسْتَبِيْنَ لَكَ الْفَجْرُ هٰكَذَا، وَمَدَّ يَدَيْهِ عَرْضًا) ۔

اور وقت سے پہلے بھی نماز کے لئے اذان نہ دی جائے اور وقت کے اندر ہی اس کا اعادہ کیا جائے۔ اس لئے کہ اذان تو دخول وقت کی خبر دینے والی ہے۔ اور وقت سے پہلے لوگوں کو جہالت میں دھکیلنا ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور یہی قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ فجر کے لئے رات کے آخری نصف میں اذان جائز ہے۔ کیونکہ یہ اہل حرمین سے توارثاً نقل کیا گیا ہے۔ اور تمام ائمہ کے خلاف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اذان نہ دو حتیٰ کہ فجر تمہارے لئے اس طرح ظاہر ہو جائے اور آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک چوڑائی میں پھیلائے۔

مسافر کے لئے اذان واقامت کا بیان

(وَالْمُسَافِرُ يُؤَذِّنُ وَيُقِيْمُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِابْنَيْ اَبِيْ مُلَيْكَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا (إِذَا سَافَرْتُمَا فَاَذِّنَا وَاَقِيْمَا) ۔

(فَاِنْ تَرَكَهُمَا جَمِيْعًا يُكْرَهُ) وَلَوْ اكْتَفٰى بِالْاِقَامَةِ جَازَ لِاَنَّ الْاَذَانَ لِاسْتِحْضَارِ الْغَائِبِيْنَ وَالرُّفْقَةُ حَاضِرُوْنَ وَالْاِقَامَةُ لِاِعْلَامِ الْاِفْتِتَاحِ وَهُمْ اِلَيْهِ مُحْتَاجُوْنَ ۔

(فَاِنْ صَلّٰى فِيْ بَيْتِهِ فِي الْمِصْرِ يُصَلِّيْ بِاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ) لِيَكُوْنَ الْاَدَاءُ عَلٰى هَيْئَةِ الْجَمَاعَةِ (وَاِنْ تَرَكَهُمَا جَازَ) لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَذَانُ الْحَيِّ يَكْفِيْنَا ۔

مسافر اذان واقامت کہے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ابو ملیکہ کے دو بیٹوں سے فرمایا: جب تم دونوں سفر کرو تو تم دونوں اذان دو اور اقامت کہو۔ لہٰذا اگر دونوں نے ترک کیا تو مکروہ ہے۔ اگر اقامت پر انحصار کیا تو بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ اذان غیر موجود لوگوں کے لئے کہی جاتی ہے تا کہ وہ حاضر ہوں۔ اور سفر کے سارے ساتھی تو حاضر ہوتے ہیں۔ جبکہ اقامت نماز کے شروع کرنے کے لئے کہی جاتی ہے اور اسی کے سارے محتاج ہوتے ہیں۔

اگر کسی نے اپنے گھر میں شہر کے اندر نماز پڑھی تو وہ اذان واقامت کے ساتھ پڑھے۔ تا کہ اس کی ادائیگی جماعت کی صورت پر ہو جائے۔ اور اگر اس نے اذان واقامت دونوں کو چھوڑ دیا تو بھی جائز ہے۔ کیونکہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو محلے کی اذان ہی کافی ہے۔

بَابُ شُرُوطِ الصَّلَاةِ الَّتِي تَتَقَدَّمُهَا

﴿یہ باب نماز کی ان شرائط کے بیان میں ہے جو نماز سے مقدم ہیں﴾

باب شرائط نماز کی مناسبت کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ باب ان شرائط کے بیان میں ہے جو نماز سے مقدم ہیں۔ شرائط شرط کی جمع ہے۔ اور وہ علامت ہے۔ جبکہ اصطلاح میں شرط اسے کہتے ہیں جس پر کسی چیز کا وجود موقوف ہوا گر چہ وہ اس میں داخل نہ ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ انتفائے شرط انتفائے مشروط کو لازم ہے۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وجود شرط ہی وجود مشروط ہے۔ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اصول میں لکھا ہے۔ کہ جب حکم کی اضافت شرط کی طرف کی جائے گی تو اس کا وجود شرط کے ساتھ پایا جائے گا اور بغیر شرط کے نہ پایا جائے گا۔ اور جب حکم کی اضافت علت کی طرف کی جائے تو وہ اس کے ساتھ ہوگا شرط اور رکن دونوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ باہم ساتھ ہوں اور وہ دونوں عام خاص کی طرح الگ بھی ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ہر رکن کے لئے وجود شرط ضروری ہے۔ اس سے یہ لازم نہ آئے گا کہ انتفائے شرط کی وجہ سے رکن منتفی ہو جائے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۱۲۵، حقانیہ ملتان)

نماز پڑھنے سے پہلے طہارت کاملہ کا بیان

(يَجِبُ عَلَى الْمُصَلِّي اَنْ يُقَدِّمَ الطَّهَارَةَ مِنَ الْاَحْدَاثِ وَالْاَنْجَاسِ عَلَى مَا قَدَّمْنَاهُ) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ) وَقَالَ تَعَالٰى: (وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا).

نمازی پر واجب ہے کہ وہ سب سے پہلے نجاستوں اور حدثوں سے طہارت حاصل کرے جیسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور آپ اپنے کپڑے کو پاک رکھیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اگر تم جنبی ہو جاؤ تو طہارت حاصل کرو۔

مساجد میں پاک وصاف ہو کر جانے کا حکم

(وَيَسْتُرُ عَوْرَتَهُ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ) اَیْ مَا يُوَارِي عَوْرَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا صَلَاةَ لِحَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ) اَیْ لِبَالِغَةٍ (وَعَوْرَةُ الرَّجُلِ مَا تَحْتَ السُّرَّةِ اِلَى الرُّكْبَةِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (عَوْرَةُ الرَّجُلِ مَا بَيْنَ سُرَّتِهِ اِلَى رُكْبَتِهِ) وَيُرْوٰى (مَا دُوْنَ سُرَّتِهِ حَتّٰى تُجَاوِزَ رُكْبَتَهُ) وَبِهٰذَا تَبَيَّنَ اَنَّ السُّرَّةَ لَيْسَتْ مِنَ

الْعَوْرَةِ خِلَافًا لِمَا يَقُولُهُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ (وَالرُّكْبَةُ مِنَ الْعَوْرَةِ) خِلَافًا لَهُ أَيْضًا، وَكَلِمَةُ إِلَى نَحْمِلُهَا عَلَى كَلِمَةِ مَعَ عَمَلًا بِكَلِمَةِ حَتَّى أَوْ عَمَلًا بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الرُّكْبَةُ مِنَ الْعَوْرَةِ) .

اور وہ اپنے ستر کو چھپائے ۔ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے تم ہر مسجد میں جاتے وقت زینت کیا کرو۔اس سے مراد جو کچھ تمہارے ستر میں داخل ہے ہر نماز کے وقت اس کا چھپانا ہے۔اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حائض کی نماز نہیں مگر خمار کے ساتھ یعنی بالغہ عورت کے لئے حکم ہے۔

اور مرد کا ستر ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے تک ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مرد کا ستر اس کی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ہے۔اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ناف کے سوا جبکہ گھٹنے سمیت ستر ہے۔اسی روایت سے واضح ہوگیا کہ ناف ستر نہیں ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔گھٹنا ستر ہے۔اور ہم کلمہ ''الی'' کو ''مع'' کے معنی محمول پر کرتے ہیں۔تا کہ کلمہ حتیٰ پر عمل ہو جائے۔یا اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ گھٹنا ستر ہے۔اس پر عمل کرتے ہیں۔

آزاد عورت کے ستر کا بیان وحکم

(وَبَدَنُ الْحُرَّةِ كُلُّهَا عَوْرَةٌ إِلَّا وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ مَسْتُورَةٌ) وَاسْتِثْنَاءُ الْعُضْوَيْنِ لِلِابْتِلَاءِ بِإِبْدَائِهِمَا .

قَالَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: وَهٰذَا تَنْصِيصٌ عَلَى أَنَّ الْقَدَمَ عَوْرَةٌ .وَيُرْوَى أَنَّهَا لَيْسَتْ بِعَوْرَةٍ وَهُوَ الْأَصَحُّ (فَإِنْ صَلَّتْ وَرُبْعُ سَاقِهَا أَوْ ثُلُثُهُ مَكْشُوفٌ تُعِيدُ الصَّلَاةَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنَ الرُّبْعِ لَا تُعِيد .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ: لَا تُعِيدُ إِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنَ النِّصْفِ) لِأَنَّ الشَّيْءَ إِنَّمَا يُوصَفُ بِالْكَثْرَةِ إِذَا كَانَ مَا يُقَابِلُهُ أَقَلَّ مِنْهُ إِذْ هُمَا مِنْ أَسْمَاءِ الْمُقَابَلَةِ (وَفِي النِّصْفِ عَنْهُ رِوَايَتَانِ) فَاعْتَبَرَ الْخُرُوجَ عَنْ حَدِّ الْقِلَّةِ أَوْ عَدَمَ الدُّخُولِ فِي ضِدِّهِ وَلَهُمَا أَنَّ الرُّبْعَ يَحْكِي حِكَايَةَ الْكَمَالِ كَمَا فِي مَسْحِ الرَّأْسِ وَالْحَلْقِ فِي الْإِحْرَامِ، وَمَنْ رَأَى وَجْهَ غَيْرِهِ يُخْبِرُ عَنْ رُؤْيَتِهِ وَإِنْ لَمْ يَرَ إِلَّا أَحَدَ جَوَانِبِهِ الْأَرْبَعَةِ .

آزاد عورت کے چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا سارا بدن ستر ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔عورت چھپانے کے لئے ہے۔اور دونوں کا استثناء اس لئے ہے کیونکہ ان کو ظاہر کرنے میں ابتلاء ہے۔صاحب ہدایہ نے فرمایا: یہ نص ہے کہ عورت کا قدم بھی ستر ہے اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ قدم عورت نہیں اور یہی روایت صحیح ہے۔

اگر آزاد عورت نے نماز پڑھی اس حالت میں اس کی پنڈلی کا چوتھائی حصہ کھل گیا یا تہائی تو وہ نماز کا اعادہ کرے گی۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور اگر چوتھائی سے کم کھلی ہو تو وہ نماز کا اعادہ نہ کرے گی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر نصف سے کم کھلی ہو تو نماز کا اعادہ نہ کرے گی۔ کیونکہ کوئی بھی چیز کثرت کے ساتھ اس وقت متصف ہوتی ہے جب اس کا مد مقابل اس سے کمتر ہو۔ کیونکہ وہ دونوں اسماء مقابلہ میں سے ہیں۔ اور نصف کے بارے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایات منقول ہیں۔ لہٰذا انہوں نے حد قلت سے نکلنے کا اعتبار کیا ہے یا انہوں نے عدم دخول کا اعتبار اس کی ضد سے کیا ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ چوتھائی بھی پوری کی ترجمانی کرتا ہے جس طرح سر کے مسح اور احرام کی حالت میں چوتھائی سر منڈوانے میں ہے۔ اور جس نے دوسرے کے چہرے کی طرف دیکھا تو وہ اس کے دیکھنے کی خبر دیتا ہے۔ اگرچہ اس نے ایک ہی طرف کے سوا باقی چاروں کی طرف دیکھا ہی نہیں۔

جب کسی بال، پیٹ اور ران کا ثلث کھل جائے تو حکم نماز

(وَالشَّعْرُ وَالْبَطْنُ وَالْفَخِذُ كَذٰلِكَ) يَعْنِي عَلَى هٰذَا الْخِلَافِ لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ عُضْوٌ عَلَى حِدَةٍ، وَالْمُرَادُ بِهِ النَّازِلُ مِنَ الرَّأْسِ هُوَ الصَّحِيحُ، وَاِنَّمَا وَضَعَ غَسْلَهُ فِي الْجَنَابَةِ لِمَكَانِ الْحَرَجِ وَالْعَوْرَةُ الْغَلِيظَةُ عَلَى هٰذَا الِاخْتِلَافِ، وَالذَّكَرُ يُعْتَبَرُ بِانْفِرَادِهِ وَكَذَا الْأُنْثَيَانِ، وَهٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ دُوْنَ الضَّمِّ .

(وَمَا كَانَ عَوْرَةً مِنَ الرَّجُلِ فَهُوَ عَوْرَةٌ مِنَ الْاَمَةِ، وَبَطْنُهَا وَظَهْرُهَا عَوْرَةٌ وَمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنْ بَدَنِهَا لَيْسَ بِعَوْرَةٍ) لِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَلْقِي عَنْكِ الْخِمَارَ يَا دَفَارُ اَتَتَشَبَّهِيْنَ بِالْحَرَائِرِ، وَلِاَنَّهَا تَخْرُجُ لِحَاجَةِ مَوْلَاهَا فِي ثِيَابِ مِهْنَتِهَا عَادَةً فَاعْتُبِرَ حَالُهَا بِذَوَاتِ الْمَحَارِمِ فِي حَقِّ جَمِيعِ الرِّجَالِ دَفْعًا لِلْحَرَجِ .

اور بال، پیٹ اور ران کا بھی یہی حکم ہے یعنی اسی اختلاف پر ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک عضو ہے۔ اور بالوں سے مراد یہ ہے جو سر سے نیچے کی طرف لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہی صحیح روایت ہے۔ جبکہ غسل جنابت میں ان کو دھونے کا سقوط حرج کو دور کرنے کی وجہ سے ہے۔ اور عورت غلیظہ بھی اسی اختلاف پر مبنی ہے۔ جبکہ ذکر کو علیحدہ اور خصیتان کو الگ الگ عضو شمار کیا جائے گا۔ اور صحیح روایت یہی ہے ایسا نہیں ہے کہ ان دونوں کو ملا کر ایک عضو شمار کیا جائے۔

اور جس قدر مرد کا جسم ستر ہے وہی باندی کا ستر ہے جبکہ اس کا پیٹ اور پیٹھ بھی ستر ہے۔ اور اس کے سوا سارا بدن ستر نہیں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی وجہ سے جب انہوں نے ایک باندی سے کہا اے وہیات! کیا تو آزاد عورتوں سے مشابہت اختیار کرتی ہے۔ کیونکہ باندی بطور عادت اپنے آقا کی ضرورتوں میں خدمت کرنے والے کپڑوں میں نکلے گی۔ لہٰذا تمام

مردوں کے حق میں باندی کی حالت کو ذوات محارم پر قیاس کریں گے۔ تا کہ حرج کو دور کیا جائے۔

کپڑے سے جب زوال نجاست کا ذریعہ نہ رکھتا ہو حکم

قَالَ (وَمَنْ لَمْ يَجِدْ مَا يُزِيلُ بِهِ النَّجَاسَةَ صَلَّى مَعَهَا وَلَمْ يُعِدْ) وَهٰذَا عَلٰى وَجْهَيْنِ اِنْ كَانَ رُبْعُ الثَّوْبِ اَوْ اَكْثَرُ مِنْهُ طَاهِرًا يُصَلِّي فِيهِ وَلَوْ صَلّٰى عُرْيَانًا لَا يُجْزِئُهُ لِاَنَّ رُبْعَ الشَّيْءِ يَقُومُ مَقَامَ كُلِّهِ، وَاِنْ كَانَ الطَّاهِرُ اَقَلَّ مِنَ الرُّبْعِ فَكَذٰلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَهُوَ اَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّ فِي الصَّلَاةِ فِيهِ تَرْكَ فَرْضٍ وَاحِدٍ .وَفِي الصَّلَاةِ عُرْيَانًا تَرْكُ الْفُرُوضِ ۔

وَعِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ يَتَخَيَّرُ بَيْنَ اَنْ يُصَلِّيَ عُرْيَانًا وَبَيْنَ اَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ، وَهُوَ الْاَفْضَلُ لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَانِعُ جَوَازِ الصَّلَاةِ حَالَةَ الِاخْتِيَارِ، وَيَسْتَوِيَانِ فِي حَقِّ الْمِقْدَارِ فَيَسْتَوِيَانِ فِي حُكْمِ الصَّلَاةِ، وَتَرْكُ الشَّيْءِ اِلٰى خَلَفٍ لَا يَكُونُ تَرْكًا وَالْاَفْضَلِيَّةُ لِعَدَمِ اخْتِصَاصِ السَّتْرِ بِالصَّلَاةِ وَاخْتِصَاصِ الطَّهَارَةِ بِهَا ۔

اور اگر نمازی نے کوئی ایسی چیز نہ پائی جس سے وہ نجاست کو زائل کرے تو وہ اسی نجاست والے کپڑے میں نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نہ کرے۔اس کی دو صورتیں ہیں۔اگر وہ کپڑا چوتھائی پاک ہو یا اس سے زیادہ پاک ہو تو اسی میں نماز پڑھے اور اگر بغیر کپڑوں کے پڑھی تو جائز نہ ہوگا۔کیونکہ چیز کا چوتھائی اس کے کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔اور اگر چوتھائی سے کم پاک ہو تو امام محمد ﷫ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام شافعی ﷫ کے دو اقوال میں سے ایک قول اسی کے موافق ہے۔کیونکہ نجس کپڑے میں نماز پڑھنے میں ایک فرض کو چھوڑنا ہے۔اور ننگے نماز پڑھنے سے چند فرضوں کا چھوڑنا لازم آتا ہے۔

جبکہ امام اعظم ﷫ اور امام ابو یوسف ﷫ کے نزدیک اسے اختیار حاصل ہے خواہ وہ بغیر کپڑے کے نماز پڑھے یا اسی نجس کپڑے میں نماز پڑھے۔افضل قول یہی ہے کیونکہ ہر حالت اختیاری اس کے لئے جواز نماز کو مانع ہے۔جبکہ مقدار کے حق میں دونوں برابر ہیں۔اور کسی چیز کا جب خلیفہ موجود ہو تو اس چیز کا ترک لازم نہیں آتا۔اور فضیلت اس لئے ہے کہ ستر نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ طہارت نماز کے ساتھ خاص ہے۔

بغیر کپڑوں کے نماز پڑھنے کا طریقہ وحکم

(وَمَنْ لَمْ يَجِدْ ثَوْبًا صَلّٰى عُرْيَانًا قَاعِدًا يُومِئُ بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ) هٰكَذَا فَعَلَهُ اَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فَاِنْ صَلّٰى قَائِمًا اَجْزَاَهُ) لِاَنَّ فِي الْقُعُودِ سَتْرَ الْعَوْرَةِ الْغَلِيظَةِ، وَفِي الْقِيَامِ اَدَاءُ هٰذِهِ الْاَرْكَانِ فَيَمِيلُ اِلٰى اَيِّهِمَا شَاءَ (اِلَّا اَنَّ الْاَوَّلَ اَفْضَلُ) لِاَنَّ

السَّتْرَ وَجَبَ لِحَقِّ الصَّلَاةِ وَحَقِّ النَّاسِ، وَلِأَنَّهُ لَا خَلَفَ لَهُ وَالْإِيمَاءُ خَلَفٌ عَنِ الْأَرْكَانِ.

اور جو شخص کپڑا نہ پائے تو بیٹھ کر رکوع وسجود کے اشارے کے ساتھ نماز پڑھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اگر اس نے ننگے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تب بھی جائز ہے لیکن بیٹھ کر پڑھنے میں عورت غلیظہ کا ستر زیادہ ہے۔ جبکہ کھڑے ہو کر ان ارکان کو ادا کرنا ہے۔ لہٰذا جس پر چاہے عمل کرے لیکن افضل پہلا طریقہ ہے۔ کیونکہ ستر نماز کے حق اور لوگوں کے حق کی وجہ سے واجب ہوا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ ستر کا کوئی خلیفہ نہیں جبکہ اشارہ ارکان نماز کا خلیفہ ہے

نیت اور تکبیر کے درمیان فاصلے کا بیان

قَالَ (وَيَنْوِي الصَّلَاةَ الَّتِي يَدْخُلُ فِيهَا بِنِيَّةٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ التَّحْرِيمَةِ بِعَمَلٍ) وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ) وَلِأَنَّ ابْتِدَاءَ الصَّلَاةِ بِالْقِيَامِ وَهُوَ مُتَرَدِّدٌ بَيْنَ الْعَادَةِ وَالْعِبَادَةِ وَلَا يَقَعُ التَّمْيِيزُ إِلَّا بِالنِّيَّةِ، وَالْمُتَقَدِّمُ عَلَى التَّكْبِيرِ كَالْقَائِمِ عِنْدَهُ إِذَا لَمْ يُوجَدْ مَا يَقْطَعُهُ وَهُوَ عَمَلٌ لَا يَلِيقُ بِالصَّلَاةِ وَلَا مُعْتَبَرَ بِالْمُتَأَخِّرَةِ مِنْهَا عَنْهُ لِأَنَّ مَا مَضَى لَا يَقَعُ عِبَادَةً لِعَدَمِ النِّيَّةِ، وَفِي الصَّوْمِ جُوِّزَتْ لِلضَّرُورَةِ، وَالنِّيَّةُ هِيَ الْإِرَادَةُ، وَالشَّرْطُ أَنْ يَعْلَمَ بِقَلْبِهِ أَيَّ صَلَاةٍ يُصَلِّي.

أَمَّا الذِّكْرُ بِاللِّسَانِ فَلَا مُعْتَبَرَ بِهِ، وَيَحْسُنُ ذَلِكَ لِاجْتِمَاعِ عَزِيمَتِهِ. ثُمَّ إِنْ كَانَتِ الصَّلَاةُ نَفْلًا يَكْفِيهِ مُطْلَقُ النِّيَّةِ، وَكَذَا إِنْ كَانَتْ سُنَّةً فِي الصَّحِيحِ، وَإِنْ كَانَتْ فَرْضًا فَلَا بُدَّ مِنْ تَعْيِينِ الْفَرْضِ كَالظُّهْرِ مَثَلًا لِاخْتِلَافِ الْفُرُوضِ

(وَإِنْ كَانَ مُقْتَدِيًا بِغَيْرِهِ نَوَى الصَّلَاةَ وَمُتَابَعَتَهُ) لِأَنَّهُ يَلْزَمُهُ فَسَادُ الصَّلَاةِ مِنْ جِهَتِهِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْتِزَامِهِ

اور جس نماز میں داخل ہوا ہے اسی کی نیت کرے۔ اور وہ نیت اس طرح کرے کہ اس نیت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کوئی فاصلہ نہ کرے۔ اور اس میں دلیل نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ اعمال کے ثواب کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ نماز کی ابتداء قیام سے ہوتی ہے۔ اور قیام ہی عبادت وعادت کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔ اور یہ فرق نیت ہی کے ذریعے واقع ہوگا۔ اور جو نیت تکبیر سے پہلے کرلی وہی تکبیر کے وقت قائم ہوگی اس شرط کے ساتھ کہ ان کے درمیان کوئی عمل نہ پایا جائے۔ جو ان کو ختم کرنے والا ہو جو نماز کے شایان شان نہ ہو۔ اور جو تکبیر نیت کے بعد کی اس کا اعتبار نہیں۔ اس لئے کہ جو اس سے پہلے گزر گیا وہ عبادت شمار نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں نیت معدوم ہے۔ جبکہ روزے میں یہ نیت ضرورت کی وجہ سے جائز کی گئی ہے۔ اور نیت ارادے کا نام ہے اور نیت میں شرط یہ ہے کہ وہ دل کے ساتھ جانتا ہو۔ کہ وہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے۔

بہر حال زبان کے ذکر کرنے کا حکم تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اگر زبان کے ساتھ ذکر کرے تو یہ نیت و زبان کے ساتھ جمع

ہونے کی وجہ سے اچھا ہے۔ اگر وہ نفل نماز ہے تو اس کے لئے مطلق نیت ہی کافی ہے۔ اور اگر سنت ہو تو بھی صحیح قول کے مطابق یہی حکم ہے۔ اور اگر نماز فرض ہو تو فرض معین کرنا ضروری ہے جیسے نماز ظہر ہے کیونکہ فرض مختلف ہیں۔

اور اگر نمازی کسی دوسرے کی اقتداء کرنے والا ہے تو اس کے لئے اس نماز اور دوسرے کی اتباع کی نیت کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ مقتدی کو امام کی طرف سے بھی فساد لازم آتا ہے لہٰذا اس کی اتباع کا التزام ضروری ہے۔

قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنے کا بیان

قَالَ (وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ) ثُمَّ مَنْ كَانَ بِمَكَّةَ فَفَرْضُهُ إِصَابَةُ عَيْنِهَا، وَمَنْ كَانَ غَائِبًا فَفَرْضُهُ إِصَابَةُ جِهَتِهَا هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ التَّكْلِيفَ بِحَسَبِ الْوُسْعِ.

(وَمَنْ كَانَ خَائِفًا يُصَلِّي إِلَى أَيِّ جِهَةٍ قَدَرَ) لِتَحَقُّقِ الْعُذْرِ فَأَشْبَهَ حَالَةَ الِاشْتِبَاهِ (فَإِنِ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ وَلَيْسَ بِحَضْرَتِهِ مَنْ يَسْأَلُهُ عَنْهَا اجْتَهَدَ وَصَلّٰى) (لِأَنَّ الصَّحَابَةَ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ تَحَرَّوْا وَصَلَّوْا وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ)، وَلِأَنَّ الْعَمَلَ بِالدَّلِيلِ الظَّاهِرِ وَاجِبٌ عِنْدَ انْعِدَامِ دَلِيلٍ فَوْقَهُ، وَالِاسْتِخْبَارُ فَوْقَ التَّحَرِّي.

اور وہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس تم اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ اور جو شخص مکہ میں ہو اس کے لئے فرض یہ ہے کہ وہ عین کعبہ کو پائے۔ اور جو شخص غائب ہے اس کے لئے فرض یہ ہے کہ وہ قبلہ کی جہت کو پائے۔ یہی قول صحیح ہے۔ اس لئے کہ تکلیف طاقت کے مطابق دی جاتی ہے۔

اور جس شخص کو خوف لاحق ہو اوہ جس سمت چاہے نماز اسی طرف پڑھ لے۔ کیونکہ اشتباہ کی وجہ سے اس کا عذر متحقق ہو گیا ہے۔ اگر کسی شخص پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور صورت حال یہ ہے کہ اسے کوئی بتانے والا بھی موجود نہیں جس سے وہ پوچھ سکے تو وہ اجتہاد کرے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تحری کی تھی اور نماز پڑھی تھی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع نہیں کیا تھا۔ اور یہ بھی ہے کہ عمل دلیل ظاہری کے مطابق کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس سے بڑھ کر کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ لہٰذا پوچھنا اجتہاد سے بڑھ کر ہے۔

تحری میں غلطی کرنے والا کے لئے اعادہ نماز کا حکم

(فَإِنْ عَلِمَ أَنَّهُ أَخْطَأَ بَعْدَمَا صَلّٰى لَا يُعِيدُهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يُعِيدُهَا إِذَا اسْتَدْبَرَ لِتَيَقُّنِهِ بِالْخَطَأِ، وَنَحْنُ نَقُولُ: لَيْسَ فِي وُسْعِهِ التَّوَجُّهُ إِلَى جِهَةِ التَّحَرِّي وَالتَّكْلِيفُ مُقَيَّدٌ بِالْوُسْعِ

(وَإِنْ عَلِمَ ذٰلِكَ فِي الصَّلَاةِ اسْتَدَارَ إِلَى الْقِبْلَةِ وَبَنٰى عَلَيْهِ) لِأَنَّ أَهْلَ قُبَاءٍ لَمَّا سَمِعُوا بِتَحَوُّلِ

الْقِبْلَةِ اسْتَدَارُوا كَهَيْئَتِهِمْ فِي الصَّلَاةِ، وَاسْتَحْسَنَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَكَذَا إِذَا تَحَوَّلَ رَأْيُهُ إِلَى جِهَةٍ أُخْرَى تَوَجَّهَ إِلَيْهَا لِوُجُوبِ الْعَمَلِ بِالِاجْتِهَادِ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ مِنْ غَيْرِ نَقْضِ الْمُؤَدَّى قَبْلَهُ.

اگر کسی شخص کو نماز پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ غلط سمت میں تھا تو وہ نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر وہ دوران نماز پھرا ہے تو پھر وہ اعادہ کرے گا۔ کیونکہ اس کو غلطی کا یقین ہو گیا ہے۔ جبکہ فقہاء احناف کہتے ہیں کہ جہت قبلہ کی طرف متوجہ ہونے میں اس کی وسعت کے سوا اس پر کچھ لازم نہیں۔ اور تکلیف وسعت کے ساتھ مقید ہے۔

اور اگر اس شخص کو نماز کے اندر ہی معلوم ہوا کہ وہ غلطی پر ہے تو وہ نماز کے اندر ہی قبلہ کی طرف پھر جائے۔ اس لئے کہ اہل قباء نے جب تحویل قبلہ کا حکم سنا تو وہ نماز ہی میں پھر گئے تھے۔ اور ان کے اس فعل کو نبی کریم ﷺ نے اچھا کہا تھا۔ اور اسی طرح نماز میں اس کے رائے دوسرے طرف تبدیل ہو گئی تو وہ اسی جانب پھر جائے کیونکہ آئندہ نماز والے حصے کو اجتہاد کے مطابق عمل کرنا واجب ہے۔ جبکہ پہلے اجتہاد کو بھی نہیں توڑا جائے گا۔ کیونکہ وہ اجتہاد سے ادا کیا گیا تھا۔

اندھیری رات میں پڑھائی جانے والی نماز میں تحری کا حکم

قَالَ (وَمَنْ أَمَّ قَوْمًا فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ فَتَحَرَّى الْقِبْلَةَ وَصَلَّى إِلَى الْمَشْرِقِ وَتَحَرَّى مَنْ خَلْفَهُ فَصَلَّى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ إِلَى جِهَةٍ وَكُلُّهُمْ خَلْفَهُ وَلَا يَعْلَمُونَ مَا صَنَعَ الْإِمَامُ أَجْزَأَهُمْ) لِوُجُودِ التَّوَجُّهِ إِلَى جِهَةِ التَّحَرِّي، وَهَذِهِ الْمُخَالَفَةُ غَيْرُ مَانِعَةٍ كَمَا فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ (وَمَنْ عَلِمَ مِنْهُمْ بِحَالِ إِمَامِهِ تَفْسُدُ صَلَاتُهُ) لِأَنَّهُ اعْتَقَدَ أَنَّ إِمَامَهُ عَلَى الْخَطَإِ (وَكَذَا لَوْ كَانَ مُتَقَدِّمًا عَلَيْهِ) لِتَرْكِهِ فَرْضَ الْمَقَامِ

اور جس شخص نے لوگوں کو اندھیری رات تحری کے ساتھ نماز پڑھائی۔ اور اس نے تحری کی کہ قبلہ جانب مشرق ہے۔ اور امام کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں ہر ایک نے نماز میں تحری کی۔ لہٰذا ان میں سے ہر ایک نے الگ طرف نماز پڑھی۔ حالانکہ وہ سب ہی امام کے پیچھے تھے۔ اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ امام نے کیا عمل کیا ہے۔ تو ان کی نماز جائز ہے۔ کیونکہ تحری کی جانب ان کی توجہ پائی گئی ہے۔ اور تحری کی مخالفت مانع نماز نہیں ہے۔ جس طرح جوف کعبہ کے مسئلہ میں ہے۔ اور ان مقتدیوں میں سے جس نماز ی نے اپنے امام کی حالت معلوم کر لی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ اس نے اپنے امام کو غلطی پر گمان کیا ہے۔ اور اسی طرح اگر وہ شخص امام سے آگے بڑھا تو بھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ اس مقام فرض ترک کیا ہے۔

باب صفة الصلوٰة

﴿یہ باب نماز کی صفات کے بیان میں ہے﴾

باب صفت الصلوٰۃ کی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ باب نماز کی صفات کے بیان میں ہے۔ مصنف جب ان وسائل کے بیان سے فارغ ہوئے جو نماز کے لئے شرائط واسباب تھے۔ تو اب یہاں سے مقصود کا بیان شروع کیا ہے۔ اور صفت نماز، صفت وصف کو کہتے ہیں۔ اور صفة مصدر ہے۔ جس طرح "وعد، وزن، زنة" ہیں۔ اور باب "ضرب یضرب" سے ہے۔

(البنائیہ شرح الہدایہ ج ۲، ص ۱۶۴، حقانیہ ملتان)

نماز کے چھ فرائض کا بیان

(فَرَائِضُ الصَّلَاةِ سِتَّةٌ: التَّحْرِيمَةُ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ) وَالْمُرَادُ تَكْبِيرَةُ الِافْتِتَاحِ، (وَالْقِيَامُ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ) .

(وَالْقِرَاءَةُ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْ الْقُرْآنِ) (وَالرُّكُوعُ وَالسُّجُودُ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا) (وَالْقَعْدَةُ فِي آخِرِ الصَّلَاةِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ) (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِينَ عَلَّمَهُ التَّشَهُّدَ إذَا قُلْت هَذَا أَوْ فَعَلْت هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُك) " عَلَّقَ التَّمَامَ بِالْفِعْلِ قَرَأَ أَوْ لَمْ يَقْرَأْ .

نماز کے چھ فرائض ہیں۔ (۱) تکبیر تحریمہ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ اس سے مراد تکبیر افتتاح ہے (۲) قیام، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے اور تم کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔ (۳) قرأت، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے پس تم پڑھو جس قدر قرآن سے آسان ہو۔ (۴۔۵) رکوع وسجود، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے اور تم رکوع کرو اور سجدہ کرو۔ (۶) نماز کے آخر میں تشہد کی مقدار بیٹھنا۔ کیونکہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد سکھایا تو فرمایا جب تم نے یہ کہہ لیا یا کرلیا تو تمہاری نماز پوری ہوگئی۔ لہذا آپ ﷺ نے تکمیل نماز کو فعل پر معلق کیا ہے۔ اگرچہ کچھ پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو۔

واجبات نماز کا بیان

قَالَ (وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ سُنَّةٌ) أَطْلَقَ اسْمَ السُّنَّةِ، وَفِيهَا وَاجِبَاتٌ كَقِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ وَضَمِّ

السُّورَةِ اِلَيْهَا وَمُرَاعَاةِ التَّرْتِيبِ فِيمَا شُرِعَ مُكَرَّرًا مِنَ الْاَفْعَالِ، وَالْقَعْدَةِ الْأُولٰى وَقِرَاءَةِ التَّشَهُّدِ فِي الْقَعْدَةِ الْاٰخِيرَةِ وَالْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ وَتَكْبِيرَاتِ الْعِيدَيْنِ وَالْجَهْرِ فِيمَا يُجْهَرُ فِيهِ وَالْمُخَافَتَةِ فِيمَا يُخَافَتُ فِيهِ، وَلِهٰذَا تَجِبُ عَلَيْهِ سَجْدَتَا السَّهْوِ بِتَرْكِهَا، هٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ، وَتَسْمِيَتُهَا سُنَّةً فِي الْكِتَابِ لِمَا اَنَّهُ ثَبَتَ وُجُوبُهَا بِالسُّنَّةِ ۔

فرمایا اور جو اس کے علاوہ ہیں وہ سب سنت ہیں۔ان پر سنت کا اطلاق کیا ہے حالانکہ ان میں واجبات بھی ہیں جیسے فاتحہ کا پڑھنا ہے۔اور اس کے ساتھ سورت ملانا ہے اور انہی افعال میں ترتیب کی رعایت کرنا ہے۔جس طرح شریعت نے جاری کی ہے۔اور پہلا قعدہ اور آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا،اور وتر میں قنوت کا پڑھنا اور عیدین کی تکبیریں اور جن میں جہر واجب ہے ان میں جہر کرنا اور جن میں اخفاء واجب ہے ان میں اخفاء کرنا واجب ہے۔اسی دلیل کی بناء پر نمازی پر ان میں سے کسی ایک بھی ترک پر سہو کے دو سجدے واجب ہو جاتے ہیں۔یہی صحیح روایت ہے اور کتاب میں ان کا نام سنت اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ ان کا ثبوت وجوب سنت سے ہے۔

نماز کو تکبیر تحریمہ سے شروع کیا جائے گا

قَالَ (وَاِذَا شَرَعَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ) لِمَا تَلَوْنَا، وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ) " وَهُوَ شَرْطٌ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، حَتّٰى اَنَّ مَنْ تَحَرَّمَ لِلْفَرْضِ كَانَ لَهُ اَنْ يُؤَدِّيَ بِهَا التَّطَوُّعَ عِنْدَنَا ۔

وَهُوَ يَقُولُ: وَاِنَّهُ يُشْتَرَطُ لَهَا مَا يُشْتَرَطُ لِسَائِرِ الْاَرْكَانِ وَهٰذَا آيَةُ الرُّكْنِيَّةِ ۔وَلَنَا اَنَّهُ عَطَفَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى (وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى) وَمُقْتَضَاهُ الْمُغَايَرَةُ، وَلِهٰذَا لَا يَتَكَرَّرُ كَتَكَرُّرِ الْاَرْكَانِ، وَمُرَاعَاةِ الشَّرَائِطِ لِمَا يَتَّصِلُ بِهِ مِنَ الْقِيَامِ ۔

ترجمہ:

اور جب کوئی شخص نماز شروع کرے تو نماز میں تکبیر کہے اسی دلیل کی بنیاد پر جو ہم نے تلاوت کی ہے۔اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نماز کی تحریم تکبیر ہے۔اور یہ ہمارے نزدیک شرط ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ہمارے نزدیک اگر کسی تکبیر تحریمہ فرض کے لئے کہی تو وہ اسی تکبیر تحریمہ کے ساتھ نفل ادا کر سکتا ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تکبیر تحریمہ کے لئے ہر وہ چیز شرط ہے جو تمام ارکین کے لئے شرط ہے۔اور یہی چیز اس کے رکن ہونے کی علامت ہے۔اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان '' وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى '' میں تکبیر تحریمہ کا عطف نماز پر ڈالا گیا ہے۔اور عطف مغایرت کا تقاضہ کرتا ہے۔اور اسی دلیل کی بنیاد پر تکبیر میں تکرار نہیں ہوتا جس طرح دوسرے ارکین میں تکرار ہوتا ہے۔اور شرائط کی رعایت اس قیام کی بناء پر ہے جو اس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا بیان

(وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرِ وَهُوَ سُنَّةٌ) (لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاظَبَ عَلَيْهِ)، وَهٰذَا اللَّفْظُ يُشِيرُ إِلَى اشْتِرَاطِ الْمُقَارَنَةِ، وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَالْمَحْكِيُّ عَنِ الطَّحَاوِيِّ، وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلًا ثُمَّ يُكَبِّرُ لِأَنَّ فِعْلَهُ نَفْيُ الْكِبْرِيَاءِ عَنْ غَيْرِ اللّٰهِ وَالنَّفْيُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْإِثْبَاتِ.

(وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ) وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَرْفَعُ إِلَى مَنْكِبَيْهِ، وَعَلَى هٰذَا تَكْبِيرَةُ الْقُنُوتِ وَالْأَعْيَادِ وَالْجَنَازَةِ لَهُ حَدِيثُ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ " قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى مَنْكِبَيْهِ) " وَلَنَا رِوَايَةُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَالْبَرَاءِ وَأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ " (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ) " وَلِأَنَّ رَفْعَ الْيَدِ لِإِعْلَامِ الْأَصَمِّ وَهُوَ بِمَا قُلْنَاهُ، وَمَا رَوَاهُ يُحْمَلُ عَلَى حَالَةِ الْعُذْرِ (وَالْمَرْأَةُ تَرْفَعُ يَدَيْهَا حِذَاءَ مَنْكِبَيْهَا) وَهُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ لَهَا

اور وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو تکبیر کے ساتھ اٹھائے کیونکہ یہی سنت ہے۔اور نبی کریم ﷺ نے اسی پر ہمیشگی فرمائی ہے۔اور یہی لفظ مقارنت کی شرط کی طرف اشارہ کرنے والا ہے۔اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت کی گئی ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔اور صحیح روایت یہ ہے کہ پہلے وہ دونوں ہاتھ اٹھائے اور پھر وہ تکبیر کہے۔کیونکہ اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے سوا کی بڑائی کی نفی کرنا ہے اور نفی مثبت پر مقدم ہوتی ہے۔

اور اپنے دونوں ہاتھوں کا اٹھائے حتیٰ کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کا دونوں کانوں کی لو کے برابر لے جائے۔جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اپنے دونوں ہاتھوں کا کندھوں تک اٹھائے۔اور اسی اختلاف کے مطابق قنوت کی تکبیر، عیدین کی تکبیر اور جنازہ کی تکبیر ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب آپ ﷺ تکبیر کہتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے۔

اور ہماری دلیل حضرت وائل بن حجر، براء اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کا دونوں کانوں کے برابر تک اٹھایا کرتے تھے۔کیونکہ ہاتھوں کا اٹھانا بہرے کو خبر دینے کے لئے ہے۔اور اسی طریقے کے مطابق ہوسکتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔اور جس روایت کو ابو حمید ساعدی نے روایت ہے اس کو عذر کی حالت پر محمول کیا جائے گا۔

اور عورت اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک اٹھائے گی۔یہ صحیح روایت ہے اس لئے کہ اس کے لئے یہی طریقہ زیادہ پردے کے لئے بہتر ہے۔

ادائے تکبیر میں فقہی احکام

(فَإِنْ قَالَ بَدَلَ التَّكْبِيرِ اللّٰهُ أَجَلُّ أَوْ أَعْظَمُ، أَوْ الرَّحْمٰنُ أَكْبَرُ أَوْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَوْ غَيْرُهُ مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى) أَجْزَأَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ ۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: إِنْ كَانَ يُحْسِنُ التَّكْبِيرَ لَمْ يُجْزِئْهُ إِلَّا قَوْلُهُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَوْ اللّٰهُ الْأَكْبَرُ أَوْ اللّٰهُ الْكَبِيرُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَجُوزُ إِلَّا بِالْأَوَّلَيْنِ ۔

وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَجُوزُ إِلَّا بِالْأَوَّلِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمَنْقُولُ وَالْأَصْلُ فِيهِ التَّوْقِيفُ ۔وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُولُ: إِدْخَالُ الْأَلِفِ وَاللَّامِ فِيهِ أَبْلَغُ فِي الثَّنَاءِ فَقَامَ مَقَامَهُ ۔

وَأَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُولُ: إِنَّ أَفْعَلَ وَفَعِيلًا فِي صِفَاتِهِ تَعَالٰى سَوَاءٌ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ لَا يُحْسِنُ لِأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ إِلَّا عَلَى الْمَعْنَى ۔وَلَهُمَا أَنَّ التَّكْبِيرَ هُوَ التَّعْظِيمُ لُغَةً وَهُوَ حَاصِلٌ ۔

اور پس اگر اس نے تکبیر کے بدلے "اللہ اجل، اللہ اعظم، یا الرحمٰن اکبر، یا لا الہ الا اللہ کہے یا اللہ تعالیٰ کے دوسرے اسماء صفاتیہ میں سے کسی نام کو پڑھے تو طرفین کے اس کا ایسا کرنا کافی ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: اگر وہ شخص تکبیر اچھی طرح کہہ سکتا ہو تو اس کے لئے اللہ اکبر، اللہ الاکبر، اللہ الکبیر کے علاوہ جائز نہیں۔

اور امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صرف پہلے دو کلمات کے علاوہ کہنا جائز نہیں۔ اور امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تکبیر صرف پہلے کلمہ کے ساتھ جائز ہے کیونکہ اسی کو نقل کیا گیا ہے۔ اور اس میں اصولی طور پر توقیف ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تعریف میں الف لام کا داخل کرنا یہ زیادہ بلاغت رکھتا ہے۔ لہٰذا "الاکبر" "اکبر" کے قائم مقام ہو گیا۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "افعل، فعیل" یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ مگر جس وقت پڑھنے والا ان کو اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو۔ کیونکہ وہ صرف معنی پر قادر ہے۔

اور طرفین علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ لغت کے اعتبار سے تکبیر تعظیم ہے۔ اور وہ حاصل ہو جاتی ہے۔ (لہٰذا مذکورہ کلمات کے ساتھ تکبیر کہنا جائز ہے)۔

غیر عربی میں قرأت سے متعلق احکام فقہی

(فَإِنْ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ بِالْفَارِسِيَّةِ أَوْ قَرَأَ فِيهَا بِالْفَارِسِيَّةِ أَوْ ذَبَحَ وَسَمّٰى بِالْفَارِسِيَّةِ وَهُوَ يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ أَجْزَأَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ۔

وَقَالَا: لَا يُجْزِئُهُ إِلَّا فِي الذَّبِيحَةِ وَإِنْ لَمْ يُحْسِنِ الْعَرَبِيَّةَ أَجْزَأَهُ) أَمَّا الْكَلَامُ فِي الِافْتِتَاحِ فَمُحَمَّدٌ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْعَرَبِيَّةِ وَمَعَ أَبِي يُوسُفَ فِي الْفَارِسِيَّةِ لِأَنَّ لُغَةَ الْعَرَبِ لَهَا مِنَ الْمَزِيَّةِ مَا لَيْسَ لِغَيْرِهَا .

وَأَمَّا الْكَلَامُ فِي الْقِرَاءَةِ فَوَجْهُ قَوْلِهِمَا أَنَّ الْقُرْآنَ اسْمٌ لِمَنْظُومٍ عَرَبِيٍّ كَمَا نَطَقَ بِهِ النَّصُّ، إِلَّا أَنَّ عِنْدَ الْعَجْزِ يُكْتَفَى بِالْمَعْنَى كَالْإِيمَاءِ، بِخِلَافِ التَّسْمِيَةِ لِأَنَّ الذِّكْرَ يَحْصُلُ بِكُلِّ لِسَانٍ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ قَوْله تَعَالَى (وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ) وَلَمْ يَكُنْ فِيهَا بِهَذِهِ اللُّغَةِ، وَلِهَذَا يَجُوزُ عِنْدَ الْعَجْزِ إِلَّا أَنَّهُ يَصِيرُ مُسِيئًا لِمُخَالَفَتِهِ السُّنَّةَ الْمُتَوَارَثَةَ، وَيَجُوزُ بِأَيِّ لِسَانٍ كَانَ سِوَى الْفَارِسِيَّةِ هُوَ الصَّحِيحُ لِمَا تَلَوْنَا، وَالْمَعْنَى لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ اللُّغَاتِ وَالْخِلَافُ فِي الِاعْتِدَادِ، وَلَا خِلَافَ فِي أَنَّهُ لَا فَسَادَ، وَيُرْوَى رُجُوعُهُ فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ إِلَى قَوْلِهِمَا وَعَلَيْهِ الِاعْتِمَادُ، وَالْخُطْبَةُ وَالتَّشَهُّدُ عَلَى هَذَا الِاخْتِلَافِ، وَفِي الْأَذَانِ يُعْتَبَرُ التَّعَارُفُ .

(وَلَوِ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ بِاللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي لَا يَجُوزُ) لِأَنَّهُ مَشُوبٌ بِحَاجَتِهِ فَلَمْ يَكُنْ تَعْظِيمًا خَالِصًا، وَلَوِ افْتَتَحَ بِقَوْلِهِ اللَّهُمَّ فَقَدْ قِيلَ يُجْزِئُهُ لِأَنَّ مَعْنَاهُ يَا اللَّهُ، قِيلَ لَا يُجْزِئُهُ لِأَنَّ مَعْنَاهُ يَا اللَّهُ أُمَّنَا بِخَيْرٍ فَكَانَ سُؤَالًا

(شرح ہدایہ جلد ۲ ص ۱۴۷ کی ہیڈنگ "قرآن عربی" تک اس کا ترجمہ ہے)؟؟

اگر کسی شخص نے فارسی زبان میں نماز شروع کی یا اس میں قرأت فارسی میں شروع کر دی یا اس نے ذبح کے وقت بسم اللہ فارسی میں پڑھی۔ حالانکہ وہ شخص اچھی طرح فارسی پڑھ سکتا ہے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے لئے یہ کافی ہوگا۔

جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ ذبیحہ کے سوا بالکل کفایت نہ کرے گا۔ ہاں اگر وہ عربی اچھے طریقے سے نہیں پڑھ سکتا۔ تو پھر کافی ہوگا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تکبیر تحریمہ کے عربی ہونے میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں جبکہ فارسی ہونے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں۔ کیونکہ عربی زبان وہ مقام حاصل ہے جو دوسری زبانوں کا حاصل نہیں۔

نماز میں ہاتھ باندھنے پر اختلاف فقہاء

قَالَ (وَيَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى تَحْتَ السُّرَّةِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعَ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ) " وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى مَالِكٍ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي

الْإِرْسَالِ، وَعَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الْوَضْعِ عَلَى الصَّدْرِ، وَلِأَنَّ الْوَضْعَ تَحْتَ السُّرَّةِ أَقْرَبُ إِلَى التَّعْظِيمِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ، ثُمَّ الِاعْتِمَادُ سُنَّةُ الْقِيَامِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ حَتّٰى لَا يُرْسِلَ حَالَةَ الثَّنَاءِ .

وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ قِيَامٍ فِيهِ ذِكْرٌ مَسْنُونٌ يَعْتَمِدُ فِيهِ وَمَا لَا فَلَا هُوَ الصَّحِيحُ، فَيَعْتَمِدُ فِي حَالَةِ الْقُنُوتِ وَصَلَاةِ الْجِنَازَةِ، وَيُرْسِلُ فِي الْقَوْمَةِ وَبَيْنَ تَكْبِيرَاتِ الْأَعْيَادِ .

فرمایا: اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے ہوئے ناف کے نیچے باندھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔ اور یہی حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دلیل ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں نماز میں ہاتھ چھوڑ دیے جائیں۔ اور ہماری بیان کردہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بھی دلیل ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ سینے پر باندھے جائیں گے۔ اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اس لئے ہے کہ یہ تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور وہی تعظیم ہی مقصود ہے۔

پھر ہاتھ باندھنا شیخین کے نزدیک قیام کی صفت ہے حتیٰ کہ ثناء کی حالت میں بھی ہاتھ چھوڑنا جائز نہیں۔ اور قاعدہ (فقہیہ) یہ ہے ہر وہ قیام نماز جس میں ذکر مسنون نہ ہو تو وہ قیام کی صفت بھی نہ ہوگا۔ یہی روایت صحیح ہے۔ لہٰذا وہ شخص دعائے قنوت اور نماز جنازہ کی حالت میں ہاتھ باندھے گا۔ جبکہ قومہ اور عیدین کی تکبیرات کے درمیان ہاتھ چھوڑے گا۔

نماز میں ثناء پڑھنے کا بیان

(ثُمَّ يَقُولُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ إِلَى آخِرِهِ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ يَضُمُّ إِلَيْهِ قَوْلَهُ: (إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِي) إِلَى آخِرِهِ، لِرِوَايَةِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَقُولُ ذٰلِكَ .

وَلَهُمَا رِوَايَةُ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ " (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ وَقَرَأَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ إِلَى آخِرِهِ) " وَلَمْ يَزِدْ عَلَى هٰذَا، وَمَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلَى التَّهَجُّدِ .وَقَوْلُهُ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ لَمْ يُذْكَرْ فِي الْمَشَاهِيرِ فَلَا يَأْتِي بِهِ فِي الْفَرَائِضِ .وَالْأَوْلَى أَنْ لَا يَأْتِيَ بِالتَّوَجُّهِ قَبْلَ التَّكْبِيرِ لِتَتَّصِلَ بِهِ النِّيَّةُ هُوَ الصَّحِيحُ .

پھر نمازی کہے" سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ إِلَى آخِرِهِ" اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ ثناء کو ان کلمات "(إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِي) إِلَى آخِرِهِ" سے ملائے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اسی طرح کہا کرتے تھے۔

جبکہ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو آپ

ﷺ تکبیر کہتے اور پھر پڑھتے ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ إِلَى آخِرِه'' اوراس پر کچھ زیادہ نہ کرتے۔اورامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو تہجد پر محمول کیا جائے گا۔اوران کا قول ''وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ'' مشہور روایت میں ذکر نہیں ہوا اس لئے فرائض میں اسے نہ لایا جائے گا۔اورافضل یہ ہے کہ تکبیر سے پہلے (انی وجهت) نہ پڑھے تاکہ نیت تکبیر کے ساتھ مل جائے جو کہ صحیح ہے۔

نماز میں تعوذ وتسمیہ پڑھنے کا بیان

(وَيَسْتَعِيذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ) مَعْنَاهُ: إِذَا أَرَدْتَ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ، وَالْأَوْلَى أَنْ يَقُولَ أَسْتَعِيذُ بِاللّٰهِ لِيُوَافِقَ الْقُرْآنَ وَيَقْرُبُ مِنْهُ أَعُوذُ بِاللّٰهِ، ثُمَّ التَّعَوُّذُ تَبَعٌ لِلْقِرَاءَةِ دُونَ الثَّنَاءِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لِمَا تَلَوْنَا حَتّٰى يَأْتِيَ بِهِ الْمَسْبُوقُ دُونَ الْمُقْتَدِي وَيُؤَخِّرَ عَنْ تَكْبِيرَاتِ الْعِيدِ خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ

(وَيَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ) هٰكَذَا نُقِلَ فِي الْمَشَاهِيرِ (وَيُسِرُّ بِهِمَا) لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَوْله تَعَالٰى: أَرْبَعٌ يُخْفِيهِنَّ الْإِمَامُ، وَذَكَرَ مِنْهَا التَّعَوُّذَ وَالتَّسْمِيَةَ وَآمِينَ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَجْهَرُ بِالتَّسْمِيَةِ عِنْدَ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ لِمَا رُوِيَ " (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ جَهَرَ فِي صَلَاتِهِ بِالتَّسْمِيَةِ) " .

قُلْنَا: هُوَ مَحْمُولٌ عَلَى التَّعْلِيمِ لِأَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ لَا يَجْهَرُ بِهَا) .

ثُمَّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا يَأْتِي بِهَا فِي أَوَّلِ كُلِّ رَكْعَةٍ كَالتَّعَوُّذِ .وَعَنْهُ أَنَّهُ يَأْتِي بِهَا احْتِيَاطًا وَهُوَ قَوْلُهُمَا، وَلَا يَأْتِي بِهَا بَيْنَ السُّورَةِ وَالْفَاتِحَةِ إِلَّا عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَإِنَّهُ يَأْتِي بِهَا فِي صَلَاةِ الْمُخَافَتَةِ

اوراللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرے کہ وہ اس کو شیطان مردود سے بچائے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تو قرآن پڑھے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کر و شیطان مردود (کے شر سے بچنے کے لئے) اذا قرأت کا معنی یہ ہے جس وقت تو قرآن کی قرأت کا ارادہ کرے۔اورافضل یہ ہے کہ ''اَسْتَعِيذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ'' تاکہ قرآن مجید سے موافقت ہو جائے اور'' اعوذ باللّٰہ'' بھی اسی کے قریب ہے طرفین کے نزدیک تعوذ قرأت کے تابع ہے۔جبکہ ثناء کے تابع نہیں۔اس آیت کی وجہ سے جسے ہم تلاوت کر چکے ہیں۔اور مسبوق تعوذ پڑھے گا جبکہ مقتدی تعوذ نہ پڑھے گا۔اورامام تعوذ کو عید کی تکبیرات پر مؤخر کرے گا۔اس میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے۔

اور "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھے یہی مشہور احادیث سے روایت کیا گیا ہے۔ بسم اللہ اور تعوذ دونوں کو آہستہ پڑھے۔ کیونکہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ پڑھے گا اور ان میں سے انہوں نے بسم اللہ، تعوذ اور آمین کو بھی ذکر کیا ہے۔

جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ بسم اللہ کو جہر سے پڑھے گا جب وہ قرأت جہرے سے کرے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کو جہر سے پڑھا ہے۔

فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ یہ جہر پڑھنا تعلیم پر محمول کیا جائے گا۔ کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ جہر سے نہیں پڑھا کرتے تھے۔

اسی طرح امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ بسم اللہ کو ہر رکعت کے شروع میں نہ پڑھے جس طرح تعوذ کو نہیں پڑھا جاتا۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ سے یہ بھی روایت ہے کہ بسم اللہ کو ہر رکعت کے شروع بطور احتیاط پڑھے۔ اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے اور بسم اللہ کو سورۃ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان نہ لائے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کو سری نماز میں پڑھے۔

نماز میں قرأت کرنے کا بیان ودلائل

(ثُمَّ یَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْکِتَابِ وَسُوْرَةً اَوْ ثَلَاثَ آیَاتٍ مِنْ اَیِّ سُوْرَةٍ شَاءَ) فَقِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ لَا تَتَعَیَّنُ رُکْنًا عِنْدَنَا، وَکَذَا ضَمُّ السُّوْرَةِ اِلَیْهَا خِلَافًا لِلشَّافِعِیِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِی الْفَاتِحَةِ وَلِمَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِیْهِمَا۔

لَهُ قَوْلُهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "(لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ وَسُوْرَةٍ مَعَهَا)" وَلِلشَّافِعِیِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَوْلُهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "(لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ)"۔

وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالٰی (فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ) وَالزِّیَادَةُ عَلَیْهِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ لَا یَجُوْزُ لٰکِنَّهُ یُوْجِبُ الْعَمَلَ فَقُلْنَا بِوُجُوْبِهِمَا۔

اور وہ سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت یا جس سورت سے چاہے تین آیات پڑھے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک فاتحہ کی قرأت کا رکن متعین نہیں۔ اور اسی طرح اس کے ساتھ سورۃ ملانے کا حکم بھی ہے۔ سورۃ فاتحہ میں امام شافعی علیہ الرحمہ نے اور سورۃ فاتحہ اور ضم سورۃ میں امام مالک علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔ امام مالک علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ کے بغیر نماز نہیں۔

اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قرآن سے پڑھو جو آسان ہو۔ لہٰذا خبر واحد کے ذریعے قرآن پر زیادتی کرنا جائز نہیں۔ البتہ خبر واحد عمل کو واجب کرتی ہے۔ لہٰذا ہم ان دونوں کے وجوب کے قائل ہیں۔

نماز میں آمین پڑھنے کا بیان

(وَإِذَا قَالَ الْإِمَامُ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ وَيَقُولُهَا الْمُؤْتَمُّ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا) " وَلَا مُتَمَسَّكَ لِمَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (إِذَا قَالَ الْإِمَامُ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ) " مِنْ حَيْثُ الْقِسْمَةُ لِأَنَّهُ قَالَ فِي آخِرِهِ فَإِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُهَا .

قَالَ (وَيُخْفُونَهَا) لِمَا رَوَيْنَاهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ، وَلِأَنَّهُ دُعَاءٌ فَيَكُونُ مَبْنَاهُ عَلَى الْإِخْفَاءِ، وَالْمَدُّ وَالْقَصْرُ فِيهِ وَجْهَانِ، وَالتَّشْدِيدُ فِيهِ خَطَأٌ فَاحِشٌ .

اور جب امام ''وَلَا الضَّالِّين'' کہے تو خود امام اور تم آمین کہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب امام ''إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ'' کہے تو تم آمین کہو۔ اور امام مالک ﷫ کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب امام ''وَلَا الضَّالِّين'' کہے تو تم آمین کہو۔ لہٰذا ''ولا الضالین'' اور آمین امام اور مقتدیوں کے درمیان تقسیم ہوگئی۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کے آخر میں ہے کہ امام بھی آمین کہے۔

اور وہ آمین کو آہستہ پڑھیں۔ جو ہم حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے روایت بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ دلیل بھی ہے کہ آمین دعا ہے اور اس میں اصل اخفاء ہے۔ اور آمین میں مد اور قصر دو وجوہات ہیں۔ جبکہ اس کو تشدید سے پڑھنا بڑی غلطی ہے۔

رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کا حکم

قَالَ (ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَرْكَعُ) وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: وَيُكَبِّرُ مَعَ الْإِنْحِطَاطِ (لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ) (وَيَحْذِفُ التَّكْبِيرَ حَذْفًا) لِأَنَّ الْمَدَّ فِي أَوَّلِهِ خَطَأٌ مِنْ حَيْثُ الدِّينُ لِكَوْنِهِ اسْتِفْهَامًا، وَفِي آخِرِهِ لَحْنٌ مِنْ حَيْثُ اللُّغَةِ .

فرمایا: اور وہ تکبیر کہے اور رکوع کرے۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ وہ جھکتے ہوئے تکبیر کہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ ہر جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے۔ اور تکبیر میں اچھی طرح سے حذف کرے کیونکہ تکبیر کے اول کو لمبا دین کے اعتبار سے غلطی ہے کیونکہ وہ استفہام بن جائے گا اور تکبیر کے آخر میں مد کرنے سے لغت کی حیثیت سے لحن ہوگا۔ (جو کہ غلط ہے)۔

رکوع کرنے کا طریقہ اور اس کی تسبیح کا بیان

(وَيَعْتَمِدُ بِيَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَيُفَرِّجُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ " (إِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ يَدَيْكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ وَفَرِّجْ بَيْنَ أَصَابِعِكَ) " وَلَا يُنْدَبُ إِلَى التَّفْرِيجِ إِلَّا فِي هَذِهِ الْحَالَةِ لِيَكُونَ أَمْكَنَ مِنَ الْأَخْذِ، وَلَا إِلَى الضَّمِّ إِلَّا فِي حَالَةِ السُّجُودِ

وَفِيْمَا وَرَاءَ ذٰلِكَ يُتْرَكُ عَلَى الْعَادَةِ (وَيَبْسُطُ ظَهْرَهُ) لِاَنَّ (النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ اِذَا رَكَعَ بَسَطَ ظَهْرَهُ)، (وَلَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَلَا يُنَكِّسُهُ) لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ اِذَا رَكَعَ لَا يُصَوِّبُ رَأْسَهُ وَلَا يُقْنِعُهُ (وَيَقُولُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثَلَاثًا وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ فِيْ رُكُوْعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثَلَاثًا وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ) " اَيْ اَدْنٰى كَمَالِ الْجَمْعِ .

اور وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے اور اپنی انگلیوں کو کشادہ رکھے۔ اس لئے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تو رکوع کرے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی کر۔ اور انگلیوں کی کشادگی اس کے سوا کہیں بھی مندوب نہیں۔ تاکہ پکڑنا ممکن ہو اور سجدے کی حالت کے سوا کسی حالت میں انگلیوں کو ملانا مندوب نہیں۔ اور ان ذکر کردہ احوال کے سوا ہاتھوں کو اپنی عادت پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اور کمر کو برابر رکھے کیونکہ جب نبی کریم ﷺ رکوع کرتے تو آپ ﷺ کمر کو برابر رکھتے تھے۔ لہٰذا وہ سر کو نہ جھکائے اور نہ ہی سر کو اٹھائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ جب رکوع کرتے تو نہ اپنے سر جھکاتے اور نہ ہی اٹھاتے۔ اور تین بار "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" کہے۔ اور یہ کم از کم مقدار ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ تم میں سے جب کوئی شخص رکوع کرے تو وہ تین مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" اور یہ اس کا کم از کم درجہ ہے۔ یعنی کثرت والی جمع کا ادنیٰ ہے۔

قومہ کرنے کا شرعی بیان

(ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَقُولُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَيَقُولُ الْمُؤْتَمُّ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَلَا يَقُولُهَا الْاِمَامُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا يَقُولُهَا فِيْ نَفْسِهِ) لِمَا رَوَى اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الذِّكْرَيْنِ) " وَلِاَنَّهُ حَرَّضَ غَيْرَهُ فَلَا يَنْسٰى نَفْسَهُ .

وَلَهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ) " هٰذِهِ قِسْمَةٌ وَاَنَّهَا تُنَافِي الشَّرِكَةَ، لِهٰذَا لَا يَأْتِي الْمُؤْتَمُّ بِالتَّسْمِيْعِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَلِاَنَّهُ يَقَعُ تَحْمِيْدُهُ بَعْدَ تَحْمِيْدِ الْمُقْتَدِيْ، وَهُوَ خِلَافُ مَوْضِعِ الْاِمَامَةِ، وَمَا رَوَاهُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى حَالَةِ الْاِنْفِرَادِ (وَالْمُنْفَرِدُ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا فِي الْاَصَحِّ) وَاِنْ كَانَ يُرْوٰى الْاِكْتِفَاءُ بِالتَّسْمِيْعِ وَيُرْوٰى بِالتَّحْمِيْدِ، وَالْاِمَامُ بِالدَّلَالَةِ عَلَيْهِ آتٍ بِهِ مَعْنًى

پھر وہ اپنے سر کو اٹھائے اور وہ کہے "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" اور مقتدی کہے "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" اور امام "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" نہ کہے۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک امام بھی دل میں کہے گا۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ

بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان دونوں کو جمع فرمایا کرتے تھے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں دوسرے کو ترغیب دلاتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے آپ کو نہ بھلائے۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ جب امام "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" پس تم "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد" کہو۔ اور یہی تقسیم ہے اور یہی تقسیم امام کو روکنے والی ہے۔ اور اسی دلیل کی بنیاد پر ہمارے نزدیک مقتدی "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" نہ کہے گا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام کی حمد کرنا یہ حمد کرنے کے بعد حمد ہے۔ اور امامت کی وضع کے بھی خلاف ہے۔ اور جمع کرنے والی روایت کو منفرد نمازی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ وہ دونوں کو جمع کرتا ہے۔ یہی روایت صحیح ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی روایت ہے کہ منفرد کا "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" یا "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد" پر اکتفاء بھی کرسکتا ہے۔ حالانکہ امام حمد پر دلالت کرنے کی وجہ سے یہ معنی لے آیا۔

سجدہ کرنے کا حکم شرعی

قَالَ (ثُمَّ إِذَا اسْتَوَى قَائِمًا كَبَّرَ وَسَجَدَ) أَمَّا التَّكْبِيرُ وَالسُّجُودُ فَلِمَا بَيَّنَّا، وَأَمَّا الِاسْتِوَاءُ قَائِمًا فَلَيْسَ بِفَرْضٍ، وَكَذَا الْجِلْسَةُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَالطُّمَأْنِينَةُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ.

قَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يُفْتَرَضُ ذٰلِكَ كُلُّهُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (قُمْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ) " قَالَهُ لِأَعْرَابِيٍّ حِينَ أَخَفَّ الصَّلَاةَ.

وَلَهُمَا أَنَّ الرُّكُوعَ هُوَ الِانْحِنَاءُ وَالسُّجُودَ هُوَ الِانْخِفَاضُ لُغَةً، فَتَتَعَلَّقُ الرُّكْنِيَّةُ بِالْأَدْنَى فِيهِمَا، وَكَذَا فِي الِانْتِقَالِ إِذْ هُوَ غَيْرُ مَقْصُودٍ.

وَفِي آخِرِ مَا رُوِيَ تَسْمِيَتُهُ إِيَّاهُ صَلَاةً حَيْثُ قَالَ: وَمَا نَقَصْتَ مِنْ هٰذَا شَيْئًا فَقَدْ نَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ، ثُمَّ الْقَوْمَةُ وَالْجِلْسَةُ سُنَّةٌ عِنْدَهُمَا، وَكَذَا الطُّمَأْنِينَةُ فِي تَخْرِيجِ الْجُرْجَانِيِّ. وَفِي تَخْرِيجِ الْكَرْخِيِّ وَاجِبَةٌ حَتَّى تَجِبَ سَجْدَتَا السَّهْوِ بِتَرْكِهَا سَاهِيًا عِنْدَهُ

جب وہ سیدھا کھڑا ہو جائے تو وہ تکبیر کہے اور سجدہ کرے۔ تکبیر اور سجدے کی دلیل ہم بیان کر چکے ہیں۔ جبکہ رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا یہ فرض نہیں ہے۔ اور اسی طرح طرفین کے نزدیک دو سجدوں کے درمیان جلسہ اور رکوع و سجود میں طمانیت بھی فرض نہیں۔

جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ ساری چیزیں فرض ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ کیونکہ جب ایک اعرابی نے نماز میں تخفیف کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ رکوع کا معنی جھکنا اور سجدے کا معنی لغت کے اعتبار سے پست ہونا ہے۔ لہٰذا رکنیت انہی دونوں میں کم

ازکم کے ساتھ متعلق ہوگی۔اور اسی طرح منتقل ہونا ہے حالانکہ وہ غیر مقصود ہے۔اور اعرابی والی حدیث کے آخر میں اس کا نام نماز رکھا ہے۔لہٰذا اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ جو تو نے نماز میں کمی کی ہے تو تیری نماز کم ہوئی۔اور طرفین کے نزدیک قومہ اور جلسہ سنت ہے اور امام جرجانی کی تخریج کے مطابق طمانیت کا بھی یہی حکم ہے۔جبکہ امام کرخی کی تخریج کے مطابق طمانیت واجب ہے۔لہٰذا امام کرخی کے نزدیک طمانیت کو چھوڑنے کی وجہ سے سہو کے دو سجدے لازم آئیں گے۔

سجدہ کرنے کا طریقہ

(وَيَعْتَمِدُ بِيَدَيْهِ عَلَى الْأَرْضِ) لِأَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَصَفَ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "(فَسَجَدَ وَادَّعَمَ عَلَى رَاحَتَيْهِ وَرَفَعَ عَجِيزَتَهُ)" قَالَ (وَوَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَيَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ) لِمَا رُوِيَ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَذٰلِكَ.

قَالَ (وَسَجَدَ عَلَى أَنْفِهِ وَجَبْهَتِهِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَاظَبَ عَلَيْهِ (فَإِنِ اقْتَصَرَ عَلَى أَحَدِهِمَا جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

وَقَالَا: لَا يَجُوزُ الِاقْتِصَارُ عَلَى الْأَنْفِ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ) وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "(أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، وَعَدَّ مِنْهَا الْجَبْهَةَ)" وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ السُّجُودَ يَتَحَقَّقُ بِوَضْعِ بَعْضِ الْوَجْهِ، وَهُوَ الْمَأْمُورُ بِهِ إِلَّا أَنَّ الْخَدَّ وَالذَّقَنَ خَارِجٌ بِالْإِجْمَاعِ، وَالْمَذْكُورُ فِيمَا رُوِيَ الْوَجْهُ فِي الْمَشْهُورِ، وَوَضْعُ الْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ سُنَّةٌ عِنْدَنَا لِتَحَقُّقِ السُّجُودِ بِدُونِهِمَا، وَأَمَّا وَضْعُ الْقَدَمَيْنِ فَقَدْ ذَكَرَ الْقُدُورِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ فَرِيضَةٌ فِي السُّجُودِ.

اور وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے۔کیونکہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کیا۔کہ آپ نے سجدہ کیا اور دونوں ہتھیلیوں کو رکھا اور سرین کو بلند کیا۔اور فرمایا: کہ آپ نے اپنے چہرہ کو اپنی ہتھیلیوں کے درمیان رکھا۔اور دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے برابر رکھا۔اسی دلیل کی بنیاد پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔

اور وہ سجدہ اپنی پیشانی اور ناک پر کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر دوام اختیار کیا ہے۔اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان دونوں میں سے کسی ایک پر اگر اکتفاء کیا تو جائز ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ عذر کے بغیر ناک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں۔اور اسی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت مروی ہے۔اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اور ان میں پیشانی کو بھی شمار کیا ہے۔اسی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کا بعض حصہ رکھنے سے متحقق ہو جاتا ہے اور اسی کا حکم دیا گیا ہے۔مگر گال اور ٹھوڑی بالاجماع خارج ہیں۔کیونکہ روایت مشہورہ میں چہرے کا ذکر ہے۔اور ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا ہمارے نزدیک سنت ہے۔کیونکہ ان دونوں کے بغیر بھی سجدہ ہو جاتا ہے۔اور امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے سجود

میں دونوں قدموں کا رکھنا فرض ہے۔

عمامہ پر سجدہ کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ سَجَدَ عَلَى كَوْرِ عِمَامَتِهِ أَوْ فَاضِلِ ثَوْبِهِ جَازَ) لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْجُدُ عَلَى كَوْرِ عِمَامَتِهِ، وَيُرْوَى " أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ يَتَّقِي بِفُضُولِهِ حَرَّ الْأَرْضِ وَبَرْدَهَا .

(وَيُبْدِي ضَبْعَيْهِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " وَأَبْدِ ضَبْعَيْك " وَيُرْوَى " وَأَبِدَّ " مِنْ الْإِبْدَادِ: وَهُوَ الْمَدُّ، وَالْأَوَّلُ مِنْ الْإِبْدَاءِ وَهُوَ الْإِظْهَارُ .

(وَيُجَافِي بَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ) " (لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ إِذَا سَجَدَ جَافَى حَتَّى أَنَّ بَهْمَةً لَوْ أَرَادَتْ أَنْ تَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ) " .

وَقِيلَ إِذَا كَانَ فِي الصَّفِّ لَا يُجَافِي كَيْ لَا يُؤْذِيَ جَارَهُ (وَيُوَجِّهُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (إِذَا سَجَدَ الْمُؤْمِنُ سَجَدَ كُلُّ عُضْوٍ مِنْهُ، فَلْيُوَجِّهْ مِنْ أَعْضَائِهِ الْقِبْلَةَ مَا اسْتَطَاعَ

اگر نمازی نے عمامہ کے کنارے پر سجدہ کیا یا بچے ہوئے کپڑے پر سجدہ کیا تو جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ عمامہ کے کنارے پر سجدہ کیا کرتے تھے اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔ اور اس کا زائد حصہ زمین کی گرمی وسردی سے بچاتا تھا۔

اور اپنے دونوں بازؤں کو کشادہ رکھے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے بازؤں کو ظاہر کر۔ اور یہ بھی روایت ہے۔ ''ابد'' ابداد سے مشتق ہے جس کا معنی کھینچنا ہے۔ اور اول ''ابداء'' سے ہے جس کا معنی ظاہر کرنا ہے۔

اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے الگ رکھے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو آپ (ہاتھ اس قدر) الگ رکھتے حتیٰ کہ اگر بکری کا بچہ آپ کے ہاتھوں کے درمیان گذرنے کا ارادہ کرتا تو وہ گذر سکتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر صف میں ہو تو الگ نہ رکھے تاکہ ہمسائے کو تکلیف نہ ہو۔

اور وہ اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مؤمن سجدہ کرتا ہے تو اس کا ہر عضو بھی سجدہ کرتا ہے۔ لہٰذا جس قدر ممکن ہو سکے اپنے اعضاء کو قبلہ کی طرف پھیرے۔

سجدے میں تسبیح پڑھنے کا بیان

(وَيَقُولُ فِي سُجُودِهِ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثًا وَذَلِكَ أَدْنَاهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "

(وَاِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ فِي سُجُودِهٖ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثَلَاثًا وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ) " اَيْ اَدْنٰى كَمَالِ الْجَمْعِ وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يَزِيْدَ عَلَى الثَّلَاثِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ بَعْدَ اَنْ يَخْتِمَ بِالْوِتْرِ لِاَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (كَانَ يَخْتِمُ بِالْوِتْرِ)، وَاِنْ كَانَ اِمَامًا لَا يَزِيْدُ عَلٰى وَجْهٍ يُمِلُّ الْقَوْمَ حَتّٰى لَا يُؤَدِّيَ اِلَى التَّنْفِيْرِ ثُمَّ تَسْبِيْحَاتُ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ سُنَّةٌ لِاَنَّ النَّصَّ تَنَاوَلَهُمَا دُوْنَ تَسْبِيْحَاتِهِمَا فَلَا يَزِيْدُ عَلَى النَّصِّ (وَالْمَرْاَةُ تَنْخَفِضُ فِي سُجُوْدِهَا وَتَلْزَقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا) لِاَنَّ ذٰلِكَ اَسْتَرُ لَهَا ۔

اور اپنے سجدے میں تین بار ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى'' پڑھے۔اور یہ کم از کم مقدار ہے۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی سجدہ کرے تو سجدے میں تین مرتبہ ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى'' کہے۔اور یہ کم از کم ہے۔یعنی یہ مکمل جمع کرنے کی کم از کم مقدار ہے۔اور مستحب یہ ہے کہ وہ رکوع و سجود میں تین پر اضافہ کرے لیکن اس کو طاق پر ختم کرے۔اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ طاق پر ختم فرمایا کرتے تھے۔اور اگر وہ امام ہو تو پھر اس طرح نہ پڑھائے کہ مقتدی اس سے تنگ آجائیں تا کہ وہ ان کی نفرت کا سبب نہ بنے۔رکوع و سجود کی تسبیحات کو سنت کہنا صحیح ہے۔کیونکہ حکم نص ان دونوں کو شامل ہے۔اور ان دونوں کے سوا کو نہیں کہا جائے گا۔تا کہ نص پر زیادتی لازم نہ آئے۔

جبکہ عورت اپنے سجدے میں جھک جائے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے۔کیونکہ اس کا اس طرح کرنا ہی اس لئے زیادہ ستر والا ہے۔

اطمئنان کے ساتھ جلسہ کرنے کا بیان

قَالَ (ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ وَيُكَبِّرُ) لِمَا رَوَيْنَا (فَاِذَا اطْمَاَنَّ جَالِسًا كَبَّرَ وَسَجَدَ) لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيْثِ الْاَعْرَابِيِّ " (ثُمَّ ارْفَعْ رَاْسَكَ حَتّٰى تَسْتَوِيَ جَالِسًا) " وَلَوْ لَمْ يَسْتَوِ جَالِسًا وَسَجَدَ اُخْرٰى اَجْزَاَهٗ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ، وَتَكَلَّمُوْا فِي مِقْدَارِ الرَّفْعِ ۔

وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ اِذَا كَانَ اِلَى السُّجُوْدِ اَقْرَبَ لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهٗ يُعَدُّ سَاجِدًا، وَاِنْ كَانَ اِلَى الْجُلُوْسِ اَقْرَبَ جَازَ لِاَنَّهٗ يُعَدُّ جَالِسًا فَتَتَحَقَّقُ الثَّانِيَةُ ۔

پھر وہ اپنے سر کو اٹھائے اور تکبیر کہے اسی حدیث کی بناء پر جسے ہم روایت کر چکے ہیں۔اور جب وہ اطمینان کے ساتھ بیٹھ جائے تو تب وہ تکبیر کہے اور سجدہ کرے۔کیونکہ حدیث اعرابی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو اپنے سر کو اٹھا حتیٰ کہ تو سیدھا بیٹھ جائے اور اگر وہ سیدھا نہیں بیٹھا بلکہ تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں چلا گیا تو طرفین کے نزدیک کفایت کر جائے گا اور اسے بھی ہم ذکر کر چکے ہیں۔اور سر اٹھانے کی مقدار میں فقہاء نے کلام کیا ہے اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ جب وہ سجدہ کے قریب ہو

جائز نہیں۔ کیونکہ وہ سجدے میں ہی شمار ہوگا۔ اور اگر وہ بیٹھنے کے زیادہ قریب ہے تو جائز ہے۔ کیونکہ اس کا جلسہ شمار ہو جائے گا۔ لہٰذا دوسرا سجدہ متحقق ہو جائے گا۔

سجدے سے اٹھنے کا بیان

قَالَ (فَإِذَا اطْمَأَنَّ سَاجِدًا كَبَّرَ) وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ (وَيَسْتَوِي قَائِمًا عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ وَلَا يَقْعُدُ وَلَا يَعْتَمِدُ بِيَدَيْهِ عَلَى الْأَرْضِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجْلِسُ جِلْسَةً خَفِيفَةً ثُمَّ يَنْهَضُ مُعْتَمِدًا عَلَى الْأَرْضِ لِمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَعَلَ ذَلِكَ .

وَلَنَا حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (كَانَ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ)، وَمَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلَى حَالَةِ الْكِبَرِ، وَلِأَنَّ هَذِهِ قَعْدَةُ اسْتِرَاحَةٍ وَالصَّلَاةُ مَا وُضِعَتْ لَهَا .

جب وہ اطمینان سے سجدہ کر لے تو وہ تکبیر کہے جس کے بارے میں ذکر چکے ہیں۔ اور اپنے قدموں کے بھار پر سیدھا کھڑا ہو جائے وہ نہ بیٹھے اور نہ ہی اپنے ہاتھوں کے ساتھ زمین پر ٹیک لگائے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ وہ تھوڑا سا بیٹھے پھر وہ زمین پر ٹیک لگاتے ہوئے کھڑا ہو جائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا ہے۔

جبکہ ہماری دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں کے بھار پر کھڑے ہوتے تھے۔ اور جس حدیث کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اسے بڑھاپے کی حالت پر محمول کیا جائے گا۔ اور یہ دلیل بھی ہے کہ یہ قعدہ استراحت ہے حالانکہ نماز کسی آرام کرنے کے لئے نہیں بنائی گئی۔

دوسری رکعت شروع کرنے کا بیان

(وَيَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُولَى) لِأَنَّهُ تَكْرَارُ الْأَرْكَانِ (إِلَّا أَنَّهُ لَا يَسْتَفْتِحُ وَلَا يَتَعَوَّذُ) لِأَنَّهُمَا لَمْ يُشْرَعَا إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً .

(وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الرُّكُوعِ وَالرَّفْعِ مِنْهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: تَكْبِيرَةِ الِافْتِتَاحِ، وَتَكْبِيرَةِ الْقُنُوتِ وَتَكْبِيرَاتِ الْعِيدَيْنِ، وَذَكَرَ الْأَرْبَعَ فِي الْحَجِّ) " وَالَّذِي يُرْوَى مِنْ الرَّفْعِ مَحْمُولٌ عَلَى الِابْتِدَاءِ، كَذَا نُقِلَ عَنْ ابْنِ الزُّبَيْرِ .

اور وہ دوسری رکعت میں اسی طرح کرے جس طرح اس نے پہلی رکعت میں کیا تھا۔ کیونکہ انہی ارکانوں کا تکرار ہے۔ مگر وہ "ثناء نہ پڑھے گا" اور "تعوذ" نہیں پڑھے گا کیونکہ یہ دونوں صرف ایک ہی مرتبہ پڑھنے کے لئے مشروع ہوئے ہیں۔

اور وہ پہلی تکبیر کے سوا رفع یدین نہ کرے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اختلاف کیا اور فرمایا: کہ وہ رکوع میں جاتے ہوئے اور اس سے اٹھتے ہوئے بھی رفع یدین کرے گا۔ (ہماری دلیل یہ ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رفع یدین صرف سات جگہوں پر کیا جائے۔ تکبیر تحریمہ، تکبیر قنوت، عیدین کی تکبیرات اور چار تکبیروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں ذکر کیا ہے۔ اور جو روایت رفع یدین کرنے کے بارے میں بیان کی جاتی ہے وہ ابتداء (اسلام) پر محمول ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے۔

قعدہ میں بیٹھنے کی صورت کا بیان

(وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَنَصَبَ الْيُمْنٰى نَصْبًا وَوَجَّهَ اَصَابِعَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ) هٰكَذَا وَصَفَتْ عَائِشَةُ قُعُوْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ (وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَبَسَطَ اَصَابِعَهُ وَتَشَهَّدَ) يُرْوٰى ذٰلِكَ فِي حَدِيْثِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَلِاَنَّ فِيْهِ تَوْجِيْهَ اَصَابِعِ يَدَيْهِ اِلَى الْقِبْلَةِ (فَاِنْ كَانَتْ امْرَاَةً جَلَسَتْ عَلٰى اَلْيَتِهَا الْيُسْرٰى وَاَخْرَجَتْ رِجْلَيْهَا مِنَ الْجَانِبِ الْاَيْمَنِ) لِاَنَّهُ اَسْتَرُ لَهَا۔

اور جب دوسری رکعت میں دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھائے پس اس پر بیٹھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور اپنی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں بیٹھنا اسی طرح بیان کیا ہے۔

اور اپنے ہاتھوں کو اپنے رانوں پر رکھے اور اپنی انگلیوں کو پھیلائے اور تشہد پڑھے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ اسی طرح ہاتھ کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں گی۔

اگر عورت بیٹھے تو وہ بائیں (سرین) بیٹھے گی اور دونوں پاؤں دائیں جانب نکالے گی۔ کیونکہ اسی میں اس کے لئے ستر ہے۔

نماز میں تشہد پڑھنے کا بیان

(وَالتَّشَهُّدُ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِلَخْ) وَهٰذَا تَشَهُّدُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاِنَّهُ قَالَ " (اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ وَعَلَّمَنِي التَّشَهُّدَ كَمَا كَانَ يُعَلِّمُنِي سُوْرَةً مِنَ الْقُرْآنِ وَقَالَ: قُلِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ) اِلَخْ، وَالْاَخْذُ بِهٰذَا اَوْلٰى مِنَ الْاَخْذِ بِتَشَهُّدِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهُوَ قَوْلُهُ " التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ، سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، سَلَامٌ عَلَيْنَا " اِلَخْ، لِاَنَّ

فِيهِ الْأَمْرَ، وَأَقَلُّهُ الِاسْتِحْبَابُ، وَالْأَلِفُ وَاللَّامُ وَهُمَا لِلِاسْتِغْرَاقِ، وَزِيَادَةُ الْوَاوِ وَهِيَ لِتَجْدِيدِ الْكَلَامِ كَمَا فِي الْقَسَمِ وَتَأْكِيدِ التَّعْلِيمِ .

''اور تمام قول اور مالی و بدنی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اے نبی ﷺ تم پر سلام اور اللہ کی برکت و رحمتیں ہم پر بھی سلام اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں۔''

یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والا تشہد ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اس طرح تشہد سکھایا جس طرح قرآنی سورۃ سکھایا کرتے تھے۔ اور فرمایا: تم کہو ''التحیات'' اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والے تشہد سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والا تشہد افضل ہے۔ التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ، سَلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، سَلَامٌ عَلَيْنَا "الخ" اس کی دلیل یہ ہے اس تشہد میں امر کا صیغہ بیان ہوا ہے اور امر کا کم از کم درجہ بھی استحباب ہے۔ اور الف ولام یہ دونوں استغراق کے لئے ہیں۔ اور واؤ کی زیادتی اس لئے کہ وہ تجدد کلام پر دلالت کرے۔ جس طرح قسم اور تعلیم کی تاکید ہوتی ہے۔

قعدہ کے وسط نماز میں ہونے کا بیان

(وَلَا يَزِيدُ عَلَى هٰذَا فِي الْقَعْدَةِ الْأُولَى) (لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ فِي وَسَطِ الصَّلَاةِ وَآخِرِهَا، فَإِذَا كَانَ وَسَطُ الصَّلَاةِ نَهَضَ إِذَا فَرَغَ مِنَ التَّشَهُّدِ وَإِذَا كَانَ آخِرَ الصَّلَاةِ دَعَا لِنَفْسِهِ بِمَا شَاءَ) " .

اور وہ قعدہ اولی میں اس تشہد پر زیادتی نہ کرے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے نماز کے درمیان اور آخر میں یہی تشہد سکھایا۔ لہٰذا جب نماز درمیان میں ہوتی تو آپ تشہد پڑھتے ہی کھڑے ہو جاتے اور جب نماز آخر میں ہوتی تو آپ ﷺ اپنے لئے دعا مانگتے جو چاہتے۔

فرض کی آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھنے کا حکم

(وَيَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَحْدَهَا) لِحَدِيثِ أَبِي قَتَادَةَ " (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ) " وَهٰذَا بَيَانُ الْأَفْضَلِ هُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّ الْقِرَاءَةَ فَرْضٌ فِي الرَّكْعَتَيْنِ عَلَى مَا يَأْتِيكَ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى .

اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھے کیونکہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھی۔ اور صحیح روایت کے مطابق یہی اس کی فضیلت کا بیان ہے۔ اس لئے کہ قرأت کرنا دو ہی رکعتوں میں فرض ہے۔ ان شاء اللہ اس کا بیان بعد میں آئے گا۔

قعدہ آخیرہ میں قعدہ اولیٰ کی طرح بیٹھنے کا بیان

(وَجَلَسَ فِی الْاٰخِیرَةِ كَمَا جَلَسَ فِی الْأُولٰی) لِمَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيثِ وَائِلٍ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَلِأَنَّهَا أَشَقُّ عَلَى الْبَدَنِ، فَكَانَ أَوْلَى مِنَ التَّوَرُّكِ الَّذِي يَمِيلُ إِلَيْهِ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَالَّذِي يَرْوِيهِ (أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ مُتَوَرِّكًا) ضَعَّفَهُ الطَّحَاوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، أَوْ يُحْمَلُ عَلَى حَالَةِ الْكِبَرِ .

اور وہ آخری قعدہ میں اسی طرح بیٹھے جس طرح وہ پہلے قعدہ میں بیٹھا تھا۔ اسی حدیث کی دلیل کے ساتھ جو ہم نے حضرت وائل اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس میں بدن پر مشقت زیادہ ہے لہٰذا یہ تورک سے اولیٰ ہے۔ جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے جس میں یہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قعدے میں تورک کیا۔ یا اس کو بڑھاپے پر محمول کیا جائے گا۔

تشہد کے وجوب کا بیان

(وَتَشَهَّدَ وَهُوَ وَاجِبٌ عِنْدَنَا وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَهُوَ لَيْسَ بِفَرِيضَةٍ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيهِمَا لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " (إِذَا قُلْتَ هٰذَا أَوْ فَعَلْتَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ تَقُومَ فَقُمْ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ) "

اور وہ تشہد پڑھے اور وہ ہمارے نزدیک واجب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ اور وہ ہمارے نزدیک فرض نہیں۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں میں اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جب تو یہ کہے یا کرے تو تیری نماز مکمل ہوگئی۔ اگر تو کھڑا ہونا چاہے تو کھڑا ہو جا اور اگر تو بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا بیان

وَالصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ خَارِجَ الصَّلَاةِ وَاجِبَةٌ، إِمَّا مَرَّةً وَاحِدَةً كَمَا قَالَهُ الْكَرْخِيُّ، أَوْ كُلَّمَا ذُكِرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اخْتَارَهُ الطَّحَاوِيُّ فَكُفِينَا مُؤْنَةَ الْأَمْرِ، وَالْفَرْضُ الْمَرْوِيُّ فِي التَّشَهُّدِ هُوَ التَّقْدِيرُ .

اور نماز سے باہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجنا واجب ہے۔ جس طرح امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے یا جس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے۔ جس طرح امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ پس ہم پر امر عظیم لازم کیا گیا ہے۔ اور فرض جو تشہد کے بارے میں روایت کیا گیا ہے وہ معنی تقدیری ہے۔

نماز میں دعا مانگنے کا بیان

قَالَ (وَدَعَا بِمَا شَاءَ مِمَّا يُشْبِهُ اَلْفَاظَ الْقُرْآنِ وَالْاَدْعِيَةِ الْمَاْثُوْرَةِ) لِمَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيْثِ (ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ثُمَّ اخْتَرْ مِنَ الدُّعَاءِ اَطْيَبَهُ وَاَعْجَبَهُ اِلَيْكَ) " وَيَبْدَأُ بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَكُوْنَ اَقْرَبَ اِلَى الْاِجَابَةِ "
(وَلَا يَدْعُوْ بِمَا يُشْبِهُ كَلَامَ النَّاسِ) تَحَرُّزًا عَنِ الْفَسَادِ، وَلِهٰذَا يَاْتِي بِالْمَاْثُوْرِ الْمَحْفُوْظِ، وَمَا لَا يَسْتَحِيْلُ سُؤَالُهُ مِنَ الْعِبَادِ كَقَوْلِهِ اللّٰهُمَّ زَوِّجْنِي فُلَانَةَ يُشْبِهُ كَلَامَهُمْ وَمَا يَسْتَحِيْلُ كَقَوْلِهِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي لَيْسَ مِنْ كَلَامِهِمْ، وَقَوْلُهُ اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي مِنْ قَبِيْلِ الْاَوَّلِ هُوَ الصَّحِيْحُ لِاسْتِعْمَالِهَا فِيْمَا بَيْنَ الْعِبَادِ، يُقَالُ رَزَقَ الْاَمِيْرُ الْجَيْشَ .

فرمایا: اور وہ دعا مانگے جو الفاظ قرآن اور ماثورہ دعاؤں کے مشابہ ہو۔ اسی حدیث کی وجہ سے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کر چکے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: پھر تم دعا کو اختیار کرو جو تمہیں زیادہ پاکیزہ و پسندیدہ ہو اور وہ نبی کریم ﷺ پر درود کے ساتھ شروع کرے تاکہ وہ مقام قبولیت کے قریب ہو۔

اور وہ ایسی دعا نہ کرے جو لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو۔ تاکہ فساد سے بچے۔ لہٰذا وہ محفوظ ماثورہ دعائیں پڑھے۔ اور اسی طرح ہر وہ چیز جس کا بندوں سے مانگنا محال نہ ہو۔ جیسے اس کا قول "اَللّٰهُمَّ زَوِّجْنِي فُلَانَةَ" لوگوں کے کلام کے مشابہ ہے اور جس چیز کا مانگنا محال ہو جیسے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي" یہ لوگوں کے کلام کے مشابہ نہیں۔ اور نماز کا یہ قول "قَوْلُهُ اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي" پہلی قسم سے ہے۔ کیونکہ اس کا استعمال لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس طرح کہا جاتا ہے "امیر نے لشکر کو رزق دیا ہے۔"

نماز میں سلام پھیرنے اور اس میں نیت کا بیان

(ثُمَّ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهِ فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَعَنْ يَسَارِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ) لِمَا رَوَى ابْنُ مَسْعُوْدٍ " (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْاَيْمَنِ وَعَنْ يَسَارِهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْاَيْسَرِ)
" (وَيَنْوِي بِالتَّسْلِيْمَةِ الْاُوْلٰى مَنْ عَنْ يَمِيْنِهِ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْحَفَظَةِ وَكَذٰلِكَ فِي الثَّانِيَةِ) لِاَنَّ الْاَعْمَالَ بِالنِّيَّاتِ، وَلَا يَنْوِي النِّسَاءَ فِي زَمَانِنَا وَلَا مَنْ لَا شَرِكَةَ لَهُ فِي صَلَاتِهِ، هُوَ الصَّحِيْحُ لِاَنَّ الْخِطَابَ حَظُّ الْحَاضِرِيْنَ .

پھر وہ اپنی دائیں طرف سلام پھیرے۔ پس وہ کہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" اور اسی طرح اپنی بائیں جانب کرے۔ اسی روایت کی وجہ سے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ دائیں طرف سلام پھیرتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے دائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی اور بائیں جانب بائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی تھی

اور وہ پہلے سلام میں اپنی دائیں طرف والے مردوں، عورتوں اور فرشتوں کی نیت کرے۔اور ایسے ہی دوسرے سلام میں کرے۔ کیونکہ اعمال کے ثواب کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔اور ہمارے زمانے میں وہ عورتوں کی نیت نہ کرے اور نہ ہی اس شخص کی نیت جو نماز میں شریک نہیں ہے۔یہی صحیح روایت ہے۔کیونکہ خطاب حاضر ہونے والوں کا حصہ ہے۔

نماز کے سلام میں مقتدی ومنفرد کی نیت کا بیان

(وَلَا بُدَّ لِلْمُقْتَدِي مِنْ نِيَّةِ إِمَامِهِ، فَإِنْ كَانَ الْإِمَامُ مِنَ الْجَانِبِ الْأَيْمَنِ أَوِ الْأَيْسَرِ نَوَاهُ فِيهِمْ) وَإِنْ كَانَ بِحِذَائِهِ نَوَاهُ فِي الْأُولَى عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَرْجِيحًا لِلْجَانِبِ الْأَيْمَنِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ نَوَاهُ فِيهِمَا لِأَنَّهُ ذُو حَظٍّ مِنَ الْجَانِبَيْنِ

(وَالْمُنْفَرِدُ يَنْوِي الْحَفَظَةَ لَا غَيْرُ) لِأَنَّهُ لَيْسَ مَعَهُ سِوَاهُمْ (وَالْإِمَامُ يَنْوِي بِالتَّسْلِيمَتَيْنِ) هُوَ الصَّحِيحُ، وَلَا يَنْوِي فِي الْمَلَائِكَةِ عَدَدًا مَحْصُورًا لِأَنَّ الْأَخْبَارَ فِي عَدَدِهِمْ قَدِ اخْتَلَفَتْ فَأَشْبَهَ الْإِيمَانَ بِالْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، ثُمَّ إِصَابَةُ لَفْظِ السَّلَامِ وَاجِبَةٌ عِنْدَنَا وَلَيْسَتْ بِفَرْضٍ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

هُوَ يَتَمَسَّكُ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ) " .

وَلَنَا مَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَالتَّخْيِيرُ يُنَافِي الْفَرْضِيَّةَ وَالْوُجُوبَ، إِلَّا أَنَّا أَثْبَتْنَا الْوُجُوبَ بِمَا رَوَاهُ احْتِيَاطًا، وَبِمِثْلِهِ لَا تَثْبُتُ الْفَرْضِيَّةُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

اور مقتدی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے امام کی نیت کرے۔لہٰذا اگر وہ امام کی دائیں یا بائیں طرف ہو تو وہ انہیں میں نیت کرے۔اور امام مقتدی کے سامنے ہو تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دائیں جانب کو ترجیح دیتے ہوئے وہ پہلے سلام میں نیت کرے۔جبکہ طرفین کے نزدیک وہ دونوں سلاموں میں امام کی نیت کرے۔کیونکہ امام دونوں اطراف سے حصہ لینے والا ہے۔

اور منفرد صرف فرشتوں کی نیت کرے گا کیونکہ ان کے سوا اس کے ساتھ کوئی نہیں ہے۔اور صحیح روایت کے مطابق امام دونوں سلاموں میں نیت کرے گا۔اور فرشتوں کی نیت کرنے میں عدد کا حصر نہ کرے۔کیونکہ فرشتوں کی تعداد میں اخبار واحادیث مختلف ہیں۔لہٰذا یہ انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے کے مشابہ ہو گیا۔ہمارے نزدیک لفظ ''السلام'' ادا کرنا واجب ہے۔فرض نہیں ہے۔جبکہ اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ''تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ''

جبکہ ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔کیونکہ اختیار دینا یہ فرضیت وجوب کے منافی ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث کی بناء پر بطور احتیاط وجوب ثابت کیا ہے۔لہٰذا اس طرح کی حدیث سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

فصل فی القرأت

﴿یہ فصل نماز میں قرأت کے بیان میں ہے﴾

فصل: قرأت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ فصل نماز میں قرأت کے احکام کے بیان میں ہے۔ بے شک احکام قرأت کو علیحدہ اس لئے بیان کیا ہے تاکہ احکام نماز میں زیادہ اضافہ نہ ہو۔ اور یہ بھی وجہ ہے کہ قرأت کے احکام اتنے زیادہ ہیں جو اس کے سوا میں نہیں ہیں۔ اور اس کے احکام میں جہر و سری حکم ہے۔ حکم جہری صفات کی طرف لوٹنے والا ہے جبکہ حکم سری ذات کی طرف لوٹنے والا ہے۔ لہذا مناسب تھا کہ ذات کو صفات پر مقدم کیا جاتا جبکہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ جہر ادائے کامل کے ساتھ متعلق ہے اور سری قرأت کامل و ناقص دونوں پر مشتمل ہے۔ اور ادائے کامل کا تعلق چونکہ اصل ہے لہذا اس کو مقدم کر دیا۔

(البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۳۳۸، حقانیہ ملتان)

نماز میں قرأت کے بارے میں فقہی مذاہب اربعہ:

نماز میں قرأت یعنی قرآن کریم پڑھنا تمام علماء کے نزدیک متفقہ طور پر فرض ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کتنی رکعتوں میں پڑھنا فرض ہے؟ چنانچہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک پوری نماز میں قرأت فرض ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے ہاں للاکثر حکم الکل (اکثر کل کے حکم میں ہے) کے کلیہ کے مطابق تین رکعت میں فرض ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مسلک کے مطابق دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا مسلک قول مشہور ہے کے مطابق امام شافعی علیہ الرحمہ کے مسلک کے موافق ہے۔ حضرت حسن بصری اور حضرت زفر علیہما الرحمہ کے نزدیک صرف ایک رکعت میں قرأت فرض ہے۔

جہری نمازوں میں قرأت کے حکم کا بیان

قَالَ (وَيَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إنْ كَانَ إمَامًا) وَيُخْفِي فِي الْأُخْرَيَيْنِ هٰذَا هُوَ الْمَأْثُورُ الْمُتَوَارَثُ (وَإِنْ كَانَ مُنْفَرِدًا فَهُوَ مُخَيَّرٌ إنْ شَاءَ جَهَرَ وَأَسْمَعَ نَفْسَهُ) لِأَنَّهُ إمَامٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ (وَإِنْ شَاءَ خَافَتَ) لِأَنَّهُ لَيْسَ خَلْفَهُ مَنْ يَسْمَعُهُ، وَالْأَفْضَلُ هُوَ الْجَهْرُ لِيَكُونَ الْأَدَاءُ عَلَى هَيْئَةِ الْجَمَاعَةِ .(وَيُخْفِيهَا الْإِمَامُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَإِنْ كَانَ بِعَرَفَةَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (صَلَاةُ النَّهَارِ عَجْمَاءُ) " أَيْ لَيْسَتْ فِيهَا قِرَاءَةٌ

ةٌ مَسْمُوعَةٌ، وَفِي عَرَفَةَ خِلَافُ مَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَاهُ .

اور اگر وہ امام ہے تو فجر کی نماز میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جہری قرأت کرے۔ اور دوسری نمازوں میں اخفاء کرے۔ یہی وراثتا ماثور ہے۔ اور نماز پڑھنے والا اکیلا ہو تو اسے اختیار خواہ وہ جہر پڑھے اور اپنے آپ کو سنائے کیونکہ وہ اپنے حق میں امام بھی ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو آہستہ پڑھے کیونکہ اس کے پیچھے کوئی نہیں جس کو وہ سنائے۔ جبکہ افضل یہی ہے کہ وہ جہر کرے تا کہ جماعت کی صورت پر نماز ادا ہو۔

اور وہ ظہر وعصر میں آہستہ قرأت کرے۔ خواہ وہ عرفہ میں ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دن کی نماز گونگی ہے۔ یعنی وہ ایسی نماز ہے جس میں قرأت نہیں سنی جاتی۔ اور مقام عرفہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف وہی دلیل ہے جسے ہم ذکر کر چکے ہیں۔

جمعہ وعیدین میں جہری قرأت کا بیان

(وَيَجْهَرُ فِي الْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ) لِوُرُودِ النَّقْلِ الْمُسْتَفِيضِ بِالْجَهْرِ، وَفِي التَّطَوُّعِ بِالنَّهَارِ يُخَافِتُ وَفِي اللَّيْلِ يَتَخَيَّرُ اعْتِبَارًا بِالْفَرْضِ فِي حَقِّ الْمُنْفَرِدِ، وَهٰذَا لِاَنَّهُ مُكَمِّلٌ لَهُ فَيَكُونُ تَبَعًا (مَنْ فَاتَتْهُ الْعِشَاءُ فَصَلَّاهَا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ إِنْ أَمَّ فِيهَا جَهَرَ) كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَضَى الْفَجْرَ غَدَاةَ لَيْلَةِ التَّعْرِيسِ بِجَمَاعَةٍ (وَإِنْ كَانَ وَحْدَهُ خَافَتَ حَتْمًا وَلَا يَتَخَيَّرُ هُوَ الصَّحِيحُ) لِاَنَّ الْجَهْرَ يَخْتَصُّ إِمَّا بِالْجَمَاعَةِ حَتْمًا أَوْ بِالْوَقْتِ فِي حَقِّ الْمُنْفَرِدِ عَلَى وَجْهِ التَّخْيِيرِ وَلَمْ يُوجَدْ اَحَدُهُمَا .

اور جمعہ وعیدین میں جہر کرے۔ کیونکہ نقل مشہور جہر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ دن کے نوافل میں اخفاء کرے جبکہ رات کے نوافل میں اس کو اختیار ہے۔ اسی قیاس کے مطابق جو منفرد کے حق میں تھا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ نفل فرض کو پورا کرنے کے لئے ہوتا ہے لہٰذا وہ فرض کے تابع ہوگا۔

اور جس شخص کی نماز عشاء فوت ہوگئی پس اس نے طلوع آفتاب کے بعد قضاء کی اور اگر وہ قضاء میں امامت کرے تو وہ جہر کرے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تعریس کی رات قضاء ہونے والی نماز کو فجر کے وقت اسی طرح جماعت کے ساتھ قضاء کیا تھا اور جب اکیلے شخص کی نماز فوتی ہوتی ہے تو قضاء کرتے ہوئے اس کو جہری قرأت کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ جہری یا جماعت کے ساتھ ہے یا اکیلے منفرد کے لئے اختیار کے ساتھ ہے اور یہاں ان دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں ہے۔

جس نے اولین میں فاتحہ نہ پڑھی

(وَمَنْ قَرَاَ فِي الْعِشَاءِ فِي الْاُولَيَيْنِ السُّورَةَ وَلَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ لَمْ يُعِدْ فِي الْاُخْرَيَيْنِ، وَإِنْ قَرَاَ الْفَاتِحَةَ وَلَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا قَرَاَ فِي الْاُخْرَيَيْنِ الْفَاتِحَةَ وَالسُّورَةَ وَجَهَرَ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي

حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ .

وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَقْضِي وَاحِدَةً مِنْهُمَا لِاَنَّ الْوَاجِبَ اِذَا فَاتَ عَنْ وَقْتِهِ لَا يُقْضٰى اِلَّا بِدَلِيْلٍ .

وَلَهُمَا وَهُوَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْوَجْهَيْنِ اَنَّ قِرَاءَةَ الْفَاتِحَةِ شُرِعَتْ عَلٰى وَجْهٍ يَتَرَتَّبُ عَلَيْهَا السُّوْرَةُ، فَلَوْ قَضَاهَا فِي الْاُخْرَيَيْنِ تَتَرَتَّبُ الْفَاتِحَةُ عَلَى السُّوْرَةِ، وَهٰذَا خِلَافُ الْمَوْضُوْعِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا تَرَكَ السُّوْرَةَ لِاَنَّهُ اَمْكَنَ قَضَاؤُهَا عَلَى الْوَجْهِ الْمَشْرُوْعِ، ثُمَّ ذَكَرَ هٰهُنَا مَا يَدُلُّ عَلَى الْوُجُوْبِ، وَفِي الْاَصْلِ بِلَفْظَةِ الْاِسْتِحْبَابِ لِاَنَّهَا اِنْ كَانَتْ مُؤَخَّرَةً فَغَيْرُ مَوْصُوْلَةٍ بِالْفَاتِحَةِ فَلَمْ يُمْكِنْ مُرَاعَاةُ مَوْضُوْعِهَا مِنْ كُلِّ وَجْهٍ (وَيَجْهَرُ بِهِمَا) هُوَ الصَّحِيْحُ لِاَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْمُخَافَتَةِ فِي رَكْعَةٍ وَاحِدَةٍ شَنِيْعٌ، وَتَغْيِيْرُ النَّفْلِ وَهُوَ الْفَاتِحَةُ اَوْلٰى .

اور جس نے عشاء کی پہلی دو رکعات میں سورۃ پڑھی لیکن سورۃ فاتحہ نہ پڑھی۔ تو وہ بعد والی دو رکعتوں میں ان کا اعادہ نہ کرے اور اگر اس نے فاتحہ پڑھی لیکن سورۃ نہ پڑھی تو بعد والی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورۃ دونوں پڑھے گا۔ اور جہر کرے گا یہ طرفین کا قول ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ دونوں میں سے کسی کی قضاء نہ کرے۔ کیونکہ واجب جب اپنے وقت سے فوت ہو جائے تو دلیل کے بغیر اس کی قضاء نہیں ہوتی۔ لیکن طرفین کی دلیل یہ ہے کہ دونوں وجہوں میں فرق ہے۔ وہ یہ ہے کہ فاتحہ پڑھنا اس طرح شروع ہوا ہے کہ اس پر سورۃ مرتب ہو۔ لہٰذا اگر اس نے بعد والی دو رکعتوں میں فاتحہ قضاء کی تو وہ سورۃ پر مرتب ہو جائے گی۔ اگرچہ یہ خلاف موضوع ہے۔ بخلاف اس کے جب اس نے پہلی دو میں سورۃ کو چھوڑا ہو۔ کیونکہ سورۃ کی قضاء کرنا شرعی طریقہ کار کے مطابق ممکن ہے۔ پس یہاں وہ لفظ ذکر کیا ہے جس کی وجوب پر دلالت ہے۔ جبکہ مبسوط میں استحباب کے ساتھ آیا ہے۔ کیونکہ سورۃ اگر موخر ہوئی تو وہ فاتحہ کے ساتھ ملنے والی نہ ہوئی۔ لہٰذا اس کے موضوع کی رعایت کلی طور ممکن نہیں۔

اور وہ سورۃ اور فاتحہ دونوں میں جہر کرے۔ یہی صحیح ہے۔ کیونکہ ایک ہی رکعت میں جہر و اخفاء کو جمع کرنا برا ہے۔ اور نفل کو بدلنا ہے اور وہ فاتحہ ہے۔ افضل یہی ہے۔

جہری اور خفی قرأت کی تعریف کا بیان

ثُمَّ الْمُخَافَتَةُ اَنْ يُسْمِعَ نَفْسَهُ وَالْجَهْرُ اَنْ يُسْمِعَ غَيْرَهُ، وَهٰذَا عِنْدَ الْفَقِيْهِ اَبِيْ جَعْفَرٍ الْهِنْدُوَانِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّ مُجَرَّدَ حَرَكَةِ اللِّسَانِ لَا يُسَمّٰى قِرَاءَةً بِدُوْنِ الصَّوْتِ .

وَقَالَ الْكَرْخِيُّ: اَدْنَى الْجَهْرِ اَنْ يُسْمِعَ نَفْسَهُ، وَاَدْنَى الْمُخَافَتَةِ تَصْحِيْحُ الْحُرُوْفِ لِاَنَّ الْقِرَاءَةَ فِعْلُ اللِّسَانِ دُوْنَ الصِّمَاخِ .وَفِي لَفْظِ الْكِتَابِ اِشَارَةٌ اِلٰى هٰذَا .وَعَلٰى هٰذَا الْاَصْلِ

كُلُّ مَا يَتَعَلَّقُ بِالنُّطْقِ كَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ وَالِاسْتِثْنَاءِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

فقیہ ابوجعفر ہندوانی علیہ الرحمہ کے نزدیک اخفاء اس کو کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو سنائے۔ اور جہر یہ ہے کہ وہ دوسروں کو سنائے۔ کیونکہ خالی زبان کو حرکت میں لانا بغیر کسی آواز کے قرأت نہیں کہلاتا۔

اور امام کرخی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ جہر کا کم از کم معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو سنائے جبکہ اخفاء کا کم از کم معنی یہ ہے کہ حروف کی صحیح ادائیگی ہو۔ کیونکہ قرأت زبان کے فعل کا نام ہے نہ کہ کان کا فعل ہے۔ اور لفظ کتاب میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ ہر وہ لفظ جس کا تعلق نطق سے ہو وہ اسی اصل پر ہے۔ جیسا کہ طلاق، عتاق، استثناء اور دوسری ایسی چیزوں کے احکام ہیں۔

قرأت کی کم از کم مقدار کا بیان

(وَأَدْنَى مَا يُجْزِءُ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ آيَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا: ثَلَاثُ آيَاتٍ قِصَارٍ أَوْ آيَةٌ طَوِيلَةٌ) لِأَنَّهُ لَا يُسَمَّى قَارِئًا بِدُونِهِ فَأَشْبَهَ قِرَاءَةَ مَا دُونَ الْآيَةِ ۔

وَلَهُ قَوْلُهُ تَعَالَى (فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ) مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ إِلَّا أَنَّ مَا دُونَ الْآيَةِ خَارِجٌ وَالْآيَةُ لَيْسَتْ فِي مَعْنَاهُ ۔

سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک قرأت کی کم از کم مقدار جو نماز میں کفایت کرنے والی ہو وہ ایک آیت ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت ہے۔ کیونکہ اس سے کم پڑھنے والا قاری نہیں کہلائے گا۔ لہٰذا یہ ایک آیت سے کم پڑھنے والے کے مشابہ ہو گیا۔ جبکہ امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''(فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ' اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔ لیکن ایک آیت سے کم اس کے حکم سے خارج ہو گا۔ جبکہ پوری آیت اس کے معنی (یعنی خارج ہونے والے) میں نہیں ہے۔

سفر کی حالت میں حکم قرأت کا بیان

(وَفِي السَّفَرِ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ) وَأَيِّ سُورَةٍ شَاءَ لِمَا رُوِيَ "(أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَرَأَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي سَفَرِهِ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ)" وَلِأَنَّ السَّفَرَ أَثَّرَ فِي إِسْقَاطِ شَطْرِ الصَّلَاةِ فَلَأَنْ يُؤَثِّرَ فِي تَخْفِيفِ الْقِرَاءَةِ أَوْلَى، وَهٰذَا إِذَا كَانَ عَلَى عَجَلَةٍ مِنَ السَّيْرِ، وَإِنْ كَانَ فِي أَمَنَةٍ وَقَرَارٍ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ نَحْوَ سُورَةِ الْبُرُوجِ وَانْشَقَّتْ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ مُرَاعَاةُ السُّنَّةِ مَعَ التَّخْفِيفِ

سفر میں سورۃ فاتحہ اور جو سورۃ چاہے پڑھے۔ اسی روایت کی بناء پر کہ نبی کریم ﷺ نے سفر میں فجر کی نماز میں معوذتین کو پڑھا۔ اور اس دلیل کی بنیاد کہ سفر کا اثر نصف نماز کو ساقط کرنے والا ہے لہٰذا وہ قرأت کی تخفیف میں زیادہ موثر ہو گا۔ اور یہ حکم اسی وقت ہو گا جب جانے میں جلدی ہو اور اگر امن وسکون کی حالت ہو تو فجر میں سورۃ بروج اور وانشقت کی طرح پڑھے۔ اس

لئے کہ اس طرح اسے تخفیف کے ساتھ سنت کی رعایت بھی ممکن ہے۔

نماز فجر میں قرأت کا بیان

(وَيَقْرَأُ فِي الْحَضَرِ فِي الْفَجْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بِأَرْبَعِينَ آيَةً أَوْ خَمْسِينَ آيَةً سِوَى فَاتِحَةِ الْكِتَابِ) وَيُرْوَى مِنْ أَرْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ وَمِنْ سِتِّينَ إِلَى مِائَةٍ، وَبِكُلِّ ذَلِكَ وَرَدَ الْأَثَرُ .

وَوَجْهُ التَّوْفِيقِ أَنَّهُ يَقْرَأُ بِالرَّاغِبِينَ مِائَةً وَبِالْكُسَالَى أَرْبَعِينَ وَبِالْأَوْسَاطِ مَا بَيْنَ خَمْسِينَ إِلَى سِتِّينَ، وَقِيلَ يَنْظُرُ إِلَى طُولِ اللَّيَالِي وَقِصَرِهَا وَإِلَى كَثْرَةِ الْأَشْغَالِ وَقِلَّتِهَا .

اور وہ فجر کی دونوں رکعتوں میں چالیس یا پچاس آیات پڑھے۔ جبکہ وہ حالت حضر میں ہو۔ جو سورۃ فاتحہ کے سوا ہوں۔ اور یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ وہ چالیس سے ساٹھ اور ساٹھ سے سو تک آیات پڑھے۔ اور ہر ایک کے بارے میں اثر بیان ہوا ہے۔

اور ان میں موافقت اس طرح ہے کہ رغبت رکھنے والے مقتدیوں کو سو آیات جبکہ سستی کرنے والی نمازیوں کو چالیس اور درمیانے درجے والوں کا پچاس آیات تک پڑھائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ راتوں کے لمبا ہونے اور کم ہونے کو دیکھے اور مصروفیت کی قلت وکثرت کو بھی دیکھے۔

ظہر، عصر مغرب وعشاء میں قرأت کرنے کا بیان

قَالَ (وَفِي الظُّهْرِ مِثْلَ ذَلِكَ) لِاسْتِوَائِهِمَا فِي سَعَةِ الْوَقْتِ، وَقَالَ فِي الْأَصْلِ أَوْ دُونَهُ لِأَنَّهُ وَقْتُ الِاشْتِغَالِ فَيَنْقُصُ عَنْهُ تَحَرُّزًا عَنِ الْمَلَالِ .

(وَالْعَصْرُ وَالْعِشَاءُ سَوَاءٌ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِأَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ، وَفِي الْمَغْرِبِ دُونَ ذَلِكَ يَقْرَأُ فِيهَا بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ كِتَابُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنِ اقْرَأْ فِي الْفَجْرِ وَالظُّهْرِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ وَفِي الْعَصْرِ وَالْعِشَاءِ بِأَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ وَفِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَلِأَنَّ مَبْنَى الْمَغْرِبِ عَلَى الْعَجَلَةِ وَالتَّخْفِيفُ أَلْيَقُ بِهَا .

وَالْعَصْرُ وَالْعِشَاءُ يُسْتَحَبُّ فِيهِمَا التَّأْخِيرُ، وَقَدْ يَقَعَانِ بِالتَّطْوِيلِ فِي وَقْتٍ غَيْرِ مُسْتَحَبٍّ فَيُوَقَّتُ فِيهِمَا بِالْأَوْسَاطِ .

اور وہ ظہر میں بھی اسی طرح پڑھے۔ کیونکہ ان دونوں میں وقت کی وسعت ہوتی ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے اصل میں فرمایا ہے کہ ظہر میں فجر سے کم پڑھے کیونکہ یہ لوگوں کی کاموں میں مصروفیت کا وقت ہے۔ تا کہ ان کو پریشانی سے بچایا جائے۔
عصر اور عشاء یہ دونوں برابر ہیں لہٰذا ان میں اوساط مفصل سے پڑھے۔ جبکہ مغرب میں اس کے کم قرأت کرے۔ اس میں

قصار مفصل سے سے پڑھے۔ اس میں دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا تھا۔ کہ آپ ظہر اور فجر میں طوال مفصل اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل سے پڑھو کیونکہ مغرب میں عجلت کی دلیل بھی ہے۔ لہٰذا جلدی کے مناسب تخفیف ہے۔ جبکہ عصر وعشاء میں تاخیر مستحب ہے۔ اور طوالت کی وجہ سے یہ دونوں غیر مستحب وقت میں ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کو اوساط مفصل کے ساتھ موقت کیا جائے گا۔

نماز فجر کی پہلی رکعت میں قرأت کو لمبا کرنے کا بیان

(وَيُطِيلُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى مِنَ الْفَجْرِ عَلَى الثَّانِيَةِ) إِعَانَةً لِلنَّاسِ عَلَى إِدْرَاكِ الْجَمَاعَةِ قَالَ (وَرَكْعَتَا الظُّهْرِ سَوَاءٌ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ ۔
وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُطِيلَ الرَّكْعَةَ الْأُولَى عَلَى غَيْرِهَا فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا لِمَا رُوِيَ "(أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُطِيلُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى عَلَى غَيْرِهَا فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا)" وَلَهُمَا أَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ اسْتَوَيَا فِي اسْتِحْقَاقِ الْقِرَاءَةِ فَيَسْتَوِيَانِ فِي الْمِقْدَارِ، بِخِلَافِ الْفَجْرِ لِأَنَّهُ وَقْتُ نَوْمٍ وَغَفْلَةٍ، وَالْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلَى الْإِطَالَةِ مِنْ حَيْثُ الثَّنَاءُ وَالتَّعَوُّذُ وَالتَّسْمِيَةُ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِالزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ بِمَا دُونَ ثَلَاثِ آيَاتٍ لِعَدَمِ إِمْكَانِ الِاحْتِرَازِ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ حَرَجٍ ۔

اور وہ فجر کی پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے لمبا کرے تاکہ لوگ جماعت کے ساتھ مل سکیں۔ جبکہ شیخین کے نزدیک ظہر کی دونوں رکعتیں برابر ہیں۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں تمام نمازوں میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت پر لمبا کروں۔ کیونکہ یہ روایت بیان ہوئی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت کو دوسری رکعت پر لمبا کیا کرتے تھے جبکہ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ دونوں رکعتیں قرأت کے حق میں برابر ہیں۔ لہٰذا مقدار میں بھی برابر ہوں گی۔ بخلاف فجر کے کیونکہ وہ سونے اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ لہٰذا حدیث کا محمل ثناء، تعوذ، تسمیہ کی وجہ سے طول دینے پر ہوگا۔ اور تین آیات سے کم مقدار میں زیادتی یا کمی کا کچھ بھی اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ بغیر کسی حرج کے ان سے بچنا ناممکن ہے۔

قرأت کے لئے سورتوں کو معین کرنے کا بیان

(وَلَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ قِرَاءَةُ سُورَةٍ بِعَيْنِهَا) بِحَيْثُ لَا تَجُوزُ بِغَيْرِهَا لِإِطْلَاقِ مَا تَلَوْنَا (وَيُكْرَهُ أَنْ يُوَقِّتَ بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ لِشَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ) لِمَا فِيهِ مِنْ هَجْرِ الْبَاقِي وَإِيهَامِ التَّفْضِيلِ ۔

کسی بھی نماز میں سورۃ معینہ کا پڑھنا اس طرح فرض نہیں کہ اس کے سوا جائز نہ ہو۔ اسی آیت کے مطلق ہونے کی وجہ سے جسے ہم تلاوت کر چکے ہیں۔ اور کسی نماز کے لئے قرآن سے معین کر لینا مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں باقی قرآن کا ترک لازم

آتا ہے۔اور فضیلت کا وہم بھی ہوتا ہے۔

مقتدی کے امام کے پیچھے قرأت نہ کرے

(وَلَا يَقْرَأُ الْمُؤْتَمُّ خَلْفَ الْإِمَامِ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْفَاتِحَةِ .لَهُ أَنَّ الْقِرَاءَةَ رُكْنٌ مِنْ الْأَرْكَانِ فَيَشْتَرِكَانِ فِيهِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (مَنْ كَانَ لَهُ إمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ) " وَعَلَيْهِ إجْمَاعُ الصَّحَابَةِ وَهُوَ رُكْنٌ مُشْتَرَكٌ بَيْنَهُمَا، لَكِنَّ حَظَّ الْمُقْتَدِي الْإِنْصَاتُ وَالِاسْتِمَاعُ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (وَإِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَأَنْصِتُوا) " وَيُسْتَحْسَنُ عَلَى سَبِيلِ الِاحْتِيَاطِ فِيمَا يُرْوَى عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَيُكْرَهُ عِنْدَهُمَا لِمَا فِيهِ مِنْ الْوَعِيدِ .

(وَيَسْتَمِعُ وَيُنْصِتُ وَإِنْ قَرَأَ الْإِمَامُ آيَةَ التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ) لِأَنَّ الِاسْتِمَاعَ وَالْإِنْصَاتَ فَرْضٌ بِالنَّصِّ، وَالْقِرَاءَةُ وَسُؤَالُ الْجَنَّةِ وَالتَّعَوُّذُ مِنْ النَّارِ كُلُّ ذَلِكَ مُخِلٌّ بِهِ وَكَذَلِكَ فِي الْخُطْبَةِ، (وَكَذَلِكَ إنْ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) لِفَرْضِيَّةِ الِاسْتِمَاعِ إلَّا أَنْ يَقْرَأَ الْخَطِيبُ قَوْلَهُ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ) الْآيَةَ، فَيُصَلِّي السَّامِعُ فِي نَفْسِهِ .

وَاخْتَلَفُوا فِي النَّائِي عَنْ الْمِنْبَرِ، وَالْأَحْوَطُ هُوَ السُّكُوتُ إقَامَةً لِفَرْضِ الْإِنْصَاتِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اور مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فاتحہ میں اختلاف کیا ہے۔کیونکہ ان کے نزدیک فاتحہ قرأت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے لہٰذا اس میں امام ومقتدی دونوں شامل ہوں گے۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا امام ہو بس امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔اسی پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔اور قرأت ایسا رکن ہے جو امام ومقتدی کے درمیان مشترک ہے۔لیکن مقتدی کے حصے میں خاموشی ہے۔اور توجہ سے سننا ہے۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو۔اور اس کا پڑھنا بطور احتیاط مستحسن ہے۔اسی قول کی وجہ سے جو امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے۔جبکہ شیخین کے نزدیک مکروہ ہے۔کیونکہ مقتدی کے پڑھنے پر وعید وارد ہوئی ہے۔

مقتدی توجہ سے سنے اور خاموش رہے۔خواہ امام ترغیب کی آیت پڑھے یا ترہیب کی آیت پڑھے۔کیونکہ توجہ سے سننا اور خاموش رہنا نص قرآنی کے مطابق فرض ہے۔اور قرأت کرنا، جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگنا یہ سب مداخلت ہے۔اور اسی طرح خطبہ میں اور جب امام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔اس لئے خطبہ سننا فرض ہے۔لیکن جس وقت خطیب اللہ تعالیٰ کا فرمان "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ" پڑھے تو سننے والا اپنے دل میں درود پڑھے۔اور جو شخص منبر سے دور ہو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔لہٰذا خاموشی ہی زیادہ اچھا ہے۔تاکہ فرض انصات قائم رہے۔اللہ ہی سب سے زیادہ صواب کو جاننے والا ہے۔

باب الامامہ

﴿یہ باب امامت کے بیان میں ہے﴾

باب الامامت کی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ باب امامت کے احکام کے بیان میں ہے۔ اوراس کی ماقبل فصل سے مناسبت کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہاں امامت کے وہ افعال ذکر کیے جائیں گے جن میں جہر واخفاء کا وجوب ہے۔ اور امام کی قرأت کا سنت ہونا بیان ہوگا۔ اور امامت کی مشروعیت کی صفت کا بیان ہوگا۔ پس اگر تو کہے کہ ماقبل فصل تھی اور یہاں باب ذکر کیا گیا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ باب میں فصول جمع ہوتی ہیں۔ اوراس میں امامت کے کثیر احکام ہیں اور مقتدی کے کثیر احوال ہیں۔ لہذا اسی وجہ سے باب الامامت ذکر کیا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۳۷۸، حقانیہ ملتان)

امام کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے

(وَاَوْلَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ اَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ) وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَقْرَؤُهُمْ لِاَنَّ الْقِرَاءَةَ لَا بُدَّ مِنْهَا، وَالْحَاجَةُ اِلَى الْعِلْمِ اِذَا نَابَتْ نَائِبَةٌ، وَنَحْنُ نَقُولُ الْقِرَاءَةُ مُفْتَقَرٌ اِلَيْهَا لِرُكْنٍ وَاحِدٍ وَالْعِلْمُ لِسَائِرِ الْاَرْكَانِ (فَاِنْ تَسَاوَوْا فَاَقْرَؤُهُمْ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

فَاِنْ كَانُوا سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ) وَاَقْرَؤُهُمْ كَانَ اَعْلَمَهُمْ لِاَنَّهُمْ كَانُوا يَتَلَقَّوْنَهُ بِاَحْكَامِهِ فَقُدِّمَ فِي الْحَدِيثِ، وَلَا كَذَلِكَ فِي زَمَانِنَا فَقَدَّمْنَا الْاَعْلَمَ .

(فَاِنْ تَسَاوَوْا فَاَوْرَعُهُمْ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ صَلَّى خَلْفَ عَالِمٍ تَقِيٍّ فَكَاَنَّمَا صَلَّى خَلْفَ نَبِيٍّ) فَاِنْ تَسَاوَوْا فَاَسَنُّهُمْ "لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِابْنَيْ اَبِي مُلَيْكَةَ (وَلْيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا سِنًّا) وَلِاَنَّ فِي تَقْدِيمِهِ تَكْثِيرَ الْجَمَاعَةِ .

اور لوگوں میں سے کوسنت کا زیادہ عالم ہو امامت کا حقدار ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک ان میں سے جو زیادہ قاری ہو کیونکہ قرأت نماز کے لئے ضروری ہے۔ جبکہ علم کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی واقعہ پیش آئے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ قرأت کی محتاجگی ایک رکن کے لئے ہے۔ جبکہ علم کی محتاجگی تمام ارکانوں کے لئے ہے۔

اگر وہ علم میں سب برابر ہوں تو ان میں سے جو سب سے زیادہ قاری ہو وہ حقدار ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قوم کی

کو امامت وہ کرائے جو کتاب اللہ کا اچھا قاری ہو۔ اگر وہ سب اس میں بھی برابر ہوں تو ان میں سنت کا زیادہ جاننے والا امامت کرے۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو سب سے بڑا قاری ہو وہ عالم بھی ہوتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے قرآن کو اس کے احکام کے ساتھ سیکھا تھا۔ اسی وجہ سے حدیث میں قاری کو مقدم کیا گیا ہے۔ جبکہ ہمارے زمانے میں اس طرح نہیں ہے لہٰذا ہم نے سنت کے عالم کو مقدم کیا ہے۔

اگر وہ علم وقرأت دونوں میں برابر ہوں تو ان میں متقی افضل ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے عالم متقی کے پیچھے نماز پڑھی گو اس نے میرے پیچھے نماز پڑھی۔

اگر وہ سب اس میں بھی برابر ہوں تو جو ان میں زیادہ عمر والا ہو وہ افضل ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ابوملیکہ کے دونوں صاحبزادوں سے فرمایا: تم دونوں میں سے بڑا امامت کرائے۔ کیونکہ بزرگ کو مقدم کرنے کی وجہ سے جماعت میں کثرت ہوتی ہے۔

امامت کی عدم اباحت کے اعذار کا بیان

(وَيُكْرَهُ تَقْدِيمُ الْعَبْدِ) لِأَنَّهُ لَا يَتَفَرَّغُ لِلتَّعَلُّمِ (وَالْأَعْرَابِيِّ) لِأَنَّ الْغَالِبَ فِيهِمْ الْجَهْلُ (وَالْفَاسِقِ) لِأَنَّهُ لَا يَهْتَمُّ لِأَمْرِ دِينِهِ (وَالْأَعْمَى) لِأَنَّهُ لَا يَتَوَقَّى النَّجَاسَةَ (وَوَلَدِ الزِّنَا) لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ أَبٌ يُثَقِّفُهُ فَيَغْلِبَ عَلَيْهِ الْجَهْلُ، وَلِأَنَّ فِي تَقْدِيمِ هَؤُلَاءِ تَنْفِيرَ الْجَمَاعَةِ فَيُكْرَهُ (وَإِنْ تَقَدَّمُوا جَازَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (صَلُّوا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ) .

اور غلام کی تقدیم مکروہ ہے کیونکہ اسے حصول علم کے لئے وقت نہیں ملتا، اور اعرابی کی تقدیم بھی مکروہ ہے کیونکہ اکثر طور پر یہ لوگ جاہل ہوتے ہیں اور فاسق اس لئے کہ وہ دینی معاملات کا اہتمام نہیں کرتا اور نابینا اس لئے کہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا (بطریق کمال)، ولدزنا کی امامت اس لئے مکروہ ہے کہ اس کا والد شفیق نہیں جو تعلیم کا انتظام کرے، ایسے افراد اکثر طور پر جاہل رہتے ہیں اور ان کی تقدیم سے لوگوں کو جماعت میں شمولیت سے نفرت پیدا ہوگی لہٰذا انکو امام بنانا مکروہ ہے۔ اور ان لوگوں کو مقدم کر دیا تو جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر نیک وبد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔

امام کمزوروں اور ضرورت مندوں کی رعایت کرے

(وَلَا يُطَوِّلُ الْإِمَامُ بِهِمْ الصَّلَاةَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ أَمَّ قَوْمًا فَلْيُصَلِّ بِهِمْ صَلَاةَ أَضْعَفِهِمْ، فَإِنَّ فِيهِمْ الْمَرِيضَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ)

اور امام ان کو لمبی نماز نہ پڑھائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی قوم کو نماز پڑھائے۔ پس وہ ان میں ضعیفوں، مریضوں اور ضرورت والوں کو نماز پڑھائے۔ (یعنی ان کی رعایت کرے)۔

عورتوں کی جماعت کے مکروہ ہونے کا بیان

(وَيُكْرَهُ لِلنِّسَاءِ وَحْدَهُنَّ الْجَمَاعَةُ) لِاَنَّهَا لَا تَخْلُو عَنْ ارْتِكَابِ مُحَرَّمٍ، وَهُوَ قِيَامُ الْإِمَامِ وَسْطَ الصَّفِّ فَيُكْرَهُ كَالْعُرَاةِ (فَإِنْ فَعَلْنَ قَامَتْ الْإِمَامُ وَسْطَهُنَّ) لِاَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَعَلَتْ كَذٰلِكَ، وَحُمِلَ فِعْلُهَا الْجَمَاعَةَ عَلَى ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ وَلِاَنَّ فِي التَّقَدُّمِ زِيَادَةَ الْكَشْفِ.

عورتوں کے لئے اکیلے میں بھی جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ عورتوں کی جماعت حرام کے ارتکاب سے خالی نہیں اور امام کا صف کے درمیان میں کھڑا ہونا ہے۔ لہٰذا یہ مکروہ ہوگا۔ جیسا ننگے مردوں کی نماز کا حکم ہے۔ اور اگر عورتوں نے جماعت کرائی تو امام ان کے درمیان میں کھڑی ہوگی۔ اس لئے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ اور آپ کی جماعت کا ابتدائے اسلام پر محمول کر دیا گیا ہے۔ اور وہ اس لئے ہے کہ ان کے تقدم میں کشف عورت زیادہ ہے۔

اکیلے نمازی کے جماعت میں کھڑے ہونے کا بیان

(وَمَنْ صَلَّى مَعَ وَاحِدٍ اَقَامَهُ عَنْ يَمِينِهِ) لِحَدِيثِ (ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَإِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَلَّى بِهِ وَاَقَامَهُ عَنْ يَمِينِهِ) وَلَا يَتَاَخَّرُ عَنِ الْإِمَامِ.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يَضَعُ اَصَابِعَهُ عِنْدَ عَقِبِ الْإِمَامِ، وَالْاَوَّلُ هُوَ الظَّاهِرُ، فَإِنْ صَلَّى خَلْفَهُ اَوْ فِي يَسَارِهِ جَازَ وَهُوَ مُسِيءٌ لِاَنَّهُ خَالَفَ السُّنَّةَ

(وَاِنْ اَمَّ اثْنَيْنِ تَقَدَّمَ عَلَيْهِمَا) وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَتَوَسَّطُهُمَا، وَنُقِلَ ذٰلِكَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَنَا (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ تَقَدَّمَ عَلَى اَنَسٍ وَالْيَتِيمِ حِينَ صَلَّى بِهِمَا) فَهٰذَا لِلْاَفْضَلِيَّةِ وَالْاَثَرُ دَلِيلُ الْإِبَاحَةِ.

اور جس نے ایک شخص کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ اس کو اپنی دائیں جانب کھڑا کرے۔ اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی اور ان کو دائیں جانب کھڑا کیا۔ اور مقتدی امام کے پیچھے نہ رہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مقتدی اپنی انگلیوں کو امام کی ایڑیوں کے برابر رکھے۔ اور پہلا ہی ظاہر ہے۔ اور اگر ایک مقتدی نے امام کے بائیں یا پیچھے نماز پڑھی تب بھی جائز ہے۔ لیکن وہ گناہگار ہے۔ اس لئے کہ اس نے خلاف سنت کیا ہے۔

اور اگر اس نے دو بندوں کی امامت کرائی تو امام ان دونوں پر مقدم ہو۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ امام دونوں کے درمیان کھڑا ہو۔ اور یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت انس اور یتیم سے آگے کھڑے ہوئے اور ان دونوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ لہٰذا یہ دلیل فضیلت ہے اور اثر دلیل اباحت ہے۔

عورتوں اور بچوں کی اقتداء میں مردوں کی نماز کا حکم

(وَلَا يَجُوزُ لِلرِّجَالِ اَنْ يَقْتَدُوا بِامْرَاَةٍ وَصَبِيٍّ) اَمَّا الْمَرْاَةُ فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَخِّرُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ فَلَا يَجُوزُ تَقْدِيمُهَا) وَاَمَّا الصَّبِيُّ فَلِاَنَّهُ مُتَنَفِّلٌ فَلَا يَجُوزُ اقْتِدَاءُ الْمُفْتَرِضِ بِهِ .

وَفِي التَّرَاوِيحِ وَالسُّنَنِ الْمُطْلَقَةِ جَوَّزَهُ مَشَايِخُ بَلْخٍ، وَلَمْ يُجَوِّزْهُ مَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّقَ الْخِلَافَ فِي النَّفْلِ الْمُطْلَقِ بَيْنَ اَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَالْمُخْتَارُ اَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا لِاَنَّ نَفْلَ الصَّبِيِّ دُونَ نَفْلِ الْبَالِغِ حَيْثُ لَا يَلْزَمُهُ الْقَضَاءُ بِالْاِفْسَادِ بِالْاِجْمَاعِ، وَلَا يَبْنِي الْقَوِيُّ عَلَى الضَّعِيفِ، بِخِلَافِ الْمَظْنُونِ لِاَنَّهُ مُجْتَهَدٌ فِيهِ فَاُعْتُبِرَ الْعَارِضُ عَدَمًا وَبِخِلَافِ اقْتِدَاءِ الصَّبِيِّ بِالصَّبِيِّ لِاَنَّ الصَّلَاةَ مُتَّحِدَةٌ .

اور عورت یا بچے کی اقتداء کرنا مردوں کے لئے جائز نہیں۔عورت کی اقتداء اس لئے جائز نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم عورتوں کو مؤخر کرو۔جیسے ان کو اللہ نے مؤخر کیا۔لہٰذا عورت کو مقدم کرنا جائز نہیں۔اور بچے کو مقدم کرنا اس لئے جائز نہیں کہ وہ نفل پڑھنے والا ہے۔لہٰذا مفترض کا اس کی اقتداء کرنا جائز نہیں۔جبکہ نماز تراویح، سنن مطلقہ میں مشائخ بلخ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔جبکہ ہمارے مشائخ نے اسے بھی ناجائز قرار دیا ہے۔اور ہمارے مشائخ میں سے بعض نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے درمیان نفل مطلق کی صورت اختلاف کی تحقیق کی ہے۔اور اختیار یہ کیا گیا ہے کہ یہ تمام نمازوں میں جائز نہیں۔کیونکہ بچے کا نفل بالغ کے نفل سے کمتر ہے۔اور یہ بھی دلیل ہے کہ بچے کے نفل باطل ہونے پر بالاجماع اس پر اس کی قضاء واجب نہیں۔لہٰذا اقوی کی ضعیف پر بناء جائز نہیں۔جبکہ مظنون کے مجتہد فیہ ہون کی وجہ سے جائز ہے۔لہٰذا معدومی عارض کا اعتبار کیا جائے گا۔جبکہ بچے کی اقتداء میں ایسا نہیں کیونکہ وہ نماز میں متحد ہے۔

نماز میں صفوں کی ترتیب کا بیان

(وَيَصُفُّ الرِّجَالَ ثُمَّ الصِّبْيَانَ ثُمَّ النِّسَاءَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهَى) وَلِاَنَّ الْمُحَاذَاةَ مُفْسِدَةٌ فَيُؤَخَّرْنَ (وَاِنْ حَاذَتْهُ امْرَاَةٌ وَهُمَا مُشْتَرِكَانِ فِي صَلَاةٍ وَاحِدَةٍ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ اِنْ نَوَى الْاِمَامُ اِمَامَتَهَا) وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا تَفْسُدَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ اعْتِبَارًا بِصَلَاتِهَا حَيْثُ لَا تَفْسُدُ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ مَا رَوَيْنَاهُ وَاَنَّهُ مِنَ الْمَشَاهِيرِ وَهُوَ الْمُخَاطَبُ بِهِ دُونَهَا فَيَكُونُ هُوَ التَّارِكُ لِفَرْضِ الْمَقَامِ فَتَفْسُدُ صَلَاتُهُ دُونَ صَلَاتِهَا، كَالْمَأْمُومِ اِذَا تَقَدَّمَ عَلَى الْاِمَامِ (وَاِنْ لَمْ يَنْوِ

اِمَامَتَهَا لَمْ تَضُرَّهُ وَلَا تَجُوْزُ صَلَاتُهَا) لِاَنَّ الاِشْتِرَاكَ لَا يَثْبُتُ دُوْنَهَا عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، اَلَا تَرٰى اَنَّهُ يَلْزَمُهُ التَّرْتِيْبُ فِي الْمَقَامِ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى الْتِزَامِهِ كَالاِقْتِدَاءِ، اِنَّمَا يُشْتَرَطُ نِيَّةُ الْاِمَامَةِ اِذَا ائْتَمَّتْ مُحَاذِيَةً ۔ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ بِجَنْبِهَا رَجُلٌ فَفِيْهِ رِوَايَتَانِ، وَالْفَرْقُ عَلٰى اِحْدَاهُمَا اَنَّ الْفَسَادَ فِي الْاَوَّلِ لَازِمٌ، وَفِي الثَّانِي مُحْتَمَلٌ ۔

مردصف بنائیں پھر بچے اور پھر عورتیں صف بنائیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بالغ مرد قریب رہیں کیونکہ عورت کا مدمقابل ہونا مفسد نماز ہے۔ لہٰذا عورتوں کو موخر کیا جائے۔ اور اگر کوئی عورت مرد کے مدمقابل ہوئی حالانکہ وہ دونوں میں ایک ہی نماز میں شریک ہیں تو اس مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس شرط کے ساتھ کہ امام نے اس عورت کی نیت کی ہو جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ مرد کی نماز فاسد نہ ہو۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان بھی یہی ہے۔ کیونکہ وہ عورت کی نماز پر قیاس کرتے ہیں۔ اس لئے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ جبکہ استحسان کی دلیل وہ حدیث جو ہم بیان کر چکے ہیں اور وہ احادیث مشہورہ میں سے ہے۔ اور اس حکم میں خطاب مرد کو ہے نہ کہ عورت کو خطاب ہے۔ لہٰذا مرد ہی مقام فرض کا تارک ہوگا اور اسی کی نماز فاسد ہوگی۔ اور عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی جس طرح مقتدی کے آگے بڑھ جانے کی وجہ سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت نہیں کی تو عورت کی محاذات مرد کے لئے نقصان دہ نہیں۔ اور عورت کی نماز جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ ہمارے نزدیک نیت امامت کے بغیر اشتراک ثابت نہیں ہوتا جبکہ اس میں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ امام پر ہر ایک کی ترتیب میں کھڑے ہونے کا مقام لازم ہے۔ اور یہی بات امام کے لازم کرنے پر موقوف رہے گی۔ جس طرح اقتداء کا حال ہے۔ اور امامت کی نیت اسی وقت شرط ہے جب عورت محاذی ہو کر اقتداء کرے۔ اور اگر عورت کے پہلو میں کوئی مرد نہ ہو تو اس میں دو روایات ہیں۔ اور ان دونوں روایات میں فرق ہے ایک یہ کہ نماز کا فساد اول میں لازم ہونے کی وجہ سے ہے اور دوسرا یہ کہ فساد نماز میں احتمال ہے۔

محاذات مفسدہ کی شرائط کا بیان

(وَمِنْ شَرَائِطِ الْمُحَاذَاةِ اَنْ تَكُوْنَ الصَّلَاةُ مُشْتَرَكَةً، وَاَنْ تَكُوْنَ مُطْلَقَةً، وَاَنْ تَكُوْنَ الْمَرْاَةُ مِنْ اَهْلِ الشَّهْوَةِ ۔

وَاَنْ لَا يَكُوْنَ بَيْنَهُمَا حَائِلٌ) لِاَنَّهَا عُرِفَتْ مُفْسِدَةً بِالنَّصِّ، بِخِلَافِ الْقِيَاسِ فَيُرَاعٰى جَمِيْعُ مَا وَرَدَ بِهِ النَّصُّ ۔

اور نماز کو فاسد کرنے والی محاذات کی شرائط میں سے ہے۔ کہ وہ نماز مشترکہ، مطلقہ اور وہ عورت اہل شہوت میں سے ہو اور اس طرح مرد و عورت کے درمیان کوئی پردہ حائل بھی نہ ہو۔ کیونکہ محاذات کے مفسد نماز ہونے کا حکم نص سے معلوم ہوا ہے جبکہ یہ حکم قیاس کے خلاف ہے۔ لہٰذا ان تمام احکام میں نص کی رعایت کی جائے گی۔ جو ان کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔

عورتوں کے لئے جماعت کرانے کا بیان

(وَيُكْرَهُ لَهُنَّ حُضُورُ الْجَمَاعَاتِ) يَعْنِي الشَّوَابَّ مِنْهُنَّ لِمَا فِيهِ مِنْ خَوْفِ الْفِتْنَةِ (وَلَا بَأْسَ لِلْعَجُوزِ اَنْ تَخْرُجَ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَقَالَا يَخْرُجْنَ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا) لِاَنَّهُ لَا فِتْنَةَ لِقِلَّةِ الرَّغْبَةِ اِلَيْهَا فَلَا يُكْرَهُ كَمَا فِي الْعِيدِ ۔

وَلَهُ اَنَّ فَرْطَ الشَّبَقِ حَامِلٌ فَتَقَعُ الْفِتْنَةُ، غَيْرَ اَنَّ الْفُسَّاقَ انْتِشَارُهُمْ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْجُمُعَةِ، اَمَّا فِي الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ فَهُمْ نَائِمُونَ، وَفِي الْمَغْرِبِ بِالطَّعَامِ مَشْغُولُونَ، وَالْجَبَّانَةُ مُتَّسِعَةٌ فَيُمْكِنُهَا الِاعْتِزَالُ عَنِ الرِّجَالِ فَلَا يُكْرَهُ ۔

اور عورتوں کا جماعتوں میں حاضر ہونا مکروہ ہے۔ یعنی جوان عورتیں کیونکہ انہی سے فتنے کا خوف ہے۔ جبکہ فجر، مغرب اور عشاء کی نماز میں بوڑھی عورتوں کے نکلنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین نے نزدیک وہ تمام نمازوں کے لئے نکل سکتی ہیں۔ کیونکہ ان کی طرف قلت رغبت کی وجہ سے کوئی فتنہ نہیں۔ لہٰذا نماز عید کی طرح ان کے لئے کوئی کراہت نہیں۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شدت شہوت جماع کا سبب ہے۔ لہٰذا فتنہ واقع ہوگا۔ لیکن ظہر، عصر اور جمعہ میں فساق منتشر ہوتے ہیں۔ اور فجر وعشاء میں وہ سوئے ہوتے ہیں۔ اور مغرب میں کھانے میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور جنگل وسیع ہے لہٰذا عورتوں کا مردوں سے الگ رہنا ممکن ہے۔ لہٰذا (عید کی نماز کے لئے) ان کا نکلنا مکروہ نہیں۔

ادنی کی اقوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُصَلِّي الطَّاهِرُ خَلْفَ مَنْ هُوَ فِي مَعْنَى الْمُسْتَحَاضَةِ، وَلَا الطَّاهِرَةُ خَلْفَ الْمُسْتَحَاضَةِ) لِاَنَّ الصَّحِيحَ اَقْوَى حَالًا مِنَ الْمَعْذُورِ، وَالشَّيْءُ لَا يَتَضَمَّنُ مَا هُوَ فَوْقَهُ، وَالْاِمَامُ ضَامِنٌ بِمَعْنَى اَنَّهُ تَضَمَّنُ صَلَاتُهُ صَلَاةَ الْمُقْتَدِي (وَلَا) يُصَلِّي (الْقَارِءُ خَلْفَ الْاُمِّيِّ وَلَا الْمُكْتَسِي خَلْفَ الْعَارِي) لِقُوَّةِ حَالِهِمَا ۔

اور طاہر اس شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ جو مستحاضہ کے حکم میں ہے۔ اور اسی طرح طاہرہ مستحاضہ کے پیچھے نماز نہ پڑھے کیونکہ صحیح کا حال معذور سے قوی ہے۔ اور کوئی چیز اپنے سے مافوق کو متضمن نہیں ہوتی حالانکہ امام ضامن ہے۔ اور وہ اس طرح ہے کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہے۔ اور قاری ان پڑھ کے پیچھے نہ پڑھے۔ اور کپڑا پہننے والا ننگے کے پیچھے نہ پڑھے۔ کیونکہ قاری اور کپڑے پہننے والے کی حالت ان پڑھ اور ننگے سے قوی ہے۔

ماسح کی اقتداء میں وضو کرنے والوں کی نماز کا حکم

(وَيَؤُمُّ الْمَاسِحُ الْغَاسِلِينَ) لِاَنَّ الْخُفَّ مَانِعٌ سِرَايَةَ الْحَدَثِ اِلَى الْقَدَمِ، وَمَا حَلَّ بِالْخُفِّ يُزِيلُهُ الْمَسْحُ، بِخِلَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ لِاَنَّ الْحَدَثَ لَمْ يُعْتَبَرْ شَرْعًا مَعَ قِيَامِهِ حَقِيقَةً

اور مسح کرنے والا (پاؤں) دھونے والوں کی امامت کراسکتا ہے۔ کیونکہ حدث کو قدم تک سرایت کرنے سے موزہ بھی روکنے والا ہے۔ اور جو کچھ موزے میں حلول کر جائے موزہ ہی اسے دور کرنے والا ہے۔ بخلاف مستحاضہ کے کیونکہ اس کا حدث ایسی چیز ہے جس کا زوال شرعی طور پر معتبر ہے۔ جبکہ حدث حقیقی موجود ہے۔

قاعد کے پیچھے قائم کی نماز کا حکم

(وَيُصَلِّي الْقَائِمُ خَلْفَ الْقَاعِدِ) وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَجُوزُ، وَهُوَ الْقِيَاسُ لِقُوَّةِ حَالِ الْقَائِمِ وَنَحْنُ تَرَكْنَاهُ بِالنَّصِّ، وَهُوَ مَا رُوِيَ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَلَّى آخِرَ صَلَاتِهِ قَاعِدًا وَالْقَوْمُ خَلْفَهُ قِيَامٌ)

(وَيُصَلِّي الْمُومِئُ خَلْفَ مِثْلِهِ) لِاسْتِوَائِهِمَا فِي الْحَالِ اِلَّا اَنْ يُومِئَ الْمُؤْتَمُّ قَاعِدًا وَالْاِمَامُ مُضْطَجِعًا، لِاَنَّ الْقُعُودَ مُعْتَبَرٌ فَتَثْبُتُ بِهِ الْقُوَّةُ (وَلَا يُصَلِّي الَّذِي يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ خَلْفَ الْمُومِئِ) لِاَنَّ حَالَ الْمُقْتَدِي اَقْوَى، وَفِيهِ خِلَافُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا بیٹھ کر نماز پڑھانے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جائز نہیں کیونکہ قائم کی حالت قوی ہے۔ اور ہم نے نص کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس میں نص وہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری نماز بیٹھ کر پڑھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی اقتداء میں کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔

اور اشارے سے نماز پڑھنے والا اپنی مثل اشارہ کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھے۔ اس لئے کہ یہ دونوں حالت میں برابر ہیں لیکن مقتدی بیٹھ کر اشارہ کرے اور امام لیٹ کر اشارہ کرے۔ کیونکہ بیٹھنا معتبر تھا جو لیٹنے کی وجہ سے ثابت ہو گیا۔

اور رکوع وسجدہ کرنے والا اشارہ کرنے والے کی اقتداء نہ کرے۔ کیونکہ مقتدی کی حالت قوی ہے۔ اور اس میں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔

نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے کی ممانعت

(وَلَا يُصَلِّي الْمُفْتَرِضُ خَلْفَ الْمُتَنَفِّلِ) لِاَنَّ الْاِقْتِدَاءَ بِنَاءٌ، وَوَصْفُ الْفَرْضِيَّةِ مَعْدُومٌ فِي حَقِّ الْاِمَامِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْبِنَاءُ عَلَى الْمَعْدُومِ.

قَالَ (وَلَا مَنْ يُصَلِّي فَرْضًا خَلْفَ مَنْ يُصَلِّي فَرْضًا آخَرَ) لِاَنَّ الْاِقْتِدَاءَ شَرِكَةٌ وَمُوَافَقَةٌ فَلَا بُدَّ

مِنَ الِاتِّحَادِ ۔

وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَصِحُّ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ لِاَنَّ الِاقْتِدَاءَ عِنْدَمَا اَدَّاهُ عَلٰى سَبِيلِ الْمُوَافَقَةِ، وَعِنْدَنَا مَعْنَى التَّضَمُّنِ مُرَاعًى (وَيُصَلِّي الْمُتَنَفِّلُ خَلْفَ الْمُفْتَرِضِ) لِاَنَّ الْحَاجَةَ فِي حَقِّهِ اِلٰى اَصْلِ الصَّلَاةِ وَهُوَ مَوْجُودٌ فِي حَقِّ الْاِمَامِ فَيَتَحَقَّقُ الْبِنَاءُ ۔

اور فرض نماز پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ کیونکہ اقتداء کرنا بناء ہے جو کہ امام کے حق میں وصف فرضیت میں معدوم ہے۔لہٰذا معدوم پر بناء ثابت نہ ہوگی۔

اور فرض نہ پڑھے وہ شخص کسی ایسے شخص کے پیچھے جو کوئی دوسرا فرض پڑھ رہا ہے۔ کیونکہ اقتداء شرکت وموافقت کا نام ہے جس میں اتحاد ضروری ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان تمام صورتوں میں اقتداء جائز ہے۔اس دلیل کی وجہ سے موافقت کے مطابق ادائیگی ہو جاتی ہے۔اور ہمارے نزدیک معنی تضمنی کی رعایت کی جائے گی۔

اور نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے۔ کیونکہ نفل پڑھنے والے کو اصل میں نماز کی ضرورت ہے جو امام کے حق میں موجود ہے۔لہٰذا اس کی بناء ثابت ہو جائے گی۔

محدث امام کے پیچھے مقتدی کی نماز کا حکم

(وَمَنْ اقْتَدٰى بِاِمَامٍ ثُمَّ عَلِمَ اَنَّ اِمَامَهُ مُحْدِثٌ اَعَادَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ اَمَّ قَوْمًا ثُمَّ ظَهَرَ اَنَّهُ كَانَ مُحْدِثًا اَوْ جُنُبًا اَعَادَ صَلَاتَهُ وَاَعَادُوا) وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِنَاءً عَلٰى مَا تَقَدَّمَ، وَنَحْنُ نَعْتَبِرُ مَعْنَى التَّضَمُّنِ وَذٰلِكَ فِي الْجَوَازِ وَالْفَسَادِ ۔

اور جس شخص نے ایسے امام کی اقتداء کی بعد میں پتہ چلا کہ اس کا امام محدث ہے تو وہ نماز کا اعادہ کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے قوم کی امامت کرائی پھر اسے پتہ چلا کہ وہ محدث تھا یا جنبی تھا تو اپنی نماز اور قوم بھی اپنی نماز کا اعادہ کریں۔اور اس میں سابقہ بناء پر امام شافعی رحمہ اللہ کا اختلاف ہے۔ جبکہ ہم تضمنی معنی کا اعتبار کرتے ہیں۔اور تضمنی معنی جواز وفساد میں ہے۔

ان پڑھ امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی ممانعت کا بیان

(وَاِذَا صَلّٰى اُمِّيٌّ بِقَوْمٍ يَقْرَءُونَ وَبِقَوْمٍ اُمِّيِّينَ فَصَلَاتُهُمْ فَاسِدَةٌ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) وَقَالَا: صَلَاةُ الْاِمَامِ وَمَنْ لَا يَقْرَاُ تَامَّةٌ لِاَنَّهُ مَعْذُورٌ اَمَّ قَوْمًا مَعْذُورِينَ وَغَيْرَ مَعْذُورِينَ فَصَارَ كَمَا اِذَا اَمَّ الْعَارِي عُرَاةً وَلَابِسِينَ ۔

وَلَهُ اَنَّ الْاِمَامَ تَرَكَ فَرْضَ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا فَتَفْسُدُ صَلَاتُهُ، وَهٰذَا لِاَنَّهُ لَوْ اقْتَدٰى

بِالْقَارِئِ تَكُونُ قِرَاءَتُهُ قِرَاءَةً لَهُ بِخِلَافِ تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ وَأَمْثَالِهَا لِأَنَّ الْمَوْجُودَ فِي حَقِّ الْإِمَامِ لَا يَكُونُ مَوْجُودًا فِي حَقِّ الْمُقْتَدِي (وَلَوْ كَانَ يُصَلِّي الْأُمِّيُّ وَحْدَهُ وَالْقَارِئُ وَحْدَهُ جَازَ) هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّهُ لَمْ تَظْهَرْ مِنْهُمَا رَغْبَةٌ فِي الْجَمَاعَةِ .

اگر کسی ان پڑھ نے ان پڑھوں اور قراء کی ایک قوم کو نماز پڑھائی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب کی نماز فاسد ہو جائے گی جبکہ صاحبین نے کہا کہ امام کی نماز اور جو قاری نہیں ہے اس کی نماز مکمل ہوگئی۔ کیونکہ ایک عذر والے شخص نے دوسرے عذر والے کی امامت کرائی ہے جس طرح ننگے نے ننگوں اور ستر والوں کی امامت کرائی۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ امام نے قرأت پر قادر ہونے کے باوجود اسے چھوڑ دیا ہے۔ لہٰذا امام کی نماز فاسد ہوگئی۔ اور اسی دلیل کی وجہ سے کہ اگر وہ کسی قاری کی اقتداء کرتا تو قاری کی قرأت اس کی قرأت ہو جاتی۔ بخلاف اس مسئلہ کے اور اسی جیسے مسائل کہ جو چیز امام کے حق میں موجود ہے وہ مقتدی کے حق میں موجود نہیں۔

اور اگر ان پڑھ تنہا اپنی نماز پڑھتا ہے اور قاری تنہا اپنی نماز پڑھتا ہے تو جائز ہے کیونکہ ان دونوں میں جماعت کرانے کی رغبت نہیں ہوتی۔

پہلی دو رکعات میں قرأت کے بعد امی کا امام ہونا

(فَإِنْ قَرَأَ الْإِمَامُ فِي الْأُولَيَيْنِ ثُمَّ قَدَّمَ فِي الْأُخْرَيَيْنِ أُمِّيًّا فَسَدَتْ صَلَاتُهُمْ) وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا تَفْسُدُ لِتَأَدِّي فَرْضِ الْقِرَاءَةِ .

وَلَنَا أَنَّ كُلَّ رَكْعَةٍ صَلَاةٌ فَلَا تَخْلُو عَنِ الْقِرَاءَةِ إِمَّا تَحْقِيقًا أَوْ تَقْدِيرًا وَلَا تَقْدِيرَ فِي حَقِّ الْأُمِّيِّ لِانْعِدَامِ الْأَهْلِيَّةِ، وَكَذَا عَلَى هٰذَا لَوْ قَدَّمَهُ فِي التَّشَهُّدِ .

اور اگر امام نے پہلی دو رکعات میں قرأت کی اور آخری دو رکعات میں امی کو خلیفہ بنا دیا۔ تو مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی جبکہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فاسد نہیں ہوگی۔ اس لئے فرض قرأت ادا ہوگئی ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے ہر رکعت حقیقت میں نماز ہے۔ لہٰذا وہ قرأت سے خالی نہ ہوگی۔ خواہ وہ قرأت حقیقت کے طور پر ہو یا مجازاً ہو اور امی کے حق میں قرأت مقدر نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے کہ اس میں اہلیت ہی نہیں ہے۔ اور اگر امام نے امی کو تشہد میں خلیفہ بنایا تو وہ مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

بَابُ الْحَدَثِ فِی الصَّلَاۃِ

﴿یہ باب نماز میں حدث لاحق ہوجانے کے بیان میں ہے﴾

باب الحدث کی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ باب نماز میں واقع ہونے والے حدث کے احکام کے بیان میں ہے ان دونوں ابواب میں مناسبت کی وجہ یہ ہے کہ پہلے باب میں امام اور امامت کے بارے میں بیان ہوا ہے۔ پس یہ تمام احکام حدث کے متعلق ہیں۔ لہٰذا اس کے بعد حدث کا باب بیان کیا ہے۔ اور فصول کے درمیان مطابقت کی وجہ یہ ہے کہ سابقہ فصول میں امام، مقتدی اور منفرد کے بیان میں تھیں اور اب ان کے عوارض کا بیان کیا جاتا ہے۔ اور یہ عوارض ان کی نماز کو مانع ہیں۔ (عوارض ہمیشہ موخر ہوتے ہیں)۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۴۳۶، حقانیہ ملتان)

جب امام کو نماز میں حدث لاحق ہوجائے

(وَمَنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ فِي الصَّلَاةِ انْصَرَفَ فَإِنْ كَانَ إمَامًا اسْتَخْلَفَ وَتَوَضَّأَ وَبَنَى) وَالْقِيَاسُ أَنْ يَسْتَقْبِلَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ الْحَدَثَ يُنَافِيهَا وَالْمَشْيَ وَالِانْحِرَافَ يُفْسِدَانِهَا فَأَشْبَهَ الْحَدَثَ الْعَمْدَ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ قَاءَ أَوْ رَعَفَ أَوْ أَمْذَى فِي صَلَاتِهِ فَلْيَنْصَرِفْ وَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَقَاءَ أَوْ رَعَفَ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فَمِهِ وَلْيُقَدِّمْ مَنْ لَمْ يُسْبَقْ بِشَيْءٍ) وَالْبَلْوَى فِيمَا يُسْبَقُ دُونَ مَا يَتَعَمَّدُ فَلَا يَلْحَقُ بِهِ .

اور جس کو نماز میں حدث لاحق ہوا تو وہ پھر جائے۔ پس اگر وہ امام ہے تو اپنا خلیفہ بنائے اور خود وضو کرے اور اسی پر بنا کرے۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ نئے سرے سے نماز پڑھے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا بھی یہی قول ہے۔ اس لئے کہ یہ حدث نماز کے منافی ہے۔ چلنے اور قبلے سے پھرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے لہٰذا یہ حدث، حدث عمد کے مشابہ ہوگیا۔ جبکہ ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ہے۔ جس کو نماز میں قئے آئی یا نکسیر پھوٹی یا مذی خارج ہوئی تو وہ نماز سے پھر جائے اور وضو کر کے اپنی نماز کی بناء کرے۔ جب تک اس نے کلام نہ کیا ہو۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں قئے آئے یا نکسیر پھوٹے تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اور غیر مسبوق کو خلیفہ بنائے۔ اور اس کا ایسے حدث میں مبتلاء ہونا جو غیر اختیاری ہو نہ کہ حدث

اختیاری۔ لہٰذا حدث عمد کو غیر اختیاری حدث کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا۔

اجتناب اختلاف کے لئے نئے سرے نماز پڑھنے کا حکم

(وَالْاِسْتِئْنَافُ اَفْضَلُ) تَحَرُّزًا عَنْ شُبْهَةِ الْخِلَافِ، وَقِيلَ اِنَّ الْمُنْفَرِدَ يَسْتَقْبِلُ وَالْاِمَامَ وَالْمُقْتَدِيَ يَبْنِي صِيَانَةً لِفَضِيلَةِ الْجَمَاعَةِ (وَالْمُنْفَرِدُ اِنْ شَاءَ اَتَمَّ فِي مَنْزِلِهِ، وَاِنْ شَاءَ عَادَ اِلَى مَكَانِهِ)، وَالْمُقْتَدِيْ يَعُوْدُ اِلَى مَكَانِهِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ اِمَامُهُ قَدْ فَرَغَ اَوْ لَا يَكُوْنَ بَيْنَهُمَا حَائِلٌ

(وَمَنْ ظَنَّ اَنَّهُ اَحْدَثَ فَخَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَلِمَ اَنَّهُ لَمْ يُحْدِثْ اسْتَقْبَلَ الصَّلَاةَ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ يُصَلِّي مَا بَقِيَ) وَالْقِيَاسُ فِيهِمَا الْاِسْتِقْبَالُ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِوُجُوْدِ الْاِنْصِرَافِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ .

وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّهُ انْصَرَفَ عَلَى قَصْدِ الْاِصْلَاحِ، اَلَا تَرٰى اَنَّهُ لَوْ تَحَقَّقَ مَا تَوَهَّمَهُ بَنٰى عَلٰى صَلَاتِهِ فَاُلْحِقَ قَصْدُ الْاِصْلَاحِ بِحَقِيقَتِهِ مَا لَمْ يَخْتَلِفِ الْمَكَانُ بِالْخُرُوْجِ،

📖 اختلافی شبہ سے بچنے کے لئے نئے سرے سے نماز پڑھنا افضل ہے۔ اور بعض فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ منفرد نئے سرے سے پڑھے جبکہ امام و مقتدی بناء کریں تاکہ جماعت کی فضیلت محفوظ رکھ سکیں۔

اور منفرد اگر چاہے تو اسی جگہ نماز کو پورا کرے اور چاہے تو اپنی جگہ لوٹ آئے اور مقتدی جب لوٹ کر آیا یہاں تک کہ اس کا امام فارغ ہو چکا یا ان دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔

اور جو شخص حدث کا گمان کرتے ہوئے مسجد سے نکل گیا پھر اسے علم ہوا کہ وہ محدث نہیں ہوا۔ تو وہ نئے سرے سے نماز پڑھے۔ اور اگر وہ مسجد سے باہر نہیں نکلا تو وہ بقیہ نماز پڑھے۔ ان دونوں صورتوں میں قیاس کا یہی تقاضہ ہے۔ کہ وہ نئے سرے سے نماز پڑھے گا اور اسی طرح امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی ہے کیونکہ وہ قبلے سے بغیر کسی عذر کے پھر چکا ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ وہ شخص نماز کی اصلاح کی غرض سے پھرا تھا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر اس کا وہم ثابت ہو جاتا جو اس نے کیا تھا تو پھر بھی تو نماز پر بناء کرتا۔ لہٰذا قصد اصلاح کو حقیقی اصلاح کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا۔ جب تک خروج مسجد کی وجہ سے جگہ نہ بدلے۔

جب محدث امام نے خلیفہ بنایا پھر عدم حدث ظاہر ہوا

وَاِنْ كَانَ اسْتَخْلَفَ فَسَدَتْ لِاَنَّهُ عَمَلٌ كَثِيرٌ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا ظَنَّ اَنَّهُ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ فَانْصَرَفَ ثُمَّ عَلِمَ اَنَّهُ عَلٰى وُضُوْءٍ حَيْثُ تَفْسُدُ وَاِنْ لَمْ يَخْرُجْ لِاَنَّ الْاِنْصِرَافَ عَلٰى سَبِيلِ الرَّفْضِ، اَلَا تَرٰى اَنَّهُ لَوْ تَحَقَّقَ مَا تَوَهَّمَهُ يَسْتَقْبِلُهُ فَهٰذَا هُوَ

الْحَرْفُ، وَمَكَانُ الصُّفُوفِ فِي الصَّحْرَاءِ لَهُ حُكْمُ الْمَسْجِدِ، وَلَوْ تَقَدَّمَ قُدَّامَهُ فَالْحَدُّ هُوَ السُّتْرَةُ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فَمِقْدَارُ الصُّفُوفِ خَلْفَهُ، وَإِنْ كَانَ مُنْفَرِدًا فَمَوْضِعُ سُجُودِهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ .

اور اگر وہم کرنے والے نے خلیفہ بنایا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس نے بغیر کسی عذر کے عمل کثیر کیا۔ مگر بخلاف اس صورت کے کہ جب اس نے یہ گمان کیا کہ اس نے نماز شروع ہی بغیر وضو کی تھی۔ پس وہ پھر گیا پھر اسے علم ہوا کہ وہ وضو پر ہے۔ تو اس کی نماز فاسد ہو گئی خواہ وہ مسجد سے نہ نکلا ہو۔ کیونکہ اس کا یہ خروج رفض (زیادتی) ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر وہی بات ثابت ہو جاتی جس کا اس نے وہم کیا تھا تو بھی وہ نئے سرے سے نماز پڑھتا۔ لہٰذا اصل یہی ہے اور صحراء میں مسجد کے حکم میں صفوں والی جگہ ہوگی۔ اور اگر وہ اگلی جانب بڑھا تو حد سترہ ہے اور اگر سترہ نہ ہو تو پیچھے والی صفوں کی مقدار کا اعتبار کریں گے اور اگر وہ اکیلا ہے تو ہر طرف سے اس کے سجدے والی جگہ حد ہوگی۔

دوران نماز جنون یا احتلام وغیرہ کے حکم کا بیان

(وَإِنْ جُنَّ أَوْ نَامَ فَاحْتَلَمَ أَوْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ اسْتَقْبَلَ) لِأَنَّهُ يَنْدُرُ وُجُودُ هَذِهِ الْعَوَارِضِ فَلَمْ يَكُنْ فِي مَعْنَى مَا وَرَدَ بِهِ النَّصُّ، وَكَذَلِكَ إِذَا قَهْقَهَ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْكَلَامِ وَهُوَ قَاطِعٌ .

(وَإِنْ حُصِرَ الْإِمَامُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فَقَدَّمَ غَيْرَهُ أَجْزَأَهُمْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَا لَا يُجْزِئُهُمْ) لِأَنَّهُ يَنْدُرُ وُجُودُهُ فَأَشْبَهَ الْجَنَابَةَ فِي الصَّلَاةِ .

وَلَهُ أَنَّ الِاسْتِخْلَافَ لِعِلَّةِ الْعَجْزِ وَهُوَ هَاهُنَا أَلْزَمُ، وَالْعَجْزُ عَنِ الْقِرَاءَةِ غَيْرُ نَادِرٍ فَلَا يَلْحَقُ بِالْجَنَابَةِ .

اور اگر نمازی پاگل ہو گیا یا اونگھ کی صورت میں احتلام ہو گیا یا اس پر غشی طاری ہوئی تو وہ نئے سرے سے نماز پڑھے۔ کیونکہ یہ عوارض شاذ و نادر ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ نص میں وارد معنی کے حکم میں نہ ہوں گے۔ اور اسی طرح قہقہہ ہے کیونکہ وہ کلام کے درجے میں ہے اور نماز کو کاٹنے والا ہے۔

اور اگر امام قرأت کرنے سے رک گیا تو اس نے دوسرے شخص کو آگے کر دیا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ شخص کافی ہوگا جبکہ صاحبین کے نزدیک وہ شخص کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ اس طرح کا واقعہ نادر الوجود ہے لہٰذا یہ نماز میں جنابت کے مشابہ ہوگا۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے۔ خلیفہ بنانا علت عجز کی وجہ سے تھا۔ اور وہ یہاں لازمی تھی۔ جبکہ قرأت سے عاجز ہونا یہ غیر نادر ہے لہٰذا اس کو جنابت کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا۔

اگر عجز قرأت کفایہ کے بعد واقع ہوا

وَلَوْ قَرَأَ مِقْدَارَ مَا تَجُوزُ بِهِ الصَّلَاةُ لَا يَجُوزُ الِاسْتِخْلَافُ بِالْإِجْمَاعِ لِعَدَمِ الْحَاجَةِ إِلَيْهِ (وَإِنْ

سَبَقَهُ الْحَدَثُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ تَوَضَّأَ وَسَلَّمَ) لِأَنَّ التَّسْلِيمَ وَاجِبٌ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّوَضُّؤِ لِيَأْتِيَ بِهِ (وَإِنْ تَعَمَّدَ الْحَدَثَ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ أَوْ تَكَلَّمَ أَوْ عَمِلَ عَمَلًا يُنَافِي الصَّلَاةَ تَمَّتْ صَلَاتُهُ) لِأَنَّهُ يَتَعَذَّرُ الْبِنَاءُ لِوُجُودِ الْقَاطِعِ، لٰكِنْ لَا إِعَادَةَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنَ الْأَرْكَانِ .

اور اگر اس نے اتنی مقدار میں قرأت کر لی جس سے نماز جائز ہو جائے تو اجماع کے مطابق اس کے لئے خلیفہ بنانا جائز نہیں۔ کیونکہ اس کی طرف ضرورت نہیں۔ اور اگر نمازی کو تشہد کے بعد حدث لاحق ہوا تو وہ وضو کرے اور سلام پھیرے۔ کیونکہ سلام واجب ہے۔ لہٰذا سلام پھیرنے کے لئے وضو کرنا لازم ہوا۔

اور اگر اس نے اسی حالت میں عمداً حدث کیا یا کلام کیا یا ایسا عمل کیا جو نماز کے منافی ہے تو اس کی نماز مکمل ہوگئی۔ کیونکہ نماز کو کاٹنے کے وجود کی وجہ سے بناء متعذر ہے۔ لیکن اس پر نماز کا اعادہ بھی نہیں۔ کیونکہ نماز کے ارکانوں میں سے کوئی چیز باقی ہی نہ رہی (یعنی وہ سارے مکمل ہو چکے ہیں)

جب تیمّم والے نے نماز میں پانی دیکھا تو حکم نماز

(فَإِنْ رَأَى الْمُتَيَمِّمُ الْمَاءَ فِي صَلَاتِهِ بَطَلَتْ) وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ (وَإِنْ رَآهُ بَعْدَمَا قَعَدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ أَوْ كَانَ مَاسِحًا فَانْقَضَتْ مُدَّةُ مَسْحِهِ أَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ بِعَمَلٍ يَسِيرٍ أَوْ كَانَ أُمِّيًّا فَتَعَلَّمَ سُورَةً أَوْ عُرْيَانًا فَوَجَدَ ثَوْبًا، أَوْ مُومِيًا فَقَدَرَ عَلَى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، أَوْ تَذَكَّرَ فَائِتَةً عَلَيْهِ قَبْلَ هٰذِهِ أَوْ أَحْدَثَ الْإِمَامُ الْقَارِئُ فَاسْتَخْلَفَ أُمِّيًّا أَوْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ فِي الْفَجْرِ أَوْ دَخَلَ وَقْتُ الْعَصْرِ فِي الْجُمُعَةِ، أَوْ كَانَ مَاسِحًا عَلَى الْجَبِيرَةِ فَسَقَطَتْ عَنْ بُرْءٍ، أَوْ كَانَ صَاحِبَ عُذْرٍ فَانْقَطَعَ عُذْرُهُ كَالْمُسْتَحَاضَةِ وَمَنْ بِمَعْنَاهَا بَطَلَتْ صَلَاتُهُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا تَمَّتْ صَلَاتُهُ) وَقِيلَ الْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ الْخُرُوجَ عَنِ الصَّلَاةِ بِصُنْعِ الْمُصَلِّي فَرْضٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَلَيْسَ بِفَرْضٍ عِنْدَهُمَا، فَاعْتِرَاضُ هٰذِهِ الْعَوَارِضِ عِنْدَهُ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ كَاعْتِرَاضِهَا فِي خِلَالِ الصَّلَاةِ وَعِنْدَهُمَا كَاعْتِرَاضِهَا بَعْدَ التَّسْلِيمِ. لَهُمَا مَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. وَلَهُ أَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ أَدَاءُ صَلَاةٍ أُخْرَى إِلَّا بِالْخُرُوجِ مِنْ هٰذِهِ وَمَا لَا يُتَوَصَّلُ إِلَى الْفَرْضِ إِلَّا بِهِ يَكُونُ فَرْضًا .

وَمَعْنَى قَوْلِهِ تَمَّتْ قَارَبَتِ التَّمَامَ، وَالْاِسْتِخْلَافُ لَيْسَ بِمُفْسِدٍ حَتّٰى يَجُوزَ فِي حَقِّ الْقَارِئِ، وَإِنَّمَا الْفَسَادُ ضَرُورَةُ حُكْمٍ شَرْعِيٍّ وَهُوَ عَدَمُ صَلَاحِيَّةِ الْإِمَامَةِ .

اگر تیمم والے نے نماز میں پانی دیکھا تو اس کی نماز باطل ہوگئی جس طرح پہلے یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔ اور اگر تیمم والے

تشہد میں بیٹھنے کی مقدار کے بعد پانی دیکھا یا وہ موزے پر مسح کرنے والا تھا۔ پس اس کے موزوں کی مدت ختم ہوگئی۔ یا معمولی عمل کے ساتھ دونوں موزوں کا نکالا۔ یا ان پڑھ تھا اور اس نے کوئی سورۃ سیکھ لی۔ یا ننگا تھا اس نے کپڑا پایا۔ یا اشارے سے رکوع وسجود کرنے والا تھا کہ رکوع وسجود پر قادر ہوگیا۔ یا اس کو پہلے سے فائتہ یاد آگئی۔ جس کی قضاء واجب تھی۔ یا قاری امام کو حدث لاحق ہوا اور اس نے ان پڑھ کو خلیفہ بنا دیا۔ یا فجر میں سورج طلوع ہوگیا۔ یا جمعہ کی نماز میں وقت عصر داخل ہوگیا۔ یا وہ پٹی پر مسح کرنے والا تھا۔ اور وہ ٹھیک ہوگیا۔ یا وہ معذور ہوگیا حتیٰ کہ اس کا عذر ختم ہوگیا۔ جس طرح استحاضہ والی عورت اور وہ معذور جو اس کے حکم میں ہے۔

تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز باطل ہوگئی جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کی نماز مکمل ہوگئی۔ اور کیا گیا ہے کہ اس مسئلہ میں اصل (قانون) یہ ہے۔ کہ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نمازی کا نماز سے باہر جانا اختیاری فعل سے فرض ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک فرض نہیں ہے۔

لہٰذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان حالتوں میں عوارض کا پیش آنا ہے اسی طرح ہے جس طرح نماز کے درمیان عوارض کا پیش آتا ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک ایسا ہے جس طرح سلام کے بعد عوارض کا پیش آتا ہے۔ اور ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔ جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے۔ کہ اس صورت میں نمازی کے لئے دوسری نماز کو ادا کرنا ممکن ہی نہیں۔ جب تک اس نماز سے خروج نہ ہوگا۔ ہر وہ چیز جس کے بغیر فرض تک پہنچنا ممکن نہ ہو وہ بھی فرض ہوتی ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "تَمَّت" کا معنی قریب تکمیل ہے۔ اور قاری حق میں نماز کا خلیفہ بنانا مفسد نہیں ہے جبکہ نماز کے فساد کا حکم صرف حکم شرعی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس امام میں امامت کی صلاحیت ہی نہیں۔

مسبوق کی بجائے مدرک کی خلافت اولیٰ ہے

(وَمَنْ اقْتَدَى بِإِمَامٍ بَعْدَ مَا صَلَّى رَكْعَةً فَأَحْدَثَ الْإِمَامُ فَقَدَّمَهُ أَجْزَأَهُ) لِوُجُودِ الْمُشَارَكَةِ فِي التَّحْرِيمَةِ، وَالْأَوْلَى لِلْإِمَامِ أَنْ يُقَدِّمَ مُدْرِكًا لِأَنَّهُ أَقْدَرُ عَلَى إتْمَامِ صَلَاتِهِ، وَيَنْبَغِي لِهَذَا الْمَسْبُوقِ أَنْ لَا يَتَقَدَّمَ لِعَجْزِهِ عَنِ التَّسْلِيمِ (فَلَوْ تَقَدَّمَ يَبْتَدِءُ مِنْ حَيْثُ انْتَهَى إلَيْهِ الْإِمَامُ) لِقِيَامِهِ مَقَامَهُ (وَإِذَا انْتَهَى إلَى السَّلَامِ يُقَدِّمُ مُدْرِكًا يُسَلِّمُ بِهِمْ، فَلَوْ أَنَّهُ حِينَ أَتَمَّ صَلَاةَ الْإِمَامِ قَهْقَهَ أَوْ أَحْدَثَ مُتَعَمِّدًا أَوْ تَكَلَّمَ أَوْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ وَصَلَاةُ الْقَوْمِ تَامَّةٌ) لِأَنَّ الْمُفْسِدَ فِي حَقِّهِ وُجِدَ فِي خِلَالِ الصَّلَاةِ وَفِي حَقِّهِمْ بَعْدَ تَمَامِ أَرْكَانِهَا وَالْإِمَامُ الْأَوَّلُ إنْ كَانَ فَرَغَ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُ، وَإِنْ لَمْ يَفْرُغْ تَفْسُدُ وَهُوَ الْأَصَحُّ

اور جس شخص نے ایسے امام کی اقتداء کی جس نے ایک رکعت پڑھ لی تھی۔ پس اس نے مسبوق کو مقدم کر دیا تو وہ کافی ہوگا کیونکہ تکبیر تحریمہ میں شرکت پائی گئی ہے۔ جبکہ امام کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ کسی مدرک کو خلیفہ بنائے۔ اس لئے مدرک امام کی

نماز کو پورا کرنے میں زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ اور مسبوق کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مقدم ہو کیونکہ وہ تو سلام پھیرنے سے بھی عاجز ہے۔

اور اگر وہ مقدم ہو گیا تو وہاں سے ابتداء کرے جہاں تک امام پہنچا ہے۔ اس لئے کہ مسبوق امام کے قائم مقام ہے۔ اور جب یہ مسبوق سلام تک پہنچ جائے تو مدرک کو مقدم کرے۔ جو ان کے ساتھ سلام پھیرے۔

اگر مسبوق نے امام کی نماز پوری ہوتے ہی قہقہہ لگایا یا عمداً حدث کیا یا کلام کیا یا مسجد سے نکل گیا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی اور قوم کی نماز مکمل ہو گئی۔ کیونکہ درمیان نماز خلال اس کے حق میں مفسد نماز ہے جبکہ نمازیوں کے حق میں تکمیل ارکان کے بعد ہے اور امام اول اگر نماز سے فارغ ہو گیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوئی اور فارغ نہ ہوا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو گئی اور یہی صحیح روایت ہے۔

تشہد میں بیٹھنے کے بعد قہقہہ لگایا تو حکم نماز

(فَإِنْ لَمْ يُحْدِثُ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ وَقَعَدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ ثُمَّ قَهْقَهَ أَوْ أَحْدَثَ مُتَعَمِّدًا فَسَدَتْ صَلَاةُ الَّذِي لَمْ يُدْرِكْ أَوَّلَ صَلَاةِ الْإِمَامِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

وَقَالَا: لَا تَفْسُدُ، وَإِنْ تَكَلَّمَ أَوْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ لَمْ تَفْسُدْ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) لَهُمَا أَنَّ صَلَاةَ الْمُقْتَدِي بِنَاءً عَلَى صَلَاةِ الْإِمَامِ جَوَازًا وَفَسَادًا وَلَمْ تَفْسُدْ صَلَاةُ الْإِمَامِ فَكَذَا صَلَاتُهُ وَصَارَ كَالسَّلَامِ وَالْكَلَامِ.

وَلَهُ أَنَّ الْقَهْقَهَةَ مُفْسِدَةٌ لِلْجُزْءِ الَّذِي يُلَاقِيهِ مِنْ صَلَاةِ الْإِمَامِ فَيَفْسُدُ مِثْلُهُ مِنْ صَلَاةِ الْمُقْتَدِي، غَيْرَ أَنَّ الْإِمَامَ لَا يَحْتَاجُ إِلَى الْبِنَاءِ وَالْمَسْبُوقَ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ، وَالْبِنَاءُ عَلَى الْفَاسِدِ فَاسِدٌ بِخِلَافِ السَّلَامِ لِأَنَّهُ مِنْهُ وَالْكَلَامُ فِي مَعْنَاهُ، وَيَنْتَقِضُ وُضُوءُ الْإِمَامِ لِوُجُودِ الْقَهْقَهَةِ فِي حُرْمَةِ الصَّلَاةِ.

اگر امام اول محدث نہیں ہوا اور وہ تشہد کی مقدار بیٹھا پھر اس نے قہقہہ لگایا یا عمداً محدث ہوا تو اس مقتدی کی نماز فاسد ہو گئی جس نے امام کی اول نماز نہ پائی۔ یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔

اور صاحبین نے کہا کہ اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ اور اگر اس نے کلام یا مسجد سے نکلا تو تمام کے قول کے مطابق اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جواز و فساد میں مقتدی کی نماز امام کی نماز پر مبنی ہوتی ہے اور جب امام کی نماز فاسد نہ ہوئی تو اسی طرح اس کی نماز بھی فاسد نہ ہوئی۔ لہٰذا یہ سلام و کلام کی طرح ہو گیا۔

اور امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ قہقہہ اس جز کو فاسد کرنے والا ہے جو امام کی نماز کے ساتھ ملا ہوا ہے پس اسی طرح مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو گی۔ کیونکہ امام بناء کا محتاج ہی نہیں رہا۔ اور مسبوق محتاج بناء ہے۔ اور جز فاسد پر بناء کرنا فاسد ہے بخلاف سلام کے کیونکہ وہ نماز کو پورا کرنے والا ہے اور کلام بھی اسی کے حکم میں ہے۔ قہقہہ کی وجہ سے امام کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ وہ

درست نماز میں پایا گیا ہے۔

رکوع وسجود میں حدث لاحق ہونے کا حکم

(وَمَنْ اَحْدَثَ فِی رُکُوعِهِ اَوْ سُجُودِهِ تَوَضَّأَ وَبَنٰی، وَلَا يَعْتَدُّ بِالَّتِی اَحْدَثَ فِيهَا)، لِاَنَّ اِتْمَامَ الرُّكْنِ بِالْاِنْتِقَالِ وَمَعَ الْحَدَثِ لَا يَتَحَقَّقُ فَلَا بُدَّ مِنَ الْاِعَادَةِ، وَلَوْ كَانَ اِمَامًا فَقَدَّمَ غَيْرَهُ دَامَ الْمُقَدَّمُ عَلَى الرُّكُوعِ لِاَنَّهُ يُمْكِنُهُ الْاِتْمَامُ بِالْاِسْتِدَامَةِ ۔

(وَلَوْ تَذَكَّرَ وَهُوَ رَاكِعٌ اَوْ سَاجِدٌ اَنَّ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَانْحَطَّ مِنْ رُكُوعِهِ اَوْ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ سُجُودِهِ فَسَجَدَهَا يُعِيدُ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ) وَهٰذَا بَيَانُ الْاَوْلٰی لِتَقَعَ اَفْعَالُ الصَّلَاةِ مُرَتَّبَةً بِالْقَدْرِ الْمُمْكِنِ، وَاِنْ لَمْ يُعِدْ اَجْزَأَهُ (لان الترتيب فی افعال الصلوٰة ليس بشرط) لِاَنَّ الْاِنْتِقَالَ مَعَ الطَّهَارَةِ شَرْطٌ وَقَدْ وُجِدَ ۔ وَعَنْ اَبِی يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ تَلْزَمُهُ اِعَادَةُ الرُّكُوعِ لِاَنَّ الْقَوْمَةَ فَرْضٌ عِنْدَهُ ۔

اور جس شخص کو رکوع یا سجدے میں حدث لاحق ہوا تو وہ وضو کرے اور بناء کرے اور اس رکن کو شمار نہ کرے جس میں اس کو حدث لاحق ہوا ہے۔ کیونکہ رکن اس وقت پورا ہوتا ہے جب اس رکن سے دوسرے رکن کی طرف انتقال ہو جائے۔ اور حدث کے ساتھ وہ ثابت نہیں ہوا لہٰذا اس کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔ اور اگر محدث امام ہو تو وہ دوسرے کو خلیفہ بنائے جو رکوع میں برابر رہے۔ کیونکہ تکمیل رکوع میں اس کے لئے دوام ممکن ہے۔

اگر نمازی کو رکوع وسجود کرنے کی حالت میں یاد آیا کہ اس پر سجدہ باقی ہے پس وہ رکوع سے اس کی طرف جھکا یا سجدے سے اس نے سر اٹھایا پس اس نے سجدہ کیا تو وہ رکوع سجود کا اعادہ کرے گا۔ اور یہ بیان اولیت ہے۔ تا کہ افعال میں ترتیب بقدر امکان مکمل ہو۔ اور اگر اس نے رکوع وسجود کا اعادہ نہ کیا تو بھی کافی ہوگا۔ کیونکہ نماز کے افعال میں ترتیب شرط نہیں۔ جبکہ طہارت کے ساتھ انتقال شرط ہے جو پائی جارہی ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رکوع کا اعادہ لازم ہے کیونکہ ان کے نزدیک قومہ فرض ہے۔

امام اول محدث کا دوسرے امام کی اقتداء کرنا

قَالَ (وَمَنْ اَمَّ رَجُلًا وَاحِدًا فَاَحْدَثَ وَخَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَالْمَأْمُومُ اِمَامٌ نَوٰی اَوْ لَمْ يَنْوِ) لِمَا فِيهِ مِنْ صِيَانَةِ الصَّلَاةِ، وَتَعْيِينُ الْاَوَّلِ لِقَطْعِ الْمُزَاحَمَةِ وَلَا مُزَاحَمَةَ هٰهُنَا، وَيُتِمُّ الْاَوَّلُ صَلَاتَهُ مُقْتَدِيًا بِالثَّانِی كَمَا اِذَا اسْتَخْلَفَهُ حَقِيقَةً (وَلَوْ لَمْ يَكُنْ خَلْفَهُ اِلَّا صَبِیٌّ اَوْ امْرَأَةٌ قِيلَ تَفْسُدُ صَلَاتُهُ) لِاسْتِخْلَافِ مَنْ لَا يَصْلُحُ لِلْاِمَامَةِ، وَقِيلَ لَا تَفْسُدُ لِاَنَّهُ لَمْ يُوجَدِ الْاِسْتِخْلَافُ قَصْدًا وَهُوَ لَا يَصْلُحُ لِلْاِمَامَةِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ۔

اور جس شخص نے ایک ہی مرد کی امامت کرائی پھر امام محدث ہو گیا اور مسجد سے نکل گیا تو اب مقتدی ہی امام ہے۔ چاہے امام اول نے اس کی نیت کی یا نہ کی ہو۔ کیونکہ اسی میں نماز کی حفاظت ہے۔ امام اول کا معین کرنا اس لئے تھا تا کہ جھگڑا دور کیا جائے۔ اور یہاں ایک ہی مقتدی ہونے کی وجہ سے مزاحمت ہی نہیں ہے۔ اور امام اول اپنی نماز کو دوسرے کی اقتداء کرتے ہوئے مکمل کرے۔ جس طرح حقیقی خلیفہ کرتا ہے۔ اور امام محدث کے پیچھے بچے یا عورت کے سوا مقتدی ہی نہ ہو تو کہا گیا ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کا خلیفہ وہ بنا جو خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ کیونکہ بطور قصد خلیفہ پایا ہی نہیں گیا۔ اس لئے کہ وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّلَاةَ وَمَا يُكْرَهُ فِيهَا

﴿یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جن سے نماز فاسد ہوتی ہے اور جو نماز میں مکروہ ہیں﴾

فسادِ صلوٰۃ باب کی مطابقت کا بیان

اس باب میں مصنف ان امور کا بیان کریں گے جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جن سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ یہ نماز کے وہ عوارض ہیں جن سے نماز کے انقطاع کا یا کراہت کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ ہم فصل فی الوضو میں بیان کر چکے ہیں کہ عوارض ہمیشہ موخر ہوا کرتے ہیں۔

نماز میں حدث ہو جائے تو کس طرح واپس جائے؟

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو نماز کے دوران حدث ہو جائے تو ناک تھامے واپس ہو جائے۔ دوسری سند سے یہی مروی ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

نماز میں کلام کرنے کا بیان

(وَمَنْ تَكَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ عَامِدًا أَوْ سَاهِيًا بَطَلَتْ صَلَاتُهُ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْخَطَإِ وَالنِّسْيَانِ، وَمَفْزَعُهُ الْحَدِيثُ الْمَعْرُوفُ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنَّ صَلَاتَنَا هَذِهِ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، وَإِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيحُ وَالتَّهْلِيلُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ) وَمَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلَى رَفْعِ الْإِثْمِ .

بِخِلَافِ السَّلَامِ سَاهِيًا لِأَنَّهُ مِنْ الْأَذْكَارِ فَيُعْتَبَرُ ذِكْرًا فِي حَالَةِ النِّسْيَانِ وَكَلَامًا فِي حَالَةِ التَّعَمُّدِ لِمَا فِيهِ مِنْ كَافِ الْخِطَابِ

اور جس نے نماز میں جان بوجھ کر یا بھول کر کلام کیا اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ جبکہ اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ خطا اور نسیان سے نماز باطل نہیں ہوتی اور ان کا استدلال وہ حدیث معروف ہے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہماری نماز لوگوں کے کلام کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اور بے شک یہ تو تسبیح تہلیل اور قراءت قرآن ہے۔ اور ان کی روایت کردہ حدیث کو گناہ دور کرنے پر محمول کیا جائے گا۔

ہاں البتہ بھول کر سلام کرنے کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ وہ بھی اذکار میں سے ہے لہٰذا اس کو حالت نماز میں ذکر اعتبار کر لیا جائے گا۔ اور حالت عمد میں کلام کا اعتبار کیا جائے گا' کیونکہ اس میں کاف خطاب کا ہے۔

نماز میں رونے کا بیان

(فَإِنْ اَنَّ فِيهَا اَوْ تَاَوَّهَ اَوْ بَكَى فَارْتَفَعَ بُكَاؤُهُ، فَإِنْ كَانَ مِنْ ذِكْرِ الْجَنَّةِ اَوِ النَّارِ لَمْ يَقْطَعْهَا) لِاَنَّهُ يَدُلُّ عَلَى زِيَادَةِ الْخُشُوعِ (وَإِنْ كَانَ مِنْ وَجَعٍ اَوْ مُصِيبَةٍ قَطَعَهَا) لِاَنَّ فِيهِ اِظْهَارُ الْجَزَعِ وَالتَّاَسُّفِ فَكَانَ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ. وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ قَوْلَهُ آهِ لَا يُفْسِدُ فِي الْحَالَيْنِ وَاُوهِ يُفْسِدُ. وَقِيلَ الْاَصْلُ عِنْدَهُ اَنَّ الْكَلِمَةَ اِذَا اشْتَمَلَتْ عَلَى حَرْفَيْنِ وَهُمَا زَائِدَتَانِ اَوْ اِحْدَاهُمَا لَا تَفْسُدُ، وَإِنْ كَانَتَا اَصْلِيَّتَيْنِ تَفْسُدُ.

وَحُرُوفُ الزَّوَائِدِ جَمَعُوهَا فِي قَوْلِهِمْ اَلْيَوْمَ تَنْسَاهُ وَهٰذَا لَا يَقْوٰى لِاَنَّ كَلَامَ النَّاسِ فِي مُتَفَاهَمِ الْعُرْفِ يَتْبَعُ وُجُودَ حُرُوفِ الْهِجَاءِ وَاِفْهَامَ الْمَعْنَى، وَيَتَحَقَّقُ ذٰلِكَ فِي حُرُوفٍ كُلُّهَا زَوَائِد.

اور اگر اس نے نماز میں آہ و بکاہ کی حتیٰ کہ اس کا رونا بلند ہوا اگر تو وہ جنت یا دوزخ کی یاد میں رویا تو وہ اس کی نماز کو کاٹنے والا نہیں۔ کیونکہ یہ اس کے خشوع کی زیادتی پر دلیل ہے۔ اور اگر وہ درد یا مصیبت کی وجہ سے رویا تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی کیونکہ یہ جزع وافسوس کا اظہار ہے۔ لہٰذا یہ لوگوں کے کلام سے ہو گیا۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "آہ" دونوں حالتوں میں مفسد نماز نہیں جبکہ "اوہ" مفسد نماز ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں اصل یہ ہے کہ کلمہ جب دو حرفوں پر مشتمل ہو خواہ وہ دونوں زائد ہوں یا ان میں سے ایک زائد ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر دونوں اصلی ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اہل لغت نے حروف زوائد کو "**اَلْيَوْمَ تَنْسَاه**" میں جمع کیا ہے۔ اور یہ دلیل اس لئے قوی نہیں ہے کہ کلام الناس کا ہونا یہ اہل عرف کی اصطلاح کے تابع ہے۔ لہٰذا حروف ہجاء کے پائے جانے اور معنی سمجھنے سے یہ ثابت ہو جاتا ہے۔ اور حالانکہ وہ سارے حروف زوائد ہوتے ہیں۔

نماز میں کھانسنے سے حکم نماز

(وَإِنْ تَنَحْنَحَ بِغَيْرِ عُذْرٍ) بِاَنْ لَمْ يَكُنْ مَدْفُوعًا اِلَيْهِ (وَحَصَلَ بِهِ الْحُرُوفُ يَنْبَغِي اَنْ يُفْسِدَ عِنْدَهُمَا، وَإِنْ كَانَ بِعُذْرٍ فَهُوَ عَفْوٌ كَالْعُطَاسِ) وَالْجُشَاءِ اِذَا حَصَلَ بِهِ حُرُوفٌ.

(وَمَنْ عَطَسَ فَقَالَ لَهُ آخَرُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ) لِاَنَّهُ يَجْرِي فِي مُخَاطَبَاتِ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ كَلَامِهِمْ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ الْعَاطِسُ اَوِ السَّامِعُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى مَا قَالُوا لِاَنَّهُ لَمْ يُتَعَارَفْ جَوَابًا.

اور اگر اس نے بغیر عذر کے کھانسا اس طرح کہ وہ اس کو دفع نہ کر سکتا ہو۔ اور اس کے کھانسنے سے ایسے حرف پیدا ہو جائیں تو مناسب یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر عذر کے ساتھ ہے تو چھینک اور ڈکار کی طرح

معاف ہے۔ جبکہ اس سے حروف پیدا ہو جائیں۔

اور جس کو چھینک آئی تو دوسرے نمازی نے ''یَرْحَمُكَ اللّٰہ'' کہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کا اجراء لوگوں کے خطابات میں جاری ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ جب چھینکنے والے نمازی یا سننے والے نمازی نے کہا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' اس دلیل کی وجہ سے کہ یہ بطور جواب متعارف نہیں ہے۔

غیر امام کو جب لقمہ دیا تو حکم نماز

(وَاِنْ اسْتَفْتَحَ فَفَتَحَ عَلَيْهِ فِي صَلَاتِهٖ تَفْسُدُ) وَمَعْنَاهُ اَنْ يَفْتَحَ الْمُصَلِّي عَلٰى غَيْرِ اِمَامِهٖ لِاَنَّهٗ تَعْلِيْمٌ وَتَعَلُّمٌ فَكَانَ مِنْ جِنْسِ كَلَامِ النَّاسِ، ثُمَّ شَرَطَ التَّكْرَارَ فِي الْاَصْلِ لِاَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَعْمَالِ الصَّلَاةِ فَيُعْفٰى الْقَلِيْلُ مِنْهُ، وَلَمْ يُشْرَطْ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ لِاَنَّ الْكَلَامَ بِنَفْسِهٖ قَاطِعٌ وَاِنْ قَلَّ .

اور اگر کسی نے لقمہ لینا چاہا اور نمازی نے اس کو لقمہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ مصنف کی اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ نمازی نے اپنے امام کے علاوہ کسی دوسرے امام کو لقمہ دیا ہو۔ کیونکہ سیکھنے سکھانے کے حکم میں ہوگا۔ لہٰذا یہ کلام الناس سے شمار ہوگا۔ جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط میں کلام کے تکرار کی شرط لازم کی ہے۔ کیونکہ یہ کام نماز کے کاموں میں سے نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا قلیل معاف ہے اور جامع صغیر میں اس شرط کو بیان نہیں کیا۔ کیونکہ کلام خود ہی ذاتی طور پر مفسد نماز ہے۔ اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

مقتدی کا اپنے امام کو لقمہ دینے کا بیان

(وَاِنْ فَتَحَ عَلٰى اِمَامِهٖ لَمْ يَكُنْ كَلَامًا مُفْسِدًا) اِسْتِحْسَانًا لِاَنَّهٗ مُضْطَرٌّ اِلٰى اِصْلَاحِ صَلَاتِهٖ فَكَانَ هٰذَا مِنْ اَعْمَالِ صَلَاتِهٖ مَعْنًى (وَيَنْوِي الْفَتْحَ عَلٰى اِمَامِهٖ دُوْنَ الْقِرَاءَةِ) هُوَ الصَّحِيْحُ لِاَنَّهٗ مُرَخَّصٌ فِيْهِ، وَقِرَاءَتُهٗ مَمْنُوْعٌ عَنْهَا

(وَلَوْ كَانَ الْاِمَامُ انْتَقَلَ اِلٰى آيَةٍ اُخْرٰى تَفْسُدُ صَلَاةُ الْفَاتِحِ وَتَفْسُدُ صَلَاةُ الْاِمَامِ) لَوْ اَخَذَ بِقَوْلِهٖ لِوُجُوْدِ التَّلْقِيْنِ وَالتَّلَقُّنِ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ وَيَنْبَغِي لِلْمُقْتَدِي اَنْ لَا يُعَجِّلَ بِالْفَتْحِ، وَلِلْاِمَامِ اَنْ لَا يُلْجِئَهُمْ اِلَيْهِ بَلْ يَرْكَعَ اِذَا جَاءَ اَوَانُهٗ اَوْ يَنْتَقِلَ اِلٰى آيَةٍ اُخْرٰى .

اور اگر مقتدی نے اپنے امام کو لقمہ دیا تو کلام مفسد نماز نہ ہوگا۔ اور یہ دلیل استحسان کی وجہ سے ہے۔ اس لئے مقتدی تو اپنی نماز کو صحیح کرنے کی طرف مجبور ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہ لقمہ دینا معنی کے اعتبار سے نماز کے افعال میں سے ہو گیا۔ اور مقتدی اپنے امام کو لقمہ دینے کی نیت کرے گا قرآن کی قرأت کی نیت نہ کرے۔ یہی صحیح روایت کے مطابق ہے۔ کیونکہ لقمہ دینا ایک ایسا حکم ہے۔ جس کی اجازت خاص کی گئی ہے جبکہ قرأت قرآن سے منع کیا گیا ہے۔

اور اگر امام دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا تو اس صورت میں لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور امام نے اس کا لقمہ لیا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ مقتدی کی تلقین اور امام کا اس کو وصول کرنا بغیر کسی ضرورت کے ہے۔ اور مقتدی کے لئے طریقہ یہ ہے کہ وہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے۔ اور امام کو بھی چاہیے کہ وہ لقمہ دینے پر مقتدیوں کو مجبور نہ کرے بلکہ وقت کے آجانے پر رکوع میں چلا جائے یا کسی دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے۔

اگر نماز میں ''لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ'' کے ساتھ جواب دیا تو حکم نماز

(وَلَوْ اَجَابَ رَجُلًا فِی الصَّلٰوۃِ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَھٰذَا کَلَامٌ مُفْسِدٌ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ، وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ رَحِمَہُ اللّٰہُ: لَا یَکُوْنُ مُفْسِدًا) وَھٰذَا الْخِلَافُ فِیْمَا اِذَا اَرَادَ بِہٖ جَوَابَہٗ.

لَہٗ اَنَّہٗ ثَنَاءٌ بِصِیْغَتِہٖ فَلَا یَتَغَیَّرُ بِعَزِیْمَتِہٖ، وَلَھُمَا اَنَّہٗ اَخْرَجَ الْکَلَامَ مَخْرَجَ الْجَوَابِ وَھُوَ یَحْتَمِلُہٗ فَیُجْعَلُ جَوَابًا کَالتَّشْمِیْتِ وَالْاِسْتِرْجَاعِ عَلَی الْخِلَافِ فِی الصَّحِیْحِ (وَاِنْ اَرَادَ اِعْلَامَہٗ اَنَّہٗ فِی الصَّلٰوۃِ لَمْ تَفْسُدْ بِالْاِجْمَاعِ) لِقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (اِذَا نَابَتْ اَحَدَکُمْ نَائِبَۃٌ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیُسَبِّحْ)

اور اگر نمازی نے نماز میں کسی کو ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کے ساتھ جواب دیا تو طرفین کے نزدیک یہ کلام مفسد نماز ہوگا۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ کلام مفسد نماز نہ ہوگا۔ اور یہ اختلاف اس وقت ہے جب نمازی نے جواب کا ارادہ کیا ہو۔

اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ ثناء ہے لہٰذا اس سے نماز کا ارادہ تبدیل نہ ہوگا۔ اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اسے جواب کے طور پر نکالا ہے۔ اور اس میں جواب کا احتمال بھی ہے لہٰذا اسے جواب ہی قرار دیں گے جس طرح چھینک اور استرجاع کا جواب ہوتا ہے۔ اور صحیح روایت کے مطابق ان کا بھی یہی اختلافی سبب ہے۔

اور اگر اس نے اس سے یہ ارادہ کیا کہ وہ نماز میں ہے تو بہ اتفاق نماز فاسد نہ ہوگی۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں نماز میں کوئی واقعہ پیش آئے تو وہ تسبیح پڑھے۔

ایک رکعت کے بعد دوسری نماز کو شروع کرنے کا حکم

(وَمَنْ صَلّٰی رَکْعَۃً مِنَ الظُّھْرِ ثُمَّ افْتَتَحَ الْعَصْرَ اَوِ التَّطَوُّعَ فَقَدْ نَقَضَ الظُّھْرَ) لِاَنَّہٗ صَحَّ شُرُوْعُہٗ فِیْ غَیْرِہٖ فَیَخْرُجُ عَنْہُ (وَلَوِ افْتَتَحَ الظُّھْرَ بَعْدَمَا صَلّٰی مِنْھَا رَکْعَۃً فَھِیَ ھِیَ وَیَتَجَزَّأُ بِتِلْکَ الرَّکْعَۃِ) لِاَنَّہٗ نَوَی الشُّرُوْعَ فِیْ عَیْنِ مَا ھُوَ فِیْہِ فَلَغَتْ نِیَّتُہٗ وَبَقِیَ الْمَنْوِیُّ عَلٰی حَالِہٖ

(وَاِذَا قَرَاَ الْاِمَامُ مِنَ الْمُصْحَفِ فَسَدَتْ صَلَاتُہٗ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَقَالَا ھِیَ تَامَّۃٌ)

لِاَنَّهَا عِبَادَةٌ انْضَافَتْ اِلَى عِبَادَةٍ اُخْرٰى (اِلَّا اَنَّهُ يُكْرَهُ) لِاَنَّهُ تَشَبُّهٌ بِصَنِيعِ اَهْلِ الْكِتَابِ .
وَلِاَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ حَمْلَ الْمُصْحَفِ وَالنَّظَرَ فِيهِ وَتَقْلِيبَ الْاَوْرَاقِ عَمَلٌ كَثِيرٌ،
وَلِاَنَّهُ تَلَقُّنٌ مِنَ الْمُصْحَفِ فَصَارَ كَمَا اِذَا تَلَقَّنَ مِنْ غَيْرِهِ، وَعَلَى هٰذَا لَا فَرْقَ بَيْنَ الْمَوْضُوعِ
وَالْمَحْمُولِ، وَعَلَى الْاَوَّلِ يَفْتَرِقَانِ،

اور جس نے ظہر کی ایک رکعت پڑھی پھر اس نے نماز عصر شروع کی یا اس نے نفل شروع کیے تو اس کی ظہر کی نماز ٹوٹ گئی۔ اس لئے کہ جب اس نے ظہر کے غیر کو شروع کیا تو وہ ظہر سے خارج ہو گیا۔ اور اگر اس نے ظہر کی ایک رکعت کے بعد اسی ظہر کی نماز شروع کی تو اس کی وہی نماز ہو گی۔ کیونکہ اس نے ایسی نماز کے شروع کرنے کی نیت کی ہے جس میں وہ خود موجود ہے۔ لہٰذا اس کی نیت لغو چلی جائے گی۔ اور نیت کردہ نماز باقی رہے گی۔

اور جب امام مصحف سے پڑھے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائے گی جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کی نماز مکمل ہو گئی۔ کیونکہ یہ ایک عبادت کا دوسری عبادت کے ساتھ مل جانا ہے۔ لیکن یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں اہل کتاب کے ساتھ تشبیہ ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ مصحف کا اٹھانا اور اس میں دیکھنا اور اس کے اوراق کو پلٹنا یہ عمل کثیر ہے اور یہی وجہ ہے کہ مصحف سے سیکھنا ایسا ہی ہے جس طرح کسی دوسرے شخص سے سیکھنا ہے۔ اور اسی دلیل کی بنیاد پر رحل پر رکھے ہونے اور اٹھائے ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ جبکہ پہلی صورت کے مطابق دونوں میں فرق ہے۔

اگر نمازی نے لکھا ہوا سمجھ لیا تو حکم نماز

وَلَوْ نَظَرَ اِلَى مَكْتُوبٍ وَفَهِمَهُ فَالصَّحِيحُ اَنَّهُ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُ بِالْاِجْمَاعِ بِخِلَافِ مَا اِذَا حَلَفَ لَا يَقْرَأُ كِتَابَ فُلَانٍ حَيْثُ يَحْنَثُ بِالْفَهْمِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّ الْمَقْصُودَ هُنَالِكَ الْفَهْمُ، اَمَّا فَسَادُ الصَّلَاةِ فَبِالْعَمَلِ الْكَثِيرِ وَلَمْ يُوجَدْ .

اور اگر نمازی نے مکتوب کو دیکھا اور اس کو سمجھ لیا تو صحیح قول کے مطابق بہ اجماع اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ بخلاف اس کے کہ جب اس نے یہ قسم کھائی کہ وہ کتاب نہ پڑھے گا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ صرف سمجھنے سے ہی حانث ہو جائے گا۔ اس لئے کہ یہاں مقصود تو سمجھنا ہے اور جہاں تک فساد نماز کی بات ہے تو وہ عمل کثیر کی وجہ سے ہوتا ہے جو یہاں نہیں پایا گیا۔

اگر نمازی کے سامنے سے عورت گزرے تو حکم نماز

(وَاِنْ مَرَّتْ امْرَاَةٌ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي لَمْ تَقْطَعْ صَلَاتَهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ مُرُورُ شَيْءٍ اِلَّا اَنَّ الْمَارَّ آثِمٌ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .
(لَوْ عَلِمَ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ مِنَ الْوِزْرِ لَوَقَفَ اَرْبَعِينَ) وَاِنَّمَا يَأْثَمُ اِذَا مَرَّ فِي

مَوْضِعِ سُجُودِهِ عَلَى مَا قِيلَ وَلَا يَكُونُ بَيْنَهُمَا حَائِلٌ وَتُحَاذِي اَعْضَاءُ الْمَارِّ اَعْضَاءَهُ لَوْ كَانَ يُصَلِّي عَلَى الدُّكَّانِ .

اور اگر کسی نمازی کے سامنے سے عورت گزری تو اس کا یہ گزرنا نماز کو کاٹنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی چیز کا گذرنا نماز کو نہیں کاٹتا البتہ گذرنے والا گناہگار ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نمازی کے آگے سے گزرنے والا اگر یہ جان لے کہ اس کی کیا سزا ہے تو وہ نمازی کے آگے سے گزرنے کے بجائے چالیس تک کھڑے رہنے کو بہتر خیال کرے۔ اور گناہگار اس وقت ہوگا جب وہ سجدے والی جگہ سے گذرے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی پردہ جب نہ ہو اور گذرنے والے کے اعضاء نمازی کے اعضاء کے مقابل ہو جائیں۔ اگر چہ وہ چبوترے پر بھی نماز پڑھتا ہو۔

میدان میں سترہ قائم کرنے کا بیان

(وَيَنْبَغِي لِمَنْ يُصَلِّي فِي الصَّحْرَاءِ اَنْ يَتَّخِذَ اَمَامَهُ سُتْرَةً) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ فِي الصَّحْرَاءِ فَلْيَجْعَلْ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةً) (وَمِقْدَارُهَا ذِرَاعٌ فَصَاعِدًا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ إِذَا صَلَّى فِي الصَّحْرَاءِ اَنْ يَكُونَ اَمَامَهُ مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ)

(وَقِيلَ يَنْبَغِي اَنْ تَكُونَ فِي غِلَظِ الْاُصْبُعِ) لِاَنَّ مَا دُونَهُ لَا يَبْدُو لِلنَّاظِرِ مِنْ بَعِيدٍ فَلَا يَحْصُلُ الْمَقْصُودُ (وَيَقْرُبُ مِنْ السُّتْرَةِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ صَلَّى إِلَى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا) (وَيَجْعَلُ السُّتْرَةَ عَلَى حَاجِبِهِ الْاَيْمَنِ اَوْ عَلَى الْاَيْسَرِ) بِهِ وَرَدَ الْاَثَرُ وَلَا بَاْسَ بِتَرْكِ السُّتْرَةِ إِذَا اَمِنَ الْمُرُورَ وَلَمْ يُوَاجِهْ الطَّرِيقَ .

اور جو آدمی صحراء میں نماز پڑھے اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے سامنے سترہ قائم کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص صحراء میں نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے سامنے سترہ بنائے۔ اور سترہ کی مقدار ایک گز یا اس سے زیادہ ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی نمازی جب صحراء میں عاجز آئے تو وہ اپنے سامنے موخرہ کی مثل کجاوے کو (سترہ بنائے)۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی موٹائی انگلی کی مقدار کے برابر ہو۔ کیونکہ اس سے کم موٹائی تو دیکھنے والے کو نظر ہی نہ آئے گی۔ جس کی وجہ سے مقصود حاصل نہ ہوگا۔ اور نماز سترے کے قریب نماز پڑھے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص سترے کے ساتھ نماز پڑھے تو وہ سترے کے قریب رہے۔ اور وہ سترے کو اپنے دائیں یا بائیں حاجب کے سامنے بنائے۔ کیونکہ اثر اسی طرح وارد ہوا ہے۔ اور جب کسی کے گذرنے سے امن ہو تو سترہ کو ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جبکہ وہ راستے کے سامنے نہ ہو۔

امام ومقتدی کے لئے احکام سترہ

(وَسُتْرَةُ الْإِمَامِ سُتْرَةٌ لِلْقَوْمِ) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَلَّى بِبَطْحَاءَ مَكَّةَ إِلَى عَنَزَةٍ وَلَمْ يَكُنْ لِلْقَوْمِ سُتْرَةٌ (وَيُعْتَبَرُ الْغَرْزُ دُونَ الْإِلْقَاءِ وَالْخَطِّ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ لَا يَحْصُلُ بِهِ (وَيَدْرَأُ الْمَارَّ إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةٌ أَوْ مَرَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السُّتْرَةِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (ادْرَءُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ) (وَيَدْرَأُ بِالْإِشَارَةِ) كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَلَدَيْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (أَوْ يَدْفَعُ بِالتَّسْبِيحِ) لِمَا رَوَيْنَا مِنْ قَبْلُ (وَيُكْرَهُ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا) لِأَنَّ بِأَحَدِهِمَا كِفَايَةً ۔

اور امام کا سترہ ہی قوم کا سترہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بطحاء مکہ میں دار عصا کی طرف نماز پڑھی اور قوم کے لئے کوئی سترہ نہ تھا اور سترے میں گاڑ دینا معتبر ہے۔ ڈال دینا یا خط کھینچنا معتبر نہیں۔ کیونکہ اس کے ساتھ مقصود ہی حاصل نہیں ہوتا۔ اور سترہ نہ ہونے کی صورت میں نماز اس کو دور کرے۔ یا جب گذرنے والا نمازی اور سترے کے درمیان سے گذرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس قدر تم طاقت رکھتے ہو اسے دور کرو۔ اور وہ اشارے سے دور کرے جس طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کو دور کیا تھا۔ یا اس کو تسبیح کے ساتھ دور کرے۔ اسی روایت کی وجہ سے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور ان دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں سے ایک کافی ہے۔

فَصلٌ فی المکروہات الصلوٰۃ

﴿یہ فصل نماز سے باہر والے مکروہات کے بیان میں ہے﴾

مکروہات نماز والی فصل کی مطابقت کا بیان

اس فصل سے پہلے مصنف نے حدث فی الصلوٰۃ والی فصل کو ذکر کیا ہے۔اور یہ احداث ثقیل ہیں۔جبکہ نماز کے مکروہات ان کے مقابلے میں خفیف ہیں۔حدث ثقیل کو مقدم ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ قاطع نماز ہے۔جبکہ حدث خفیف میں نماز مع الکراہت ہو جاتی ہے۔لہٰذا نماز کے مفسدین کو پہلے ذکر کیا ہے تاکہ فساد نماز سے احتراز کیا جائے۔جبکہ مکروہات کو بعد میں ذکر کیا کیونکہ ان پر وعید قلیل ہے۔اور ان کو بعد میں ذکر کرنے کی یہ وجہ بھی ہے کہ جو نماز مفسد سے بچے اس میں کراہت پائی جاسکتی ہے۔کیونکہ اگر اس میں مفسد پایا گیا تو کراہت کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ نماز تو فاسد ہو چکی حکم کراہیت کی طرف جانے کا موقع ہی نہیں رہتا۔

نماز میں عبث کاموں کی کراہت کا بیان

(وَيُكْرَهُ لِلْمُصَلِّي اَنْ يَعْبَثَ بِثَوْبِهِ اَوْ بِجَسَدِهِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا، وَذَكَرَ مِنْهَا الْعَبَثَ فِي الصَّلَاةِ) وَلِأَنَّ الْعَبَثَ خَارِجَ الصَّلَاةِ حَرَامٌ فَمَا ظَنُّكَ فِي الصَّلَاةِ

(وَلَا يُقَلِّبُ الْحَصَى) لِأَنَّهُ نَوْعُ عَبَثٍ (إِلَّا اَنْ لَا يُمَكِّنَهُ مِنَ السُّجُودِ فَيُسَوِّيَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً) (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَرَّةً يَا اَبَا ذَرٍّ وَإِلَّا فَذَرْ) وَلِأَنَّ فِيهِ إِصْلَاحَ صَلَاتِهِ

(وَلَا يُفَرْقِعُ اَصَابِعَهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تُفَرْقِعْ اَصَابِعَكَ وَاَنْتَ تُصَلِّي) (وَلَا يَتَخَصَّرُ) وَهُوَ وَضْعُ الْيَدِ عَلَى الْخَاصِرَةِ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنِ الِاخْتِصَارِ فِي الصَّلَاةِ، وَلِأَنَّ فِيهِ تَرْكَ الْوَضْعِ الْمَسْنُونِ .

اور نمازی کے لئے اپنے کپڑے یا بدن سے کھیلنا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند کیا ہے۔اور ان میں آپ ﷺ نے نماز میں عبث کو بھی ذکر کیا ہے۔کیونکہ عبث نماز سے باہر حرام ہے تو تیرا نماز میں کیا خیال ہے۔

اور وہ کنکریوں کو نہ پلٹے کیونکہ یہ بھی ایک عبث کام کی قسم ہے۔لیکن جب اس کو سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو وہ ایک مرتبہ اسے برابر

کر دے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! ایک بار دور کر و ورنہ اسے بھی چھوڑ دو۔ کیونکہ اسی میں نماز کی اصلاح ہے۔
اور وہ اپنی انگلیوں کو نہ چٹخائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم انگلیوں کو نہ چٹخاؤ جب تم حالت نماز میں ہو۔ اور تخصر بھی نہ کرے اور تخصر یہ ہے کہ ہاتھوں کو کوکھ پر رکھنا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تخصر کرنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے ترک سنت ہوتا ہے۔

دائیں بائیں گردن موڑنے کی کراہت کا بیان

(وَلَا يَلْتَفِتُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " لَوْ عَلِمَ الْمُصَلِّي مَنْ يُنَاجِي مَا الْتَفَتَ " (وَلَوْ نَظَرَ بِمُؤْخِرِ عَيْنِهِ يَمْنَةً وَيَسْرَةً مِنْ غَيْرِ اَنْ يَلْوِيَ عُنُقَهُ لَا يُكْرَهُ) لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُلَاحِظُ اَصْحَابَهُ فِي صَلَاتِهِ بِمُوقِ عَيْنَيْهِ .

اور وہ نماز میں التفات نہ کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کاش! نمازی یہ جان لیتا کہ وہ کس سے مناجات کر رہا ہے تو وہ کبھی توجہ نہ ہٹاتا۔ اور اگر نمازی نے گردن پھیرے بغیر دائیں بائیں نظر کی تو مکروہ نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اپنی آنکھوں کے گوشہ سے صحابہ کرام کا ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔

نماز میں کتے کی طرح بیٹھنے کی کراہت کا بیان

(وَلَا يُقْعِي وَلَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ) (لِقَوْلِ اَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: نَهَانِي خَلِيلِي عَنْ ثَلَاثٍ: اَنْ اَنْقُرَ نَقْرَ الدِّيكِ، وَاَنْ اُقْعِيَ اِقْعَاءَ الْكَلْبِ، وَاَنْ اَفْتَرِشَ افْتِرَاشَ الثَّعْلَبِ) .وَالْاِقْعَاءُ: اَنْ يَضَعَ اَلْيَتَيْهِ عَلَى الْاَرْضِ وَيَنْصِبَ رُكْبَتَيْهِ نَصْبًا هُوَ الصَّحِيحُ .

اور وہ اقعاء نہ کرے اور اپنے بازوؤں کو نہ بچھائے۔ کیونکہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میرے محبوب نے مجھے تین چیزوں سے منع کیا۔ (۱) یہ میں مرغ کی طرح چونچ ماروں (۲) کتے کی طرح بیٹھوں (۳) لومڑی کی طرح ہاتھ بچھاؤں۔ اور اقعاء یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں الیتین (پٹ) کو زمین پر رکھے اور دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر لے۔ یہی صحیح ہے۔

نماز میں سلام کے جواب دینے کا بیان

(وَلَا يَرُدُّ السَّلَامَ بِلِسَانِهِ) لِاَنَّهُ كَلَامٌ (وَلَا بِيَدِهِ) لِاَنَّهُ سَلَامٌ مَعْنًى حَتّٰى لَوْ صَافَحَ بِنِيَّةِ التَّسْلِيمِ تَفْسُدُ صَلَاتُهُ

(وَلَا يَتَرَبَّعُ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ) لِاَنَّ فِيهِ تَرْكَ سُنَّةِ الْقُعُودِ (وَلَا يَعْقِصُ شَعْرَهُ) وَهُوَ اَنْ يَجْمَعَ شَعْرَهُ عَلَى هَامَتِهِ وَيَشُدَّهُ بِخَيْطٍ اَوْ بِصَمْغٍ لِيَتَلَبَّدَ، فَقَدْ رُوِيَ اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى اَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَهُوَ مَعْقُوصٌ .

اور وہ اپنی زبان کے ساتھ سلام کا جواب نہ دے۔ کیونکہ یہ کلام ہے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے سلام کا جواب دے کیونکہ یہ کلام کے حکم میں ہے حتیٰ کہ اگر اس نے سلام کی نیت سے مصافحہ کر لیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور وہ بغیر عذر کے چارزانو ہو کر نہ بیٹھے۔ کیونکہ اس میں سنت قعود کا ترک کرنا آتا ہے۔ اور بالوں کا عقص نہ کرے۔ اور عقص یہ ہے کہ وہ اپنے بالوں کو پیشانی پر جمع کرتے ہوئے دھاگے کے ساتھ باندھے یا ان کو گوند سے چوڑا کرے۔ تا کہ وہ چپک جائیں۔ کیونکہ یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معقوص کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔

کف ثوب اور سدل ثوب کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَكُفُّ ثَوْبَهُ) لِاَنَّهُ نَوْعُ تَجَبُّرٍ (وَلَا يُسْدِلُ ثَوْبَهُ) لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنِ السَّدْلِ، وَهُوَ اَنْ يَجْعَلَ ثَوْبَهُ عَلَى رَأْسِهِ وَكَتِفَيْهِ ثُمَّ يُرْسِلَ اَطْرَافَهُ مِنْ جَوَانِبِهِ ·

اور وہ اپنے کپڑے کو فولڈ نہ کرے۔ کیونکہ یہ بھی تکبر کی قسم ہے اور نہ ہی اپنے کپڑے کو لٹکائے۔ کیونکہ سدل کرنے سے نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے اور سدل یہ ہے کہ اپنے کپڑے کو سر اور کندھوں پر ڈال کر اس کے کناروں کا اپنے اطراف میں لٹکا ہوا چھوڑ دے۔

نماز میں کھانے پینے کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَأْكُلُ وَلَا يَشْرَبُ) لِاَنَّهُ لَيْسَ مِنْ اَعْمَالِ الصَّلَاةِ (فَإِنْ اَكَلَ اَوْ شَرِبَ عَامِدًا اَوْ نَاسِيًا فَسَدَتْ صَلَاتُهُ) لِاَنَّهُ عَمَلٌ كَثِيرٌ وَحَالَةُ الصَّلَاةِ مُذَكِّرَةٌ . فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: اِذَا كَانَ مَا دُونَ مِلْءِ الْفَمِ لَا تَفْسُدُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ اِنْ كَانَ قَلِيلًا فَمَا دُونَ الْحِمَّصَةِ لَا تَفْسُدُ كَمَا فِي الصَّوْمِ، وَاِنْ كَانَ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَسَدَتْ .

اور نماز میں نہ کھائے اور نہ پیے کیونکہ یہ نماز کے افعال میں سے نہیں ہے۔ اگر اس نے عمداً یا بھول کر کھایا پیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔ حالانکہ حالت نماز یاد دلانے والی ہے۔ پس ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ جب وہ منہ بھر سے کم ہو مفسد نماز نہیں۔ اور ان میں سے بعض کہتے ہیں اگر وہ چنے کی مقدار سے کم ہے تو مفسد نماز نہیں۔ جس طرح روزے کا مسئلہ ہے۔ اور اگر اس سے زیادہ ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

جب امام کا سجدہ محراب میں ہو

(وَلَا بَأْسَ بِاَنْ يَكُونَ مَقَامُ الْإِمَامِ فِي الْمَسْجِدِ وَسُجُودُهُ فِي الطَّاقِ، وَيُكْرَهُ اَنْ يَقُومَ فِي الطَّاقِ) لِاَنَّهُ يُشْبِهُ صَنِيعَ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ حَيْثُ تَخْصِيصِ الْإِمَامِ بِالْمَكَانِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ سُجُودُهُ فِي الطَّاقِ (وَيُكْرَهُ اَنْ يَكُونَ الْإِمَامُ وَحْدَهُ عَلَى الدُّكَّانِ) لِمَا قُلْنَا (وَكَذَا عَلَى

الْقَلْبِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ) لِأَنَّهُ ازْدِرَاءٌ بِالْإِمَامِ (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُصَلِّيَ إِلَى ظَهْرِ رَجُلٍ قَاعِدٍ يَتَحَدَّثُ) لِأَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا رُبَّمَا كَانَ يَسْتَتِرُ بِنَافِعٍ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُصَلِّيَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ مُصْحَفٌ مُعَلَّقٌ أَوْ سَيْفٌ مُعَلَّقٌ) لِأَنَّهُمَا لَا يُعْبَدَانِ، وَبِاعْتِبَارِهِ تَثْبُتُ الْكَرَاهَةُ.

اور جب امام مسجد میں ہو لیکن اس کا سجدہ محراب میں ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ یہ اہل کتاب کے عمل کے ساتھ تشبیہ ہے اس طرح کہ امام کا مکان خاص کیا جائے۔ بخلاف اس کے کہ جب اس کا سجدہ محراب میں ہو۔ اور امام کا اکیلے چبوترے پر کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے۔ جو ہم کہہ چکے ہیں۔ اور ظاہر الروایہ کے مطابق اس کا عکس بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ اس طرح امام کی تحقیر ہے۔

اور جو شخص باتیں کر رہا ہو اس کی پیٹھ کی طرف نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے سفروں میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا سترہ بنا لیتے تھے۔

اور اگر آدمی کے سامنے مصحف یا تلوار لٹکی ہوئی ہو تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ ان دونوں کی عبادت نہیں کی جاتی لہٰذا اسی وجہ سے کراہت ثابت ہو جائے گی۔

تصویر والے بچھونے پر نماز پڑھنے کا بیان

(وَلَا بَأْسَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى بِسَاطٍ فِيهِ تَصَاوِيرُ) لِأَنَّ فِيهِ اسْتِهَانَةً بِالصُّوَرِ (وَلَا يَسْجُدُ عَلَى التَّصَاوِيرِ) لِأَنَّهُ يُشْبِهُ عِبَادَةَ الصُّورَةِ، وَأَطْلَقَ الْكَرَاهَةَ فِي الْأَصْلِ لِأَنَّ الْمُصَلَّى مُعَظَّمٌ.

(وَيُكْرَهُ أَنْ يَكُونَ فَوْقَ رَأْسِهِ فِي السَّقْفِ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ بِحِذَائِهِ تَصَاوِيرُ أَوْ صُورَةٌ مُعَلَّقَةٌ) لِحَدِيثِ جِبْرِيلَ: إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ أَوْ صُورَةٌ)، وَلَوْ كَانَتِ الصُّورَةُ صَغِيرَةً بِحَيْثُ لَا تَبْدُو لِلنَّاظِرِ لَا يُكْرَهُ لِأَنَّ الصِّغَارَ جِدًّا لَا تُعْبَدُ.

(وَإِذَا كَانَ التِّمْثَالُ مَقْطُوعَ الرَّأْسِ) أَيْ مَمْحُوَّ الرَّأْسِ (فَلَيْسَ بِتِمْثَالٍ) لِأَنَّهُ لَا يُعْبَدُ بِدُونِ الرَّأْسِ وَصَارَ كَمَا إِذَا صَلَّى إِلَى شَمْعٍ أَوْ سِرَاجٍ عَلَى مَا قَالُوا.

(وَلَوْ كَانَتِ الصُّورَةُ عَلَى وِسَادَةٍ مُلْقَاةٍ أَوْ عَلَى بِسَاطٍ مَفْرُوشٍ لَا يُكْرَهُ) لِأَنَّهَا تُدَاسُ وَتُوطَأُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَتِ الْوِسَادَةُ مَنْصُوبَةً أَوْ كَانَتْ عَلَى السُّتْرَةِ لِأَنَّهُ تَعْظِيمٌ لَهَا، وَأَشَدُّهَا كَرَاهَةً أَنْ تَكُونَ أَمَامَ الْمُصَلِّي ثُمَّ مِنْ فَوْقِ رَأْسِهِ ثُمَّ عَلَى يَمِينِهِ ثُمَّ عَلَى شِمَالِهِ ثُمَّ خَلْفَهُ.

(وَلَوْ لَبِسَ ثَوْبًا فِيهِ تَصَاوِيرُ يُكْرَهُ) لِأَنَّهُ يُشْبِهُ حَامِلَ الصَّنَمِ، وَالصَّلَاةُ جَائِزَةٌ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ

لِاسْتِجْمَاعِ شَرَائِطِهَا، وَتُعَادُ عَلَى وَجْهٍ غَيْرِ مَكْرُوهٍ، وَهٰذَا الْحُكْمُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ الْكَرَاهَةِ (وَلَا يُكْرَهُ تِمْثَالٌ غَيْرُ ذِي الرُّوحِ) لِأَنَّهُ لَا يُعْبَدُ

اور جس بچھونے پر تصویریں بنی ہوئی ہوں اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے تصویروں کی ذلت وحقارت ہے۔ اور وہ تصویر پر سجدہ نہ کرے کیونکہ یہ تصویر کی عبادت کے مشابہ ہوگا۔ جبکہ مبسوط میں مطلقاً مکروہ لکھا ہے اس لئے جائے نماز تعظیم والی چیز ہے۔

اور نماز کے سر کے اوپر چھت میں یا اس کے سامنے یا اس کے دائیں بائیں یا محض تصویر کا لٹکانا مکروہ ہے۔ اس وجہ کی بناء پر کہ حدیث جبرائیل ہے کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو۔ اور اگر تصویر اتنی چھوٹی ہے کہ دیکھنے والے کو دیکھائی نہ دے تو مکروہ نہیں۔ کیونکہ بہت ہی چھوٹی چیزوں کی عبادت نہیں کی جاتی۔

اور ایسی تصاویر جن کا سر کٹا ہوا یعنی مٹا ہوا ہو تو وہ تصاویر ہی نہیں ہیں۔ اور وہ اس طرح ہو جائیں گیں جس طرح کسی نے موم بتی یا چراغ کی طرف نماز پڑھی۔ اسی دلیل کی وجہ سے جو مشائخ نے کہا ہے۔

اور اگر تصویر کسی رکھے ہوئے تکیے یا بچھونے پر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تکیہ اور بچھونا بچھائے جاتے ہیں بخلاف اس کے کہ جب تکیہ لٹکا ہو یا تصویر پردے پر ہو۔ کیونکہ اس میں تصویر کی تعظیم ہے اور سب سے زیادہ کراہت اس صورت میں ہے کہ جب کوئی تصویر نمازی کے سامنے ہو۔ اس کے بعد نمازی کے سر کے اوپر ہو اس کے بعد نمازی کے دائیں پھر بائیں ہو اور پھر اس کے پیچھے ہو۔

اور ایسے کپڑے پہنے جس پر تصاویر ہوں تو مکروہ ہے اس لئے کہ یہ بُت اٹھانے والے کے مشابہ ہے۔ البتہ حکم صلوٰۃ ان تمام مکروہ صورتوں میں جائز ہے۔ کیونکہ اس میں تمام شرائط جمع ہیں۔ اور غیر مکروہ طریقہ پر نماز کا اعادہ کیا جائے گا۔ اور اسی طرح کا حکم ہر اس نماز کا ہے جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔ جبکہ غیر ذی روح چیز کی تصویر مکروہ نہیں کیونکہ اس کی عبادت نہیں کی جاتی۔

نماز کے دوران میں سانپ اور بچھو کو مارنے کا حکم

(وَلَا بَأْسَ بِقَتْلِ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ فِي الصَّلَاةِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اُقْتُلُوا الْأَسْوَدَيْنِ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي الصَّلَاةِ) وَلِأَنَّ فِيهِ إِزَالَةَ الشُّغْلِ فَأَشْبَهَ دَرْءَ الْمَارِّ وَيَسْتَوِي جَمِيعُ أَنْوَاعِ الْحَيَّاتِ هُوَ الصَّحِيحُ لِإِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا .

اور نماز میں سانپ اور بچھو کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو کالوں کا قتل کرو خواہ تم نماز میں ہو کیونکہ اس میں اشتغالیت کا ازالہ ہے۔ لہٰذا یہ گزرنے والے کو دفع کرنے کے مشابہ ہو گیا۔ اور سانپ کی تمام اقسام اسی حکم میں داخل ہیں۔ ہماری روایت کردہ حدیث کے مطلق ہونے کی وجہ سے یہی صحیح ہے۔

نماز میں تسبیحات کو شمار کرنے کا بیان

(وَيُكْرَهُ عَدُّ الْآيِ وَالتَّسْبِيحَاتِ بِالْيَدِ فِي الصَّلَاةِ) وَكَذٰلِكَ عَدُّ السُّوَرِ لِأَنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ مِنْ

اَعْمَالِ الصَّلٰوةِ ۔

وَعَنْ اَبِیْ یُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَّهٗ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ فِی الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ جَمِیعًا مُرَاعَاةً لِسُنَّةِ الْقِرَاءَةِ وَالْعَمَلِ بِمَا جَاءَتْ بِهِ السُّنَّةُ قُلْنَا یُمْكِنُهٗ اَنْ یَعُدَّ ذٰلِكَ قَبْلَ الشُّرُوعِ فَیَسْتَغْنِیَ عَنِ الْعَدِّ بَعْدَهٗ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ۔

اور نماز میں آیات اور تسبیحات کو ہاتھ کے ساتھ شمار کرنا مکروہ ہے۔ اور اسی طرح سورتوں کا شمار کرنا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ نماز کے کاموں میں سے نہیں ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے فرائض ونوافل میں قرأت مسنونہ کی رعایت اور اس حکم پر عمل ہوتا ہے جو سنت میں آیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ نمازی کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ نماز کو شروع کرنے سے پہلے شمار کرے لہٰذا بعد میں شمار کرنے کی اسے کوئی ضرورت نہیں۔ اور اللہ ہی سب سے بہتر جاننے والا ہے۔

فَصْلٌ فِی المکروھات خارج الصلوٰۃ

﴿یہ فصل نماز کے باہر والے مکروہات کے بیان میں ہے﴾

نماز سے باہر والے مکروہات کی مطابقت کا بیان

اس سے پہلے جس فصل کو مصنف نے بیان کیا ہے وہ نماز کے مکروہات کے بیان میں ہے اور اس کے بعد اس فصل میں مصنف ان مکروہات کو بیان کریں گے جو نماز سے باہر ہیں لیکن نماز سے ان تعلق ہے۔ لہٰذا اس لئے یہ بھی مکروہات ہیں۔ یعنی فی الصلوٰۃ مکروہات اصل ہیں اور یہ اس کے متعلق ہونے کی وجہ سے ان سے مؤخر ہیں۔

قضائے حاجت کی حالت میں استقبال قبلہ اور استدبار کی کراہیت کا بیان

" وَيُكْرَهُ اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ بِالْفَرْجِ فِي الْخَلَاءِ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ ذَلِكَ . وَالِاسْتِدْبَارُ يُكْرَهُ فِي رِوَايَةٍ لِمَا فِيهِ مِنْ تَرْكِ التَّعْظِيمِ، وَلَا يُكْرَهُ فِي رِوَايَةٍ لِأَنَّ الْمُسْتَدْبِرَ فَرْجُهُ غَيْرُ مُوَازٍ لِلْقِبْلَةِ . وَمَا يَنْحَطُّ مِنْهُ يَنْحَطُّ إِلَى الْأَرْضِ، بِخِلَافِ الْمُسْتَقْبِلِ لِأَنَّ فَرْجَهُ مُوَازٍ لَهَا وَمَا يَنْحَطُّ مِنْهُ يَنْحَطُّ إِلَيْهَا

اور بیت الخلاء میں شرم گاہ کو قبلہ کی طرف کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا بھی مکروہ ہے۔ اسلئے کہ اس کی وجہ سے ترک تعظیم لازم آتا ہے۔ جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ استدبار کرنے کی وجہ سے اس کی شرم گاہ قبلہ کے سامنے نہیں ہوتی۔ اور جو کچھ شرمگاہ سے گرتا ہے وہ زمین کی طرف گرتا ہے جبکہ استقبال میں قبلہ اس کے سامنے ہوتا ہے اور جو کچھ گرتا ہے اور قبلہ کی جانب گرتا ہے۔

مسجد کی چھت پر وطی وغیرہ کی ممانعت کا بیان

(وَتُكْرَهُ الْمُجَامَعَةُ فَوْقَ الْمَسْجِدِ وَالْبَوْلُ وَالتَّخَلِّي) لِأَنَّ سَطْحَ الْمَسْجِدِ لَهُ حُكْمُ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَصِحَّ الِاقْتِدَاءُ مِنْهُ بِمَنْ تَحْتَهُ، وَلَا يَبْطُلُ الِاعْتِكَافُ بِالصُّعُودِ إِلَيْهِ، وَلَا يَحِلُّ لِلْجُنُبِ الْوُقُوفُ عَلَيْهِ (وَلَا بَأْسَ بِالْبَوْلِ فَوْقَ بَيْتٍ فِيهِ مَسْجِدٌ) وَالْمُرَادُ مَا أُعِدَّ لِلصَّلَاةِ فِي الْبَيْتِ لِأَنَّهُ لَمْ يَأْخُذْ حُكْمَ الْمَسْجِدِ وَإِنْ نُدِبْنَا إِلَيْهِ .

مسجد کی چھت پر جماع کرنا اور پیشاب و پاخانہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ مسجد کی چھت بھی مسجد کا حکم رکھتی ہے اور

مسجد کی چھت پر ہونے والے شخص کی مسجد کے نیچے والے شخص کی اقتداء کرنا صحیح ہے۔ اور چھت پر چڑھنے کی وجہ سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔ اور جنبی کے لئے مسجد کی چھت پر کھڑا ہونا جائز نہیں۔

ایسے گھر کی چھت پر پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں جس میں مسجد ہو اور یہاں مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جو اس نے گھر میں نماز کے لئے مقرر کر رکھی ہے۔ کیونکہ اس جگہ نے مسجد کا حکم نہیں لیا ہے اگر چہ ہمیں گھروں میں مسجدیں بنانے کی ترغیب دی گئی ہے

مساجد کے دروازوں کو بند کرنے کے حکم و جود علت و معدوم علت کا بیان

(وَيُكْرَهُ اَنْ يُغْلَقَ بَابُ الْمَسْجِدِ): لِاَنَّهُ يُشْبِهُ الْمَنْعَ مِنَ الصَّلَاةِ، وَقِيلَ لَا بَأْسَ بِهِ اِذَا خِيفَ عَلَى مَتَاعِ الْمَسْجِدِ فِي غَيْرِ اَوَانِ الصَّلَاةِ (وَلَا بَأْسَ اَنْ يُنْقَشَ الْمَسْجِدُ بِالْجِصِّ وَالسَّاجِ وَمَاءِ الذَّهَبِ) وَقَوْلُهُ لَا بَأْسَ يُشِيرُ اِلَى اَنَّهُ لَا يُؤْجَرُ عَلَيْهِ لٰكِنَّهُ لَا يَأْثَمُ بِهِ، وَقِيلَ هُوَ قُرْبَةٌ وَهٰذَا اِذَا فَعَلَ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ، اَمَّا الْمُتَوَلِّي فَيَفْعَلُ مِنْ مَالِ الْوَقْفِ مَا يَرْجِعُ اِلَى اِحْكَامِ الْبِنَاءِ دُوْنَ مَا يَرْجِعُ اِلَى النَّقْشِ حَتّٰى لَوْ فَعَلَ يَضْمَنُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور مسجد کے دروازے کو بند کرنا مکروہ ہے کیونکہ نماز سے روکنے کے ساتھ مشتبہ ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب مسجد کے سامان کے چوری ہونے کا خوف ہو تو سوائے نمازوں کے اوقات کے بند کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مسجد کے نقوش گچ، سال کی لکڑی اور سونے کے پانی کے ساتھ سجانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ''لا باس'' سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نقش ونگار بنانے والے کو کوئی اجرت نہیں دی جائے گی۔ مگر وہ اس کی وجہ سے گناہگار بھی نہیں ہوگا۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ عبارت اس وقت ہے جب اس نے اپنے ذاتی مال سے ایسا کیا ہو۔ جبکہ متولی کے پاس وقف کا مال ہوتا ہے اور وہ صرف مسجد کی عمارت کی مضبوطی کے لئے کام کرائے گا اور اس کے نقش ونگار کے لئے کام نہیں کرا سکتا۔ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ ضامن ہوگا۔ اللہ ہی سب سے زیادہ صحیح کو جاننے والا ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الْوِتْرِ

﴿یہ باب نماز وتر کے بیان میں ہے﴾

باب صلوٰۃ وتر کی مطابقت کا بیان

مصنف رحمۃ اللہ نے نماز فرض کے متعلق ہر طرح کے احکام بیان کر دیے ہیں۔ اور ان سے فراغت کے بعد یہاں سے اس نماز کا بیان شروع کر رہے ہیں۔ جو مرتبے میں فرائض سے کم جبکہ نوافل سے زیادہ ہے۔ لہٰذا اسی وجہ سے یہ باب سابقہ ابواب سے مؤخر اور مابعد ابواب سے مقدم ہوا ہے۔

لفظ وتر کے معنی کا بیان

وتر (لفظ وتر میں واؤ کو زیر اور زبر دونوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں مگر زیر کے ساتھ پڑھنا زیادہ مشہور ہے۔ (ہر اس نماز کو کہہ سکتے ہیں جس میں طاق رکعتیں ہوں مگر فقہاء کے ہاں وتر اسی خاص نماز کو کہتے ہیں جس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے جو عام طور پر عشاء کے فوراً بعد ہی پڑھی جاتی ہے اور اس باب میں اسی نماز وتر کا بیان ہوگا۔

وتر واجب ہے یا سنت ہے

(اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا سُنَّةٌ) لِظُهُوْرِ آثَارِ السُّنَنِ فِیْهِ حَیْثُ لَا یُكَفَّرُ جَاحِدُهٗ وَلَا یُؤَذَّنُ لَهٗ .

وَلِاَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَوْلُهٗ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی زَادَكُمْ صَلَاةً اَلَا وَهِیَ الْوِتْرُ، فَصَلُّوْهَا مَا بَیْنَ الْعِشَاءِ اِلٰی طُلُوْعِ الْفَجْرِ) اَمْرٌ وَهُوَ لِلْوُجُوْبِ، وَلِهٰذَا وَجَبَ الْقَضَاءُ بِالْاِجْمَاعِ، وَاِنَّمَا لَمْ یُكَفَّرْ جَاحِدُهٗ لِاَنَّ وُجُوْبَهٗ ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ وَهُوَ الْمَعْنِیُّ بِمَا رُوِیَ عَنْهُ اَنَّهٗ سُنَّةٌ وَهُوَ یُؤَدّٰی فِیْ وَقْتِ الْعِشَاءِ فَاكْتَفٰی بِاَذَانِهٖ وَاِقَامَتِهٖ .

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وتر واجب ہے جبکہ صاحبین نے فرمایا: کہ سنت ہے۔ کیونکہ اس میں سنن کے آثار ظاہر ہیں۔ لہٰذا وتر کا منکر کافر نہ ہوگا اور نہ ہی وتر کے لئے اذان دی جائے گی۔

اور سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ کی ہے۔ سنو وہ وتر ہے۔ لہٰذا تم اس کو عشاء اور طلوع فجر کے درمیان پڑھو۔ اس حدیث میں امر ہے اور وہ وجوب کے لئے آتا ہے اور اسی وجہ سے بہ اجماع اس کی قضاء واجب ہے۔ اور اس کے منکر کو کافر اس لئے نہیں قرار دیا کیونکہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہوا ہے۔ اور جو

روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سنت ہونے کی بیان کی گئی ہے اس کا بھی یہی معنی ہے۔ اور وتر عشاء کے وقت میں ادا کیا جاتا ہے لہٰذا اس کی اذان و اقامت اس کے لئے کافی ہے۔

وتر کی تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں

قَالَ (الْوِتْرُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ لَا يُفْصَلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ) لِمَا رَوَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ) وَحَكَى الْحَسَنُ رَحِمَهُ اللّٰهُ إِجْمَاعَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى الثَّلَاثِ، هٰذَا أَحَدُ أَقْوَالِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَفِي قَوْلٍ يُوتِرُ بِتَسْلِيمَتَيْنِ هُوَ قَوْلُ مَالِكٍ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِمَا مَا رَوَيْنَاهُ

(وَيَقْنُتُ فِي الثَّالِثَةِ قَبْلَ الرُّكُوعِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ بَعْدَهُ لِمَا رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَنَتَ فِي آخِرِ الْوِتْرِ وَهُوَ بَعْدَ الرُّكُوعِ. وَلَنَا مَا رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ، وَمَا زَادَ عَلَى نِصْفِ الشَّيْءِ آخِرُهُ

📖 وتر کی تین رکعات ہیں وہ ان کے درمیان سلام سے فصل نہ کرے۔ کیونکہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔ اور امام حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین رکعات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔
اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول اسی طرح ہے۔ جبکہ دوسرے قول کے مطابق وہ دو سلاموں کے ساتھ وتر پڑھے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ اور ان دونوں اقوال کے خلاف دلیل وہی ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔
اور وہ دعائے قنوت تیسری رکعت میں رکوع کرنے سے پہلے پڑھے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رکوع کے بعد پڑھے۔ اس لئے کہ یہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وتر کے آخر میں قنوت کو پڑھا۔ اور رکوع کے بعد ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت کی گئی ہے نبی کریم ﷺ نے رکوع سے پہلے قنوت کو پڑھا۔ اور جو چیز کسی چیز کے نصف سے بڑھ جائے وہ شئی کا آخر ہوا کرتی ہے۔

دعائے قنوت پورا سال پڑھی جائے گی

وَيَقْنُتُ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي غَيْرِ النِّصْفِ الْأَخِيرِ مِنْ رَمَضَانَ (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِينَ عَلَّمَهُ دُعَاءَ الْقُنُوتِ اجْعَلْ هٰذَا فِي وِتْرِكَ) مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ .

(وَيَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ) مِنَ الْوِتْرِ (فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ) (وَإِنْ أَرَادَ أَنْ يَقْنُتَ كَبَّرَ) لِأَنَّ الْحَالَةَ قَدِ اخْتَلَفَتْ (وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَنَتَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ) وَذَكَرَ مِنْهَا الْقُنُوتَ (وَلَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةٍ غَيْرِهَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الْفَجْرِ لِمَا رَوَى ابْنُ مَسْعُودٍ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ

عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَنَتَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ شَهْرًا) ثُمَّ تَرَكَهُ

اور وہ پورا سال دعائے قنوت پڑھے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان المبارک نصف آخیر کے سوا میں اختلاف کیا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دعائے قنوت سکھائی تو فرمایا: اس کو اپنے وتر میں پڑھو۔ اس میں کوسا تفصیل نہیں بیان کی گئی۔

اور وہ وتر کی ہر رکعت میں فاتحہ اور کئی سورت پڑھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "" اور اگر وہ قنوت پڑھنے کا ارادہ کرے تو قنوت پڑھے۔ کیونکہ حال بدل گیا اور رفع یدین کرے اور قنوت پڑھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاتھ صرف سات مقامات پر اٹھائے جائیں اور ان میں آپ نے قنوت کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ پڑھی جائے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ فجر میں بھی قنوت پڑھی جائے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ماہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھی پھر اسے چھوڑ دیا۔

فجر میں قنوت کی منسوخیت کا بیان

(فَإِنْ قَنَتَ الْإِمَامُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَسْكُتُ مَنْ خَلْفَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ يُتَابِعُهُ) لِأَنَّهُ تَبَعٌ لِإِمَامِهِ، وَالْقُنُوتُ مُجْتَهَدٌ فِيهِ .
وَلَهُمَا أَنَّهُ مَنْسُوخٌ وَلَا مُتَابَعَةَ فِيهِ، ثُمَّ قِيلَ يَقِفُ قَائِمًا لِيُتَابِعَهُ فِيمَا تَجِبُ مُتَابَعَتُهُ، وَقِيلَ يَقْعُدُ تَحْقِيقًا لِلْمُخَالَفَةِ لِأَنَّ السَّاكِتَ شَرِيكُ الدَّاعِي وَالْأَوَّلُ أَظْهَرُ .
وَدَلَّتِ الْمَسْأَلَةُ عَلَى جَوَازِ الِاقْتِدَاءِ بِالشَّفْعَوِيَّةِ وَعَلَى الْمُتَابَعَةِ فِي قِرَاءَةِ الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ، وَإِذَا عَلِمَ الْمُقْتَدِي مِنْهُ مَا يَزْعُمُ بِهِ فَسَادَ صَلَاتِهِ كَالْفَصْدِ وَغَيْرِهِ لَا يُجْزِئُهُ الِاقْتِدَاءُ بِهِ، وَالْمُخْتَارُ فِي الْقُنُوتِ الْإِخْفَاءُ لِأَنَّهُ دُعَاءٌ" وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اگر امام نے فجر کی نماز میں قنوت پڑھی تو طرفین کے نزدیک پیچھے والے خاموش رہیں گے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ وہ اس کی اتباع کریں گے۔ کیونکہ وہ اپنے امام کے تابع ہیں۔ اور قنوت خود مجتہد فیہ مسئلہ ہے۔
اور طرفین کی دلیل یہ ہے قنوت منسوخ ہے اور منسوخ مسئلے میں اتباع نہیں کی جاتی۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ مقتدی ٹھہر جائے اور اس کے امام کی اتباع کرے جس کی اتباع واجب نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مقتدی بیٹھ جائے تاکہ مخالفت ثابت ہو جائے۔ کیونکہ خاموش رہنے داعی شرکت ہوتا ہے۔ اور پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔
فقہ شافعی اپنانے والے امام کے پیچھے اقتداء کے جواز میں اس مسئلہ نے دلالت کی ہے۔ لہٰذا وتر میں وہ قنوت کی قرأت میں اس کی اتباع کرے۔ اور جب مقتدی (حنفی) کو امام (شافعی رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں ایسی بات معلوم ہو جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ جس طرح فصد وغیرہ ہیں۔ تو اس کی اقتداء کرنا کافی نہ ہوگا۔ اور مختار قنوت میں اخفاء ہے کیونکہ یہ دعا ہے۔ اللہ ہی سے زیادہ جاننے والا ہے۔

باب النوافل

﴿یہ باب نوافل کے بیان میں ہے﴾

نوافل کے باب کی مطابقت کا بیان

اس سے پہلے مصنف نے فرائض نمازیں اور اس کے واجب نماز جیسے وتر ہے اس کو بیان کیا ہے اور ان کے بعد سنن ونوافل کو بیان کررہے ہیں۔تاکہ نمازوں کی شرعی حیثیت کے مطابق ان کے مرتبے کو برقرار رکھا جائے۔

سنن ونوافل نماز کی رکعتوں وتعداد کا بیان

والسنة ركعتان في الفجر (وَاَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَبَعْدَهَا رَكْعَتَانِ، وَاَرْبَعٌ قَبْلَ الْعَصْرِ، وَاِنْ شَاءَ رَكْعَتَيْنِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَاَرْبَعٌ قَبْلَ الْعِشَاءِ، وَاَرْبَعٌ بَعْدَهَا، وَاِنْ شَاءَ رَكْعَتَيْنِ) وَالْاَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (مَنْ ثَابَرَ عَلَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ) " وَفَسَّرَ عَلَى نَحْوِ مَا ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ، غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ الْاَرْبَعَ قَبْلَ الْعَصْرِ فَلِهٰذَا سَمَّاهُ فِي الْاَصْلِ حَسَنًا وَخَيَّرَ لِاخْتِلَافِ الْاٰثَارِ، وَالْاَفْضَلُ هُوَ الْاَرْبَعُ وَلَمْ يَذْكُرْ الْاَرْبَعَ قَبْلَ الْعِشَاءِ فَلِهٰذَا كَانَ مُسْتَحَبًّا لِعَدَمِ الْمُوَاظَبَةِ، وَذَكَرَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَفِي غَيْرِهِ ذَكَرَ الْاَرْبَعَ فَلِهٰذَا خَيَّرَ، اِلَّا اَنَّ الْاَرْبَعَ اَفْضَلُ خُصُوصًا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَى مَا عُرِفَ مِنْ مَذْهَبِهِ، وَالْاَرْبَعُ قَبْلَ الظُّهْرِ بِتَسْلِيمَةٍ وَاحِدَةٍ عِنْدَنَا، كَذَا قَالَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ .

اور فجر سے پہلے دو رکعتیں،ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں اور عصر سے پہلے چار رکعتیں اور اگر چاہے تو دو رکعتیں پڑھے اور مغرب کے بعد دو اور عشاء سے پہلے چار اور چار اس کے بعد اور اگر چاہے تو اس کے بعد دو رکعتیں پڑھے۔اور اس کی اصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے دن رات میں بارہ رکعتوں پر دوام اختیار کیا اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔اور جو آپ ﷺ نے اس کی تفسیر بیان فرمائی ہے وہی کتاب میں ذکر ہوئی ہے۔لیکن آپ ﷺ نے عصر کے پہلے والی چار رکعتوں کا ذکر نہیں فرمایا۔اس لئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان چار رکعتوں کا نام مبسوط میں حسن رکھا ہے۔اور اختلاف آثار کی وجہ سے اختیار ہے جبکہ افضل یہ ہے کہ وہ چار رکعتیں پڑھے۔اور عشاء سے پہلے والی بھی چار رکعتوں کا ذکر بھی نہیں ہوا ہے۔لہٰذا وہ چار مستحب ہوگئیں۔کیونکہ چار رکعتوں پر مواظبت نہیں پائی جاتی۔اور ذکر کردہ حدیث میں عشاء کے بعد دو رکعتوں کا

ذکر ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں چار رکعات کا بھی ذکر ہے۔ اس دلیل کے پیشِ نظر اس میں اختیار دیا گیا ہے لیکن چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔ خاص طور پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب معروف یہی ہے۔ اور ظہر سے پہلے چار ہمارے نزدیک ایک سلام کے ساتھ ہیں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

شب و روز کے نوافل کا بیان

قَالَ (وَنَوَافِلُ النَّهَارِ اِنْ شَاءَ صَلّٰى بِتَسْلِيْمَةٍ رَكْعَتَيْنِ وَاِنْ شَاءَ اَرْبَعًا) وَتُكْرَهُ الزِّيَادَةُ عَلٰى ذٰلِكَ . وَاَمَّا نَافِلَةُ اللَّيْلِ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اِنْ صَلّٰى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيْمَةٍ جَازَ، وَتُكْرَهُ الزِّيَادَةُ، وَقَالَا: لَا يَزِيْدُ فِي اللَّيْلِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ بِتَسْلِيْمَةٍ .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ لَمْ يَذْكُرِ الثَّمَانِيَ فِيْ صَلَاةِ اللَّيْلِ، وَدَلِيْلُ الْكَرَاهَةِ اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ، وَلَوْلَا الْكَرَاهَةُ لَزَادَ تَعْلِيْمًا لِلْجَوَازِ، وَالْاَفْضَلُ فِي اللَّيْلِ عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَفِي النَّهَارِ اَرْبَعٌ اَرْبَعٌ، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْهِمَا مَثْنٰى مَثْنٰى، وَعِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْهِمَا اَرْبَعٌ اَرْبَعٌ .

لِلشَّافِعِيِّ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى) " وَلَهُمَا الْاِعْتِبَارُ بِالتَّرَاوِيْحِ، وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْعِشَاءِ اَرْبَعًا اَرْبَعًا) " رَوَتْهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَكَانَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يُوَاظِبُ عَلَى الْاَرْبَعِ فِي الضُّحٰى، وَلِاَنَّهُ اَدْوَمُ تَحْرِيْمَةً فَيَكُوْنُ اَكْثَرَ مَشَقَّةً وَاَزْيَدَ فَضِيْلَةً لِهٰذَا لَوْ نَذَرَ اَنْ يُصَلِّيَ اَرْبَعًا بِتَسْلِيْمَةٍ لَا يَخْرُجُ عَنْهُ بِتَسْلِيْمَتَيْنِ، وَعَلَى الْقَلْبِ يَخْرُجُ وَالتَّرَاوِيْحُ تُؤَدّٰى بِجَمَاعَةٍ فَيُرَاعٰى فِيْهَا جِهَةُ التَّيْسِيْرِ، وَمَعْنٰى مَا رَوَاهُ شَفْعًا لَا وِتْرًا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور دن کے نوافل خواہ وہ ایک سلام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے۔ اور اگر چاہے تو چار پڑھے۔ اور اس سے زیادہ مکروہ ہے۔ بہر حال رات کو نوافل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعتیں پڑھے تب بھی جائز ہے۔ اور اس پر زیادتی کرنا مکروہ ہے اور صاحبین نے فرمایا: کہ رات کے نوافل ایک سلام کے ساتھ دو رکعات سے زیادہ نہ کرے۔ جبکہ جامع صغیر میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ آٹھ رکعتیں نوافل کا ذکر نہیں کیا۔ اور ان کی کراہت کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر زیادتی نہیں کی۔ اگر کراہت نہ ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جواز کی تعلیم کے طور زیادہ کرتے۔ لہٰذا صاحبین کے نزدیک رات کے نوافل دو، دو، رکعتیں پڑھنا افضل ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شب و روز دونوں کے نوافل میں دو، دو رکعتیں ہیں۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں میں چار، چار رکعتیں ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ شب وروز کی نماز دو، دو رکعتیں ہیں۔ جبکہ صاحبین نے اس کو تراویح پر قیاس کیا ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ یہ روایت حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت میں چار رکعتوں پر دوام فرمایا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ تحریمہ کے اعتبار سے دوام ہے۔ اس لئے کہ مشقت بھی زیادہ ہو اور فضیلت بھی زیادہ ہو۔ لہٰذا اگر کسی نے نذر مانی کہ وہ ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھے گا۔ تو دو سلاموں کے ساتھ چار رکعتیں پڑھ کر اس نذر سے نہیں نکل سکتا۔ جبکہ اس کے برعکس وہ نکل جائے گا۔ اور تراویح کی جماعت کے ساتھ ادا ہونے کی وجہ سے اس میں سہولت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث کا معنی "جوڑا" ہے طاق نہیں ہے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

فَصْلٌ فِى الْقِرَاءَةِ

﴿یہ فصل قرأت کے بیان میں ہے﴾

قرأت کے بیان والی فصل کی مطابقت کا بیان

فرائض، واجبات اور نوافل کو بیان کرنے کے بعد قرأت والی فصل کو لانے کی وجہ یہ ہے کہ قرأت چونکہ ان تینوں قسم کی نمازوں میں مختلف احکام کے ساتھ مشروع ہوئی ہے۔ لہٰذا اس فصل کو ان تینوں نمازوں سے مؤخر کیا ہے۔ تا کہ احکام قرأت کو ان نمازوں کی شرعی حیثیت کے ساتھ سمجھا جائے۔ فرائض میں قرأت کا حکم واجبات وسنن ونوافل سے مختلف ہے۔

فرض نمازوں میں قرأت کا بیان

(الْقِرَاءَةُ فِى الْفَرْضِ وَاجِبَةٌ فِى الرَّكْعَتَيْنِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِى الرَّكَعَاتِ كُلِّهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةٍ، وَكُلُّ رَكْعَةٍ صَلَاةٌ" وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِى ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ إِقَامَةً لِلْأَكْثَرِ مَقَامَ الْكُلِّ تَيْسِيرًا.

وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالَى (فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ) وَالْأَمْرُ بِالْفِعْلِ لَا يَقْتَضِى التَّكْرَارَ، وَإِنَّمَا أَوْجَبْنَا فِى الثَّانِيَةِ اسْتِدْلَالًا بِالْأُولَى لِأَنَّهُمَا يَتَشَاكَلَانِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، فَأَمَّا الْأُخْرَيَانِ فَيُفَارِقَانِهِمَا فِى حَقِّ السُّقُوطِ بِالسَّفَرِ، وَصِفَةِ الْقِرَاءَةِ وَقَدْرِهَا فَلَا يَلْحَقَانِ بِهِمَا، وَالصَّلَاةُ فِيمَا رُوِىَ مَذْكُورَةٌ تَصْرِيحًا فَتَنْصَرِفُ إِلَى الْكَامِلَةِ وَهِىَ الرَّكْعَتَانِ عُرْفًا كَمَنْ حَلَفَ لَا يُصَلِّى صَلَاةً بِخِلَافِ مَا إِذَا حَلَفَ لَا يُصَلِّى

فرض کی دو رکعتوں میں قرأت واجب ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس کی تمام رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرأت کے بغیر نماز ہی نہیں۔ اور ہر رکعت نماز ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تین رکعتوں میں فرض ہے۔ کیونکہ آسانی کے پیش نظر اکثر کو کل کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے۔

اور ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کا فرمان "فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ" اور امر بالفعل تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا۔ لہٰذا ہم نے پہلی سے استدلال کرتے ہوئے دوسری میں قرأت کو واجب کر لیا۔ کیونکہ یہ دونوں رکعتیں ہر طرح سے ہم شکل ہیں۔ بہر حال آخری دو رکعتیں تو وہ سفر کے ساتھ حق سقوط اور صفت قرأت اور اس کی مقدار میں جدا ہو گئیں۔ لہٰذا ان دونوں کو پہلی دونوں کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے گا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث میں لفظ "صلوٰۃ" کے صریح ہونے کی وجہ سے اس کو صلوٰۃ کاملہ کی طرف

پھیر دیا جائے گا۔ اور عرف میں بھی دو رکعتیں ہیں۔ جس طرح کسی نے قسم کھائی کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا بخلاف اس کے کہ جب اس نے "لایصلی" کہہ کر قسم کھائی۔

فرائض کی آخری دو رکعتوں میں قرأت کا بیان

(وَهُوَ مُخَيَّرٌ فِي الْأُخْرَيَيْنِ) مَعْنَاهُ إِنْ شَاءَ سَكَتَ وَإِنْ شَاءَ قَرَأَ وَإِنْ شَاءَ سَبَّحَ، كَذَا رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَهُوَ الْمَأْثُورُ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ إِلَّا أَنَّ الْأَفْضَلَ أَنْ يَقْرَأَ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ دَاوَمَ عَلَى ذٰلِكَ، وَلِهٰذَا لَا يَجِبُ السَّهْوُ بِتَرْكِهَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ .

اور اسے آخری دو رکعتوں میں اختیار ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو خاموش رہے اور اگر وہ چاہے تو پڑھے۔ اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے اسی طرح حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ اور اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا گیا ہے۔ جبکہ فضیلت قرأت کرنے کو ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی ہے۔ لہٰذا اسی دلیل کی بنیاد پر ظاہر الروایہ کے مطابق ترک قرأت کی وجہ سے سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔

نوافل کی تمام رکعتوں میں وجوب قرأت کا بیان

(وَالْقِرَاءَةُ وَاجِبَةٌ فِي جَمِيعِ رَكَعَاتِ النَّفْلِ وَفِي جَمِيعِ الْوِتْرِ) أَمَّا النَّفْلُ فَلِأَنَّ كُلَّ شَفْعٍ مِنْهُ صَلَاةٌ عَلَى حِدَةٍ، وَالْقِيَامُ إِلَى الثَّالِثَةِ كَتَحْرِيمَةٍ مُبْتَدَأَةٍ، وَلِهٰذَا لَا يَجِبُ بِالتَّحْرِيمَةِ الْأُولَى إِلَّا رَكْعَتَانِ فِي الْمَشْهُورِ عَنْ أَصْحَابِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ، وَلِهٰذَا قَالُوا يُسْتَفْتَحُ فِي الثَّالِثَةِ، وَأَمَّا الْوِتْرُ فَلِلِاحْتِيَاطِ .

قَالَ (وَمَنْ شَرَعَ فِي نَافِلَةٍ ثُمَّ أَفْسَدَهَا قَضَاهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا قَضَاءَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ فِيهِ وَلَا لُزُومَ عَلَى الْمُتَبَرِّعِ .وَلَنَا أَنَّ الْمُؤَدَّى وَقَعَ قُرْبَةً فَيَلْزَمُ الْإِتْمَامُ ضَرُورَةَ صِيَانَتِهِ عَنِ الْبُطْلَانِ

نفل اور وتر کی تمام رکعتوں میں قرأت واجب ہے۔ نفل کی ہر رکعت میں وجوب قرأت اس لئے ہے کہ اس کی ہر رکعت الگ نماز ہے۔ اور تیسری رکعت میں کھڑا ہونا نئے سرے تحریمہ کی مثل ہے۔ اسی لئے ہمارے اصحاب کے مشہور قول کے مطابق پہلی تحریمہ سے صرف دو رکعتیں واجب ہوتی ہیں۔ اور اسی کی بنیاد پر مشائخ نے کہا ہے کہ تیسری رکعت میں "ثناء" پڑھے۔ اور وتر کا حکم احتیاط کی وجہ سے ہے۔

فرمایا: جس نے نفل شروع کیے پھر ان کو توڑ دیا تو وہ ان کی قضاء کرے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس پر کوئی قضاء

نہیں۔ کیونکہ وہ فضیلت ہے۔ اور فضیلت کا اس پر لزوم نہیں۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ اس نے جس قدر نفل ادا کیا وہ قربت واقع ہوگیا لہٰذا بطور ضرورت اس کو بطلان سے محفوظ رکھنا لازمی ہے۔

چار نفل پڑھنے والے نے جب دوسری دو کو فاسد کر دیا:

(وَاِنْ صَلّٰى اَرْبَعًا وَقَرَاَ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَقَعَدَ ثُمَّ اَفْسَدَ الْاُخْرَيَيْنِ قَضٰى رَكْعَتَيْنِ) لِاَنَّ الشَّفْعَ الْاَوَّلَ قَدْ تَمَّ، وَالْقِيَامُ اِلَى الثَّالِثَةِ بِمَنْزِلَةِ تَحْرِيمَةٍ مُبْتَدَاَةٍ فَيَكُونُ مُلْزِمًا، هٰذَا اِذَا اَفْسَدَ الْاُخْرَيَيْنِ بَعْدَ الشُّرُوعِ فِيهِمَا، وَلَوْ اَفْسَدَ قَبْلَ الشُّرُوعِ فِي الشَّفْعِ الثَّانِي لَا يَقْضِي الْاُخْرَيَيْنِ: وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ يَقْضِي اعْتِبَارًا لِلشُّرُوعِ بِالنَّذْرِ۔

وَلَهُمَا اَنَّ الشُّرُوعَ يَلْزَمُ مَا شُرِعَ فِيهِ وَمَا لَا صِحَّةَ لَهُ اِلَّا بِهِ، وَصِحَّةُ الشَّفْعِ الْاَوَّلِ لَا تَتَعَلَّقُ بِالثَّانِي، بِخِلَافِ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَعَلٰى هٰذَا سُنَّةُ الظُّهْرِ لِاَنَّهَا نَافِلَةٌ وَقِيلَ يَقْضِي اَرْبَعًا احْتِيَاطًا لِاَنَّهَا بِمَنْزِلَةِ صَلَاةٍ وَاحِدَةٍ۔

اور اگر اس نے چار رکعت نفل شروع کیے اور اس نے دو میں قرأت کی پھر اس نے قعدہ کیا اور پھر اس نے آخری دو کو فاسد کر دیا تو وہ دو رکعتوں کی قضاء کرے۔ کیونکہ پہلا شفع مکمل ہو چکا ہے اور تیسری رکعت کی طرف قیام نئی تحریمہ کے مقام میں ہے لہٰذا وہی اس کی دو رکعتوں کو لازم کرنے والا ہے۔ اور یہ حکم قضاء اس وقت ہے جب اس نے آخری دو کو شروع کرنے کے بعد فاسد کیا ہو۔ اور اگر اس نے شفع ثانی شروع کرنے سے پہلے فاسد کیا ہے تو آخری دو کی قضاء نہیں ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نذر پر قیاس کرتے ہوئے قضاء کا حکم دیتے ہیں۔

اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ شروع کر لینا یہی لازم کرتا ہے جس میں شروع ہوا ہے۔ اور وہ تو اس کے بغیر صحیح ہی نہیں ہوتا۔ اور شفع اول کی صحت کا شفع ثانی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ بخلاف رکعت ثانیہ کے۔ اسی اختلاف کے مطابق ظہر کی سنت ہے کیونکہ وہ نفل ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بطور احتیاط وہ چار کی قضاء کرے کیونکہ وہ ایک ہی نماز کے درجے میں ہیں۔

چار رکعتوں میں سے کسی میں قرأت نہ کرنے کا بیان وحکم:

(وَاِنْ صَلّٰى اَرْبَعًا وَلَمْ يَقْرَاْ فِيهِنَّ شَيْئًا اَعَادَ رَكْعَتَيْنِ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقْضِي اَرْبَعًا،

وَهٰذِهِ الْمَسْاَلَةُ عَلٰى ثَمَانِيَةِ اَوْجُهٍ: وَالْاَصْلُ فِيهَا اَنَّ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَرْكَ الْقِرَاءَةِ فِي الْاُوْلَيَيْنِ اَوْ فِي اِحْدَاهُمَا يُوجِبُ بُطْلَانَ التَّحْرِيمَةِ لِاَنَّهَا تُعْقَدُ لِلْاَفْعَالِ وَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَرْكُ الْقِرَاءَةِ فِي الشَّفْعِ الْاَوَّلِ لَا يُوجِبُ بُطْلَانَ التَّحْرِيمَةِ، وَاِنَّمَا يُوجِبُ فَسَادَ

الْاَدَاءِ لِاَنَّ الْقِرَاءَ ةَ رُكْنٌ زَائِدٌ، اَلا تَرٰى اَنَّ الصَّلَاةَ وُجُودًا بِدُوْنِهَا غَيْرَ اَنَّهُ لا صِحَّةَ لِلْاَدَاءِ اِلَّا بِهَا، وَفَسَادُ الْاَدَاءِ لا يَزِيدُ عَلٰى تَرْكِهِ فَلَا يُبْطِلُ التَّحْرِيمَةَ ـ

وَعِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَرْكُ الْقِرَاءَ ةِ فِى الْاُولَيَيْنِ يُوجِبُ بُطْلَانَ التَّحْرِيمَةِ، وَفِى اِحْدَاهُمَا لا يُوجِبُ لِاَنَّ كُلَّ شَفْعٍ مِنَ التَّطَوُّعِ صَلَاةٌ عَلٰى حِدَةٍ وَفَسَادُهَا بِتَرْكِ الْقِرَاءَ ةِ فِى رَكْعَةٍ وَاحِدَةٍ مُجْتَهَدٌ فِيهِ فَقَضَيْنَا بِالْفَسَادِ فِى حَقِّ وُجُوبِ الْقَضَاءِ وَحَكَمْنَا بِبَقَاءِ التَّحْرِيمَةِ فِى حَقِّ لُزُومِ الشَّفْعِ الثَّانِى احْتِيَاطًا، اِذَا ثَبَتَ هٰذَا نَقُولُ: اِذَا لَمْ يَقْرَأْ فِى الْكُلِّ قَضٰى رَكْعَتَيْنِ عِنْدَهُمَا لِاَنَّ التَّحْرِيمَةَ قَدْ بَطَلَتْ بِتَرْكِ الْقِرَاءَ ةِ فِى الشَّفْعِ الْاَوَّلِ عِنْدَهُمَا فَلَمْ يَصِحَّ الشُّرُوعُ فِى الشَّفْعِ الثَّانِى وَبَقِيَتْ عِنْدَ اَبِىْ يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَصَحَّ الشُّرُوعُ فِى الشَّفْعِ الثَّانِى ثُمَّ اِذَا فَسَدَ الْكُلُّ بِتَرْكِ الْقِرَاءَ ةِ فِيهِ فَعَلَيْهِ قَضَاءُ الْاَرْبَعِ عِنْدَهُ ـ

طرفین کے نزدیک جب کسی شخص نے چار رکعتیں نفل اس طرح پڑھیں کہ ان میں کسی رکعت میں بھی قرأت نہیں کی۔تو وہ دو رکعتوں کا اعادہ کرے۔جبکہ امام ابو یوسف ؒ کے نزدیک وہ چار رکعتوں کی قضاء کرے۔

اس مسئلہ کی آٹھ صورتیں ہیں۔اور قانون اس میں یہ ہے کہ امام محمد ؒ کے نزدیک پہلی رکعت میں یا ان میں سے کسی ایک میں قرأت کو چھوڑنا تحریمہ کو باطل کرنے کا موجب ہے۔کیونکہ تحریمہ افعال (نماز) کو باندھنے والی ہے۔جبکہ امام ابو یوسف ؒ کے نزدیک پہلے شفع میں ترک قرأت تحریمہ کو باطل کرنے کا موجب نہیں ہے۔بلکہ فساد ادا کا موجب ہے کیونکہ قرأت رکن زائد ہے۔کیا آپ نہیں دیکھتے کہ قرأت کے بغیر بھی وجود صلوٰۃ ہے۔لیکن قرأت کے بغیر اس کی ادائیگی صحیح نہیں۔اور ادا کا فاسد ہونا ترک ادا سے زیادہ نقصان دہ نہیں ہے۔لہٰذا تحریمہ باطل نہ ہوگی۔

اور امام اعظم ؒ کے نزدیک پہلی دونوں میں ترک قرأت تحریمہ کو باطل کرنے کا موجب ہے۔اور ان میں سے کسی ایک میں ترک قرأت تحریمہ کو باطل کرنے والا نہیں ہے۔کیونکہ نفل کا ہر شفع الگ نماز ہے اور ایک رکعت میں ترک قرأت کی وجہ سے فساد مختلف فیہ ہے۔

لہٰذا ہم نے حکم فساد وجوب قضاء کے حق میں دے دیا۔اور احتیاط کے پیش نظر تحریمہ کی بقاء کا حکم شفع ثانی کے لزوم کے حق میں دے دیا۔جب اصول ثابت ہو چکا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ طرفین کے نزدیک تمام رکعتوں کی صورت میں دو رکعتوں کی قضاء کرے۔کیونکہ ان کے نزدیک پہلا شفع میں ترک قرأت کی وجہ سے تحریمہ باطل ہوگئی۔لہٰذا شفع ثانی کو شروع کرنا ہی درست نہیں ہے۔

اور امام ابو یوسف ؒ کے نزدیک تحریمہ باقی ہے لہٰذا شفع ثانی کو شروع کرنا بھی صحیح ہے اور پھر جب اس نے ترک قرأت کی وجہ سے ساری چاروں کو فاسد کیا۔تو چاروں کی قضاء واجب ہوگئی۔

اگر پہلی دو رکعتوں میں قرأت کی تو آخری دو کی قضاء کا بیان

(وَلَوْ قَرَاَ فِی الْاُولَیَیْنِ لَا غَیْرُ فَعَلَیْہِ قَضَاءُ الْاُخْرَیَیْنِ بِالْاِجْمَاعِ) لِاَنَّ التَّحْرِیمَۃَ لَمْ تَبْطُلْ فَصَحَّ الشُّرُوعُ فِی الشَّفْعِ الثَّانِی ثُمَّ فَسَادُہٗ بِتَرْکِ الْقِرَاءَۃِ لَا یُوجِبُ فَسَادَ الشَّفْعِ الْاَوَّلِ۔

(وَلَوْ قَرَاَ فِی الْاُخْرَیَیْنِ لَا غَیْرُ فَعَلَیْہِ قَضَاءُ الْاُولَیَیْنِ بِالْاِجْمَاعِ) لِاَنَّ عِنْدَھُمَا لَمْ یَصِحَّ الشُّرُوعُ فِی الشَّفْعِ الثَّانِی۔ وَعِنْدَ اَبِی یُوسُفَ رَحِمَہُ اللّٰہُ اِنْ صَحَّ فَقَدْ اَدَّاھَا۔

اور اگر اس نے صرف پہلی دو رکعتوں میں قرأت کی تو وہ بہ اجماع آخری دو کی قضاء واجب ہے کیونکہ اس کی تحریمہ باطل نہیں ہوئی۔ لہٰذا شفع ثانی کو شروع کرنا صحیح ہوا۔ پھر اس میں ترک قرأت کا فساد شفع اول کے فساد کو واجب نہیں۔

اور اگر اس نے صرف آخری دو رکعتوں میں قرأت کی تو بہ اجماع پہلی دو کی قضاء اس پر واجب ہے۔ اس لئے کہ طرفین کے نزدیک شفع ثانی کو شروع کرنا صحیح نہیں۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگرچہ صحیح ہے۔ لیکن اس نے (شفع ثانی) کو ادا کیا ہے۔

پہلی دو رکعتوں میں قرأت کی اور آخری دو میں سے ایک میں قرأت کی تو حکم

(وَلَوْ قَرَاَ فِی الْاُولَیَانِ وَاِحْدَی الْاُخْرَیَیْنِ فَعَلَیْہِ قَضَاءُ الْاُخْرَیَیْنِ بِالْاِجْمَاعِ، وَلَوْ قَرَاَ فِی الْاُخْرَیَیْنِ وَاِحْدَی الْاُولَیَیْنِ فَعَلَیْہِ قَضَاءُ الْاُولَیَیْنِ بِالْاِجْمَاعِ، وَلَوْ قَرَاَ فِی اِحْدَی الْاُولَیَیْنِ وَاِحْدَی الْاُخْرَیَیْنِ عَلٰی قَوْلِ اَبِی یُوسُفَ رَحِمَہُ اللّٰہُ قَضَاءُ الْاَرْبَعِ، وَکَذَا عِنْدَ اَبِی حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ) لِاَنَّ التَّحْرِیمَۃَ بَاقِیَۃٌ۔ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ قَضَاءُ الْاُولَیَیْنِ لِاَنَّ التَّحْرِیمَۃَ قَدْ اِرْتَفَعَتْ عِنْدَہٗ۔

وَقَدْ اَنْکَرَ اَبُو یُوسُفَ رَحِمَہُ اللّٰہُ ھٰذِہِ الرِّوَایَۃَ عَنْہُ وَقَالَ: رَوِیتُ لَکَ عَنْ اَبِی حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ اَنَّہٗ یَلْزَمُہٗ قَضَاءُ رَکْعَتَیْنِ، وَمُحَمَّدٌ رَحِمَہُ اللّٰہُ لَمْ یَرْجِعْ عَنْ رِوَایَتِہٖ عَنْہُ۔

اور اگر اس نے پہلی دو رکعتوں اور آخری دو رکعتوں میں سے کسی ایک میں قرأت کی تو اس پر بہ اجماع آخری دو رکعتوں کی قضاء واجب ہے۔ اور اسی طرح اگر اس نے آخری دو رکعتوں میں قرأت کی اور پہلی دو میں سے کسی ایک میں قرأت کی تو تب بھی اس پر بہ اجماع پہلی کی قضاء واجب ہے۔

اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سے ایک اور آخری دو رکعتوں میں سے کسی ایک میں قرأت کی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار رکعتوں کی قضاء کرے گا۔ کیونکہ تحریمہ باقی ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر پہلی دو کی قضاء واجب ہے کیونکہ ان کے نزدیک تحریمہ اٹھ چکی ہے۔

[illegible]

[illegible]

اگر اس نے پہلی دو رکعتوں میں سے ایک میں قراءت کی تو حکم

(ولو قرأ في إحدى الأوليين لا غير قضى أربعا عندهما، وعند محمد رحمه الله قضى ركعتين، ولو قرأ في إحدى الأخريين لا غير قضى أربعا عند أبي يوسف رحمه الله وعندهما ركعتين) قال (وتفسير قوله عليه الصلاة والسلام "لا يصلى بعد صلاة مثلها" يعني ركعتين بقراءة وركعتين بغير قراءة) فيكون بيان فرضية القراءة في ركعات النفل كلها.

اگر اس نے صرف پہلی دو رکعتوں میں قراءت کی تو شیخین کے نزدیک وہ چار کی قضاء کرے گا اور امام محمد کے نزدیک دو کی قضاء کرے گا۔ اور اگر اس نے آخری دو رکعتوں میں سے کسی ایک میں قراءت کی تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ چار کی قضاء کرے گا اور طرفین کے نزدیک دو کی قضاء کرے گا۔ اور نبی اکرم ﷺ کے فرمان "لا یصلی بعد صلاۃ مثلها" کی تفسیر یہی ہے یعنی دو رکعتیں قراءت کے ساتھ اور دو رکعتیں بغیر قراءت کے نہ پڑھے۔ لہٰذا اس میں نفل کی تمام رکعتوں میں قراءت کی فرضیت کا بیان ہو گیا ہے۔

قیام پر قدرت کے باوجود نفل کو بیٹھ کر پڑھنے کا بیان

(وَيُصَلِّي النَّافِلَةَ قَاعِدًا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ" وَلِأَنَّ الصَّلَاةَ خَيْرٌ مَوْضُوعٌ وَرُبَّمَا يَشُقُّ عَلَيْهِ الْقِيَامُ فَيَجُوزُ لَهُ تَرْكُهُ كَيْ لَا يَنْقَطِعَ عَنْهُ. وَاخْتَلَفُوا فِي كَيْفِيَّةِ الْقُعُودِ وَالْمُخْتَارُ أَنْ يَقْعُدَ كَمَا يَقْعُدُ فِي حَالَةِ التَّشَهُّدِ لِأَنَّهُ عُهِدَ مَشْرُوعًا فِي الصَّلَاةِ.

اور قیام پر قدرت ہونے کے باوجود بیٹھ کر نفل پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز قائم کی نماز سے نصف (ثواب) رکھتی ہے۔ کیونکہ نماز کو بھلائی بنایا گیا ہے۔ اور اکثر اوقات بندے پر قیام مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا ترک جائز ہے۔ تاکہ وہ نفل ہی ختم نہ کر بیٹھے۔ اور فقہاء نے بیٹھنے کے طریقے میں اختلاف کیا ہے۔ اور مختار یہ ہے کہ وہ اس طرح بیٹھے جس طرح تشہد میں بیٹھا جاتا ہے۔ کیونکہ نماز میں یہی بیٹھنا مشروع و متعارف ہے۔

بغیر عذر کے نفل کو بیٹھ کر پڑھنے کا بیان

(وَإِنِ افْتَتَحَهَا قَائِمًا ثُمَّ قَعَدَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ،

وَعِنْدَهُمَا لَا يُجْزِيهِ، وَهُوَ قِيَاسٌ لِأَنَّ الشُّرُوعَ مُعْتَبَرٌ بِالنَّذْرِ .لَهُ أَنَّهُ لَمْ يُبَاشِرِ الْقِيَامَ فِيمَا بَقِيَ وَلَمَّا بَاشَرَ صَحَّ بِدُونِهِ، بِخِلَافِ النَّذْرِ لِأَنَّهُ الْتَزَمَهُ نَصًّا حَتَّى لَوْ لَمْ يَنُصَّ عَلَى الْقِيَامِ لَا يَلْزَمُهُ الْقِيَامُ عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَايِخِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ

ترجمہ اور اگر اس نے نفلی نماز کو کھڑے ہو کر شروع کیا پھر بغیر عذر کے بیٹھ گیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔ اور یہ دلیل استحسان کی وجہ سے ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور یہی قیاس ہے کیونکہ شروع کرنے کو نذر پر قیاس کیا جائے گا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس نے بقیہ میں قیام نہیں کیا ہے جبکہ جس میں اس نے قیام کیا ہے وہ بھی بغیر قیام کے درست ہے۔ بخلاف نذر کیونکہ اس کا التزام نص سے ہے۔ حتیٰ کہ اگر نص میں اس کے قیام کی صراحت نہ ہوتی تو بعض مشائخ کے نزدیک اس کا بھی قیام لازم نہ ہوتا۔

شہر سے باہر جانوروں پر نفل پڑھنے کا بیان

(وَمَنْ كَانَ خَارِجَ الْمِصْرِ يَتَنَفَّلُ عَلَى دَابَّتِهِ إِلَى أَيِّ جِهَةٍ تَوَجَّهَتْ يُومِءُ إِيمَاءً) لِحَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ " (رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ إِلَى خَيْبَرَ يُومِءُ إِيمَاءً) " وَلِأَنَّ النَّوَافِلَ غَيْرُ مُخْتَصَّةٍ بِوَقْتٍ فَلَوْ أَلْزَمْنَاهُ النُّزُولَ وَالِاسْتِقْبَالَ تَنْقَطِعُ عَنْهُ النَّافِلَةُ أَوْ يَنْقَطِعُ هُوَ عَنِ الْقَافِلَةِ، أَمَّا الْفَرَائِضُ فَمُخْتَصَّةٌ بِوَقْتٍ، وَالسُّنَنُ الرَّوَاتِبُ نَوَافِلُ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ يَنْزِلُ لِسُنَّةِ الْفَجْرِ لِأَنَّهَا آكَدُ مِنْ سَائِرِهَا، وَالتَّقْيِيدُ بِخَارِجِ الْمِصْرِ يَنْفِي اشْتِرَاطَ السَّفَرِ وَالْجَوَازَ فِي الْمِصْرِ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ يَجُوزُ فِي الْمِصْرِ أَيْضًا .وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ النَّصَّ وَرَدَ خَارِجَ الْمِصْرِ وَالْحَاجَةُ إِلَى الرُّكُوبِ فِيهِ أَغْلَبُ .

ترجمہ اور جس آدمی شہر سے باہر ہو وہ اپنی سواری پر نفل پڑھے جس سمت چاہے متوجہ ہو اور اشارہ کرے گا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حمار پر نماز پڑھتے دیکھا اور آپ خیبر کی طرف متوجہ تھے اور اشارہ فرماتے تھے۔ کیونکہ نوافل کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔ لہٰذا اگر ہم نے اس پر نزول اور جہت قبلہ کو لازم کر دیا تو اس سے نفل ختم ہو جائیں گے یا پھر وہ قافلے سے ختم ہو جائے گا۔ جبکہ فرائض وقت کے ساتھ خاص ہیں اور سنن نوافل کے مرتبے میں ہیں۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ فجر کی سنن کے لئے اترے گا کیونکہ ان کی تاکید تمام سنن سے زیادہ ہے۔ اور خارج مصر کی شرط لگانا شرط سفر کو ختم کرنا ہے اور شہر میں جواز کی نفی کرنا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہر میں بھی جائز ہے۔ اور اس کی دلیل ظاہر ہے۔ کیونکہ نص بیرون شہر کے حکم میں بیان ہوئی ہے اور بیرون شہر میں سواری کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

سواری پر نفل شروع کرنے والے کی بناء کا بیان

(فَإِنْ افْتَتَحَ التَّطَوُّعَ رَاكِبًا ثُمَّ نَزَلَ بَنَى، وَإِنْ صَلَّى رَكْعَةً نَازِلًا ثُمَّ رَكِبَ اسْتَقْبَلَ) لِأَنَّ إِحْرَامَ الرَّاكِبِ انْعَقَدَ مُجَوِّزًا لِلرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ لِقُدْرَتِهِ عَلَى النُّزُولِ، فَإِنْ أَتَى بِهِمَا صَحَّ، وَإِحْرَامُ النَّازِلِ انْعَقَدَ لِوُجُوبِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ فَلَا يَقْدِرُ عَلَى تَرْكِ مَا لَزِمَهُ مِنْ غَيْرِ عُذْرِهِ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَسْتَقْبِلُ إِذَا نَزَلَ أَيْضًا، وَكَذَا عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ إِذَا نَزَلَ بَعْدَ مَا صَلَّى رَكْعَةً، وَالْأَصَحُّ هُوَ الْأَوَّلُ وَهُوَ الظَّاهِرُ .

اگر اس نے نفل نماز سواری پر شروع کی پھر وہ اتر آیا تو اسی پر بناء کرے گا۔ اور اگر اس نے زمین پر ایک رکعت پڑھی اور پھر سوار ہوگیا تو نئے سرے سے پڑھے۔ کیونکہ سوار کی تحریمہ رکوع وسجود کے لئے منعقد ہوئی تھی۔ اس لئے کہ وہ اترنے پر قادر ہے۔ لہٰذا اگر وہ دونوں (رکوع وسجود) کرے گا تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔ اور زمین پر اترتا رکوع وسجود کے وجوب کو منعقد کرنے والا ہے کیونکہ وہ اس کے لزوم کے پیش نظر اس کو بغیر عذر کے ترک نہیں کرسکتا۔

اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب وہ اترے تو نئے سرے سے پڑھے۔ اور اسی طرح امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب وہ ایک رکعت پڑھ کر اترے۔ اور زیادہ صحیح پہلا قول ہے اور وہی ظاہر ہے۔

فصل فِی قِیَامِ شَہْرِ رَمَضَان

﴿یہ فصل رمضان میں قیام کے بیان میں ہے﴾

قیام رمضان والی فصل کی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ فصل رمضان المبارک کے مہینے میں راتوں کے قیام کے احکام کے بیان ہے۔ مصنف نے حدیث کی اتباع کرتے ہوئے قیام کا لفظ اختیار کیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو قیام رمضان کی ترغیب دلاتے۔ اور فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان واحتساب کے ساتھ قیام کیا اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اور اس فصل کی باب النوافل سے مناسبت یہ ہے کہ اس کی تمام رکعات میں قرأت ہے اور تراویح کی بھی تمام رکعات میں قرأت ہے۔ لہٰذا ان دونوں نمازوں کی قرأت کے اعتبار سے ایک ہی جنس ہوئی۔ اور مبسوط میں ہے کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی نے بھی تراویح کا انکار نہیں کیا۔ جبکہ اہل روافض اس کا انکار کرتے ہیں۔

(البنائیہ شرح الہدایہ ج ۳، ص ۱۰۰، حقانیہ ملتان)

نماز تراویح باعتبار لغت:

تراویح، ترویحہ کی جمع ہے اور آرام واستراحت کے واسطے ایک مرتبہ بیٹھنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ علامہ ابن منظور علم لغت کی عظیم کتاب لسان العرب میں تحریر فرماتے ہیں۔ (التراویح، جمع ترویحة و هی المرة الواحدة من الراحة تفعیلة منها مثل تسلیمة من السلام، والترویحة فی شهر رمضان سمیت بذالك لاستراحة القوم بعد كل اربع ركعات) تراویح، ترویحہ کی جمع ہے اور ایک مرتبہ آرام کرنے کا نام ہے مادہ راحت سے بروزن تفعیلہ جیسا مادہ سلام سے وزن تسلیمہ، اور ماہ رمضان کی نماز تراویح کو بھی اسلیے تراویح کہتے ہیں کہ لوگ ہر چار رکعت کے بعد آرام کرتے ہیں۔

(لسان العرب، ج5 مادہ روح ص360)

صاحب مجمع البحرین لفظ تراوح کے ذیل میں رقمطراز ہیں۔ (التراوح تفاعل من الراحة لان كلا من المتراوحين يريح صاحبه و صلاة التراويح المخترعة من هذا الباب لان المصلي يستريح بعد كل اربع) تراوح مادہ راحت سے باب تفاعل کا مصدر ہے یعنی دو آدمیوں کا یکے بعد دیگرے صبح سے شام تک کنوئیں سے پانی کھینچنا، اس لئے کہ اسمیں بھی ایک شخص دوسرے کے لئے استراحت وآرام کا باعث ہوتا ہے اور نماز تراویح بھی اسی باب سے ہے چونکہ نماز گذار ہر چار رکعت کے بعد آرام کرتا ہے۔ (مجمع البحرین، ج2-1 مادہ روح ص244)

نماز تراویح میں لوگوں کو جمع کرنے کا بیان

(يُسْتَحَبُّ أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بَعْدَ الْعِشَاءِ فَيُصَلِّيَ بِهِمْ إمَامُهُمْ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ، كُلُّ تَرْوِيحَةٍ بِتَسْلِيمَتَيْنِ، وَيَجْلِسَ بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيحَتَيْنِ مِقْدَارَ تَرْوِيحَةٍ، ثُمَّ يُوتِرَ بِهِمْ) ذَكَرَ لَفْظَ الِاسْتِحْبَابِ وَالْأَصَحُّ أَنَّهَا سُنَّةٌ، كَذَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ وَاظَبَ عَلَيْهَا الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ وَالنَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَيَّنَ الْعُذْرَ فِي تَرْكِهِ الْمُوَاظَبَةَ وَهُوَ خَشْيَةَ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْنَا

رمضان المبارک میں عشاء کے بعد لوگوں کا جمع ہونا مستحب ہے۔ پس امام ان کو پانچ ترویحے پڑھائے۔ ہر ترویحہ دو سلاموں کے ساتھ ہو۔ اور ہر دو ترویحوں کے درمیان ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھے۔ پھر وہ ان کو وتر پڑھائے۔ اور لفظ استحباب کا ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ سنت ہے۔ امام حسن نے امام اعظم رحمہ اللہ سے اسی روایت کیا ہے۔ کیونکہ خلفاء راشدین نے اس پر دوام فرمایا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے ترک مواظبت کا عذر بیان فرمایا ہے۔ اور وہ ہم پر فرض ہونے کا اندیشہ تھا۔

نماز تراویح کی شرعی حیثیت کا بیان

(وَالسُّنَّةُ فِيهَا الْجَمَاعَةُ) لَكِنْ عَلَى وَجْهِ الْكِفَايَةِ، حَتَّى لَوْ امْتَنَعَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ عَنْ إقَامَتِهَا كَانُوا مُسِيئِينَ، وَلَوْ أَقَامَهَا الْبَعْضُ فَالْمُتَخَلِّفُ عَنْ الْجَمَاعَةِ تَارِكٌ لِلْفَضِيلَةِ لِأَنَّ أَفْرَادَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ رُوِيَ عَنْهُمْ التَّخَلُّفُ

وَالْمُسْتَحَبُّ فِي الْجُلُوسِ بَيْنَ التَّرْوِيحَتَيْنِ مِقْدَارُ التَّرْوِيحَةِ، وَكَذَا بَيْنَ الْخَامِسَةِ وَبَيْنَ الْوِتْرِ لِعَادَةِ أَهْلِ الْحَرَمَيْنِ، وَاسْتَحْسَنَ الْبَعْضُ الِاسْتِرَاحَةَ عَلَى خَمْسِ تَسْلِيمَاتٍ وَلَيْسَ بِصَحِيحٍ .

تراویح میں سنت جماعت ہے۔ البتہ یہ بطور کفایہ ہے۔ حتیٰ کہ اگر مسجد والے ان کو قائم کرنے میں رک گئے تو سب گناہگار ہوں گے۔ اور اگر بعض نے ان کو قائم کر لیا تو رہ جانے والا افضیلت کو چھوڑنے والا ہوگا۔ کیونکہ پیچھے رہ جانے کے بعد اکیلے پڑھنے کا بیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا گیا ہے۔

اور دو ترویحوں کے درمیان ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے۔ اور اسی طرح پانچویں اور وتر کے درمیان بیٹھے کیونکہ اہل حرمین کی یہی عادت ہے۔ اور بعض نے تراویح کے پانچ سلاموں کے بعد استراحت کو مستحسن کہا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

نماز تراویح کے وقت کا بیان

وَقَوْلُهُ ثُمَّ يُوتِرُ بِهِمْ يُشِيرُ إلَى أَنَّ وَقْتَهَا بَعْدَ الْعِشَاءِ قَبْلَ الْوِتْرِ، وَبِهِ قَالَ عَامَّةُ الْمَشَايِخِ،

وَالْاَصَحُّ اَنَّ وَقْتَهَا بَعْدَ الْعِشَاءِ اِلٰى آخِرِ اللَّيْلِ قَبْلَ الْوِتْرِ وَبَعْدَهُ لِاَنَّهَا نَوَافِلُ سُنَّتْ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَلَمْ يَذْكُرْ قَدْرَ الْقِرَاءَةِ فِيهَا، وَاَكْثَرُ الْمَشَايِخِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ عَلٰى اَنَّ السُّنَّةَ فِيهَا الْخَتْمُ مَرَّةً فَلَا يُتْرَكُ لِكَسَلِ الْقَوْمِ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ التَّشَهُّدِ مِنَ الدَّعَوَاتِ حَيْثُ يَتْرُكُهَا لِاَنَّهَا لَيْسَتْ بِسُنَّةٍ

(وَلَا يُصَلَّى الْوِتْرُ بِجَمَاعَةٍ فِي غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ) عَلَيْهِ اِجْمَاعُ الْمُسْلِمِينَ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

اور مصنف کا قول "ثُمَّ يُوتِر" اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ نماز تراویح کا وقت عشاء کے بعد اور وتر سے پہلے ہے۔ اور یہی عام مشائخ نے کہا ہے۔ اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ عشاء کے بعد سے رات کے آخر تک ہے خواہ وہ وتر سے پہلے یا اس کے بعد ہو۔ کیونکہ تراویح بھی نفل ہے جو عشاء کے بعد جاری کی گئی ہے۔ اور مصنف نے مقدار قرأت کو ذکر نہیں کیا جبکہ اکثر مشائخ نے کہا ہے ایک مرتبہ قرآن مکمل کرنا سنت ہے۔ لہٰذا اسے قوم کی سستی کی وجہ سے چھوڑا نہ جائے۔ بخلاف تشہد کی دعاؤں کے کیونکہ ان کے سنت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو چھوڑا جاسکتا ہے۔ اور غیر رمضان میں وتر جماعت کے ساتھ نہ پڑھے۔ اسی پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ اِدْرَاكِ الْفَرِيْضَةِ

﴿یہ باب فرض کو پالینے کے بیان میں ہے﴾

باب ادراک فریضہ کی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس سے پہلے باب میں نوافل کا بیان ہے کیونکہ ان سے فرائض مکمل ہوتے ہیں اور اس باب میں ادراک فریضہ کا بیان کیا ہے تاکہ فرائض کو ادائے کامل کے طور پر یعنی جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اور اس باب کے مسائل جامع صغیر سے ہیں۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۱۱۴، حقانیہ ملتان)

دوران نوافل جماعت کے شروع ہونے کا بیان

(وَمَنْ صَلَّى رَكْعَةً مِنَ الظُّهْرِ ثُمَّ أُقِيمَتْ يُصَلِّي أُخْرَى) صِيَانَةً لِلْمُؤَدَّى عَنْ الْبُطْلَانِ (ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ) إحْرَازًا لِفَضِيلَةِ الْجَمَاعَةِ (وَإِنْ لَمْ يُقَيِّدْ الْأُولَى بِالسَّجْدَةِ يَقْطَعُ وَيَشْرَعُ مَعَ الْإِمَامِ هُوَ الصَّحِيحُ) لِأَنَّهُ بِمَحَلِّ الرَّفْضِ، وَهَذَا الْقَطْعُ لِلْإِكْمَالِ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَ فِي النَّفْلِ لِأَنَّهُ لَيْسَ لِلْإِكْمَالِ،

وَلَوْ كَانَ فِي السُّنَّةِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَالْجُمُعَةِ فَأُقِيمَ أَوْ خَطَبَ يَقْطَعُ عَلَى رَأْسِ الرَّكْعَتَيْنِ، يُرْوَى ذَلِكَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَدْ قِيلَ يُتِمُّهَا .

اور جس نے ظہر کی ایک رکعت پڑھی کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو وہ ایک رکعت کو باطل ہونے سے بچانے کے لئے دوسری رکعت اس کے ساتھ ملائے۔ پھر وہ قوم کے ساتھ شامل ہو جائے۔ تاکہ جماعت کی فضیلت کو حاصل کرنے والا ہو۔ اور اگر اس نے پہلی رکعت کو سجدے کے ساتھ مقید نہیں کیا تو وہ اسے ختم کر دے اور صحیح قول کے مطابق امام کے ساتھ نماز شروع کر دے۔ کیونکہ یہ ختم کرنے کی جگہ ہے۔ اور یہ توڑنا مکمل کرنے کے لئے ہے۔ بخلاف اس کے کہ جب وہ نفل میں ہو کیونکہ نفل کو ختم کرنا مکمل کرنے کے لئے نہیں ہے۔

اور اگر کوئی شخص ظہر اور جمعہ سے پہلے والی سنن میں تھا کہ اقامت شروع ہوگئی یا خطبہ شروع ہو گیا تو دو رکعتیں پڑھ کر ختم کرے۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے یہی روایت بیان کی گئی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مکمل کرے۔

نماز کی جماعت کھڑی ہونے سے پہلے وہ تین رکعتیں پڑھ چکا ہے

(وَإِنْ كَانَ قَدْ صَلَّى ثَلَاثًا مِنْ الظُّهْرِ يُتِمُّهَا) لِأَنَّ لِلْأَكْثَرِ حُكْمَ الْكُلِّ فَلَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ،

بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ بَعْدُ وَلَمْ يُقَيِّدْهَا بِالسَّجْدَةِ حَيْثُ يَقْطَعُهَا لِاَنَّهُ مَحَلُّ الرَّفْضِ وَيَتَخَيَّرُ، اِنْ شَاءَ عَادَ وَقَعَدَ وَسَلَّمَ، وَاِنْ شَاءَ كَبَّرَ قَائِمًا يَنْوِي الدُّخُولَ فِي صَلَاةِ الْاِمَامِ (وَاِذَا اَتَمَّهَا يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ وَالَّذِي يُصَلِّي مَعَهُمْ نَافِلَةٌ) لِاَنَّ الْفَرْضَ لَا يَتَكَرَّرُ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ۔

اور اگر اس نے ظہر کی تین رکعتیں پڑھ لی ہیں تو وہ ان کو مکمل کرے کیونکہ اکثر کل کے حکم میں ہوتا ہے۔لہٰذا وہ کل نقض کو اٹھانے والا نہیں ہے۔ بخلاف اس کے کہ جب وہ ابھی تیسری میں گیا ہے اور اس نے اس کو سجدے کے ساتھ مقید بھی نہیں کیا تو اس کو ختم کردے کیونکہ یہ اسے ختم کرنے کی جگہ ہے۔ اور اسے اختیار ہے۔ اگر وہ چاہے تو لوٹ آئے اور بیٹھ جائے اور سلام پھیرے اور اگر وہ چاہے تو کھڑے کھڑے تکبیر کہے اور امام کی نماز میں داخل ہونے کی نیت کرے۔ اور جب نماز کو مکمل کرلے تو قوم کے ساتھ شامل ہوجائے اور ان کے ساتھ جو بھی نماز پڑھے گا وہ نفل ہوگی۔ کیونکہ فرض ایک وقت میں مکرر نہیں ہوا۔

فجر کی سنتوں کو پڑھنے اور جماعت سے ملنے کا حکم

(فَاِنْ صَلّٰى مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً ثُمَّ اُقِيمَتْ يَقْطَعُ وَيَدْخُلُ مَعَهُمْ) لِاَنَّهُ لَوْ اَضَافَ اِلَيْهَا اُخْرٰى تَفُوتُهُ الْجَمَاعَةُ، وَكَذَا اِذَا قَامَ اِلَى الثَّانِيَةِ قَبْلَ اَنْ يُقَيِّدَهَا بِالسَّجْدَةِ، وَبَعْدَ الْاِتْمَامِ لَا يَشْرَعُ فِي صَلَاةِ الْاِمَامِ لِكَرَاهَةِ التَّنَفُّلِ بَعْدَ الْفَجْرِ، وَكَذَا بَعْدَ الْعَصْرِ لِمَا قُلْنَا، وَكَذَا بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِاَنَّ التَّنَفُّلَ بِالثَّلَاثِ مَكْرُوهٌ، وَفِي جَعْلِهَا اَرْبَعًا مُخَالَفَةٌ لِاِمَامِهِ۔

اور اگر اس نے فجر کی ایک رکعت پڑھی تھی کہ اقامت کہہ دی گئی تو وہ نماز ختم کرے اور جماعت میں ان کے ساتھ شامل ہوجائے۔ کیونکہ

اگر اس نے دوسری رکعت ملائی تو جماعت فوت ہوجائے گی۔ اور اسی طرح جب وہ دوسری رکعت کی طرف اس کو سجدے کے ساتھ مقید کرنے سے پہلے کھڑا ہوگیا۔ اور ایسے نماز فجر پڑھ لینے کے بعد امام کے ساتھ نماز شروع نہ کرے کیونکہ فجر کے بعد نفل مکروہ ہے۔ اور اسی طرح عصر کے بعد کا حکم ہے جس کی دلیل ہم بیان کرچکے ہیں۔ اور ظاہر الروایۃ کے مطابق نماز مغرب کے بعد بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ تین رکعت نفل مکروہ ہے اور اس کو چار کرنے میں امام کی مخالفت لازم آئے گی۔

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے والے کے بیان میں

(وَمَنْ دَخَلَ مَسْجِدًا قَدْ اُذِّنَ فِيهِ يُكْرَهُ لَهُ اَنْ يَخْرُجَ حَتّٰى يُصَلِّيَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "(لَا يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ النِّدَاءِ اِلَّا مُنَافِقٌ اَوْ رَجُلٌ يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ يُرِيدُ الرُّجُوعَ)

"قَالَ (اِلَّا اِذَا كَانَ مِمَّنْ يَنْتَظِمُ بِهِ اَمْرُ جَمَاعَةٍ) لِاَنَّهُ تَرْكُ صُورَةٍ تَكْمِيلُ مَعْنًى (وَاِنْ كَانَ قَدْ

صَلّٰی وَكَانَتِ الظُّهْرُ اَوِ الْعِشَاءُ فَلَا بَأْسَ بِاَنْ يَخْرُجَ) لِاَنَّهُ اَجَابَ دَاعِيَ اللّٰهِ مَرَّةً (اِلَّا اِذَا اَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِي الْاِقَامَةِ) لِاَنَّهُ يُتَّهَمُ بِمُخَالَفَةِ الْجَمَاعَةِ عِيَانًا (وَاِنْ كَانَتِ الْعَصْرَ اَوِ الْمَغْرِبَ اَوِ الْفَجْرَ خَرَجَ وَاِنْ اَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِيهَا) لِكَرَاهَةِ التَّنَفُّلِ بَعْدَهَا .

اور مسجد میں اذان ہو جانے کے بعد اگر کوئی اس میں داخل ہوا تو اس کے لئے نکلنا مکروہ ہے حتی کہ وہ نماز پڑھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اذان کے بعد مسجد سے صرف منافق نکلتا ہے۔ یا وہ شخص جسے کوئی ضرورت ہو جبکہ وہ واپس آنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

فرمایا: البتہ وہ شخص جو جماعت کا انتظام کرنے والا ہے۔ کیونکہ یہ ظاہری طور پر ترک جماعت ہے جبکہ حقیقی طور پر تکمیل جماعت ہے۔ اور وہ اس وقت کی نماز پڑھ چکا ہے اور یہ نماز ظہر یا عشاء ہے تو اس کے لئے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایک مرتبہ اذان والے کو جواب دے چکا ہے۔ لیکن جب مؤذن نے اقامت کہی تو اس صورت میں اسے سرعام مخالفت کی وجہ سے تہمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور اگر وہ نماز عصر، مغرب اور فجر میں نکل جائے خواہ مؤذن اقامت شروع کر دے کیونکہ ان کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

جماعت فجر کے دوران سنن پڑھنے کا بیان

(وَمَنِ انْتَهٰى اِلَى الْاِمَامِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَهُوَ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: اِنْ خَشِيَ اَنْ تَفُوتَهُ رَكْعَةٌ وَيُدْرِكَ الْاُخْرٰى يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ) لِاَنَّهُ اَمْكَنَهُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْفَضِيلَتَيْنِ (وَاِنْ خَشِيَ فَوْتَهُمَا دَخَلَ مَعَ الْاِمَامِ) لِاَنَّ ثَوَابَ الْجَمَاعَةِ اَعْظَمُ، وَالْوَعِيدَ بِالتَّرْكِ اَلْزَمُ، بِخِلَافِ سُنَّةِ الظُّهْرِ حَيْثُ يَتْرُكُهَا فِي الْحَالَتَيْنِ لِاَنَّهُ يُمْكِنُهُ اَدَاؤُهَا فِي الْوَقْتِ بَعْدَ الْفَرْضِ هُوَ الصَّحِيحُ، وَاِنَّمَا الْاِخْتِلَافُ بَيْنَ اَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ فِي تَقْدِيمِهَا عَلَى الرَّكْعَتَيْنِ وَتَاْخِيرِهَا عَنْهُمَا، وَلَا كَذٰلِكَ سُنَّةُ الْفَجْرِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

وَالتَّقْيِيدُ بِالْاَدَاءِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ يَدُلُّ عَلَى الْكَرَاهَةِ فِي الْمَسْجِدِ اِذَا كَانَ الْاِمَامُ فِي الصَّلَاةِ وَالْاَفْضَلُ فِي عَامَّةِ السُّنَنِ وَالنَّوَافِلِ الْمَنْزِلُ هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .

اور جو آدمی نماز فجر میں امام کی طرف گیا حالانکہ اس نے فجر کی دو سنن نہیں پڑھیں۔ اگر خوف ہو کہ اس کی ایک رکعت فوت ہو جائے گی۔ اور وہ دوسری رکعت کو پالے گا۔ تو وہ فجر کی دو سنن مسجد کے دروازے کے پاس پڑھے پھر وہ داخل ہو جائے کیونکہ اس کے لئے دونوں فضیلتیں جمع کر لینا ممکن ہے۔ اور اگر اسے دوسری رکعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ امام کے ساتھ شامل ہو

جائے۔ کیونکہ جماعت کا ثواب عظیم ہے اور اس کو چھوڑنے پر وعید نہایت سخت ہے۔ بخلاف سنن ظہر کے کیونکہ دونوں حالتوں میں ان کا ترک کرنے میں ممکن ہے کہ انہیں فرض کے وقت ہی میں ادا کیا جاسکتا ہے یہی صحیح ہے۔ البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلاف دو رکعتوں کے تقدم وتاخر میں ہے۔ اور فجر کی سنن میں ایسا نہیں ہے۔ جسے ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

مسجد کے دروازے کے پاس ادا کرنے کی قید لگانا مسجد میں ادائیگی کراہت پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ امام نماز میں ہو۔ کیونکہ تمام سنن ونوافل میں فضیلت انہیں گھر میں پڑھنے میں ہے۔ اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کیا گیا ہے۔

نماز فجر کی سنتوں کی قضاء کا حکم

قَالَ (وَاِذَا فَاتَتْهُ رَكْعَتَا الْفَجْرِ لَا يَقْضِيهِمَا قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ) لِاَنَّهُ يَبْقَى نَفْلًا مُطْلَقًا وَهُوَ مَكْرُوهٌ بَعْدَ الصُّبْحِ (وَلَا بَعْدَ ارْتِفَاعِهَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يَقْضِيَهُمَا اِلَى وَقْتِ الزَّوَالِ) لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَضَاهُمَا بَعْدَ ارْتِفَاعِ الشَّمْسِ غَدَاةَ لَيْلَةِ التَّعْرِيسِ .

وَلَهُمَا اَنَّ الْاَصْلَ فِي السُّنَّةِ اَنْ لَا تُقْضَى لِاخْتِصَاصِ الْقَضَاءِ بِالْوَاجِبِ، وَالْحَدِيثُ وَرَدَ فِي قَضَائِهَا تَبَعًا لِلْفَرْضِ فَبَقِيَ مَا رَوَاهُ عَلَى الْاَصْلِ، وَاِنَّمَا تُقْضَى تَبَعًا لَهُ، وَهُوَ يُصَلِّي بِالْجَمَاعَةِ اَوْ وَحْدَهُ اِلَى وَقْتِ الزَّوَالِ، وَفِيمَا بَعْدَهُ اخْتِلَافُ الْمَشَايِخِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ . وَاَمَّا سَائِرُ السُّنَنِ سِوَاهَا فَلَا تُقْضَى بَعْدَ الْوَقْتِ وَحْدَهُ، وَاخْتَلَفَ الْمَشَايِخُ فِي قَضَائِهَا تَبَعًا لِلْفَرْضِ .

اور جس آدمی کی فجر کی دو سنتیں قضاء ہوگئیں تو وہ طلوع سورج سے پہلے ان کی قضاء نہ کرے۔ کیونکہ وہ مطلقا نفل باقی رہ گئیں اور نفل پڑھنا صبح کے بعد مکروہ ہے۔ جبکہ شیخین کے نزدیک سورج بلند ہونے کے بعد بھی قضاء نہیں ہے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے تو یہ پسند ہے کہ میں وقت زوال تک ان کی قضاء کرنے کا حکم دوں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریس کی رات کو سورج کے بلند ہوجانے کے بعد ان کو قضاء کیا تھا۔

اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ سنت میں اصل یہ ہے کہ ان کی قضاء نہ کی جائے کیونکہ قضاء واجب کے ساتھ خاص ہے۔ اور حدیث میں ان کی قضاء کا بیان فرض کے تابع ہونے کی وجہ سے ذکر ہوئی ہے۔ لہٰذا اس کے سوا اپنی اصل پر باقی ہے۔ اور ان کی قضاء فرض کے تابع ہوگی خواہ وہ جماعت سے پڑھے یا اکیلا پڑھنے والا ہو۔ اور اس کے بعد میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔ اور تمام سنتوں کی قضاء وقت کے بعد تنہا نہ ہوگی۔ جبکہ فرض کے تابعیت میں ان کی قضاء پر مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔

مدرک ایک رکعت ظہر میں شمار ہوگا یا نہیں

وَمَنْ اَدْرَكَ مِنَ الظُّهْرِ رَكْعَةً وَلَمْ يُدْرِكِ الثَّلَاثَ فَاِنَّهُ لَمْ يُصَلِّ الظُّهْرَ بِجَمَاعَةٍ . وَقَالَ مُحَمَّدٌ:

قَدْ اَدْرَكَ فَضْلَ الْجَمَاعَةِ) لِاَنَّ مَنْ اَدْرَكَ آخِرَ الشَّيْءِ فَقَدْ اَدْرَكَهُ فَصَارَ مُحْرِزًا ثَوَابَ الْجَمَاعَةِ لٰكِنَّهُ لَمْ يُصَلِّهَا بِالْجَمَاعَةِ حَقِيقَةً وَلِهٰذَا يَحْنَثُ بِهِ فِي يَمِينِهِ لَا يُدْرِكُ الْجَمَاعَةَ وَلَا يَحْنَثُ فِي يَمِينِهِ لَا يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْجَمَاعَةِ .

اور جس نے ظہر کی ایک رکعت پالی اور اس نے تین رکعتوں کو نہیں پایا تو وہ ظہر کو جماعت کے ساتھ پڑھنے والا نہیں ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اس نے جماعت کی فضیلت کو پالیا ہے۔ کیونکہ جس نے آخر شئی کو پایا تو وہ اس چیز کو پالینے والا ہے۔ لہٰذا وہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے والا ہے۔ البتہ اس نے ظہر کی جماعت کو حقیقت کے ساتھ نہیں پڑھا اور اسی طرح اپنی قسم ''لَا يُدْرِكُ الْجَمَاعَةَ'' میں حانث ہو جائے گا۔ اور وہ اپنی قسم ''لَا يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْجَمَاعَةِ .'' میں حانث نہ ہوگا۔

فرض نماز کی ادائیگی کے بعد اسی مسجد میں نوافل کا بیان

(وَمَنْ اَتَى مَسْجِدًا قَدْ صَلَّى فِيهِ فَلَا بَأْسَ بِاَنْ يَتَطَوَّعَ قَبْلَ الْمَكْتُوبَةِ مَا بَدَا لَهُ مَا دَامَ فِي الْوَقْتِ) وَمُرَادُهُ اِذَا كَانَ فِي الْوَقْتِ سَعَةٌ وَاِنْ كَانَ فِيهِ ضِيقٌ تَرَكَهُ .

قِيلَ هٰذَا فِي غَيْرِ سُنَّةِ الظُّهْرِ وَالْفَجْرِ لِاَنَّ لَهُمَا زِيَادَةَ مَزِيَّةٍ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي سُنَّةِ الْفَجْرِ " (صَلُّوهُمَا وَلَوْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ) " وَقَالَ فِي الْاُخْرٰى " (مَنْ تَرَكَ الْاَرْبَعَ قَبْلَ الظُّهْرِ لَمْ تَنَلْهُ شَفَاعَتِي) " وَقِيلَ هٰذَا فِي الْجَمِيعِ لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَاظَبَ عَلَيْهَا عِنْدَ اَدَاءِ الْمَكْتُوبَاتِ بِجَمَاعَةٍ، وَلَا سُنَّةَ دُونَ الْمُوَاظَبَةِ، وَالْاَوْلٰى اَنْ لَا يَتْرُكَهَا فِي الْاَحْوَالِ كُلِّهَا لِكَوْنِهَا مُكَمِّلَاتٍ لِلْفَرَائِضِ اِلَّا اِذَا خَافَ فَوْتَ الْوَقْتِ .

اور جو شخص کسی ایسی مسجد میں آیا جس میں نماز ہو چکی ہے تو اس کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ فرض سے پہلے نوافل پڑھے وقت کی گنجائش کے مطابق جس قدر چاہے پڑھے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب وقت میں وسعت ہو اور اگر وقت تھوڑا ہو تو (نفل) چھوڑ دے۔

اور کہا گیا ہے کہ حکم نماز ظہر و فجر کی سنتوں کے علاوہ میں ہے۔ کیونکہ ان دونوں کی فضیلت زیادہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی سنن کے بارے میں فرمایا: ان کو پڑھو اگرچہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں۔ اور دوسری حدیث میں ہے۔ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں چھوڑ دیں اس کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکم تمام سنتوں کے بارے میں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے فرائض کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ان پر دوام فرمایا ہے۔ اور سنت ثابت ہی مواظبت سے ہوا کرتی ہے۔ افضل یہ ہے کہ ان سنن کو کسی حال میں بھی نہ چھوڑا جائے کیونکہ یہ فرائض کو پورا کرنے والی ہیں۔ البتہ جب وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو۔ (تو جائز ہے واللہ اعلم)۔

جس نے امام کو رکوع میں نہ پایا تو مدرک رکعت نہ ہوگا:

(وَمَنْ انْتَهَى إِلَى الْإِمَامِ فِي رُكُوعِهِ فَكَبَّرَ وَوَقَفَ حَتَّى رَفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهُ لَا يَصِيرُ مُدْرِكًا لِتِلْكَ الرَّكْعَةِ خِلَافًا لِزُفَرَ) هُوَ يَقُولُ: أَدْرَكَ الْإِمَامَ فِيمَا لَهُ حُكْمُ الْقِيَامِ فَصَارَ كَمَا لَوْ أَدْرَكَهُ فِي حَقِيقَةِ الْقِيَامِ. وَلَنَا أَنَّ الشَّرْطَ هُوَ الْمُشَارَكَةُ فِي أَفْعَالِ الصَّلَاةِ وَلَمْ يُوجَدْ لَا فِي الْقِيَامِ وَلَا فِي الرُّكُوعِ

اور جس شخص نے امام کو رکوع میں پایا پس اس نے تکبیر کہی اور کچھ ٹھہرا حتیٰ کہ امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا تو اس رکعت کو پانے والا نہیں ہے۔ جبکہ امام زفر ؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس نے امام کو ایسے حال میں پایا کہ وہ حکم قیام تھا۔ لہٰذا وہ حقیقت میں قیام کو پانے والا ہے۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ افعال نماز میں مشارکت شرط ہے جو نہ رکوع میں پائی جارہی ہے اور نہ ہی قیام میں پائی جارہی ہے۔

امام سے پہلے رکوع کیا تو حکم

(وَلَوْ رَكَعَ الْمُقْتَدِي قَبْلَ إِمَامِهِ فَأَدْرَكَهُ الْإِمَامُ فِيهِ جَازَ) وَقَالَ زُفَرُ: لَا يُجْزِئُهُ لِأَنَّ مَا أَتَى بِهِ قَبْلَ الْإِمَامِ غَيْرُ مُعْتَدٍّ بِهِ فَكَذَا مَا يَبْنِيهِ عَلَيْهِ. وَلَنَا أَنَّ الشَّرْطَ هُوَ الْمُشَارَكَةُ فِي جُزْءٍ وَاحِدٍ كَمَا فِي الطَّرَفِ الْأَوَّلِ.

اور اگر مقتدی نے امام سے پہلے رکوع کر لیا پھر امام نے اس کو رکوع میں پالیا تو جائز ہے۔ اور امام زفر ؒ نے فرمایا کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ مقتدی نے جو رکوع امام سے پہلے کیا وہ معتبر نہیں ہے۔ جو اس پر مبنی ہوگا وہ بھی اسی طرح غیر معتبر ہوگا۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ شرط ایک پہلی طرف کی طرح ایک جز ہے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِت

﴿یہ باب فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے بیان میں ہے﴾

باب قضاء الفوائت کی مطابقت کا بیان

اس باب کو سابقہ ابواب سے مؤخر کرنے کی وجوہ حسب ذیل ہیں۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اداء اصل ہے جبکہ قضاء اسی کی فرع ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اداء حکم شرعی سے کامل طریقے سے بری الذمہ ہونا ہے جبکہ قضاء طریقہ ناقص ہے۔ اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ ادا حکم ادائیگی میں اس طرح ہے کہ جس طرح کسی کو اصلی چیز سپرد کرنا ہے۔ جبکہ قضاء اس طرح ہے کہ کسی کو مثلی چیز سپرد کرنا ہے۔ اس کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ اداء اجر وثواب کے ساتھ ہے جبکہ قضاء زجر وتوبیخ کے ساتھ ہے۔ اس کی پانچویں وجہ یہ ہے کہ اداء سے حکم شرعی علی محلہ رہتا ہے جبکہ قضاء میں حکم شرعی علی غیر محلہ ہو جاتا ہے۔ اس کی چھٹی وجہ یہ ہے۔ اداء کے لئے اوقات معینہ ہیں جبکہ قضاء میں اوقات کی تعیین ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ اوقات مباحہ میں جب چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ احکام شرع میں تعیین اوقات سے ادائیگی میں آسانی ہے۔ اور فہم میں سہولت ہے۔ اس کی ساتویں وجہ یہ ہے کہ وجود قضاء وجود اداء کا محتاج ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تک اصل نماز یعنی اداء کا حکم نہیں پایا جاتا اور پھر جب اس کی ادائیگی کو ترک نہ کیا جائے تب تک حکم قضاء ثابت نہ ہوگا۔ لہٰذا اسلب جزی کے طور پر بھی قضاء کا وجود حکم اداء پر موقوف ہے۔ (ابن صادق رضوی عفی عنہ)

فوت شدہ نمازوں کی قضاء کرنے کا بیان

(وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةٌ قَضَاهَا إِذَا ذَكَرَهَا وَقَدَّمَهَا عَلَى فَرْضِ الْوَقْتِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ التَّرْتِيبَ بَيْنَ الْفَوَائِتِ وَفَرْضِ الْوَقْتِ عِنْدَنَا مُسْتَحَقٌّ .وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ مُسْتَحَبٌّ، لِأَنَّ كُلَّ فَرْضٍ أَصْلٌ بِنَفْسِهِ فَلَا يَكُونُ شَرْطًا لِغَيْرِهِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ نَامَ عَنْ صَلَاةٍ أَوْ نَسِيَهَا فَلَمْ يَذْكُرْهَا إِلَّا وَهُوَ مَعَ الْإِمَامِ فَلْيُصَلِّ الَّتِي هُوَ فِيهَا ثُمَّ لِيُصَلِّ الَّتِي ذَكَرَهَا ثُمَّ لِيُعِدْ الَّتِي صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ)

"(وَلَوْ خَافَ فَوْتَ الْوَقْتِ يُقَدِّمُ الْوَقْتِيَّةَ ثُمَّ يَقْضِيهَا) لِأَنَّ التَّرْتِيبَ يَسْقُطُ بِضِيقِ الْوَقْتِ، وَكَذَا بِالنِّسْيَانِ وَكَثْرَةِ الْفَوَائِتِ كَيْ لَا يُؤَدِّيَ إِلَى تَفْوِيتِ الْوَقْتِيَّةِ،

وَلَوْ قَدَّمَ الْفَائِتَةَ جَازَ لِأَنَّ النَّهْيَ عَنْ تَقْدِيمِهَا لِمَعْنًى فِي غَيْرِهَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ فِي الْوَقْتِ سَعَةٌ وَقَدَّمَ الْوَقْتِيَّةَ حَيْثُ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ أَدَّاهَا قَبْلَ وَقْتِهَا الثَّابِتِ بِالْحَدِيثِ .

اور جب کسی شخص کی نماز فوت ہو جائے تو وہ یاد آنے پر اس کی قضاء کرے اور وقتی فرض پر مقدم کرے۔ کیونکہ قانون یہ ہے کہ ہمارے نزدیک وقتی نمازوں اور فوت ہونے والی نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے۔ اور امام شافعی ﷫ کے نزدیک مستحب ہے۔ کیونکہ ہر فرض ذات کے اعتبار سے اصل ہے۔ لہٰذا وہ دوسرے کے لئے شرط نہ ہوگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز بھلا کر سو گیا یا جس نے نماز کو بھلا دیا پس اسے یاد نہ رہا لیکن جب وہ امام کے ساتھ ہے تو وہی نماز پڑھے۔ جس میں وہ موجود ہے۔ پھر وہ پڑھے جو اس کو یاد آئی ہے اور پھر اس کا اعادہ کرے جو اس نے امام کے ساتھ پڑھی ہے۔

اور اگر اس کو وقت کے نکل جانے کا اندیشہ ہو تو وہ وقتیہ کو مقدم کرے اور پھر قضاء نماز پڑھے۔ کیونکہ وقت کی تنگی کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح بھول جانے اور کثرت فوائت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے تاکہ وقتیہ کی تفویت لازم نہ آئے۔

اور اگر اس نے تنگی وقت کے باوجود فائتہ کو مقدم کیا تو جائز ہے کیونکہ فائتہ کو مقدم کرنے کی ممانعت ایسے حکم کی وجہ سے ہے جو غیر کے حق میں ہے۔ بخلاف اس کے جب وقت میں وسعت ہو اور اس نے وقتیہ کو مقدم کیا تو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے نماز کو اس وقت سے پہلے ادا کر لیا ہے جو حدیث سے ثابت ہے۔

فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کا بیان

(وَلَوْ فَاتَتْهُ صَلَوَاتٌ رَتَّبَهَا فِي الْقَضَاءِ كَمَا وَجَبَتْ فِي الْاَصْلِ) " (لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ شُغِلَ عَنْ اَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَضَاهُنَّ مُرَتَّبًا، ثُمَّ قَالَ: صَلُّوا كَمَا رَاَيْتُمُونِي اُصَلِّي) " (اِلَّا اَنْ تَزِيدَ الْفَوَائِتُ عَلَى سِتِّ صَلَوَاتٍ) لِاَنَّ الْفَوَائِتَ قَدْ كَثُرَتْ (فَيَسْقُطُ التَّرْتِيبُ فِيمَا بَيْنَ الْفَوَائِتِ) نَفْسِهَا كَمَا سَقَطَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْوَقْتِيَّةِ، وَحَدُّ الْكَثْرَةِ اَنْ تَصِيرَ الْفَوَائِتُ سِتًّا لِخُرُوجِ وَقْتِ الصَّلَاةِ السَّادِسَةِ وَهُوَ الْمُرَادُ بِالْمَذْكُورِ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ، وَهُوَ قَوْلُهُ " (وَاِنْ فَاتَتْهُ اَكْثَرُ مِنْ صَلَاةِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ اَجْزَاَتْهُ الَّتِي بَدَاَ بِهَا) لِاَنَّهُ اِذَا زَادَ عَلَى يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ تَصِيرُ سِتًّا .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ اعْتَبَرَ دُخُولَ وَقْتِ السَّادِسَةِ، وَالْاَوَّلُ هُوَ الصَّحِيحُ لِاَنَّ الْكَثْرَةَ بِالدُّخُولِ فِي حَدِّ التَّكْرَارِ وَذٰلِكَ فِي الْاَوَّلِ،

اور اگر اس کی چند نمازیں قضاء ہوئی ہیں تو ان کی قضاء میں وہی ترتیب رکھے جس طرح وہ اصل میں واجب ہوئیں تھیں کیونکہ نبی کریم ﷺ جب یوم خندق نمازوں سے مصروف کیے گئے تو آپ ﷺ نے ترتیب سے قضاء کیا۔ پھر فرمایا: تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو۔ لیکن جب یہ فوائت زیادہ ہو کر چھ ہو گئیں۔ تو یہ کثرت فوائت ہو گئی پس ان کے درمیان ترتیب ساقط ہو گئی۔ اور سقوط اسی طرح ہے جس طرح وقتیہ اور فائتہ کے درمیان ہوتا ہے۔ اور کثرت کی تعریف یہ ہے کہ

جب چھٹی نماز کا وقت نکل جائے۔اور جامع صغیر میں یہی مراد کر لی گئی ہے۔اور وہ یہ ہے کہ جب ایک دن رات سے زیادہ ہو گئیں جائز ہو جائے گی وہ نماز جس سے ابتداء کی تھی۔کیونکہ جب وہ ایک دن رات زیادہ ہوئیں تو وہ چھ ہو گئیں۔
اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے چھٹی نماز کے وقت کے داخل ہونے کا اعتبار کیا ہے لیکن قول اول زیادہ صحیح ہے۔کیونکہ کثرت تکرار کی حد میں داخل ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔اور یہ پہلے قول کی صورت میں ہوگا۔

فوائت قدیمہ وحدیثہ کا بیان

وَلَوْ اجْتَمَعَتْ الْفَوَائِتُ الْقَدِيمَةُ وَالْحَدِيثَةُ، قِيلَ تَجُوزُ الْوَقْتِيَّةُ مَعَ تَذَكُّرِ الْحَدِيثَةِ لِكَثْرَةِ الْفَوَائِتِ. وَقِيلَ لَا تَجُوزُ وَيُجْعَلُ الْمَاضِي كَأَنْ لَمْ يَكُنْ زَجْرًا لَهُ عَنْ التَّهَاوُنِ
وَلَوْ قَضَى بَعْضَ الْفَوَائِتِ حَتَّى قَلَّ مَا بَقِيَ عَادَ التَّرْتِيبُ عِنْدَ الْبَعْضِ وَهُوَ الْأَظْهَرُ، فَإِنَّهُ رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ فِيمَنْ تَرَكَ صَلَاةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، وَجَعَلَ يَقْضِي مِنْ الْغَدِ مَعَ كُلِّ وَقْتِيَّةٍ فَائِتَةً فَالْفَوَائِتُ جَائِزَةٌ عَلَى كُلِّ حَالٍ، وَالْوَقْتِيَّاتُ فَاسِدَةٌ إنْ قَدَّمَهَا لِدُخُولِ الْفَوَائِتِ فِي حَدِّ الْقِلَّةِ، وَإِنْ أَخَّرَهَا فَكَذَلِكَ إلَّا الْعِشَاءَ الْأَخِيرَةَ لِأَنَّهُ لَا فَائِتَةَ عَلَيْهِ فِي ظَنِّهِ حَالَ أَدَائِهَا .

اور اگر قدیمہ وجدیدہ فوت شدہ نمازیں جمع ہو گئیں تو کہا گیا ہے کہ جدیدہ یاد ہونے کے باوجود وقتیہ کو ادا کرنا جائز ہے کیونکہ فوائت کی کثرت ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جائز نہیں ہے۔اور گزری ہوئی نمازوں کو معدوم قرار دیا جائے تا کہ اسے سستی کا احساس ہو جائے۔
اور اگر اس نے کچھ فوائت قضاء کیں کہ باقی چھ سے کم رہ گئیں تو بعض کے نزدیک اس کی ترتیب لوٹ آئے گی اور زیادہ ظاہر یہی قول ہے۔امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس نے دن رات میں نماز کو چھوڑا اور اگلے دن ہر نماز کے ساتھ فائتہ کی قضاء کی۔تو جائز ہے کیونکہ فوائت ہر حال میں جائز ہوتی ہیں۔اور اگر وقتیہ کو مقدم پڑھا تو وہ وقتیہ فاسد ہیں۔کیونکہ وہ قلت کی مقدار میں داخل ہو گئیں۔اور عشاء اخیرہ کے سوا اگر وقتیہ کو موخر کرے تب فاسد ہے۔کیونکہ ادائیگی کی حالت میں اس کے گمان کے مطابق اس پر کوئی فائتہ نہیں ہے۔

ظہر نہ پڑھنے والے کا نماز عصر پڑھنے کا بیان

(وَمَنْ صَلَّى الْعَصْرَ وَهُوَ ذَاكِرٌ أَنَّهُ لَمْ يُصَلِّ الظُّهْرَ فَهِيَ فَاسِدَةٌ إلَّا إذَا كَانَ فِي آخِرِ الْوَقْتِ) وَهِيَ مَسْأَلَةُ التَّرْتِيبِ (وَإِذَا فَسَدَتْ الْفَرْضِيَّةُ لَا يَبْطُلُ أَصْلُ الصَّلَاةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَبْطُلُ لِأَنَّ التَّحْرِيمَةَ عُقِدَتْ لِلْفَرْضِ)، فَإِذَا بَطَلَتْ الْفَرْضِيَّةُ بَطَلَتْ .
وَلَهُمَا أَنَّهَا عُقِدَتْ لِأَصْلِ الصَّلَاةِ بِوَصْفِ الْفَرْضِيَّةِ فَلَمْ يَكُنْ مِنْ ضَرُورَةِ بُطْلَانِ الْوَصْفِ بُطْلَانُ الْأَصْلِ (ثُمَّ الْعَصْرُ يَفْسُدُ فَسَادًا مَوْقُوفًا، حَتَّى لَوْ صَلَّى سِتَّ صَلَوَاتٍ وَلَمْ يُعِدْ الظُّهْرَ

انْقَلَبَ الْكُلُّ جَائِزًا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ .وَعِنْدَهُمَا يَفْسُدُ فَسَادًا بَاتًّا لَا جَوَازَ لَهُ بِحَالٍ) وَقَدْ عُرِفَ ذٰلِكَ فِیْ مَوْضِعِهٖ .

اور جس نے عصر کی نماز پڑھی حالانکہ اس کو یاد ہے کہ اس نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تو یہ عصر فاسد ہوگی مگر جب اس کا آخری وقت ہو جائے۔ اور یہ مسئلہ ترتیب ہے۔ اور جب فرضیت فاسد ہوگئی تو شیخین کے نزدیک اصل نماز باطل نہ ہوگی۔ جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ فرض کو باندھنے والی تحریمہ ہے اور جب وہ باطل ہوئی تو فرضیت بھی باطل ہوگئی اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ تحریمہ وصف فرضیت کے ساتھ اصل نماز کو باندھے والی ہے۔ لہٰذا وصف کا باطل ہونا اصل کے باطل ہونے کو لازم نہیں ہے۔

پھر عصر کا فساد موقوف ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ اگر اس نے چھ نمازیں پڑھیں اور اس نے ظہر کا اعادہ نہ کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ساری نمازیں جائز ہو کر فاسد ہو جائیں گیں۔ اور صاحبین کے نزدیک عصر یقینی طور پر فاسد ہوگئی اور اب کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتی۔ اور اس کا حکم اس کے اپنے موقع پر معلوم ہو چکا ہے۔

فجر پڑھنے والا جبکہ اسے وتروں کی قضاء یاد ہے:

(وَلَوْ صَلَّى الْفَجْرَ وَهُوَ ذَاكِرٌ اَنَّهٗ لَمْ يُوْتِرْ فَهِیَ فَاسِدَةٌ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) خِلَافًا لَهُمَا، وَهٰذَا بِنَاءً عَلَى اَنَّ الْوِتْرَ وَاجِبَةٌ عِنْدَهٗ سُنَّةٌ عِنْدَهُمَا، وَلَا تَرْتِيْبَ فِيْمَا بَيْنَ الْفَرَائِضِ وَالسُّنَنِ، وَعَلٰى هٰذَا اِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَصَلَّى السُّنَّةَ وَالْوِتْرَ ثُمَّ تَبَيَّنَ اَنَّهٗ صَلَّى الْعِشَاءَ بِغَيْرِ طَهَارَةٍ فَعِنْدَهٗ يُعِيْدُ الْعِشَاءَ وَالسُّنَنَ دُوْنَ الْوِتْرِ، لِاَنَّ الْوِتْرَ فَرْضٌ عَلٰى حِدَةٍ عِنْدَهٗ وَعِنْدَهُمَا يُعِيْدُ الْوِتْرَ اَيْضًا لِكَوْنِهٖ تَبَعًا لِلْعِشَاءِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور اگر اس نے فجر کی نماز پڑھی اور اسے یہ یاد ہے کہ اس نے وتر نہیں پڑھے تو اس کی یہ نماز فاسد ہے۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین نے اختلاف کیا ہے۔ اور اختلاف کی بناء یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک وتر سنت ہے۔ اور فرائض وسنن کے درمیان ترتیب نہیں ہے۔ اور اختلاف کی بناء پر یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی نے عشاء کی نماز پڑھی پھر اس نے وضو کیا اور اس نے سنت اور نماز وتر پڑھی پھر اس پر ظاہر ہوا کہ اس نے نماز عشاء بغیر وضو کے پڑھی ہے۔ پس امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ عشاء وسنن دونوں کا اعادہ کرے سوائے وتر کے کیونکہ ان کے نزدیک وتر ایک الگ فرض ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک وہ اسی طرح وتر کا اعادہ بھی کرے گا۔ کیونکہ وہ عشاء کے تابع ہیں۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

باب سجود السہو

﴿یہ باب سہو کے سجدوں کے بیان میں ہے﴾

باب سجود سہو کی مطابقت کا بیان

نماز میں بعض ایسے عوارض لاحق ہوتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن سجدہ سہو بھی انہی عوارض میں سے بعض عوارض کے بدلے میں کیا جاتا ہے۔ اگر چہ یہ بھی عارضہ ہے لیکن اس عارضہ سے حفاظت کے لئے سجدہ سہو لازم کیا گیا ہے تاکہ نماز کی حفاظت رہے۔ اسی وجہ سے مصنف نے اس باب کو دیگر عوارض سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور سجدہ تلاوت سے مقدم ذکر کرنے کی وجہ اس باب میں کثرت وقوع کی علت ہے۔

سجدہ سہو کرنے کا حکم

نماز کے سنن و مستحبات اگر ترک ہو جائیں تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی یعنی نماز صحیح ہو جاتی ہے اور نماز کے فرائض میں سے کوئی چیز اگر سہواً یا عمداً چھوٹ جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے جس کا کوئی تدارک نہیں جس کی وجہ سے نماز کا اعادہ ضروری ہوتا ہے۔ نماز کے واجبات میں سے اگر کوئی چیز عمداً چھوڑی جائے تو اس کا بھی تدارک نہیں ہو سکتا اور نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر نماز کے واجبات میں سے کوئی چیز عمداً نہیں بلکہ سہواً چھوڑ دی جائے تو اس کا تدارک ہو سکتا ہے اور وہ تدارک یہ ہے کہ قعدہ اخیر میں التحیات درود شریف اور دعا حسب معمول پڑھ کر سلام پھیرا جائے انہی سجدوں کو سجدہ سہو کہا جاتا ہے۔

سجدہ سہو کے وجوب وادائیگی کا طریقہ

(يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ السَّلَامِ ثُمَّ يَتَشَهَّدُ ثُمَّ يُسَلِّمُ) وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يَسْجُدُ قَبْلَ السَّلَامِ لِمَا رُوِيَ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ سَجَدَ لِلسَّهْوِ قَبْلَ السَّلَامِ) وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ السَّلَامِ) وَرُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ) فَتَعَارَضَتْ رِوَايَتَا فِعْلِهِ فَبَقِيَ التَّمَسُّكُ بِقَوْلِهِ سَالِمًا، وَلِأَنَّ سُجُودَ السَّهْوِ مِمَّا لَا يَتَكَرَّرُ فَيُؤَخَّرُ عَنِ السَّلَامِ حَتَّى لَوْ سَهَا عَنِ السَّلَامِ يَنْجَبِرُ بِهِ، وَهٰذَا خِلَافٌ فِي الْأَوْلَوِيَّةِ، وَيَأْتِي بِتَسْلِيمَتَيْنِ هُوَ الصَّحِيحُ صَرْفًا لِلسَّلَامِ الْمَذْكُورِ إِلَى مَا هُوَ الْمَعْهُودُ .

زیادتی ونقصان کی صورت میں وہ سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کرے پھر وہ تشہد پڑھے پھر وہ سلام پھیرے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ سلام سے پہلے سہو کے دو سجدے کرے۔ اس کی روایت کی وجہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے سلام سے پہلے سجدہ سہو کیا۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر سہو کے لئے سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔ اور روایت بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سہو کے دو سجدے سلام کے بعد کیے۔ لہٰذا دونوں روایات کا فعل میں تعارض واقع ہوا۔ تو قولی حدیث کو تھام لیا گیا۔ اور یہ دلیل بھی ہے کہ سجدہ سہو ان امور میں سے ہے جن میں تکرار نہیں ہوتا لہٰذا اسے سلام سے مؤخر کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اگر اس سلام میں سہو ہو تو وہ بھی پورا ہو جائے۔ اور یہ اختلاف اولیت میں ہے اور وہ دو سلاموں کے ساتھ لائے یہی صحیح ہے۔ جبکہ احادیث میں ذکر کردہ سلام معہود کی طرف لوٹنے والا ہے۔

قعدہ سہو میں تشہد و درود شریف پڑھنے کا بیان

وَيَأْتِي بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالدُّعَاءِ فِي قَعْدَةِ السَّهْوِ هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ الدُّعَاءَ مَوْضِعُهُ آخِرُ الصَّلَاةِ .

قَالَ (وَيَلْزَمُهُ السَّهْوُ إِذَا زَادَ فِي صَلَاتِهِ فِعْلًا مِنْ جِنْسِهَا لَيْسَ مِنْهَا) وَهٰذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ سَجْدَةَ السَّهْوِ وَاجِبَةٌ هُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّهَا تَجِبُ لِجَبْرِ نَقْصٍ تَمَكَّنَ فِي الْعِبَادَةِ فَتَكُونُ وَاجِبَةً كَالدِّمَاءِ فِي الْحَجِّ، وَإِذَا كَانَ وَاجِبًا لَا يَجِبُ إِلَّا بِتَرْكِ وَاجِبٍ أَوْ تَأْخِيرِهِ أَوْ تَأْخِيرِ رُكْنٍ سَاهِيًا هٰذَا هُوَ الْأَصْلُ، وَإِنَّمَا وَجَبَ بِالزِّيَادَةِ لِأَنَّهَا لَا تَعْرَى عَنْ تَأْخِيرِ رُكْنٍ أَوْ تَرْكِ وَاجِبٍ .

قَالَ (وَيَلْزَمُهُ إِذَا تَرَكَ فِعْلًا مَسْنُونًا) كَأَنَّهُ أَرَادَ بِهِ فِعْلًا وَاجِبًا إِلَّا أَنَّهُ أَرَادَ بِتَسْمِيَتِهِ سُنَّةً أَنَّ وُجُوبَهَا ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ .

اور وہ قعدہ سہو میں درود شریف اور دعا پڑھے۔ یہی صحیح ہے اس لئے کہ دعا کا مقام نماز کے آخر میں ہے۔

فرمایا: جس نے نماز میں ایسے کام کی زیادتی کی جو جنس نماز سے نہ ہو تو سجدہ سہو واجب ہو گیا۔ اس قول کی دلالت یہ ہے کہ سجدہ سہو واجب ہے۔ یہی صحیح ہے۔ کیونکہ اس کا وجوب نماز میں موجود ہونے والے نقصان کو پورا کرنے کی وجہ سے ہے لہٰذا یہ واجب ہوا۔ جس طرح حج میں قربانی دینے کا حکم ہے۔ اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ جب یہ واجب ہے تو اس کا وجوب ترک واجب، تاخیر واجب یا بھول کر تاخیر رکن کی صورت میں ثابت ہوگا۔ اور بے شک اس کا وجوب زیادتی کی صورت میں اس وجہ سے ہے کہ رکن کی تاخیر یا ترک واجب سے خالی نہیں ہوتا۔

فرمایا: اور جب اس نے سنت کو ترک کیا تو بھی لازم ہے۔ جب اس فعل سے واجب کا ارادہ ہو لیکن اس کا نام سنت اس وجہ سے ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔

ترک فاتحہ وقنوت وغیرہ کی صورت میں سجدہ سہو کا بیان

قَالَ (اَوْ تَرَكَ قِرَاءَةَ الْفَاتِحَةِ) لِاَنَّهَا وَاجِبَةٌ (اَوْ الْقُنُوتَ اَوْ التَّشَهُّدَ اَوْ تَكْبِيرَاتِ الْعِيدَيْنِ) لِاَنَّهَا وَاجِبَاتٌ لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَاظَبَ عَلَيْهَا مِنْ غَيْرِ تَرْكِهَا مَرَّةً وَهِيَ اَمَارَةُ الْوُجُوبِ وَلِاَنَّهَا تُضَافُ اِلَى جَمِيعِ الصَّلَاةِ فَدَلَّ عَلَى اَنَّهَا مِنْ خَصَائِصِهَا وَذٰلِكَ بِالْوُجُوبِ ثُمَّ ذِكْرُ التَّشَهُّدِ يَحْتَمِلُ الْقَعْدَةَ الْاُوْلَى وَالثَّانِيَةَ وَالْقِرَاءَةَ فِيهِمَا وَكُلُّ ذٰلِكَ وَاجِبٌ، وَفِيهَا سَجْدَةٌ هُوَ الصَّحِيحُ ۔

فرمایا: ایسے ہی اگر اس نے سورۃ فاتحہ پڑھنی چھوڑ دی تو بھی یہ واجب ہو گیا۔ یا اس نے قنوت، تشہد اور تکبیرات عیدین ترک کیں تو بھی واجب ہو گیا کیونکہ یہ نماز کے واجبات میں سے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان پر ایک مرتبہ بھی ترک نہ کیا بلکہ ان کو دوام اختیار فرمایا ہے۔ اور یہی اس کے وجوب کی علامت ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں مکمل نماز کی طرف منسوب ہوتی ہیں لہٰذا ان کی دلالت اس بات پر ہے کہ یہ نماز کے خصائص میں سے ہے اور یہی اختصاص (ثبوت) وجوب ہے۔ بہر حال تشہد اولی ہو یا دوسرا دونوں قعدہ کو اٹھانے والے ہیں۔ اور ان دونوں میں پڑھنا ہے لہٰذا ان سب میں سجدہ سہو واجب ہو گا۔ یہی صحیح ہے۔

سر میں جہر اور جہر میں سر کی وجہ سے وجوب سجدے کا بیان:

(وَلَوْ جَهَرَ الْاِمَامُ فِيمَا يُخَافِتُ اَوْ خَافَتَ فِيمَا يَجْهَرُ تَلْزَمُهُ سَجْدَتَا السَّهْوِ) لِاَنَّ الْجَهْرَ فِي مَوْضِعِهِ وَالْمُخَافَتَةَ فِي مَوْضِعِهَا مِنَ الْوَاجِبَاتِ ۔

وَاخْتَلَفَتِ الرِّوَايَةُ فِي الْمِقْدَارِ، وَالْاَصَحُّ قَدْرُ مَا تَجُوزُ بِهِ الصَّلَاةُ فِي الْفَصْلَيْنِ لِاَنَّ الْيَسِيرَ مِنَ الْجَهْرِ وَالْاِخْفَاءِ لَا يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ، وَعَنْ كَثِيرٍ مُمْكِنٌ، وَمَا يَصِحُّ بِهِ الصَّلَاةُ كَثِيرٌ غَيْرَ اَنَّ ذٰلِكَ عِنْدَهُ آيَةٌ وَاحِدَةٌ وَعِنْدَهُمَا ثَلَاثُ آيَاتٍ، وَهٰذَا فِي حَقِّ الْاِمَامِ دُوْنَ الْمُنْفَرِدِ لِاَنَّ الْجَهْرَ وَالْمُخَافَتَةَ مِنْ خَصَائِصِ الْجَمَاعَةِ ۔

اور اگر امام نے سری نماز میں جہر کیا یا جہری میں آہستہ پڑھا تو اس پر سہو کے دو سجدے لازم ہو گئے۔ کیونکہ جہر کو اپنی جگہ میں رکھنا اور اخفاء کو اپنی جگہ میں رکھنا یہ واجبات میں سے ہے۔

جبکہ مقدار میں روایات کا اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان دونوں میں اتنی مقدار جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تھوڑے بہتے جہر و اخفاء سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ جبکہ کثیر سے بچنا ممکن ہے۔ اور کثیر وہ ہو گا جس سے نماز جائز ہو جاتی ہو اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک آیت ہے اور صاحبین کے نزدیک تین آیات ہیں۔ کیونکہ یہ امام کے حق میں ہے نہ کہ منفرد کے حق میں ہے۔ اور جہر و مخافت یہ جماعت کے خصائص میں سے ہے۔

سہو امام کی وجہ سے مقتدی پر لزوم سہو کا بیان

قَالَ (وَسَهْوُ الْإِمَامِ يُوجِبُ عَلَى الْمُؤْتَمِّ السُّجُودَ) لِتَقَرُّرِ السَّبَبِ الْمُوجِبِ فِي حَقِّ الْأَصْلِ وَلِهٰذَا يَلْزَمُهُ حُكْمُ الْإِقَامَةِ بِنِيَّةِ الْإِمَامِ (فَإِنْ لَمْ يَسْجُدِ الْإِمَامُ لَمْ يَسْجُدِ الْمُؤْتَمُّ) لِأَنَّهُ يَصِيرُ مُخَالِفًا لِإِمَامِهِ، وَمَا الْتَزَمَ الْأَدَاءَ إِلَّا مُتَابِعًا.

فرمایا: اور اگر امام بھول گیا تو مقتدی پر بھی سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ امام کے حق میں وجوب سجدہ کا سبب مقرر ہو چکا ہے۔ اور اسی دلیل کی بنیاد پر حکم اقامت نیت امام کی وجہ سے مقتدی پر لازم ہوتا ہے۔ پس اگر امام سجدہ سہو نہ کرے تو مقتدی بھی نہ کرے۔ کیونکہ اس طرح وہ امام کا مخالف بن جائے گا۔ اور ادائیگی تو صرف اسی کی اتباع سے ہوگی۔

سہو مقتدی سے امام کے بری الذمہ ہونے کا بیان

(فَإِنْ سَهَا الْمُؤْتَمُّ لَمْ يَلْزَمِ الْإِمَامَ وَلَا الْمُؤْتَمَّ السُّجُودُ) لِأَنَّهُ لَوْ سَجَدَ وَحْدَهُ كَانَ مُخَالِفًا لِإِمَامِهِ، وَلَوْ تَابَعَهُ الْإِمَامُ يَنْقَلِبُ الْأَصْلُ تَبَعًا.

(وَمَنْ سَهَا عَنِ الْقَعْدَةِ الْأُولَى ثُمَّ تَذَكَّرَ وَهُوَ إِلَى حَالَةِ الْقُعُودِ أَقْرَبُ عَادَ وَقَعَدَ وَتَشَهَّدَ) لِأَنَّ مَا يَقْرُبُ مِنَ الشَّيْءِ يَأْخُذُ حُكْمَهُ، ثُمَّ قِيلَ يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ لِلتَّأْخِيرِ.

وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ لَا يَسْجُدُ كَمَا إِذَا لَمْ يَقُمْ (وَلَوْ كَانَ إِلَى الْقِيَامِ أَقْرَبَ لَمْ يَعُدْ) لِأَنَّهُ كَالْقَائِمِ مَعْنًى (يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ) لِأَنَّهُ تَرَكَ الْوَاجِبَ.

اگر مقتدی بھول گیا تو امام و مقتدی پر سجدہ سہو لازم نہ آئے گا۔ کیونکہ اگر وہ اکیلا سجدہ سہو کرے تو وہ اپنے امام کا مخالف بنتا ہے اور امام کی اس کی اتباع کرے تو اصل تابع میں منتقل ہوتا ہے۔

اور جو شخص پہلے قعدہ کو بھول گیا پھر اسے یاد آیا جبکہ وہ حالت قعود کے قریب تھا تو لوٹ جائے اور بیٹھے اور تشہد پڑھے۔ کیونکہ شئی اپنے قریب والے کا حکم پکڑتی ہے۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ تاخیر کی وجہ سے وہ سجدہ سہو کرے۔

اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ سجدہ سہو نہ کرے کیونکہ وہ تو کھڑا ہی نہیں ہوا۔ اور اگر وہ قیام کے قریب تھا تو نہ لوٹے کیونکہ وہ قائم کے حکم میں ہے۔ اور وہ سجدہ سہو کرے کیونکہ یہ ترک واجب ہے۔

اگر وہ قعدہ آخیرہ بھول جائے تو حکم

(وَإِنْ سَهَا عَنِ الْقَعْدَةِ الْأَخِيرَةِ حَتّٰى قَامَ إِلَى الْخَامِسَةِ رَجَعَ إِلَى الْقَعْدَةِ مَا لَمْ يَسْجُدْ) لِأَنَّ فِيهِ إِصْلَاحَ صَلَاتِهِ وَأَمْكَنَهُ ذٰلِكَ لِأَنَّ مَا دُونَ الرَّكْعَةِ بِمَحَلِّ الرَّفْضِ.

قَالَ (وَأَلْغَى الْخَامِسَةَ) لِأَنَّهُ رَجَعَ إِلَى شَيْءٍ مَحَلُّهُ قَبْلَهَا فَتَرْتَفِضُ (وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ) لِأَنَّهُ أَخَّرَ

وَاجِبًا

اور اگر وہ دو آخری قعدہ بھول گیا حتی کہ وہ پانچویں کی طرف کھڑا ہو گیا۔ تو جب تک اس نے سجدہ نہیں کیا وہ قعدہ کی طرف لوٹ آئے۔ کیونکہ اس نماز میں اصلاح اسی میں ہے۔ اور ایسا ممکن بھی ہے کہ ایک رکعت سے کم کو چھوڑا جا سکتا ہے۔ اور فرمایا: کہ وہ پانچویں رکعت کو فضول قرار دے کیونکہ وہ ایسی چیز کی طرف لوٹا ہے جس کا محل پانچویں رکعت سے پہلے ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑ دے۔ اور سجدہ سہو کرے کیونکہ اس نے واجب میں تاخیر کی ہے۔

بھول کر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لینے کا بیان

(وَإِنْ قَيَّدَ الْخَامِسَةَ بِسَجْدَةٍ بَطَلَ فَرْضُهُ) عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ لِأَنَّهُ اسْتَحْكَمَ شُرُوعَهُ فِي النَّافِلَةِ قَبْلَ إِكْمَالِ أَرْكَانِ الْمَكْتُوبَةِ، وَمِنْ ضَرُورَتِهِ خُرُوجُهُ عَنِ الْفَرْضِ وَهَذَا لِأَنَّ الرَّكْعَةَ بِسَجْدَةٍ وَاحِدَةٍ صَلَاةٌ حَقِيقَةً حَتَّى يَحْنَثَ بِهَا فِي يَمِينِهِ لَا يُصَلِّي .

(وَتَحَوَّلَتْ صَلَاتُهُ نَفْلًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ) خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ عَلَى مَا مَرَّ (فَيَضُمُّ إِلَيْهَا رَكْعَةً سَادِسَةً وَلَوْ لَمْ يَضُمَّ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ مَظْنُونٌ، ثُمَّ إِنَّمَا يَبْطُلُ فَرْضُهُ بِوَضْعِ الْجَبْهَةِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ لِأَنَّهُ سُجُودٌ كَامِلٌ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ بِرَفْعِهِ لِأَنَّ تَمَامَ الشَّيْءِ بِآخِرِهِ وَهُوَ الرَّفْعُ وَلَمْ يَصِحَّ مَعَ الْحَدَثِ، وَثَمَرَةُ الْخِلَافِ تَظْهَرُ فِيمَا إِذَا سَبَقَهُ الْحَدَثُ فِي السُّجُودِ بَنَى عِنْدَ مُحَمَّدٍ خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ .

اگر اس نے پانچویں رکعت کو سجدے کے ساتھ مقید کر دیا تو ہمارے نزدیک اس کا فرض باطل ہو جائے گا۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ ان کے نزدیک اس نے فرض کے ارکان مکمل کرنے سے پہلے اس نے نفل کو مستحکم کر دیا ہے۔ حالانکہ فرض سے نکلنا اس کی ضرورت ہے۔ اور ایک سجدے کے ساتھ یہ اس کی حقیقی نماز ہے حتی کہ وہ قسم "لَا يُصَلِّي" میں اس سے حانث ہو جائے گا۔

اور شیخین کے نزدیک اس کی نماز بدل کی نفل ہو گئی اور اس میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف گزر چکا ہے۔ پس وہ چھٹی رکعت ملائے اور اگر اس نے نہ ملائی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مظنون ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا فرض پیشانی زمین پر رکھنے کے ساتھ ہی باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ بھی سجدہ کامل ہے۔ جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سر کو اٹھانے کے ساتھ کیونکہ شئ اپنے آخر سے مکمل ہوتی ہے۔ اور اٹھانا ہے۔ اور یہ سر اٹھانا حدث کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔ اور اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوگا جب اس کو سجدے میں حدث لاحق ہو۔ اس صورت میں وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بناء کرے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھنے کا بیان

(وَلَوْ قَعَدَ فِي الرَّابِعَةِ ثُمَّ قَامَ وَلَمْ يُسَلِّمْ عَادَ إِلَى الْقَعْدَةِ مَا لَمْ يَسْجُدْ لِلْخَامِسَةِ وَسَلَّمَ) لِأَنَّ التَّسْلِيمَ فِي حَالَةِ الْقِيَامِ غَيْرُ مَشْرُوعٍ، وَأَمْكَنَهُ الْإِقَامَةُ عَلَى وَجْهِهِ بِالْقُعُودِ لِأَنَّ مَا دُونَ الرَّكْعَةِ بِمَحَلِّ الرَّفْضِ.

(وَإِنْ قَيَّدَ الْخَامِسَةَ بِالسَّجْدَةِ ثُمَّ تَذَكَّرَ ضَمَّ إِلَيْهَا رَكْعَةً أُخْرَى وَتَمَّ فَرْضُهُ) لِأَنَّ الْبَاقِيَ إِصَابَةُ لَفْظَةِ السَّلَامِ وَهِيَ وَاجِبَةٌ، وَإِنَّمَا يَضُمُّ إِلَيْهَا أُخْرَى لِتَصِيرَ الرَّكْعَتَانِ نَفْلًا لِأَنَّ الرَّكْعَةَ الْوَاحِدَةَ لَا تُجْزِئُهُ (لِنَهْيِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنِ الْبُتَيْرَاءِ)، ثُمَّ لَا تَنُوبَانِ عَنْ سُنَّةِ الظُّهْرِ هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ الْمُوَاظَبَةَ عَلَيْهَا بِتَحْرِيمَةٍ مُبْتَدَأَةٍ.

اور اگر وہ چوتھی رکعت میں قعدہ کرے پھر وہ کھڑا ہو گیا اور سلام نہیں پھیرا تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے۔ جب تک اس نے پانچویں کا سجدہ نہیں کیا۔ اور سلام پھیرے۔ کیونکہ حالت قیام میں سلام پھیرنا غیر مشروع ہے۔ اور قعدہ کی حالت مشروعہ کے ساتھ سلام پھیرنا ممکن ہے۔ کیونکہ ایک رکعت سے کم کو چھوڑنے کی جگہ ہے۔

اور اگر اس نے سجدے کے ساتھ پانچویں رکعت کو مقید کر دیا پھر اس کو یاد آیا تو وہ اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملائے تو اس کا فرض مکمل ہو چکا کیونکہ اس کا اب باقی صرف سلام تک پہنچنا تھا اور وہ واجب ہے۔ اور دوسری رکعت کا ملانا اس لئے تھا کہ دو رکعتیں نفل ہو جائیں۔ کیونکہ ایک رکعت کافی نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دم کٹی نماز سے منع ہے۔ پھر یہ دو رکعات ظہر کی سنتوں کے قائم مقام نہ ہوں گی یہی صحیح ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان دو رکعتوں پر نئی تحریمہ کے ساتھ دوام فرمایا ہے۔

سہو کے دو سجدوں کے استحسان ہونے کا بیان

(وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ اسْتِحْسَانًا) لِتَمَكُّنِ النُّقْصَانِ فِي الْفَرْضِ بِالْخُرُوجِ لَا عَلَى الْوَجْهِ الْمَسْنُونِ. وَفِي النَّفْلِ بِالدُّخُولِ لَا عَلَى الْوَجْهِ الْمَسْنُونِ، وَلَوْ قَطَعَهَا لَمْ يَلْزَمْهُ الْقَضَاءُ لِأَنَّهُ مَظْنُونٌ، وَلَوِ اقْتَدَى بِهِ إِنْسَانٌ فِيهِمَا يُصَلِّي سِتًّا عِنْدَ مُحَمَّدٍ لِأَنَّهُ الْمُؤَدَّى بِهَذِهِ التَّحْرِيمَةِ، وَعِنْدَهُمَا رَكْعَتَيْنِ لِأَنَّهُ اسْتَحْكَمَ خُرُوجُهُ عَنِ الْفَرْضِ وَلَوْ أَفْسَدَهُ الْمُقْتَدِي فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ اعْتِبَارًا بِالْإِمَامِ، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يَقْضِي رَكْعَتَيْنِ لِأَنَّ السُّقُوطَ بِعَارِضٍ يَخُصُّ الْإِمَامَ.

اور وہ بطور استحسان سہو کے دو سجدے کرے کیونکہ فرض میں نقصان غیر مسنون طریقے سے خروج پر ہوا اور نفل میں غیر مسنون طریقے سے دخول پر ہوا ہے۔ اور اگر اس نے نفل کو ختم کر دیا تو اس کی قضاء واجب نہ ہوگی کیونکہ وہ مظنون ہے۔ اگر کسی شخص نے ان دو رکعتوں میں اس کی اقتداء کی تو امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ چھ رکعتیں پڑھے گا۔ کیونکہ اسی تحریمہ کے ساتھ اتنی ہی تعداد ادا

جبکہ شیخین کے نزدیک صرف دو رکعتیں پڑھے گا۔ کیونکہ اس کا فرض سے نکلنا مستحکم ہو چکا ہے۔ اور اگر مقتدی نے اس کو فاسد کر دیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر قضاء نہیں ہے۔ کیونکہ اسے امام پر قیاس کیا جائے گا۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو رکعتیں قضاء کرے کیونکہ عارضہ کی وجہ سے سقوط صرف امام کے ساتھ خاص ہے۔

نفل میں بھولنے والے کے سجدہ سہو کا بیان

قَالَ (وَمَنْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ تَطَوُّعًا فَسَهَا فِيهِمَا وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ أُخْرَيَيْنِ لَمْ يَبْنِ) لِأَنَّ السُّجُودَ يَبْطُلُ لِوُقُوعِهِ فِي وَسَطِ الصَّلَاةِ، بِخِلَافِ الْمُسَافِرِ إِذَا سَجَدَ السَّهْوَ ثُمَّ نَوَى الْإِقَامَةَ حَيْثُ يَبْنِي لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يَبْنِ يُبْطِلُ جَمِيعَ الصَّلَاةِ، وَمَعَ هٰذَا لَوْ أَدَّى صَحَّ لِبَقَاءِ التَّحْرِيمَةِ .ز يبطل سجود السهو هو الصحيح .

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں فرمایا ہے۔ کہ جس آدمی نے دو رکعتیں نفل پڑھیں اور ان میں بھول گیا اور اس نے سجدہ سہو کیا پھر اس نے پسند کیا کہ دوسری دو رکعتیں پڑھے تو وہ بناء نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس کے درمیان میں واقع ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو اس کو باطل کرنے والا ہے۔ بخلاف مسافر کے کیونکہ جب اس نے سجدہ سہو کیا پھر نیت اقامت کی تو وہ بناء کرے۔ اس لئے کہ اگر اس نے بناء نہ کی تو اس کی ساری نماز باطل ہو جائے گی۔ تحریمہ کے باقی ہونے کی وجہ سے اگر اس نے اسی طرح کیا تو صحیح ہے۔ اور سجدہ سہو باطل ہو جائے گا۔ یہی قول صحیح ہے۔

جب سلام پھیرنے والے امام پر سجدہ ہو تو اس کا بیان

(وَمَنْ سَلَّمَ وَعَلَيْهِ سَجْدَتَا السَّهْوِ فَدَخَلَ رَجُلٌ فِي صَلَاتِهِ بَعْدَ التَّسْلِيمِ، فَإِنْ سَجَدَ الْإِمَامُ كَانَ دَاخِلًا وَإِلَّا فَلَا) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: هُوَ دَاخِلٌ سَجَدَ الْإِمَامُ أَوْ لَمْ يَسْجُدْ، لِأَنَّ عِنْدَهُ سَلَامُ مَنْ عَلَيْهِ السَّهْوُ لَا يُخْرِجُهُ عَنِ الصَّلَاةِ أَصْلًا لِأَنَّهَا وَجَبَتْ جَبْرًا لِلنُّقْصَانِ فَلَا بُدَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ فِي إِحْرَامِ الصَّلَاةِ وَعِنْدَهُمَا يُخْرِجُهُ عَلَى سَبِيلِ التَّوَقُّفِ لِأَنَّهُ مُحَلِّلٌ فِي نَفْسِهِ، وَإِنَّمَا لَا يَعْمَلُ لِحَاجَتِهِ إِلَى أَدَاءِ السَّجْدَةِ فَلَا يَظْهَرُ دُونَهَا، وَلَا حَاجَةَ عَلَى اعْتِبَارِ عَدَمِ الْعَوْدِ، وَيَظْهَرُ الِاخْتِلَافُ فِي هٰذَا وَفِي انْتِقَاضِ الطَّهَارَةِ بِالْقَهْقَهَةِ وَتَغَيُّرِ الْفَرْضِ بِنِيَّةِ الْإِقَامَةِ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ .

اور جس نے سلام پھیرا اور اس پر سہو کے دو سجدے تھے پس ایک شخص اس کی نماز میں سلام کے بعد داخل ہوا۔ پس اگر امام نے سجدہ کیا تو وہ داخل ہونے والا ہے ورنہ نہیں۔ اور یہ شیخین کے نزدیک ہے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ امام سجدہ کرے یا نہ کرے وہ نماز میں داخل ہونے والا ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک اس کا سلام اس کو نماز سے بالکل خارج کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ پر سجدہ سہو لازم ہے۔ کیونکہ سجدہ سہو کا وجوب نقصان کو دور کرنے

والا ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ وہ شخص نماز کے احرام میں ہے۔ اور شیخین کے نزدیک وہ سلام توقف کے طریقے پر اس کا نکالنے والا ہے۔ کیونکہ سلام خود اس کا حلال کرنے والا ہے۔ اور ادائے سجدہ کی ضرورت کے پیش نظر وہ کوئی عمل نہ کرے گا۔ جو سجدے کے بغیر ظاہر نہ ہوگا۔ اور عدم عود پر قیاس کرنے کی وجہ سے کوئی ضروری نہیں ہے۔ اور یہ اختلاف قہقہہ کے ساتھ وضو ٹوٹنے کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اور نیت اقامت کی وجہ سے تغیر فرض کی صورت میں ہوگا۔

جب نماز کو ختم کرنے والے نے سلام پھیرا حالانکہ اس سجدہ سہو لازم تھا:

وَ (مَنْ سَلَّمَ يُرِيدُ بِهِ قَطْعَ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِ سَهْوٌ فَعَلَيْهِ اَنْ يَسْجُدَ لِلسَّهْوِ) لِاَنَّ هٰذَا السَّلَامَ غَيْرُ قَاطِعٍ وَنِيَّتُهُ تَغْيِيرُ الْمَشْرُوعِ فَلَغَتْ ۔

(وَمَنْ شَكَّ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ اَثَلَاثًا صَلَّى اَمْ اَرْبَعًا وَذٰلِكَ اَوَّلُ مَا عَرَضَ لَهُ اسْتَأْنَفَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ اَنَّهُ كَمْ صَلَّى فَلْيَسْتَقْبِلْ الصَّلَاةَ)

اور جس آدمی نے نماز کو ختم کرنے کی وجہ سے سلام پھیرا اور اس پر سجدہ سہو تھا تو وہ سجدہ سہو کرے کیونکہ اس کا یہ سلام اس کی نماز کو ختم کرنے والا نہیں ہے۔ اور مشروع میں تبدیلی لانے والی نیت فضول ہے۔

اور جسے اپنی نماز میں شک پیدا ہوا لہٰذا وہ نہیں جانتا کہ اس نے تین پڑھی ہیں یا چار پڑھی ہیں۔ اور اس کا یہ پہلا شک ہے تو وہ نئے سرے سے نماز پڑھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں کسی کو اپنی نماز میں شک ہو کہ اس نے کتنی نماز پڑھی تو اسے چاہیے کہ وہ نئے سرے سے نماز پڑھے۔

نماز میں بار بار سہو پیش آنے کا بیان

(وَاِنْ كَانَ يَعْرِضُ لَهُ كَثِيرًا بَنَى عَلَى اَكْبَرِ رَأْيِهِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ شَكَّ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ) (وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ رَأْيٌ بَنَى عَلَى الْيَقِينِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ شَكَّ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ اَثَلَاثًا صَلَّى اَمْ اَرْبَعًا بَنَى عَلَى الْاَقَلِّ) وَالِاسْتِقْبَالُ بِالسَّلَامِ اَوْلَى، لِاَنَّهُ عُرِفَ مُحَلِّلًا دُوْنَ الْكَلَامِ، وَمُجَرَّدُ النِّيَّةِ يَلْغُو، وَعِنْدَ الْبِنَاءِ عَلَى الْاَقَلِّ يَقْعُدُ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ يَتَوَهَّمُ آخِرَ صَلَاتِهِ كَيْ لَا يَصِيرَ تَارِكًا فَرْضَ الْقَعْدَةِ ۔

اور اگر اس کو کئی مرتبہ شک ہوا تو وہ غالب رائے پر بناء کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کو اپنی نماز میں شک تو وہ صحیح کی کوشش کرے۔ اور اس کی کوئی رائے نہ تو وہ یقین پر عمل کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جسے اپنی نماز میں شک ہو وہ نہیں جانتا کہ اس نے تین یا چار پڑھی ہیں تو کم پر بناء کرے۔ اور نئے سرے سے سلام کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ حلال کرنے والا سلام ہے کلام نہیں ہے۔ اور خالی نیت فضول جائے گی۔ اور کم بناء کرنے کی صورت میں وہ ہر اس جگہ قعدہ کرے جس کا اس نماز کا آخر ہونے کا خیال ہے۔ تا کہ وہ قعدہ فرض کا تارک نہ بنے۔

باب صلوٰۃ المریض

﴿یہ باب مریض کے طریقہ نماز کے بیان میں ہے﴾

باب صلوٰۃ المریض کی مطابقت کا بیان

یہاں پر مریض بمعنی مارض ہے۔اور ماقبل باب سے مناسبت یہ ہے کہ سجدہ سہو میں بھی عارضہ پیدا ہوتا ہے۔جس کے اسباب میں کثرت ہے۔اور مرض چونکہ عارضہ سماوی ہے۔اور اس کے اسباب میں بہ نسبت سہو کے قلیل ہے۔لہٰذا قلت کے پیش نظر اس کے سہو سے مؤخر کر کیا ہے۔

قیام پر عدم قدرت کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا بیان

(إِذَا عَجَزَ الْمَرِيضُ عَنِ الْقِيَامِ صَلَّى قَاعِدًا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى الْجَنْبِ تُومِئُ إِيمَاءً' وَلِأَنَّ الطَّاعَةَ بِحَسَبِ الطَّاقَةِ .

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ أَوْمَأَ إِيمَاءً) يَعْنِي قَاعِدًا' لِأَنَّهُ وُسْعُ مِثْلِهِ (وَجَعَلَ سُجُودَهُ أَخْفَضَ مِنْ رُكُوعِهِ)' لِأَنَّهُ قَائِمٌ مَقَامَهُمَا فَأَخَذَ حُكْمَهُمَا (وَلَا يَرْفَعُ إِلَى وَجْهِهِ شَيْئًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تَسْجُدَ عَلَى الْأَرْضِ فَاسْجُدْ وَإِلَّا فَأَوْمِئْ بِرَأْسِكَ) فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ وَهُوَ يَخْفِضُ رَأْسَهُ أَجْزَأَهُ' لِوُجُودِ الْإِيمَاءِ، فَإِنْ وَضَعَ ذَلِكَ عَلَى جَبْهَتِهِ لَا يُجْزِئُهُ لِانْعِدَامِهِ

مریض جب قیام پر قدرت نہ رکھتا ہوتو وہ بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ نماز پڑھے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: نماز کھڑے ہو کر پڑھو،اور اگر (کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر) قادر نہ ہوسکو تو بیٹھ کر پڑھو، اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی) قادر نہ ہوسکو تو (پھر) کروٹ پر پڑھو۔کیونکہ اطاعت طاقت کے مطابق ہے۔

فرمایا: پس اگر رکوع وسجود پر کی طاقت نہ رکھے تو وہ اشارے سے پڑھے۔کیونکہ یہی اس کا طریقہ ہے۔اور وہ اپنے سجدے میں رکوع کی نسبت زیادہ جھکے۔کیونکہ یہ اشارہ انہی دونوں کے قائم مقام ہے۔لہٰذا اس نے انہی کا حکم پکڑ لیا۔اور کسی چیز کو اٹھا کر چہرے کی طرف نہ لائے تا کہ اس پر سجدہ کرے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تو زمین پر سجدہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو کر ورنہ اپنے سر سے اشارہ کر۔پس اگر اس نے ایسا کیا تو وہ سر کو جھکانے والا ہے لہٰذا کافی ہوا۔کیونکہ اشارہ پایا گیا اگر اس نے چیز کو اپنی

پیشانی پر رکھ دیا تو اشارہ معدوم ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

قعود کی عدم قدرت پر لیٹ کر نماز پڑھنے کا بیان

(فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعِ الْقُعُودَ اسْتَلْقٰی عَلٰی ظَهْرِهٖ وَجَعَلَ رِجْلَیْهِ اِلَی الْقِبْلَةِ وَاَوْمَأَ بِالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ) لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (یُصَلِّی الْمَرِیْضُ قَائِمًا فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَعَلٰی قَفَاهُ یُوْمِئُ اِیْمَاءً فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَاللّٰهُ تَعَالٰی اَحَقُّ بِقَبُوْلِ الْعُذْرِ مِنْهُ) قَالَ (وَاِنِ اسْتَلْقٰی عَلٰی جَنْبِهٖ وَوَجْهُهٗ اِلَی الْقِبْلَةِ فَاَوْمَأَ) جَازَ) لِمَا رَوَیْنَا مِنْ قَبْلُ اِلَّا اَنَّ الْاُوْلٰی هِیَ الْاَوْلٰی عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِیِّ، لِاَنَّ اِشَارَةَ الْمُسْتَلْقِیْ تَقَعُ اِلٰی هَوَاءِ الْكَعْبَةِ، وَاِشَارَةَ الْمُضْطَجِعِ عَلٰی جَنْبِهٖ اِلٰی جَانِبِ قَدَمَیْهِ، وَبِهٖ تَتَاَدَّی الصَّلَاةُ ۔

اگر وہ بیٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ اپنی پشت پر لیٹ جائے اور اپنے پاؤں کو قبلہ جانب رکھے اور اشارے کے ساتھ رکوع وسجود کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مریض کھڑے ہو کر نماز پڑھے پس اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتے تو گدی کے بل لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے۔ اور اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو زیادہ حق رکھتا ہے کہ وہ اس کا عذر قبول کرے۔

اور اگر بیمار کروٹ پر لیٹے اور اس کا چہرہ قبلہ جانب ہو اور اس نے اشارہ کیا تو جائز ہے۔ اسی روایت کی وجہ سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک اس کی پہلی صورت افضل ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ چت لیٹنے والا کا اشارہ ہوائے کعبہ پر پڑتا ہے اور لیٹنے والے کا اشارہ اس کے دونوں قدموں پر پڑتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ نماز ادا ہوتی ہے۔

سر کے اشارے سے بھی عاجز آنے والے کی نماز کا بیان

(فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعِ الْاِیْمَاءَ بِرَأْسِهٖ اُخِّرَتِ الصَّلَاةُ عَنْهُ، وَلَا یُوْمِئُ بِعَیْنِهٖ وَلَا بِقَلْبِهٖ وَلَا بِحَاجِبَیْهِ) خِلَافًا لِزُفَرَ لِمَا رَوَیْنَا مِنْ قَبْلُ، وَلِاَنَّ نَصْبَ الْاِبْدَالِ بِالرَّأْیِ مُمْتَنِعٌ، وَلَا قِیَاسَ عَلَی الرَّأْسِ لِاَنَّهٗ یَتَاَدّٰی بِهٖ رُكْنُ الصَّلَاةِ دُوْنَ الْعَیْنِ وَاُخْتَیْهَا ۔

وَقَوْلُهٗ اُخِّرَتْ عَنْهُ اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّهٗ لَا تَسْقُطُ عَنْهُ الصَّلَاةُ وَاِنْ كَانَ الْعَجْزُ اَكْثَرَ مِنْ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ اِذَا كَانَ مُفِیْقًا هُوَ الصَّحِیْحُ، لِاَنَّهٗ یَفْهَمُ مَضْمُوْنَ الْخِطَابِ بِخِلَافِ الْمُغْمٰی عَلَیْهِ ۔

اگر وہ سر کے اشارے کی طاقت بھی نہ رکھتا تو وہ نماز کو موخر کر دے۔ وہ آنکھ، دل اور حاجبین کا اشارہ نہ کرے۔ ہماری پہلی روایت کردہ حدیث کی وجہ سے امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ رائے سے بدل قائم کرنا منع ہے۔ اور اس پر قیاس بھی

نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ سر کے ساتھ نماز کا ایک رکن ادا ہوتا ہے۔ جبکہ آنکھ اور اس کی بھنیں یعنی قلب وحاجبین، کوئی رکن ادا نہیں ہو تا۔ اور صاحب قدوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ''''' اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ وہ نماز اس سے ساقط نہ ہوگی۔ خواہ عجز ایک دن رات سے زیادہ ہو۔ صحیح روایت کے مطابق جب وہ افاقہ پانے والا ہو۔ کیونکہ مریض خطاب کے مفہوم کو سمجھنے والا ہے۔ بخلاف اس شخص کے جس پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔

قدرت قیام پر قادر جبکہ رکوع وسجود پر عدم قدرت کا بیان

قَالَ (وَاِنْ قَدَرَ عَلَى الْقِيَامِ وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ لَمْ يَلْزَمْهُ الْقِيَامُ وَيُصَلِّي قَاعِدًا يُومِءُ إِيمَاءً)؛ لِاَنَّ رُكْنِيَّةَ الْقِيَامِ لِلتَّوَسُّلِ بِهِ إِلَى السَّجْدَةِ لِمَا فِيهَا مِنْ نِهَايَةِ التَّعْظِيمِ، فَإِذَا كَانَ لَا يَتَعَقَّبُهُ السُّجُودُ لَا يَكُونُ رُكْنًا فَيَتَخَيَّرُ، وَالْاَفْضَلُ هُوَ الْإِيمَاءُ قَاعِدًا؛ لِاَنَّهُ اَشْبَهُ بِالسُّجُودِ.

(وَاِنْ صَلَّى الصَّحِيحُ بَعْضَ صَلَاتِهِ قَائِمًا ثُمَّ حَدَثَ بِهِ مَرَضٌ يُتِمُّهَا قَاعِدًا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ اَوْ يُومِءُ اِنْ لَمْ يَقْدِرْ اَوْ مُسْتَلْقِيًا اِنْ لَمْ يَقْدِرْ)؛ لِاَنَّهُ بِنَاءُ الْاَدْنٰى عَلَى الْاَعْلٰى فَصَارَ كَالِاقْتِدَاءِ.

اور اگر مریض قیام پر قدرت رکھتا ہے لیکن وہ رکوع وسجود پر قادر نہیں تو اس پر قیام لازم نہیں ہے بلکہ وہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے۔ کیونکہ قیام کا رکن اس وجہ سے ہے تاکہ اس کے وسیلے سے سجدہ کیا جائے۔ جس میں انتہائی تعظیم ہے۔ لہٰذا جس قیام کے بعد سجدہ نہ ہو وہ قیام رکن نہ ہوگا۔ پس عذر والے کو اختیار ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ وہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے۔ کیونکہ حقیقی سجدے کے یہی مشابہ ہے۔

اور اگر کسی تندرست شخص نے کچھ نماز قیام کے ساتھ پڑھی پھر وہ بیمار ہوگیا تو وہ رکوع وسجود کے ساتھ یا اشارے کے ساتھ نماز کو پورا کرے۔ اگر اس قادر نہ ہو تو لیٹ کر مکمل کرے۔ کیونکہ اس نے ادنیٰ کی اعلیٰ پر بناء کی ہے جو اقتداء کی طرح ہے۔

مریض کا دوران نماز قدرت پالینے کا بیان

(وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ لِمَرَضٍ ثُمَّ صَحَّ بَنَى عَلَى صَلَاتِهِ قَائِمًا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اسْتَقْبَلَ) بِنَاءً عَلَى اخْتِلَافِهِمْ فِي الِاقْتِدَاءِ وَقَدْ تَقَدَّمَ بَيَانُهُ (وَاِنْ صَلَّى بَعْضَ صَلَاتِهِ بِاِيمَاءٍ ثُمَّ قَدَرَ عَلَى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ اسْتَاْنَفَ عِنْدَهُمْ جَمِيعًا)؛ لِاَنَّهُ لَا يَجُوزُ اقْتِدَاءُ الرَّاكِعِ بِالْمُومِءِ، فَكَذَا الْبِنَاءُ.

اور جو مرض کی وجہ سے بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ نماز پڑھے پھر وہ تندرست ہوگیا تو وہ اسی بناء پر کھڑا ہو کر نماز ادا کرے یہ شیخین کے نزدیک ہے جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نئے سرے سے پڑھے۔ اس اختلاف کی بنیاد ان کی اقتداء میں اختلاف ہے۔ جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

اور اگر اس نے کچھ نماز اشارے کے ساتھ پڑھی پھر وہ رکوع وسجود پر قادر ہو گیا۔ تو سب کے نزدیک نئے سرے سے پڑھے۔ کیونکہ رکوع کرنے والے کی اقتداء اشارہ والے کے پیچھے جائز نہیں ہے۔ یہی حکم بناء کا ہے۔

نوافل کھڑے ہو کر یا ٹیک لگا کر پڑھنے کا بیان

(وَمَنْ افْتَتَحَ التَّطَوُّعَ قَائِمًا ثُمَّ اَعْيَا لَا بَأْسَ بِاَنْ يَتَوَكَّأَ عَلٰى عَصًا اَوْ حَائِطٍ اَوْ يَقْعُدَ) لِاَنَّ هٰذَا عُذْرٌ، وَاِنْ كَانَ الْاِتِّكَاءُ بِغَيْرِ عُذْرٍ يُكْرَهُ، لِاَنَّهٗ اِسَاءَةٌ فِي الْاَدَبِ ۔

وَقِيلَ لَا يُكْرَهُ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لِاَنَّهٗ لَوْ قَعَدَ عِنْدَهٗ بِغَيْرِ عُذْرٍ يَجُوزُ، فَكَذَا لَا يُكْرَهُ الْاِتِّكَاءُ ۔ وَعِنْدَهُمَا يُكْرَهُ، لِاَنَّهٗ لَا يَجُوزُ الْقُعُودُ عِنْدَهُمَا فَيُكْرَهُ الْاِتِّكَاءُ (وَاِنْ قَعَدَ بِغَيْرِ عُذْرٍ يُكْرَهُ بِالْاِتِّفَاقِ) وَتَجُوزُ الصَّلَاةُ عِنْدَهٗ وَلَا تَجُوزُ عِنْدَهُمَا، وَقَدْ مَرَّ فِي بَابِ النَّوَافِلِ

اور جس نے کھڑے ہو کر نوافل شروع کیے پھر وہ تھک جائے تو اس پر کوئی حرج نہیں کہ وہ کسی عصا، دیوار ٹیک لگائے یا بیٹھ جائے کیونکہ یہ عذر ہے۔ اگر اس کا ٹیک لگانا بغیر کسی عذر کے ہے تو مکروہ ہے کیونکہ اس میں بے ادبی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے کیونکہ آپ کے نزدیک اگر وہ بغیر عذر کے بیٹھا تو جائز ہے اور ایسے ہی ٹیک لگانا بھی مکروہ نہیں ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک بیٹھنا مکروہ ہے لہٰذا ٹیک بھی مکروہ ہے۔ اور اگر وہ بغیر عذر کے بیٹھ گیا تو بہ اتفاق ائمہ مکروہ ہے۔ البتہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کی نماز جائز نہیں ہے۔ جس طرح نوافل کے باب میں گذر چکا ہے۔

کشتی میں بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا بیان

(وَمَنْ صَلّٰى فِي السَّفِينَةِ قَاعِدًا مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ اَجْزَاَهٗ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْقِيَامُ اَفْضَلُ ۔ وَقَالَا: لَا يُجْزِئُهٗ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ) لِاَنَّ الْقِيَامَ مَقْدُورٌ عَلَيْهِ فَلَا يُتْرَكُ اِلَّا لِعِلَّةٍ ۔ وَلَهٗ اَنَّ الْغَالِبَ فِيهَا دَوَرَانُ الرَّأْسِ وَهُوَ كَالْمُتَحَقِّقِ، اِلَّا اَنَّ الْقِيَامَ اَفْضَلُ، لِاَنَّهٗ اَبْعَدُ عَنْ شُبْهَةِ الْخِلَافِ، وَالْخُرُوجُ اَفْضَلُ اِنْ اَمْكَنَهٗ، لِاَنَّهٗ اَسْكَنُ لِقَلْبِهٖ، وَالْخِلَافُ فِي غَيْرِ الْمَرْبُوطَةِ وَالْمَرْبُوطَةُ كَالشَّطِّ هُوَ الصَّحِيحُ ۔

اور جس نے کشتی میں بغیر کسی علت کے بیٹھ کر نماز پڑھی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی ہے البتہ قیام افضل ہے۔ اور صاحبین نے کہا کہ عذر کے بغیر کافی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ قیام پر قدرت رکھنے والا ہے لہٰذا اس کو کسی علت کے سوا ترک نہ کیا جائے گا۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ عام طور پر کشتی میں سر کا گھومنا ہے اور وہ ثابت کی طرح ہے۔ لیکن فضیلت قیام ہی کو ہے۔ کیونکہ وہی (قیام) شبہ اختلاف کو دور کرنے والا ہے۔ اور جس قدر ممکن ہو کشتی سے نکلنا افضل ہے۔ کیونکہ اسی میں سکون قلب ہے۔ اور یہ اختلاف اس کشتی میں ہے جو باندھی ہوئی نہ ہو اور باندھی ہوئی کشتی کنارے کی طرح ہے۔ یہی حکم صحیح ہے۔

پانچ نمازوں میں بے ہوشی رہی تو حکم صلوٰۃ

(وَمَنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ أَوْ دُونَهَا قَضَى، وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ لَمْ يَقْضِ) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا قَضَاءَ عَلَيْهِ إِذَا اسْتَوْعَبَ الْإِغْمَاءُ وَقْتَ صَلَاةٍ كَامِلًا لِتَحَقُّقِ الْعَجْزِ فَأَشْبَهَ الْجُنُونَ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْمُدَّةَ إِذَا طَالَتْ كَثُرَتِ الْفَوَائِتُ فَيَتَحَرَّجُ فِي الْأَدَاءِ، وَإِذَا قَصُرَتْ قَلَّتْ فَلَا حَرَجَ، وَالْكَثِيرُ أَنْ تَزِيدَ عَلَى يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، لِأَنَّهُ يَدْخُلُ فِي حَدِّ التَّكْرَارِ،

وَالْجُنُونُ كَالْإِغْمَاءِ: كَذَا ذَكَرَهُ أَبُو سُلَيْمَانَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، بِخِلَافِ النَّوْمِ، لِأَنَّ امْتِدَادَهُ نَادِرٌ فَيَلْحَقُ بِالْقَاصِرِ، ثُمَّ الزِّيَادَةُ تُعْتَبَرُ مِنْ حَيْثُ الْأَوْقَاتُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لِأَنَّ التَّكْرَارَ يَتَحَقَّقُ بِهِ، وَعِنْدَهُمَا مِنْ حَيْثُ السَّاعَاتُ هُوَ الْمَأْثُورُ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

اور جس پر پانچ یا اس سے کم نمازوں تک بے ہوشی طاری رہی تو قضاء کرے اور اگر اس سے زیادہ تک بے ہوشی رہی تو قضاء نہ کرے۔ اور یہ دلیل استحسان کے پیش نظر ہے۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پر کوئی قضاء نہیں ہے۔ جب اغماء نے اسے ایک نماز کے وقت تک گھیر لیا ہو۔ کیونکہ عجز ثابت ہو جائے گا لہٰذا یہ جنون کے مشابہ ہو گیا۔

اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ اغماء کی مدت جب لمبی ہو جائے گی تو قضاء نمازوں کی کثرت ہو جائے گی جن کو پڑھنے سے حرج لازم آئے گا اور جب مدت اغماء کم ہوگی تو نمازیں بھی تھوڑی قضاء ہوں گیں اور حرج بھی لازم نہ آئے گا۔ اور کثیر اسے کہیں گے کہ جب ایک دن رات سے زیادہ ہوں کیونکہ وہ حد تکرار میں داخل ہو جاتی ہیں۔

اور جنون اغماء کی طرح ہے۔ اسی طرح حضرت ابو سلیمان نے ذکر کیا ہے۔ بخلاف نیند کے کیونکہ نیند کا اتنا لمبا ہونا نادر ہے۔ لہٰذا نیند کو عذر قاصر کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک کثرت کا اعتبار اوقات کی طرف سے کیا جائے گا۔ کیونکہ تکرار اسی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ شیخین کے نزدیک ساعات سے ہے اور یہی حضرت علی المرتضی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا ہے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ صحیح کو جاننے والا ہے۔

باب فی السجدۃ التلاوۃ

﴿یہ باب سجدہ تلاوت کے بیان میں ہے﴾

سجدہ تلاوت والے باب کی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ باب سجدہ تلاوت کے احکام میں ہے۔ یہاں اضافت سبب کی بہ جائے مسبب کی طرف ہے۔ جس طرح خیار عیب، خیار رویت اور حج بیت اللہ میں نسبت سبب کی بہ جائے مسبب کی طرف کی گئی ہے کیونکہ تلاوت تالی کے حق میں اور سماع سامع کے حق میں سبب ہے۔ لہٰذا مناسب یہ تھا کہ یہ کہا جاتا "باب سحود التلاوۃ والسماع" اس کے جواب میں کہوں گا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ تلاوت سبب ہے۔ البتہ سماع کی سببت میں اختلاف ہے۔ بلکہ بعض نے کہا ہے کہ سماع سبب نہیں ہے۔

اس باب کو سجدہ سہو کے ساتھ اس ملایا گیا ہے کہ ان دونوں کے احکام میں سجدے کا بیان ہے اور مریض والے باب سے اس لئے موخر کیا گیا ہے کہ مرض عارضہ سماوی ہے۔ پس اسے سجدہ تلاوت سے مقدم کر دیا۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۲۱۲، حقانیہ ملتان)

قرآن میں سجدوں کا بیان

قَالَ (سُجُودُ التِّلَاوَةِ فِي الْقُرْآنِ اَرْبَعَ عَشْرَةَ سَجْدَةً: فِي آخِرِ الْاَعْرَافِ، وَفِي الرَّعْدِ وَالنَّحْلِ، وَبَنِي اِسْرَائِيلَ، وَمَرْيَمَ وَالْاُولٰى فِي الْحَجِّ، وَالْفُرْقَانِ وَالنَّمْلِ، والم تَنْزِيلُ وَصٓ، وَحٰمٓ السَّجْدَةِ، وَالنَّجْمِ، (وَاِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ) وَاقْرَأْ.

كَذَا كُتِبَ فِي مُصْحَفِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ وَالسَّجْدَةُ الثَّانِيَةُ فِي الْحَجِّ لِلصَّلَاةِ عِنْدَنَا، وَمَوْضِعُ السَّجْدَةِ فِي حم السَّجْدَةِ عِنْدَ قَوْلِهِ (لَا يَسْاَمُونَ) فِي قَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ الْمَأْخُوذُ لِلاحْتِيَاطِ

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قرآن میں تلاوت کے چودہ سجدے ہیں۔ سورۃ اعراف کے آخر میں، رعد میں، نحل میں، بنی اسرائیل میں، مریم میں، اور حج میں پہلا اور فرقان میں، نمل میں، الم تنزیل، ص، حم السجدۃ، نجم "وَاِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ" اور اقراء میں ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف میں اسی طرح ہے لہٰذا اسی اعتماد کیا جائے گا۔ اور سورۃ حج میں دوسرا سجدہ ہمارے نزدیک نماز کے لئے ہے۔ اور "حم السجدۃ" میں سجدے کا مقام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق (لَا يَسْاَمُونَ) ہے۔ اور اس کو احتیاط کے

پیش نظر اخذ کیا گیا ہے۔

سجدہ تلاوت کے وجوب کا بیان

وَالسَّجْدَةُ وَاجِبَةٌ فِي هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ عَلَى التَّالِي وَالسَّامِعِ) سَوَاءٌ قَصَدَ سَمَاعَ الْقُرْآنِ اَوْ لَمْ يَقْصِدْ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (السَّجْدَةُ عَلٰى مَنْ سَمِعَهَا وَعَلٰى مَنْ تَلَاهَا) وَهِيَ كَلِمَةُ اِيْجَابٍ وَهُوَ غَيْرُ مُقَيَّدٍ بِالْقَصْدِ (وَاِذَا تَلَا الْاِمَامُ آيَةَ السَّجْدَةِ سَجَدَهَا وَسَجَدَهَا الْمَأْمُوْمُ مَعَهُ) لِالْتِزَامِهٖ مُتَابَعَتَهُ

اور ان مقامات پر سامع وتالی پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ چاہے وہ سننے کا ارادہ کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سجدہ اس پر ہے جس نے اس کو سنا اور اس پر بھی ہے جس نے اس کو پڑھا۔ اور یہ کلمہ ایجاب ہے۔ لہٰذا یہ قصد کے ساتھ مقید نہ ہوگا۔ اور جب امام آیت سجدہ تلاوت کرے تو وہ سجدہ کرے اور مقتدی بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں۔ کیونکہ امام کی اتباع لازم ہے۔

مقتدی کے سجدہ تلاوت میں امام اس کی اتباع نہ کرے

(وَاِذَا تَلَا الْمَأْمُوْمُ لَمْ يَسْجُدِ الْاِمَامُ وَلَا الْمَأْمُوْمُ فِي الصَّلَاةِ وَلَا بَعْدَ الْفَرَاغِ) عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يَسْجُدُوْنَهَا اِذَا فَرَغُوْا، لِاَنَّ السَّبَبَ قَدْ تَقَرَّرَ، وَلَا مَانِعَ بِخِلَافِ حَالَةِ الصَّلَاةِ، لِاَنَّهٗ يُؤَدِّيْ اِلٰى خِلَافِ وَضْعِ الْاِمَامَةِ اَوِ التِّلَاوَةِ ۔

وَلَهُمَا اَنَّ الْمُقْتَدِيَ مَحْجُوْرٌ عَنِ الْقِرَاءَةِ لِنَفَاذِ تَصَرُّفِ الْاِمَامِ عَلَيْهِ، وَتَصَرُّفُ الْمَحْجُوْرِ لَا حُكْمَ لَهٗ، بِخِلَافِ الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ، لِاَنَّهُمَا عَنِ الْقِرَاءَةِ مَنْهِيَّانِ، اِلَّا اَنَّهٗ لَا يَجِبُ عَلَى الْحَائِضِ بِتِلَاوَتِهَا كَمَا لَا يَجِبُ بِسَمَاعِهَا، لِانْعِدَامِ اَهْلِيَّةِ الصَّلَاةِ، بِخِلَافِ الْجُنُبِ ۔

اور جب مقتدی نے تلاوت کی تو امام سجدہ نہ کرے اور نہ ہی وہ مقتدی نماز میں سجدہ کرے اور نہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرے۔ یہ شیخین کے نزدیک ہے جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب وہ فارغ ہوں تو وہ سب سجدہ کریں۔ کیونکہ سبب مقرر ہو چکا ہے۔ اور حالت نماز کے سوا مانع کوئی نہیں ہے۔ اور یہ سب چونکہ امامت کے طریقے اور نماز کے طریقے کے خلاف پہنچانے والا تھا۔ (اور اب فارغ ہونے کے بعد وہ ختم ہو گیا لہٰذا سجدہ سب کریں گے)۔

اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ مقتدی کو قرأت سے روکا گیا ہے۔ کیونکہ اس پر امام کا تصرف نافذ ہے لہٰذا روکے گئے کا تصرف کوئی حکم نہیں رکھتا۔ بخلاف جنبی وحائض کے کیونکہ ان دونوں کا قرأت منع کیا گیا ہے۔ لیکن حائض پر اس کی تلاوت کی وجہ سے واجب نہ ہوگا جس طرح اس کی سماعت کی وجہ سے واجب نہ ہوا۔ کیونکہ اس میں نماز کی اہلیت معدوم ہے۔ جبکہ جنبی میں ایسا نہیں ہے۔

نماز سے باہر آیت سجدہ سننے والے کا حکم

(وَلَوْ سَمِعَهَا رَجُلٌ خَارِجَ الصَّلَاةِ سَجَدَهَا) هُوَ الصَّحِيحُ، لِاَنَّ الْحَجْرَ ثَبَتَ فِي حَقِّهِمْ فَلَا يَعْدُوهُمْ

(وَإِنْ سَمِعُوا وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ سَجْدَةً مِنْ رَجُلٍ لَيْسَ مَعَهُمْ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَسْجُدُوهَا فِي الصَّلَاةِ)، لِاَنَّهَا لَيْسَتْ بِصَلَاتِيَّةٍ، لِاَنَّ سَمَاعَهُمْ هٰذِهِ السَّجْدَةَ لَيْسَ مِنْ اَفْعَالِ الصَّلَاةِ (وَسَجَدُوهَا بَعْدَهَا) لِتَحَقُّقِ سَبَبِهَا (وَلَوْ سَجَدُوهَا فِي الصَّلَاةِ لَمْ يُجْزِهِمْ)، لِاَنَّهُ نَاقِصٌ لِمَكَانِ النَّهْيِ فَلَا يَتَاَدّٰى بِهِ الْكَامِلُ .

قَالَ (وَاَعَادُوهَا) لِتَقَرُّرِ سَبَبِهَا (وَلَمْ يُعِيدُوا الصَّلَاةَ)، لِاَنَّ مُجَرَّدَ السَّجْدَةِ لَا يُنَافِي اِحْرَامَ الصَّلَاةِ .وَفِي النَّوَادِرِ اَنَّهَا تَفْسُدُ، لِاَنَّهُمْ زَادُوا فِيهَا مَا لَيْسَ مِنْهَا، وَقِيلَ هُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ

اور اگر کسی شخص نے نماز سے باہر اس کو سنا تو وہ سجدہ کرے۔ کیونکہ حکم حجر مقتدیوں کے حق میں ثابت ہوا ہے جو ان سے آگے نہ بڑھے گا۔ اور جب نمازیوں نے حالت نماز میں ایسے شخص سے سنا جو نماز میں ان کے ساتھ نہیں ہے وہ نماز میں سجدہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ سجدہ نماز کا سجدہ نہیں ہے۔ اور ان لوگوں کا سن لینا یہ نماز کے کاموں میں سے نہیں ہے۔ اور وہ نماز کے بعد سجدہ کریں گے۔ اس لئے کہ سجدے کا سبب متحقق ہو چکا ہے۔

اور اگر انہوں نے نماز میں سجدہ کر لیا تو یہ کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ حکم ممانعت کی وجہ سے ادا ناقص ہوئی۔ لہٰذا ادائے کامل کے طور پر ادا نہ ہوا۔

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ وہ اس سجدے کا اعادہ کریں کیونکہ اس کا سبب ثابت ہو چکا ہے۔ اور وہ نماز کا اعادہ نہ کریں کیونکہ محض سجدہ احرام صلوٰۃ کے منافی نہیں ہے۔ جبکہ نوادر میں ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ انہوں نے اس چیز کو زیادہ کیا ہے جو نماز میں سے نہیں ہے۔ اور بھی کہا گیا ہے کہ ایک قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی ہے۔

خارج نماز سننے والے پر وجوب سجدے کا بیان۔

(فَإِنْ قَرَاَهَا الْإِمَامُ وَسَمِعَهَا رَجُلٌ لَيْسَ مَعَهُ فِي الصَّلَاةِ فَدَخَلَ مَعَهُ بَعْدَمَا سَجَدَهَا الْإِمَامُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ اَنْ يَسْجُدَهَا)، لِاَنَّهُ صَارَ مُدْرِكًا لَهَا بِاِدْرَاكِ الرَّكْعَةِ (وَإِنْ دَخَلَ مَعَهُ قَبْلَ اَنْ يَسْجُدَهَا سَجَدَهَا مَعَهُ)، لِاَنَّهُ لَوْ لَمْ يَسْمَعْهَا سَجَدَهَا مَعَهُ فَهَاهُنَا اَوْلٰى (وَإِنْ لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُ سَجَدَهَا وَحْدَهُ) لِتَحَقُّقِ السَّبَبِ .

(وَكُلُّ سَجْدَةٍ وَجَبَتْ فِي الصَّلَاةِ فَلَمْ يَسْجُدْهَا فِيهَا لَمْ تُقْضَ خَارِجَ الصَّلَاةِ)' لِأَنَّهَا صَلَاتِيَّةٌ وَلَهَا مَزِيَّةُ الصَّلَاةِ، فَلَا تَتَأَدَّى بِالنَّاقِصِ

پس اگر امام نے پڑھا اور اس آدمی نے سنا جو امام کے ساتھ نماز میں نہیں ہے۔ پھر وہ شخص سجدہ کرنے کے بعد امام کے ساتھ داخل ہو گیا۔ تو اس پر سجدہ کرنا واجب نہ رہا کیونکہ وہ رکعت کو پانے کی وجہ سے سجدے کو پانے والا ہو گیا ہے۔ اور اگر وہ امام کے سجدہ کرنے سے پہلے وہ داخل ہوا تو وہ امام کے ساتھ سجدہ کرے۔ اس لئے کہ اگر اس نے آیت سجدہ نہ بھی سنا ہوتا تب بھی اس پر سجدہ واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں سننے کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ واجب ہو گیا۔ اور اگر وہ امام کے ساتھ داخل نہ ہوا تو بھی اکیلے میں یہ سجدہ کرے کیونکہ اس کا سبب ثابت ہے۔

اور ہر وہ سجدہ جو نماز میں واجب ہوا ہے پس اس نے جب اسے نماز میں ادا نہ کیا تو وہ خارج نماز میں اس کی قضاء نہ کی جائے گی۔ کیونکہ یہ سجدہ صلوتیہ ہے اور سجدہ نماز کو فضیلت حاصل ہے لہٰذا وہ نقص کے ساتھ ادا نہ ہوگا۔

بار بار آیت سجدہ پڑھنے پر وجوب سجدے کا بیان

(وَمَنْ تَلَا سَجْدَةً فَلَمْ يَسْجُدْهَا حَتَّى دَخَلَ فِي صَلَاةٍ فَأَعَادَهَا وَسَجَدَ أَجْزَأَتْهُ السَّجْدَةُ عَنِ التِّلَاوَتَيْنِ)' لِأَنَّ الثَّانِيَةَ أَقْوَى لِكَوْنِهَا صَلَاتِيَّةً فَاسْتَتْبَعَتْ الْأُولَى .وَفِي النَّوَادِرِ يَسْجُدُ أُخْرَى بَعْدَ الْفَرَاغِ لِأَنَّ لِلْأُولَى قُوَّةَ السَّبْقِ فَاسْتَوَيَا ـ قُلْنَا: لِلثَّانِيَةِ قُوَّةُ اتِّصَالِ الْمَقْصُودِ فَتَرَجَّحَتْ بِهَا

(وَإِنْ تَلَاهَا فَسَجَدَ ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ فَتَلَاهَا سَجَدَ لَهَا)' لِأَنَّ الثَّانِيَةَ هِيَ الْمُسْتَتْبِعَةُ وَلَا وَجْهَ إِلَى إِلْحَاقِهَا بِالْأُولَى' لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى سَبْقِ الْحُكْمِ عَلَى السَّبَبِ

اور جس نے آیت سجدہ پڑھی جبکہ سجدہ نہ کیا حتیٰ کہ وہ نماز میں داخل ہو گیا پس اس نے پھر اسی آیت سجدہ کو پڑھ دیا اور سجدہ کیا تو یہ سجدہ اس کی دونوں تلاوتوں کو کافی ہوگا۔ کیونکہ دوسرا سجدہ زیادہ قوی ہے کیونکہ وہ سجدہ صلوٰتیہ ہے۔ لہٰذا پہلا اس کے تابع ہوگا۔ جبکہ نوادر میں ہے کہ دوسرا سجدہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کرے۔ کیونکہ پہلے سجدے کو تقدم قوی حاصل ہے۔ پس وہ دونوں برابر ہو گئے۔ ہم نے کہا کہ دوسرا سجدہ اتصال مقصود کی وجہ سے ترجیح پا گیا لہٰذا دوسرے کو ترجیح حاصل ہے۔

اگر اس نے نماز سے باہر تلاوت کی اور سجدہ کیا اور پھر وہ نماز میں داخل ہوا پس اس نے پھر اسی آیت کو پڑھا تو اس کے لئے بھی سجدہ کرے۔ کیونکہ دوسرا سجدہ تو تابع کرنے والا تھا لیکن اول سجدہ کے ساتھ لاحق کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سبب پر تقدم حکم کا باعث ہوگا۔

ایک ہی مجلس میں تکرار آیت سجدہ کا بیان

(وَمَنْ كَرَّرَ تِلَاوَةَ سَجْدَةٍ وَاحِدَةٍ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ أَجْزَأَتْهُ سَجْدَةٌ وَاحِدَةٌ، فَإِنْ قَرَأَهَا فِي

مَجْلِسِہٖ فَسَجَدَهَا ثُمَّ ذَهَبَ وَرَجَعَ فَقَرَأَهَا سَجَدَهَا ثَانِيَةً، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ سَجَدَ لِلْأُولٰى فَعَلَيْهِ السَّجْدَتَانِ) فَالْأَصْلُ أَنَّ مَبْنَى السَّجْدَةِ عَلَى التَّدَاخُلِ دَفْعًا لِلْحَرَجِ، وَهُوَ تَدَاخُلٌ فِي السَّبَبِ دُوْنَ الْحُكْمِ، وَهٰذَا أَلْيَقُ بِالْعِبَادَاتِ وَالثَّانِي بِالْعُقُوبَاتِ وَإِمْكَانُ التَّدَاخُلِ عِنْدَ اتِّحَادِ الْمَجْلِسِ لِكَوْنِهٖ جَامِعًا لِلْمُتَفَرِّقَاتِ فَإِذَا اخْتَلَفَ عَادَ الْحُكْمُ إِلَى الْأَصْلِ، وَلَا يَخْتَلِفُ بِمُجَرَّدِ الْقِيَامِ بِخِلَافِ الْمُخَيَّرَةِ، لِأَنَّهٗ دَلِيْلُ الْإِعْرَاضِ وَهُوَ الْمُبْطِلُ هُنَالِكَ ۔ وَفِي تَسْدِيَةِ الثَّوْبِ يَتَكَرَّرُ الْوُجُوبُ، وَفِي الْمُنْتَقِلِ مِنْ غُصْنٍ إِلٰى غُصْنٍ كَذٰلِكَ فِي الْأَصَحِّ، وَكَذَا فِي الدِّيَاسَةِ لِلْاحْتِيَاطِ ۔

اور جس شخص نے آیت سجدہ کوایک ہی مجلس میں بار بار پڑھاتو اس کے لئے ایک ہی سجدہ کافی ہوگا۔اور اگر اس نے اپنی مجلس میں پڑھا پھر سجدہ کیا پھر وہ کہیں چلا گیاواپس آ کر پھراسی آیت کو پڑھاتو دوبارہ سجدہ کرے۔اور اس نے پہلی مرتبہ کا سجدہ نہیں کیا تو اس پر دوسجدے واجب ہیں۔قانون یہ ہے کہ حرج کو دور کرنے کے لئے سجدے کا دارومدار مداخلت پر ہے۔اور یہ مداخلت سبب میں ہے حکم میں نہیں ہے۔عبادات میں یہی مداخلت زیادہ ملی ہوئی ہے جبکہ عقوبات میں ثانی زیادہ ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اورتداخل کاممکن زیادہ اتحاد مجلس کی صورت میں ہے۔کیونکہ مجلس ہی متفرقات کوجمع کرنے والی ہے۔جب مجلس مختلف ہوجائے تو حکم اصل کی طرف لوٹ جائے گا۔اور محض قیام سے مجلس مختلف نہ ہوگی۔بخلاف اختیار کے کہ اس کی دلیل تو اعراض پر ہے اور وہی اس کو باطل کرنے والا ہے۔اور تانا تننے میں آتے جاتے میں سجدہ میں تکرار واجب ہوگا۔اور زیادہ صحیح قول کے مطابق ایک شاخ سے دوسری شاخ کی طرف جاتے ہوئے بھی یہی حکم ہے۔اور کھلیان روندنے میں احتیاط کے پیش نظر یہی حکم ہے۔

تبدیلی مجلس کی صورت میں آیت سجدہ کا حکم

(وَلَوْ تَبَدَّلَ مَجْلِسُ السَّامِعِ دُوْنَ التَّالِي يَتَكَرَّرُ الْوُجُوبُ)، لِأَنَّ السَّبَبَ فِي حَقِّهِ السَّمَاعُ (وَكَذَا إِذَا تَبَدَّلَ مَجْلِسُ التَّالِي دُوْنَ السَّامِعِ) عَلَى مَا قِيْلَ، وَالْأَصَحُّ أَنَّهٗ لَا يَتَكَرَّرُ الْوُجُوبُ عَلَى السَّامِعِ لِمَا قُلْنَا ۔

(وَمَنْ أَرَادَ السُّجُودَ كَبَّرَ وَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ وَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ وَرَفَعَ رَأْسَهٗ) اعْتِبَارًا بِسَجْدَةِ الصَّلَاةِ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (وَلَا تَشَهُّدَ عَلَيْهِ وَلَا سَلَامَ)، لِأَنَّ ذٰلِكَ لِلتَّحَلُّلِ وَهُوَ يَسْتَدْعِي سَبْقَ التَّحْرِيمَةِ وَهِيَ مُنْعَدِمَةٌ ۔

اور اگر پڑھنے والے کی مجلس تبدیل ہوگئی سوائے تلاوت کرنے والے کے تو سامع پر وجوب مکرر ہوجائے گا۔کیونکہ حق سماع میں سبب ہی اسی طرح ہے۔اور اسی طرح جب سامع کے سوا تالی کی مجلس تبدیل ہوئی تو بھی وہی حکم ہے جو کہا گیا ہے جبکہ زیادہ صحیح یہ روایت ہے۔کہ سامع پر تکرار واجب نہ ہوگا جس کی دلیل ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور جس نے سجدہ تلاوت کرنے کا ارادہ کیا تو وہ [illegible]
وہ تکبیر کہتے ہوئے سجدے سے سر اٹھائے۔ اور [illegible]
نہیں۔ اس لئے سلام خروج نماز کے لئے ہوتا ہے۔ اور اس کا تقاضہ تحریمہ ہے جبکہ وہ یہاں معدوم ہے۔

درمیان قرأت میں آیت سجدہ کو چھوڑنا مکروہ ہے

قَالَ (وَيُكْرَهُ أَنْ يَقْرَأَ السُّورَةَ فِي الصَّلَاةِ أَوْ غَيْرِهَا وَيَدَعُ آيَةَ السَّجْدَةِ) لِأَنَّهُ يُشْبِهُ الِاسْتِنْكَافَ عَنْهَا (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَقْرَأَ آيَةَ السَّجْدَةِ وَيَدَعُ مَا سِوَاهَا) لِأَنَّهُ مُبَادَرَةٌ إلَيْهَا .

قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: أَحَبُّ إلَيَّ أَنْ يَقْرَأَ قَبْلَهَا آيَةً أَوْ آيَتَيْنِ دَفْعًا لِوَهْمِ التَّفْضِيلِ وَاسْتَحْسَنُوا إخْفَاءَهَا شَفَقَةً عَلَى السَّامِعِينَ .

حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ نماز یا غیر نماز میں کسی سورۃ کو پڑھنا اور آیت سجدہ کو چھوڑنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس کا یہ عمل سجدے سے اعراض کے مشابہ ہے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ آیت سجدہ کو پڑھے اور اس کے سوا کو چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ تو سجدے میں بڑھنے کی طرف اقدام ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ مجھے پسند یہ ہے کہ تفصیل کے وہم کو دور کرنے کے لئے آیت سجدہ سے پہلے ایک یا دو آیات پڑھ لے۔ سامعین پر شفقت کے پیش نظر علماء نے اس کے اخفاء کو مستحسن قرار دیا ہے۔

بَابُ صَلَاةِ السَّفَرِ

﴿یہ باب نماز سفر کے بیان میں ہے﴾

مسافر کی نماز والے باب کی مناسبت کا بیان

نماز کو مکمل پڑھنا یہ عزیمت ہے جبکہ قصر نماز جو حالت سفر میں پڑھی جاتی ہے یہ رخصت ہے۔ وجود عزیمت وجود رخصت سے مقدم ہوتا ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مکمل نماز پڑھنے کا حکم حالت اصلیہ ہے جبکہ قصر حالت فرعیہ ہے حالت اصلیہ ہمیشہ حالت فرعیہ سے مقدم ہوتی ہے۔ اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ عزیمت علی الاطلاق ہوتی ہے جبکہ حالت رخصت مقید ہوتی ہے اور مطلق ہمیشہ مقید پر مقدم ہوتا ہے۔

نماز سفر کا بیان

مسافر جب اپنے گاؤں یا شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے تو اس پر قصر واجب ہے، پوری چار رکعت والی فرض نماز کی دو رکعتیں ہی پڑھنا واجب ہے اگر کوئی آدمی سفر کی حالت میں جب کہ اس پر قصر واجب ہے، پوری چار رکعتیں پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور دو واجب کو چھوڑنے والا ہوگا یعنی ایک واجب تو قصر کا ترک ہوگا اور دوسرے قعدہ اخیرہ کے بعد فوراً سلام پھیرنا، کیونکہ مسافر کے حق میں پہلا قعدہ ہی قعدہ اخیرہ ہوتا ہے اس کے بعد اسے فوراً سلام پھیر دینا چاہیے اگر اس نے نہیں پھیرا بلکہ کھڑا ہوگیا اس طرح اس نے دوسرے واجب کو ترک کیا۔

اس موقع پر اتنی بات بھی جانتے چلیے کہ مسافر کے لیے قصر کے جواز میں کسی بھی عالم اور کسی بھی امام کا اختلاف نہیں ہے صرف اتنی بات ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو قصر واجب ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قصر اولیٰ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر قصر نہیں کرے گا تو وہ امام صاحب کے مسلک کی رو سے گنہگار ہوگا، مگر حضرت شافعی کا مسلک اسے گنہگار نہیں قرار دے گا۔ بلکہ اولیٰ وافضل چیز کو ترک کرنے والا کہلائے گا۔

سفر کے عذر شرعی ہونے کا بیان

اَلسَّفَرُ الَّذِی یَتَغَیَّرُ بِهِ الْاَحْکَامُ اَنْ یَقْصِدَ الْاِنْسَانُ مَسِیْرَةَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ وَلَیَالِیْهَا سَیْرَ الْاِبِلِ وَمَشْیَ الْاَقْدَامِ لِقَوْلِهِ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (یَمْسَحُ الْمُقِیْمُ کَمَالَ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ وَالْمُسَافِرُ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ وَلَیَالِیْهَا) عَمَّ بِالرُّخْصَةِ الْجِنْسَ۔

وَمِنْ ضَرُوْرَتِهِ عُمُوْمُ التَّقْدِیْرِ وَقَدَّرَ اَبُوْیُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِیَوْمَیْنِ وَاَکْثَرِ الْیَوْمِ الثَّالِثِ،

وَالشَّافِعِيُّ بِيَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فِي قَوْلٍ، وَكَفَى بِالسُّنَّةِ حُجَّةً عَلَيْهِمَا (وَالسَّيْرُ الْمَذْكُورُ هُوَ الْوَسَطُ) وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ التَّقْدِيرُ بِالْمَرَاحِلِ وَهُوَ قَرِيبٌ مِنَ الْأَوَّلِ وَلَا مُعْتَبَرَ بِالْفَرَاسِخِ هُوَ الصَّحِيحُ (وَلَا يُعْتَبَرُ السَّيْرُ فِي الْمَاءِ) مَعْنَاهُ لَا يُعْتَبَرُ بِهِ السَّيْرُ فِي الْبَرِّ، فَأَمَّا الْمُعْتَبَرُ فِي الْبَحْرِ فَمَا يَلِيقُ بِحَالِهِ كَمَا فِي الْجَبَلِ۔

وہ سفر جس سے احکام تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ کہ انسان تین دن اور اس کی راتوں میں اونٹ کی چال یا قدموں کی چال سے چلنے کا ارادہ کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مقیم مسح پورا کرے ایک دن اور رات اور مسافر تین دن اور اس کی راتوں میں مسح پورا کرے۔ اور یہ جنس رخصت کو عام ہے۔ اور اس کے لوازمات سے قیاس عام ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دو کی مدت دو دن اور تیسرے دن کا اکثر شمار کیا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کے مطابق ایک دن اور ایک رات ہے۔ اور یہ حدیث دونوں کے خلاف دلیل ہے۔ اور چلنے سے مراد درمیانی چال ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مراحل کا اندازہ ہے اور وہی پہلے کے قریب ہے۔ جبکہ فراسخ کے ساتھ اعتبار نہیں کیا جائے گا اور یہی صحیح ہے۔ اور پانی میں چلنے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ خشکی کا چلنا پانی میں چلنے پر اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ البتہ سمندر میں اعتبار کیا جائے گا کیونکہ وہ اپنی حالت میں پہاڑ کی حالت کی طرح ملا ہوا ہے۔

مسافر چار رکعتوں والے فرائض میں دو رکعتیں پڑھے گا

قَالَ (وَفَرْضُ الْمُسَافِرِ فِي الرُّبَاعِيَّةِ رَكْعَتَانِ لَا يَزِيدُ عَلَيْهِمَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ فَرْضُهُ الْأَرْبَعُ وَالْقَصْرُ رُخْصَةٌ اعْتِبَارًا بِالصَّوْمِ۔

وَلَنَا أَنَّ الشَّفْعَ الثَّانِيَ لَا يُقْضَى وَلَا يُؤْثَمُ عَلَى تَرْكِهِ، وَهَذَا آيَةُ النَّافِلَةِ بِخِلَافِ الصَّوْمِ، لِأَنَّهُ يُقْضَى (وَإِنْ صَلَّى أَرْبَعًا وَقَعَدَ فِي الثَّانِيَةِ قَدْرَ التَّشَهُّدِ أَجْزَأَتْهُ الْأُولَيَانِ عَنِ الْفَرْضِ وَالْأُخْرَيَاتُ لَهُ نَافِلَةٌ) اعْتِبَارًا بِالْفَجْرِ، وَيَصِيرُ مُسِيئًا لِتَأْخِيرِ السَّلَامِ (وَإِنْ لَمْ يَقْعُدْ فِي الثَّانِيَةِ قَدْرَهَا بَطَلَتْ)، لِاخْتِلَاطِ النَّافِلَةِ بِهَا قَبْلَ إِكْمَالِ أَرْكَانِهَا۔

فرمایا: اور مسافر کی فرض چار میں دو رکعتیں ہیں۔ اور ان دونوں پر زیادتی نہیں کی جائے گی۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ روزے پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا فرض تو چار رکعتیں ہی ہے جبکہ رخصت قصر ہے۔

جبکہ ہمارے نزدیک شفعہ ثانی کی قضاء نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اس کے ترک سے گناہگار ہوگا۔ اور یہی اس کے نفل کی علامت ہے بخلاف روزے کے کیونکہ اس کی قضاء کی جاتی ہے۔ اور اگر اس نے چار رکعتیں پڑھیں۔ اور دوسری میں تشہد کی مقدار قعدہ کیا تو پہلی دونوں رکعتیں فرض کے لئے کافی ہوں گی۔ اور دوسری دو اس کے حق میں نفل ہوں گی۔ اسے فجر پر قیاس کیا جائے گا۔ اور تاخیر سلام کی وجہ سے وہ گناہگار ہوگا۔ اور اگر وہ دوسری تشہد کی مقدار نہ بیٹھا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ

فرض کے ارکان پورے ہونے سے پہلے ہی نفل اس میں مل گئے۔

نماز قصر کی ابتداء کرنے کا بیان

(وَاِذَا فَارَقَ الْمُسَافِرُ بُيُوتَ الْمِصْرِ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ)، لِاَنَّ الْاِقَامَةَ تَتَعَلَّقُ بِدُخُولِهَا فَيَتَعَلَّقُ السَّفَرُ بِالْخُرُوجِ عَنْهَا .

وَفِيهِ الْاَثَرُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، لَوْ جَاوَزْنَا هٰذَا الْخُصَّ لَقَصَرْنَا (وَلَا يَزَالُ عَلَى حُكْمِ السَّفَرِ حَتّٰى يَنْوِيَ الْاِقَامَةَ فِي بَلْدَةٍ اَوْ قَرْيَةٍ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا اَوْ اَكْثَرَ، وَاِنْ نَوَى اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ قَصَرَ)، لِاَنَّهُ لَا بُدَّ مِنِ اعْتِبَارِ مُدَّةٍ لِاَنَّ السَّفَرَ يُجَامِعُهُ اللُّبْثُ فَقَدَّرْنَاهَا بِمُدَّةِ الطُّهْرِ، لِاَنَّهُمَا مُدَّتَانِ مُوجِبَتَانِ، وَهُوَ مَأْثُورٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. وَالْاَثَرُ فِي مِثْلِهِ كَالْخَبَرِ، وَالتَّقْيِيدُ بِالْبَلْدَةِ وَالْقَرْيَةِ يُشِيرُ اِلٰى اَنَّهُ لَا تَصِحُّ نِيَّةُ الْاِقَامَةِ فِي الْمَفَازَةِ وَهُوَ الظَّاهِرُ

اور مسافر شہر کے گھروں سے جدا ہو تو وہ دو رکعتیں پڑھے گا۔ کیونکہ حکم اقامت گھروں میں دخول کے ساتھ متعلق ہے۔ لہٰذا سفر ان سے خروج کے متعلق ہوگا۔ اور کی دلیل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ اثر ہے کہ اگر ہم ان جھونپڑیوں سے آگے بڑھے تو ہم قصر کریں گے۔

اور جب وہ کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ دنوں کے قیام کی نیت نہیں کرے گا اس وقت تک حکم سفر اس سے زائل نہ ہوگا۔ اور اگر اس کے کم کی نیت کی تو وہ قصر کرے۔ کیونکہ قیام میں مدت کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ سفر کے اندر بھی ٹھہرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم نے مدت اقامت کو مدت طہر پر قیاس کر لیا۔ کیونکہ دونوں مدتیں حکم کو واجب کرنے والی ہیں۔ اور یہی حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ماثور ہے۔ اور اس باب میں صحابی کا قول حدیث کی طرح ہوتا ہے۔ شہر اور گاؤں کی قید سے اس بات کو طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جنگل میں اقامت کی نیت کرنا درست نہیں۔ یہی ظاہر ہے۔

شہر میں دخول وخروج سے مسافت کا بیان

(وَلَوْ دَخَلَ مِصْرًا عَلَى عَزْمِ اَنْ يَخْرُجَ غَدًا اَوْ بَعْدَ غَدٍ وَلَمْ يَنْوِ مُدَّةَ الْاِقَامَةِ حَتّٰى بَقِيَ عَلٰى ذٰلِكَ سِنِينَ قَصَرَ)، لِاَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَقَامَ بِاَذْرَبِيجَانَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ وَكَانَ يَقْصُرُ. وَعَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِثْلُ ذٰلِكَ .

(وَاِذَا دَخَلَ الْعَسْكَرُ اَرْضَ الْحَرْبِ فَنَوَوُا الْاِقَامَةَ بِهَا قَصَرُوا وَكَذَا اِذَا حَاصَرُوا فِيهَا مَدِينَةً اَوْ حِصْنًا)، لِاَنَّ الدَّاخِلَ بَيْنَ اَنْ يَهْزِمَ فَيَقِرَّ وَبَيْنَ اَنْ يَنْهَزِمَ فَيَفِرَّ فَلَمْ تَكُنْ دَارَ اِقَامَةٍ (وَكَذَا اِذَا

حَاصَرُوْا اَهْلَ الْبَغْيِ فِي دَارِ الْاِسْلَامِ فِي غَيْرِ مِصْرٍ اَوْ حَاصَرُوْهُمْ فِي الْبَحْرِ) لِاَنَّ حَالَهُمْ مُبْطِلٌ عَزِيْمَتَهُمْ، وَعِنْدَ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَصِحُّ فِي الْوَجْهَيْنِ اِذَا كَانَ الشَّوْكَةُ لَهُمْ لِلتَّمَكُّنِ مِنَ الْقَرَارِ ظَاهِرًا .وَعِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَصِحُّ اِذَا كَانُوْا فِي بُيُوْتِ الْمَدَرِ، لِاَنَّهُ مَوْضِعُ اِقَامَةٍ .

اگر کوئی شخص شہر میں اس نیت کے ساتھ داخل ہوا کہ وہ ایک دو دن کے بعد چلا جائے گا۔ اور اس نے اقامت کی نیت کی حتیٰ کہ وہ کئی سال وہاں ٹھہر گیا۔ تو وہ قصر کرے گا کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آذربائیجان میں چھ ماہ قیام کیا اور آپ قصر کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بھی اسی طرح روایت بیان کی گئی ہے۔

اور اگر کوئی لشکر کفار کے ملک میں داخل ہوا اور انہوں نے اقامت کی نیت بھی کی تب وہ قصر کریں گے۔ اور اسی طرح جب انہوں نے دارالحرب میں کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کیا۔ کیونکہ داخل ہونے والا لشکر اس خیال میں ہے۔ ایک خیال یہ ہے کہ وہ شکست کھا کر بھاگ جائے اور دوسرا خیال یہ ہے کہ وہ شکست دیکر قیام پذیر ہو جائے۔ کیونکہ یہ دارالاقامت نہیں ہے۔

اور اسی طرح جب انہوں نے دارالاسلام میں اہل بغات کا غیر شہر میں محاصرہ کیا یا انہوں نے سمندر میں محاصرہ کیا۔ کیونکہ ان کی حالت ان کی عزیمت کو باطل کرنے والی ہے۔ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں صحیح ہے۔ کیونکہ ظاہری طور ان کو طاقت دلاتا ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تب ٹھیک ہے جب وہ مٹی کے گھروں میں قیام کریں کیونکہ وہی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

خیمہ بردار لوگوں کی نیت کا اعتبار

(وَنِيَّةُ الْاِقَامَةِ مِنْ اَهْلِ الْكَلَأِ وَهُمْ اَهْلُ الْاَخْبِيَةِ، قِيْلَ لَا تَصِحُّ، وَالْاَصَحُّ اَنَّهُمْ مُقِيْمُوْنَ) يُرْوٰى ذٰلِكَ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ، لِاَنَّ الْاِقَامَةَ اَصْلٌ فَلَا تَبْطُلُ بِالْاِنْتِقَالِ مِنْ مَرْعًى اِلٰى مَرْعًى

اور گھاس والے خیمہ بردار لوگوں کی نیت اقامت صحیح نہیں ہے۔ اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ مقیم ہیں۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ اقامت اصل ہے لہٰذا وہ ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ کی طرف انتقال سے باطل نہ ہوگی۔

مسافر مقیم کی اقتداء میں پوری نماز پڑھے گا

(وَاِنِ اقْتَدَى الْمُسَافِرُ بِالْمُقِيْمِ فِي الْوَقْتِ اَتَمَّ اَرْبَعًا)، لِاَنَّهُ يَتَغَيَّرُ فَرْضُهُ اِلٰى اَرْبَعٍ لِلتَّبَعِيَّةِ كَمَا يَتَغَيَّرُ بِنِيَّةِ الْاِقَامَةِ لِاتِّصَالِ الْمُغَيِّرِ بِالسَّبَبِ وَهُوَ الْوَقْتُ (وَاِنْ دَخَلَ مَعَهُ فِي فَائِتَةٍ لَمْ تُجْزِهِ)، لِاَنَّهُ لَا يَتَغَيَّرُ بَعْدَ الْوَقْتِ لِانْقِضَاءِ السَّبَبِ، كَمَا لَا يَتَغَيَّرُ بِنِيَّةِ الْاِقَامَةِ فَيَكُوْنُ اقْتِدَاءُ الْمُفْتَرِضِ بِالْمُتَنَفِّلِ فِي حَقِّ الْقَعْدَةِ اَوِ الْقِرَاءَةِ .

اور اگر مسافر نے مقیم کی اقتداء کی تو چار رکعات مکمل پڑھے۔ کیونکہ اتباع کی وجہ سے اس فرض چار میں تبدیل ہو گیا۔ جس طرح وہ نیت اقامت کی وجہ سے تبدیل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اتصال سبب یعنی وقت کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور اگر وہ اس کے ساتھ کسی فائتہ میں داخل ہوا تو جائز نہیں۔ کیونکہ وقت کے بعد اس میں تغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا سبب ختم ہو گیا۔ جس طرح (فائتہ نماز) نیت اقامت کی وجہ سے تبدیل نہیں ہوتی۔ لہٰذا فرض پڑھنے والے کی اقتداء ایسے شخص کے پیچھے ہوگی جس کے حق میں قعدہ یا قرأت نفل ہے۔

جب مسافر اقامت والوں کا امام ہو:

(وَإِنْ صَلَّى الْمُسَافِرُ بِالْمُقِيمِينَ رَكْعَتَيْنِ سَلَّمَ وَأَتَمَّ الْمُقِيمُونَ صَلَاتَهُمْ) لِأَنَّ الْمُقْتَدِيَ الْتَزَمَ الْمُوَافَقَةَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَيَنْفَرِدُ فِي الْبَاقِي كَالْمَسْبُوقِ، إِلَّا أَنَّهُ لَا يَقْرَأُ فِي الْأَصَحِّ لِأَنَّهُ مُقْتَدٍ تَحْرِيمَةً لَا فِعْلًا وَالْفَرْضُ صَارَ مُؤَدًّى فَيَتْرُكُهَا احْتِيَاطًا، بِخِلَافِ الْمَسْبُوقِ لِأَنَّهُ أَدْرَكَ قِرَاءَةً نَافِلَةً فَلَمْ يَتَأَدَّ الْفَرْضُ فَكَانَ الْإِتْيَانُ أَوْلَى، قَالَ: (وَيُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ إِذْ سَلَّمَ أَنْ يَقُولَ: أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَهُ حِينَ صَلَّى بِأَهْلِ مَكَّةَ وَهُوَ مُسَافِرٌ.

اور اگر مسافر مقیموں کو نماز پڑھائے تو وہ دو رکعات پر سلام پھیرے اور مقیم اپنی نماز کو پورا کریں کیونکہ مقتدی کا التزام موافقت میں صرف دو رکعتوں میں ہے۔ پس باقی میں مسبوق کی طرح منفرد ہوگا۔ لیکن قول صحیح کے مطابق جب وہ قرأت نہ کرے۔ اس لئے کہ وہ مقتدی تحریمہ کے اعتبار سے ہے اور فعل کے اعتبار سے نہیں ہے۔ اور فرض ادا کر چکا ہے۔ لہٰذا احتیاطاً قرأت کو چھوڑ دے بخلاف مسبوق کے کیونکہ وہ ابھی تک نفلی قرأت پانے والا ہے اور اس نے فرض قرأت ادا نہیں کی۔ لہٰذا اس کا قرأت کرنا افضل ہے۔

اور امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ سلام پھیرے تو یوں کہے "اَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ" تم اپنی نماز کو پورا کرو ہم تو قوم مسافر ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حالت سفر میں اہل مکہ کو نماز پڑھائی تھی تو آپ ﷺ نے ایسے ہی کہا تھا۔

شہر میں داخل ہو گیا تو پوری نماز پڑھے گا

(وَإِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ فِي مِصْرِهِ أَتَمَّ الصَّلَاةَ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ الْمُقَامَ فِيهِ) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَأَصْحَابُهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ كَانُوا يُسَافِرُونَ وَيَعُودُونَ إِلَى أَوْطَانِهِمْ مُقِيمِينَ مِنْ غَيْرِ عَزْمٍ جَدِيدٍ.

(وَمَنْ كَانَ لَهُ وَطَنٌ فَانْتَقَلَ عَنْهُ وَاسْتَوْطَنَ غَيْرَهُ ثُمَّ سَافَرَ وَدَخَلَ وَطَنَهُ الْأَوَّلَ قَصَرَ) لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ وَطَنًا لَهُ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَعْدَ الْهِجْرَةِ عَدَّ نَفْسَهُ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُسَافِرِينَ، وَهَذَا لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ الْوَطَنَ الْأَصْلِيَّ يَبْطُلُ بِمِثْلِهِ دُونَ السَّفَرِ، وَوَطَنُ الْإِقَامَةِ يَبْطُلُ بِمِثْلِهِ

وَبِالسَّفَرِ وَبِالْاَصْلِيِّ .

اور جب کوئی مسافر شہر میں داخل ہوگیا تو وہ پوری نماز پڑھے اگر چہ اس نے اس میں اقامت کی نیت نہ کی ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اور صحابہ کرام ﷺ نے سفر کیا اور اپنے وطن کی طرف واپس آتے ہی بغیر کسی نئے ارادے کے مقیم ہوجاتے۔ اور جس بندے کا کوئی وطن تھا پھر وہ اس وطن سے منتقل ہوگیا اور اس کے سوا کسی اور جگہ کو وطن بنالیا اور پھر سفر کرتے ہوئے پہلے وطن میں داخل ہوگیا۔ تو وہ قصر نماز پڑھے گا۔ کیونکہ اب وہ اس کا وطن نہیں رہا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد مکۃ المکرمہ میں اپنے آپ کو مسافر شمار کیا اور یہ قاعدہ ہے کہ وطن اصلی اپنی مثل وطن سے باطل ہوجاتا ہے۔ جبکہ سفر سے باطل نہیں ہوتا اور وطن اقامت بھی اپنی مثل وطن اقامت سے باطل ہوجاتا ہے۔ اور سفر اور وطن اصلی سے بھی باطل ہوجاتا ہے۔

مسافر کی دو شہروں میں نیت کرنے کا بیان

(وَاِذَا نَوَى الْمُسَافِرُ اَنْ يُقِيمَ بِمَكَّةَ وَمِنًى خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا لَمْ يُتِمَّ الصَّلَاةَ) لِاَنَّ اعْتِبَارَ النِّيَّةِ فِي مَوْضِعَيْنِ يَقْتَضِي اعْتِبَارَهَا فِي مَوَاضِعَ، وَهُوَ مُمْتَنِعٌ لِاَنَّ السَّفَرَ لَا يَعْرَى عَنْهُ اِلَّا اِذَا نَوَى الْمُسَافِرُ اَنْ يُقِيمَ بِاللَّيْلِ فِي اَحَدِهِمَا فَيَصِيرَ مُقِيمًا بِدُخُولِهِ فِيهِ لِاَنَّ اِقَامَةَ الْمَرْءِ مُضَافَةٌ اِلَى مَبِيتِهِ .

اور جب مسافر مکہ اور منیٰ میں اقامت کی پندرہ دن کی نیت کرے تو وہ پوری نماز نہ پڑھے کیونکہ دونوں جگہوں میں نیت کے اعتبار کا تقاضہ یہ ہے کہ چند مقامات میں نیت معتبر ہو اور وہ ممتنع ہے۔ کیونکہ سفر اس سے خالی نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ ان دونوں میں سے کسی ایک میں رات کے قیام کی نیت کرے تو اس مقام میں داخل ہونے کے ساتھ ہی مقیم ہوجائے گا۔ کیونکہ آدمی کا مقیم ہونا اس کی رات گذارنے کے مقام کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

حالت سفر میں حضر کی قضاء مکمل پڑھی جائے گی

(وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةٌ فِي السَّفَرِ قَضَاهَا فِي الْحَضَرِ رَكْعَتَيْنِ، وَمَنْ فَاتَتْهُ فِي الْحَضَرِ قَضَاهَا فِي السَّفَرِ اَرْبَعًا) لِاَنَّ الْقَضَاءَ بِحَسَبِ الْاَدَاءِ، وَالْمُعْتَبَرُ فِي ذَلِكَ آخِرُ الْوَقْتِ لِاَنَّهُ الْمُعْتَبَرُ فِي السَّبَبِيَّةِ عِنْدَ عَدَمِ الْاَدَاءِ فِي الْوَقْتِ .

اور جس بندے کی سفر میں نماز قضاء ہوئی تو شہر میں دو رکعتوں کی قضاء کرے۔ اور جس کی نماز حضر میں قضاء ہوئی تو وہ حالت سفر میں چار رکعتیں پڑھے۔ کیونکہ قضاء بحسب ادا ہے۔ اور اس میں آخری وقت کا اعتبار ہے۔ اور اعتبار اسی لئے ہے کہ اس نے اس کو وقت کے اندر ادا نہیں کیا۔

سفر رخصت شرعیہ میں عموم کا بیان

(وَالْعَاصِي وَالْمُطِيعُ فِي سَفَرِهِمَا فِي الرُّخْصَةِ سَوَاءٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: سَفَرُ

الْـمَـعْـصِيَةِ لَا يُفِيدُ الرُّخْصَةَ، لِأَنَّهَا تَثْبُتُ تَخْفِيفًا فَلَا تَتَعَلَّقُ بِمَا يُوجِبُ التَّغْلِيظَ، وَلَنَا إِطْلَاقُ النُّصُوصِ، وَلِأَنَّ نَفْسَ السَّفَرِ لَيْسَ بِمَعْصِيَةٍ، وَإِنَّمَا الْمَعْصِيَةُ مَا يَكُونُ بَعْدَهُ أَوْ يُجَاوِرُهُ. فَصَلُحَ مُتَعَلَّقُ الرُّخْصَةِ.

اور سفر کی رخصت میں عاصی اور مطیع دونوں برابر ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سفر معصیت رخصت کا فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ رخصت آسانی کے لئے ثابت ہوئی ہے لہٰذا یہ تخفیف اس چیز سے متعلق نہ ہوگی جو تغلیظ کو واجب کرنے والی ہے اور ہمارے نزدیک نصوص کے مطلق ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ نفس سفر تو معصیت نہیں ہے۔ جبکہ معصیت سفر کے بعد پیدا ہوگی یا اس کے ساتھ ہوگی لہٰذا وہ سفر رخصت سے متعلق ہوگا۔

بَابُ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ

﴿یہ باب نماز جمعہ کے بیان میں ہے﴾

باب نماز جمعہ کی مناسبت کا بیان

نماز جمعہ کی نماز مسافر کے ساتھ مطابقت یہ ہے کہ جس طرح جمعہ شرائط کے سقوط کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح نماز سفر بھی شرائط سفر کے معدوم ہونے کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ جس طرح نماز سفر مقید ہے اسی طرح جمعہ بھی مقید ہے۔ یعنی دونوں میں شرائط پائی جاتی ہیں۔

لفظ جمعہ کی وجہ تسمیہ اور معنی ومفہوم کا بیان

لفظ جمعہ میم کے ساکن کے ساتھ اور جمعہ میم کے فتح کے ساتھ ہر دو طرح سے بولا گیا ہے۔

قال فی الفتح قد اختلف فی تسمية اليوم بالجمعة مع الاتفاق على انه كان ليسمى فی الجاهلية والعروبة بفتح العين وضم الراء وبالوحدة الخ یعنی جمعہ کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عہد جاہلیت میں اس کو یوم عروبہ کہا کرتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس دن مخلوق کی خلقت تکمیل کو پہنچی اس لیے اسے جمعہ کہا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تخلیق آدم کی تکمیل اسی دن ہوئی اس وجہ سے اسے جمعہ کہا گیا۔ ابن حمید میں سند صحیح سے مروی ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ کے ساتھ انصار۔ نے جمع ہو کر نماز ادا کی اور حضرت اسعد بن زرارہ نے ان کو وعظ فرمایا پس اس کا نام انہوں نے جمعہ رکھ دیا کیوں کہ وہ سب اس میں جمع ہوئے یہ بھی ہے کہ کعب بن لوی اس دن اپنی قوم کو حرم شریف میں جمع کر کے ان کو وعظ کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اس حرم سے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ یوم عروبہ کا نام سب سے پہلے یوم جمعہ کعب بن لوی ہی نے رکھا۔ یہ دن بڑی فضیلت رکھتا ہے اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں جو نیک دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی روش کے مطابق نماز جمعہ کی فرضیت کے لیے آیت قرآنی سے استدلال فرمایا جیسا کہ باب ذیل سے ظاہر ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری فرماتے ہیں۔

جمعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کا اجتماع ہوتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کو آنے کی اجازت ہوتا کہ نام کے معنی کا ثبوت ہو۔ (بدائع الصنائع فصل شرائط الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

جمعہ پڑھنے والوں کو جمعہ کا دن:

(ایسی دلہن کو جس کو اس کے حجلہ عروسی میں خراماں خراماں لے جایا جائے) کی طرح اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہوگا۔ یہ دن

ان حضرات کے لئے روشن ہوگا جس کی روشنی میں یہ چلیں گے ان جمعہ پڑھنے والوں کے رنگ پہاڑی برف کی طرح سفید ہونگے۔

جمعۃ المبارک کو دنوں کا سردار کہا جاتا ہے۔ اس مبارک دن کو اللہ جل مجدہ، نے خصوصی شان سے نوازا ہے مگر اس زمانہ میں اس کے قدر دان بہت ہی کم رہ گئے ہیں۔ ابوطالب مکی فرماتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری میں دیکھا جاتا تھا کہ سحری اور فجر کے بعد لوگوں سے راستے بھرے ہوتے تھے۔ لوگ دیے لے کر چلتے تھے اور عید کے دنوں کی طرح رش کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ یہ صورت حال ختم ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلی بدعت جو اسلام میں شروع ہوئی وہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں سویرے سویرے نہ پہنچنے کی ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کیا ہوگیا؟ مسلمان! یہودیوں اور عیسائیوں سے حیا کیوں نہیں کرتے وہ تو اپنے گرجا گھروں کی طرف صبح سویرے پہنچ جاتے ہیں۔ ہفتہ کے دن یا ہفتہ کو اور دنیا کے طلبگار بازاروں میں خرید و فروخت اور منافع کے لئے سویرے سویرے پہنچ جاتے ہیں۔ یہ آخرت کے طالب ان سے آگے کیوں نہیں بڑھتے۔ فخر دو عالم خاتم الانبیاء سرور دو عالم ﷺ کا فرمان مقدس جمعۃ المبارک کی شان کو چار چاند لگا رہا ہے۔

کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں چوبیس گھڑیاں ہیں۔ ان میں کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی مگر اللہ جل شانہ، کی طرف سے اس میں چھ لاکھ مسلمان دوزخ سے آزاد کر دیئے جاتے ہیں۔ بعض راویوں نے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں ان سب پر دوزخ واجب ہو چکی تھی۔ (مسند ابویعلی باسنادہ)

دوسری جگہ فرمان حبیب کبریا ﷺ ہے: جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے اور ان سب سے بڑا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کے دن اور عید الفطر کے دن سے بھی بڑا دن ہے۔ اس میں پانچ خصوصیات ہیں۔

۔1 اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔

۔2 اسی میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا۔

۔3 اسی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وفات دی۔

۔4 اسی میں ایک گھڑی ایسی ہے جب بھی کوئی بندہ اس میں اللہ سے سوال کرتا ہے اللہ اس کو عطا کرتے ہیں جب تک کہ وہ اس میں حرام چیز کا سوال نہ کرے۔

۔5 اسی میں قیامت قائم ہوگی۔ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی آسمان اور کوئی زمین اور کوئی ہوا اور کوئی پہاڑ اور کوئی دریا و سمندر ایسا نہیں ہے مگر یہ سارے جمعہ کے دن سے محبت کرتے ہیں۔ (مسند احمد ابن ماجہ باسناد حسن)

قیامت کے دن جمعہ کی نماز پڑھنے والوں کی شان بھی ملاحظہ ہو کہ رب ذوالجلال کے ہاں کس قدر رفعت و شان اور انعامات حاصل کریں گے۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری محبوب مصطفےٰ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں روز قیامت تمام دنوں کو ان کی اپنی اصلی حالت پر پیش کیا جائے گا جبکہ جمعۃ المبارک کو چمکتا دمکتا ہوا پیش کیا جائے گا۔

یہ دن ان حضرات کے لئے روشن ہوگا اور اس کی روشنی میں یہ چلیں گے ان جمعہ پڑھنے والوں کے رنگ پہاڑی برف کی طرح سفید ہونگے۔ان کی خوشبو مشک (کستوری) کی طرح ہوگی۔ یہ کافور کے پہاڑ پر آپس میں باتیں کرتے ہونگے۔ان کی طرف جنات اور انسان دیکھتے ہونگے جب تک یہ جمعہ والے جنت میں داخل نہیں ہونگے ان پر رشک کی نگاہ کو نہیں پھیریں گے۔ان کے ساتھ کوئی نہیں بیٹھ سکے گا سوائے ان اذان دینے والوں کے جو صرف اللہ کی رضا کے لئے اذان دیتے تھے۔

(ابن خزیمہ بسند حسن)

نماز جمعہ کے لئے تیاری کرنا،غسل کرنا، ناخن کاٹنا، زیر ناف بال کاٹنا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، خوشبو لگانا، نئے یا صاف ستھرے کپڑے پہننا۔سب سے پہلے اور جلدی جامع مسجد جانا مستحب ہے اور ایک ہفتہ کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔

آیئے شاہ کار کائنات، فخر موجودات جناب رسالت مآب ﷺ کے مبارک فرمان کو سنتے اور دیکھتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سرور دو عالم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں۔جو شخص جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اور اپنی توفیق کے مطابق پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور تیل لگاتا ہے اور اپنے گھر میں موجود خوشبو لگاتا ہے پھر گھر سے نکلتا ہے تو کسی بھی قسم کے دو شخصوں میں علیحدگی نہیں ڈالتا، پھر جو اس کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے سنت موکدہ نماز کو ادا کرتا ہے پھر جب امام خطبہ شروع کرتا ہے تو یہ خاموش ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک کے صغیرہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔(بخاری شریف)

لفظ جمعہ جو ہفتہ کے ایک دن کا نام ہے فصیح زبان ولغت کے اعتبار سے جیم اور میم دونوں کے پیش کے ساتھ ہے لیکن جیم کے پیش اور میم کے سکون کے ساتھ بھی مستعمل ہوا ہے۔

اس دن کو جمعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جمع اور پوری کی گئی تھی۔بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس دن کو جمعے کا نام دینے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بہشت سے دنیا میں اتارے گئے تو اسی دن زمین پر وہ حضرت حوا کے ساتھ جمع ہوئے تھے۔اس کے علاوہ علماء نے اور بھی وجہ تسمیہ بیان کئے ہیں چنانچہ بعض حضرات کا قول ہے کہ اس دن چونکہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں اس لیے اسے یوم الجمعہ کہا جاتا ہے۔

جمعہ اسلامی نام ہے زمانہ جاہلیت میں اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔لیکن بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ عروبہ بہت قدیم نام تھا مگر زمانہ جاہلیت میں یہ نام بدل گیا تھا اور اس دن کو جمعہ کہا جانے لگا تھا۔

جمعہ کا روز نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی ایک امتیازی اور شرف وفضیلت کا دن مانا جاتا تھا مگر اسلام نے اس دن کو اس کی حقیقی عظمت وفضیلت کے پیش نظر بہت ہی زیادہ باعظمت و بافضیلت دن قرار دیا۔

گذشتہ صفحات میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نماز سے زیادہ اور کوئی عبادت پسند نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ بندوں پر اللہ جل شانہ کی طرف سے جو بے انتہا نعمتوں کی بارش ہوتی ہے اور جن کا سلسلہ انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک ہے۔بلکہ پیدائش سے قبل اور موت کے بعد بھی انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہمکنار رہتا ہے۔اس کے ادائے شکر کے لئے ہر دن میں پانچ وقت نماز مقرر کی اور جمعے کے دن چونکہ تمام دنوں سے زیادہ نعمتیں بندوں پر نازل ہوتی ہیں۔اس لئے اس دن ایک خاص

نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ جماعت کے باب میں جماعت کی حکمتیں اوراس کے فائدے بیان کئے جا چکے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو چکا ہے کہ جماعت میں جتنی زیادہ کثرت ہوگی اور مسلمان جتنی بڑی تعداد میں نماز کے لیے جمع ہوں گے اسی قدر ان فوائد کا زیادہ ظہور ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے۔ جب کہ محلوں کے مسلمان اوراس مقام کے اکثر لوگ ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھیں چونکہ ہر روز پانچوں وقت اس قدر اجتماع لوگوں کی پریشانی وتکلیف کے پیش نظر ممکن نہیں ہوتا اس لیے شریعت نے ہفتے میں ایک دن ایسا مقرر فرما دیا جس میں مختلف محلوں اور گاؤں کے مسلمان آپس میں ایک جگہ جمع ہو کر اس عبادت کو اداء کریں اور چونکہ جمعے کا دن تمام دنوں میں سے افضل واشرف تھا لہٰذا یہ تخصیص اسی دن کے لیے کی گئی۔

اگلی امتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس دن عبادت کا حکم فرمایا تھا مگر انہوں نے اپنے تمر دوسرکشی اوراپنی بدنصیبی کی بناء پراس میں اختلاف کیا اوران کی اس سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس عظیم سعادت سے محروم رہے اور یہ فضیلت وسعادت بھی اسی امت مرحومہ کے حصے میں پڑی ہے۔ یہود نے سنیچر کا دن مقرر کرلیا اس خیال سے کہ اس دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تھا۔ عیسائیوں نے اتوار کا دن مقرر کیا۔ اس خیال سے کہ یہ دن ابتدائے آفرینش کا ہے۔

چنانچہ اب تک یہ دونوں فرقے ان دنوں میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں، اپنے تمام کام کاج چھوڑ کر اس دن چرچ وعبادت گاہوں میں ضرور جاتے ہیں۔ عیسائی حکومتوں میں اتوار کے دن اسی سبب سے تمام دفاتر وتعلیم گاہوں میں تعطیل ہوتی ہے۔ بعض مسلم حکومتوں کی یہ مرعوبیت اور بدنصیبی ہے کہ وہ بھی عیسائی حکومتوں کے اس خالص مذہبی طرز عمل کو بدل نہ سکیں اوراپنے ملکوں میں بجائے جمعہ کے اتوار کے دن عام تعطیل کرنے پر مجبور ہیں۔

نماز جمعہ کی فرضیت:

نماز جمعہ فرض عین ہے، قرآن مجید، احادیث متواترہ اوراجماع امت سے ثابت ہے اوراسلام کے شعائر اعظم میں سے ہے نماز جمعہ کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر اوراس کو بلاعذر چھوڑنے والا فاسق ہے، نماز جمعہ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

آیت (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ)62۔ الجمعہ:9) اے ایمان والو! جب نماز جمعہ کے لیے اذان کہی جائے تو تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جمہور کے نزدیک صحیح مشہور یہی ہے کہ ہجرت کے پہلے سال فرض ہوا، آیت (جمعہ) مدنی ہے جو دال ہے کہ جمعہ کی فرضیت مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوۃ میں ہوئی، اوراکثر علماء کی یہی رائے ہے، شیخ ابوحامد کہتے ہیں کہ جمعہ مکہ مکرمہ میں فرض ہوا تھا، حافظ کہتے ہیں کہ یہ قول غریب ہے۔

(شرح المواهب اللدنيه للزرقانی الباب الثانی فی ذکر صلوۃ الجمعة مطبوعه مطبعه عامره مصر)

زرقانی کی شرح موطا میں ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر ہجرت کے موقعہ پر جمعہ کے دن قبا سے مدینہ طیبہ کی طرف چلے تو دن خوب بلند ہو چکا تھا محلہ بنو سالم بن عوف میں جمعہ کا وقت ہوگیا تو آپ نے ان کی مسجد میں جمعہ ادا فرمایا، اسی وجہ سے اس مسجد کا

نام جمعہ الجمعۃ رکھا گیا یہ پہلا جمعہ تھا جو مشہور ہے اور عالم ... نے ادا فرمایا امام ابن اسحاق نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ (شرح زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۲۰ مطبوعہ مصر)

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط کا بیان

وَلَا تَصِحُّ الْجُمُعَةُ إلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ، أَوْ فِي مُصَلَّى الْمِصْرِ، وَلَا تَجُوزُ فِي الْقُرَى) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ وَلَا فِطْرَ وَلَا أَضْحَى إلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ) وَالْمِصْرُ الْجَامِعُ: كُلُّ مَوْضِعٍ لَهُ أَمِيرٌ وَقَاضٍ يُنَفِّذُ الْأَحْكَامَ .

وَيُقِيمُ الْحُدُودَ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَعَنْهُ أَنَّهُمْ إذَا اجْتَمَعُوا فِي أَكْبَرِ مَسَاجِدِهِمْ لَمْ يَسَعْهُمْ، وَالْأَوَّلُ اخْتِيَارُ الْكَرْخِيِّ وَهُوَ الظَّاهِرُ، وَالثَّانِي اخْتِيَارُ الثَّلْجِيِّ، وَالْحُكْمُ غَيْرُ مَقْصُورٍ عَلَى الْمُصَلَّى بَلْ تَجُوزُ فِي جَمِيعِ أَفْنِيَةِ الْمِصْرِ، لِأَنَّهَا بِمَنْزِلَتِهِ فِي حَوَائِجِ أَهْلِهِ .

اور جمعہ صرف شہر یا اس کی حدود میں صحیح ہے۔ جبکہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جمعہ تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ صرف جامع شہر میں جائز ہے۔ اور جامع شہر اسے کہتے ہیں۔ ہر وہ شہر جس کے لئے امیر اور قاضی ہوں جو احکام نافذ کریں۔ اور حدود کو قائم کریں۔ یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت بیان کی گئی ہے اور آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ جب سب لوگ وہاں کی ایک مسجد میں جمع ہوں تو وہ اس میں سما نہ سکتے ہوں۔ پہلے قول کو امام کرخی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور دوسرے قول کو امام ثلجی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ اور حکم جواز مسجد کی فناؤں پر نہیں بلکہ شہر کی تمام فناؤں میں جائز ہے۔ کیونکہ اہل شہر کی ضروریات وہ شہر کے درجے میں ہیں۔

منیٰ میں نماز جمعہ کا بیان

(وَتَجُوزُ بِمِنًى إذَا كَانَ الْأَمِيرُ أَمِيرَ الْحِجَازِ، أَوْ كَانَ مُسَافِرًا عِنْدَهُمَا .وَقَدْ قَالَ مُحَمَّدٌ: لَا جُمُعَةَ بِمِنًى)، لِأَنَّهَا مِنْ الْقُرَى حَتَّى لَا يُعِيدَ بِهَا .وَلَهُمَا أَنَّهَا تَتَمَصَّرُ فِي أَيَّامِ الْمَوْسِمِ وَعَدَمُ التَّعْيِيدِ لِلتَّخْفِيفِ، وَلَا جُمُعَةَ بِعَرَفَاتٍ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا، لِأَنَّهَا فَضَاءٌ وَبِمِنًى أَبْنِيَةٌ .وَالتَّقْيِيدُ بِالْخَلِيفَةِ وَأَمِيرِ الْحِجَازِ، لِأَنَّ الْوِلَايَةَ لَهُمَا، أَمَّا أَمِيرُ الْمَوْسِمِ فَيَلِي أُمُورَ الْحَجِّ لَا غَيْرُ .

اگر حجاز کا امیر ہو تو مقام منیٰ میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ یا پھر مسلمانوں کا وہ خلیفہ جو بطور مسافر وہاں موجود ہو۔ یہ حکم جواز شیخین کے نزدیک ہے۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا: مقام منیٰ میں جمعہ نہیں ہے۔ کیونکہ منیٰ گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے یہاں تک کہ اس میں عید الاضحیٰ بھی نہیں پڑھی جاتی۔ جبکہ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ حج کے موسم میں منیٰ شہر بن جاتا ہے۔ اور عید کی نماز کا نہ ہونا سہولت کے پیش نظر ہے۔ اور میدان عرفات میں جمعہ جائز نہیں۔ کیونکہ وہ خالی میدان ہے۔ جبکہ منیٰ میں مکانات بنے ہوئے ہیں

اوراس میں خلیفہ وامیر حجاز کی قید اس وجہ لگائی گئی ہے کہ ولایت بھی تو ان دونوں کی ہے۔ جبکہ امیر موسم صرف امور حج کا ناظم ہے۔

جمعہ کے لئے سلطان کی شرط کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ اِقَامَتُهَا اِلَّا لِلسُّلْطَانِ اَوْ لِمَنْ اَمَرَهُ السُّلْطَانُ) لِاَنَّهَا تُقَامُ بِجَمْعٍ عَظِيمٍ، وَقَدْ تَقَعُ الْمُنَازَعَةُ فِي التَّقَدُّمِ وَالتَّقْدِيمِ، وَقَدْ تَقَعُ فِي غَيْرِهِ فَلَا بُدَّ مِنْهُ تَتْمِيمًا لِاَمْرِهِ .

(وَمِنْ شَرَائِطِهَا الْوَقْتُ فَتَصِحُّ فِي وَقْتِ الظُّهْرِ وَلَا تَصِحُّ بَعْدَهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ فَصَلِّ بِالنَّاسِ الْجُمُعَةَ) (وَلَوْ خَرَجَ الْوَقْتُ وَهُوَ فِيهَا اسْتَقْبَلَ الظُّهْرَ وَلَا يَبْنِيه عَلَيْهَا) لِاخْتِلَافِهِمَا .

سلطان یا اس کی اجازت کے بغیر جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جمعہ ایک عظیم جماعت کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے۔ اور اس میں تقدم وتقدیم میں تنازع واقع ہوسکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی کسی بات پر جھگڑ ہوسکتا ہے۔ لہٰذا جمعہ کو پورا کرنے کے لئے خلیفہ یا اس کے قائم مقام کا ہونا ضروری ہے۔

اور اس کی شرائط میں وقت بھی شرط ہے۔ پس جمعہ صرف ظہر کے وقت میں صحیح ہے۔ اس کے بعد صحیح نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب سورج ڈھل جائے تو لوگوں کو جمعہ پڑھانا اور اگر یہ وقت خارج ہو جائے اور نمازی جمعہ میں ہے تو وہ نئے سرے سے ظہر کی نماز پڑھے۔ اور ان دونوں کے مختلف ہونے سے ظہر کی جمعہ پر بناء نہ کرے۔

جمعہ خطبہ کی شرط کا بیان

(وَمِنْهَا الْخُطْبَةُ)، لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَلَّاهَا بِدُوْنِ الْخُطْبَةِ فِي عُمْرِهِ (وَهِيَ قَبْلَ الصَّلَاةِ بَعْدَ الزَّوَالِ) بِهِ وَرَدَتِ السُّنَّةُ (وَيَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا بِقَعْدَةٍ) بِهِ جَرَى التَّوَارُثُ (وَيَخْطُبُ قَائِمًا عَلَى طَهَارَةٍ)، لِاَنَّ الْقِيَامَ فِيهِمَا مُتَوَارَثٌ، ثُمَّ هِيَ شَرْطُ الصَّلَاةِ فَيُسْتَحَبُّ فِيهَا الطَّهَارَةُ كَالْاَذَانِ .

(وَلَوْ خَطَبَ قَاعِدًا اَوْ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ جَازَ) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ اِلَّا اَنَّهُ يُكْرَهُ لِمُخَالَفَتِهِ التَّوَارُثَ وَلِلْفَصْلِ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الصَّلَاةِ

(فَاِنِ اقْتَصَرَ عَلَى ذِكْرِ اللّٰهِ جَازَ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ . وَقَالَا: لَا بُدَّ مِنْ ذِكْرٍ طَوِيلٍ يُسَمَّى خُطْبَةً)، لِاَنَّ الْخُطْبَةَ هِيَ الْوَاجِبَةُ، وَالتَّسْبِيحَةُ اَوِ التَّحْمِيدَةُ لَا تُسَمَّى خُطْبَةً .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا تَجُوزُ حَتّٰى يَخْطُبَ خُطْبَتَيْنِ اعْتِبَارًا لِلْمُتَعَارَفِ . وَلَهُ قَوْلُه تَعَالٰى (فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ) مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ . وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَارْتِجَ عَلَيْهِ فَنَزَلَ وَصَلّٰى .

اور اس کی شرائط میں خطبہ بھی شرط ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی عمر مبارک میں کبھی اس کو جمعہ کے بغیر نہیں پڑھا۔ اور خطبہ نماز سے پہلے اور زوال کے بعد شرط ہے۔ اسی طرح سنت میں بیان ہوا ہے اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھ کر فرق کرے کیونکہ یہی توارث جاری ہوا ہے۔ اور باوضو کھڑے ہو کر خطبہ دے کیونکہ اس میں قیام متوارث ہے۔ اور یہ خطبہ نماز جمعہ کے لئے شرط ہے۔ البتہ اس میں طہارت مستحب ہے جس طرح اذان میں ہے۔ اور اگر اس نے بیٹھ کر بغیر طہارت کے خطبہ دیا تو بھی جائز ہے۔ کیونکہ مقصد حاصل ہو گیا لیکن توارث کی مخالفت کی وجہ سے اور نماز اور خطبہ کے درمیان فاصلہ ہو جانے کی وجہ سے اس طرح کرنا مکروہ ہے۔

اگر اس نے ذکر اللہ پر اکتفاء کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے جبکہ صاحبین نے کہا کہ اتنا طویل خطبہ جس کا نام خطبہ ہو دینا ضروری ہے۔ کیونکہ خطبہ واجب ہے جبکہ تسبیح و تحمید کا نام خطبہ نہیں ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جائز نہیں لیکن وہ عرف کا اعتبار کرتے ہوئے دو خطبے پڑھے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے "فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ" لہٰذا اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہا تو آپ کی زبان رک گئی تو آپ اترے اور نماز پڑھائی۔

جمعہ کے لئے جماعت کے شرط ہونے کا حکم

(وَمِنْ شَرَائِطِهَا الْجَمَاعَةُ) لِاَنَّ الْجُمُعَةَ مُشْتَقَّةٌ مِنْهَا (وَاَقَلُّهُمْ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ ثَلَاثَةٌ سِوَى الْاِمَامِ، وَقَالَا: اثْنَانِ سِوَاهُ) قَالَ: وَالْاَصَحُّ اَنَّ هٰذَا قَوْلُ اَبِیْ يُوْسُفَ وَحْدَهُ. لَهُ اَنَّ فِی الْمُثَنّٰى مَعْنَى الْاِجْتِمَاعِ هِیَ مُنْبِئَةٌ عَنْهُ. وَلَهُمَا اَنَّ الْجَمْعَ الصَّحِيْحَ اِنَّمَا هُوَ الثَّلَاثُ، لِاَنَّهُ جَمْعٌ تَسْمِيَةً وَمَعْنًى، وَالْجَمَاعَةُ شَرْطٌ عَلٰى حِدَةٍ، وَكَذَا الْاِمَامُ فَلَا يُعْتَبَرُ مِنْهُمْ.

اور اس کی شرائط میں سے جماعت بھی شرط ہے۔ کیونکہ جمعہ تو مشتق ہی جماعت سے ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم از کم امام کے سوا تین افراد ہوں اور صاحبین نے کہا کہ امام کے سوا دو ہوں۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک تثنیہ جمع کے حکم میں ہے۔ اور جمعہ اسی سے نکلا ہے۔ اور طرفین کی دلیل یہ ہے صحیح جمع تین ہی ہے۔ کیونکہ تین نام و حکم دونوں کے اعتبار سے جمع ہے۔ اور جماعت الگ شرط ہے اور اسی طرح امام ان میں شمار نہ کیا جائے گا۔

غیر مدرک جمعہ والوں کی ظہر کا حکم

(وَاِنْ نَفَرَ النَّاسُ قَبْلَ اَنْ يَرْكَعَ الْاِمَامُ وَيَسْجُدَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ اسْتَقْبَلَ الظُّهْرَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: اِذَا نَفَرُوْا عَنْهُ بَعْدَمَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ صَلَّى الْجُمُعَةَ، فَاِنْ نَفَرُوْا عَنْهُ بَعْدَمَا رَكَعَ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَةً بَنٰى عَلَى الْجُمُعَةِ) خِلَافًا لِزُفَرَ. وَهُوَ يَقُوْلُ: اِنَّهَا شَرْطٌ فَلَا

بُدَّ مِنْ دَوَامِهَا كَالْوَقْتِ. وَلَهُمَا اَنَّ الْجَمَاعَةَ شَرْطُ الْاِنْعِقَادِ فَلَا يُشْتَرَطُ دَوَامُهَا كَالْخُطْبَةِ. وَلِاَبِىْ حَنِيْفَةَ اَنَّ الْاِنْعِقَادَ بِالشُّرُوْعِ فِى الصَّلَاةِ، وَلَا يَتِمُّ ذٰلِكَ اِلَّا بِتَمَامِ الرَّكْعَةِ، لِاَنَّ مَا دُوْنَهَا لَيْسَ بِصَلَاةٍ فَلَا بُدَّ مِنْ دَوَامِهَا اِلَيْهَا بِخِلَافِ الْخُطْبَةِ فَاِنَّهَا تُنَافِى الصَّلَاةَ فَلَا يُشْتَرَطُ دَوَامُهَا، وَلَا مُعْتَبَرَ بِبَقَاءِ النِّسْوَانِ، وَكَذَا الصِّبْيَانِ، لِاَنَّهُ لَا تَنْعَقِدُ بِهِمُ الْجُمُعَةُ فَلَا تَتِمُّ بِهِمُ الْجَمَاعَةُ.

اگر لوگ بچوں اور عورتوں کے سوا امام جمعہ کے رکوع وسجود سے پہلے بھاگ گئے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نئے سرے سے ظہر کی نماز پڑھے۔ جبکہ صاحبین نے فرمایا: اگر لوگ امام کے جمعہ شروع کرنے کے بعد بھاگے ہیں تو امام جمعہ پڑھے گا۔ اور اگر رکوع وسجدہ کرنے کے بعد بھاگے تو امام جمعے پر بناء کرے۔ جبکہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جماعت شرط ہے لہٰذا اس کا آخر تک ہونا ضروری ہے۔ جس طرح وقت کا ہونا ضروری ہے۔ اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جماعت جمعہ کے منعقد ہونے کے لئے شرط ہے لہٰذا اس کا آخر تک رہنا ضروری نہیں۔ جس طرح خطبہ کا ہوتا ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے۔ جمعے کا انعقاد نماز کے شروع کرنے سے ہوتا ہے۔ اور انعقاد ایک رکعت کے پورا ہونے سے مکمل ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک رکعت سے کم تو نماز ہی نہ رہی۔ لہٰذا ایک رکعت تک جماعت کا دوام لازمی ہے۔ بخلاف خطبہ کے کیونکہ وہ تو نماز کے منافی ہے پس خطبے کا ایک رکعت تک دوام شرط نہیں ہے۔ اور عورتوں اور بچوں کے باقی رہنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ جمعہ کا انعقاد ہی نہیں ہوا۔ لہٰذا ان کے ساتھ جماعت مکمل نہ ہوئی۔

جن لوگوں پر جمعہ کی فرضیت عملی اثر انداز نہیں

(وَلَا تَجِبُ الْجُمُعَةُ عَلٰى مُسَافِرٍ وَلَا امْرَاَةٍ وَلَا مَرِيْضٍ وَلَا عَبْدٍ وَلَا اَعْمٰى)، لِاَنَّ الْمُسَافِرَ يَحْرُجُ فِى الْحُضُوْرِ، وَكَذَا الْمَرِيْضُ وَالْاَعْمٰى، وَالْعَبْدُ مَشْغُوْلٌ بِخِدْمَةِ الْمَوْلٰى، وَالْمَرْاَةُ بِخِدْمَةِ الزَّوْجِ فَعُذِرُوْا دَفْعًا لِلْحَرَجِ وَالضَّرَرِ (فَاِنْ حَضَرُوْا وَصَلَّوْا مَعَ النَّاسِ اَجْزَاَهُمْ عَنْ فَرْضِ الْوَقْتِ)، لِاَنَّهُمْ تَحَمَّلُوْهُ فَصَارُوْا كَالْمُسَافِرِ اِذَا صَامَ.

(وَيَجُوْزُ لِلْمُسَافِرِ وَالْعَبْدِ وَالْمَرِيْضِ اَنْ يَّؤُمَّ فِى الْجُمُعَةِ) وَقَالَ زُفَرُ: لَا يُجْزِئُهُ، لِاَنَّهُ لَا فَرْضَ عَلَيْهِ فَاَشْبَهَ الصَّبِىَّ وَالْمَرْاَةَ.

وَلَنَا اَنَّ هٰذِهِ رُخْصَةٌ، فَاِذَا حَضَرُوْا يَقَعُ فَرْضًا عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، اَمَّا الصَّبِىُّ فَمَسْلُوْبُ الْاَهْلِيَّةِ، وَالْمَرْاَةُ لَا تَصْلُحُ لِاِمَامَةِ الرِّجَالِ، وَتَنْعَقِدُ بِهِمُ الْجُمُعَةُ، لِاَنَّهُمْ صَلَحُوْا لِلْاِمَامَةِ فَيَصْلُحُوْنَ لِلْاِقْتِدَاءِ بِطَرِيْقِ الْاَوْلٰى.

مسافر، عورت، مریض، غلام اور نابینے پر جمعہ واجب نہیں۔ اس لئے کہ مسافر کو جمعہ کے لئے نکلنے میں حرج ہوگا۔ یہی عذر مریض اور نابینا میں ہے۔ اور غلام اپنے آقا کی خدمت میں مصروف ہے۔ اور عورت اپنے خاوند کی خدمت میں مصروف ہے۔

لہٰذا دفع حرج وضرر کے پیش نظر یہ لوگ معذور قرار دیئے گئے۔
اگر یہ لوگ جمعہ کے لئے حاضر ہوں اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں تو اس وقت کا فرض ان سے ادا ہو جائے گا۔ کیونکہ ان لوگوں نے اس حکم کو اس شخص کی طرح اٹھایا ہے جس طرح مسافر نے روزہ رکھا ہے۔
اور مسافر، غلام اور مریض کے لئے جائز ہے کہ وہ جمعہ کی امامت کرائیں۔ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کافی نہیں ہے کیونکہ ان پر فرض نہیں ہے۔ لہٰذا وہ بچے اور عورت کے مشابہ ہو گئے۔
اور ہماری دلیل یہ ہے کہ رخصت تھی جب یہ لوگ حاضر ہو گئے تو ان پر فرض واقع ہو گیا جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔ جبکہ بچے میں امامت کی اہلیت ہی نہیں۔ اور اسی طرح عورت مردوں کی امامت کی اہلیت نہیں رکھتی۔ اور مسافر، غلام اور مریض کے ساتھ جمعہ کا انعقاد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ امامت کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ پس ان کی اقتداء بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگی۔

جمعہ کے دن ظہر کی کراہت کا بیان

(وَمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ فِي مَنْزِلِهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَلَا عُذْرَ لَهُ كُرِهَ لَهُ ذٰلِكَ وَجَازَتْ صَلَاتُهُ) وَقَالَ زُفَرُ: لَا يُجْزِئُهُ، لِاَنَّ عِنْدَهُ الْجُمُعَةَ هِيَ الْفَرِيْضَةُ اَصَالَةً .وَالظُّهْرُ كَالْبَدَلِ عَنْهَا، وَلَا مَصِيرَ اِلَى الْبَدَلِ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْاَصْلِ .
وَلَنَا اَنَّ اَصْلَ الْفَرْضِ هُوَ الظُّهْرُ فِي حَقِّ الْكَافَّةِ، هٰذَا هُوَ الظَّاهِرُ اِلَّا اَنَّهُ مَأْمُوْرٌ بِاِسْقَاطِهِ بِاَدَاءِ الْجُمُعَةِ، وَهٰذَا، لِاَنَّهُ مُتَمَكِّنٌ مِنْ اَدَاءِ الظُّهْرِ بِنَفْسِهِ دُوْنَ الْجُمُعَةِ لِتَوَقُّفِهَا عَلَى شَرَائِطَ لَا تَتِمُّ بِهِ وَحْدَهُ، وَعَلَى التَّمَكُّنِ يَدُوْرُ التَّكْلِيفُ .

اور جس نے اپنے گھر میں جمعہ کے دن امام کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی حالانکہ اسے کوئی عذر نہ تھا تو اس کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ البتہ نماز جائز ہو جائے گی۔ جبکہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کی نماز کافی نہ ہوگی۔ کیونکہ ان کے نزدیک جمعہ فرض اصلی ہے۔ اور ظہر اس کا بدل ہے۔ اور اصل پر قدرت ہونے کے باوجود بدل کی طرف جا سکتا۔
اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سب کے لئے فرض اصلی ظہر ہے۔ یہی ظاہر ہے۔ لیکن جمعہ کی ادائیگی سے اس کا سقوط مامور ہے اور یہی دلیل ہے کہ ظہر کی ادائیگی پر ہر شخص بذات خود قدرت رکھتا ہے۔ جبکہ جمعہ میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ جمعہ ایسی شرائط کے ساتھ ہے کہ اکیلا آدمی ان کو پورا نہیں کر سکتا۔ حالانکہ قدرت پر مکلف ہونے کا دارومدار ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

ظہر کی طرف جانے والا جمعہ کی طرف جائے تو حکم فقہی

(فَاِنْ بَدَا لَهُ اَنْ يَحْضُرَهَا فَتَوَجَّهَ اِلَيْهَا وَالْاِمَامُ فِيهَا بَطَلَ ظُهْرُهُ عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ بِالسَّعْيِ، وَقَالَا: لَا يَبْطُلُ حَتّٰى يَدْخُلَ مَعَ الْاِمَامِ) لِاَنَّ السَّعْيَ دُوْنَ الظُّهْرِ فَلَا يَنْقُضُهُ بَعْدَ تَمَامِهِ، وَالْجُمُعَةُ فَوْقَهَا فَيَنْقُضُهَا وَصَارَ كَمَا اِذَا تَوَجَّهَ بَعْدَ فَرَاغِ الْاِمَامِ .

وَلَهُ اَنَّ السَّعْيَ اِلَى الْجُمُعَةِ مِنْ خَصَائِصِ الْجُمُعَةِ فَيَنْزِلُ مَنْزِلَتَهَا فِي حَقِّ ارْتِفَاعِ الظُّهْرِ احْتِيَاطًا بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْهَا، لِاَنَّهُ لَيْسَ بِسَعْيٍ اِلَيْهَا ۔

پس اگر اس پر واضح ہوا کہ جمعہ حاضر ہے اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور امام بھی جمعہ میں تھا تو اس شخص کی ظہر باطل ہو جائے گی۔ اور صاحبین نے فرمایا: باطل نہیں ہوگی حتیٰ کہ وہ امام کے ساتھ داخل ہو جائے۔ کیونکہ یہ سعی ظہر سے تھوڑی ہے لہٰذا ظہر مکمل ہونے کے بعد سعی اس کو نہ توڑے گی۔ اور جمعہ ظہر سے بڑھ کر ہے اور وہ اس کو توڑ دے گا۔ لہٰذا یہ اسی طرح ہو گیا جس طرح کوئی شخص امام کے فارغ ہونے کے بعد متوجہ ہوا ہے۔

اور سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جمعہ کی طرف سعی کرنا یہ جمعہ کے خصائص میں سے ہے۔ لہٰذا ظہر کو توڑنے میں سعی کو بطور احتیاط جمعہ کے منزلے میں لے آئیں گے۔ بخلاف اس کے کہ جب امام جمعہ سے ہی فارغ ہو چکا ہو کیونکہ تب وہ جمعہ کی طرف سعی ہی نہیں ہوگی۔

معذوروں کی جمعہ کے دن نماز ظہر کا بیان

(وَيُكْرَهُ اَنْ يُصَلِّيَ الْمَعْذُوْرُوْنَ الظُّهْرَ بِجَمَاعَةٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمِصْرِ، وَكَذَا اَهْلُ السِّجْنِ) لِمَا فِيهِ مِنَ الْاِخْلَالِ بِالْجُمُعَةِ اِذْ هِيَ جَامِعَةٌ لِلْجَمَاعَاتِ، وَالْمَعْذُوْرُ قَدْ يَقْتَدِي بِهِ غَيْرُهُ بِخِلَافِ اَهْلِ السَّوَادِ، لِاَنَّهُ لَا جُمُعَةَ عَلَيْهِمْ (وَلَوْ صَلَّى قَوْمٌ اَجْزَاَهُمْ) لِاسْتِجْمَاعِ شَرَائِطِهِ ۔

اور معذوروں کے لئے جمعہ کے دن شہر میں جماعت کے ساتھ ظہر پڑھنا مکروہ ہے۔ اور اسی طرح قیدیوں کے لئے بھی حکم ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے جمعہ میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ اور جمعہ تو تمام جماعتوں کو جمع کرنے والا ہے۔ جبکہ معذور کے ساتھ کبھی کوئی غیر معذور بھی اقتداء کر لیتا ہے۔ بخلاف گاؤں والوں کے کیونکہ ان پر جمعہ لازم نہیں ہے۔ اور اگر کسی قوم نے اس دن ظہر جماعت کے ساتھ پڑھی تو ان کے لئے کافی ہوگا کیونکہ اس میں تمام شرائط جمع ہیں۔

جس نے امام کو جمعہ میں پایا اس کی بناء کا حکم

(وَمَنْ اَدْرَكَ الْاِمَامَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّى مَعَهُ مَا اَدْرَكَهُ) وَبَنَى عَلَيْهِ الْجُمُعَةَ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا، وَمَا فَاتَكُمْ فَاقْضُوْا) (وَاِنْ كَانَ اَدْرَكَهُ فِي التَّشَهُّدِ اَوْ فِي سُجُوْدِ السَّهْوِ بَنَى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ عِنْدَهُمَا ۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اِنْ اَدْرَكَ مَعَهُ اَكْثَرَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بَنَى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ، وَاِنْ اَدْرَكَ اَقَلَّهَا بَنَى عَلَيْهَا الظُّهْرَ، لِاَنَّهُ جُمُعَةٌ مِنْ وَجْهٍ ظُهْرٌ مِنْ وَجْهٍ لِفَوَاتِ بَعْضِ الشَّرَائِطِ فِي حَقِّهِ، فَيُصَلِّي اَرْبَعًا اعْتِبَارًا لِلظُّهْرِ وَيَقْعُدُ لَا مَحَالَةَ عَلَى رَاْسِ الرَّكْعَتَيْنِ اعْتِبَارًا لِلْجُمُعَةِ، وَيَقْرَاُ فِي

الْاُخْرَيَيْنِ لِاحْتِمَالِ النَّفْلِيَّةِ. وَلَهُمَا اَنَّهُ مُدْرِكٌ لِلْجُمُعَةِ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ حَتّٰى يَشْتَرِطَ نِيَّةَ الْجُمُعَةِ، وَهِيَ رَكْعَتَانِ، وَلَا وَجْهَ لِمَا ذُكِرَ، لِاَنَّهُمَا مُخْتَلِفَانِ فَلَا يَبْنِي اَحَدَهُمَا عَلٰى تَحْرِيمَةِ الْاٰخَرِ.

اور جس نے امام کو جمعہ میں پایا تو وہ وہی پڑھا جو اس نے پایا ہے۔ اور جمعہ پر ہی بناء کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم جس قدر پاؤ اسے پڑھو اور جو فوت ہو جائے اس کی قضاء کرو۔ اور اگر اس نے امام کو تشہد میں پایا یا سجدہ سہو میں پایا تو شیخین کے نزدیک وہ جمعہ پر بناء کرے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر اس نے دوسری رکعت کا اکثر حصہ پایا ہے تو وہ جمعہ پر بناء کرے اور اگر اس نے کم حصہ پایا ہے تو وہ ظہر پر بناء کرے۔ کیونکہ اس کی یہ نماز من وجہ جمعہ ہے اور من وجہ ظہر ہے۔ اس لئے کہ اس کے حق میں بعض شرائط فوت ہو گئی ہیں۔ لہٰذا وہ شخص ظہر کا اعتبار کرتے ہوئے چار رکعات پڑھے گا۔ اور جمعہ کا اعتبار کرتے ہوئے دو رکعات پر یقین رکھتے ہوئے قعدہ کرے۔ اور احتمال نفل کی وجہ سے آخری دو رکعات میں قرأت کرے۔ جبکہ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں جمعہ کو پانے والا ہے۔ حتیٰ کہ اس پر لازم ہے کہ وہ جمعہ کی نیت کرے۔ اور جمعہ کی دو رکعات ہیں۔ اور جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں نمازیں مختلف ہیں کسی ایک کی بھی دوسرے کی تحریمہ سے بناء نہیں کی جاسکتی۔

وقت خطبہ نماز و کلام کی ممانعت کا بیان

(وَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَكَ النَّاسُ الصَّلَاةَ وَالْكَلَامَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا: لَا بَأْسَ بِالْكَلَامِ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ قَبْلَ اَنْ يَخْطُبَ وَاِذَا نَزَلَ قَبْلَ اَنْ يُكَبِّرَ، لِاَنَّ الْكَرَاهَةَ لِلْاِخْلَالِ بِفَرْضِ الْاِسْتِمَاعِ وَلَا اسْتِمَاعَ هُنَا، بِخِلَافِ الصَّلَاةِ، لِاَنَّهَا قَدْ تَمْتَدُّ.

وَلِاَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ فَلَا صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ) مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ، وَلِاَنَّ الْكَلَامَ قَدْ يَمْتَدُّ طَبْعًا فَاَشْبَهَ الصَّلَاةَ.

اور جب امام جمعہ کے دن نکلے تو لوگ نماز و کلام کو چھوڑ دیں حتیٰ کہ امام خطبے سے فارغ ہو جائے۔ اور صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا: کہ جب امام خطبے سے پہلے آیا ہے تو کلام میں کوئی حرج نہیں۔ اور اسی طرح جب وہ تکبیر کہنے سے پہلے منبر سے اترے۔ کیونکہ ساعت میں حرج کی وجہ سے حکم کراہت ہے۔ اور یہاں کوئی ساعت نہیں ہے۔ بخلاف نماز کے کیونکہ وہ کبھی طویل ہو جاتی ہے۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے۔ جب امام نکلے تو کوئی نماز اور کوئی کلام نہیں ہے۔ اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔ لہٰذا کلام طبعی طور پر لمبا ہوتا ہے لہٰذا یہ نماز کے مشابہ ہو گیا۔

جمعہ کی طرف سعی کے وقت کا بیان

(وَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُونَ الْاَذَانَ الْاَوَّلَ تَرَكَ النَّاسُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ وَتَوَجَّهُوا اِلَى الْجُمُعَةِ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ) (وَاِذَا صَعِدَ الْاِمَامُ الْمِنْبَرَ جَلَسَ وَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُونَ بَيْنَ يَدَيِ الْمِنْبَرِ) بِذٰلِكَ جَرَى التَّوَارُثُ وَلَمْ يَكُنْ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا هٰذَا الْاَذَانُ، وَلِهٰذَا قِيلَ: هُوَ الْمُعْتَبَرُ فِي وُجُوبِ السَّعْيِ وَحُرْمَةِ الْبَيْعِ، وَالْاَصَحُّ اَنَّ الْمُعْتَبَرَ هُوَ الْاَوَّلُ اِذَا كَانَ بَعْدَ الزَّوَالِ لِحُصُولِ الْاِعْلَامِ بِهِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ . .

اور جب مؤذنین نے پہلی اذان دی تو لوگ خرید و فروخت چھوڑ کر جمعہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ'' اور جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو مؤذن منبر کے سامنے اذان دے کیونکہ یہی متوارث ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں یہ اذان تھی۔ اسی دلیل کی بنیاد پر کہا گیا ہے کہ وجوب سعی اور حرمت بیع اسی اذان کے ساتھ ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اذان اول کا اعتبار ہے۔ جو زوال کے بعد ہوتی ہے۔ کیونکہ اعلان اسی کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔

بَابُ الْعِيدَيْنِ

﴿یہ باب عیدین کی نماز کے بیان میں ہے﴾

باب نماز عیدین کی مناسبت کا بیان

عیدین کی نماز کی مطابقت جمعہ کے ساتھ واضح ہے۔ کیونکہ اس میں قیاس ہی اسی پر کیا جاتا ہے۔

عید کا معنی

عربی زبان میں لفظ عید "عود" سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی لوٹنا ہے۔ اس کی وضعی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لغویوں میں سے عصر آئمہ کا ادراک کرنے والے خلیل بن احمد فراہیدی (۱۷۰ھ "(کتاب العین "۱۲/۲ ۱۷ پر یوں بیان کرتے ہیں: عود بار بار لوٹنے کو کہا جاتا ہے اور "عودة" ایک دفعہ لوٹنا ہے جیسا کہ ملک الموت اہل میت کو کہتا ہے: میں بار بار تمہارے ہاں آؤں گا یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا۔

لفظ عید کی وضاحت کرتے ہوئے خلیل بن احمد فراہیدی (۱۷۰ھ) کتاب العین ۱۲/۲ ۱۷ پر یوں بیان کرتے ہیں: " کل یوم مجمع " جس دن لوگ اکٹھے ہوں اس دن کو عید کہتے ہیں۔ عید اصل میں واو کیساتھ تھا اس کی واو کو یا میں تبدیل کیا اور پھر جمع اور تصغیر میں اسی طرح رہنے دیا لہٰذا اس کی جمع "اعیاد" اور اس کی تصغیر "عیید" آتی ہے اور یہ لفظ مذکر اور مونث دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

دوسرے لغویوں نے بھی اسی معنی کو بیان کیا ہے جیسا کہ لسان العرب ۳۱۸/۳ میں ابن منظور (متوفی ۷۱۱ھ) نے ان الفاظ کے ساتھ عید کو بیان کیا ہے:

"و العِیدُ: کلُّ یوم فیہ جَمع، و اشتقاقہ من عادیَعُود کانھم عادوا الیہ' و قیل: اشتقاقہ من العادة لأنھم اعتادوہ، و الجمع أعیاد "

نماز عید ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے

قَالَ (وَتَجِبُ صَلَاةُ الْعِيدِ عَلَى كُلِّ مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ) وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: عِيدَانِ اجْتَمَعَا فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ، فَالْأَوَّلُ سُنَّةٌ، وَالثَّانِي فَرِيضَةٌ، وَلَا يُتْرَكُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا .قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَهَذَا تَنْصِيصٌ عَلَى السُّنَّةِ، وَالْأَوَّلُ عَلَى الْوُجُوبِ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ .وَجْهُ الْأَوَّلِ مُوَاظَبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا، وَوَجْهُ الثَّانِي قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ الْأَعْرَابِيِّ عَقِيبَ سُؤَالِهِ " قَالَ: (هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ فَقَالَ: لَا إلَّا أَنْ

تَطَوَّعَ) وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ، وَتَسْمِيَتُهُ سُنَّةً لِوُجُوبِهِ بِالسُّنَّةِ .

اور نماز عید ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نماز جمعہ واجب ہے۔ اور جامع صغیر میں ہے جب ایک دن میں دو عیدیں جمع ہو جائیں تو پہلی سنت ہے اور دوسری فرض ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں کسی ایک کو بھی چھوڑا نہیں جائے گا۔ صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اور عید کی نماز کی سنیت نص سے ہے۔ اور پہلی واجب ہے۔ اور یہی روایت حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ اور پہلی کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام فرمایا ہے اور دوسری کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ جب اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا ان کے سوا بھی مجھ پر کوئی نماز لازم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ جس قدر نفل ہو سکے۔ اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور اس کا سنت نام رکھنا اس وجہ سے ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ہے۔

عید الفطر کی سنن کا بیان

(وَيُسْتَحَبُّ فِي يَوْمِ الْفِطْرِ اَنْ يَطْعَمَ قَبْلَ اَنْ يَخْرُجَ اِلَى الْمُصَلّٰى وَيَغْتَسِلَ وَيَسْتَاكَ وَيَتَطَيَّبَ) لِمَا رُوِيَ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَطْعَمُ فِي يَوْمِ الْفِطْرِ قَبْلَ اَنْ يَخْرُجَ اِلَى الْمُصَلّٰى، وَكَانَ يَغْتَسِلُ فِي الْعِيدَيْنِ) وَلِاَنَّهُ يَوْمُ اجْتِمَاعٍ فَيُسَنُّ فِيهِ الْغُسْلُ وَالطِّيبُ كَمَا فِي الْجُمُعَةِ (وَيَلْبَسُ اَحْسَنَ ثِيَابِهِ) لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَتْ لَهُ جُبَّةُ فَنَكٍ اَوْ صُوفٍ يَلْبَسُهَا فِي الْاَعْيَادِ .

(وَيُؤَدِّي صَدَقَةَ الْفِطْرِ) اِغْنَاءً لِلْفَقِيرِ لِيَتَفَرَّغَ قَلْبُهُ لِلصَّلَاةِ (وَيَتَوَجَّهُ اِلَى الْمُصَلّٰى، وَلَا يُكَبِّرُ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي طَرِيقِ الْمُصَلّٰى، وَعِنْدَهُمَا يُكَبِّرُ) اعْتِبَارًا بِالْاَضْحٰى .
وَلَهُ اَنَّ الْاَصْلَ فِي الثَّنَاءِ الْاِخْفَاءُ، وَالشَّرْعُ وَرَدَ بِهِ فِي الْاَضْحٰى لِاَنَّهُ يَوْمُ تَكْبِيرٍ، وَلَا كَذٰلِكَ يَوْمَ الْفِطْرِ .

(وَلَا يَتَنَفَّلُ فِي الْمُصَلّٰى قَبْلَ الْعِيدِ) لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ مَعَ حِرْصِهِ عَلَى الصَّلَاةِ، ثُمَّ قِيلَ الْكَرَاهَةُ فِي الْمُصَلّٰى خَاصَّةً، وَقِيلَ فِيهِ وَفِي غَيْرِهِ عَامَّةً لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَفْعَلْهُ .

نمازی کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھائے، غسل کرے اور مسواک کرے اور خوشبو لگائے۔ اسی روایت کی وجہ سے جو بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے کچھ تناول فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے غسل فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ اجتماع کا دن ہے لہٰذا اس میں غسل کرنا، خوشبو لگانا اسی طرح سنت ہے جس طرح جمعہ میں سنت ہے۔ اور وہ اچھا لباس پہنے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فناک یا صوف کا جبہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے موقع پر پہنا کرتے تھے۔

اور وہ صدقہ فطر ادا کرنے تا کہ فقیر کا دل بے نیاز ہو کر نماز کے لئے فارغ ہو جائے۔ اور وہ عیدگاہ کی طرف متوجہ ہو اور امام اعظم ﷫ کے نزدیک راستے میں تکبیر نہ کہے جبکہ صاحبین کے نزدیک عید الاضحیٰ پر قیاس کرتے ہوئے وہ تکبیر کہے۔ امام اعظم ﷫ کی دلیل یہ ہے کہ ثناء اور ذکر میں اصل اخفاء ہے جبکہ جہر کے ساتھ حکم شرعی عید الاضحیٰ کے بارے میں ہے۔ کیونکہ عید الاضحیٰ تو دن ہی تکبیر کا ہے۔ جبکہ عید الفطر میں ایسا نہیں ہے۔

عید کی نماز سے پہلے عیدگاہ میں نفلی نماز نہ پڑھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا حالانکہ آپ ﷺ کو نماز کا بہت شوق تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکم کراہت عیدگاہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور یہ بھی فقہاء نے کہا ہے کہ حکم کراہت عیدگاہ وغیر عیدگاہ کے لئے عام ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔

نماز عید کے وقت کا بیان

(وَإِذَا حَلَّتْ الصَّلَاةُ بِارْتِفَاعِ الشَّمْسِ دَخَلَ وَقْتُهَا إِلَى الزَّوَالِ، فَإِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ خَرَجَ وَقْتُهَا) (لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُصَلِّي الْعِيدَ وَالشَّمْسُ عَلَى قَيْدِ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ، وَلَمَّا شَهِدُوا بِالْهِلَالِ بَعْدَ الزَّوَالِ أَمَرَ بِالْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى مِنْ الْغَدِ) .

جب سورج بلند ہو جائے تو نماز مباح ہو جائے گی حتیٰ کہ وقت زوال داخل ہونے تک۔ اور جب سورج ڈھل گیا تو عید کی نماز کا وقت خارج ہو گیا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اس وقت نماز عید پڑھا کرتے تھے جب سورج ایک نیزہ یا دو نیزوں تک بلند ہو جاتا۔ اور جب لوگوں نے زوال کے بعد ہلال کی گواہی دی تو آپ ﷺ نے اگلے دن عیدگاہ کی طرف نماز کا حکم دیا۔

نماز عید کا طریقہ

(وَيُصَلِّي الْإِمَامُ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ، يُكَبِّرُ فِي الْأُولَى لِلِافْتِتَاحِ وَثَلَاثًا بَعْدَهَا، ثُمَّ يَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ وَسُورَةً، وَيُكَبِّرُ تَكْبِيرَةً يَرْكَعُ بِهَا .

ثُمَّ يَبْتَدِئُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِالْقِرَاءَةِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ ثَلَاثًا بَعْدَهَا، وَيُكَبِّرُ رَابِعَةً يَرْكَعُ بِهَا) وَهَذَا قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَهُوَ قَوْلُنَا .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يُكَبِّرُ فِي الْأُولَى لِلِافْتِتَاحِ وَخَمْسًا بَعْدَهَا وَفِي الثَّانِيَةِ يُكَبِّرُ خَمْسًا ثُمَّ يَقْرَأُ . وَفِي رِوَايَةٍ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا، وَظَهَرَ عَمَلُ الْعَامَّةِ الْيَوْمَ بِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ لِأَمْرِ بَنِيهِ الْخُلَفَاءِ . فَأَمَّا الْمَذْهَبُ فَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ؛ لِأَنَّ التَّكْبِيرَ وَرَفْعَ الْأَيْدِي خِلَافُ الْمَعْهُودِ فَكَانَ الْأَخْذُ بِالْأَقَلِّ أَوْلَى ثُمَّ بِالتَّكْبِيرَاتِ مِنْ أَعْلَامِ الدِّينِ حَتَّى يَجْهَرَ بِهِ فَكَانَ الْأَصْلُ فِيهِ الْجَمْعُ وَفِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى يَجِبُ إِلْحَاقُهَا بِتَكْبِيرَةِ الِافْتِتَاحِ لِقُوَّتِهَا مِنْ حَيْثُ الْفَرِيضَةُ وَالسَّبْقُ،

وَفِی الثَّانِیَةِ لَمْ یُوجَدْ اِلَّا تَکْبِیرَةُ الرُّکُوعِ فَوَجَبَ الضَّمُّ اِلَیْهَا، وَالشَّافِعِیُّ اَخَذَ بِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اِلَّا اَنَّهُ حَمَلَ الْمَرْوِیَّ کُلَّهُ عَلَی الزَّوَائِدِ فَصَارَتِ التَّکْبِیرَاتُ عِنْدَهُ خَمْسَ عَشْرَةَ اَوْ سِتَّ عَشْرَةَ ۔

اور امام لوگوں کو دو رکعات نماز پڑھائے۔اور پہلی رکعت شروع کرنے کے لئے ایک تکبیر کہے۔اور بعد میں تین تکبیریں کہے۔پھر فاتحہ اور سورۃ پڑھے۔اور ایک تکبیر کہتا ہوا رکوع کرے۔پھر دوسری رکعت کو قرأت سے شروع کرے۔پھر اس کے بعد تین تکبیریں کہے۔اور چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع کرے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہی فرمان ہے۔اور ہمارا بھی یہی مسلک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلے شروع کرنے کے لئے تکبیر کہے تو اس کے بعد پانچ تکبیریں کہے۔اور دوسری رکعت میں بھی پانچ تکبیریں کہے۔اور اس کے بعد قرأت کرے۔جبکہ ایک روایت کے مطابق چار تکبیریں کہے۔آج کل حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل ہو رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اولاد میں سے خلفاء ہیں۔لہٰذا انہوں نے لوگوں کو اسی پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔رہی بات مذہب کی تو وہ پہلا قول ہے کیونکہ تکبیر اور ہاتھ اٹھانا خلاف معہود ہے۔لہٰذا قلیل کو لینا افضل ہے۔اور تکبیرات دینی اعلام سے ہیں۔لہٰذا ان میں جہر کیا جائے۔پس ان تکبیرات میں اصل اجتماع ہے۔اور پہلی رکعت میں ان تکبیروں کو تکبیر تحریمہ سے ملانا واجب ہے۔کیونکہ فرضیت وسبقت کی وجہ سے تکبیر تحریمہ قوی ہے۔جبکہ دوسری رکعت میں رکوع میں پائی جائے گی۔لہٰذا رکوع والی تکبیر کے ساتھ ملانا واجب ہے۔جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول پکڑا ہے۔لیکن انہوں نے روایت کردہ تعداد زوائد پر محمول کیا ہے۔اس طرح امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک تمام تکبیرات کی تعداد پندرہ یا سولہ ہوگئی۔

تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنے کا بیان

قَالَ (وَیَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی تَکْبِیرَاتِ الْعِیدَیْنِ) یُرِیدُ بِهِ مَا سِوَی تَکْبِیرَتَیْ الرُّکُوعِ لِقَوْلِهِ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تُرْفَعُ الْاَیْدِی اِلَّا فِی سَبْعِ مَوَاطِنَ) وَذَکَرَ مِنْ جُمْلَتِهَا تَکْبِیرَاتِ الْاَعْیَادِ ۔وَعَنْ اَبِی یُوسُفَ اَنَّهُ لَا یَرْفَعُ، وَالْحُجَّةُ عَلَیْهِ مَا رَوَیْنَا ۔

قَالَ (ثُمَّ یَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ خُطْبَتَیْنِ) بِذٰلِكَ وَرَدَ النَّقْلُ الْمُسْتَفِیضُ (یُعَلِّمُ النَّاسَ فِیهَا صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاَحْکَامَهَا)، لِاَنَّهَا شُرِعَتْ لِاَجْلِهِ ۔

اور وہ عیدین کی تکبیرات میں رفع یدین کرے۔رکوع والی تکبیر کے سوا تکبیریں مراد ہیں۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ رفع یدین صرف سات مقامات پر کیا جائے۔اور ان تمام میں تکبیرات عیدین کا بھی ذکر فرمایا۔جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک رفع یدین نہ کیا جائے ان پر ہماری روایت حجت ہے۔

پھر وہ نماز کے بعد دو خطبے پڑھے جس طرح نقل سے حاصل ہوا ہے۔ اس میں لوگوں کو صدقہ فطر اور اس کے احکام سکھائے کیونکہ اس کی مشروعیت ہی اس وجہ سے کی گئی ہے۔

نماز عید کے قضاء کرنے کا طریقہ

(وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةُ الْعِيدِ مَعَ الْإِمَامِ لَمْ يَقْضِهَا)' لِاَنَّ الصَّلَاةَ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ لَمْ تُعْرَفْ قُرْبَةً اِلَّا بِشَرَائِطَ لَا تَتِمُّ بِالْمُنْفَرِدِ .

اور جس شخص کی عید کی نماز امام کے ساتھ سے فوت ہو جائے۔ وہ اس کی قضاء نہ کرے اس لئے کہ نماز عید کا اس صفت کے ساتھ عبادت ہونا معلوم نہیں۔ مگر ایسی یہ نماز شرائط کے ساتھ ہے جو منفرد سے پوری نہیں ہو سکتیں۔

رؤیت ہلال کے بیان میں

(فَاِنْ غُمَّ الْهِلَالُ وَشَهِدُوا عِنْدَ الْاِمَامِ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ بَعْدَ الزَّوَالِ صَلَّى الْعِيدَ مِنَ الْغَدِ)' لِاَنَّ هٰذَا تَأْخِيرٌ بِعُذْرٍ وَقَدْ وَرَدَ فِيهِ الْحَدِيثُ (فَاِنْ حَدَثَ عُذْرٌ يَمْنَعُ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي لَمْ يُصَلِّهَا بَعْدَهُ)' لِاَنَّ الْاَصْلَ فِيهَا اَنْ لَا تُقْضَى كَالْجُمُعَةِ اِلَّا اَنَّا تَرَكْنَاهُ بِالْحَدِيثِ، وَقَدْ وَرَدَ بِالتَّأْخِيرِ اِلَى الْيَوْمِ الثَّانِي عِنْدَ الْعُذْرِ .

اگر چاند بادل میں چھپ گیا اور لوگوں نے زوال کے بعد رؤیت ہلال کی گواہی دی تو امام دوسرے دن عید کی نماز پڑھائے کیونکہ اس میں تاخیر عذر کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اور اس میں حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ پس اگر ایسا عذر واقع ہوا کہ وہ دوسرے دن بھی عید کی نماز نہ پڑھ سکے تو اس کے بعد وہ نماز عید نہ پڑھیں گے۔ کیونکہ اس کی اصل یہ ہے کہ یہ جمعہ کی طرح قضاء نہ کی جائے مگر ہم نے حدیث کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس میں عذر کی وجہ سے یوم ثانی تک تاخیر کا حکم وارد ہوا ہے۔

عید الاضحیٰ کے دن سنن کا بیان

(وَيُسْتَحَبُّ فِي يَوْمِ الْاَضْحٰى اَنْ يَغْتَسِلَ وَيَتَطَيَّبَ) لِمَا ذَكَرْنَاهُ (وَيُؤَخِّرَ الْاَكْلَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ) لِمَا رُوِيَ (اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَطْعَمُ فِي يَوْمِ النَّحْرِ حَتّٰى يَرْجِعَ فَيَأْكُلَ مِنْ اُضْحِيَّتِهِ .

وَيَتَوَجَّهَ اِلَى الْمُصَلّٰى) (وَهُوَ يُكَبِّرُ)' لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الطَّرِيقِ (وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ كَالْفِطْرِ) كَذٰلِكَ نُقِلَ (وَيَخْطُبُ بَعْدَهَا خُطْبَتَيْنِ)' لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَذٰلِكَ فَعَلَ (وَيُعَلِّمُ النَّاسَ فِيهَا الْاُضْحِيَّةَ وَتَكْبِيرَ التَّشْرِيقِ)' لِاَنَّهُ مَشْرُوعُ الْوَقْتِ، وَالْخُطْبَةُ مَا شُرِعَتْ اِلَّا لِتَعْلِيمِهِ .

اور عیدالاضحیٰ کے دن مستحب یہ ہے کہ وہ غسل کرے اور خوشبو لگائے۔ جیسے ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور وہ کھانے کو مؤخر کرے حتیٰ کہ عید کی نماز سے فارغ ہو جائے۔ اسی روایت کی وجہ سے کہ نبی کریم ﷺ قربانی کے دن کھانا تناول نہ فرماتے حتیٰ کہ نماز سے واپس آتے اور قربانی سے کھانا تناول فرمایا کرتے۔

اور وہ عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر کہے کیونکہ نبی کریم ﷺ راستے میں تکبیر کہا کرتے تھے۔ اور امام عیدالفطر کی طرح دو رکعت نماز پڑھائے۔ اسی طرح منقول ہے اور اس کے بعد وہ دو خطبے پڑھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ اور اس میں وہ لوگوں کو قربانی اور تکبیرات تشریق کے احکام سکھائے۔ کیونکہ یہی اس کا وقت مشروع ہے اور خطبے کی مشروعیت ہی اسی کی تعلیم کے لئے ہوئی ہے۔

اگر یوم اول مانع نماز عید ہو تو حکم شرعی

(فَإِنْ كَانَ عُذْرٌ يَمْنَعُ مِنَ الصَّلَاةِ فِي يَوْمِ الْأَضْحَى صَلَّاهَا مِنَ الْغَدِ وَبَعْدَ الْغَدِ وَلَا يُصَلِّيهَا بَعْدَ ذَلِكَ)، لِأَنَّ الصَّلَاةَ مُؤَقَّتَةٌ بِوَقْتِ الْأُضْحِيَةِ فَتَتَقَيَّدُ بِأَيَّامِهَا لَكِنَّهُ مُسِيءٌ فِي التَّأْخِيرِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ لِمُخَالَفَةِ الْمَنْقُولِ۔

اگر کسی عذر کی وجہ یوم الاضحیٰ کے دن عید نماز نہ پڑھ سکیں تو دوسرے یا تیسرے دن پڑھیں اور اس کے بعد نہ پڑھیں کیونکہ یہ نماز قربانی کے وقت کے ساتھ موقت ہے۔ لہٰذا اس کا وقت بھی ایام قربانی کے ساتھ مقید ہوگا۔ البتہ نقل کی مخالفت کی وجہ سے بغیر عذر کے تاخیر کرنے والا گناہگار ہوگا۔

عرفہ والوں کے ساتھ اشتباہ کا بیان

(وَالتَّعْرِيفُ الَّذِي يَصْنَعُهُ النَّاسُ لَيْسَ بِشَيْءٍ) وَهُوَ أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ تَشَبُّهًا بِالْوَاقِفِينَ بِعَرَفَةَ، لِأَنَّ الْوُقُوفَ عُرِفَ عِبَادَةً مُخْتَصَّةً بِمَكَانٍ مَخْصُوصٍ فَلَا يَكُونُ عِبَادَةً دُونَهُ كَسَائِرِ الْمَنَاسِكِ۔

اور جو لوگوں نے تعریف کی ہے وہ کچھ بھی نہیں ہے اور وہ یہ ہے عرفہ کے دن لوگ ایک میدان میں جمع ہوتے ہیں اس طرح کہ وہ وہاں کھڑے ہونے والوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ کیونکہ وقوف عرفہ مخصوص عبادت کے ساتھ مخصوص جگہ کے ساتھ خاص ہے۔ لہٰذا اس کے سوا کھڑا ہونا عبادت نہ ہوگا۔ جس طرح تمام مناسک میں ہوتا ہے۔

فَصْلٌ فِی تَکْبِیرَاتِ التَّشْرِیقِ

﴿یہ فصل تکبیرات تشریق کے بیان میں ہے﴾

تکبیر تشریق کی فصل کی مطابقت کا بیان

عیدین کی نماز کے ساتھ ان تکبیروں کی مطابقت واضح ہے۔لہٰذا اسی وجہ عیدین کے باب کے بعد اس فصل کا ذکر کیا ہے۔

کلمات کو تکبیر تشریق کہا جاتا ہے۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، لاالہ الا اللہ، واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد۔

ذوالحجہ کی نویں تاریخ کی فجر سے ذوالحجہ کی تیرہ تاریخ کی عصر تک ہر نماز کے بعد فوراً بلند آواز سے تکبیرات تشریق پڑھنا واجب ہے، البتہ عورتیں آہستہ سے کہیں۔

حضرات صاحبین رحمہما اللہ کے قول کے مطابق تکبیرات تشریق امام، مقتدی، مسبوق، منفرد، شہری، دیہاتی، مقیم، مسافر، مرد اور عورت سب پر واجب ہے۔حضرات فقہا کرام کے نزدیک یہی قول مفتی بہ ہے، اس لیے تمام افراد کو تکبیرات تشریق ہر فرض نماز کے بعد کہہ لینی چاہئیں۔

تکبیرات تشریق پڑھنے کا بیان

: (وَيَبْدَأُ بِتَكْبِيرِ التَّشْرِيقِ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَيَخْتِمُ عَقِيبَ صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَا: يَخْتِمُ عَقِيبَ صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ، وَالْمَسْأَلَةُ مُخْتَلِفَةٌ بَيْنَ الصَّحَابَةِ، فَأَخَذَا بِقَوْلِ عَلِيٍّ أَخْذًا بِالْأَكْثَرِ، إذْ هُوَ الِاحْتِيَاطُ فِي الْعِبَادَاتِ، وَأَخَذَ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَخْذًا بِالْأَقَلِّ، لِأَنَّ الْجَهْرَ بِالتَّكْبِيرِ بِدْعَةٌ .

وَالتَّكْبِيرُ أَنْ يَقُولَ مَرَّةً وَاحِدَةً: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ وَاَللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ هَذَا هُوَ الْمَأْثُورُ عَنْ الْخَلِيلِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ .

اور وہ عرفہ کے دن فجر کی نماز کے بعد تکبیرات تشریق شروع کرے۔اور نحر کے دن عصر کے بعد ختم کرے۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

اور صاحبین نے فرمایا: ایام تشریق کے آخری دن کی عصر کے بعد ختم کرے۔اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔لہٰذا صاحبین نے اکثر پر عمل کرنے کا استدلال حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمان کو اپنایا ہے۔ کیونکہ عبادات

میں احتیاط یہی ہے۔ جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قلیل کو اپنانے کا استدلال سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرمان سے لیا ہے۔ تکبیر جہر کے ساتھ کہنا بدعت ہے۔ اور وہ تکبیر یہ ہے'' اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ'' یہی حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی گئی ہے۔

نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق پڑھنے کا بیان

(وَهُوَ عَقِيبَ الصَّلَوَاتِ الْمَفْرُوضَاتِ عَلَى الْمُقِيمِينَ فِي الْاَمْصَارِ فِي الْجَمَاعَاتِ الْمُسْتَحَبَّةِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَلَيْسَ عَلَى جَمَاعَاتِ النِّسَاءِ اِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُنَّ رَجُلٌ، وَلَا عَلَى جَمَاعَةِ الْمُسَافِرِينَ اِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ مُقِيمٌ .

وَقَالَا: هُوَ عَلَى كُلِّ مَنْ صَلَّى الْمَكْتُوبَةَ) لِاَنَّهُ تَبَعٌ لِلْمَكْتُوبَةِ، وَلَهُ مَا رَوَيْنَا مِنْ قَبْلُ .وَالتَّشْرِيقُ هُوَ التَّكْبِيرُ كَذَا نُقِلَ عَنِ الْخَلِيلِ بْنِ اَحْمَدَ، وَلِاَنَّ الْجَهْرَ بِالتَّكْبِيرِ خِلَافُ السُّنَّةِ، وَالشَّرْعُ وَرَدَ بِهِ عِنْدَ اسْتِجْمَاعِ هٰذِهِ الشَّرَائِطِ، اِلَّا اَنَّهُ يَجِبُ عَلَى النِّسَاءِ اِذَا اقْتَدَيْنَ بِالرِّجَالِ، وَعَلَى الْمُسَافِرِينَ عِنْدَ اقْتِدَائِهِمْ بِالْمُقِيمِ بِطَرِيقِ التَّبَعِيَّةِ .

قَالَ يَعْقُوبُ: صَلَّيْتُ بِهِمُ الْمَغْرِبَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَهَوْتُ اَنْ اُكَبِّرَ فَكَبَّرَ اَبُو حَنِيفَةَ .دَلَّ اَنَّ الْاِمَامَ وَاِنْ تَرَكَ التَّكْبِيرَ لَا يَتْرُكُهُ الْمُقْتَدِي، وَهٰذَا لِاَنَّهُ لَا يُؤَدِّي فِي حُرْمَةِ الصَّلَاةِ فَلَمْ يَكُنِ الْاِمَامُ فِيهِ حَتْمًا وَاِنَّمَا هُوَ مُسْتَحَبٌّ .

شہروں میں مقیم لوگ جو مستحب جماعتوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان پر نمازوں کے بعد ہے۔ لہٰذا عورتوں کی جماعتوں پر یہ تکبیر نہیں ہے۔ جبکہ ان کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو۔ اور مسافروں کی جماعتوں پر بھی تکبیر نہیں ہے جبکہ ان کے ساتھ کوئی مقیم نہ ہو۔

اور صاحبین نے فرمایا: تکبیر ہر اس شخص پر ہے جو فرض پڑھے۔ کیونکہ تکبیر فرض نماز کے تابع ہے۔ جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہی حدیث ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور تشریق تکبیر ہی ہے اسی طرح حضرت خلیل بن احمد سے نقل کیا گیا ہے۔ کیونکہ جہر کے ساتھ تکبیر خلاف سنت ہے۔ اور حکم شرعی ان شرائط کے جمع ہونے کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ مگر تکبیر عورتوں پر بھی واجب ہو جائے گی جبکہ وہ کسی مرد کی اقتداء کریں۔ اور اسی طرح تابع ہونے کی وجہ مسافروں پر بھی واجب ہو جائے گی جب وہ کسی مقیم کی اقتداء کریں۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (یعقوب) نے کہا ہے۔ میں نے عرفہ کے دن مغرب کی نماز پڑھائی اور تکبیر تشریق کہنا بھول گیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تکبیر کہی۔ اس قصہ کی اس بات پر دلالت ہے کہ اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدی اس کو ترک نہ کرے اس لئے تکبیر تحریمہ نماز کے اندر ادا نہیں کی جاتی۔ لہٰذا اس کے کہنے میں امام کا ہونا واجب نہیں بلکہ صرف مستحب ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ

﴿یہ باب نمازِ کسوف کے بیان میں ہے﴾

باب نماز کسوف کی مطابقت

اس نماز کا وقوع قلیل ہوتا ہے اسی وجہ سے مصنف نے اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ پھر ان کے وقوع کا سبب مخفی ہے۔

سورج گرہن کے وقت رسول اللہ ﷺ کی نماز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں (ہجرت کے بعد ایک مرتبہ) سورج گرہن ہوا چنانچہ آپ ﷺ نے ایک نداء والے کو (لوگوں کے درمیان) بھیجا کہ وہ منادی کر دے کہ الصلوٰۃ جامعۃ یعنی نماز جمع کرنے والی ہے چنانچہ (جب لوگ جمع ہو گئے تو) آپ ﷺ آگے بڑھے اور دو رکعت نماز پڑھائی جن میں چار رکوع کئے اور چار سجدے کئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (جتنے طویل رکوع اور سجدے میں نے اس دن نماز خسوف میں کئے) اس سے زیادہ طویل میں نے نہ کبھی رکوع کیا اور نہ کبھی سجدہ کیا۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم)

نماز خسوف میں لوگوں کو جمع کرنے کے لیے الصلوٰۃ جامعۃ پکار کر کہنا سنت ہے خاص طور پر جب کہ لوگ اس نماز کے لیے جمع نہ ہوئے ہوں۔ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ نماز جماعت کے ساتھ جامع مسجد میں یا عیدگاہ میں پڑھی جائے نیز یہ نماز اوقات مکروہہ میں نہ پڑھی جائے۔

فصلی اربع رکعات الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے چار رکوع اور چار سجدے کئے یعنی ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے کئے لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں دوسری نمازوں کی طرح اس نماز میں بھی ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہے ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن سے ایک ہی رکوع کرنا ثابت ہے بلکہ اس باب میں ایک حدیث قولی بھی منقول ہے اور یہ اصول ہے کہ جہاں قول اور فعل ثابت ہوتے ہیں تو فعل پر قول کو ترجیح دی جاتی ہے۔

سورج گرہن کا حقیقی سبب

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں سورج گرہن ہوا، آپ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ (اس طرح) نماز پڑھی کہ سورہ بقرہ کی قرائت کی بقدر طویل قیام فرمایا (یعنی اتنی دیر تک قیام میں کھڑے رہے جتنی دیر تک سورہ بقرہ پڑھی جاسکتی ہے) پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا، رکوع بھی اتنا طویل تھا، رکوع سے سر اٹھایا اور بڑی دیر تک کھڑے رہے لیکن یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا، پھر (دوبارہ) رکوع کیا، یہ رکوع بھی طویل تھا مگر پہلے رکوع سے کم، پھر کھڑے ہوئے اور سجدہ کیا،

پھر (دوسری رکعت کے لیے) کھڑے ہوئے اور بہت طویل قیام کیا مگر یہ قیام پہلی رکعت کے قیام سے کم تھا، پھر رکوع میں گئے رکوع بھی طویل تھا مگر پہلے رکوع سے کم، پھر کھڑے اور دیر تک کھڑے رہے مگر یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا، پھر رکوع میں گئے یہ رکوع بھی طویل تھا مگر پہلے رکوع سے کم پھر کھڑے ہوئے اور سجدہ کیا اس کے بعد (یعنی التحیات اور سلام کے بعد) نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند اللہ کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ایہ نہ کسی کے مرنے کی وجہ سے گرہن ہوتے ہیں اور نہ کسی کے پیدا ہونے کی وجہ سے جب تم یہ دیکھو کہ (یہ گرہن میں آگئے ہیں) تو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! (نماز کے دوران) ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنی جگہ سے کسی چیز کو لینے کا ارادہ کیا پھر ہم نے آپ ﷺ کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا (جب تم نے مجھے کسی چیز کے لینے کے لئے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا تھا تو اس وقت) میں نے جنت کو دیکھا تھا اور اس میں سے خوشہ انگور لینے کا ارادہ کیا تھا، اگر میں خوشہ انگور لے لیتا تو بلاشبہ تم اسے رہتی دنیا تک کھاتے اور جب تم نے مجھے پیچھے ہٹے ہوئے دیکھا تھا (اس وقت) میں نے دوزخ دیکھی تھی (اس کی گرمی کے پہنچنے کے ڈر سے پیچھے ہٹ گیا تھا) چنانچہ آج کے دن کی طرح کسی دن میں نے ایسی ہولناک جگہ کبھی نہیں دیکھی اور دوزخ میں میں نے زیادہ عورتیں ہی دیکھی ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ان کے کفر کی وجہ سے صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کیا عورتیں اللہ کے کفر میں مبتلا ہیں۔؟ فرمایا نہیں بلکہ وہ شوہروں کی نعمتوں اور احسان کا کفران کرتی ہیں (یعنی شوہروں کی ناشکر و نافرمانی کرتی ہیں اور کسی کا احسان نہیں مانتیں) چنانچہ تم ان میں سے کسی کے ساتھ مدتوں تک بھلائی کرتے رہو مگر جب بھی وہ کسی چیز کو اپنی مرضی کے خلاف پائے گی تو یہی کہے گی کہ میں نے کبھی تمہارے یہاں بھلائی نہیں دیکھی۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم)

آیتان من ایت اللہ کا مطلب یہ ہے کہ سورج و چاند اللہ کی الوہیت اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے اس بات کی دو نشانیاں ہیں کہ یہ دونوں رب قدوس کے تابعدار اور فرمانبردار پیدا کیے گئے ہیں انہیں اپنی طرف سے کسی کو نفع ونقصان پہنچانے کی قدرت تو کیا ہوتی ہے ان میں اتنی بھی طاقت نہیں ہے کہ اپنے اندر کسی قسم کے پیدا ہوئے نقصان اور عیب کو ختم کرسکیں۔ لہٰذا کیسے بد عقل و کند فہم اور کور بخت ہیں وہ لوگ جو اس چیز کا مشاہدہ کرتے ہوئے چاند و سورج کو معبود قرار دیتے ہیں ان کے سامنے اپنی پیشانی جھکاتے ہیں؟ اس کے بعد آپ ﷺ نے اہل جاہلیت کے اس عقیدہ کو ختم فرمایا کہ کس عظیم حادثہ مثلاً کسی بڑے آدمی کے مرنے اور وباء عام یعنی قحط وغیرہ کی وجہ سے سورج و چاند گرہن میں آتے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے آگاہ فرمایا کہ یہ خیالات باطل اور اعتقادات فاسد ہیں حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ ان دونوں کو گرہن میں مبتلا کر کے صرف اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے غضب سے ڈراتا ہے۔

فاذکروا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ چاند و سورج گرہن کے وقت اگر نماز کے وقت مکروہ نہ ہوں تو کسوف و خسوف کی نماز پڑھو اور اگر اوقات مکروہ ہوں تو پھر نماز نہ پڑھو بلکہ پروردگار کی تسبیح و تہلیل اور تکبیر نیز استغفار میں مشغول ہو جاؤ۔ لیکن یہ بات جان لو کہ یہ حکم امر استحبابی کے طور پر ہے وجوب کے طور پر نہیں ہے کیونکہ نماز کسوف و خسوف واجب نہیں ہے۔ بلکہ بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک

سنت ہے۔

سورج گرہن کی نماز کا بیان

قَالَ (إِذَا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ كَهَيْئَةِ النَّافِلَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ رُكُوعٌ وَاحِدٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: رُكُوعَانِ .

لَهُ مَا رَوَتْ عَائِشَةُ، وَلَنَا رِوَايَةُ ابْنِ عُمَرَ، وَالْحَالُ أَكْشَفُ عَلَى الرِّجَالِ لِقُرْبِهِمْ فَكَانَ التَّرْجِيحُ لِرِوَايَتِهِ (وَيُطَوِّلُ الْقِرَاءَةَ فِيهِمَا وَيُخْفِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا يَجْهَرُ) وَعَنْ مُحَمَّدٍ مِثْلُ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ أَمَّا التَّطْوِيلُ فِي الْقِرَاءَةِ فَبَيَانُ الْأَفْضَلِ، وَيُخَفِّفُ إِنْ شَاءَ ' لِأَنَّ الْمَسْنُونَ اسْتِيعَابُ الْوَقْتِ بِالصَّلَاةِ وَالدُّعَاءِ، فَإِذَا خَفَّفَ أَحَدَهُمَا طَوَّلَ الْآخَرَ .

وَأَمَّا الْإِخْفَاءُ وَالْجَهْرُ فَلَهُمَا رِوَايَةُ عَائِشَةَ (أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَرَ فِيهَا) وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رِوَايَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَسَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَالتَّرْجِيحُ قَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ، كَيْفَ وَأَنَّهَا صَلَاةُ النَّهَارِ وَهِيَ عَجْمَاءُ .

جب سورج گرہن ہو جائے تو امام لوگوں کو نفل کی طرح اس طرح دو رکعت نماز پڑھائے۔ کہ ہر رکعت میں ایک رکوع ہو۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ دو رکوع ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہ حدیث ہے جسے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے اور ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ اور اس نماز کا حال مردوں پر زیادہ واضح ہے۔ کیونکہ وہی زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص والی روایت کو ترجیح دی جائے گی

اور وہ دونوں رکعات میں قرأت طویل کرے۔ یہ قرأت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خفی جبکہ صاحبین کے نزدیک جہر کے ساتھ کرے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بھی مروی ہے۔ بہر حال قرأت میں طوالت بیان فضیلت ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو قرأت میں تخفیف کردے۔ کیونکہ سنت تو یہ ہے کہ وقت کسوف کو نماز و دعا کے ساتھ گھیرنا ہے لہٰذا ان دونوں میں سے جب کسی ایک کو کم کرے تو دوسرے کو لمبا کردے۔ اور جہر و اخفاء کے مسئلے میں صاحبین کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی روایت ہے۔ اور دلیل ترجیح پہلے گزر چکی ہے۔ اور قرأت خفی کا تعین نہ ہوگا کیونکہ دن کی نمازیں سری ہیں۔

سورج گرہن والی نماز کی دعا کا بیان

(وَيَدْعُو بَعْدَهَا حَتَّى تَنْجَلِيَ الشَّمْسُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا رَأَيْتُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَفْزَاعِ شَيْئًا فَارْغَبُوا إِلَى اللَّهِ بِالدُّعَاءِ)، وَالسُّنَّةُ فِي الْأَدْعِيَةِ تَأْخِيرُهَا عَنِ الصَّلَاةِ (وَيُصَلِّي

بِهِمْ الْإِمَامَ الَّذِي يُصَلِّي بِهِمُ الْجُمُعَةَ فَإِنْ لَمْ يَحْضُرْ صَلَّى النَّاسُ فُرَادَى) تَحَرُّزًا عَنِ الْفِتْنَةِ ـ

اور وہ نماز کے بعد دعا کرے یہاں تک کہ سورج روشن ہو جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم خوف والی اشیاء کو دیکھو تو دعا کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اور دعا میں سنت ان کے نماز کے بعد ہونا ہے۔ اور نماز کسوف ان کو وہی امام پڑھائے جو انہیں جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے۔ اور اگر وہ امام نہ ہو تو لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھیں تاکہ فتنے سے بچ جائیں۔

چاند گرہن میں جماعت کرانے کا بیان

(وَلَيْسَ فِي خُسُوفِ الْقَمَرِ جَمَاعَةٌ) لِتَعَذُّرِ الِاجْتِمَاعِ فِي اللَّيْلِ (أَوْ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ)، وَإِنَّمَا يُصَلِّي كُلُّ وَاحِدٍ بِنَفْسِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ هَذِهِ الْأَهْوَالِ فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ) (وَلَيْسَ فِي الْكُسُوفِ خُطْبَةٌ)، لِأَنَّهُ لَمْ يُنْقَلْ ـ

چاند گرہن میں جماعت نہیں ہے۔ کیونکہ لوگوں کا رات جمع ہونا معذر ہے یا پھر فتنے کا خوف ہے۔ اور بے شک ہر شخص اپنی نماز خود پڑھے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تک خوفناک چیزوں میں سے دیکھو تو نماز کی طرف آ جاؤ۔ اور کسوف میں خطبہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ منقول ہی نہیں ہوا۔

بَابُ الاِسْتِسْقَاءِ

﴿یہ باب بارش طلب کرنے کے بیان میں ہے﴾

باب الاستسقاء کی مطابقت کا بیان

اس باب کی سابقہ باب سے مطابقت واضح ہے کیونکہ ان دونوں میں لوگوں کی کثیر تعداد کو جمع کیا جاتا ہے۔

استسقاء کا فقہی مفہوم:

استسقاء کے لغوی معنی ہیں پانی طلب کرنا اور اصطلاح شریعت میں اس کا مطلب ہے قحط اور خشک سالی میں طلب بارش کے لیے بتائے گئے طریقوں کے مطابق نماز پڑھنا اور دعا کرنا۔

حضرت عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ہمراہ طلب بارش کے لیئے عیدگاہ تشریف لئے گئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں دو رکعت نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قرأت فرمائی اور قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعا کے لیے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے اور قبلہ رخ ہوتے وقت اپنی چادر پھیر دی تھی۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم)

ائمہ فقہ کے نزدیک نماز استسقاء میں مذاہب:

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین (حضرت امام یوسف اور حضرت امام محمد) کے نزدیک استسقاء کی نماز عید کی نماز کی طرح ہے اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ استسقاء کی دو رکعت نماز اسی طرح پڑھی جائے جیسا کہ دوسری نماز پڑھی جاتی ہے۔

چادر پھیرنا دراصل تغیر حالت کے لیے اچھا شگون لینے کے درجہ میں ہے جس طرح چادر الٹ پلٹ دی گئی ہے اسی طرح موجودہ حالت میں بھی تبدیلی اور تغیر ہو جائے بایں طور کہ قحط کے بدلہ ارزانی ہو جائے اور خشک سالی کی بجائے باران رحمت سے دنیا سیراب ہو جائے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استسقاء میں نماز نہیں ہے

(قَالَ اَبُو حَنِيفَةَ: لَيْسَ فِي الِاسْتِسْقَاءِ صَلَاةٌ مَسْنُونَةٌ فِي جَمَاعَةٍ، فَإِنْ صَلَّى النَّاسُ وُحْدَانًا جَازَ، وَإِنَّمَا الِاسْتِسْقَاءُ الدُّعَاءُ وَالِاسْتِغْفَارُ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا) الْآيَةَ، (وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى وَلَمْ تُرْوَ عَنْهُ الصَّلَاةُ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: استسقاء میں کوئی نماز جماعت کے ساتھ سنت نہیں۔ لہٰذا اگر لوگ اکیلے اکیلے پڑھیں تو

جائز ہے اور بے شک استسقاء صرف دعا و استغفار کا نام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا" اور رسول اللہ ﷺ استسقاء فرمایا جبکہ آپ سے نماز کی روایت مروی نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک استسقاء نماز ہے:

(وَقَالَا: يُصَلِّي الْإِمَامُ رَكْعَتَيْنِ) لِمَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ كَصَلَاةِ الْعِيدِ) رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ .

قُلْنَا: فَعَلَهُ مَرَّةً وَتَرَكَهُ أُخْرٰى فَلَمْ يَكُنْ سُنَّةً، وَقَدْ ذُكِرَ فِي الْاَصْلِ قَوْلُ مُحَمَّدٍ وَحْدَهُ .(وَيَجْهَرُ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ) اعْتِبَارًا بِصَلَاةِ الْعِيدِ .

(ثُمَّ يَخْطُبُ) لِمَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ) ثُمَّ هِيَ كَخُطْبَةِ الْعِيدِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ، وَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ خُطْبَةٌ وَاحِدَةٌ (وَلَا خُطْبَةَ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ)' لِاَنَّهَا تَبَعٌ لِلْجَمَاعَةِ وَلَا جَمَاعَةَ عِنْدَهُ

(وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ بِالدُّعَاءِ) لِمَا رُوِيَ (اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ) (وَيَقْلِبُ رِدَاءَهُ) لِمَا رَوَيْنَا . قَالَ: وَهٰذَا قَوْلُ مُحَمَّدٍ، اَمَّا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ فَلَا يَقْلِبُ رِدَاءَهُ' لِاَنَّهُ دُعَاءٌ فَيُعْتَبَرُ بِسَائِرِ الْاَدْعِيَةِ .وَمَا رَوَاهُ كَانَ تَفَاؤُلًا (وَلَا يَقْلِبُ الْقَوْمُ اَرْدِيَتَهُمْ)' لِاَنَّهُ لَمْ يُنْقَلْ اَنَّهُ اَمَرَهُمْ بِذٰلِكَ .(وَلَا يَحْضُرُ اَهْلُ الذِّمَّةِ الِاسْتِسْقَاءَ)' لِاَنَّهُ لِاسْتِنْزَالِ الرَّحْمَةِ، وَاِنَّمَا تَنْزِلُ عَلَيْهِمُ اللَّعْنَةُ .

اور صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا: امام دو رکعات پڑھے۔ اسی دلیل کی وجہ سے جو نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے نماز عید کی طرح دو رکعت نماز پڑھی۔ اور اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایسا کیا پھر اسے چھوڑ دیا لہٰذا یہ سنت نہ ہوا۔ جبکہ مبسوط میں مذکور ہے کہ یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے۔

صاحبین کے نزدیک عید پر قیاس کرتے ہوئے دونوں رکعات میں قرأت جہر سے کرے۔ اور پھر وہ خطبہ پڑھے۔ اس لئے کہ روایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خطبہ پڑھا ہے۔ لہٰذا یہ خطبہ عید کے خطبہ کی طرح ہو گیا۔ صاحبین کے نزدیک ایک ہی خطبہ ہے۔

جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں خطبہ نہیں ہے کیونکہ جماعت کے تابع ہے اور آپ کے نزدیک جماعت ہی نہیں ہے۔

اور وہ قبلہ رخ ہو کر دعا کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگی۔ اور اپنی چادر کو اُلٹ دے اور اس کا انقلاب کرے اسی روایت کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا: یہ امام محمد رحمہ اللہ کا

قول ہے جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رداء قلب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بھی دعا ہے اور اسے دوسری دعاؤں پر قیاس کیا جائے گا۔ رجو روایت بیان کی گئی وہ محض نیکی کے طور پر تھی۔۔۔۔۔۔ اور قوم اپنی چادروں میں رداء قلب نہ کریں کیونکہ اس طرح منقول ہی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ذمی لوگ اس میں شامل نہ ہوں کیونکہ استسقاء نزول رحمت کی طلب کی دعا ہے جبکہ ذمیوں پر لعنت نازل ہوتی ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ

﴿یہ باب نمازِ خوف کے بیان میں ہے﴾

باب صلوۃ الخوف کی مطابقت کا بیان

اس مطابقت باب الاستسقاء کے ساتھ یوں ہے کہ وہ عارض سماوی یعنی عدم ماء کی وجہ سے ہے اور اس کا عارض اختیاری یعنی جہاد اور کفار سے مقابلہ کرنے سے ہوتا ہے۔

نمازِ خوف کا بیان

کفار کے خوف اور دشمن کے مقابل ہونے کے وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے نماز خوف کہتے ہیں۔ خوف کی نماز کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ نیز اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد یہ نماز باقی اور ثابت ہے اگرچہ بعض حضرات کا قول ہے کہ نماز خوف صرف رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک ہی کے ساتھ مخصوص تھی۔ نیز بعض حضرات مثلاً حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نماز حالت سفر کے ساتھ مخصوص ہے۔ جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نماز سفر و حضر دونوں صورتوں میں جائز ہے۔

بحسب اختلاف زمانہ و مقام یہ نماز متعدد طریقوں سے روایت کی گئی ہے چنانچہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ سولہ طریقوں سے منقول ہے۔ بعض حضرات نے اس سے زائد اور بعض نے اس سے کم کہا ہے لیکن علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث میں جتنے بھی طریقے منقول ہیں تمام کے تمام معتبر ہیں علماء کے ہاں اختلاف صرف ترجیح اور فوقیت کے بارے میں ہے کہ کسی نے کسی طریقے کو ترجیح دی ہے اور اس پر عمل کیا ہے جو صحاح ستہ میں مذکور ہے۔

علامہ شمنی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز خوف چار جگہ پڑھی ہے۔ ذات الرقاع بطن نخل، عسفان اور ذی قرد۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ نماز خوف تھی تو حالت سفر میں مگر فقہاء نے اس پر قیاس کرتے ہوئے اس نماز کو حضر میں بھی جائز رکھا ہے۔

نماز خوف پڑھنے کا طریقہ

(إِذَا اشْتَدَّ الْخَوْفُ جَعَلَ الْإِمَامُ النَّاسَ طَائِفَتَيْنِ: طَائِفَةٌ إِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ، وَطَائِفَةٌ خَلْفَهُ، فَيُصَلِّي بِهَذِهِ الطَّائِفَةِ رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ مَضَتْ هَذِهِ الطَّائِفَةُ إِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ وَجَاءَتْ تِلْكَ الطَّائِفَةُ، فَيُصَلِّي بِهِمُ الْإِمَامُ رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ وَتَشَهَّدَ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُسَلِّمُوا، وَذَهَبُوا إِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ، وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُولَى فَصَلَّوْا رَكْعَةً

وَسَجْدَتَيْنِ وُحْدَانًا بِغَيْرِ قِرَاءَةٍ) لِأَنَّهُمْ لَاحِقُونَ (وَتَشَهَّدُوا وَسَلَّمُوا وَمَضَوْا إِلَى وَجْهِ الْعَدُوِّ، وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى، وَصَلَّوْا رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ بِقِرَاءَةٍ) لِأَنَّهُمْ مَسْبُوقُونَ (وَتَشَهَّدُوا وَسَلَّمُوا) وَالْأَصْلُ فِي رِوَايَةِ ابْنِ مَسْعُودٍ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَلَّى صَلَاةَ الْخَوْفِ عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي قُلْنَا) . وَأَبُوْيُوْسُفَ وَإِنْ أَنْكَرَ شَرْعِيَّتَهَا فِي زَمَانِنَا فَهُوَ مَحْجُوْجٌ عَلَيْهِ بِمَا رَوَيْنَا .

اور جب خوف شدت اختیار کر جائے تو امام لوگوں کے دو گروہ بنائے۔ایک گروہ کو دشمنوں کے سامنے چھوڑ دے۔اور پہلے گروہ کو اپنے پیچھے ایک رکعت اور دو سجدے نماز پڑھائے۔پس جب یہ گروہ دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو دشمن کے سامنے چلا جائے۔اور وہ گروہ آ جائے پس امام ان کو ایک رکعت، دو سجدے اور تشہد پڑھے اور امام سلام پھیرے۔اور وہ سلام نہ پھیریں بلکہ وہ دشمن کے سامنے چلیں جائیں۔اور پہلا گروہ آ جائے پس وہ نماز ایک رکعت اور دو سجدے فرداً فرداً بغیر قرأت کے پڑھیں گے۔اس لئے یہ لوگ لاحق ہیں اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر کر دشمن کے سامنے چلیں جائیں گے۔اور دوسرا گروہ آ جائے وہ ایک رکعت دو سجدے قرأت کے ساتھ پڑھیں۔کیونکہ یہ گروہ مسبوق ہے۔اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں۔اور اس میں اصل حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز خوف کو اسی طرح پڑھا ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرمایا ہمارے زمانے اس کی مشروعیت ختم ہو گئی۔لیکن ان پر دلائل انہی روایات کی وجہ سے قائم ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اگر امام مقیم ہو تو نماز خوف کا طریقہ

قَالَ (وَإِنْ كَانَ الْإِمَامُ مُقِيمًا صَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُولَى رَكْعَتَيْنِ وَبِالثَّانِيَةِ رَكْعَتَيْنِ) لِمَا رُوِيَ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَلَّى الظُّهْرَ بِالطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ) (وَيُصَلِّي بِالطَّائِفَةِ الْأُولَى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ، وَبِالثَّانِيَةِ رَكْعَةً وَاحِدَةً) لِأَنَّ تَنْصِيفَ الرَّكْعَةِ الْوَاحِدَةِ غَيْرُ مُمْكِنٍ، فَجَعَلَهَا فِي الْأُولَى أَوْلَى بِحُكْمِ السَّبْقِ .

(وَلَا يُقَاتِلُونَ فِي حَالِ الصَّلَاةِ، فَإِنْ فَعَلُوا بَطَلَتْ صَلَاتُهُمْ) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ شُغِلَ عَنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، وَلَوْ جَازَ الْأَدَاءُ مَعَ الْقِتَالِ لَمَا تَرَكَهَا .

اگر امام مقیم ہے تو وہ پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعات اور دوسرے گروہ کے ساتھ بھی دو رکعات پڑھے گا۔کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز دونوں گروہوں کے ساتھ ۲،۲ رکعت پڑھی۔اور پہلے گروہ کے ساتھ مغرب کی ۲ رکعات اور دوسرے کے ساتھ ایک رکعت پڑھے۔کیونکہ ایک رکعت کو نصف کرنا ممکن نہیں۔اور پہلے گروہ کے سابق ہونے کی وجہ سے اسی ایک رکعت کو ان کے حق میں کر دینا اولیٰ ہے۔

اور وہ حالت نماز میں قتال نہ کریں کیونکہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کی نماز باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ خندق کے چار نمازوں سے مشغول کر دیئے گئے تھے۔ لہٰذا اگر جنگ کے ساتھ نماز کو ادا کرنا جائز ہوتا تو آپ ان نمازوں کو ترک نہ کرتے

حالت سواری میں نماز پڑھنے کا حکم

(فَإِنْ اشْتَدَّ الْخَوْفُ صَلَّوْا رُكْبَانًا فُرَادَى يُومِئُونَ بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ إِلَى أَيِّ جِهَةٍ شَاؤُوا إِذَا لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى التَّوَجُّهِ إِلَى الْقِبْلَةِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا) وَسَقَطَ التَّوَجُّهُ لِلضَّرُورَةِ.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُمْ الْمُصَلُّونَ بِجَمَاعَةٍ، وَلَيْسَ بِصَحِيحٍ لِانْعِدَامِ الِاتِّحَادِ فِي الْمَكَانِ.

پس شدید خوف کی وجہ سے وہ اکیلے اکیلے سواریوں پر نماز پڑھیں۔ اور رکوع و سجود کا اشارہ کریں جس سمت بھی ممکن ہو جب وہ قبلہ کی طرف متوجہ ہونے پر قادر نہ ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا'' اور ضرورت کی وجہ سے قبلہ کی طرف متوجہ ہونا ساقط ہو گیا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ اور عدم اتحاد فی المکان کی وجہ سے یہ روایت صحیح نہیں۔

بَابُ الْجَنَائِزِ

﴿یہ باب نماز جنازہ کے بیان میں ہے﴾

باب الجنائز کی مناسبت کا بیان

اس سے پہلے نماز خوف اور اب نماز جنازہ کا بیان شروع کرنا نہایت مناسبت طبعی کے موافق ہے۔ اور پہلی تمام نمازوں کا تعلق اہل حیات کے وہ مختلف احوال جن کا تعلق زندگی کے ساتھ ہے اور یہ وہ نماز جس کا تعلق اہل حیات سے موت کی طرف ہے۔ حیات کا تقدم واضح ہے۔ لہٰذا اسی مناسبت سے باب جنازہ کو موخر ذکر کیا ہے۔

لفظ جنازہ کا معنی

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی لکھتے ہیں: جنائز جنازہ کی جمع ہے، لفظ جنازہ لغت کے اعتبار سے جیم کے زیر اور زبر دونوں کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے لیکن زیادہ فصیح جیم کے زیر کے ساتھ ہی ہے۔ جنازہ میت یعنی مردے کو جو تخت پر ہو، کہتے ہیں۔
بعض حضرات نے کہا ہے کہ لفظ جنازہ یعنی جیم کے زبر کے ساتھ میت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اور جنازہ یعنی جیم کے زیر کے ساتھ تابوت اور اس تخت یا چارپائی کو کہتے ہیں جس پر مردہ کو رکھ کر اٹھاتے ہیں، بعض حضرات نے اس کے برعکس کہا ہے یعنی جنازہ تابوت یا تخت کو کہتے ہیں اور جنازہ میت کو کہا جاتا ہے۔ (شرح الوقایہ فی مسائل الہدایہ، ج ۱، ص ۳۲۰، بیروت)

جب کسی شخص کے پاس موت حاضر ہو

(إِذَا اُحْتُضِـرَ الرَّجُلُ وُجِّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ عَلَى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ) اعْتِبَارًا بِحَالِ الْوَضْعِ فِي الْقَبْرِ، لِاَنَّهُ اَشْرَفَ عَلَيْهِ، وَالْمُخْتَارُ فِي بِلَادِنَا الِاسْتِلْقَاءُ، لِاَنَّهُ اَيْسَرُ لِخُرُوجِ الرُّوحِ وَالْاَوَّلُ هُوَ السُّنَّةُ (وَلُقِّنَ الشَّهَادَتَيْنِ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ شَهَادَةَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) وَالْمُرَادُ الَّذِي قَرُبَ مِنَ الْمَوْتِ (فَإِذَا مَاتَ شُدَّ لَحْيَاهُ وَغُمِّضَ عَيْنَاهُ) بِذٰلِكَ جَرَى التَّوَارُثُ، ثُمَّ فِيهِ تَحْسِينُهُ فَيُسْتَحْسَنُ.

اور جب کوئی شخص موت کے قریب ہو تو اسے دائیں جانب قبلہ کی طرف کر دیا جائے۔ اس کو قبر میں رکھنے کی صورت پر قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ اس کے لئے عزت اسی طریقے پر ہے۔ جبکہ ہمارے شہروں میں چت لٹانا اختیار کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ روح نکلنے کی یہی آسان صورت ہے۔ لیکن پہلی صورت سنت ہے۔ اور اس کو شہادتین کی تلقین کی جائے گی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اپنے فوت ہونے والوں کو "لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کی تلقین کرو۔ اور اس حدیث میں فوت ہونے والوں سے مراد وہ ہے جو موت کے قریب ہو۔ جب وہ شخص فوت ہو جائے تو اس کے جبڑوں کو باندھ دیا جائے اور اس کی آنکھیں بند کر دی جائیں۔ یہی وراثتاً جاری ہے لہٰذا اس میں فوت ہونے والے کی صورت کو اچھا کرنے کے لئے یہی بہتر ہے۔

فَصْلٌ فِی الْغُسْلِ

﴿یہ فصل میت کو غسل دینے کے بیان میں ہے﴾

فصل غسل میت کی مطابقت فقہی کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب مصنف زندہ لوگوں سے متعلق احکام سے فارغ ہوئے تو اس کے بعد فوت ہونے کے بعد کے احکام ذکر کریں گے۔ اور کسی بھی شخص کے فوت ہونے کے بعد جو سب سے پہلا کام ہے وہ اسے غسل دینا ہے اسی وجہ سے مصنف نے غسل کی فصل کو مقدم ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد اسے کفن دینے کا بیان، اس پر نماز پڑھنے کا بیان، پھر جنازہ اٹھانے کا بیان اور اس کے بعد اس کو دفن کرنے کا بیان یہ تمام فصول ترتیب کے ساتھ بیان کیں تاکہ ترتیب وضع کے مطابق ہو جائے۔

(البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۳۴۲، حقانیہ ملتان)

میت کے وجوب غسل کی اصل کا بیان

علامہ زیلعی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: شیخ ابونصر بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ غسل میت کے وجوب میں اصل یہ ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دیا اور انہوں نے کہا کہ یہ تمہاری اولاد کے لئے یہی طریقہ ہے۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا۔ اور اس کے بعد بھی مسلمانوں نے اسی طرح کیا۔ اور صاحب درایہ فرماتے ہیں کہ زندہ لوگوں کو واجب ہے کہ وہ فوت ہونے والے کو غسل دیں۔ اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ (نصب الرایہ، ج ۲، ص ۲۵۵)

میت کو غسل دینے کا بیان

وَإِذَا أَرَادُوا غُسْلَهُ وَضَعُوهُ عَلَى سَرِيرٍ) لِيَنْصَبَّ الْمَاءُ عَنْهُ (وَجَعَلُوا عَلَى عَوْرَتِهِ خِرْقَةً) إِقَامَةً لِوَاجِبِ السَّتْرِ، وَيَكْتَفِي بِسَتْرِ الْعَوْرَةِ الْغَلِيظَةِ هُوَ الصَّحِيحُ تَيْسِيرًا (وَنَزَعُوا ثِيَابَهُ) لِيُمْكِنَهُمْ التَّنْظِيفُ .

(وَوَضَّئُوهُ مِنْ غَيْرِ مَضْمَضَةٍ وَلَا اسْتِنْشَاقٍ) لِأَنَّ الْوُضُوءَ سُنَّةُ الِاغْتِسَالِ، غَيْرَ أَنَّ إخْرَاجَ الْمَاءِ مِنْهُ مُتَعَذِّرٌ فَيُتْرَكَانِ (ثُمَّ يُفِيضُونَ الْمَاءَ عَلَيْهِ) اعْتِبَارًا بِحَالِ الْحَيَاةِ . (وَيُجَمَّرُ سَرِيرُهُ وِتْرًا) لِمَا فِيهِ مِنْ تَعْظِيمِ الْمَيِّتِ، وَإِنَّمَا يُوتَرُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إنَّ اللَّهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ) .

(وَيَغْلِى الْمَاءَ بِالسِّدْرِ اَوْ بِالْحَرَضِ) مُبَالَغَةً فِى التَّنْظِيفِ (فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فَالْمَاءُ الْقَرَاحُ) لِحُصُولِ اَصْلِ الْمَقْصُودِ (وَيُغْسَلُ رَاْسُهُ وَلِحْيَتُهُ بِالْخِطْمِيِّ) لِيَكُونَ اَنْظَفَ لَهُ ۔

اور جب تم اس کو غسل دینے کا ارادہ کرو تو اس کو ایک چار پائی (تختہ) پر رکھیں۔ جس سے پانی بہہ جائے۔ اور اس کے ستر پر کپڑا ڈال دیں۔ تا کہ ستر کا واجب مکمل ہو جائے۔ اور آسانی کے پیش نظر صرف عورت غلیظہ پر اکتفاء کیا جائے گا۔ یہی قول صحیح ہے۔ اور اس کے کپڑوں کو اتاریں تا کہ اس کو پاک کرنا ممکن ہو۔ پھر میت کو بغیر کلی و ناک میں پانی ڈالنے کے وضو کرائیں کیونکہ وضو غسل کی سنت ہے۔ کلی و ناک میں پانی ڈالنا اس لئے چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ ان دونوں سے پانی نکالنا حعذر ہے پھر میت کی زندگی پر قیاس کرتے ہوئے اس کے جسم پر پانی بہائیں۔ اور تختے پر طاق مرتبہ خوشبو کی دھونی دی جائے۔ اسی میں میت کے لئے تعظیم ہے۔ اور طاق مرتبہ اس لئے دی جائے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ وتر ہے وہ وتر کو پسند کرتا ہے۔

اور پانی کو بیری یا اشنان گھاس کے ساتھ جوش دیا جائے کیونکہ اس طرح صفائی میں زیادہ مبالغہ ہے۔ اور اگر یہ نہ ہوں تو پھر خالص پانی ہو تا کہ مقصود حاصل ہو جائے۔ جبکہ اس کی داڑھی اور سر کو خطمی کے ساتھ دھویا جائے۔ تا کہ میت کو خوب صفائی حاصل ہو جائے۔

میت کے جسم پر پانی بہانے کا طریقہ

(ثُمَّ يُضْجَعُ عَلَى شِقِّهِ الْاَيْسَرِ فَيُغْسَلُ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ حَتّٰى يُرٰى اَنَّ الْمَاءَ قَدْ وَصَلَ اِلَى مَا يَلِى التَّخْتَ مِنْهُ، ثُمَّ يُضْجَعُ عَلَى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ فَيُغْسَلُ حَتّٰى يُرٰى اَنَّ الْمَاءَ قَدْ وَصَلَ اِلَى مَا يَلِى التَّخْتَ مِنْهُ)، لِاَنَّ السُّنَّةَ هُوَ الْبُدَاءَةُ بِالْمَيَامِنِ (ثُمَّ يُجْلِسُهُ وَيُسْنِدُهُ اِلَيْهِ وَيَمْسَحُ بَطْنَهُ مَسْحًا رَقِيقًا) تَحَرُّزًا عَنْ تَلْوِيثِ الْكَفَنِ ۔

(فَاِنْ خَرَجَ مِنْهُ شَىْءٌ غَسَلَهُ وَلَا يُعِيدُ غُسْلَهُ وَلَا وُضُوءَهُ)، لِاَنَّ الْغُسْلَ عَرَفْنَاهُ بِالنَّصِّ وَقَدْ حَصَلَ مَرَّةً (ثُمَّ يُنَشِّفُهُ بِثَوْبٍ) كَىْ لَا تَبْتَلَّ اَكْفَانُهُ (وَيَجْعَلُهُ) اَىِ الْمَيِّتَ (فِى اَكْفَانِهِ وَيَجْعَلُ الْحَنُوطَ عَلَى رَاْسِهِ وَلِحْيَتِهِ وَالْكَافُورَ عَلَى مَسَاجِدِهِ)، لِاَنَّ التَّطَيُّبَ سُنَّةٌ وَالْمَسَاجِدُ اَوْلَى بِزِيَادَةِ الْكَرَامَةِ ۔

(وَلَا يُسَرَّحُ شَعْرُ الْمَيِّتِ وَلَا لِحْيَتُهُ وَلَا يُقَصُّ ظُفُرُهُ وَلَا شَعْرُهُ) لِقَوْلِ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا: عَلَامَ تَنْصُونَ مَيِّتَكُمْ، وَلِاَنَّ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ لِلزِّينَةِ وَقَدِ اسْتَغْنَى الْمَيِّتُ عَنْهَا، وَفِى الْحَيِّ كَانَ تَنْظِيفًا لِاجْتِمَاعِ الْوَسَخِ تَحْتَهُ وَصَارَ كَالْخِتَانِ ۔

اور پھر اس کو دائیں کروٹ پر لٹا کر دھویا جائے۔ حتیٰ کہ دیکھ لیا جائے کہ پانی میت کے اس حصہ تک پہنچ گیا ہے جو تختے سے ملا ہوا ہے۔ اور سنت یہی ہے۔ اور ابتداء دائیں جانب سے کرے۔ اس میت کو غسل دینے والا میت کو بٹھائے اور اپنی

جانب ہی اس کا تکیہ لگائے اور میت کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملتا رہے تا کہ کفن کو آلودہ ہونے سے بچائے۔اگر میت کے پیٹ سے
کچھ نکلے تو اس کو دھوئے اور اس کے غسل و وضو کا اعادہ نہ کرے۔اس لئے کہ غسل دینے کا حکم ہم نے نص سے جانا ہے اور وہ ایک
مرتبہ میں ہو چکا ہے۔اس کے بعد میت کو کپڑے سے صاف کرے تا کہ کفن نہ بھیگے۔
اور وہ میت کو اس کفن کے کپڑوں میں رکھ دے۔اور میت کے سر اور اس کی داڑھی پر حنوط لگائے۔اور اس کے سجدے والے
اعضاء پر کافور لگائے۔اس لئے کہ خوشبو لگانا سنت ہے۔اور سجدے والے اعضاء اس کی عزت میں زیادتی ہے۔اور میت کے بالوں
اور داڑھی کی کنگھی نہ کی جائے اور نہ اس کے ناخن و بال کاٹے جائیں۔اس لئے کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم کس
طرح اپنے فوت ہونے والوں کی پیشانی پکڑ کر کھینچتے ہو۔حالانکہ یہ چیزیں تو سجاوٹ کے لئے ہیں اور میت سجاوٹ سے بے پرواہ ہو
چکی ہے۔اور زندگی میں جب وہ پاک صاف تھا تو اس کے نیچے میل و کچیل جمع ہو جاتی تھی البنایہ ختنہ کی طرح ہو گیا۔

فَصْلٌ فِی تَکْفِینِہٖ

﴿یہ فصل میت کو کفن دینے کے بیان میں ہے﴾

میت کو کفن دینے کے بیان میں

(اَلسُّنَّۃُ اَنْ یُکَفَّنَ الرَّجُلُ فِی ثَلَاثَۃِ اَثْوَابٍ اِزَارٍ وَقَمِیصٍ وَلِفَافَۃٍ) لِمَا رُوِیَ " (اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ کُفِّنَ فِی ثَلَاثَۃِ اَثْوَابٍ بِیضٍ سَحُولِیَّۃٍ) " وَلِاَنَّہٗ اَکْثَرُ مَا یَلْبَسُہٗ عَادَۃً فِی حَیَاتِہٖ فَکَذَا بَعْدَ مَمَاتِہٖ (فَاِنِ اقْتَصَرُوْا عَلٰی ثَوْبَیْنِ جَازَ، وَالثَّوْبَانِ اِزَارٌ وَلِفَافَۃٌ) وَھٰذَا کَفَنُ الْکِفَایَۃِ لِقَوْلِ اَبِیْ بَکْرٍ: اغْسِلُوا ثَوْبَیَّ ھٰذَیْنِ وَکَفِّنُوْنِی فِیھِمَا، وَلِاَنَّہٗ اَدْنٰی لِبَاسِ الْاَحْیَاءِ، وَالْاِزَارُ مِنَ الْقَرْنِ اِلَی الْقَدَمِ، وَاللِّفَافَۃُ کَذٰلِکَ، وَالْقَمِیصُ مِنْ اَصْلِ الْعُنُقِ اِلَی الْقَدَمِ

اور مرد کے لئے سنت یہ ہے کہ اس کو تین کپڑوں ازار قمیص اور لفافے میں کفن دیا جائے۔ کیونکہ یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سحولیہ کے تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا ہے۔ کیونکہ زندگی میں اس کے پہننے کی اکثر عادت یہی تھی لہٰذا وفات کے بعد بھی اس کے ساتھ ایسا ہی ہو جائے۔

اگر وہ دو کپڑوں کا اکتفاء کریں تو بھی جائز ہے جس میں ازار اور لفافہ ہوں گے۔ اور یہ کفن کفایہ ہے کیونکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے انہی دو کپڑوں کو دھو کر مجھے ان کا کفن دینا۔ کیونکہ زندوں کا یہی ادنیٰ لباس ہے۔ اور ازار سر سے لے کر قدم تک ہوتا ہے اور لفافہ بھی اسی طرح ہوتا ہے جبکہ قمیص گردن سے قدم تک ہوتی ہے۔

کفن لپیٹنے کا بیان

(فَاِذَا اَرَادُوْا لَفَّ الْکَفَنِ ابْتَدَئُوْا بِجَانِبِہِ الْاَیْسَرِ فَلَفُّوْہُ عَلَیْہِ ثُمَّ بِالْاَیْمَنِ) کَمَا فِی حَالِ الْحَیَاۃِ، وَبَسْطُہٗ اَنْ تُبْسَطَ اللِّفَافَۃُ اَوَّلًا ثُمَّ یُبْسَطَ عَلَیْھَا الْاِزَارُ ثُمَّ یُقَمَّصَ الْمَیِّتُ وَیُوْضَعَ عَلَی الْاِزَارِ ثُمَّ یُعْطَفَ الْاِزَارُ مِنْ قِبَلِ الْیَسَارِ ثُمَّ مِنْ قِبَلِ الْیَمِیْنِ، ثُمَّ اللِّفَافَۃُ کَذٰلِکَ (وَاِنْ خَافُوْا اَنْ یَنْتَشِرَ الْکَفَنُ عَنْہُ عَقَدُوْہُ بِخِرْقَۃٍ) صِیَانَۃً عَنِ الْکَشْفِ۔

اور جب وہ کفن لپیٹنے کا ارادہ کریں تو اس کی بائیں جانب سے شروع کریں۔ لہٰذا بائیں کو میت پر لپیٹ دیں پھر دائیں کو لپیٹ دیں۔ جس طرح حالت حیات میں کیا جاتا ہے۔ اور کفن کو بچھانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے لفافے کو بچھایا جائے پھر ازار کو بچھایا جائے اس کے بعد میت کو قمیص پہنا کر ازار پر رکھا جائے۔ پھر بائیں جانب سے ازار کو موڑا جائے۔ پھر دائیں جانب سے ایسے ہی لفافے کو کیا جائے اور میت کے کفن کے منتشر ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو گرہ سے باندھ دیں تاکہ وہ کھلنے سے بچ سکے۔

عورت کے سنت کفن کا بیان

(وَتُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي خَمْسَةِ أَثْوَابٍ دِرْعٍ وَإِزَارٍ وَخِمَارٍ وَلِفَافَةٍ وَخِرْقَةٍ تُرْبَطُ فَوْقَ ثَدْيَيْهَا) لِحَدِيثِ أُمِّ عَطِيَّةَ " (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى اللَّوَاتِي غَسَّلْنَ ابْنَتَهُ خَمْسَةَ أَثْوَابٍ) " وَلِأَنَّهَا تَخْرُجُ فِيهَا حَالَةَ الْحَيَاةِ فَكَذَا بَعْدَ الْمَمَاتِ .

(ثُمَّ هٰذَا بَيَانُ كَفَنِ السُّنَّةِ، وَإِنْ اقْتَصَرُوا عَلَى ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ جَازَ) وَهِيَ ثَوْبَانِ وَخِمَارٌ (وَهُوَ كَفَنُ الْكِفَايَةِ، وَيُكْرَهُ أَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ .

اورعورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے جس میں کرتہ، ازار، اوڑھنی، لفافہ اور وہ پٹی شامل ہیں جس کو اس کی چھاتیوں پر باندھا جائے گا۔حضرت ابن عطیہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہی اس کی دلیل ہے۔کہ جن عورتوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دیا ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن کے پانچ کپڑے دیئے ہیں۔اور یہ بھی دلیل ہے کہ عورت زندگی میں انہی پانچ کپڑوں کے ساتھ رہتی ہے۔لہٰذا موت کے بعد بھی اس کے لئے ایسا ہی ہو۔

یہ تو کفن سنت کا بیان ہے۔لہٰذا اگر تین کپڑوں پر اکتفاء کیا تو بھی جائز ہے۔اور وہ دو کپڑے، ازار، لفافہ ہیں اور ایک اوڑھنی ہے۔اور یہ کفن کفایہ ہے اور اس سے بھی کم کرنا مکروہ ہے۔

مرد کے کفن مکروہ کا بیان

(وَفِي الرَّجُلِ يُكْرَهُ الِاقْتِصَارُ عَلَى ثَوْبٍ وَاحِدٍ إِلَّا فِي حَالَةِ الضَّرُورَةِ) لِأَنَّ مُصْعَبَ بْنَ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِينَ اُسْتُشْهِدَ كُفِّنَ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَهٰذَا كَفَنُ الضَّرُورَةِ (وَتَلْبَسُ الْمَرْأَةُ الدِّرْعَ أَوَّلًا ثُمَّ يُجْعَلُ شَعْرُهَا ضَفِيرَتَيْنِ عَلَى صَدْرِهَا فَوْقَ الدِّرْعِ، ثُمَّ الْخِمَارُ فَوْقَ ذٰلِكَ تَحْتَ الْإِزَارِ، ثُمَّ الْإِزَارُ ثُمَّ اللِّفَافَةُ .

قَالَ: وَتُجْمَرُ الْأَكْفَانُ قَبْلَ أَنْ يُدْرَجَ فِيهَا وِتْرًا) (لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَ بِإِجْمَارِ أَكْفَانِ ابْنَتِهِ وِتْرًا)، وَالْإِجْمَارُ هُوَ التَّطْيِيبُ، فَإِذَا فَرَغُوا مِنْهُ صَلَّوْا عَلَيْهِ لِأَنَّهَا فَرِيضَةٌ .

اور مرد کو ایک کپڑے میں کفن دینے پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے۔لیکن جب ضرورت ہو تو جائز ہے کیونکہ جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو کفن دیا گیا تو انہیں ایک ہی کپڑے میں کفن دیا گیا تھا۔اور یہ کفن ضرورت ہے۔

سب سے پہلے عورت کو کرتی پہنائی جائے اس کے بعد اس کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے کرتی کے اوپر اور سینے پر رکھا جائے۔اس کے بعد اس کے اوپر اوڑھنی اور پھر نیچے ازار پہنائی جائے۔

فرمایا: کفنوں کو پہنانے سے پہلے ان کو طاق مرتبہ دھونی دی جائے۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو کفن پہنانے سے پہلے اس کو تین مرتبہ دھونی دینے کا حکم تھا۔اور اجمار خوشبو دار کرنے کا نام ہے۔لہٰذا جب اس سے فارغ ہو جائیں تو میت پر نماز پڑھیں۔اس لئے کہ نماز جنازہ فرض ہے۔

فَصْلٌ فِی الصَّلَاۃِ عَلَی الْمَیِّتِ

﴿یہ فصل میت پر نماز پڑھنے کے بیان میں ہے﴾

نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار کون ہے:

(وَاَوْلَی النَّاسِ بِالصَّلَاۃِ عَلَی الْمَیِّتِ السُّلْطَانُ اِنْ حَضَرَ) لِاَنَّ فِی التَّقَدُّمِ عَلَیْہِ ازْدِرَاءٌ بِہٖ (فَاِنْ لَمْ یَحْضُرْ فَالْقَاضِی) لِاَنَّہٗ صَاحِبُ وِلَایَۃٍ (فَاِنْ لَمْ یَحْضُرْ فَیُسْتَحَبُّ تَقْدِیمُ اِمَامِ الْحَیِّ) لِاَنَّہٗ رَضِیَہٗ فِی حَالِ حَیَاتِہٖ .قَالَ (ثُمَّ الْوَلِیُّ وَالْاَوْلِیَاءُ عَلَی التَّرْتِیبِ الْمَذْکُورِ فِی النِّکَاحِ) .

اور لوگوں میں میت پر نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حقدار سلطان ہے۔ اگر وہ حاضر ہو۔ کیونکہ تقدم کا وہی زیادہ حقدار ہے۔ اگر سلطان نہ ہو تو پھر قاضی کا حق ہے۔ کیونکہ وہ بھی صاحب ولایت ہے۔ اگر قاضی بھی حاضر نہ ہو تو محلے کے امام کا حق ہے۔ کیونکہ اس کے امام ہونے پر دنیا میں راضی تھا۔ فرمایا: اس کے بعد میت کا ولی ہے۔ اور میت کے اولیاء اسی طرح ہوں گے جس طرح نکاح میں ان کا ولایت کا ذکر ہے۔

دوبارہ نماز جنازہ پڑھانے کے بارے میں احکام شرعی

(فَاِنْ صَلّٰی غَیْرُ الْوَلِیِّ اَوِ السُّلْطَانِ اَعَادَ الْوَلِیُّ) یَعْنِی اِنْ شَاءَ لِمَا ذَکَرْنَا اَنَّ الْحَقَّ لِلْاَوْلِیَاءِ (وَاِنْ صَلَّی الْوَلِیُّ لَمْ یَجُزْ لِاَحَدٍ اَنْ یُصَلِّیَ بَعْدَہٗ) لِاَنَّ الْفَرْضَ یَتَاَدّٰی بِالْاَوْلٰی وَالتَّنَفُّلُ بِہَا غَیْرُ مَشْرُوعٍ، وَلِہٰذَا رَاَیْنَا النَّاسَ تَرَکُوا عَنْ آخِرِہِمُ الصَّلَاۃَ عَلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ وَہُوَ الْیَوْمَ کَمَا وُضِعَ .

اگر ولی وحاکم اسلام کے سوا اور لوگ نماز جنازہ پڑھ لیں تو ولی کو اعادہ کا اختیار کہ حق اولیاء کا ہے اور اگر ولی پڑھ چکا تو اب کسی کو جائز نہیں کہ فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو چکا اور یہ نماز بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں والہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جہان کے مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی حالانکہ حضور آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے جس دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔

بغیر نماز جنازہ کے دفن کیے جانے والے کی نماز کا حکم

(وَاِنْ دُفِنَ الْمَیِّتُ وَلَمْ یُصَلَّ عَلَیْہِ صُلِّیَ عَلٰی قَبْرِہٖ) لِاَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ صَلّٰی

عَلٰی قَبْرِ امْرَاَۃٍ مِنَ الْاَنْصَارِ (وَیُصَلّٰی عَلَیْہِ قَبْلَ اَنْ یَتَفَسَّخَ) وَالْمُعْتَبَرُ فِی مَعْرِفَۃِ ذٰلِکَ اَکْبَرُ الرَّاْیِ ھُوَ الصَّحِیْحُ لِاخْتِلَافِ الْحَالِ وَالزَّمَانِ وَالْمَکَانِ ۔

اور اگر میت کو بغیر نماز جنازہ کے دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک انصاری عورت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور میت کے پھولنے سے پہلے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور اس کی پہچان میں غالب رائے کا اعتبار کیا جائے گا۔ حال، زمان ومکان کے اختلاف کی وجہ سے یہی صحیح روایت ہے۔

نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ

(وَالصَّلَاۃُ اَنْ یُکَبِّرَ تَکْبِیْرَۃً یَحْمَدُ اللّٰہَ عَقِیْبَھَا، ثُمَّ یُکَبِّرُ تَکْبِیْرَۃً یُصَلِّیْ فِیْھَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ یُکَبِّرُ تَکْبِیْرَۃً یَدْعُوْ فِیْھَا لِنَفْسِہٖ وَلِلْمَیِّتِ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ ثُمَّ یُکَبِّرُ الرَّابِعَۃَ وَیُسَلِّمُ) لِاَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ کَبَّرَ اَرْبَعًا فِیْ آخِرِ صَلَاۃٍ صَلَّاھَا فَنَسَخَتْ مَا قَبْلَھَا ۔
(وَلَوْ کَبَّرَ الْاِمَامُ خَمْسًا لَمْ یُتَابِعْہُ الْمُؤْتَمُّ) خِلَافًا لِزُفَرَ لِاَنَّہٗ مَنْسُوْخٌ لِمَا رَوَیْنَا، وَیَنْتَظِرُ تَسْلِیْمَۃَ الْاِمَامِ فِیْ رِوَایَۃٍ وَھُوَ الْمُخْتَارُ ۔

اور نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ تکبیر کہے اس کے ساتھ ہی اللہ کی حمد بیان کرے اور پھر تکبیر کہے اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔ پھر تکبیر کہے اور اپنے لئے، میت کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا مانگے۔ پھر چوتھی تکبیر کہے اور سلام پھیر دے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جو آخری نماز جنازہ پڑھائی تھی اس میں چار تکبیریں کہی تھیں۔ لہٰذا اس سے پہلے والا طریقہ منسوخ ہو گیا۔

اور اگر پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی ہرگز اس کی اتباع نہ کرے۔ جبکہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے۔ ہماری بیان کردہ روایت کی وجہ سے وہ (پانچویں تکبیر) منسوخ ہے۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق وہ امام کے سلام کا انتظار کرے۔ اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

نماز جنازہ میں بعد ملنے والا جنازہ کیسے پڑھے

(وَلَوْ کَبَّرَ الْاِمَامُ تَکْبِیْرَۃً اَوْ تَکْبِیْرَتَیْنِ لَا یُکَبِّرُ الْآتِیْ حَتّٰی یُکَبِّرَ اُخْرٰی بَعْدَ حُضُوْرِہٖ) عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَمُحَمَّدٍ ۔ وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ: یُکَبِّرُ حِیْنَ یَحْضُرُ لِاَنَّ الْاُوْلٰی لِلْاِفْتِتَاحِ، وَالْمَسْبُوْقُ یَاْتِیْ بِہٖ ۔ وَلَھُمَا اَنَّ کُلَّ تَکْبِیْرَۃٍ قَائِمَۃٌ مَقَامَ رَکْعَۃٍ، وَالْمَسْبُوْقُ لَا یَبْتَدِءُ بِمَا فَاتَہٗ اِذْ ھُوَ مَنْسُوْخٌ، وَلَوْ کَانَ حَاضِرًا فَلَمْ یُکَبِّرْ مَعَ الْاِمَامِ لَا یَنْتَظِرُ الثَّانِیَۃَ بِالْاِتِّفَاقِ لِاَنَّہٗ بِمَنْزِلَۃِ الْمُدْرِکِ ۔

اور اگر امام نے ایک یا دو تکبیریں کہی ہیں تو آنے والا اس وقت تک تکبیر نہ کہے حتیٰ کہ امام اس کے آنے کے بعد کوئی دوسری تکبیر کہے۔ یہ طرفین کے نزدیک ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ آتے ہی رہ جانے والی تکبیر کہے گا۔ کیونکہ پہلی

تکبیر افتتاح کے لئے ہے۔ جس کو مسبوق ضرور لاتا ہے۔ جبکہ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ہر تکبیر رکعت کے قائم مقام ہے۔ اور مسبوق وہاں سے شروع نہیں کرتا جہاں سے وہ فوت ہوئی کیونکہ یہ منسوخ ہوگیا ہے۔ اور اگر کوئی شخص شروع میں ہی حاضر تھا لیکن اس نے امام کے ساتھ تکبیر نہ کہی تو وہ بالاتفاق امام کی دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے۔ کیونکہ مدرک کے مرتبے میں شمار ہوگا

امام کا میت کے سینے کے مقابل کھڑے ہونے کا بیان

قَالَ (وَيَقُومُ الَّذِي يُصَلِّي عَلَى الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ بِحِذَاءِ الصَّدْرِ) لِأَنَّهُ مَوْضِعُ الْقَلْبِ وَفِيهِ نُورُ الْإِيمَانِ فَيَكُونُ الْقِيَامُ عِنْدَهُ إِشَارَةً إِلَى الشَّفَاعَةِ لِإِيمَانِهِ .وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يَقُومُ مِنَ الرَّجُلِ بِحِذَاءِ رَأْسِهِ وَمِنَ الْمَرْأَةِ بِحِذَاءِ وَسَطِهَا لِأَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَعَلَ كَذَلِكَ وَقَالَ: هُوَ السُّنَّةُ .قُلْنَا تَأْوِيلُهُ أَنَّ جِنَازَتَهَا لَمْ تَكُنْ مَنْعُوشَةً فَحَالَ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُمْ .

اور نماز پڑھانے والا خواہ مرد کی نماز ہو یا عورت کی نماز ہو وہ سینے کے برابر کھڑا ہو۔ کیونکہ یہی دل کی جگہ ہے اور اسی میں ایمان کا نور ہے۔ لہٰذا اس کے سامنے کھڑا ہونا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ شفاعت ایمان کی وجہ سے ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ مرد کے جنازے میں سر کے برابر کھڑا ہو۔ اور عورت کے درمیان میں کھڑا ہو۔ کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہی سنت ہے۔ جبکہ ہم کہتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت کی تاویل یہ ہے کہ عورت کا جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نعش والا نہ تھا۔ لہٰذا آپ عورت کے جنازے اور لوگوں کے درمیان حائل ہوجاتے۔

سواری کی حالت میں نماز جنازہ پڑھنے کا بیان

(فَإِنْ صَلَّوْا عَلَى جِنَازَةٍ رُكْبَانًا أَجْزَأَهُمْ) فِي الْقِيَاسِ لِأَنَّهَا دُعَاءٌ .وَفِي الِاسْتِحْسَانِ: لَا تُجْزِئُهُمْ لِأَنَّهَا صَلَاةٌ مِنْ وَجْهٍ لِوُجُودِ التَّحْرِيمَةِ فَلَا يَجُوزُ تَرْكُهُ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ احْتِيَاطًا (وَلَا بَأْسَ بِالْإِذْنِ فِي صَلَاةِ الْجِنَازَةِ) لِأَنَّ التَّقَدُّمَ حَقُّ الْوَلِيِّ فَيَمْلِكُ إِبْطَالَهُ بِتَقْدِيمِ غَيْرِهِ .وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ: لَا بَأْسَ بِالْأَذَانِ: أَيِ الْإِعْلَامِ، وَهُوَ أَنْ يُعْلِمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لِيَقْضُوا حَقَّهُ

اگر لوگوں نے حالت سواری میں نماز جنازہ پڑھی تو بمطابق قیاس ان کی نماز جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ دعا ہے۔ جبکہ بطور استحسان یہ جائز نہیں ہے کیونکہ تحریمہ کے پائے جانے کی وجہ سے یہ من وجہ نماز ہے اس لئے احتیاطاً عذر کے بغیر اس کا ترک جائز نہیں ہے۔

اور نماز جنازہ کی اجازت میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ امام ہونا ولی کا حق ہے لہٰذا وہ دوسرے مقدم کرتے ہوئے اپنا حق اس کے سپرد کرسکتا ہے۔ اور ہدایہ کے بعض نسخوں میں یہ لکھا ہے کہ نماز جنازہ میں اذن یعنی اعلان میں کوئی حرج نہیں۔ اور اعلان یہ ہے کہ کچھ لوگ دوسروں کو مطلع کردیں تا کہ وہ میت کا حق ادا کریں۔

جماعت والی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھائی جائے:

(وَلَا يُصَلَّى عَلَى مَيِّتٍ فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (مَنْ صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا أَجْرَ لَهُ) " وَلِأَنَّهُ بُنِيَ لِأَدَاءِ الْمَكْتُوبَاتِ، وَلِأَنَّهُ يُحْتَمَلُ تَلْوِيثُ الْمَسْجِدِ، وَفِيمَا إِذَا كَانَ الْمَيِّتُ خَارِجَ الْمَسْجِدِ اخْتِلَافُ الْمَشَايِخِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ .

اور کسی بھی مسجد جس میں جماعت ہوتی ہو اس میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے کوئی ثواب نہیں۔ کیونکہ مسجد ادائے فرض کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور یہ بھی وجہ ہے کہ اس میں مسجد کے آلودہ ہونے کا احتمال ہے۔ اور جب میت مسجد سے باہر ہو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔

پیدائش میں استہلال کے اعتبار کا حکم شرعی:

(وَمَنْ اسْتَهَلَّ بَعْدَ الْوِلَادَةِ سُمِّيَ وَغُسِّلَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (إِذَا اسْتَهَلَّ الْمَوْلُودُ صُلِّيَ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَسْتَهِلَّ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ) " وَلِأَنَّ الِاسْتِهْلَالَ دَلَالَةُ الْحَيَاةِ فَتَحَقَّقَ فِي حَقِّهِ سُنَّةُ الْمَوْتَى (وَإِنْ لَمْ يَسْتَهِلَّ أُدْرِجَ فِي خِرْقَةٍ) كَرَامَةً لِبَنِي آدَمَ (وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ) لِمَا رَوَيْنَا، وَيُغَسَّلُ فِي غَيْرِ الظَّاهِرِ مِنْ الرِّوَايَةِ لِأَنَّهُ نَفْسٌ مِنْ وَجْهٍ، وَهُوَ الْمُخْتَارُ

اور جس بچے نے پیدا ہونے کے بعد روتے ہوئے آواز نکالی۔ اسے غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب بچہ رونے کی آواز نکالے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور اس نے رونے کی آواز نہ نکالی تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ اس کا رونا اس کی زندگی کی دلیل ہے۔ لہٰذا اس کے حق میں فوت ہونے والوں کا طریقہ ثابت ہو گیا۔ اور جو بچہ نہ رویا ہو اسے بنی آدم کی عزت کے پیش نظر ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے۔ اسی حدیث کی بناء کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ جبکہ غیر ظاہر الروایۃ کے مطابق اس کو غسل بھی دیا جائے۔ کیونکہ من وجہ تو وہ بھی جان ہے اور اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

حکم جنازہ میں بچے کو خیر کے تابع کیا جائے گا:

(وَإِذَا سُبِيَ صَبِيٌّ مَعَ أَحَدِ أَبَوَيْهِ وَمَاتَ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ تَبَعٌ لَهُمَا (إِلَّا أَنْ يُقِرَّ بِالْإِسْلَامِ وَهُوَ يَعْقِلُ) لِأَنَّهُ صَحَّ إِسْلَامُهُ اسْتِحْسَانًا (أَوْ يُسْلِمَ أَحَدُ أَبَوَيْهِ) لِأَنَّهُ يَتْبَعُ خَيْرَ الْأَبَوَيْنِ دِينًا (وَإِنْ لَمْ يُسْبَ مَعَهُ أَحَدُ أَبَوَيْهِ صُلِّيَ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ ظَهَرَتْ تَبَعِيَّةُ الدَّارِ فَحُكِمَ بِالْإِسْلَامِ كَمَا فِي اللَّقِيطِ .

اور جب کوئی بچہ اپنے والدین میں سے کسی ایک ساتھ قید ہوا اور پھر وہ مر گیا تو اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔ کیونکہ

وہ بچہ اپنے والدین کے تابع ہے۔ مگر جب وہ سمجھداری کی حالت میں اقرار کرے۔ لہٰذا اس کا اسلام استحساناً درست ہوگا۔ یا اس کے والدین میں کسی ایک نے اسلام قبول کرلیا۔ کیونکہ وہ دین کے اعتبار سے والدین میں بہترین دین والے کے تابع ہے اور اگر اس بچے کے والدین میں سے کوئی ایک بھی قید نہ ہوا تو تب اس پر جنازہ پڑھا جائے گا۔ کیونکہ دارالاسلام کے تابع ہونا اس کے حق میں ظاہر ہوگیا۔ لہٰذا اسلام کا حکم دیا جائے گا۔ جس طرح لقیط کے بارے میں ہوتا ہے۔

فصل فی حمل الجنازۃ

﴿یہ فصل جنازہ اٹھانے کے بیان میں ہے﴾

جنازے کی چارپائی اٹھانے کا بیان

(وَاِذَا حَمَلُوا الْمَيِّتَ عَلَى سَرِيرِهِ اَخَذُوا بِقَوَائِمِهِ الْاَرْبَعِ) بِذَلِكَ وَرَدَتِ السُّنَّةُ، وَفِيهِ تَكْثِيرُ الْجَمَاعَةِ وَزِيَادَةُ الْاِكْرَامِ وَالصِّيَانَةِ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: اَلسُّنَّةُ اَنْ يَحْمِلَهَا رَجُلَانِ: يَضَعُهَا السَّابِقُ عَلَى اَصْلِ عُنُقِهِ، وَالثَّانِي عَلَى اَعْلَى صَدْرِهِ، لِاَنَّ جِنَازَةَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هٰكَذَا حُمِلَتْ .قُلْنَا: كَانَ ذَلِكَ لِازْدِحَامِ الْمَلَائِكَةِ .

اور جب لوگ میت کو چارپائی پر اٹھائیں تو اس کے چار پایوں کو پکڑلیں۔ سنت میں یہی طریقہ بیان ہوا ہے۔ اسی میں جماعت کی کثرت ہے اور اسی میں میت کی عزت میں اضافہ ہے۔ اور حفاظت ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سنت یہ ہے کہ میت کو دو مرد اٹھائیں۔ پہلا آدمی جنازہ کو اپنی گردن کی جڑ پر رکھے جبکہ دوسرا شخص اس کو اپنے سینے پر رکھ لے۔ اس لئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی اسی طرح اٹھایا گیا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے تھا کہ فرشتوں کا ہجوم اس میں زیادہ تھا۔

جنازہ کو جلدی مگر درمیانی چال کے ساتھ لے کر چلنا

(وَيَمْشُونَ بِهِ مُسْرِعِينَ دُونَ الْخَبَبِ) "لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حِينَ سُئِلَ عَنْهُ قَالَ: مَا دُونَ الْخَبَبِ" (وَاِذَا بَلَغُوا اِلَى قَبْرِهِ يُكْرَهُ اَنْ يَجْلِسُوا قَبْلَ اَنْ يُوضَعَ عَنْ اَعْنَاقِ الرِّجَالِ) لِاَنَّهُ قَدْ تَقَعُ الْحَاجَةُ اِلَى التَّعَاوُنِ وَالْقِيَامُ اَمْكَنُ مِنْهُ

اور دوڑنے کے سوا جنازہ کو جلدی لے کر چلیں۔ کیونکہ جس وقت رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: دوڑنے کے سوا (جلدی لے کر چلیں)۔ اور جب اس کی قبر تک پہنچ جائیں تو جنازہ اتارنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ جنازہ میں مدد کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ اور حالت قیام میں مدد زیادہ کی جاسکتی ہے۔

جنازے کو اٹھانے کا طریقہ

قَالَ: وَكَيْفِيَّةُ الْحَمْلِ اَنْ تَضَعَ مُقَدَّمَ الْجِنَازَةِ عَلَى يَمِينِكَ ثُمَّ مُؤَخَّرَهَا عَلَى يَمِينِكَ ثُمَّ مُقَدَّمَهَا عَلَى يَسَارِكَ ثُمَّ مُؤَخَّرَهَا عَلَى يَسَارِكَ اِيثَارًا لِلتَّيَامُنِ، وَهٰذَا فِي حَالَةِ التَّنَاوُبِ .

اور جنازے کو اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ اور وہ میت کو اگلے سرے سے اپنے دائیں کندھے پر رکھے اور پھر اس کے پچھلے سرے کو اپنے دائیں کندھے پر رکھیں اور پھر اس کے پچھلے سرے کو اپنے بائیں کندھے پر رکھے اور پھر دائیں جانب کو ترجیح دیتے ہوئے۔ اور اسی طرح بار بار کرنے کی صورت میں ہوگا۔

فصل فی الدفن

﴿یہ فصل میت کو دفن کرنے کے بیان میں ہے﴾

میت کے لئے قبر بنانے کا بیان

(وَيُحْفَرُ الْقَبْرُ وَيُلْحَدُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (وَاللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا) " (وَيُدْخَلُ الْمَيِّتُ) مِمَّا يَلِي الْقِبْلَةَ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ، فَإِنَّ عِنْدَهُ يُسَلُّ سَلًّا لِمَا رُوِيَ " (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ سُلَّ سَلًّا) " . وَلَنَا أَنَّ جَانِبَ الْقِبْلَةِ مُعَظَّمٌ فَيُسْتَحَبُّ الْإِدْخَالُ مِنْهُ، وَاضْطَرَبَتْ الرِّوَايَاتُ فِي إِدْخَالِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .

اور قبر لحد بنائی جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہمارے لئے لحد ہے۔ اور دوسروں کے لئے شق ہے۔ اور میت کو اس طرف سے داخل کیا جائے جو قبلہ سے ملی ہوئی ہو۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک میت کا پاکتی کی طرف داخل کیا جائے۔ کیونکہ یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح سل کر کے داخل کیے گئے۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ جانب قبلہ معظم ہے۔ لہٰذا اس کی طرف سے داخل کرنا مستحب ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کو قبر میں داخل کرنے میں مروی روایات میں اضطراب ہے۔

میت کو قبر میں رکھنے والا کیا کہے

(فَإِذَا وُضِعَ فِي لَحْدِهِ يَقُولُ وَاضِعُهُ: بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ) كَذَا قَالَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حِينَ وَضَعَ أَبَا دُجَانَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْقَبْرِ (وَيُوَجَّهُ إِلَى الْقِبْلَةِ) بِذَلِكَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَتُحَلُّ الْعُقْدَةُ) لِوُقُوعِ الْأَمْنِ مِنْ الِانْتِشَارِ (وَيُسَوَّى اللَّبِنُ عَلَى اللَّحْدِ) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ جُعِلَ عَلَى قَبْرِهِ اللَّبِنُ

جب کسی میت کو قبر میں رکھا جائے تو رکھنے والا یہ کہے" بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ " کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو قبر میں رکھتے وقت یہی کہا تھا۔ اور اس کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا حکم دیا ہے۔ اور کفن کی گرہوں کا کھول دے اس لئے کہ اب کفن کے انتشار کا خوف ختم ہو چکا ہے۔ اور لحد پر کچی اینٹیں برابر کردی جائیں۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر کچی اینٹیں لگائی گئی تھیں۔

عورت کی قبر پر پردہ کرنے کا حکم

(وَيُسَجَّى قَبْرُ الْمَرْأَةِ بِثَوْبٍ حَتَّى يُجْعَلَ اللَّبِنُ عَلَى اللَّحْدِ وَلَا يُسَجَّى قَبْرُ الرَّجُلِ) لِأَنَّ مَبْنَى حَالِهِنَّ عَلَى السِّتْرِ وَمَبْنَى حَالِ الرِّجَالِ عَلَى الِانْكِشَافِ ۔

(وَيُكْرَهُ الْآجُرُّ وَالْخَشَبُ) لِأَنَّهُمَا لِإِحْكَامِ الْبِنَاءِ وَالْقَبْرُ مَوْضِعُ الْبِلَى، ثُمَّ بِالْآجُرِّ يَكُونُ أَثَرُ النَّارِ فَيُكْرَهُ تَفَاؤُلًا (وَلَا بَأْسَ بِالْقَصَبِ) وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ، وَيُسْتَحَبُّ اللَّبِنُ وَالْقَصَبُ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ جُعِلَ عَلَى قَبْرِهِ طُنٌّ مِنْ قَصَبٍ ۔

اور عورت کی قبر پر پردہ کیا جائے حتیٰ کہ اس کی قبر پر کچی اینٹیں لگا دی جائیں۔ جبکہ مرد کی قبر پر پردہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ پردے کا حکم صرف عورتوں کی حالت پر لازم ہے۔ جبکہ مرد کی حالت کشف پر مبنی ہے۔

اور پکی اینٹیں اور لکڑی لگانا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں عمارت کو مضبوط کرنے کے لئے ہیں۔ جبکہ قبر گلنے کی جگہ ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ پکی اینٹ میں آگ کا اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا برائی کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔ جبکہ بانس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ اور جامع صغیر میں کچی اینٹ اور بانس کے استعمال کو مستحب کہا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر بانس کا ایک گٹھا استعمال ہوا ہے۔

قبر کو کوہان نما بنانے کا بیان

(ثُمَّ يُهَالُ التُّرَابُ وَيُسَنَّمُ الْقَبْرُ وَلَا يُسَطَّحُ) أَيْ لَا يُرَبَّعُ " (لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ تَرْبِيعِ الْقُبُورِ) " وَمَنْ شَاهَدَ قَبْرَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَخْبَرَ أَنَّهُ مُسَنَّمٌ ۔

پھر مٹی ڈالتے ہوئے قبر کو کوہان نما بنا دی جائے۔ جبکہ سطح نما نہ بنائی جائے۔ (چوکور نما نہ ہو) اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے قبروں کو چکور بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کو دیکھا اس نے شہادت دی کہ وہ کوہان نما ہے۔

باب الشہید

﴿یہ باب شہید کی نماز کے بیان میں ہے﴾

باب شہید کی مطابقت کا بیان

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے احکام الموتی کے بعد باب الشہید ذکر کیا ہے کیونکہ موتی کی تدفین وتکفین کے کلی احکام ذکر کردیے گئے ہیں اور شہید کے احکام سابقہ بیان کردہ بعض احکام سے مختلف ہیں۔ جوان احکام میں سے شہید کے ساتھ خاص ہیں۔ لہٰذا عمومی احکام کے بعد خصوصی احکام کا بیان کرنا عین ترتیب علمی کے موافق ہے کیونکہ عموم ہمیشہ مقدم جبکہ خصوص ہمیشہ مؤخر ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ احکام الموتی کلی احکام اور شہید کے احکام استثنائی احکام ہیں اور استثناء ہمیشہ مؤخر ہوتا ہے۔ لہٰذا باب الشہید کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

شہداء کی حیات برزخی کا بیان

حضرت مسروق (تابعی) کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی۔ (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (3۔آل عمران:169) جولوگ خدا کی راہ میں جہاد میں مارے گئے ہیں ان کو تم مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ (ان شہداء) کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قلب میں ہیں ان کے (رہنے) کے لئے عرش الہی کے نیچے (بمنزلہ گھونسلوں) کے قندیلیں لٹکائی گئی ہیں وہ (روحیں) بہشت میں سے جہاں سے ان کا جی چاہتا ہے میوے کھاتی ہیں پھر ان قندیلوں میں جا کر بسیرا کرتی ہیں تب پروردگار ان (شہدا) کی طرف جھانکتا ہے فرماتا ہے کہ کیا تم کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم کس چیز کی خواہش کریں درآنحالیکہ ہم بہشت میں سے جہاں سے ہمارا جی چاہتا ہے میوے کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ تین مرتبہ یہی معاملہ کرتا ہے (یعنی تین بار ان سے یہی سوال کرتا ہے) اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ ہمیں پوچھے جانے والے سے چھوڑا نہیں جائے گا (یعنی جب وہ یہ جانتے ہیں کہ پروردگار کی مراد یہ ہے کہ ہم کسی خواہش کا اظہار کریں) تو وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری بس یہی خواہش ہے تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس کردے (اور ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے) تاکہ ہم ایک بار اور تیری راہ میں مارے جائیں) جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ ان کی کوئی (متعین) خواہش وحاجت نہیں ہے (کیونکہ انہوں نے جس خواہش کا اظہار کیا ہے اس کو پورا کرنا اللہ کے ارادہ اور مصلحت کے خلاف ہے دوسرے یہ کہ ان کو پہلی ہی بار میں جو عظیم ثواب اور عظیم اجر ملا ہے اور اسی وجہ سے ان کی کوئی حاجت وخواہش نہیں ہے اگر وہ دوبارہ دنیا میں بھیج دیئے جائیں تو وہی اجر وانعام انہیں دوبارہ ملے گا اور اس کی انہیں

حاجت ہی نہیں ہے کیونکہ شہید کا اجر وثواب ایک ہی ہے جو انہیں حاصل ہے) تو ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ان سے پوچھنا چھوڑ دیتا ہے۔ (مسلم)

کسی کے ذہین میں اعتراض پیدا ہوسکتا ہے کہ ترجمہ میں بین القوسین عبارت کے مطابق اگر دوسری بار میں بھی پہلی ہی بار جیسا ثواب ملے تو پھر ان شہداء کی خواہش کا کیا فائدہ کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں واپس کر کے دنیا میں بھیج دیا جائے تا کہ ہم دوبارہ خدا کی راہ میں مارے جائیں۔

علماء نے اسکا جواب لکھا ہے کہ اس خواہش کے اظہار سے اس کی مراد حقیقت میں اپنی روحوں کو جسموں میں واپس کیے جانے کی درخواست کرنا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصود اللہ تعالیٰ کے ان انعامات واکرامات کا شکر ادا کرنا ہے جس سے ان کو نوازا گیا گویا اپنی اس خواہش کے ذریعے وہ یہ واضح کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو نے ہمیں اپنی جو نعمتیں عطا کی ہیں اور ہمیں جن عظیم درجات سے نوازا ہے اور ان کی وجہ سے ہم پر جو تیرا شکر ادا کرنا واجب ہے اسکا تقاضا یہی ہے کہ ہم ایک مرتبہ پھر دنیا میں واپس جائیں اور تیری راہ میں اپنی جان قربان کر دیں۔

یا پھر وہ اپنی خواہش کا اظہار اپنے گمان کے مطابق کرتے ہوں کہ ہم چونکہ دوسری مرتبہ میں اور زیادہ مستعدی ہمت اور جان نثاری کے فزوں تر جذبے کے ساتھ خدا کی راہ میں اپنی جان قربان کریں گے اس لئے کیا عجب کہ دوسری مرتبہ میں ہمیں اور زیادہ بہتر اور کامل تر جزا ملے لیکن نظام قدرت اور جاری معمول چونکہ اس کے خلاف ہے اور حق تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہے کہ ان کو دوسری مرتبہ میں وہی اجر ملے گا جو پہلی مرتبہ مل چکا ہے اور اس کی انہیں حاجت نہیں ہے تو ان سے پوچھنا چھوڑ دیا جاتا ہے۔

علماء نے یہ لکھا ہے کہ شہداء کی ارواح کو پرندوں کے قالب میں رکھنا ان ارواح کی عزت وتوقیر اور تکریم کی بنا پر ہے جیسا کہ جواہرات کو ان کی حفاظت واحتیاط کے لئے صندوق میں رکھا جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ مقصد ہوتا ہے کہ ان ارواح کو ان کے دنیاوی جسم کے بغیر اس صورت (یعنی پرندوں کے قلب میں جنت میں داخل کیا جائے، چنانچہ وہ ارواح ان پرندوں کے قالب میں جنت کے مرغزاروں میں سیر کرتی ہیں، وہاں کی فضاؤں میں گھومتی ہیں جنت کی پاکیزہ ترین خوشبوؤں اور کیف آور ہواؤں سے لطف اندوز ہوتی ہیں، وہاں کے انوار وبرکات کا مشاہدہ کرتی ہیں، وہاں کی نعمتوں اور لذتوں سے بہرہ اندوز ہوتی ہیں اور ان کو صرف ان ہی چیزوں کے ذریعہ ہمہ وقت کی خوش طبعی وآسودہ خاطری حاصل نہیں ہوتی بلکہ حق جل مجدہ کے مقرب ملائکہ کے قرب وجوار کی عظیم ترین سعادت بھی میسر ہوتی ہے جو بجائے خود سب سے بڑی نعمت اور فرحت وانبساط کا سبب ہے چنانچہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے کہ: (یرزقون فرحین بما اتھم اللّٰہ من فضلہ)۔

وہ رزق دیئے جاتے ہیں اور جو کچھ خدا نے ان کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں۔

اس موقع پر یہ بات بطور خاص ملحوظ رہنی چاہئے کہ اس حدیث سے تناسخ (آواگون) کا نظریہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جو لوگ تناسخ کے قائل ہیں ان کے نزدیک تناسخ اس کو کہتے ہیں کہ اس عالم میں روح کا کسی قالب وبدن میں لوٹنا گویا ان کے نزدیک کسی قالب وبدن میں روح کے لوٹنے کا نظریہ آخرت سے متعلق نہیں ہے اور یہ یوں بھی ممکن نہیں ہے کہ ان کے نزدیک آخرت کا کوئی

تصور ہی نہیں ہے۔ بلکہ وہ آخرت کے منکر ہیں۔
ایک بات اور اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ جنت مخلوق ہے اور موجود ہے۔ جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے۔

شہید کی تعریف و احکام

(الشَّهِيدُ مَنْ قَتَلَهُ الْمُشْرِكُونَ، اَوْ وُجِدَ فِي الْمَعْرَكَةِ وَبِهِ اَثَرٌ، اَوْ قَتَلَهُ الْمُسْلِمُونَ ظُلْمًا وَلَمْ يَجِبْ بِقَتْلِهِ دِيَةٌ فَيُكَفَّنُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ وَلَا يُغَسَّلُ) لِاَنَّهُ فِي مَعْنَى شُهَدَاءِ اُحُدٍ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِيهِمْ " (زَمِّلُوهُمْ بِكُلُومِهِمْ وَدِمَائِهِمْ وَلَا تُغَسِّلُوهُمْ) " فَكُلُّ مَنْ قُتِلَ بِالْحَدِيدَةِ ظُلْمًا وَهُوَ طَاهِرٌ بَالِغٌ وَلَمْ يَجِبْ بِهِ عِوَضٌ مَالِيٌّ فَهُوَ فِي مَعْنَاهُمْ فَيَلْحَقُ بِهِمْ،

وَالْمُرَادُ بِالْاَثَرِ الْجِرَاحَةُ لِاَنَّهَا دَلَالَةُ الْقَتْلِ، وَكَذَا خُرُوجُ الدَّمِ مِنْ مَوْضِعٍ غَيْرِ مُعْتَادٍ كَالْعَيْنِ وَنَحْوِهَا،

وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ السَّيْفُ مَحَّاءٌ لِلذُّنُوبِ فَاَغْنَى عَنِ الشَّفَاعَةِ، وَنَحْنُ نَقُولُ: الصَّلَاةُ عَلَى الْمَيِّتِ لِاِظْهَارِ كَرَامَتِهِ، وَالشَّهِيدُ اَوْلَى بِهَا، وَالطَّاهِرُ عَنِ الذُّنُوبِ لَا يَسْتَغْنِي عَنِ الدُّعَاءِ كَالنَّبِيِّ وَالصَّبِيِّ .

شہید وہ شخص ہے جس کو مشرکین نے قتل کیا یا معرکہ سے ملا اس حال میں کہ اس پر اثر پایا جاتا ہے۔ یا اس کو مسلمانوں نے ظلم کے طور پر قتل کر دیا ہو۔ اور اس کے قتل پر دیت واجب نہ ہوئی ہو۔ تو اس کو کفن دیا جائے اور اس کی نماز پڑھی جائے گی۔ اور اسے غسل نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ اس طرح قتل ہونے والا شخص شہداء احد کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے شہداء احد کے بارے میں فرمایا: ان کو غسل نہ دو بلکہ ان کو ان کے زخموں اور خونوں کے ساتھ لپیٹ دو۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو ظلم سے لوہے کے آلہ کے ساتھ قتل کیا گیا اور وہ بالغ ہو اور اس قتل کی وجہ سے مالی عوض بھی واجب نہ ہوا ہو تو وہ بھی شہداء احد کے حکم میں ہے لہٰذا اس کو انہی کے حکم میں لاحق کر دیا جائے گا۔

اور اثر سے مراد زخم ہے جس کی دلالت قتل پر ہے۔ اور اسی طرح غیر معتاد جگہ سے خون کا خارج ہونا جس طرح آنکھ اور اس کی مثل چیزیں ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں ہم سے اختلاف کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے۔ لہٰذا اس نے شفاعت سے بے پرواہ کر دیا ہے۔ جبکہ ہم کہتے ہیں کہ میت پر نماز پڑھنا اس کی عظمت کا اظہار ہے۔ اور شہید تو اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ اور گناہوں سے پاک ہونے والا بھی دعا سے مستغنی نہیں ہوتا جیسے نبی (علیہ السلام) اور جس طرح کوئی بچہ ہے۔

اہل حرب واہل بغات یا ڈکیتی میں قتل ہونے والے کا حکم

(وَمَنْ قَتَلَهُ أَهْلُ الْحَرْبِ أَوْ أَهْلُ الْبَغْيِ أَوْ قُطَّاعُ الطَّرِيقِ فَبِأَيِّ شَيْءٍ قَتَلُوهُ لَمْ يُغَسَّلْ) لِأَنَّ شُهَدَاءَ أُحُدٍ مَا كَانَ كُلُّهُمْ قَتِيلَ السَّيْفِ وَالسِّلَاحِ .

(وَإِذَا اُسْتُشْهِدَ الْجُنُبُ غُسِّلَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَقَالَا : لَا يُغَسَّلُ ، لِأَنَّ مَا وَجَبَ بِالْجَنَابَةِ سَقَطَ بِالْمَوْتِ وَالثَّانِي لَمْ يَجِبْ لِلشَّهَادَةِ .وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الشَّهَادَةَ عُرِفَتْ مَانِعَةً غَيْرَ رَافِعَةٍ فَلَا تَرْفَعُ الْجَنَابَةَ .

وَقَدْ صَحَّ أَنَّ حَنْظَلَةَ لَمَّا اُسْتُشْهِدَ جُنُبًا غَسَّلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ إذَا طَهُرَتَا وَكَذَا قَبْلَ الِانْقِطَاعِ فِي الصَّحِيحِ مِنْ الرِّوَايَةِ ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الصَّبِيُّ لَهُمَا أَنَّ الصَّبِيَّ أَحَقُّ بِهَذِهِ الْكَرَامَةِ .وَلَهُ أَنَّ السَّيْفَ كَفَى عَنْ الْغُسْلِ فِي حَقِّ شُهَدَاءِ أُحُدٍ بِوَصْفِ كَوْنِهِ طُهْرَةً ، وَلَا ذَنْبَ عَلَى الصَّبِيِّ فَلَمْ يَكُنْ فِي مَعْنَاهُمْ .

اور جس شخص کو اہل حرب، اہل بغات یا ڈاکوؤں نے خواہ کسی بھی چیز سے قتل کیا ہوتو اسے بھی غسل نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ شہداء احد سارے کے سارے تلوار واسلحہ سے قتل ہونے والے نہ تھے۔

اور اگر کوئی شخص حالت جنابت میں شہید ہوا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے گا۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو غسل جنابت کی وجہ واجب ہوا ہے وہ موت کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا۔ اور دوسرا غسل شہادت کی وجہ سے واجب نہیں ہوا۔ جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے۔ کہ شہادت غسل میت کے وجوب کو مانع ہے۔ غسل واجب سے حکم کو ختم کرنے والی نہیں ہے۔ لہٰذا وہ جنابت کو دور نہیں کر سکتی۔ اور صحیح روایت کے مطابق حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جب حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے تو فرشتوں نے ان کو غسل دیا تھا۔ اسی بنیاد پر حائض ونفاس والی کا اختلاف ہے۔ جبکہ وہ پاک ہو جائیں۔ اور اسی طرح انقطاع سے پہلے کا حکم ہے۔ یہی روایت صحیح ہے۔ اور اسی اختلاف پر بچہ ہے۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ بچہ تو اس کرامت کا زیادہ حقدار ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہداء احد کے حق میں غسل سے روکنے والی تلوار کافی ہے۔ کیونکہ تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے۔ جبکہ بچے پر تو کوئی گناہ ہی نہیں۔ لہٰذا وہ شہداء احد کے حکم میں نہ ہوا۔

شہید کے غسل وخون کا حکم

(وَلَا يُغَسَّلُ عَنْ الشَّهِيدِ دَمُهُ ، وَلَا يُنْزَعُ عَنْهُ ثِيَابُهُ) لِمَا رَوَيْنَا (وَيُنْزَعُ عَنْهُ الْفَرْوُ وَالْحَشْوُ وَالْقَلَنْسُوَةُ وَالسِّلَاحُ وَالْخُفُّ) لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ جِنْسِ الْكَفَنِ (وَيَزِيدُونَ وَيَنْقُصُونَ مَا شَاءُوا) إتْمَامًا لِلْكَفَنِ

اور شہید کے خون کو نہ دھویا جائے اور اس سے کپڑوں کو اتارا جائے۔ اس کی دلیل وہی روایت ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور شہید سے روئی، پوستین، ہتھیار اور موزوں کا دور کر دیا جائے۔ اس لئے کہ یہ اشیاء کفن کی جنس سے ہی نہیں ہیں۔ البتہ کفن سنت کو پورا کرنے کے لئے جس قدر چاہیں بڑھائیں یا کم کریں۔

ارتاث کی تعریف واحکام کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اُرْتُثَّ غُسِّلَ) وَهُوَ مَنْ صَارَ خَلَقًا فِي حُكْمِ الشَّهَادَةِ لِنَيْلِ مَرَافِقِ الْحَيَاةِ لِاَنَّ بِذٰلِكَ يَخِفُّ اَثَرُ الظُّلْمِ فَلَمْ يَكُنْ فِي مَعْنَى شُهَدَاءِ اُحُدٍ (وَالِارْتِثَاثُ: اَنْ يَأْكُلَ اَوْ يَشْرَبَ اَوْ يَنَامَ اَوْ يُدَاوَى اَوْ يُنْقَلَ مِنَ الْمَعْرَكَةِ حَيًّا) لِاَنَّهُ نَالَ بَعْضَ مَرَافِقِ الْحَيَاةِ .

وَشُهَدَاءُ اُحُدٍ مَاتُوا عَطَاشَى وَالْكَأْسُ تُدَارُ عَلَيْهِمْ فَلَمْ يَقْبَلُوا خَوْفًا مِنْ نُقْصَانِ الشَّهَادَةِ، اِلَّا اِذَا حُمِلَ مِنْ مَصْرَعِهِ كَيْ لَا تَطَاَهُ الْخُيُولُ، لِاَنَّهُ مَا نَالَ شَيْئًا مِنَ الرَّاحَةِ، وَلَوْ آوَاهُ فُسْطَاطٌ اَوْ خَيْمَةٌ كَانَ مُرْتَثًّا لِمَا بَيَّنَّا (وَلَوْ بَقِيَ حَيًّا حَتّٰى مَضَى وَقْتُ صَلَاةٍ وَهُوَ يَعْقِلُ فَهُوَ مُرْتَثٌّ) لِاَنَّ تِلْكَ الصَّلَاةَ صَارَتْ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهِ وَهُوَ مِنْ اَحْكَامِ الْاَحْيَاءِ .

قَالَ: وَهٰذَا مَرْوِيٌّ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ، وَلَوْ اَوْصَى بِشَيْءٍ مِنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ كَانَ ارْتِثَاثًا عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ لِاَنَّهُ ارْتِفَاقٌ .وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ لَا يَكُوْنُ لِاَنَّهُ مِنْ اَحْكَامِ الْاَمْوَاتِ .

فرمایا: اور جس شخص نے ارتاث کو پایا تو اسے غسل دیا جائے گا۔ اور مرتث وہ شخص ہے جو زندگی کے فوائد حاصل کرنے کی وجہ سے حکم شہادت میں پرانا ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر ظلم کا اثر بھی تو ہلکا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ شہداء احد کے حکم میں نہ ہوگا ارتثاث اسے کہتے ہیں۔ جو کھائے، پیے، سوئے، اس کی دواء کی جائے یا اسے معرکہ سے منتقل کر لیا جائے۔ کیونکہ اس نے زندگی کے کچھ فوائد حاصل کر لئے ہیں۔

جبکہ شہداء احد تو پیاس ہی میں دم توڑ گئے حالانکہ پیالہ انہیں پیش کیا گیا مگر انہوں نے نقصان شہادت کی وجہ سے اس کو قبول نہ کیا۔ مگر ان کو قتل گاہ سے اس وجہ سے اٹھالیا گیا تھا تا کہ گھوڑے نہ روند ڈالیں۔ لہٰذا اس نے سکون سے کچھ حاصل نہ کیا اور اگر اسے کسی بڑے یا چھوٹے خیمے میں جگہ ملی تو اس نے ارتاث پالیا۔ اس کی دلیل وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر وہ وقت نماز تک زندہ اس طرح رہا کہ وہ سمجھ بوجھ رکھتا ہے تب بھی وہ ارتاث پانے والا ہی ہوگا کیونکہ یہ نماز اس کے ذمہ میں قرض ہوگئی۔ اور زندوں کے احکام میں بھی یہی ہے۔

صاحب ہدایہ نے فرمایا: یہ روایت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کی بیان کی گئی ہے۔ اور اگر اُخروی معاملات میں سے کسی چیز وصیت کی تب بھی وہ ارتاث پانے والا ہوگا۔ کیونکہ یہ بھی راحت ہے۔ جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ارتاث نہیں۔ اس لئے یہ فوت ہونے والے لوگوں کے احکام میں سے ہے۔

حد وقصاص میں قتل ہونے والے کا بیان

(وَمَنْ قُتِلَ فِي حَدٍّ اَوْ قِصَاصٍ غُسِّلَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ) لِاَنَّهُ بَاذِلٌ نَفْسَهُ لِاِيفَاءِ حَقٍّ مُسْتَحَقٍّ عَلَيْهِ، وَشُهَدَاءُ اُحُدٍ بَذَلُوا اَنْفُسَهُمْ لِابْتِغَاءِ مَرْضَاةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَا يَلْحَقُ بِهِمْ

(وَمَنْ قُتِلَ مِنَ الْبُغَاةِ اَوْ قُطَّاعِ الطَّرِيقِ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ) لِاَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يُصَلِّ عَلَى الْبُغَاةِ .

اور جس شخص کو حد یا قصاص میں قتل کیا گیا اسے غسل بھی دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ کیونکہ اس نے اپنی جان کو ایسے حق کی خاطر پیش کیا جو اس پر واجب تھا۔ اور شہداء احد نے اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ رضا کے لئے پیش کیا ہے لہٰذا ان کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا۔

اور اہل بغات، ڈاکوؤں میں سے جو شخص قتل کیا گیا اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔

باب الصَّلاۃ فِی الکَعبَۃِ

﴿یہ باب کعبہ میں نماز پڑھنے کے بیان میں ہے﴾

باب کعبہ میں نماز پڑھنے کی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ باب کعبہ میں نماز پڑھنے کے احکام کے بارے میں ہے۔اور کعبہ مسجد حرام کا نام ہے۔اوراس میں نماز پڑھنا تمام نمازوں کے طریقہ سے مختلف ہے۔کیونکہ ہر طرح کی نماز جہات اربعہ میں سے کسی جانب ضرور ہوتی ہے۔جبکہ کعبہ میں نماز پڑھنا اس سے اس لئے مختلف ہے کہ اس میں جس طرف چاہے توجہ کرتے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے۔لہٰذا اسی وجہ سے اس کی جنس کے اختلاف کی وجہ سے تمام نمازوں سے اس کو موخر ذکر کیا ہے۔اوراس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ نماز قلیل ہے۔اور جنائز کے بعد اس کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نص سے ثابت ہے کہ کعبہ میں جو داخل ہوا اس کے لئے امن کی ضمانت ہے اوراسی طرح قبر میت کے لئے ضامن ہے۔(البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۵۶۳، حقانیہ ملتان)

کعبہ میں فرض ونفلی نماز کے جواز کا بیان

(جَائِزَۃٌ فَرضُهَا وَنَفلُهَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فِيهِمَا . وَلِمَالِكٍ فِي الْفَرْضِ لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَلَّى فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ يَوْمَ الْفَتْحِ، وَلِاَنَّهَا صَلَاةٌ اُسْتُجْمِعَتْ شَرَائِطُهَا لِوُجُودِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ لِاَنَّ اسْتِيعَابَهَا لَيْسَ بِشَرْطٍ .

کعبہ میں فرض ونفل نماز پڑھنا جائز ہے۔جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ان دونوں میں اختلاف ہے۔اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فرض نماز میں اختلاف ہے۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے۔اور یہ ایسی نماز تھی جس میں تمام شرائط جمع ہوئیں۔اس لئے کہ استقبال قبلہ پایا کیونکہ سارے قبلہ استعاب شرط نہیں ہے۔

کعبہ میں با جماعت نماز پڑھنے کا بیان

(فَإِنْ صَلَّى الْإِمَامُ بِجَمَاعَةٍ فِيهَا فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ ظَهْرَهُ إلَى ظَهْرِ الْإِمَامِ جَازَ) لِاَنَّهُ مُتَوَجِّهٌ إلَى الْقِبْلَةِ،

وَلَا يَعْتَقِدُ إمَامَهُ عَلَى الْخَطَأِ بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ التَّحَرِّي (وَمَنْ جَعَلَ مِنْهُمْ ظَهْرَهُ إلَى وَجْهِ الْإِمَامِ لَمْ تَجُزْ صَلَاتُهُ) لِتَقَدُّمِهِ عَلَى إمَامِهِ .

اگر امام نے کعبہ میں جماعت کرائی اور بعض مقتدیوں نے اپنے امام کی پشت کی طرف پشت کی تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ مقتدی جانب قبلہ متوجہ ہیں۔ اور وہ اپنے امام کی غلطی پر بھی جاننے والا نہیں۔ جبکہ تحری میں ایسا نہیں۔ اور اقتداء کرنے والوں میں سے اگر کسی مقتدی نے امام کے چہرے کی طرف پشت کی تو اس کی نماز جائز نہیں۔ اس لئے کہ وہ امام سے آگے بڑھ گیا۔

جب امام مسجد حرام میں لوگوں کو نماز پڑھائے:

(وَاِذَا صَلَّى الْإِمَامُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَتَحَلَّقَ النَّاسُ حَوْلَ الْكَعْبَةِ وَصَلَّوْا بِصَلَاةِ الْإِمَامِ، فَمَنْ كَانَ مِنْهُمْ اَقْرَبَ اِلَى الْكَعْبَةِ مِنَ الْإِمَامِ جَازَتْ صَلَاتُهُ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِي جَانِبِ الْإِمَامِ) لِاَنَّ التَّقَدُّمَ وَالتَّاَخُّرَ اِنَّمَا يَظْهَرُ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجَانِبِ

اور جب امام نے مسجد حرام میں نماز پڑھائی پس لوگوں نے کعبہ کے گرد حلقہ بنایا اور انہوں نے امام کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس جو شخص کعبہ کی طرف امام سے بھی زیادہ قریب ہو تو اس کی نماز جائز ہے اگر چہ وہ جانب نہ تھا۔ کیونکہ تقدم و تاخر اتحاد جانب کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔

کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے کا بیان

(وَمَنْ صَلَّى عَلَى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ جَازَتْ صَلَاتُهُ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ لِاَنَّ الْكَعْبَةَ هِيَ الْعَرْصَةُ، وَالْهَوَاءُ

اِلَى عَنَانِ السَّمَاءِ عِنْدَنَا دُوْنَ الْبِنَاءِ لِاَنَّهُ يُنْقَلُ: اَلَا تَرَى اَنَّهُ لَوْ صَلَّى عَلَى جَبَلِ اَبِي قُبَيْسٍ جَازَ وَلَا بِنَاءَ بَيْنَ يَدَيْهِ، اِلَّا اَنَّهُ يُكْرَهُ لِمَا فِيهِ مِنْ تَرْكِ التَّعْظِيمِ، وَقَدْ وَرَدَ النَّهْيُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور جس شخص نے کعبہ کی چھت پر نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک کعبہ میدان اور آسمان تک فضاء ہی کا نام ہے کسی عمارت کا نام نہیں۔ کیونکہ وہ منتقل کی جاسکتی ہے۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کسی شخص نے ابوقبیس پہاڑ پر نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے۔ حالانکہ اس کے سامنے عمارت (کعبہ) ہی نہیں۔ لیکن مکروہ اس لئے ہے کہ اس میں تعظیم کا ترک ہے۔ اور اس سے نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے۔

كِتَابُ الزَّكٰوة

﴿یہ کتاب زکوٰۃ کے بیان میں ہے﴾

کتاب الزکوٰۃ کی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ کتاب زکوٰۃ کے احکام میں ہے مصنف نے اس کو نماز کے ساتھ ملایا ہے تا کہ اس کو اساس بنایا جائے اور اس کو اس کی اقتداء میں لائے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

نماز کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا معنی خوبی میں بغیر کسی واسطہ کے ہے اور زکوٰۃ کو اس کے ساتھ لاحق کر دیا اگرچہ اس کا معنی حسن وخوبی ہے تاہم یہ واسطہ کے ساتھ ہے۔ لہٰذا یہ مرتبہ میں نماز سے بعد ہوا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ملانے کی وجہ یہ ہے کہ وجوب عبادت کا سبب اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور نعمت کی دو اقسام ہیں۔ (۱) نعمت بدنی (۲) نعمت مالی۔ اور نعمت بدنی بڑی ہوتی ہے کیونکہ وہ مکلف سے فی نفسہ ثابت ہوتی ہے۔ یعنی خود بہ خود ثابت ہوتی ہے جبکہ عبادت مالی تو بذریعہ مال ثابت ہوتی ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۳، حقانیہ ملتان)

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ مصنف کا زکوٰۃ کی کتاب کو کتاب الصلوٰۃ سے ملانا کتاب اللہ کی پیروی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ "أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ" کیونکہ نماز بغیر کسی واسطے کے خود بہ خود نیکی ہے جبکہ زکوٰۃ اس کے ساتھ ملحق ہے۔ اصول فقہ والوں نے بھی یہی ترتیب رکھی ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۴۴، بیروت)

علامہ حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: بیاسی مقامات پر زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ (درمختار، ج ۱، ص ۱۲۹، مجتبائی دہلی)

یہی وجہ ہے کہ نماز ہر شخص پر فرض ہے خواہ وہ صاحب نصاب ہو یا نہ ہو یعنی اس کے غریب یا امیر ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جبکہ زکوٰۃ صرف ان امراء جو صاحب نصاب ہیں ان پر فرض ہے۔ نماز کے ادائیگی میں لوگوں کی تعداد میں کثرت ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں زکوٰۃ صرف اصحاب نصاب دیتے ہیں۔ جن کی تعداد قلیل ہوتی ہے لہٰذا مصنف نے ان مسائل سے متعلق کتاب یعنی نماز کو مقدم ذکر کیا ہے۔ کیونکہ اس میں لوگوں کی کثرت ہوتی ہے۔

زکوٰۃ کا لغوی وشرعی معنی

زکوٰۃ کا لغوی معنی ہے۔ بڑھنا، زیادہ ہونا۔ جب کھیتی بڑھ جائے تو اسے "زکا الزرع" کہا جاتا ہے۔ جبکہ فقہاء کے عرف میں زکوٰۃ اس کام کا نام ہے کہ جس کے ذریعے مالی حق کے واجب کو ادا کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کے وجوب کا اعتبار سال کے گزرنے اور نصاب کے پورا ہونے کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ نصاب ہی کو وجوب کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔ اور نصاب صفات اعمال

سے ہے جبکہ صفات اعیان سے نہیں ہے۔اور اس کا اطلاق ادا کردہ مال پر کیا جاتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:" وَآتُوا الزَّكَاةَ"۔ اس کا ادا کرنا صرف عین ہی صحیح ہے۔(بنایہ شرح الہدایہ، ج ۳،ص ۴۴،بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ زکوٰۃ وہ مخصوص مال ہے۔اور یہی اس کا سبب ہے۔یعنی وہ مال نامی خواہ بطور حقیقت بڑھنے والا ہو یا حکمی طور پر بڑھنے والا ہو۔اسی وجہ سے اس کی اضافت کرتے ہوئے اس کو زکوٰۃ کا مال کہا گیا ہے۔جبکہ فقہاء کے عرف میں نفس مال کے دینے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔اور اس کی لغوی مناسبت یہی ہے کہ مزکی اس کا سبب تب بنتا ہے جب مال بڑھ کر اس کو حاصل ہو جائے۔(فتح القدیر، ج ۳،ص ۲۶۱،بیروت)

علامہ علی بن محمد الزبیدی بغدادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: زکوٰۃ کا لغوی معنی مال کا بڑھنا ہے۔اور یہی بڑھنا ہی اس کا سبب ہے کیونکہ دنیا میں پیچھے رہ جانے والا مال بڑھ جاتا ہے اور آخرت میں اس کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طہارت سے عبارت ہے۔جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔"قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى" یعنی انسان کو گناہوں سے پاک کرنا ہے۔جبکہ اصطلاح شرع میں معلوم مال کی مخصوص مقدار کو ادا کرنا ہے۔اور اہل اصول محققین کے نزدیک یہ مزکی کے فعل سے عبارت ہے۔مال مؤدی سے عبارت نہیں۔(جوہرہ نیرہ، ج ۱،ص ۴۴۵،بیروت)

علامہ طیبی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: زکوٰۃ کے لفظی معنی ہیں طہارت و برکت اور بڑھنا اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ کہتے ہیں اپنے مال کی مقدار متعین کے اس حصہ کو جو شریعت نے مقرر کیا ہے کسی مستحق کو مالک بنا دینا زکوٰۃ کے لغوی معنی اور اصطلاحی معنی دونوں کو سامنے رکھ کر یہ سمجھ لیجیے کہ یہ فعل یعنی اپنے مال کی مقدار متعین کے ایک حصہ کا کسی مستحق کو مالک بنا دینا ہے۔اور مال کے باقی ماندہ حصے کو پاک کر دیتا ہے اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے برکت عطا فرمائی جاتی ہے اور اس کا وہ مال نہ صرف یہ کہ دنیا میں بڑھتا اور زیادہ ہوتا ہے بلکہ اخروی طور پر اللہ تعالیٰ اس کے ثواب میں اضافہ کرتا ہے اور اس کے مالک کو گناہوں اور دیگر بری خصلتوں مثلاً بخل وغیرہ سے پاک وصاف کرتا ہے اس لیے اس فعل کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔

زکوٰۃ کو صدقہ بھی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ فعل اپنے مال کا ایک حصہ نکالنے والے کے دعویٰ ایمان کی صحت وصداقت پر دلیل ہوتا ہے۔(شرح مشکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ)

زکوٰۃ کی تعریف:

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اصطلاح شرع میں آزاد، عاقل، بالغ، مسلم جب مالک نصاب تام ہو جائے جس پر ایک سال گزر جائے اس مال کو اللہ کی رضا کے لئے مصرف تک پہنچانا تاکہ اس سے فرض ساقط ہو جائے اور اس میں زکوٰۃ ادا کرنے والے کو فائدہ یعنی ثواب اور جس کو ادا کی اس کو فائدہ یعنی دنیاوی نفع حاصل ہو جائے۔

تاج الشریعہ فرماتے ہیں۔سال گزرنے والے نصابی مال کا فقیر کو دینا زکوٰۃ کہلاتا ہے۔کیونکہ اس کے وجوب کو صفات فعل کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ صاحب تنویر الابصار زکوٰۃ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: زکوٰۃ شارع کی

مقرر کردہ حصہ کا فقط رضائے الٰہی کے لئے کسی مسلمان فقیر کو اس طرح مالک بنانا کہ ہر طرح سے مالک نے اس شے سے نفع حاصل نہ کرنا ہو بشرطیکہ وہ مسلمان ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اس کا مولیٰ ہو۔ (درمختار، ج۱، ص۱۲۹، مجتبائی دہلی)

علامہ نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام ابوالحسن واحدی علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔ زکوٰۃ مال کو پاک کرتی ہے اس کی اصلاح کرتی ہے اس کا فرق کرتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس کی اصل زیادتی ہے جس طرح کہا ہے اس نے زراعت کی تو اس میں زیادتی ہوتی ہے یعنی جس طرح زراعت میں ترقی ہوتی ہے اس کے دانے بڑھتے جاتے ہیں جو زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہاں زکوٰۃ سے مراد بھلائی میں زیادتی ہے۔ اور اسی لوگوں میں جو سب سے زیادہ نیک ہوتا ہے وہی مزکی یعنی تذکیہ نفس والا ہے۔

(مجموع، ج۵، ص۲۸۸، بیروت)

وجوب زکوٰۃ کا بیان

(الزَّكَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْعَاقِلِ الْبَالِغِ الْمُسْلِمِ إِذَا مَلَكَ نِصَابًا مِلْكًا تَامًّا وَحَالَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ) أَمَّا الْوُجُوبُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَآتُوا الزَّكَاةَ) وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (أَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ) وَعَلَيْهِ إِجْمَاعُ الْأُمَّةِ .

وَالْمُرَادُ بِالْوَاجِبِ الْفَرْضُ لِأَنَّهُ لَا شُبْهَةَ فِيهِ، وَاشْتِرَاطُ الْحُرِّيَّةِ لِأَنَّ كَمَالَ الْمِلْكِ بِهَا، وَالْعَقْلُ وَالْبُلُوغُ لِمَا نَذْكُرُهُ، وَالْإِسْلَامُ لِأَنَّ الزَّكَاةَ عِبَادَةٌ وَلَا تَتَحَقَّقُ العبادةمِنَ الْكَافِرِ، وَلَا بُدَّ مِنْ مِلْكِ مِقْدَارِ النِّصَابِ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَدَّرَ السَّبَبَ بِهِ، وَلَا بُدَّ مِنَ الْحَوْلِ لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ مُدَّةٍ يَتَحَقَّقُ فِيهَا النَّمَاءُ، وَقَدَّرَهَا الشَّرْعُ بِالْحَوْلِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا زَكَاةَ فِي مَالٍ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ) وَلِأَنَّهُ الْمُتَمَكَّنُ بِهِ مِنَ الِاسْتِنْمَاءِ لِاشْتِمَالِهِ عَلَى الْفُصُولِ الْمُخْتَلِفَةِ، وَالْغَالِبُ تَفَاوُتُ الْأَسْعَارِ فِيهَا فَأُدِيرَ الْحُكْمُ عَلَيْهِ .ثُمَّ قِيلَ: هِيَ وَاجِبَةٌ عَلَى الْفَوْرِ لِأَنَّهُ مُقْتَضَى مُطْلَقِ الْأَمْرِ، وَقِيلَ عَلَى التَّرَاخِي لِأَنَّ جَمِيعَ الْعُمْرِ وَقْتُ الْأَدَاءِ، وَلِهَذَا لَا تُضْمَنُ بِهَلَاكِ النِّصَابِ بَعْدَ التَّفْرِيطِ .

زکوٰۃ ہر آزاد، مسلمان، عاقل، بالغ پر واجب ہے جبکہ وہ نصاب تام کا مالک ہو جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے اور اس کا وجوب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے''وَآتُوا الزَّكَاةَ''اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ تم اپنے اموال سے زکوٰۃ دو۔ اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ (ترمذی، ابن حبان، مستدرک)

اور واجب سے مراد فرض ہے کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور حریت کی شرط اس لئے ہے کہ ملکیت نصاب اسی کے ساتھ مکمل ہوتی ہے۔ عقل اور بلوغ کی دلیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور اسلام کی شرط اس لئے ہے کہ زکوٰۃ عبادت ہے جو کسی کافر سے ثابت نہیں ہوتی۔ اور ملکیت نصاب کی مقدار ضروری ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی (نصاب) کو سبب قرار دیا ہے۔ اور سال کا

گزرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کا بڑھنا اتنی مدت میں متحقق ہوتا ہے۔ لہٰذا شریعت نے اس کو ایک سال کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی مال پر زکوٰۃ نہیں حتیٰ کہ اس پر سال گزر جائے۔ اور اس دلیل کی بناء پر بھی کہ بڑھنے کی طاقت (ایک سال) ہی دینے والا ہے۔ اس لئے کہ سال مختلف فصلوں کو شامل ہوتا ہے۔ اور عام طور پر ان فصلوں کی قیمتوں میں فرق ہوتا ہے۔ لہٰذا حکم کا دارومدار ہی (سال) ہوگا۔

پھر (فقہاء) نے فرمایا: کہ اس کو فوری طور پر ادا کرنا واجب ہے۔ کیونکہ امر کے اطلاق کا تقاضہ یہی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ تاخیر سے واجب ہے۔ کیونکہ ساری عمر اس کی ادائیگی کا وقت ہے۔ لہٰذا غفلت کی صورت میں نصاب ہلاک ہونے کے بعد وہ ضامن نہ ہوگا۔

بچے اور مجنون پر زکوٰۃ واجب نہ ہونے کا بیان

(وَلَيْسَ عَلَى الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ زَكَاةٌ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فَإِنَّهُ يَقُولُ: هِيَ غَرَامَةٌ مَالِيَّةٌ فَتُعْتَبَرُ بِسَائِرِ الْمُؤَنِ كَنَفَقَةِ الزَّوْجَاتِ وَصَارَ كَالْعُشْرِ وَالْخَرَاجِ .وَلَنَا أَنَّهَا عِبَادَةٌ فَلَا تَتَأَدَّى إلَّا بِالِاخْتِيَارِ تَحْقِيقًا لِمَعْنَى الِابْتِلَاءِ، وَلَا اخْتِيَارَ لَهُمَا لِعَدَمِ الْعَقْلِ، بِخِلَافِ الْخَرَاجِ لِأَنَّهُ مُؤْنَةُ الْأَرْضِ .وَكَذَا الْغَالِبُ فِي الْعُشْرِ مَعْنَى الْمُؤْنَةِ وَمَعْنَى الْعِبَادَةِ تَابِعٌ، وَلَوْ أَفَاقَ فِي بَعْضِ السَّنَةِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ إفَاقَتِهِ فِي بَعْضِ الشَّهْرِ فِي الصَّوْمِ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يُعْتَبَرُ أَكْثَرُ الْحَوْلِ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْأَصْلِيِّ وَالْعَارِضِيِّ .وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ إذَا بَلَغَ مَجْنُونًا يُعْتَبَرُ الْحَوْلُ مِنْ وَقْتِ الْإِفَاقَةِ بِمَنْزِلَةِ الصَّبِيِّ إذَا بَلَغَ

بچے اور مجنون پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں۔ زکوٰۃ مالی حق ہے لہٰذا یہ تمام دوسرے مالی حقوق کی طرح ہے۔ جس طرح بیویوں کا نان ونفقہ ہے اور یہ عشر وخراج کی طرح ہوگیا۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے۔ لہٰذا یہ اختیار کے بغیر ادا نہیں ہوتی۔ تاکہ آزمائش کا مطلب پورا ہو۔ اور معدوم عقل کے سبب ان دونوں میں کوئی اختیار نہیں۔ بہ خلاف خراج کے کیونکہ وہ زمین کی پیدوار ہے۔

اور اسی طرح عشر میں مؤنت کے معنی کا غلبہ ہے۔ اور عبادت کا معنی تابع ہے۔ اور اگر اسے سال کے حصہ میں افاقہ ہوگیا تو یہ اسی طرح ہے جیسے کسی کو رمضان کے کسی حصہ میں افاقہ ہوا۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک حکم یہ ہے کہ سال کے اکثر حصے کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جنون اصلی وعارضی میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ جبکہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مجنون جب بالغ ہی مجنونیت کی حالت میں ہوا تو اس کا سال افاقہ کے وقت سے شروع ہوگا۔ وہ نابالغ کی طرح ہے جس طرح وہ بالغ ہوتا ہے۔ (یعنی جس طرح نابالغ بچے کے بالغ ہونے کا اعتبار وقت بلوغت سے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مجنون کے افاقہ کو وقت بلوغت کی طرح قیاس کیا جائے گا)۔

مکاتب پر زکوٰۃ لازم نہ ہونے کا بیان

(وَلَيْسَ عَلَى الْمُكَاتَبِ زَكَاةٌ) لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالِكٍ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ لِوُجُودِ الْمُنَافِي وَهُوَ الرِّقُّ، وَلِهَذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ أَنْ يُعْتِقَ عَبْدَهُ. (وَمَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ يُحِيطُ بِمَالِهِ فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تَجِبُ لِتَحَقُّقِ السَّبَبِ وَهُوَ مِلْكُ نِصَابٍ تَامٍّ.

وَلَنَا أَنَّهُ مَشْغُولٌ بِحَاجَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ فَاعْتُبِرَ مَعْدُومًا كَالْمَاءِ الْمُسْتَحَقِّ بِالْعَطَشِ وَثِيَابِ الْبِذْلَةِ وَالْمِهْنَةِ (وَإِنْ كَانَ مَالُهُ أَكْثَرَ مِنْ دَيْنِهِ زَكَّى الْفَاضِلَ إِذَا بَلَغَ نِصَابًا) لِفَرَاغِهِ عَنِ الْحَاجَةِ الْأَصْلِيَّةِ، وَالْمُرَادُ بِهِ دَيْنٌ لَهُ مُطَالِبٌ مِنْ جِهَةِ الْعِبَادِ حَتَّى لَا يَمْنَعَ دَيْنُ النَّذْرِ وَالْكَفَّارَةِ، وَدَيْنُ الزَّكَاةِ مَانِعٌ حَالَ بَقَاءِ النِّصَابِ لِأَنَّهُ يُنْتَقَصُ بِهِ النِّصَابُ، وَكَذَا بَعْدَ الِاسْتِهْلَاكِ خِلَافًا لِزُفَرَ فِيهِمَا.

وَلِأَبِي يُوسُفَ فِي الثَّانِي عَلَى مَا رُوِيَ عَنْهُ لِأَنَّ لَهُ مُطَالِبًا لِأَنَّهَا وَهُوَ الْإِمَامُ فِي السَّوَائِمِ وَنَائِبُهُ فِي أَمْوَالِ التِّجَارَةِ فَإِنَّ الْمُلَّاكَ نُوَّابُهُ. (وَلَيْسَ فِي دُورِ السُّكْنَى وَثِيَابِ الْبَدَنِ وَأَثَاثِ الْمَنَازِلِ وَدَوَابِّ الرُّكُوبِ وَعَبِيدِ الْخِدْمَةِ وَسِلَاحِ الِاسْتِعْمَالِ زَكَاةٌ) لِأَنَّهَا مَشْغُولَةٌ بِالْحَاجَةِ الْأَصْلِيَّةِ وَلَيْسَتْ بِنَامِيَةٍ أَيْضًا، وَعَلَى هَذَا كُتُبُ الْعِلْمِ لِأَهْلِهَا وَآلَاتُ الْمُحْتَرِفِينَ لِمَا قُلْنَا.

اور مکاتب پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کلی طور پر مالک ہی نہیں۔ کیونکہ عدم ملکیت یعنی رقیت پائی جارہی ہے۔ لہٰذا اسی وجہ سے وہ غلام کو آزاد کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔

اور جس بندے پر اتنا قرض ہو کہ اس نے اس کے مال کو گھیرا ہوا ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ کیونکہ سبب متحقق ہے اور وہ نصاب نامی کا مالک ہونا ہے۔ اور ہمارے نزدیک اس کے مال کو حاجت اصلیہ میں شامل کیا جائے گا۔ لہٰذا یہ مال معدوم سمجھا جائے گا۔ جس طرح وہ پانی جو پیاس بجھانے کے لئے متحقق ہوا ہو اور اسی طرح وہ کپڑا جو روزمرہ کے استعمال اور خدمت گاروں کے لئے ہو۔ اگر اس کا مال قرض سے زائد ہو تو زائد مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ جبکہ وہ زائد مال حاجت سے فراغت کے بعد نصاب کو پہنچ جائے۔ اور دین سے مراد یہ ہے کہ بندوں کی طرف سے کوئی اس کا مطالبہ کرنے والا ہو۔ حتیٰ کہ نذر اور کفارے کا قرض وجوب زکوٰۃ سے مانع نہیں ہے۔ اور دین زکوٰۃ بقاء نصاب کے وقت مانع زکوٰۃ ہے۔ کیونکہ یہ دین نصاب سے کم ہو جائے گا۔ اور یہی حکم مال کے ہلاک ہونے کے بعد کا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے اور دوسری صورت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے۔ اسی روایت کی وجہ سے جو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔ اس لئے کہ دین زکوٰۃ کا مطالبہ کرنے والا شخص پایا جاتا ہے۔ لہٰذا چرنے والے جانوروں میں بندہ (حکم شرعی پر عمل درآمد کرانے کے لئے) مسلمانوں کا امام ہے۔ اور تجارت کے اموال اس کے نائب ہیں۔ لہٰذا مال کے مالکان

خود امام کے نائب ہو گئے۔

رہائشی گھروں، بدن کے کپڑوں، گھر کے اثاثہ جات، سواری کے جانوروں، خدمت کے غلاموں اور استعمال کے ہتھیاروں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اشیاء حاجت اصلیہ میں مشغول کرنے والی ہیں۔ اور یہ اشیاء بڑھنے والی بھی نہیں ہیں۔ اہل علم کی کتابیں اور اہل حرفت کے آلات بھی اسی حکم میں ہیں۔ اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم کہہ چکے ہیں۔

قرض کی مختلف صورتوں میں زکوٰۃ کے حکم شرعی کا بیان

(وَمَنْ لَهُ عَلَى آخَرَ دَيْنٌ فَجَحَدَهُ سِنِينَ ثُمَّ قَامَتْ لَهُ بَيِّنَةٌ لَمْ يُزَكِّهِ لِمَا مَضَى) مَعْنَاهُ: صَارَتْ لَهُ بَيِّنَةٌ بِأَنْ أَقَرَّ عِنْدَ النَّاسِ وَهِيَ مَسْأَلَةُ مَالِ الضِّمَارِ، وَفِيهِ خِلَافُ زُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ، وَمِنْ جُمْلَتِهِ: الْمَالُ الْمَفْقُودُ، وَالْآبِقُ، وَالضَّالُّ، وَالْمَغْصُوبُ إذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ وَالْمَالُ السَّاقِطُ فِي الْبَحْرِ، وَالْمَدْفُونُ فِي الْمَفَازَةِ إذَا نَسِيَ مَكَانَهُ، وَالَّذِي أَخَذَهُ السُّلْطَانُ مُصَادَرَةً .

وَوُجُوبُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ بِسَبَبِ الْآبِقِ وَالضَّالِّ وَالْمَغْصُوبِ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ .لَهُمَا أَنَّ السَّبَبَ قَدْ تَحَقَّقَ وَفَوَاتُ الْيَدِ غَيْرُ مُخِلٍّ بِالْوُجُوبِ كَمَالِ ابْنِ السَّبِيلِ، وَلَنَا قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَا زَكَاةَ فِي الْمَالِ الضِّمَارِ وَلِأَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْمَالُ النَّامِي وَلَا نَمَاءَ إلَّا بِالْقُدْرَةِ عَلَى التَّصَرُّفِ وَلَا قُدْرَةَ عَلَيْهِ .وَابْنُ السَّبِيلِ يَقْدِرُ بِنَائِبِهِ، وَالْمَدْفُونُ فِي الْبَيْتِ نِصَابٌ لِتَيَسُّرِ الْوُصُولِ إلَيْهِ، وَفِي الْمَدْفُونِ فِي أَرْضٍ أَوْ كَرْمٍ اخْتِلَافُ الْمَشَايِخِ .

وَلَوْ كَانَ الدَّيْنُ عَلَى مُقِرٍّ مَلِيءٍ أَوْ مُعْسِرٍ تَجِبُ الزَّكَاةُ لِإِمْكَانِ الْوُصُولِ إلَيْهِ ابْتِدَاءً أَوْ بِوَاسِطَةِ التَّحْصِيلِ، وَكَذَا لَوْ كَانَ عَلَى جَاحِدٍ وَعَلَيْهِ بَيِّنَةٌ أَوْ عَلِمَ بِهِ الْقَاضِي لِمَا قُلْنَا وَلَوْ كَانَ عَلَى مُقِرٍّ مُفْلِسٍ فَهُوَ نِصَابٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ تَفْلِيسَ الْقَاضِي لَا يَصِحُّ عِنْدَهُ .وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ لَا تَجِبُ لِتَحَقُّقِ الْإِفْلَاسِ عِنْدَهُ بِالتَّفْلِيسِ .وَأَبُو يُوسُفَ مَعَ مُحَمَّدٍ فِي تَحَقُّقِ الْإِفْلَاسِ، وَمَعَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي حُكْمِ الزَّكَاةِ رِعَايَةً لِجَانِبِ الْفُقَرَاءِ .

اور جس شخص کا قرض کسی دوسرے آدمی پر ہے پس اس نے قرض کے کئی سالوں کا انکار کر دیا۔ اور اس پر دلیل قائم ہوئی تو وہ شخص گزرے دنوں کی زکوٰۃ ادا نہ کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے گواہ ہو گئے یعنی مدیون نے لوگوں کے سامنے قرض کا اقرار کر لیا۔ اور یہ مسئلہ مال ضمار کا ہے۔ مال ضمار میں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ اور مال ضمار ان اموال میں سے ہے جو مفقود ہو گیا اور وہ غلام جو بھاگ گیا ہے اور وہ جانور و غلام جو بھٹک کر گم ہو گئے ہیں۔ اور اسی طرح وہ مال جو کسی نے غصب کر لیا ہو۔ اس شرط کے ساتھ کہ غاصب پر گواہ نہ ہوں۔ اور وہ مال جو سمندر میں گر گیا ہو اور وہ مال جس کو جنگل میں دفن کیا ہو۔ اور پھر وہ اس کی جگہ بھول گیا ہو۔ اور وہ مال جس کو بادشاہ نے مالک سے الگ کر دیا ہو۔ البتہ بھاگے ہوئے غلام، گم شدہ

کے ساتھ متصل نہ ہوئی۔ کیونکہ اس شخص نے تجارت کا کوئی کام نہیں کیا لہٰذا نیت (تجارت) معتبر نہ ہوئی۔ یہی دلیل ہے کہ مسافر صرف نیت کی وجہ سے مقیم ہوجاتا ہے۔ جبکہ مقیم صرف نیت کی وجہ سے مسافر نہیں ہوتا۔ مگر جب تک وہ سفر نہ کرے۔

اور اگر اس نے کوئی چیز خریدی اور اس میں تجارت کے لئے نیت کی تو وہ تجارت بن گئی۔ کیونکہ یہاں نیت عمل کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب اس نے میراث میں کوئی چیز پائی اور پھر اس نے تجارت کی نیت کرلی۔ کیونکہ اس کا کوئی عمل نہیں ہوا ہے۔ اور اگر ہبہ کے ذریعے کسی چیز کا مالک بنا یا وصیت کی وجہ سے مالک بن گیا یا نکاح کے ذریعے حق ملکیت حاصل ہوا یا قصاص کے ذریعے صلح کرتا ہوا مالک بن گیا اور ان چیزوں میں تجارت کی نیت کرلی تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ اشیاء تجارت کے لئے ہوجائیں گیں۔ اس لئے کہ نیت عمل کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ چیز تجارت کی نہ ہوئی۔ اس لئے کہ نیت تجارت کے عمل کے ساتھ ملی ہوئی نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اختلاف اس کے برعکس ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے نیت مقارنہ کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ اَدَاءُ الزَّكَاةِ اِلَّا بِنِيَّةٍ مُقَارِنَةٍ لِلْاَدَاءِ، اَوْ مُقَارِنَةٍ لِعَزْلِ مِقْدَارِ الْوَاجِبِ) لِاَنَّ الزَّكَاةَ عِبَادَةٌ فَكَانَ مِنْ شَرْطِهَا النِّيَّةُ وَالْاَصْلُ فِيهَا الِاقْتِرَانُ، اِلَّا اَنَّ الدَّفْعَ يَتَفَرَّقُ فَاكْتُفِيَ بِوُجُودِهَا حَالَةَ الْعَزْلِ تَيْسِيرًا كَتَقَدُّمِ النِّيَّةِ فِي الصَّوْمِ.

(وَمَنْ تَصَدَّقَ بِجَمِيعِ مَالِهِ لَا يَنْوِي الزَّكَاةَ سَقَطَ فَرْضُهَا عَنْهُ اسْتِحْسَانًا) لِاَنَّ الْوَاجِبَ جُزْءٌ مِنْهُ فَكَانَ مُتَعَيَّنًا فِيهِ فَلَا حَاجَةَ اِلَى التَّعْيِينِ

(وَلَوْ اَدَّى بَعْضَ النِّصَابِ سَقَطَ زَكَاةُ الْمُؤَدَّى عِنْدَ مُحَمَّدٍ) لِاَنَّ الْوَاجِبَ شَائِعٌ فِي الْكُلِّ، وَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ لَا تَسْقُطُ لِاَنَّ الْبَعْضَ غَيْرُ مُتَعَيِّنٍ لِكَوْنِ الْبَاقِي مَحَلًّا لِلْوَاجِبِ بِخِلَافِ الْاَوَّلِ.

اور زکوٰۃ کی ادائیگی جائز نہیں ہے مگر اس نیت کے ساتھ جو ادا سے ملی ہوئی ہو یا مقدار وجوب کی علیحدگی سے ملی ہوئی ہو۔ اس لئے کہ زکوٰۃ عبادت ہے پس نیت اس کے لئے شرط ہوگئی۔ اور نیت میں اصل ملا ہوا ہونا ہے۔ البتہ فقیروں کو دینے سے جدائی واقع ہوتی ہے۔ پس مقدار وجوب کو نصاب سے الگ کرنے کے وقت نیت ہونے کو کافی سمجھا گیا ہے۔ یہ آسانی کے پیش نظر ہے جس طرح روزے میں نیت کا تقدم کافی ہے۔

اور جس شخص نے اپنا سارا مال صدقہ کردیا جبکہ اس نے زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو بطور استحسان اس سے فریضہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس میں سے ایک جز واجب ہے۔ اور وہ نصاب میں متعین تھا لہٰذا تعین کی ضرورت باقی نہ رہی۔

اور اگر اس نے نصاب کا کچھ حصہ ادا کیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ادا کیا ہوا حصہ ادا ہوگیا اور اتنے نصاب سے حکم ساقط ہو گیا۔ کیونکہ زکوٰۃ کی مقدار واجب پورے نصاب میں پھیلی ہوئی ہے۔ جبکہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حصہ کی زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی۔ کیونکہ زکوٰۃ میں اجزاء متعین نہیں ہیں۔ کیونکہ باقی رہنے والا بھی محل زکوٰۃ ہے۔ یہ مسئلہ اول کے خلاف ہے۔

بَابُ صَدَقَةِ السَّوَائِمِ

﴿یہ باب سوائم کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے﴾

باب صدقہ سوائم کی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے زکوٰۃ کے اموال کو سوائم کی زکوٰۃ سے اس لئے شروع کیا ہے تا کہ رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات کی اتباع ہو جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مکتوبات عرب کی طرف لکھے تھے۔ ان میں اونٹوں کے جل اور ان کی جانوں کا ذکر ہے۔ (فتح القدیر، ج ۳، ص ۲۰، بیروت)

علامہ ابن محمود البابرتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں مویشیوں کی زکوٰۃ سے زکوٰۃ کے باب کو شروع کیا ہے۔ تا کہ رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات کی اتباع ہو جائے۔ اور یہاں صدقات سے مراد زکوٰۃ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان ''' میں صدقات سے زکوٰۃ مراد ہے۔ اور سوائم سائمہ کے جمع ہے۔ چرنے والے یا چلنے والے کا سائم (یا وہ جانور جسے چرایا جائے، وغیرہ) کو سائمہ اور ان کے گروہ سوائم کہتے ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۱۷، بیروت)

فَصْلٌ فِي الْإِبِلِ

﴿یہ فصل اونٹ کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے﴾

اونٹ کی زکوٰۃ والی فصل کی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ فصل اونٹوں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے۔ اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ کتاب میں ابواب جمع ہوتے ہیں اور باب میں فصلیں جمع ہوتی ہیں۔ اور کبھی فصل عنوان سے ملی ہوتی ہے اور کبھی عنوان سے ملی ہوئی نہیں بھی ہوتی۔ لفظ ''ابل'' کو ہمزہ اور با کے کسرہ کے ساتھ اور باء کے سکون کے ساتھ بھی پڑھنا جائز ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ ابل، جمل، بعیر اور جزور یہ اجناس ہیں۔ اور ناقہ ان کی مؤنث آتی ہے۔ اور صحاح میں ہے کہ ابل اسم جمع ہے جس کی کوئی واحد نہیں۔ لیکن اس کی مؤنث ہے اور اس پر تا داخل نہیں ہوتی مگر جبکہ اس کی تصغیر ہو۔ اور جمل ناقہ کا زوج ہے اور لفظ بعیر انسان کے درجے میں ہے۔ اور جمل کے لئے بعیر بھی کہا جاتا ہے اور ناقہ کے لئے بھی بعیر کہا جاتا ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۳۱، حقانیہ ملتان)

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ امام خرقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزکوٰۃ کا اونٹوں کی زکوٰۃ سے شروع کیا ہے کیونکہ جانوروں میں سب سے بڑا جسم والا زکوٰۃ جانور یہی ہیں۔ اور اہل عرب میں یہی رائج تھا اور تمام علماء کا اتفاق ہے کہ عرب میں اونٹ تھے اور زکوٰۃ کی فرضیت انہی کے ساتھ سے شروع ہوئی ہے۔ اور صحیح بخاری میں زکوٰۃ کے باب میں سب سے احسن روایت بھی انہی کے بارے میں ہے۔ (المغنی، ج ۲، ص ۴۳۵، بیروت)

اونٹوں کی زکوٰۃ کا بیان

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (لَيْسَ فِي اَقَلَّ مِنْ خَمْسٍ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا سَائِمَةً، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا شَاةٌ إِلَى تِسْعٍ، فَإِذَا كَانَتْ عَشْرًا فَفِيهَا شَاتَانِ إِلَى اَرْبَعَ عَشْرَةَ، فَإِذَا كَانَتْ خَمْسَ عَشْرَةَ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلَى تِسْعَ عَشْرَةَ، فَإِذَا كَانَتْ عِشْرِينَ فَفِيهَا اَرْبَعُ شِيَاهٍ إِلَى اَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ) وَهِيَ الَّتِي طَعَنَتْ فِي الثَّانِيَةِ.

(إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ، فَإِذَا كَانَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ) وَهِيَ الَّتِي طَعَنَتْ فِي الثَّالِثَةِ

اِلَى خَمْسٍ وَّاَرْبَعِينَ (فَإِذَا كَانَتْ سِتًّا وَّاَرْبَعِينَ فَفِيهَا حِقَّةٌ) وَهِيَ الَّتِي طَعَنَتْ فِي الرَّابِعَةِ (اِلَى سِتِّينَ، فَإِذَا كَانَتْ اِحْدَى وَسِتِّينَ فَفِيهَا جَذَعَةٌ) وَهِيَ الَّتِي طَعَنَتْ فِي الْخَامِسَةِ (اِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ، فَإِذَا كَانَتْ سِتًّا وَسَبْعِينَ فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ اِلَى تِسْعِينَ، فَإِذَا كَانَتْ اِحْدَى وَتِسْعِينَ فَفِيهَا حِقَّتَانِ اِلَى مِائَةٍ وَعِشْرِينَ) بِهٰذَا اشْتَهَرَتْ كُتُبُ الصَّدَقَاتِ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

(ثُمَّ) اِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَةٍ وَعِشْرِينَ (تُسْتَأْنَفُ الْفَرِيضَةُ) فَيَكُونُ فِي الْخَمْسِ شَاةٌ مَعَ الْحِقَّتَيْنِ، وَفِي الْعَشْرِ شَاتَانِ، وَفِي خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ، وَفِي الْعِشْرِينَ اَرْبَعُ شِيَاهٍ، وَفِي خَمْسٍ وَعِشْرِينَ بِنْتُ مَخَاضٍ، اِلَى مِائَةٍ وَخَمْسِينَ فَيَكُونُ فِيهَا ثَلَاثُ حِقَاقٍ، ثُمَّ تُسْتَأْنَفُ الْفَرِيضَةُ فَيَكُونُ فِي الْخَمْسِ شَاةٌ، وَفِي الْعَشْرِ شَاتَانِ، وَفِي خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ، وَفِي الْعِشْرِينَ اَرْبَعُ شِيَاهٍ، وَفِي خَمْسٍ وَعِشْرِينَ بِنْتُ مَخَاضٍ، وَفِي سِتٍّ وَثَلَاثِينَ بِنْتُ لَبُونٍ، فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَةً وَسِتًّا وَتِسْعِينَ فَفِيهَا اَرْبَعُ حِقَاقٍ اِلَى مِائَتَيْنِ ثُمَّ تُسْتَأْنَفُ الْفَرِيضَةُ اَبَدًا كَمَا تُسْتَأْنَفُ فِي الْخَمْسِينَ الَّتِي بَعْدَ الْمِائَةِ وَالْخَمْسِينَ وَهٰذَا عِنْدَنَا .

صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔لہٰذا جب وہ پانچ ہو جائیں اور وہ سائمہ ہوں اوران پر سال گزر گیا تو ان پانچ سے نو (۹) تک ایک بکری (زکوٰۃ) ہوگی۔اگر وہ دس ہو جائیں تو چودہ تک دو بکریاں ہیں۔اور اگر وہ پندرہ ہو جائیں تو انیس تک تین بکریاں ہیں۔اگر وہ بیس ہو جائیں تو چوبیس تک چار بکریاں ہیں۔جب وہ پچیس ہو جائیں تو پینتیس (۳۵) تک ان میں ایک بنت مخاض ہے۔بنت مخاض اس مادہ بچے کو کہتے ہیں جو عمر کے دوسرے سال میں ہو۔جب وہ چھتیس (۳۶) ہو جائیں تو پینتالیس (۴۵) تک ان میں ایک بنت لبون ہے۔اور بنت لبون وہ مادہ بچہ ہے جو عمر کے تیسرے سال میں ہو۔اور جب وہ چھیالیس (۴۶) ہو جائیں تو ساٹھ تک ان میں ایک حقہ ہے اور حقہ وہ مادہ بچہ ہے جو عمر کے چوتھے سال میں ہو اور جب وہ اکسٹھ (۶۱) ہو جائیں تو نوے (۹۰) تک ان میں دو بنت لبون ہیں۔اور جب وہ اکانوے (۹۱) ہو جائیں تو ایک سو بیس (۱۲۰) تک دو حقے ہیں۔انہی دلائل کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور ہوئے ہیں۔

جب وہ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو فریضہ نئے سرے سے شمار کیا جائے گا۔لہٰذا پانچ زیادہ ہوتے پر ایک بکری دو حقوں کے ساتھ ہوگی۔اور دس میں دو بکریاں جبکہ پندرہ میں تین بکریاں ساتھ ہوں گی۔اور بیس میں چار بکریاں جبکہ پچیس سے لے کر ایک سو پچاس تک ایک بنت مخاض ہوگا۔اور ایک سو پچاس میں تین حقے ہوں گے۔پھر نئے سرے سے زکوٰۃ کا فریضہ شمار کیا جائے گا۔پانچ میں ایک بکری دس میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں ایک بنت مخاض اور چھتیس میں ایک بنت لبون ہوگا۔جب وہ ایک سو چھیانوے (۱۹۶) ہو جائیں تو دو سو تک ان میں چار حقے ہوں گے۔پھر زکوٰۃ کا فریضہ اسی

طرح نئے سرے سے شمار کیا جائے گا جس طرح ایک سو پچاس کے بعد پچاس میں شمار کیا گیا ہے۔ اور یہ ہمارے نزدیک ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اونٹوں کے نصاب کا بیان

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: إِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَةٍ وَعِشْرِينَ وَاحِدَةٌ فَفِيهَا ثَلَاثُ بَنَاتِ لَبُونٍ، فَإِذَا صَارَتْ مِائَةً وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا حِقَّةٌ وَبِنْتَا لَبُونٍ، ثُمَّ يُدَارُ الْحِسَابُ عَلَى الْأَرْبَعِينَاتِ وَالْخَمْسِينَاتِ فَتَجِبُ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ لِمَا رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَتَبَ " (إِذَا زَادَتْ الْإِبِلُ عَلَى مِائَةٍ وَعِشْرِينَ فَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ) مِنْ غَيْرِ شَرْطِ عَوْدِ مَا دُونَهَا.

وَلَنَا أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَتَبَ فِي آخِرِ ذَلِكَ فِي كِتَابِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ " (فَمَا كَانَ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ، فَفِي كُلِّ خَمْسِ ذَوْدٍ شَاةٌ) فَنَعْمَلُ بِالزِّيَادَةِ (وَالْبُخْتُ وَالْعِرَابُ سَوَاءٌ) فِي وُجُوبِ الزَّكَاةِ لِأَنَّ مُطْلَقَ الِاسْمِ يَتَنَاوَلُهُمَا.

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ان پر تین بنت لبون ہیں اور جب ایک سو تیس ہوں تو ان پر ایک حقہ اور اور دو بنت لبون ہیں۔ پھر ہر چالیس اور پچاس پر حساب پھیرا جائے گا۔ لہٰذا ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ دیا جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ جب اونٹ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو ہر پچاس میں ایک حقہ اور ہر چالیس میں ایک بنت لبون ہے۔ جبکہ اس سے کم میں عود کی شرط نہ ہوگی۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو جو حکم دیا تھا اس کے آخر میں لکھا ہے جو اس سے کم ہو تو ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری ہے (مراسیل ابوداؤد) لہٰذا ہم اسی زیادتی پر عمل کرتے ہیں۔ اور بختی و عربی اونٹ دونوں برابر ہیں کیونکہ وجوب زکوٰۃ میں اسم کا اطلاق دونوں کو شامل ہے۔

فَصْلٌ فِی الْبَقَرِ

﴿یہ فصل گائے کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے﴾

گائے کی زکوٰۃ میں بیان کردہ فصل کی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ فصل گائے کی زکوٰۃ کے حکم میں ہے۔ اس فصل کو بکریوں کی زکوٰۃ والی فصل سے مقدم کرتے ہوئے اونٹ کی زکوٰۃ والی فصل کے بعد اس لئے ذکر کیا ہے کیونکہ گائے ضخامت و قیمت میں اونٹ کے قریب ہے۔ اور گائے ہی کی جنس سے بھینسیں بھی ہیں۔ اور صحاح میں ہے کہ بقر مذکر و مؤنث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور اس کی ہاء افراد کے لئے ہے۔ جس طرح تمر کی ہاء تمرۃ آتی ہے۔ اور باقر بقرہ کے لئے اسم جمع ہے۔ جس طرح جامل جمال کی جماعت کے لئے اسم جمع ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۴۰، حقانیہ ملتان)

گائے کے نصاب زکوٰۃ کا بیان

(لَيْسَ فِي اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثِينَ مِنْ الْبَقَرِ السَّائِمَةِ صَدَقَةٌ، فَإِذَا كَانَتْ ثَلَاثِينَ سَائِمَةً وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا تَبِيعٌ اَوْ تَبِيعَةٌ) وَهِيَ الَّتِي طَعَنَتْ فِي الثَّانِيَةِ (وَفِي اَرْبَعِينَ مُسِنٌّ اَوْ مُسِنَّةٌ) وَهِيَ الَّتِي طَعَنَتْ فِي الثَّالِثَةِ، بِهٰذَا اَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (فَإِذَا زَادَتْ عَلَى اَرْبَعِينَ وَجَبَ فِي الزِّيَادَةِ بِقَدْرِ ذٰلِكَ اِلَى سِتِّينَ) عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ فَفِي الْوَاحِدَةِ الزَّائِدَةِ رُبْعُ عُشْرِ مُسِنَّةٍ، وَفِي الِاثْنَيْنِ نِصْفُ عُشْرِ مُسِنَّةٍ، وَفِي الثَّلَاثَةِ ثَلَاثَةُ اَرْبَاعِ عُشْرِ مُسِنَّةٍ .

وَهٰذِهِ رِوَايَةُ الْاَصْلِ لِاَنَّ الْعَفْوَ ثَبَتَ نَصًّا بِخِلَافِ الْقِيَاسِ وَلَا نَصَّ هُنَا .وَرَوَى الْحَسَنُ عَنْهُ اَنَّهُ لَا يَجِبُ فِي الزِّيَادَةِ شَيْءٌ حَتَّى تَبْلُغَ خَمْسِينَ، ثُمَّ فِيهَا مُسِنَّةٌ وَرُبْعُ مُسِنَّةٍ اَوْ ثُلُثُ تَبِيعٍ، لِاَنَّ مَبْنَى هٰذَا النِّصَابِ عَلَى اَنْ يَكُونَ بَيْنَ كُلِّ عَقْدَيْنِ وَقْصٌ، وَفِي كُلِّ عَقْدٍ وَاجِبٌ .

وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: لَا شَيْءَ فِي الزِّيَادَةِ حَتَّى تَبْلُغَ سِتِّينَ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِمُعَاذٍ " (لَا تَأْخُذْ مِنْ اَوْقَاصِ الْبَقَرِ شَيْئًا) وَفَسَّرُوهُ بِمَا بَيْنَ اَرْبَعِينَ اِلَى سِتِّينَ .

قُلْنَا: قَدْ قِيلَ إِنَّ الْمُرَادَ مِنْهَا الصِّغَارُ (ثُمَّ فِي السِّتِّينَ تَبِيعَانِ أَوْ تَبِيعَتَانِ، وَفِي سَبْعِينَ مُسِنَّةٌ وَتَبِيعٌ، وَفِي ثَمَانِينَ مُسِنَّتَانِ، وَفِي تِسْعِينَ ثَلَاثَةُ أَتْبِعَةٍ، وَفِي الْمِائَةِ تَبِيعَانِ وَمُسِنَّةٌ.

وَعَلَى هٰذَا يَتَغَيَّرُ الْفَرْضُ فِي كُلِّ عَشْرٍ مِنْ تَبِيعٍ إِلَى مُسِنَّةٍ وَمِنْ مُسِنَّةٍ إِلَى تَبِيعٍ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (فِي كُلِّ ثَلَاثِينَ مِنَ الْبَقَرِ تَبِيعٌ أَوْ تَبِيعَةٌ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنٌّ أَوْ مُسِنَّةٌ) (وَالْجَوَامِيسُ وَالْبَقَرُ سَوَاءٌ) لِأَنَّ اسْمَ الْبَقَرِ يَتَنَاوَلُهُمَا إِذْ هُوَ نَوْعٌ مِنْهُ، إِلَّا أَنَّ أَوْهَامَ النَّاسِ لَا تَسْبِقُ إِلَيْهِ فِي دِيَارِنَا لِقِلَّتِهِ، فَلِذٰلِكَ لَا يَحْنَثُ بِهِ فِي يَمِينِهِ لَا يَأْكُلُ لَحْمَ بَقَرٍ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تیس گایوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔ لہٰذا جب وہ تیس ہو جائیں اور وہ سائمہ ہوں اور ان پر ایک سال گزر گیا تو ان میں ایک تبیع (بچھڑا) یا تبیعہ (بچھڑی) واجب ہے۔ اور تبیع یا تبیعہ وہ بچہ ہے جو عمر کے دوسرے سال میں ہو۔ اور چالیس میں ایک مسن یا مسنہ واجب ہے۔ اور مسن یا مسنہ وہ بچہ ہے جو عمر کے تیسرے سال میں ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اسی طرح حکم دیا تھا۔ (سنن دارقطنی)

جب وہ چالیس سے زیادہ ہو جائیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ساٹھ تک یہی مقدار واجب ہے۔ لہٰذا ایک زائد میں ایک مسنہ کا چالیسواں حصہ واجب ہے۔ اور دو زیادہ ہو جائیں تو مسنہ کا بیسواں حصہ واجب ہے۔ اور جب تین زیادہ ہو جائیں تو چالیسویں کے تین حصے واجب ہیں۔

اور یہ روایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اصل سے ہے اس لئے کہ معافی نص سے خلاف قیاس ثابت ہوئی ہے کیونکہ یہاں کوئی نص نہیں ہے۔ اور امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ زائد میں کچھ واجب نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ پچاس تک پہنچ جائیں اور پچاس پر ایک مکمل مسنہ واجب ہوگا۔ اور مسنہ کی چوتھائی قیمت یا تبیع کی تہائی قیمت واجب ہوگی۔ کیونکہ نصاب کی اساس یہی ہے اور دونوں عقود کے درمیان معافی ہے۔ اور ہر عقد میں واجب ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کچھ واجب نہیں ہے یہاں تک کہ ان کی تعداد ساٹھ کو پہنچ جائے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی روایت ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: کہ اوقاص بقر (دو دہائیوں کے درمیان گائے کی تعداد) سے کچھ زکوۃ نہ لینا۔ علماء نے بھی اوقاص کا معنی یہی بیان کیا ہے کہ جو تعداد چالیس اور ساٹھ کے درمیان میں ہو۔ ہم احناف اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ اوقاص سے مراد نہایت چھوٹے بچے ہیں۔ اور اس کے بعد ساٹھ میں دو تبیع یا دو تبیعہ ہیں۔ اور ستر میں ایک مسنہ اور ایک تبیع ہے اور اسی (۸۰) میں دو مسنہ ہیں اور نوے (۹۰) میں تین تبیعہ ہیں اور ایک سو بیس (۱۲۰) میں دو تبیعہ اور ایک مسنہ ہے۔ اور اسی حساب کے مطابق قیاس کرتے جائیں گے۔ لہٰذا ہر دہائی پر تبیع سے مسنہ کی طرف اور مسنہ سے تبیع کی طرف فرض تبدیل ہوتا جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گائے کے ہر تیس پر ایک تبیع یا تبیعہ ہے اور ہر چالیس پر مسن یا مسنہ ہے۔

بھینس اور گائے دونوں برابر ہیں کیونکہ بقر کے لفظ کا اطلاق دونوں کو شامل ہے اور بھینس بھی ایک قسم کی گائے ہے البتہ ہمارے شہروں میں چونکہ بھینس بہت کم تعداد میں ہوتی ہے اس لئے لوگوں کے خیالات بھینس کی طرف جلد جانے والے نہیں ہیں۔ اور اسی دلیل کے پیش نظر کہ جب کسی نے قسم کھائی "وہ بقر کا گوشت نہیں کھائے گا" تو وہ بھینس کا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا۔

فَصْلٌ فِی الْغَنَمِ

﴿یہ فصل بکری کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے﴾

فصل بکریوں کے نصاب زکوٰۃ کی مناسبت کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ مصنف نے بکریوں والی فصل کو گھوڑوں والی فصل سے مقدم ذکر کیا ہے۔ کیونکہ بکریوں کی کثرت ہوتی ہے لہٰذا ان کو بیان کرنا ضروری ہے۔ اور یہ دلیل بھی ہے۔ بکریوں کے نصاب پر اتفاق کیا گیا ہے۔ یا ان کی زکوٰۃ بالاتفاق فرض ہے۔ اور لفظ "غنم" اسم جنس ہے جس کا اطلاق مذکر ومؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔ اور یہ بیان کتاب میں ظاہر ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۸۰، بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ جوہری نے کہا ہے کہ غنم اسم جنس ہے جو مذکر ومؤنث دونوں کو شامل ہے۔ اور اور جب اس کی تصغیر لائیں گے تو غنیمہ آئے گی۔ اور اسماء ایسی جمع ہیں جن کی لفظوں میں کوئی واحد نہیں آتی۔

(البنایہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۱۳۶، مکتبہ حقانیہ ملتان)

بکریوں کے نصاب زکوٰۃ کا بیان

(لَيْسَ فِي أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعِينَ مِنَ الْغَنَمِ السَّائِمَةِ صَدَقَةٌ، فَإِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ سَائِمَةً وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا شَاةٌ إِلَى مِائَةٍ وَعِشْرِينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةٌ فَفِيهَا شَاتَانِ إِلَى مِائَتَيْنِ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةٌ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ، فَإِذَا بَلَغَتْ أَرْبَعَمِائَةٍ فَفِيهَا أَرْبَعُ شِيَاهٍ، ثُمَّ فِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٍ شَاةٌ) هٰكَذَا وَرَدَ الْبَيَانُ فِي كِتَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي كِتَابِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَعَلَيْهِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ

(وَالضَّأْنُ وَالْمَعْزُ سَوَاءٌ) لِأَنَّ لَفْظَةَ الْغَنَمِ شَامِلَةٌ لِلْكُلِّ وَالنَّصُّ وَرَدَ بِهِ .وَيُؤْخَذُ الثَّنِيُّ فِي زَكَاتِهَا وَلَا يُؤْخَذُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ إِلَّا فِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَالثَّنِيُّ مِنْهَا مَا تَمَّتْ لَهُ سَنَةٌ، وَالْجَذَعُ مَا أَتَى عَلَيْهِ أَكْثَرُهَا .وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ قَوْلُهُمَا أَنَّهُ يُؤْخَذُ عَنِ الْجَذَعِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (إِنَّمَا حَقُّنَا الْجَذَعُ وَالثَّنِيُّ) وَلِأَنَّهُ يَتَأَدَّى بِهِ الْأُضْحِيَةُ فَكَذَا الزَّكَاةُ .

وَجْهُ الظَّاهِرِ حَدِيثُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَوْقُوفًا وَمَرْفُوعًا " (لَا يُؤْخَذُ فِي الزَّكَاةِ إِلَّا الثَّنِيُّ فَصَاعِدًا) وَلِأَنَّ الْوَاجِبَ هُوَ الْوَسَطُ وَهٰذَا مِنَ الصِّغَارِ، وَلِهٰذَا لَا يَجُوزُ فِيهَا الْجَذَعُ مِنَ الْمَعْزِ، وَجَوَازُ التَّضْحِيَةِ بِهِ عُرِفَ نَصًّا ۔

وَالْمُرَادُ بِمَا رُوِيَ الْجَذَعَةُ مِنَ الْإِبِلِ (وَيُؤْخَذُ فِي زَكَاةِ الْغَنَمِ الذُّكُورُ وَالْإِنَاثُ) لِأَنَّ اسْمَ الشَّاةِ يَنْتَظِمُهُمَا، وَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (فِي أَرْبَعِينَ شَاةٍ شَاةٌ) ۔

چالیس سائمہ بکریوں سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب وہ چالیس چرنے والی ہو جائیں تو ایک سو بیس (۱۲۰) تک ان پر ایک بکری ہے جبکہ ان پر ایک سال گزر جائے۔ جب ان پر ایک بکری زائد ہوئی تو دو سو (۲۰۰) تک دو بکریاں ہیں۔ جب دو سو سے ایک بکری زائد ہوئی تو چار سو (۴۰۰) تک تین بکریاں ہیں۔ اور جب چار سو ہو جائیں تو ان میں چار بکریاں ہیں۔ (اس کے بعد) ہر سو پر ایک بکری ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطوط میں یہی بیان ہوا ہے۔ اور اسی پر اجماع کا انعقاد ہوا ہے۔ (بخاری، ترمذی)

ضأن اور معز دونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ لفظ غنم دونوں کو شامل ہے۔ اور نص لفظ غنم کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اور اس کی زکوٰۃ میں ثنی کو لیا جائے گا۔ اور ضأن میں جذعہ نہیں لیا جائے گا مگر وہ روایت جو امام حسن نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔ اور ثنی اس بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال کا ہو اور جزعہ وہ بچہ جس پر سال کا اکثر حصہ گزر چکا ہو۔ اور سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ضأن کا جذعہ لیا جائے گا۔ اور صاحبین کا قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک ہمارا حق جذعہ اور ثنی ہے اور یہ دلیل بھی ہے کہ جذعہ سے قربانی ادا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ بھی جائز ہوئی اور اس کی دلیل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے موقوفا اور مرفوعا حدیث وارد ہوئی ہے۔ زکوٰۃ نہیں وصول کی جائے گی مگر ثنی میں یا اس سے زیادہ میں۔ کیونکہ واجب درمیانے درجے کا ہوتا ہے۔ اور جذعہ چھوٹوں میں شمار ہوتا ہے اور اسی وجہ سے معز کا جذعہ زکوٰۃ میں جائز نہیں۔ جبکہ جذعہ کی قربانی کا حکم نص سے ثابت ہوا ہے۔ اور روایت کردہ جذعہ سے مراد اونٹ کا جذعہ ہے۔ (ابوداؤد، مستدرک، مسند احمد بن حنبل)

اور بکری کی زکوٰۃ میں نر اور مادہ کا (بطور زکوٰۃ) لینا جائز ہے۔ اس لئے کہ لفظ شاۃ دونوں کو شامل ہے۔ اور بے شک نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ چالیس بکریوں پر ایک بکری ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

فَصْلٌ فِی الْخَیْلِ

یہ فصل گھوڑے کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے

فصل گھوڑوں کے نصاب زکوٰۃ کی مناسبت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ فصل گھوڑے کی زکوٰۃ کے احکام میں ہے۔لفظ ''خیل'' اسم جمع ہے۔جس کو اہل عرب نے مذکر ومؤنث دونوں کے لئے استعمال کیا ہے۔جس طرح لفظ ''رکب'' ہے اور یہ ایسا لفظ ہے جس کی لفظوں میں واحد نہیں ہے۔جبکہ اس کی واحد فرس آتی ہے۔اور جوہری نے کہا ہے کہ مذکر ومؤنث میں تصغیر کا بغیر تا کے آنا شاذ ہے۔اور خیل فرسان کو کہتے ہیں۔جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے''واجلب علیهم بخیلك ''اور خیل کی طرح خیول ہے۔لہٰذا دوسرا اسم جمع ہے جس طرح لفظ''قوم'' ہے۔(البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۴،ص ۵۱، حقانیہ ملتان)

گھوڑوں کی زکوٰۃ کے نصاب کا بیان

(اِذَا کَانَتِ الْخَیْلُ سَائِمَةً ذُکُورًا وَاِنَاثًا فَصَاحِبُهَا بِالْخِیَارِ: اِنْ شَاءَ اَعْطٰی عَنْ کُلِّ فَرَسٍ دِیْنَارًا، وَاِنْ شَاءَ قَوَّمَهَا وَاَعْطٰی عَنْ کُلِّ مِائَتَیْ دِرْهَمٍ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ، وَقَالَا: لَا زَکَاةَ فِی الْخَیْلِ لِقَوْلِهِ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَیْسَ عَلَی الْمُسْلِمِ فِی عَبْدِهِ وَلَا فِی فَرَسِهِ صَدَقَةٌ) وَلَهُ قَوْلُهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (فِی کُلِّ فَرَسٍ سَائِمَةٍ دِیْنَارٌ اَوْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ) وَتَاْوِیلُ مَا رَوَیَاهُ فَرَسُ الْغَازِی، وَهُوَ الْمَنْقُولُ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ .وَالتَّخْیِیرُ بَیْنَ الدِّیْنَارِ وَالتَّقْوِیمِ مَاْثُورٌ عَنْ عُمَرَ

(وَلَیْسَ فِی ذُکُورِهَا مُنْفَرِدَةً زَکَاةٌ) لِاَنَّهَا لَا تَتَنَاسَلُ (وَکَذَا فِی الْاِنَاثِ الْمُنْفَرِدَاتِ فِی رِوَایَةٍ) وَعَنْهُ الْوُجُوبُ فِیهَا لِاَنَّهَا تَتَنَاسَلُ بِالْفَحْلِ الْمُسْتَعَارِ بِخِلَافِ الذُّکُورِ، وَعَنْهُ اَنَّهَا تَجِبُ فِی الذُّکُورِ الْمُنْفَرِدَةِ اَیْضًا (وَلَا شَیْءَ فِی الْبِغَالِ وَالْحَمِیرِ) لِقَوْلِهِ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَمْ یَنْزِلْ عَلَیَّ فِیهِمَا شَیْءٌ) وَالْمَقَادِیرُ تَثْبُتُ سَمَاعًا (اِلَّا اَنْ تَکُونَ لِلتِّجَارَةِ) لِاَنَّ الزَّکَاةَ حِیْنَئِذٍ تَتَعَلَّقُ بِالْمَالِیَّةِ کَسَائِرِ اَمْوَالِ التِّجَارَةِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

جب گھوڑے سائمہ ہوں خواہ مذکر ہوں یا مؤنث ہوں تو ان کے مالک کو اختیار دیا جائے گا' اگر چاہے تو ہر گھوڑے کی

زکوٰۃ ایک دینار دے اور اگر چاہے تو ان کی قیمت شمار کرتے ہوئے ہر دوسو درہم پر پانچ درہم دے۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر اس کے غلام اور اس کے گھوڑے کی زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر سائمہ گھوڑے میں ایک دینار یا دس دراہم ہیں۔ اور صاحبین کی روایت کردہ حدیث کی تاویل یہ ہے کہ اس سے غازی گھوڑا مراد ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دینا یا قیمت کے درمیان اختیار روایت کیا گیا ہے۔

اکیلے مذکر گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ صرف مذکر گھوڑوں سے نسل نہیں بڑھتی۔ اور ایک روایت کے مطابق تنہا گھوڑیوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت کے مطابق یہ بیان کیا گیا ہے کہ صرف گھوڑیوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ کیونکہ گھوڑا ادھار مانگ کر نسل بڑھائی جا سکتی ہے۔ جبکہ گھوڑوں میں ایسا نہیں ہوتا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت صرف گھوڑوں کے بارے میں وجوب زکوٰۃ کا ہے۔ اور خچروں اور گدھوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خچروں اور گدھوں کی زکوٰۃ کے بارے میں مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا۔ اور مقادیر کا ثبوت سماعی ہے لیکن جب خچر اور گدھے تجارت کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں زکوٰۃ مالیت سے متعلق ہوگی۔ جیسا کہ دوسرے تجارت کے مالوں میں ہوا کرتا ہے۔

فَصْلُ الْفُصْلَانِ وَالْحُمْلَانِ وَالْعَجَاجِيلِ صَدَقَةٌ

﴿یہ فصل جانوروں کے بچوں میں زکوٰۃ کے بیان میں ہے﴾

فصلان، حملان وعجاجیل والی فصل کی مطابقت کا بیان

مصنف جب بڑے جانوروں کی زکوٰۃ سے متعلق احکام بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے چھوٹے جانوروں سے متعلق احکام زکوٰۃ کو بیان کرنا شروع کیا ہے۔ ابواب زکوٰۃ میں اس فصل کو مؤخر کرنے کی دلیل واضح ہے۔ کہ پہلے بڑے ہوتے ہیں اور چھوٹے ان کے بعد میں ہوتے ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ پہلے ان جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان کیا ہے جن پر وجوب زکوٰۃ میں ائمہ وفقہاء اور فقہی مذاہب کا اتفاق ہے اور اس کے بعد اختلافی مسائل پر مشتمل جانوروں سے متعلق احکام زکوٰۃ کو بیان کریں گے۔

فصلان، حملان اور عجاجیل کا معنی

علامہ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ فصلان یہ فصیل کی جمع ہے۔ فصیل اونٹنی کے اس کو بچے کو کہتے ہیں جو ابھی تک ابن مخاص نہ ہو۔ اور عجاجیل یہ عجول کی جمع ہے اس کا معنی ہے گائے کا بچہ یعنی بچھڑا ہے۔ اور حملان یہ حمل کی جمع ہے۔ بکری کے بچے کو حمل کہا جاتا ہے۔ (فتح القدیر، ۴، ص ۳۲، بیروت)

جانوروں کے بچوں کی زکوٰۃ میں فقہی تصریحات:

(وَلَيْسَ فِي الْفُصْلَانِ وَالْحُمْلَانِ وَالْعَجَاجِيلِ صَدَقَةٌ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعَهَا كِبَارٌ، وَهَذَا آخِرُ أَقْوَالِهِ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ، وَكَانَ يَقُولُ أَوَّلًا يَجِبُ فِيهَا مَا يَجِبُ فِي الْمَسَانِّ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَمَالِكٍ، ثُمَّ رَجَعَ وَقَالَ فِيهَا وَاحِدَةٌ مِنْهَا .وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ .وَجْهُ قَوْلِهِ الْأَوَّلِ أَنَّ الِاسْمَ الْمَذْكُورَ فِي الْخِطَابِ يَنْتَظِمُ الصِّغَارَ وَالْكِبَارَ . وَوَجْهُ الثَّانِي تَحْقِيقُ النَّظَرِ مِنْ الْجَانِبَيْنِ كَمَا يَجِبُ فِي الْمَهَازِيلِ وَاحِدٌ مِنْهَا وَوَجْهُ الْأَخِيرِ أَنَّ الْمَقَادِيرَ لَا يَدْخُلُهَا الْقِيَاسُ فَإِذَا امْتَنَعَ إِيجَابُ مَا وَرَدَ بِهِ الشَّرْعُ امْتَنَعَ أَصْلًا، وَإِذَا كَانَ فِيهَا وَاحِدٌ مِنْ الْمَسَانِّ جَعَلَ الْكُلَّ تَبَعًا لَهُ فِي انْعِقَادِهَا نِصَابًا دُونَ تَأْدِيَةِ الزَّكَاةِ، ثُمَّ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ لَا يَجِبُ فِيمَا دُونَ الْأَرْبَعِينَ مِنْ الْحُمْلَانِ وَفِيمَا دُونَ الثَّلَاثِينَ مِنْ الْعَجَاجِيلِ،

وَيَجِبُ فِي خَمْسٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْفُصْلَانِ وَاحِدٌ ثُمَّ لَا يَجِبُ شَيْءٌ حَتّٰى تَبْلُغَ مَبْلَغًا لَوْ كَانَتْ مَسَانَّ يُثْنِي الْوَاجِبَ، ثُمَّ لَا يَجِبُ شَيْءٌ حَتّٰى تَبْلُغَ مَبْلَغًا لَوْ كَانَتْ مَسَانَّ يُثَلِّثُ الْوَاجِبَ، وَلَا يَجِبُ فِيمَا دُوْنَ خَمْسٍ وَعِشْرِينَ فِي رِوَايَةٍ. وَعَنْهُ اَنَّهُ يَجِبُ فِي الْخَمْسِ خُمُسُ فَصِيْلٍ، وَفِي الْعَشْرِ خُمُسَا فَصِيْلٍ عَلٰى هٰذَا الْاِعْتِبَارُ، وَعَنْهُ اَنَّهُ يَنْظُرُ اِلٰى قِيمَةِ خُمُسِ فَصِيْلٍ وَسَطٍ وَاِلٰى قِيمَةِ شَاةٍ فِي الْخَمْسِ فَيَجِبُ اَقَلُّهُمَا، وَفِي الْعَشْرِ اِلٰى قِيمَةِ شَاتَيْنِ وَاِلٰى قِيمَةِ خُمُسَيْ فَصِيْلٍ عَلٰى هٰذَا الْاِعْتِبَارُ.

اور سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اونٹ کے بچوں اور گائے کے بچوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔لیکن جب ان کے ساتھ بڑے بھی ہوں۔اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا آخری قول یہی ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے۔جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا قول یہ تھا کہ ان بچوں میں وہی زکوٰۃ ہوگی جو ایک مسنہ میں واجب ہوتی ہے۔اور یہی حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔اس کے بعد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کیا اور فرمایا کہ انہیں جانوروں میں ایک واجب ہوگا۔اور یہ قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔اور امام صاحب کے پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ نص میں ذکر کیا گیا لفظ چھوٹے اور بڑے سب کو شامل ہے۔اور دوسرے قول کی دلیل دونوں کو دیکھنے کی تحقیق ہے۔جس طرح کمزور جانوروں میں اسی طرح کا ایک واجب ہے۔اور دوسرے قول کی یہ دلیل بھی ہے کہ نصاب میں بیان کردہ مقادیر میں قیاس داخل نہ ہوگا۔لہٰذا جب وجوب اس طرح ممتنع ہوا جس پر شریعت کا حکم وارد ہوا ہے تو وجوب اصلی ممتنع ہوگا۔اور جب کوئی ایک بچہ مسنہ ہوا تو یہ تمام بچے نصاب زکوٰۃ کے انعقاد میں اس کے تابع ہو کر شمار کر لیے جائیں گے۔جبکہ ادائیگی زکوٰۃ میں نہیں ہوں گے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چالیس بکری کے بچوں سے کم پر اور تیس گائے کے بچوں سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔اور اونٹ کے پچیس بچوں پر ایک واجب ہے۔پھر زائد پر کچھ واجب نہیں۔حتیٰ کہ ان کی تعداد وہاں پہنچ جائے کہ اگر وہ مسنین ہوتے تو دو (۲) کا واجب ہوتے۔پھر زائد پر کچھ واجب نہیں ہے۔حتیٰ کہ ان کی تعداد اتنی ہو جائے کہ اگر مسنین ہوتے تو تین واجب ہو جاتے۔اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ اونٹ کے بچوں میں پچیس سے کم پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں۔اور (اس کے سوا) دوسری روایت یہ ہے کہ پانچ بچوں میں ایک فصیل کا پانچواں حصہ واجب ہے اور دس میں ایک فصیل کے دو پانچویں حصے واجب ہیں۔اسی طرح قیاس کرتے جائیں گے۔

مزکی بہ کے معدوم ہونے میں حکم زکوٰۃ کا بیان

قَالَ (وَمَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ سِنٌّ وَلَمْ تُوجَدْ اَخَذَ الْمُصَدِّقُ اَعْلٰى مِنْهَا وَرَدَّ الْفَضْلَ اَوْ اَخَذَ دُوْنَهَا) وَاَخَذَ الْفَضْلَ، وَهٰذَا يَبْتَنِي عَلٰى اَنَّ اَخْذَ الْقِيمَةِ فِي بَابِ الزَّكَاةِ جَائِزٌ عِنْدَنَا عَلٰى مَا نَذْكُرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، اِلَّا اَنَّ فِي الْوَجْهِ الْاَوَّلِ لَهُ اَنْ لَا يَأْخُذَ وَيُطَالِبَ بِعَيْنِ الْوَاجِبِ اَوْ بِقِيمَتِهِ لِاَنَّهُ

شِرَاءٌ. وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي يُجْبَرُ لِأَنَّهُ لَا بَيْعَ فِيهِ بَلْ هُوَ إِعْطَاءٌ بِالْقِيمَةِ.

فرمایا: اور جس پر مسن واجب ہوا اور وہ نہیں پاتا تو مصدق اس سے اعلیٰ حاصل کرے اور زیادتی کو واپس پلٹا دے۔ یا کمتر کو لے کر اس میں اور زیادتی کر دے۔ اور یہ اس دلیل پر مبنی ہے کہ ہمارے ہاں زکوٰۃ میں قیمت لینا جائز ہے۔ ان شاء اللہ اس کو ہم بیان کریں گے۔ البتہ پہلی صورت میں مصدق کے لئے اختیار ہے کہ وہ اعلیٰ جانور نہ لے اور مالک سے عین کا طالب ہو یا اس کی قیمت طلب کرے کیونکہ یہ اس کا خریدنا ہے جبکہ دوسری صورت میں وہ جبر کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس میں بیع نہیں ہے بلکہ وہ قیمت کے ذریعے زکوٰۃ دینے والا ہے۔

قیمت کے ذریعے زکوٰۃ دینے کا بیان

(وَيَجُوزُ دَفْعُ الْقِيَمِ فِي الزَّكَاةِ) عِنْدَنَا وَكَذَا فِي الْكَفَّارَاتِ وَصَدَقَةِ الْفِطْرِ وَالْعُشْرِ وَالنَّذْرِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَجُوزُ اتِّبَاعًا لِلْمَنْصُوصِ كَمَا فِي الْهَدَايَا وَالضَّحَايَا. وَلَنَا أَنَّ الْأَمْرَ بِالْأَدَاءِ إِلَى الْفَقِيرِ إِيصَالًا لِلرِّزْقِ الْمَوْعُودِ إِلَيْهِ فَيَكُونُ إِبْطَالًا لِقَيْدِ الشَّاةِ وَصَارَ كَالْجِزْيَةِ، بِخِلَافِ الْهَدَايَا لِأَنَّ الْقُرْبَةَ فِيهَا إِرَاقَةُ الدَّمِ وَهُوَ لَا يُعْقَلُ. وَوَجْهُ الْقُرْبَةِ فِي الْمُتَنَازَعِ فِيهِ سَدُّ خَلَّةِ الْمُحْتَاجِ وَهُوَ مَعْقُولٌ.

اور زکوٰۃ میں قیمت دینا جائز ہے۔ یہ ہمارے نزدیک ہے۔ اور اسی طرح ہے جس طرح کفارات، صدقہ فطر، عشر اور نذر ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: نصوص کی اتباع کرتے ہوئے جائز نہیں ہے۔ جس طرح ہدی اور قربانی میں ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ امر بالاداء جو فقیر کی طرف ہے وہ اس کو رزق پہنچانا ہے جس کی طرف اس سے وعدہ کیا گیا ہے۔ پس وہ قید بکری سے وہ باطل ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ جزیہ کی طرح ہو گیا۔ بخلاف ہدی کے کیونکہ اس میں قربت خون کا بہانا ہے اور وہ غیر معقول ہے اور قربت کی دلیل جھگڑے میں اس کو روکنا محتاج کی احتیاط کے پیش نظر ہے۔ اور وہ معقول ہے۔

عوامل وحوامل وغیرہ میں زکوٰۃ کا بیان

(وَلَيْسَ فِي الْعَوَامِلِ وَالْحَوَامِلِ وَالْعَلُوفَةِ صَدَقَةٌ) خِلَافًا لِمَالِكٍ. لَهُ ظَوَاهِرُ النُّصُوصِ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَيْسَ فِي الْحَوَامِلِ وَالْعَوَامِلِ وَلَا فِي الْبَقَرِ الْمُثِيرَةِ صَدَقَةٌ)، وَلِأَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْمَالُ النَّامِي وَدَلِيلُهُ الْإِسَامَةُ أَوْ الْإِعْدَادُ لِلتِّجَارَةِ وَلَمْ يُوجَدْ، وَلِأَنَّ فِي الْعَلُوفَةِ تَتَرَاكَمُ الْمُؤْنَةُ فَيَنْعَدِمُ النَّمَاءُ مَعْنًى. ثُمَّ السَّائِمَةُ هِيَ الَّتِي تَكْتَفِي بِالرَّعْيِ فِي أَكْثَرِ الْحَوْلِ حَتَّى لَوْ عَلَفَهَا نِصْفَ الْحَوْلِ أَوْ أَكْثَرَ كَانَتْ عَلُوفَةً لِأَنَّ الْقَلِيلَ تَابِعٌ لِلْأَكْثَرِ.

عوامل، حوامل اور علوفہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے ان

کے نزدیک نصوص کے ظواہر ہیں۔اور ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔حوامل، عوامل اور ہل چلانے والے بیل میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔اور زکوٰۃ کا سبب وہ مال نامی ہے اور نامی کی دلیل سائمہ یا تجارت کے لئے استعمال کرنا ہے۔جبکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں پائی جاتی۔اور علوفہ کو کھلانے کا بوجھ برداشت کرنا ہے لہٰذا معنیٰ نامیت معدوم ہے اور سائمہ وہ ہے جو سال کے اکثر حصہ میں چرنے پر اکتفاء کرے یہاں تک کہ اگر جانور کو نصف سال یا اکثر سال باندھ کھلایا ہو تو وہ علوفہ ہے۔لہٰذا قلیل اکثر کے تابع ہے

مصدق کے درمیانہ مال لینے کا بیان

(وَلَا يَأْخُذُ الْمُصَدِّقُ خِيَارَ الْمَالِ وَلَا رَذَالَتَهُ وَيَأْخُذُ الْوَسَطَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا تَأْخُذُوا مِنْ حَزَرَاتِ أَمْوَالِ النَّاسِ) أَيْ كَرَائِمَهَا " (وَخُذُوا مِنْ حَوَاشِي أَمْوَالِهِمْ) أَيْ أَوْسَاطِهَا وَلِأَنَّ فِيهِ نَظَرًا مِنْ الْجَانِبَيْنِ ۔

اور مصدق اعلیٰ مال نہ پکڑے اور نہ ہی کمتر مال پکڑے۔بلکہ وہ درمیانہ مال لے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے مالوں میں سے اعلیٰ اور بہتر مال نہ لو۔(ابوداؤد) اور ان کے مالوں میں سے درمیانہ مال لو۔اور اس لئے بھی کہ اس میں دونوں اطراف کا خیال ہے۔

درمیان سال میں ملنے والے مال کو نصاب زکوٰۃ میں شامل کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَانَ لَهُ نِصَابٌ فَاسْتَفَادَ فِي أَثْنَاءِ الْحَوْلِ مِنْ جِنْسِهِ ضَمَّهُ إلَيْهِ وَزَكَّاهُ بِهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَضُمُّ لِأَنَّهُ أَصْلٌ فِي حَقِّ الْمِلْكِ فَكَذَا فِي وَظِيفَتِهِ، بِخِلَافِ الْأَوْلَادِ وَالْأَرْبَاحِ لِأَنَّهَا تَابِعَةٌ فِي الْمِلْكِ حَتَّى مُلِكَتْ بِمِلْكِ الْأَصْلِ ۔وَلَنَا أَنَّ الْمُجَانَسَةَ هِيَ الْعِلَّةُ فِي الْأَوْلَادِ وَالْأَرْبَاحِ لِأَنَّ عِنْدَهُمَا يَتَعَسَّرُ الْمَيْزُ فَيَعْسُرُ اعْتِبَارُ الْحَوْلِ لِكُلِّ مُسْتَفَادٍ، وَمَا شَرْطُ الْحَوْلِ إلَّا لِلتَّيْسِيرِ ۔

فرمایا: اور جس شخص کے پاس نصاب ہو پس اسے درمیان سال میں اسی جنس سے مال حاصل ہوا تو وہ اس مال کو پہلے مال کے ساتھ ملائے اور اس کی بھی زکوٰۃ ادا کرے۔اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ نہیں ملایا جائے گا۔کیونکہ وہ مال مالک کے حق میں اصل ہے لہٰذا یہ حکم کے اعتبار سے بھی اصل رہے گا۔بخلاف اولاد اور منافع کے کیونکہ اولاد ملکیت کے اعتبار سے اصل کے تابع ہے یہاں تک کہ اصل مملوک ہونے سے ان پر بھی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ مجانست ہی علت ہے جو اولاد اور منافع میں ہے۔کیونکہ ایک جنس ہونے کے وقت فرق کرنا مشکل ہے۔لہٰذا ہر مال مستفاد کے لئے الگ سال کا شمار کرنا مشکل ہے۔اور سال کی شرط تو صرف آسانی کے لئے بیان کی گئی ہے۔

عفو میں حکم زکوٰۃ کا بیان

قَالَ (وَالزَّكَاةُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ فِی النِّصَابِ دُوْنَ الْعَفْوِ) وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ فِیْهِمَا: حَتّٰی لَوْ هَلَكَ الْعَفْوُ وَبَقِیَ النِّصَابُ بَقِیَ كُلُّ الْوَاجِبِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ وَزُفَرَ یَسْقُطُ بِقَدْرِهِ ,لِمُحَمَّدٍ وَزُفَرَ اَنَّ الزَّكَاةَ وَجَبَتْ شُكْرًا لِنِعْمَةِ الْمَالِ وَالْكُلُّ نِعْمَةٌ .

وَلَهُمَا قَوْلُهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (فِیْ خَمْسٍ مِنَ الْاِبِلِ السَّائِمَةِ شَاةٌ وَلَیْسَ فِی الزِّیَادَةِ شَیْءٌ حَتّٰی تَبْلُغَ عَشْرًا) وَهٰكَذَا قَالَ فِیْ كُلِّ نِصَابٍ، وَنَفَی الْوُجُوبَ عَنِ الْعَفْوِ، وَلِاَنَّ الْعَفْوَ تَبَعٌ لِلنِّصَابِ، فَیُصْرَفُ الْهَلَاكُ اَوَّلًا اِلَی التَّبَعِ كَالرِّبْحِ فِیْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ، وَلِهٰذَا قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ: یُصْرَفُ الْهَلَاكُ بَعْدَ الْعَفْوِ اِلَی النِّصَابِ الْاَخِیْرِ ثُمَّ اِلَی الَّذِیْ یَلِیْهِ اِلٰی اَنْ یَنْتَهِیَ ,لِاَنَّ الْاَصْلَ هُوَ النِّصَابُ الْاَوَّلُ وَمَا زَادَ عَلَیْهِ تَابِعٌ .

وَعِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ یُصْرَفُ اِلَی الْعَفْوِ اَوَّلًا ثُمَّ اِلَی النِّصَابِ شَائِعًا .

فرمایا: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نصاب میں زکوٰۃ ہے عفو میں نہیں ہے جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نصاب اور عفو دونوں میں زکوٰۃ ہے۔ اگر عفو ہلاک ہوا اور نصاب باقی رہا تو شیخین کے نزدیک کل واجب باقی ہے۔ جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ وزفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہلاک شدہ مقدار کے حساب سے ساقط ہو جائے گی۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ وزفر رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ مال کی نعمت کے شکر کے طور پر واجب ہوئی ہے اور سارا مال نعمت ہے اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ سائمہ اونٹوں میں ایک اونٹ ہے اور زائد میں کچھ نہیں۔ حتیٰ دس تک پہنچ جائیں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اور نصاب میں اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا عفو کے وجوب کی نفی ہوئی اور یہ دلیل بھی ہے کہ عفو نصاب کے تابع ہے۔ لہٰذا ہلاک کو پہلے ہی تابع کی طرف پھیرا جائے گا۔ جس طرح مال مضاربت کے نفع کو پھیرا گیا ہے اور اسی دلیل کی وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہلاک کو عفو کے بعد دوسرے نصاب کی طرف پھیرا جائے گا۔ اس کے بعد اس نصاب کی طرف جو اس سے ملا ہوا ہے حتیٰ کہ نصاب مکمل ہو جائے۔ اس لئے کہ اصل تو پہلا نصاب ہے اور جو اس پر زیادہ ہوا وہ تابع ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اولاً کی عفو طرف پھیرا جائے گا۔ پھر شائع کے طریق پر پورے نصاب کی طرف پھیرا جائے گا۔

خارجیوں کے وصول زکوٰۃ کے باوجود زکوٰۃ وصول کرنے کا بیان

(وَاِذَا اَخَذَ الْخَوَارِجُ الْخَرَاجَ وَصَدَقَةَ السَّوَائِمِ لَا یُثَنّٰی عَلَیْهِمْ) لِاَنَّ الْاِمَامَ لَمْ یَحْمِهِمْ وَالْجِبَایَةُ بِالْحِمَایَةِ، وَاَفْتَوْا بِاَنْ یُعِیْدُوْهَا دُوْنَ الْخَرَاجِ فیما بینهم وبین الله تعالی فَلِاَنَّهُمْ

مَصَارِفُ الْخَرَاجِ لِكَوْنِهِمْ مُقَاتِلَةً، وَالزَّكَاةُ مَصْرِفُهَا الْفُقَرَاءُ وَهُمْ لَا يَصْرِفُونَهَا إِلَيْهِمْ. وَقِيلَ إِذَا نَوَى بِالدَّفْعِ التَّصَدُّقَ عَلَيْهِمْ سَقَطَ عَنْهُ، وَكَذَا الدَّفْعُ إِلَى كُلِّ جَائِرٍ لِأَنَّهُمْ بِمَا عَلَيْهِمْ مِنَ التَّبِعَاتِ فُقَرَاءُ، وَالْأَوَّلُ أَحْوَطُ.

اور اگر خارجیوں نے خراج اور سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ وصول کی تو لوگوں سے دوبارہ زکوٰۃ لی وصول کی جائے گی۔ کیونکہ امام نے لوگوں کا تحفظ نہیں کیا۔ جبکہ محصول مدد وحمایت پر ہے۔ اور فتویٰ یہ دیا جائیگا کہ لوگ زکوٰۃ کا اعادہ کریں خراج کا اعادہ نہ کریں۔ کیونکہ وہ (خوارج) خراج کا مصرف ہیں کیونکہ وہ لڑنے والے ہیں۔ اور زکوٰۃ کا مصرف فقراء ہیں۔ اور وہ (خوارج) ان پر (فقراء) خرچ نہ کریں گے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب کسی نے زکوٰۃ دیتے ہوئے صدقے کی نیت تو اس سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ اور اسی طرح ہر شخص کو دینا جائز ہے (جو ظالم ہے) کیونکہ یہ لوگ اپنے ظلم کی وجہ سے ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور فقیر ہیں۔ اور احتیاط پہلے قول میں ہے۔

بنو تغلب کے جزیے کا بیان

(وَلَيْسَ عَلَى الصَّبِيِّ مِنْ بَنِي تَغْلِبَ فِي سَائِمَتِهِ شَيْءٌ وَعَلَى الْمَرْأَةِ مِنْهُمْ مَا عَلَى الرَّجُلِ) لِأَنَّ الصُّلْحَ قَدْ جَرَى عَلَى ضِعْفِ مَا يُؤْخَذُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَيُؤْخَذُ مِنْ نِسَاءِ الْمُسْلِمِينَ دُونَ صِبْيَانِهِمْ

اور بنو تغلب کے بچے پر سائمہ میں کچھ واجب نہیں ہے اور ان کی عورتوں پر وہی واجب ہے جو ان کے مرد پر واجب ہے۔ کیونکہ صلح کا اجراء اس پر ہوا کہ جو مسلمانوں سے وصول کیا جاتا ہے اس کا دوگنا لیا جائے گا۔ اور مسلمانوں کی عورتوں سے وصول کیا جاتا ہے بچوں سے وصول نہیں کی جاتی۔

ہلاکت مال سے سقوط زکوٰۃ کا بیان

(وَإِنْ هَلَكَ الْمَالُ بَعْدَ وُجُوبِ الزَّكَاةِ سَقَطَتِ الزَّكَاةُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَضْمَنُ إِذَا هَلَكَ بَعْدَ التَّمَكُّنِ مِنَ الْأَدَاءِ لِأَنَّ الْوَاجِبَ فِي الذِّمَّةِ فَصَارَ كَصَدَقَةِ الْفِطْرِ وَلِأَنَّهُ مَنَعَهُ بَعْدَ الطَّلَبِ فَصَارَ كَالِاسْتِهْلَاكِ.

وَلَنَا أَنَّ الْوَاجِبَ جُزْءٌ مِنَ النِّصَابِ تَحْقِيقًا لِلتَّيْسِيرِ فَيَسْقُطُ بِهَلَاكِ مَحَلِّهِ كَدَفْعِ الْعَبْدِ بِالْجِنَايَةِ يَسْقُطُ بِهَلَاكِهِ وَالْمُسْتَحِقُّ فَقِيرٌ يُعَيِّنُهُ الْمَالِكُ وَلَمْ يَتَحَقَّقْ مِنْهُ الطَّلَبُ، وَبَعْدَ طَلَبِ السَّاعِي قِيلَ يَضْمَنُ وَقِيلَ لَا يَضْمَنُ لِانْعِدَامِ التَّفْوِيتِ، وَفِي الِاسْتِهْلَاكِ وُجِدَ التَّعَدِّي، وَفِي

هَلَاكِ الْبَعْضِ يَسْقُطُ بِقَدْرِهِ اعْتِبَارًا لَهُ بِالْكُلِّ .

اور اگر وجوب زکوٰۃ کے بعد مال ہلاک ہو گیا تو زکوٰۃ ساقط ہو گئی۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ جب مال کی ادائیگی پر قدرت پا لینے کے بعد ہلاک ہوا ہے تو وہ زکوٰۃ کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ زکوٰۃ جب ذمہ میں آتی ہے تو یہ صدقہ فطر کی طرح ہوتی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس نے طلب کے بعد زکوٰۃ کو روکا ہے۔ لہٰذا تلف ہونا تلف کرنے کے مشابہ ہو گیا۔ اور ہمارے نزدیک واجب نصاب کے جزء سے ہے۔ ثبوت آسانی کی بناء پر یہ جزء اپنے محل کے تلف ہونے کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا۔ جس طرح غلام کو جنایت کے بدلے میں دینا اس کی ہلاکت کو ساقط کر دیتا ہے۔ اور مستحق اس فقیر کو کہتے ہیں جس کی تعیین مالک کرے۔ اور ایسے فقیر کا مانگنا ثابت ہی نہیں ہوا۔ البتہ سائل کے مانگنے کے بعد یہ کہا گیا ہے کہ وہ ضامن ہوگا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ضامن نہ ہوگا۔ اس لئے کہ فوت کرنا ہی معدوم ہے اور تلف کرنے میں تعدی (زیادتی) پائی جاتی ہے۔ اور کل پر قیاس کرتے ہوئے بعض نصاب ہلاک ہونے میں اسی مقدار ساقط ہوگا۔

وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی کا بیان

(وَإِنْ قَدَّمَ الزَّكَاةَ عَلَى الْحَوْلِ وَهُوَ مَالِكٌ لِلنِّصَابِ جَازَ) لِأَنَّهُ أَدَّى بَعْدَ سَبَبِ الْوُجُوبِ فَيَجُوزُ كَمَا إِذَا كَفَّرَ بَعْدَ الْجُرْحِ، وَفِيهِ خِلَافُ مَالِكٍ (وَيَجُوزُ) (التَّعْجِيلُ لِأَكْثَرَ مِنْ سَنَةٍ) لِوُجُودِ السَّبَبِ، وَيَجُوزُ لِنُصُبٍ إِذَا كَانَ فِي مِلْكِهِ نِصَابٌ وَاحِدٌ خِلَافًا لِزُفَرَ لِأَنَّ النِّصَابَ الْأَوَّلَ هُوَ الْأَصْلُ فِي السَّبَبِيَّةِ وَالزَّائِدُ عَلَيْهِ تَابِعٌ لَهُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

اور اگر اس نے سال مکمل ہونے سے پہلے زکوٰۃ ادا کر دی اور وہ نصاب کا مالک بھی ہے تو جائز ہے۔ کیونکہ اس نے ادائیگی وجوب سبب کے بعد کی ہے لہٰذا جائز ہے۔ جس طرح کسی نے زخمی کرنے کے بعد کفارہ دیا ہو۔ اور اس میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ کا اختلاف ہے۔ اور ایک سال سے زیادہ جلدی کرنا بھی جائز ہے کیونکہ وجود سبب پایا گیا ہے۔ جب اس کی ملکیت میں ایک نصاب ہو تو بھی کئی نصابوں کی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ جبکہ اس میں حضرت امام زفر رحمۃ اللہ کا اختلاف ہے اس لئے کہ سبب ہونے میں پہلا نصاب ہی اصل ہے۔ اور جو اس سے زائد ہے وہ اسی کے تابع ہے۔ اللہ ہی سب سے بہتر جاننے والا ہے۔

باب زکوٰۃ المال

﴿یہ باب مال کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے﴾

زکوٰۃ المال کا معنی اور باب کی مطابقت فقہی کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ باب مال کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے مصنف جب ناطق مالوں کی زکوٰۃ سے فارغ ہوئے تو اب انہوں نے صامت مالوں کی زکوٰۃ کے بیان کو شروع کیا ہے۔ اور مصنف کا ناطق کو مقدم کرنا اس لئے ہے کیونکہ ناطق کی صامت پر فضیلت ہے۔ اور مال زکوٰۃ بھی کتاب الزکوٰۃ کی انواع میں سے ایک نوع ہے۔ اور کتاب میں ابواب جمع ہوتے ہیں۔ اور مال سے مراد مال تجارت ہے جس طرح نقدی ہوتی ہے۔ سامان تجارت اور اسی طرح دیگر تجارت کے اموال ہیں۔ اگرچہ مال ایسا اسم ہے جو سوائم وغیر سب کو شامل ہے۔ اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے۔ کہ بے شک مال ہر وہ چیز ہے جس کی انسان ملکیت رکھتا ہو۔ خواہ وہ دراہم سے ہو یا دنانیر سے ہو، یا گندم ہو یا جَو یا حیوان یا کپڑے ہوں یا ساز و سامان وغیرہ ہو۔ اور ثوری سے روایت ہے کہ مال سے مراد مال نصاب ہے۔ اور حضرت لیث سے روایت ہے کہ جسے اہل علاقہ مال کہیں اور مطرزی سے بھی اس طرح روایت کیا گیا ہے۔ کہ اصطلاح میں مال وہ ہے جس کو دشمن کے مقابلہ کے لئے جمع کیا جائے۔ اور صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ تھوڑے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ وہ کم ہے اور عرف میں اس پر مال اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کی جمع اموال آتی ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۸۵، حقانیہ ملتان)

فصل فی الفضة

﴿یہ فصل چاندی کے نصاب زکوٰۃ کے بیان میں ہے﴾

فصل فی الفضہ کی مطابقت فقہی کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ چاندی کو دوسری اشیاء پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اکثر لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھی جاتی ہے۔(اسی طرح سونے وغیرہ کی نسبت سے اس کا استعمال کثیر ہے کیونکہ سونے کا پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں ہے البتہ عورتیں اس کا استعمال کرتی ہیں۔جبکہ اس کے مقابلے میں چاندی مرد وعورت دونوں کے استعمال میں آتی ہے۔حتیٰ کہ لوگ قربانی کے جانوروں یا اپنے دیگر جانوروں کے گلے میں بھی بعض اوقات چاندی کی اشیاء بنوا کر ڈالتے ہیں۔اور اسی طرح چاندی کی تختیوں میں تعویذ بھی لپیٹ کر گلے میں باندھے جاتے ہیں۔آج کل کے دور میں قیمتی انعامات وشیلڈز وغیرہ میں بھی چاندی کا استعمال کیا جاتا ہے۔لہٰذا اسی وجہ سے اس کو مقدم ذکر کیا ہے تاکہ اس سے متعلق شرعی حکم بھی لوگوں پر واضح ہو جائے)۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ۳، ص ۱۱۷، بیروت)

چاندی کے نصاب زکوٰۃ کا بیان

(لَيْسَ فِيمَا دُونَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ صَدَقَةٌ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ) وَالْأُوقِيَّةُ أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا (فَإِذَا كَانَتْ مِائَتَيْنِ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ) (لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَتَبَ إِلَى مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ خُذْ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ، وَمِنْ كُلِّ عِشْرِينَ مِثْقَالًا مِنْ ذَهَبٍ نِصْفَ مِثْقَالٍ).

دوسو دراہم سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانچ اوقیہ سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔(سنن دار قطنی) اور ایک اوقیہ چالیس دراہم کا ہوتا ہے۔لہٰذا جب دوسو ہو جائیں اور ان پر سال گزر جائے تو ان پر پانچ دراہم واجب ہیں۔اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ ہر دوسو پر پانچ دراہم وصول کریں۔(سنن دار قطنی) اور ہر بیس مثقال سونے میں نصف مثقال وصول کریں۔

دوسو دراہم سے زائد میں نصاب زکوٰۃ کا بیان

قَالَ (وَلَا شَيْءَ فِي الزِّيَادَةِ حَتَّى تَبْلُغَ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا فَيَكُونُ فِيهَا دِرْهَمٌ ثُمَّ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا: مَا زَادَ عَلَى الْمِائَتَيْنِ فَزَكَاتُهُ بِحِسَابِهِ، وَهُوَ قَوْلُ

الشَّافِعِيّ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ فِي حَدِيثِ عَلِيّ (وَمَا زَادَ عَلَى الْمِائَتَيْنِ فَبِحِسَابِهِ) وَلِأَنَّ الزَّكَاةَ وَجَبَتْ شُكْرًا لِنِعْمَةِ الْمَالِ، وَاشْتِرَاطُ النِّصَابِ فِي الِابْتِدَاءِ لِتَحَقُّقِ الْغِنَى وَبَعْدَ النِّصَابِ فِي السَّوَائِمِ تَحَرُّزًا عَنِ التَّشْقِيصِ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ فِي حَدِيثِ مُعَاذٍ (لَا تَأْخُذْ مِنَ الْكُسُورِ شَيْئًا) وَقَوْلُهُ فِي حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ (وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ الْأَرْبَعِينَ صَدَقَةٌ) وَلِأَنَّ الْحَرَجَ مَدْفُوعٌ، وَفِي إيجَابِ الْكُسُورِ ذَلِكَ لِتَعَذُّرِ الْوُقُوفِ، وَالْمُعْتَبَرُ فِي الدَّرَاهِمِ وَزْنُ سَبْعَةٍ، وَهُوَ أَنْ تَكُونَ الْعَشَرَةُ مِنْهَا وَزْنَ سَبْعَةِ مَثَاقِيلَ، بِذَلِكَ جَرَى التَّقْدِيرُ فِي دِيوَانِ عُمَرَ وَاسْتَقَرَّ الْأَمْرُ عَلَيْهِ .

امام قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ زائد پر کچھ واجب نہیں۔حتیٰ کہ چالیس تک پہنچ جائیں تو اس پر ایک درہم ہوگا۔پھر ہر چالیس دراہم پر ایک درہم ہوگا۔یہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ دوسو سے زائد پر زکوٰۃ اسی حساب کے مطابق ہوگی۔اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ والی روایت میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔اور جو دوسو سے زائد ہو اس میں اسی کے حساب سے زکوٰۃ ہے۔(سنن ابوداؤد) کیونکہ زکوٰۃ نعمت مال کے شکرانے کے لئے واجب ہوئی ہے اور ابتداء میں نصاب کی شرط ثبوت غناء کے لئے ہے۔اور سوائم کے اندر نصاب کے بعد حصوں سے بچنے کے لئے ہے۔اور سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے۔کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی روایت میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔کسور سے کچھ نہ پکڑو۔(سنن دار قطنی) اور حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔چالیس سے کم پر صدقہ نہیں ہے۔(سنن نسائی، ابن حبان، مستدرک) کیونکہ شرعی طور پر حرج کو دور کیا گیا ہے۔حالانکہ کسور واجب کرنے کی وجہ سے حرج ہوگا۔کیونکہ کسور سے واقف ہونا متعذر ہے۔اور دراہم میں وزن سبعہ معتبر ہے۔اور وزن سبعہ یہ ہے کہ دس دراہم سات مثقال کے وزن کے برابر ہوں۔اسی قیاس کے مطابق سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دفتر میں اجراء حکم تھا۔اور اسی حکم کو باقی رہنے دیا گیا۔

سونے چاندی کے سکوں کی زکوٰۃ کا بیان

(وَإِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الْوَرِقِ الْفِضَّةَ فَهُوَ فِي حُكْمِ الْفِضَّةِ، وَإِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهَا الْغِشَّ فَهُوَ فِي حُكْمِ الْعُرُوضِ يُعْتَبَرُ أَنْ تَبْلُغَ قِيمَتُهُ نِصَابًا) لِأَنَّ الدَّرَاهِمَ لَا تَخْلُو عَنْ قَلِيلِ غِشٍّ لِأَنَّهَا لَا تَنْطَبِعُ إلَّا بِهِ وَتَخْلُو عَنْ الْكَثِيرِ، فَجَعَلْنَا الْغَلَبَةَ فَاصِلَةً وَهُوَ أَنْ يَزِيدَ عَلَى النِّصْفِ اعْتِبَارًا لِلْحَقِيقَةِ، وَسَنَذْكُرُهُ فِي الصَّرْفِ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، إلَّا أَنَّ فِي غَالِبِ الْغِشِّ لَا بُدَّ مِنْ نِيَّةِ التِّجَارَةِ كَمَا فِي سَائِرِ الْعُرُوضِ، إلَّا إذَا كَانَ تَخْلُصُ مِنْهَا فِضَّةٌ تَبْلُغُ نِصَابًا لِأَنَّهُ لَا يُعْتَبَرُ فِي عَيْنِ الْفِضَّةِ الْقِيمَةُ وَلَا نِيَّةُ التِّجَارَةِ .

ترجمہ اور جب کسی سکے میں چاندی غالب ہو تو وہ چاندی کے حکم میں ہوگا۔ اور جب اس میں کھوٹ غالب ہو تو وہ سامان کے حکم میں ہوں گے۔ اگر ان کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ دراہم تھوڑی بہتی کھوٹ سے خالی نہیں ہوتے کیونکہ وہ کھوٹ کے بغیر ڈھلنے والا ہی نہیں ہے۔ البتہ دراہم زیادہ کھوٹ سے خالی ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم نے غلبے کو فاصل قرار دیا ہے۔ اور غلبے کی تعریف یہ ہے کہ اس کی حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے وہ نصف سے زائد ہو۔ اس کو ہم ان شاء اللہ کتاب الصرف میں بیان کریں گے۔ لیکن کھوٹ کے غلبے کی صورت میں تجارت کی نیت لازمی ہے۔ جس طرح تمام اسباب میں ہے۔ لیکن جب اس سے چاندی کی مقدار نصاب نکالا جا سکتا ہو۔ کیونکہ عین چاندی میں قیمت و نیت کا اعتبار نہیں ہے۔

فَصْلٌ فِی الذَّهَبِ

﴿یہ فصل سونے کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے﴾

فصل فی زکوٰۃ ذہب کی مطابقت کا بیان

مصنف نے اس فصل میں سونے کی زکوٰۃ کو بیان کیا ہے۔اور چاندی کی زکوٰۃ کو اس پر مقدم کیا ہے کیونکہ چاندی کو خریدنے میں لوگوں کی کثرت سے تعداد ہے جبکہ سونے چاندی کی نسبت مہنگا ہوتا ہے۔اور اس کو خریدنے تک لوگوں کی رسائی بہت کم ہوتی ہے۔لہذا جس نصاب سے لوگوں کا واسطہ تعداد میں زیادہ پڑتا ہے مصنف نے اس کو مقدم ذکر کیا ہے اور قلیل تعلق والے کو اس سے مؤخر ذکر کیا ہے۔البتہ اہمیت ماہیت میں بہر حال سونا چاندی سے افضل ہے۔اور لوگوں کے ہاں بھی سونے کا معیار چاندی سے کہیں زیادہ ہے۔

سونے کی زکوٰۃ میں نصاب کا بیان

(لَيْسَ فِيمَا دُونَ عِشْرِينَ مِثْقَالًا مِنَ الذَّهَبِ صَدَقَةٌ .فَإِذَا كَانَتْ عِشْرِينَ مِثْقَالًا فَفِيهَا نِصْفُ مِثْقَالٍ) لِمَا رَوَيْنَا وَالْمِثْقَالُ مَا يَكُونُ كُلُّ سَبْعَةٍ مِنْهَا وَزْنَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَهُوَ الْمَعْرُوفُ (ثُمَّ فِي كُلِّ أَرْبَعَةِ مَثَاقِيلَ قِيرَاطَانِ) لِأَنَّ الْوَاجِبَ رُبْعُ الْعُشْرِ وَذَلِكَ فِيمَا قُلْنَا إذْ كُلُّ مِثْقَالٍ عِشْرُونَ قِيرَاطًا (وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ أَرْبَعَةِ مَثَاقِيلَ صَدَقَةٌ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَعِنْدَهُمَا تَجِبُ بِحِسَابِ ذَلِكَ وَهِيَ مَسْأَلَةُ الْكُسُورِ، وَكُلُّ دِينَارٍ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ فِي الشَّرْعِ فَيَكُونُ أَرْبَعَةُ مَثَاقِيلَ فِي هَذَا كَأَرْبَعِينَ دِرْهَمًا .

قَالَ (وَفِي تِبْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَحُلِيِّهِمَا وَأَوَانِيهِمَا الزَّكَاةُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا تَجِبُ فِي حُلِيِّ النِّسَاءِ وَخَاتَمِ الْفِضَّةِ لِلرِّجَالِ لِأَنَّهُ مُبْتَذَلٌ فِي مُبَاحٍ فَشَابَهَ ثِيَابَ الْبِذْلَةِ .

وَلَنَا أَنَّ السَّبَبَ مَالٌ نَامٍ وَدَلِيلُ النَّمَاءِ مَوْجُودٌ وَهُوَ الْإِعْدَادُ لِلتِّجَارَةِ خِلْقَةً، وَالدَّلِيلُ هُوَ الْمُعْتَبَرُ بِخِلَافِ الثِّيَابِ .

جو سونا بیس مثقال سے تھوڑا ہو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔لہذا جب وہ بیس مثقال ہو تو نصف مثقال اس میں زکوٰۃ ہے۔اسی حدیث کی وجہ سے جسے ہم نے بیان کیا ہے۔اور مثقال کی تعریف یہ ہے کہ ہر سات مثقال دس دراہم کے برابر ہوں اور

ہیکل عرف عام ہے۔اس کے بعد ہر چار مثقال پر دو قیراط ہیں۔کیونکہ چالیسواں حصہ ہی واجب ہے۔اور یہ اسی میں ہوگا جس طرح ہم نے کہا ہے۔کیونکہ ہر مثقال میں قیراط کا ہوتا ہے۔اور حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار مثقال سے تھوڑے پر کوئی زکوۃ نہیں ہے۔جبکہ صاحبین کے نزدیک اسی حساب سے زکوۃ واجب ہے اور یہ بھی مسئلہ کسور ہے۔اور شریعت کے مطابق ہر دینار دس دراہم کا ہے۔لہٰذا اس میں چار مثقال چالیس دراہم کی طرح ہوں گے۔

فرمایا: کوئی والے سونے اور چاندی اور ان کے زیورات اور برتنوں میں زکوۃ واجب ہے۔جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ عورتوں کے زیور اور مردوں کی چاندی کی انگوٹھی پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔کیونکہ وہ مباح چیز میں مصروف ہونے والا ہے۔لہٰذا یہ روزمرہ کپڑوں میں مصروف ہونے کی طرح ہوگا۔اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سبب زکوۃ مال نامی ہے اور اس میں نمو کی دلیل پائی جاتی ہے۔اور وہ تجارت کے لئے پیدائشی طور پر پایا جاتا ہے۔اور دلیل یہی اعتبار کی جائے گی۔کپڑوں والی دلیل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

فَصْلٌ فِی الْعُرُوضِ

﴿یہ فصل مال تجارت کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے﴾

مال تجارت والی فصل کی مطابقت کا بیان

یہ فصل عروض یعنی مال تجارت کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے عروض کی عین کو ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ اور عرض کی جمع ہے۔ اور اس کا معنی قیمتی مال ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو نقد نہ ہو۔ اور عرض کو جب دونوں یعنی فتحہ کے ساتھ پڑھیں تو اس سے مراد حطام دنیا ہے۔ اسی طرح صحاح اور مغرب میں ہے۔ اور اگر اس کے راء کو سکون کے ساتھ پڑھیں تو اس کا معنی متاع ہے۔ اور ہر وہ چیز جو دراہم ودنانیر کے بدلے میں ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کو سکون راء کے ساتھ پڑھنا اولیٰ نہیں بلکہ واجب ہے۔ کیونکہ اس میں ان اموال کے احکام ہیں جو دراہم ودنانیر اور حیوانات کے سوا ہیں۔ (البنایہ شرح الہدایہ ج ۴ ص ۱۰۱ حقانیہ ملتان)

مال تجارت کی زکوٰۃ کا بیان

(اَلزَّکَاۃُ وَاجِبَۃٌ فِی عُرُوضِ التِّجَارَۃِ کَائِنَۃً مَا کَانَتْ إِذَا بَلَغَتْ قِیمَتُهَا نِصَابًا مِنْ الْوَرِقِ أَوْ الذَّهَبِ) لِقَوْلِهِ عَلَیْهِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ فِیهَا (یُقَوِّمُهَا فَیُؤَدِّی مِنْ کُلِّ مِائَتَیْ دِرْهَمٍ خَمْسَۃَ دَرَاهِمَ)، وَلِأَنَّهَا مُعَدَّۃٌ لِلِاسْتِنْمَاءِ بِإِعْدَادِ الْعَبْدِ فَأَشْبَهَ الْمُعَدَّ بِإِعْدَادِ الشَّرْعِ، وَتُشْتَرَطُ نِیَّۃُ التِّجَارَۃِ لِیَثْبُتَ الْإِعْدَادُ،

ثُمَّ قَالَ (یُقَوِّمُهَا بِمَا هُوَ أَنْفَعُ لِلْمَسَاکِینِ) احْتِیَاطًا لِحَقِّ الْفُقَرَاءِ قَالَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ: وَهَذَا رِوَایَۃٌ عَنْ أَبِی حَنِیفَۃَ وَفِی الْأَصْلِ خَیَّرَهُ لِأَنَّ الثَّمَنَیْنِ فِی تَقْدِیرِ قِیَمِ الْأَشْیَاءِ بِهِمَا سَوَاءٌ، وَتَفْسِیرُ الْأَنْفَعِ أَنْ یُقَوِّمَهَا بِمَا تَبْلُغُ نِصَابًا. وَعَنْ أَبِی یُوسُفَ أَنَّهُ یُقَوِّمُهَا بِمَا اشْتَرَی إِنْ کَانَ الثَّمَنُ مِنْ النُّقُودِ لِأَنَّهُ أَبْلَغُ فِی مَعْرِفَۃِ الْمَالِیَّۃِ، وَإِنْ اشْتَرَاهَا بِغَیْرِ النُّقُودِ قَوَّمَهَا بِالنَّقْدِ الْغَالِبِ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ یُقَوِّمُهَا بِالنَّقْدِ الْغَالِبِ عَلَی کُلِّ حَالٍ کَمَا فِی الْمَغْصُوبِ وَالْمُسْتَهْلَکِ.

📖 مال تجارت کے سامان میں زکوٰۃ واجب ہے۔ خواہ سامان کسی طرح کا بھی ہو اس شرط کے ساتھ کہ اس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچنے والی ہو۔ اس لئے کہ مال تجارت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سامان کی قیمت لگائی جائے پھر ہر دو سو دراہم میں سے پانچ دراہم زکوٰۃ ادا کرے۔ (سنن ابوداؤد) کیونکہ بندہ جب تجارت کرتا ہے تو یہ تجارت کرنا

سامان کے لئے طلب نمو ہے۔ لہٰذا یہ طلب نمو شریعت والے طلب نمو کی طرح ہو گیا۔ اور تجارت کی نیت اس لئے شرط ہے تاکہ نامی ہونا ثابت ہو جائے۔

اس کے بعد صاحب قدوری نے کہا ہے۔ کہ سامان کی قیمت ایسی نقدی سے لگائی جائے جس سے مسکینوں کو فائدہ ہو۔ فقراء کے حق میں احتیاط کی وجہ سے یہ حکم ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے جبکہ مبسوط میں مالک کو اختیار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ چیزوں کی قیمت کا اندازہ کرنے میں دونوں نقد برابر ہیں۔ اور زیادہ نفع بخش تفسیر یہ ہے کہ ایسی نقدی کے ساتھ قیمت لگائے جس کے ساتھ اندازہ کرنے میں نصاب برابر ہو جائے۔ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ سامان کی قیمت اسی نقدی کے ساتھ لگائے جس نقدی سے اس نے خریداری کی تھی۔ لیکن شرط یہ کہ ثمن نقدی سے دی ہو۔ کیونکہ مالیت کو پہچاننے میں یہ سب سے زیادہ وسیع ہے۔ اور اگر اس نے سامان نقدی کے سوا کسی دوسری چیز سے خریداری کر کے لیا ہے تو پھر اس طرح کی نقدی سے اندازہ کرے جو سب زیادہ چلنے والی ہو۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہر حالت میں غالب نقدی کے ساتھ قیمت کا اندازہ کیا جائے گا۔ جس طرح غصب شدہ اور ہلاک شدہ سامان میں کیا جاتا ہے۔

سال کے ابتداء وانتہاء میں کامل نصاب والے مال کی زکوٰۃ کا بیان

(وَاِذَا كَانَ النِّصَابُ كَامِلًا فِي طَرَفَيِ الْحَوْلِ فَنُقْصَانُهُ فِيمَا بَيْنَ ذٰلِكَ لَا يُسْقِطُ الزَّكَاةَ) لِاَنَّهُ يَشُقُّ اعْتِبَارُ الْكَمَالِ فِي اَثْنَائِهِ اَوْ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ فِي ابْتِدَائِهِ لِلانْعِقَادِ وَتَحَقُّقِ الْغِنَى وَفِي انْتِهَائِهِ لِلْوُجُوبِ، وَلَا كَذٰلِكَ فِيمَا بَيْنَ ذٰلِكَ لِاَنَّهُ حَالَةُ الْبَقَاءِ، بِخِلَافِ مَا لَوْ هَلَكَ الْكُلُّ حَيْثُ يَبْطُلُ حُكْمُ الْحَوْلِ، وَلَا تَجِبُ الزَّكَاةُ لِانْعِدَامِ النِّصَابِ فِي الْجُمْلَةِ، وَلَا كَذٰلِكَ فِي الْمَسْاَلَةِ الْاُولٰى لِاَنَّ بَعْضَ النِّصَابِ بَاقٍ فَيَبْقَى الِانْعِقَادُ۔

📖 اور جب سال کی دونوں اطراف میں نصاب مکمل ہو جبکہ اس کے درمیان نصاب کم ہو تو وہ زکوٰۃ کو ساقط کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ دوران سال نصاب کو پورا رکھنے میں مشقت ہے۔ البتہ ابتدائے سال میں اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ (سبب) منعقد ہو جائے۔ اور غناء ثابت ہو جائے۔ اور انتہاء سال میں بھی اس لئے پورا ہونا ضروری ہے تاکہ وجوب ثابت رہے۔ اور درمیان یہ شرط نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اس کی حالت بقاء ہے۔ بخلاف اس حالت کہ جب کل مال ہی ہلاک ہو گیا ہو۔ تو سال کا حکم بھی باطل ہو جائے گا۔ اور زکوٰۃ بھی واجب نہ ہو گی۔ کیونکہ نصاب کلی طور پر معدوم ہے جبکہ پہلے مسئلہ میں حکم اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں کچھ نصاب باقی ہے۔ لہٰذا انعقاد بھی باقی رہے گا۔

قیمت سامان کو سونے چاندی کی قیمت سے ملا کر نصاب بنانے کا بیان

قَالَ (وَتُضَمُّ قِيمَةُ الْعُرُوضِ اِلَى الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ حَتّٰى يَتِمَّ النِّصَابُ) لِاَنَّ الْوُجُوبَ فِي الْكُلِّ بِاعْتِبَارِ التِّجَارَةِ وَاِنْ افْتَرَقَتْ جِهَةُ الْاِعْدَادِ (وَيُضَمُّ الذَّهَبُ اِلَى الْفِضَّةِ) لِلْمُجَانَسَةِ مِنْ حَيْثُ

الثَّمَنِيَّةُ، وَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ صَارَ سَبَبًا، ثُمَّ يُضَمُّ بِالْقِيمَةِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَعِنْدَهُمَا بِالْاَجْزَاءِ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْهُ، حَتّٰى اِنَّ مَنْ كَانَ لَهُ مِائَةُ دِرْهَمٍ وَخَمْسَةُ مَثَاقِيلَ ذَهَبٍ تَبْلُغُ قِيمَتُهَا مِائَةَ دِرْهَمٍ فَعَلَيْهِ الزَّكَاةُ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا، هُمَا يَقُولَانِ الْمُعْتَبَرُ فِيهِمَا الْقَدْرُ دُوْنَ الْقِيمَةِ حَتّٰى لَا تَجِبَ الزَّكَاةُ فِي مَصُوغٍ وَزْنُهُ اَقَلُّ مِنْ مِائَتَيْنِ وَقِيمَتُهُ فَوْقَهَا، هُوَ يَقُولُ: اِنَّ الضَّمَّ لِلْمُجَانَسَةِ وَهِيَ تَتَحَقَّقُ بِاعْتِبَارِ الْقِيمَةِ دُوْنَ الصُّورَةِ فَيُضَمُّ بِهَا .

اور سامان تجارت کی قیمت کو سونے اور چاندی کے ساتھ ملائیں تا کہ نصاب مکمل ہو جائے۔ اس لئے کہ ان تمام میں وجوب زکوٰۃ تجارت کے اعتبار کے ساتھ ہے۔ اگر چہ بڑھنے اور نمو کی جہت الگ ہے۔ اور سونے کو چاندی کے ملایا جائے گا اس لئے کہ ثمن میں یہ دونوں ایک جنس سے ہیں۔ اسی دلیل کی بناء پر وہ سبب زکوٰۃ ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قیمت کے ساتھ ملانا ہے۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اجزاء کے ساتھ ملانا ہے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔ یہاں تک کہ جو شخص سو دراہم رکھتا ہو۔ اور پانچ مثقال ایسا سونا ہو کہ جس کی قیمت سو دراہم کو پہنچتی ہو۔ تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ جبکہ صاحبین کا اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سونے چاندی میں وزن کا اعتبار کیا جائے گا۔ قیمت معتبر نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ ایسے ڈھلے ہوئے برتن میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی جس کا وزن دو (۲) سو دراہم سے تھوڑا ہو۔ اور اس کی قیمت دو سو دراہم سے زیادہ ہو۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک جنس ہونے کی وجہ سے ملانا ہے۔ اور قیمت کے اعتبار سے ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ صورت کے اعتبار سے ثابت نہیں ہوتا لہٰذا اس کو قیمت کے ساتھ ملایا جائے گا۔ اللہ ہی سب سے بہتر جاننے والا ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ يَمُرُّ عَلَى الْعَاشِرِ

﴿یہ باب عاشر کے پاس سے گزرنے والے کے بیان میں ہے﴾

عاشر کے پاس سے گزرنے والے باب کی مطابقت کا بیان

یہ باب کتاب الزکوٰۃ کی اتباع میں اسی طرح مصنف نے ذکر کیا ہے جس طرح مبسوط اور جامع صغیر کی شرح میں اس باب کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور مناسبت کی دلیل ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ عشر گزرنے والے مسلم سے لیا جاتا ہے اور یہ بعینہ زکوٰۃ ہے۔ البتہ جس طرح عاشر مسلمان سے وصول کرتا ہے اسی طرح ذمی اور مستأمن سے بھی وصول کرتا ہے۔ اور ان دونوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کرتا اسی وجہ سے کتاب الزکوٰۃ کو اس سے مقدم ذکر کیا اور اس کو کتاب الزکوٰۃ سے مؤخر ذکر کیا ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، ۴، ص ۱۰۱، حقانیہ ملتان)

انکار کرنے والے کا قول یمین کے ساتھ قبول کیا جائے گا:

(إِذَا مَرَّ عَلَى الْعَاشِرِ بِمَالٍ فَقَالَ أَصَبْتُهُ مُنْذُ أَشْهُرٍ أَوْ عَلَيَّ دَيْنٌ وَحَلَفَ صُدِّقَ) وَالْعَاشِرُ مَنْ نَصَبَهُ الْإِمَامُ عَلَى الطَّرِيقِ لِيَأْخُذَ الصَّدَقَاتِ مِنَ التُّجَّارِ، فَمَنْ أَنْكَرَ مِنْهُمْ تَمَامَ الْحَوْلِ أَوْ الْفَرَاغَ مِنَ الدَّيْنِ كَانَ مُنْكِرًا لِلْوُجُوبِ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ مَعَ الْيَمِينِ (وَكَذَا إِذَا قَالَ: أَدَّيْتُهَا إِلَى عَاشِرٍ آخَرَ)، وَمُرَادُهُ إِذَا كَانَ فِي تِلْكَ السَّنَةِ عَاشِرٌ آخَرُ، لِأَنَّهُ ادَّعَى وَضْعَ الْأَمَانَةِ مَوْضِعَهَا بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَكُنْ عَاشِرٌ آخَرُ فِي تِلْكَ السَّنَةِ، لِأَنَّهُ ظَهَرَ كَذِبُهُ بِيَقِينٍ.

جب تاجر اپنا مال لے کر عاشر کے پاس سے گزرا۔ پس اس نے کہا کہ میں نے چند ماہ سے اس کو پایا ہے یا مجھ پر قرض ہے۔ اور اس نے قسم کھائی تو اس کی بات تسلیم کر لی جائے گی۔ اور عاشر وہ آدمی ہے جس کو امام نے راستوں پر مقرر کیا ہوتا کہ وہ تاجروں سے صدقات وصول کرے۔ پس ان میں سے جس نے سال پورا ہونے یا قرض سے فراغت کا انکار کیا تو وہ وجوب کا انکار کرنے والا ہوگا اور انکار کرنے والے کا قول قسم کے ساتھ قبول کر لیا جاتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور اسی طرح اگر اس شخص نے کہا کہ میں نے عشر دوسرے عشر وصول کرنے والے کو دیا ہے۔ جبکہ اس سال کوئی دوسرا عشر وصول کرنے والا ہو۔ تو اس کا یہ دعویٰ امانت کو اس جگہ پر رکھنے والا ہے۔ مگر جب اس سال کوئی دوسرا عشر وصول کرنے والا ہی نہیں ہے تو پھر اس کا جھوٹ یقین کے ساتھ ظاہر ہو گیا۔

تاجر کا قول کہ اس نے عشر فقراء کو ادا کر دیا:

(وَكَذَا إِذَا قَالَ: أَدَّيْتُهَا أَنَا) يَعْنِي إِلَى الْفُقَرَاءِ فِي الْمِصْرِ، لِأَنَّ الْأَدَاءَ كَانَ مُفَوَّضًا إِلَيْهِ فِيهِ، وَوِلَايَةُ الْأَخْذِ بِالْمُرُورِ لِدُخُولِهِ تَحْتَ الْحِمَايَةِ، وَكَذَا الْجَوَابُ فِي صَدَقَةِ السَّوَائِمِ فِي ثَلَاثَةِ فُصُولٍ، وَفِي الْفَصْلِ الرَّابِعِ وَهُوَ مَا إِذَا قَالَ: أَدَّيْتُ بِنَفْسِي إِلَى الْفُقَرَاءِ فِي الْمِصْرِ لَا يُصَدَّقُ وَإِنْ حَلَفَ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُصَدَّقُ، لِأَنَّهُ أَوْصَلَ الْحَقَّ إِلَى الْمُسْتَحِقِّ. وَلَنَا أَنَّ حَقَّ الْأَخْذِ لِلسُّلْطَانِ فَلَا يَمْلِكُ إِبْطَالَهُ بِخِلَافِ الْأَمْوَالِ الْبَاطِنَةِ. ثُمَّ قِيلَ الزَّكَاةُ هُوَ الْأَوَّلُ وَالثَّانِي سِيَاسَةٌ.

وَقِيلَ هُوَ الثَّانِي وَالْأَوَّلُ يَنْقَلِبُ نَفْلًا وَهُوَ الصَّحِيحُ، ثُمَّ فِيمَا يُصَدَّقُ فِي السَّوَائِمِ وَأَمْوَالِ التِّجَارَةِ لَمْ يَشْتَرِطْ إِخْرَاجَ الْبَرَاءَةِ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ، وَشَرَطَهُ فِي الْأَصْلِ وَهُوَ رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، لِأَنَّهُ ادَّعَى، وَلِصِدْقِ دَعْوَاهُ عَلَامَةٌ فَيَجِبُ إِبْرَازُهَا. وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّ الْخَطَّ يُشْبِهُ الْخَطَّ فَلَا يُعْتَبَرُ عَلَامَةً.

اور ایسے ہی جب وہ کہے کہ میں خود صدقہ ادا کر چکا ہوں یعنی شہر کے فقیروں کو ادا کر چکا ہوں۔ اس لئے کہ شہر کے فقراء کو ادا کرنا اسی کے ذمہ پر تھا اور عاشر کو جو گزرنے کی وجہ سے ولایت حاصل تھی یہ تاجر اس کی حمایت میں شامل ہو گیا ہے۔ اور صدقہ سوائم کی تینوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔ اور چوتھی صورت میں یہ ہے کہ اس نے کہا کہ شہر کے فقراء کو میں نے خود ادا کر دیا ہے۔ تو ہرگز تسلیم نہ کیا جائے گا خواہ اس نے قسم کھائی ہو۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ تسلیم کر لیا جائے گا کیونکہ اس نے حقدار تک حق پہنچا دیا ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سوائم کی زکوٰۃ لینے کا حق بادشاہ کو حاصل ہے لہٰذا یہ شخص اس حق کو باطل کرنے کی ملکیت نہیں رکھتا۔ جبکہ باطنی اموال میں ایسا نہیں ہے۔ پھر یہ کہا گیا ہے کہ زکوٰۃ تو اولاً ہے اور دوسری طریقہ تو بطور سیاست ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنا طریقہ ثانی ہے جبکہ اولاً تو نفل (زائد (زکوٰۃ، مال) کو منتقل کرنا ہے۔ اور یہی صحیح روایت ہے۔ اور جامع صغیر میں برأت کے اظہار کی شرط نہیں لگائی بلکہ سوائم کی صورتوں اور تجارت کے مالوں میں اس کے قول کو تسلیم کر جائے گا۔ اور مبسوط میں شرط بیان کی گئی ہے۔ اور حضرت امام حسن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت کیا ہے۔ اس لئے کہ اس نے جو دعویٰ کیا ہے یہی اس کے دعویٰ کے سچا ہونے کی علامت ہے۔ لہٰذا اس کو ظاہر کرنا واجب ہے۔ اور پہلے کی دلیل یہ ہے کہ ایک خط دوسرے خط کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

تصدیق عشر وغیرہ میں مسلمان وذمی کے لئے ایک جیسا حکم ہوگا:

قَالَ (وَمَا صُدِّقَ فِيهِ الْمُسْلِمُ صُدِّقَ فِيهِ الذِّمِّيُّ)، لِأَنَّ مَا يُؤْخَذُ مِنْهُ ضِعْفُ مَا يُؤْخَذُ مِنَ الْمُسْلِمِ فَتُرَاعَى تِلْكَ الشَّرَائِطُ تَحْقِيقًا لِلتَّضْعِيفِ (وَلَا يُصَدَّقُ الْحَرْبِيُّ إِلَّا فِي الْجَوَارِي

يَقُولُ: هُنَّ أُمَّهَاتُ اَوْلَادِي، اَوْ غِلْمَانٍ مَعَهُ يَقُولُ: هُمْ اَوْلَادِي) لِاَنَّ الْاَخْذَ مِنْهُ بِطَرِيقِ الْحِمَايَةِ وَمَا فِي يَدِهِ مِنَ الْمَالِ يَحْتَاجُ اِلَى الْحِمَايَةِ غَيْرَ اَنَّ اِقْرَارَهُ بِنَسَبِ مَنْ فِي يَدِهِ مِنْهُ صَحِيحٌ، فَكَذَا بِأُمُومِيَّةِ الْوَلَدِ لِاَنَّهَا تَبْتَنِي عَلَيْهِ فَانْعَدَمَتْ صِفَةُ الْمَالِيَّةِ فِيهِنَّ، وَالْاَخْذُ لَا يَجِبُ اِلَّا مِنَ الْمَالِ .

اور جن صورتوں میں مسلمان کے قول تسلیم کیا جاتا ہے ان میں ذمی کی تصدیق کی جائے گی۔ کیونکہ جو ذمی سے لیا جاتا ہے وہ اس سے دوگنا ہوتا ہے جو مسلمان سے لیا جاتا ہے۔ لہٰذا زیادتی ثابت کرنے کے لئے بھی شرائط کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور حربی کی تصدیق صرف باندیوں سے ہوگی۔ البتہ جب وہ کہتا ہے کہ یہ میری اولاد کی مائیں ہیں۔ یا ان لڑکوں سے تصدیق ہوگی جو اس کے ساتھ ہیں اور وہ کہتا ہے کہ یہ میری اولاد ہے۔ اس لئے کہ حربی سے عشر لینے کا سبب اس کی مدد وحفاظت ہے۔ اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس کی مدد وحفاظت کا محتاج ہے۔ ہاں البتہ جو شخص اس کے قبضہ میں ہے اس کے نسب کا اقرار اسی کی جانب سے ہوگا۔ اور ام ولد کا اقرار بھی اسی طرح ہوگا۔ (قاعدہ فقہیہ) اس لئے کہ ام ولد ہونے کی بناء ولد کا ہونا ہے۔ لہٰذا جب باندیوں میں مال ہونے کی صفت معدوم ہوئی تو عشر واجب نہ ہوا۔ ہاں البتہ مال سے ہوگا۔

مسلم، ذمی اور حربی کے عشر کا بیان

قَالَ (وَيُؤْخَذُ مِنَ الْمُسْلِمِ رُبْعُ الْعُشْرِ وَمِنَ الذِّمِّيِّ نِصْفُ الْعُشْرِ وَمِنَ الْحَرْبِيِّ الْعُشْرُ) هٰكَذَا اَمَرَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سُعَاتَهُ (وَاِنْ مَرَّ حَرْبِيٌّ بِخَمْسِينَ دِرْهَمًا لَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُ شَيْءٌ اِلَّا اَنْ يَكُونُوا يَأْخُذُونَ مِنَّا مِنْ مِثْلِهَا) لِاَنَّ الْاَخْذَ مِنْهُمْ بِطَرِيقِ الْمُجَازَاةِ، بِخِلَافِ الْمُسْلِمِ وَالذِّمِّيِّ لِاَنَّ الْمَأْخُوذَ زَكَاةٌ اَوْ ضِعْفُهَا فَلَا بُدَّ مِنَ النِّصَابِ وَهٰذَا فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ، وَفِي كِتَابِ الزَّكَاةِ لَا نَأْخُذُ مِنَ الْقَلِيلِ وَاِنْ كَانُوا يَأْخُذُونَ مِنَّا مِنْهُ لِاَنَّ الْقَلِيلَ لَمْ يَزَلْ عَفْوًا وَلِاَنَّهُ لَا يَحْتَاجُ اِلَى الْحِمَايَةِ .

فرمایا: اور مسلمان سے عشر کا چوتھائی حصہ وصول کیا جائے گا جبکہ ذمی سے نصف عشر اور حربی سے مکمل عشر وصول کیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے نمائندہ کو اسی طرح حکم دیا تھا۔ اور اگر حربی پچاس دراہم کے ساتھ گزرے تو اس سے کچھ نہ وصول کیا جائے ہاں البتہ اس قلیل مال سے وہ ہم سے لیتے ہیں۔ کیونکہ حربیوں سے وصول کرنا بدلے کے اعتبار سے ہے، بہ خلاف مسلمان کے اور ذمی کے کیونکہ جوان سے لیا جاتا ہے وہ زکوٰۃ ہے یا زکوٰۃ سے زیادہ ہے۔ کیونکہ نصاب کا ہونا ضروری ہے یہ مسئلہ جامع صغیر کتاب الزکوٰۃ میں ہے کہ حربی کے مال سے کچھ مت لو۔ اگرچہ حربی ہم سے اسی طرح مال سے لیتے ہیں۔ کیونکہ قلیل مال میں ہمیشہ معافی ہے اور یہ دلیل بھی ہے کہ قلیل مال حفاظت کا محتاج بھی نہیں ہوتا۔

دوسودراہم والے حربی عشر لیا جائے گا:

قَالَ (وَاِنْ مَرَّ حَرْبِيٌّ بِمِائَتَيْ دِرْهَمٍ وَلَا يُعْلَمُ كَمْ يَأْخُذُونَ مِنَّا نَأْخُذُ مِنْهُ الْعُشْرَ) لِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: فَإِنْ اَعْيَاكُمْ فَالْعُشْرُ (وَاِنْ عُلِمَ اَنَّهُمْ يَأْخُذُونَ مِنَّا رُبُعَ الْعُشْرِ اَوْ نِصْفَ الْعُشْرِ نَأْخُذُ بِقَدْرِهِ، وَاِنْ كَانُوا يَأْخُذُونَ الْكُلَّ لَا نَأْخُذُ الْكُلَّ)' لِاَنَّهُ غَدْرٌ (وَاِنْ كَانُوا لَا يَأْخُذُونَ اَصْلًا لَا نَأْخُذُ) لِيَتْرُكُوا الْاَخْذَ مِنْ تُجَّارِنَا وَلِاَنَّا اَحَقُّ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ .

اور جب حربی دوسودراہم لے کر گزرے اور اسے یہ معلوم نہیں کہ وہ لوگ ہم سے کس قدر وصول کرتے ہیں تو عاشر اس سے عشر وصول کرے گا۔ کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہ تمہیں پریشان کریں تو ان سے عشر وصول کرو۔ اور اگر اسے معلوم ہو کہ ہم سے عشر کا چوتھائی یا اس کا نصف وصول کیا جاتا ہے تو ہمارا عاشر اسی قدر ان سے وصول کرے۔ اور اگر معلوم ہو کہ حربی لوگ ہم سے سارا مال لے لیتے ہیں تو ہمارا عاشر سارا مال وصول نہ کرے گا کیونکہ یہ ان سے عہد شکنی ہوگی۔ اور اگر حربی لوگ ہم سے کچھ نہ لیتے ہوں تو ہمارا عاشر بھی کچھ وصول نہ کرے تاکہ وہ ہمارے تاجروں سے لینا ترک کردیں اور یہ دلیل بھی ہے کہ ہم اچھے اخلاق کے زیادہ حقدار ہیں۔

حربی سے وصولی کے بعد دوبارہ عشر وصول نہ کیا جائے:

قَالَ (وَاِنْ مَرَّ حَرْبِيٌّ عَلَى عَاشِرٍ فَعَشَرَهُ ثُمَّ مَرَّ مَرَّةً اُخْرٰى لَمْ يَعْشُرْهُ حَتّٰى يَحُولَ الْحَوْلُ)' لِاَنَّ الْاَخْذَ فِي كُلِّ مَرَّةٍ اسْتِئْصَالُ الْمَالِ وَحَقُّ الْاَخْذِ لِحِفْظِهِ، وَلِاَنَّ حُكْمَ الْاَمَانِ الْاَوَّلِ بَاقٍ، وَبَعْدَ الْحَوْلِ يَتَجَدَّدُ الْاَمَانُ' لِاَنَّهُ لَا يُمَكَّنُ مِنَ الْاِقَامَةِ اِلَّا حَوْلًا، وَالْاَخْذُ بَعْدَهُ لَا يَسْتَأْصِلُ الْمَالَ (فَاِنْ عَشَرَهُ فَرَجَعَ اِلَى دَارِ الْحَرْبِ ثُمَّ خَرَجَ مِنْ يَوْمِهِ ذٰلِكَ عَشَرَهُ اَيْضًا)' لِاَنَّهُ رَجَعَ بِاَمَانٍ جَدِيدٍ .وَكَذَا الْاَخْذُ بَعْدَهُ لَا يُفْضِي اِلَى الْاِسْتِئْصَالِ .

فرمایا: اور اگر حربی کا گزر ایسے عاشر پر ہوا جس نے اس سے عشر وصول کرلیا۔ پھر وہ حربی دوبارہ اسی مقام سے گزرا تو اس سے دوبارہ عشر نہ لیا جائے گا۔ حتیٰ کہ سال اس کی طرف لوٹ آئے۔ کیونکہ ہر مرتبہ عشر وصول کرنا تو مال کو بنیاد سے ہی ختم کرنا ہے۔ حالانکہ وصول عشر حفاظت مال کی وجہ سے ہے۔ اور یہ دلیل بھی ہے کہ پہلے امان کا حکم باقی ہے۔ اور امان سال گزرنے کے بعد نئے حکم کے ساتھ ہوگی کیونکہ حربی کو ٹھہرنے کا حق صرف ایک سال کے لئے دیا گیا ہے۔ اور سال کے بعد عشر وصول کرنا استیصال نہیں ہے۔ اور اگر اس عشر وصول کرلیا پھر وہ دارالحرب کی طرف واپس گیا پھر وہ اسی دن واپس آگیا تو بھی اس سے عشر وصول کیا جائے گا کیونکہ وہ نئی امان کے ساتھ آیا ہے اور اسی طرح اس کے بعد عشر وصول کرنا استیصال کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔

شراب وسور کے عشر کے بارے میں فقہی بیان

(وَإِنْ مَرَّ ذِمِّيٌّ بِخَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ عَشَرَ الْخَمْرَ دُوْنَ الْخِنْزِيْرِ) وَقَوْلُهُ عَشَرَ الْخَمْرَ: أَيْ مِنْ قِيمَتِهَا . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا يَعْشُرُهُمَا، لِأَنَّهُ لَا قِيمَةَ لَهُمَا . وَقَالَ زُفَرُ: يَعْشُرُهُمَا لِاسْتِوَائِهِمَا فِي الْمَالِيَّةِ عِنْدَهُمْ . وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ: يَعْشُرُهُمَا إِذَا مَرَّ بِهِمَا جُمْلَةً كَأَنَّهُ جَعَلَ الْخِنْزِيرَ تَبَعًا لِلْخَمْرِ، فَإِنْ مَرَّ بِكُلٍّ وَاحِدٍ عَلَى الِانْفِرَادِ عَشَرَ الْخَمْرَ دُوْنَ الْخِنْزِيرِ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى الظَّاهِرِ أَنَّ الْقِيمَةَ فِي ذَوَاتِ الْقِيَمِ لَهَا حُكْمُ الْعَيْنِ وَالْخِنْزِيرُ مِنْهَا، وَفِي ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ لَيْسَ لَهَا هٰذَا الْحُكْمُ وَالْخَمْرُ مِنْهَا، وَلِأَنَّ حَقَّ الْأَخْذِ لِلْحِمَايَةِ وَالْمُسْلِمُ يَحْمِي خَمْرَ نَفْسِهِ لِلتَّخْلِيلِ فَكَذَا يَحْمِيهَا عَلَى غَيْرِهِ وَلَا يَحْمِي خِنْزِيرَ نَفْسِهِ بَلْ يَجِبُ تَسْيِيبُهُ بِالْإِسْلَامِ فَكَذَا لَا يَحْمِيهِ عَلَى غَيْرِهِ .

اور اگر ذمی شراب یا سور لے کر گزرا تو شراب سے عشر وصول کیا جائے گا۔ خنزیر سے وصول نہیں کیا جائے گا۔ اور مصنف (صاحب متن) کے قول "عشر الخمر" کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قیمت سے دسواں حصہ لیا جائے گا۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان دونوں سے عشر وصول نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ ان دونوں کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اور حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ان دونوں کا عشر وصول کیا جائے۔ کیونکہ یہ دونوں مالیت میں کفار کے نزدیک برابر ہے۔ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دونوں کا عشر لیا جائے گا مگر جب وہ ایک ساتھ لے کر جائے۔ لہٰذا انہوں نے خنزیر کو شراب کے تابع کر دیا ہے۔ اور اگر وہ دونوں کا علیحدہ علیحدہ لے کر گزرا تو صرف شراب (قیمت) کا عشر وصول کیا جائے گا۔ خنزیر کا عشر وصول نہ کیا جائے گا۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق اس فرق کی دلیل یہ ہے کہ ذوات القیم میں قیمت کا حکم عین ذات کے حکم کی طرح ہے۔ اور خنزیر بھی ذوات القیم میں سے ہے۔ اور ذوات الامثال کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ اور شراب ذوات الامثال میں سے ہے۔ کیونکہ وصول عشر کا حق حمایت وحفاظت کی بناء پر ہے اور مسلمان سرکہ کرنے کے لئے اپنی ذاتی شراب کو محفوظ کرتا ہے۔ لہٰذا اسی طرح اپنے غیر کے لئے اس کی حفاظت کرے اور وہ اپنے خنزیر کی حفاظت نہیں کرے گا بلکہ مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا لازم ہے۔ لہٰذا ایسے ہی وہ غیر کی حفاظت نہ کرے گا۔

بنو تغلب کے بچے پر عاشر گزرے تو حکم زکوٰۃ کا بیان

(وَلَوْ مَرَّ صَبِيٌّ أَوْ امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي تَغْلِبَ بِمَالٍ فَلَيْسَ عَلَى الصَّبِيِّ شَيْءٌ، وَعَلَى الْمَرْأَةِ مَا عَلَى الرَّجُلِ) لِمَا ذَكَرْنَا فِي السَّوَائِمِ (وَمَنْ مَرَّ عَلَى عَاشِرٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ وَأَخْبَرَهُ أَنَّ لَهُ فِي مَنْزِلِهِ مِائَةً أُخْرَى قَدْ حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ لَمْ يُزَكِّ الَّتِي مَرَّ بِهَا) لِقِلَّتِهَا وَمَا فِي بَيْتِهِ لَمْ يَدْخُلْ تَحْتَ حِمَايَتِهِ (وَلَوْ مَرَّ بِمِائَتَيْ دِرْهَمٍ بِضَاعَةً لَمْ يَعْشُرْهَا)، لِأَنَّهُ غَيْرُ مَأْذُوْنٍ بِأَدَاءِ زَكَاتِهِ .

اور اگر بنوتغلب کا بچہ یا عورت مال لے کر گزری تو بچے پر کچھ واجب نہیں ہے اور عورت پر اسی طرح واجب ہے جس طرح مرد پر واجب ہوتا ہے۔ اس کی دلیل وہی ہے جو سوائم کے باب میں گزر چکی ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایک سو دراہم لے کر عاشر کے پاس سے گزرا اور اس نے عاشر کو یہ بھی بتایا کہ میرے گھر میں اس کے سوا ایک سو (۱۰۰) اور دراہم بھی موجود ہیں۔ اور اس پر بھی سال گزر گیا ہے۔ تو اس صورت میں عشر وصول کرنے اس دراہم کی زکوٰۃ نہ وصول کرے گا۔ کیونکہ قلیل ہے اور جو اس کے گھر میں ہیں وہ حفاظت کے اعتبار سے عاشر کی مد میں داخل نہیں ہوئے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص بضاعت (مال کا ایک حصہ) لے کر گزرا تو عاشر اس کا عشر وصول نہ کرے گا۔ اس لئے کہ اس شخص کو اس کی زکوٰۃ ادا کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

مضاربت کے حکم میں فقہی قیاس کا بیان

قَالَ (وَكَذَا الْمُضَارَبَةُ) يَعْنِي إِذَا مَرَّ الْمُضَارِبُ بِهِ عَلَى الْعَاشِرِ وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ أَوَّلًا يَعْشُرُهَا لِقُوَّةِ حَقِّ الْمُضَارِبِ حَتَّى لَا يَمْلِكَ رَبُّ الْمَالِ نَهْيَهُ عَنِ التَّصَرُّفِ فِيهِ بَعْدَ مَا صَارَ عُرُوضًا فَنَزَلَ مَنْزِلَةَ الْمَالِكِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مَا ذَكَرْنَا فِي الْكِتَابِ وَهُوَ قَوْلُهُمَا، لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالِكٍ وَلَا نَائِبٍ عَنْهُ فِي أَدَاءِ الزَّكَاةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي الْمَالِ رِبْحٌ يَبْلُغُ نَصِيبُهُ نِصَابًا فَيُؤْخَذُ مِنْهُ، لِأَنَّهُ مَالِكٌ لَهُ .

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔ کہ مضاربت کا بھی یہی حکم ہے۔ یعنی جب مضارب مال لے کر کر عاشر کے پاس سے گزرا تو حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عشر وصول کرنے والا اس سے زکوٰۃ وصول کرے گا۔ اس کی دلیل حق مضاربت کا قوی ہونا ہے۔ یہاں تک اس کے تجارتی مال ہو جانے کے بعد رب المال اس کو اس میں تصرف سے روکنے کا مالک نہیں ہوگا۔ لہٰذا مضارب مالک کے مرتبے میں ہو گیا پھر امام صاحب نے اس سے رجوع کر لیا جسے ہم نے کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اور صاحبین کا قول یہی ہے کیونکہ مضارب نہ مالک ہے اور ادائے زکوٰۃ میں نہ اس کا خلیفہ ہے۔ ہاں البتہ مال میں اس قدر فائدہ ہو کہ اس کا حصہ نصاب تک پہنچ جائے تو اس میں وصول کیا جائے گا کیونکہ اب مضارب اس کے لئے ملکیت رکھتا ہے۔

عبد ماذون سے عشر وصول کرنے کا بیان

(وَلَوْ مَرَّ عَبْدٌ مَأْذُونٌ لَهُ بِمِائَتَيْ دِرْهَمٍ وَلَيْسَ عَلَيْهِ دَيْنٌ عَشَرَهُ) وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا أَدْرِي أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ رَجَعَ عَنْ هٰذَا أَمْ لَا .

وَقِيَاسُ قَوْلِهِ الثَّانِي فِي الْمُضَارَبَةِ وَهُوَ قَوْلُهُمَا أَنَّهُ لَا يَعْشُرُهُ، لِأَنَّ الْمِلْكَ فِيمَا فِي يَدِهِ لِلْمَوْلَى وَلَهُ التَّصَرُّفُ فَصَارَ كَالْمُضَارِبِ .وَقِيلَ فِي الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا أَنَّ الْعَبْدَ يَتَصَرَّفُ لِنَفْسِهِ حَتَّى لَا يَرْجِعَ بِالْعُهْدَةِ عَلَى الْمَوْلَى فَكَانَ هُوَ الْمُحْتَاجَ إِلَى الْحِمَايَةِ، وَالْمُضَارِبُ يَتَصَرَّفُ بِحُكْمِ النِّيَابَةِ حَتَّى يَرْجِعَ بِالْعُهْدَةِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ فَكَانَ رَبُّ الْمَالِ هُوَ الْمُحْتَاجَ .

فَلَا یَکُوْنُ الرُّجُوْعُ فِی الْمُضَارِبِ رُجُوْعًا مِنْهُ فِی الْعَبْدِ وَاِنْ کَانَ مَوْلَاهُ مَعَهٗ یُؤْخَذُ مِنْهُ، لِاَنَّ الْمِلْکَ لَهٗ اِلَّا اِذَا کَانَ عَلَی الْعَبْدِ دَیْنٌ یُحِیْطُ بِمَالِهٖ لِانْعِدَامِ الْمِلْکِ اَوْ لِلشُّغْلِ ۔

اور اگر تجارت میں اذن شدہ غلام دوسو (۲۰۰) درا ہم لے کر عاشر کے ہاں سے گزرا اور اس غلام پر قرض بھی نہیں ہے تو عاشر اس سے عشر وصول کرے گا۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے حضرت امام اعظم نے اس رجوع کر لیا تھا یا نہیں کیا تھا اور مضاربت کے مسئلہ میں حضرت امام اعظم کے دوسرے قول پر قیاس اس طرح ہوگا۔ کہ عاشر اس سے عشر وصول نہ کرے۔ اور صاحبین کا قول بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ غلام کے پاس جتنا بھی ہے وہ سب مالک کا ہے۔ اور اجازت شدہ غلام صرف تجارتی مال میں تصرف کا حق رکھتا ہے۔ لہٰذا عبد ماذون (تجارتی غلام) مضارب کی طرح ہو گیا۔ اور ان دونوں کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ غلام اپنے لئے تصرف کرتا ہے یہاں تک کہ مالک پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ اس طرح ماذون غلام حمایت کا محتاج ہے اور مضارب خلیفہ ہونے کی وجہ سے تصرف کرتا ہے۔ یہاں تک کہ تمام ذمہ داری رب المال پر لازم آتی ہے۔ تو اس صورت میں رب المال حمایت کا محتاج ہوا۔ لہٰذا حضرت امام اعظم کا مضارب کے مسئلہ میں رجوع کرنا ماذون غلام کے مسئلہ میں رجوع کرنے کو لازم نہیں۔ اور اگر ماذون غلام کے ساتھ اس کا مالک ہو تو اس سے عشر وصول کیا جائے گا۔ اس لئے کہ ملکیت تو اسی کی ہے۔ ہاں البتہ غلام پر اتنا قرض ہو کہ جو اس کے تمام مال کو گھیرے ہوئے ہو۔ کیونکہ مالک کی ملکیت یا معدوم ہوگی یا پھر مصروف ہوگی۔

خارجیوں کے عشر وصول کرنے کا بیان

(وَمَنْ مَرَّ عَلٰی عَاشِرِ الْخَوَارِجِ فِیْ اَرْضٍ قَدْ غَلَبُوْا عَلَیْهَا فَعَشَرَهٗ یُثَنّٰی عَلَیْهِ الصَّدَقَةُ) مَعْنَاهُ: اِذَا مَرَّ عَلٰی عَاشِرِ اَهْلِ الْعَدْلِ، لِاَنَّ التَّقْصِیْرَ جَاءَ مِنْ قِبَلِهٖ حَیْثُ اِنَّهٗ مَرَّ عَلَیْهِ ۔

اور اگر کوئی ایسی جگہ رہتا ہے جہاں خارجی مسلط ہیں اور وہ خارجیوں کے عاشر کے پاس سے گزرا۔ اور خارجیوں کے عاشر نے اس سے عشر وصول کر لیا ہے۔ تو دوبارہ اس سے صدقہ وصول کیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اہل عدل کے عاشر کے پاس سے گزرے اور جب وہ کسی خارجی عاشر کے پاس سے گزرا ہے تو اس میں قصور اس کا ہے۔

بَابُ الْمَعْدِنِ وَالرِّكَازِ

﴿یہ باب کانوں اور دفینوں کے بیان میں ہے﴾

باب المعدن کی مطابقت فقہی کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی عِشْلیہ لکھتے ہیں کہ معدن عدن سے بنا ہے۔ اس کا معنی ہے۔ اقامت ہے۔ جس طرح کہا ہے کہ ''عَدَنَ بِالْمَكَانِ اِذَا اَقَامَ بِهِ'' وہ مکان میں جب قیام پذیر ہوا۔ اور اسی سے جنات عدن ہے کہ یہ ہر چیز کا مرکز ہوتا ہے۔ اور اہل لغت نے کہا ہے کہ معدن کا اصل میں معنی یہ ہے کہ کسی مکان میں مقید ہو کر استقرار پکڑنا ہے۔ پھر یہ معدن کا لفظ ان چیزوں سے متعلق مشہور ہوگیا ہے جو قرار پکڑنے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو زمین کی تخلیق کے دن بنایا تھا۔ حتیٰ کہ لفظ ابتدائی طور پر ہی بغیر کسی قرینے کے ان اشیاء کی طرف منتقل ہوگیا۔ اور کنز اور ثابت شدہ مال کو کہتے ہیں جو لوگوں کے فعل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور رکاز عام ہے اور یہ ''رکز'' سے بنا ہے اور مفہوم عام ہے خواہ اس کو انسان نے رکھا ہو یا اللہ تعالیٰ نے کو اس کو پوشیدہ کیا ہو۔ اور ان کا حقیقی معنی مشترک ہے جو دفینوں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ (فتح القدیر، ج ۴، ص ۱۲۵، بیروت)

سونے چاندی کے دفینوں میں خمس کا بیان

قَالَ (مَعْدِنُ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ اَوْ حَدِيدٍ اَوْ رَصَاصٍ اَوْ صُفْرٍ وُجِدَ فِي اَرْضِ خَرَاجٍ اَوْ عُشْرٍ فَفِيهِ الْخُمُسُ) عِنْدَنَا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِيهِ، لِاَنَّهُ مُبَاحٌ سَبَقَتْ يَدُهُ اِلَيْهِ كَالصَّيْدِ اِلَّا اِذَا كَانَ الْمُسْتَخْرَجُ ذَهَبًا اَوْ فِضَّةً فَيَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ، وَلَا يُشْتَرَطُ الْحَوْلُ فِي قَوْلٍ، لِاَنَّهُ نَمَاءٌ كُلُّهُ وَالْحَوْلُ لِلتَّنْمِيَةِ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ) وَهُوَ مِنَ الرَّكْزِ فَاُطْلِقَ عَلَى الْمَعْدِنِ وَلِاَنَّهَا كَانَتْ فِي اَيْدِي الْكَفَرَةِ فَحَوَتْهَا اَيْدِينَا غَلَبَةً فَكَانَتْ غَنِيمَةً.

وَفِي الْغَنَائِمِ الْخُمُسُ بِخِلَافِ الصَّيْدِ، لِاَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي يَدِ اَحَدٍ اِلَّا اَنَّ لِلْغَانِمِينَ يَدًا حُكْمِيَّةً لِثُبُوتِهَا عَلَى الظَّاهِرِ، وَاَمَّا الْحَقِيقِيَّةُ فَلِلْوَاجِدِ فَاعْتَبَرْنَا الْحُكْمِيَّةَ فِي حَقِّ الْخُمُسِ وَالْحَقِيقَةَ فِي حَقِّ الْاَرْبَعَةِ الْاَخْمَاسِ حَتّٰى كَانَتْ لِلْوَاجِدِ

سونے یا چاندی، لوہے، رنگ یا پیتل کی وہ کان جو خراجی یا عشری زمین میں پائی گئی تو اس میں ہمارے نزدیک خمس ہے۔ جبکہ امام شافعی عِشْلیہ نے کہا کہ اس پر کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک مباح چیز ہے جو پہلی مرتبہ اسے ملی ہے جس طرح شکار ہے ہاں البتہ جب کان نکالی گئی چیز سونا یا چاندی ہو تو اس میں زکوۃ واجب ہو جائے گی۔ اور ایک قول کے مطابق سال گز

بھی ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ مال تو سارے کا سارا نمو ہی ہے اور سال گزرنے کی شرط نمو کی وجہ سے تھی۔ جبکہ ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ رکاز میں خمس ہے (ائمہ ستہ) اور رکاز، رکز سے مشتق ہے لہٰذا معدن پر بھی اس کا اطلاق ہوا۔ کیونکہ یہ کانیں کفار کے قبضہ میں تھیں۔ اور جب ہمارا غلبہ ان پر ہوگیا تو یہ کانیں غنیمت میں آگئیں اور غنائم میں خمس ہوتا ہے بہ خلاف شکار کے کیونکہ شکار کسی کے قبضہ میں نہیں ہوتا۔ البتہ غازیوں کا قبضہ بطور حکم قبضہ تھا جو اس کے ظاہری ثبوت کی وجہ سے تھا۔ اور حقیقت میں قبضہ اس شخص کا ہوا جس نے اسے پایا ہے لہٰذا ہم نے خمس کے حق میں حکم قبضے کا اعتبار کیا ہے۔ اور چار خمس کے حق میں قبضہ حقیقی کا اعتبار کیا ہے حتیٰ کہ جب وہ اس کو پانے والا ہو۔

اپنے گھر میں پائے گئے دفینے کا بیان

(وَلَوْ وَجَدَ فِي دَارِهِ مَعْدِنًا فَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا فِيهِ الْخُمُسُ لِإِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا وَلَهُ أَنَّهُ مِنْ أَجْزَاءِ الْأَرْضِ مُرَكَّبٌ فِيهَا وَلَا مُؤْنَةَ فِي سَائِرِ الْأَجْزَاءِ فَكَذَا فِي هَذَا الْجُزْءِ، لِأَنَّ الْجُزْءَ لَا يُخَالِفُ الْجُمْلَةَ، بِخِلَافِ الْكَنْزِ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُرَكَّبٍ فِيهَا (وَإِنْ وَجَدَهُ فِي أَرْضِهِ فَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ فِيهِ رِوَايَتَانِ) وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى إِحْدَاهُمَا وَهُوَ رِوَايَةُ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ أَنَّ الدَّارَ مُلِكَتْ خَالِيَةً عَنِ الْمُؤَنِ دُونَ الْأَرْضِ وَلِهَذَا وَجَبَ الْعُشْرُ، وَالْخَرَاجُ فِي الْأَرْضِ دُونَ الدَّارِ فَكَذَا هَذِهِ الْمُؤْنَةُ

اور اگر اس نے اپنے گھر میں معدن پایا تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ صاحبین نے کہا ہے کہ اس میں بھی خمس واجب ہے اس حدیث کے مطلق ہونے کی وجہ سے جسے ہم نے روایت کیا ہے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ معدن زمین کے اجزاء سے زمین کے اندر مرکب ہے۔ جبکہ زمین کے اجزاء میں کوئی مؤنت اور بار (پھل) نہیں ہے لہٰذا اس جز کے اندر بھی کسی بار کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اس دلیل کی وجہ سے جز اپنے کل سے مخالف نہیں ہوا کرتا۔ بہ خلاف کنز کے کیونکہ زمین میں مرکب نہیں ہوتا۔ اور اگر اس نے اپنی مملوکہ زمین میں معدن پایا تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس بارے میں دو روایات ہیں اور فرق کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ایک روایت جو جامع صغیر میں ہے وہ یہ ہے کہ وہ گھر اس طرح مملوک ہوا ہے کہ وہ تمام مشکلات واخراجات سے خالی ہے جبکہ زمین ایسی نہیں ہوتی اسی وجہ سے عشر اور خراج زمین میں واجب ہے جبکہ گھر میں واجب نہیں ہے۔ کیونکہ محض خرچ ہوگا۔

کنز کی زکوٰۃ کے وجوب کا بیان

(وَإِنْ وَجَدَ رِكَازًا) أَيْ كَنْزًا (وَجَبَ فِيهِ الْخُمُسُ) عِنْدَهُمْ لِمَا رَوَيْنَا وَاسْمُ الرِّكَازِ يَنْطَلِقُ عَلَى الْكَنْزِ لِمَعْنَى الرَّكْزِ وَهُوَ الْإِثْبَاتُ ثُمَّ إِنْ كَانَ عَلَى ضَرْبِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ كَالْمَكْتُوبِ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الشَّهَادَةِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ اللُّقَطَةِ وَقَدْ عُرِفَ حُكْمُهَا فِي مَوْضِعِهِ، وَإِنْ كَانَ عَلَى

ضَرْبِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ كَالْمَنْقُوشِ عَلَيْهِ الصَّنَمُ فَفِيهِ الْخُمُسُ عَلَى كُلِّ حَالٍ لِمَا بَيَّنَّا ثُمَّ اِنْ وَجَدَهُ فِي اَرْضٍ مُبَاحَةٍ فَاَرْبَعَةُ اَخْمَاسِهِ لِلْوَاجِدِ' لِاَنَّهُ تَمَّ الْاِحْرَازُ مِنْهُ اِذْ لَا عِلْمَ بِهِ لِلْغَانِمِينَ فَيَخْتَصُّ هُوَ بِهِ، وَاِنْ وَجَدَهُ فِي اَرْضٍ مَمْلُوكَةٍ، فَكَذَا الْحُكْمُ عِنْدَ اَبِي يُوسُفَ' لِاَنَّ الْاِسْتِحْقَاقَ بِتَمَامِ الْحِيَازَةِ وَهِيَ مِنْهُ، وَعِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ هُوَ لِلْمُخْتَطِّ لَهُ وَهُوَ الَّذِي مَلَّكَهُ الْاِمَامُ هٰذِهِ الْبُقْعَةَ اَوَّلَ الْفَتْحِ' لِاَنَّهُ سَبَقَتْ يَدُهُ اِلَيْهِ وَهِيَ يَدُ الْخُصُوصِ فَيَمْلِكُ بِهَا مَا فِي الْبَاطِنِ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى الظَّاهِرِ، كَمَنْ اصْطَادَ سَمَكَةً فِي بَطْنِهَا دُرَّةٌ مَلَكَ الدُّرَّةَ ثُمَّ بِالْبَيْعِ لَمْ تَخْرُجْ عَنْ مِلْكِهِ' لِاَنَّهُ مُودَعٌ فِيهَا بِخِلَافِ الْمَعْدِنِ' لِاَنَّهُ مِنْ اَجْزَائِهَا فَيَنْتَقِلُ اِلَى الْمُشْتَرِي وَاِنْ لَمْ يُعْرَفِ الْمُخْتَطُّ لَهُ يُصْرَفُ اِلَى اَقْصَى مَالِكٍ يُعْرَفُ فِي الْاِسْلَامِ عَلَى مَا قَالُوا وَلَوِ اشْتَبَهَ الضَّرْبُ يُجْعَلُ جَاهِلِيًّا فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ' لِاَنَّهُ الْاَصْلُ وَقِيلَ يُجْعَلُ اِسْلَامِيًّا فِي زَمَانِنَا لِتَقَادُمِ الْعَهْدِ

اور جس نے کنز (دفن شدہ مال) پایا۔ تو احناف ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس میں خمس واجب ہوگا۔ اسی حدیث کی بناء پر جس کو ہم روایت کر چکے ہیں۔ اور رکاز کا اطلاق کنز پر ہوتا ہے۔ کیونکہ رکز کا معنی اثبات ہے۔ پھر اگر یہ دفن شدہ مال اہل اسلام کی قسم میں سے ہے جس طرح اس پر کلمہ شہادت لکھا ہوا ہوتا ہے۔ تو یہ لقطہ کے حکم میں ہوگا۔ اور لقطہ کا حکم اس کے مقام پر پہچان لیا گیا ہے۔ اور اگر دفن شدہ مال اہل جاہلیت کے طرز پر ہے جیسا کہ اس پر بت کی تصویر ہو تو اس میں ہر حال میں خمس واجب ہے۔ اسی دلیل کی بنیاد پر جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر اس نے زمین مباح میں پایا تو چار خمس پانے والے کی طرح ہے۔ کیونکہ اپنی حفاظت میں لینا اسی کی جانب ہے۔ کیونکہ غازیوں کو تو اس کا علم بھی نہ تھا۔ لہٰذا یہی آدمی اس کے ساتھ خاص ہو گیا۔ اور اگر اس نے مملوکہ زمین میں پایا تو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ کیونکہ یہ حقدار اس وجہ سے ہوا ہے کہ اس کو اپنی حفاظت میں لایا ہے۔ اور یہ اسی آدمی سے پایا گیا ہے۔ اور شیخین کے نزدیک یہ مختط لہ (جس کے لئے خط کھینچا گیا ہو) کا ہے۔ اور مختط لہ وہ شخص ہے جس کو امام نے فتح سے پہلے زمین کا مالک بنا دیا ہو۔ کیونکہ مختط لہ کا ہاتھ اسی جانب بڑھ چکا ہے۔ اور یہ خاص قبضہ ہے لہٰذا اس قبضہ خاص کی وجہ سے اس چیز کا مالک ہوتا ہے اور جو زمین میں ہے اس کا بھی مالک یہی ہوگا۔ اگرچہ اس کا قبضہ ظاہر پر ہے۔ جس طرح کسی نے مچھلی کا شکار کیا جس کے پیٹ میں موتی ہے پھر فروخت کرنے کی وجہ سے یہ دفینہ اس کی ملکیت سے خارج نہ ہوگا۔ کیونکہ زمین کے ودیعت کیا ہوتا ہے۔ بہ خلاف کان کے کیونکہ وہ زمین اجزاء میں سے ہے لہٰذا معدن خریدار کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور اگر مختط لہ معلوم نہ ہو تو دفینہ آخری مالک کی طرف پھیرا جائے گا۔ جو اسلام میں پہنچانا جاتا ہے۔ متاخرین مشائخ کا قول بھی یہی ہے اور اگر ٹھیکہ مشتبہ ہو جائے تو ظاہری مذہب کے مطابق اس کو کفر قرار دیا جائے گا کیونکہ اس میں اصل یہی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسلامی قرار دیا جائے گا۔

دارالحرب میں امان کے ساتھ داخل ہونے والے کے رکاز کا حکم

(وَمَنْ دَخَلَ دَارَ الْحَرْبِ بِاَمَانٍ فَوَجَدَ فِي دَارِ بَعْضِهِمْ رِكَازًا رَدَّهُ عَلَيْهِمْ) تَحَرُّزًا عَنِ الْغَدْرِ، لِاَنَّ مَا فِي الدَّارِ فِي يَدِ صَاحِبِهَا خُصُوصًا (وَاِنْ وَجَدَهُ فِي الصَّحْرَاءِ فَهُوَ لَهُ)، لِاَنَّهُ لَيْسَ فِي يَدِ اَحَدٍ عَلَى الْخُصُوصِ فَلَا يُعَدُّ غَدْرًا وَلَا شَيْءَ فِيهِ، لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ مُتَلَصِّصٍ غَيْرِ مُجَاهِرٍ (وَلَيْسَ فِي الْفَيْرُوزَجِ الَّذِي يُوجَدُ فِي الْجِبَالِ خُمُسٌ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا خُمُسَ فِي الْحَجَرِ) (وَفِي الزِّئْبَقِ الْخُمُسُ) فِي قَوْلِ اَبِي حَنِيفَةَ آخِرًا وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ خِلَافًا لِاَبِي يُوسُفَ .

اور جو شخص امان کے ساتھ دارالحرب میں داخل ہو پھر اس نے کسی حربی کے ہاں رکاز پایا تو وہ اس رکاز کو مکان کے مالکوں کی طرف واپس کر دے۔ تاکہ وہ عذر اور عہد شکنی سے بچ جائے۔ کیونکہ جو چیز گھر میں موجود ہوتی ہے وہ مالک ہی کے قبضہ میں ہوتی ہے اور اس نے رکاز دارالحرب کے صحراء میں پایا تو رکاز اسی پانے والا کا ہوگا کیونکہ یہ کسی خاص کے قبضہ میں نہیں ہے۔ لہٰذا یہ عذر شمار نہ ہوگا۔ اور اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اس شخص کے درجے میں ہوگا جو خفیہ مال چوری کرتا ہے۔ اور وہ فیروز (قیمتی موتی) جو پہاڑوں میں پایا جاتا ہے اس میں خمس نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پتھر میں خمس نہیں ہے۔ (کامل ابن عدی، ابن ابی شیبہ) اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے قول کے مطابق زیبق (الکحل، پارہ) میں خمس نہیں ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے جبکہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

عنبر وموتیوں میں خمس نہ ہونے کا بیان

(وَلَا خُمُسَ فِي اللُّؤْلُؤِ وَالْعَنْبَرِ) عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ: فِيهِمَا وَفِي كُلِّ حِلْيَةٍ تَخْرُجُ مِنَ الْبَحْرِ خُمُسٌ، لِاَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَخَذَ الْخُمُسَ مِنَ الْعَنْبَرِ .

وَلَهُمَا اَنَّ قَعْرَ الْبَحْرِ لَمْ يَرِدْ عَلَيْهِ الْقَهْرُ فَلَا يَكُونُ الْمَاْخُوذُ مِنْهُ غَنِيمَةً وَاِنْ كَانَ ذَهَبًا اَوْ فِضَّةً، وَالْمَرْوِيُّ عَنْ عُمَرَ فِيمَا دَسَرَهُ الْبَحْرُ وَبِهِ نَقُولُ (مَتَاعٌ وُجِدَ رِكَازًا فَهُوَ لِلَّذِي وَجَدَهُ وَفِيهِ الْخُمُسُ) مَعْنَاهُ: اِذَا وُجِدَ فِي اَرْضٍ لَا مَالِكَ لَهَا، لِاَنَّهُ غَنِيمَةٌ بِمَنْزِلَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

طرفین کے نزدیک عنبر اور موتی میں خمس نہیں ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان دونوں میں خمس ہے اور ہر وہ زیور جو سمندر سے نکلے اس میں خمس ہے۔ اس لئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خمس وصول کیا تھا۔ اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ سمندر کے جوش وخروش پر غلبہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا جو کچھ اس سے حاصل ہوگا وہ غنیمت نہ ہوگا خواہ وہ سونا چاندی ہی کیوں نہ ہو اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایسی صورت میں ہے جب سمندر نے اسے کنارے پر نکال پھینکا ہو اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔ لہٰذا سامان بطور رکاز پایا گیا ہے اور یہ اسی کا ہوگا جس نے اسے پایا ہے۔ اور اس میں خمس واجب ہے یعنی ایسی زمین سے حاصل کیا گیا ہے جس کا کوئی مالک نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مال سونے چاندی کے حساب سے غنیمت کے حکم میں ہے۔

بَابُ زَكَاةِ الزُّرُوعِ وَالثِّمَارِ

﴿یہ باب زمینی پیداوار اور پھلوں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے﴾

زکوٰۃ زروع کی مطابقت کا بیان

یہ باب زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے۔ جب مصنف نے عبادت مالیہ مطلقہ کے احکام بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے عبادت مالیہ مقیدہ کے احکام شروع کیے ہیں۔ (اور یہ عمومی عرف بھی ہے کہ مطلق مقید سے مقدم ہوتا ہے لہٰذا اس لئے اس کو مؤخر ذکر کیا ہے)۔ اور عشر کا مطلب یہ ہے کہ وہ مدد جو عرف میں پہچانی جائے۔ اور یہ مقید ہے جبکہ زکوٰۃ کا اطلاق بھی اس پر ہوتا ہے اور زکوٰۃ کو مصارف زکوٰۃ کی طرف پھیرا گیا ہے۔

علامہ بدرالدین کردری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ کی وجہ تسمیہ میں دو شرائط ہیں اور نصاب اور اس کا باقی رہنا ہے۔ لہٰذا اس کی بقا اس کی فرع ہے۔ اور فطرانے کو عشر پر اسی لئے مقدم نہیں کیا کیونکہ عشر کی ماسبت بالزکوٰۃ اس کی بہ نسبت مضبوط ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی بناء قدرت میسرہ ہے۔ اور ان کا سبب متحد ہے اور وہ مال ہے بہ خلاف فطرانے کے کیونکہ اس کا سبب رأس ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ۴، ص ۱۴۲، حقانیہ ملتان)

زمینی پیداوار سے عشر کا بیان

(قَالَ اَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: فِي قَلِيلِ مَا اَخْرَجَتْهُ الْاَرْضُ وَكَثِيرِهِ الْعُشْرُ، سَوَاءٌ سُقِيَ سَيْحًا اَوْ سَقَتْهُ السَّمَاءُ، اِلَّا الْحَطَبَ وَالْقَصَبَ وَالْحَشِيشَ. وَقَالَا: لَا يَجِبُ الْعُشْرُ اِلَّا فِيمَا لَهُ ثَمَرَةٌ بَاقِيَةٌ اِذَا بَلَغَ خَمْسَةَ اَوْسُقٍ، وَالْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا بِصَاعِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَلَيْسَ فِي الْخَضْرَاوَاتِ عِنْدَهُمَا عُشْرٌ) فَالْخِلَافُ فِي مَوْضِعَيْنِ: فِي اشْتِرَاطِ النِّصَابِ، وَفِي اشْتِرَاطِ الْبَقَاءِ.

لَهُمَا فِي الْاَوَّلِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ) وَلِاَنَّهُ صَدَقَةٌ فَيُشْتَرَطُ فِيهِ النِّصَابُ لِيَتَحَقَّقَ الْغِنَى.

وَلِاَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَا اَخْرَجَتْ الْاَرْضُ فَفِيهِ الْعُشْرُ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ) وَتَاْوِيلُ مَا رَوَيَاهُ زَكَاةُ التِّجَارَةِ، لِاَنَّهُمْ كَانُوا يَتَبَايَعُونَ بِالْاَوْسَاقِ وَقِيمَةُ الْوَسْقِ

أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا، وَلَا مُعْتَبَرَ بِالْمَالِكِ فِيهِ فَكَيْفَ بِصِفَتِهِ وَهُوَ الْغِنَى وَلِهَذَا لَا يُشْتَرَطُ الْحَوْلُ، لِأَنَّهُ لِلاسْتِنْمَاءِ وَهُوَ كُلُّهُ نَمَاءٌ.

وَلَهُمَا فِي الثَّانِي قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَيْسَ فِي الْخَضْرَاوَاتِ صَدَقَةٌ) وَالزَّكَاةُ غَيْرُ مَنْفِيَّةٍ فَتَعَيَّنَ الْعُشْرُ وَلَهُ مَا رَوَيْنَا، وَمَرْوِيُّهُمَا مَحْمُولٌ عَلَى صَدَقَةٍ يَأْخُذُهَا الْعَاشِرُ، وَبِهِ أَخَذَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِيهِ، لِأَنَّ الْأَرْضَ قَدْ تُسْتَنْمَى بِمَا لَا يَبْقَى وَالسَّبَبُ هِيَ الْأَرْضُ النَّامِيَةُ وَلِهَذَا يَجِبُ فِيهَا الْخَرَاجُ أَمَّا الْحَطَبُ وَالْقَصَبُ وَالْحَشِيشُ فَلَا تُسْتَنْبَتُ فِي الْجِنَانِ عَادَةً بَلْ تُنَقَّى عَنْهَا حَتَّى لَوْ اتَّخَذَهَا مُقَصَّبَةً أَوْ مُشَجَّرَةً أَوْ مَنْبَتًا لِلْحَشِيشِ يَجِبُ فِيهَا الْعُشْرُ، وَالْمُرَادُ بِالْمَذْكُورِ الْقَصَبُ الْفَارِسِيُّ أَمَّا قَصَبُ السُّكَّرِ وَقَصَبُ الذَّرِيرَةِ فَفِيهِمَا الْعُشْرُ، لِأَنَّهُ يُقْصَدُ بِهِمَا اسْتِغْلَالُ الْأَرْضِ، بِخِلَافِ السَّعَفِ وَالتِّبْنِ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الْحَبُّ وَالثَّمَرُ دُونَهُمَا.

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ہو۔ اور اسی طرح خواہ اسے جاری پانی یا بارش کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو۔ جبکہ نرکل، ایندھن اور گھاس میں نہیں۔ اور صاحبین نے کہا عشر صرف ان میں واجب ہے جن کا پھل باقی رہتا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ پانچ وسق ہو جائے۔ اور ایک وسق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع سے ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک سبزیوں میں عشر نہیں ہے۔ یہاں اختلاف دو جگہوں میں ہے۔ (۱) نصاب کی شرط لگانے میں ہے۔ (۲) بقاء کی شرط لگانے میں ہے۔ پہلی صورت میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق سے کم پر صدقہ نہیں ہے۔ (بخاری) لہٰذا عشر بھی زکوٰۃ ہی ہے۔ پس اس میں ثبوت غناء کے لئے نصاب شرط ہوگا۔ اور حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین نے جو کچھ نکالا ہے اس میں عشر ہے۔ (مشکوٰۃ) اس میں کسی قسم کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ اور صاحبین کی بیان حدیث کی تاویل یہ ہے کہ زکوٰۃ تجارت ہے۔ اس لئے کہ لوگ اوساق کے ساتھ خرید و فروخت کرتے ہیں۔ اور ایک وسق کی قیمت چالیس دراہم تھی اور اس میں مالک کا اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی صفت یعنی غناء کا اعتبار کس طرح کیا جائے؟ اور اسی دلیل کی وجہ سے سال گزرنے کی شرط بھی نہیں ہے۔ اس لئے سال کا گزرنا نمو حاصل کرنے کے لئے تھا۔ یہ تو سارے کا سارا نمو (بڑھوتی) ہے۔ اور صاحبین کی دلیل دوسری شرط میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ سبزیوں میں صدقہ نہیں ہے (سنن دار قطنی) اور جب زکوٰۃ کی نفی ہوئی تو عشر ہی متعین ہو گیا۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہی حدیث ہے جسے روایت کر چکے ہیں۔ اور صاحبین کی بیان کردہ حدیث اس صدقہ پر محمول ہے جس کو عاشر وصول کرتا ہے۔ اور روایت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی سے استدلال فرماتے ہیں۔ اور اس دلیل کی وجہ سے بھی زمین سے نمو ایسی چیز سے حاصل ہوتا ہے جو باقی رہنے والی ہی نہیں ہے۔ اور سبب بھی یہی یعنی زمین کا نامی ہونا ہے۔ اور اس میں خراج بھی اسی وجہ سے

واجب ہے۔اور ایندھن، نرکل (بانس) کی لکڑی اور گھاس کا حکم تو عرف عام کے مطابق باغات میں نہیں لگائی جاتیں۔بلکہ ان کو باغات سے اکھاڑا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر مالک اس کو نرکل کا کھیت یا ایندھن کے درختوں کا باغ یا گھاس اگانے ہی جگہ بنالے۔تو اس میں عشر واجب ہوگا۔اور یہاں نرکل سے مراد فارسی نرکل ہے۔البتہ گنے اور جراثتہ ان دونوں میں عشر واجب ہے۔کیونکہ ان دونوں سے زمین کی پیداوار مقصود ہوتی ہے۔بہ خلاف کھجور کی شاخوں اور بھوسے کے کیونکہ ان میں مقصود چھوارہ اور دانہ ہوتا ہے۔بھوسہ اور شاخیں غیر مقصود ہوتی ہیں۔

نصف عشر کے وجوب کا بیان

قَالَ: (وَمَا سُقِيَ بِغَرْبٍ اَوْ دَالِيَةٍ اَوْ سَانِيَةٍ فَفِيهِ نِصْفُ الْعُشْرِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ) لِاَنَّ الْمُؤْنَةَ تَكْثُرُ فِيهِ وَتَقِلُّ فِيمَا يُسْقَى بِالسَّمَاءِ اَوْ سَيْحًا وَاِنْ سُقِيَ سَيْحًا وَبِدَالِيَةٍ فَالْمُعْتَبَرُ اَكْثَرُ السَّنَةِ كَمَا مَرَّ فِي السَّائِمَةِ .(وَقَالَ اَبُويُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: فِيمَا لَا يُوسَقُ كَالزَّعْفَرَانِ، وَالْقُطْنِ يَجِبُ فِيهِ الْعُشْرُ اِذَا بَلَغَتْ قِيمَتُهُ قِيمَةَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ مِنْ اَدْنَى مَا يُوسَقُ) كَالذُّرَةِ فِي زَمَانِنَا' لِاَنَّهُ لَا يُمْكِنُ التَّقْدِيرُ الشَّرْعِيُّ فِيهِ فَاعْتُبِرَتْ قِيمَتُهُ كَمَا فِي عُرُوضِ التِّجَارَةِ (وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَجِبُ الْعُشْرُ اِذَا بَلَغَ الْخَارِجُ خَمْسَةَ اَعْدَادٍ مِنْ اَعْلَى مَا يُقَدَّرُ بِهِ نَوْعُهُ .فَاعْتُبِرَ فِي الْقُطْنِ خَمْسَةُ اَحْمَالٍ كُلُّ حِمْلٍ ثَلَاثُمِائَةِ مَنٍّ، وَفِي الزَّعْفَرَانِ خَمْسَةُ اَمْنَاءٍ)' لِاَنَّ التَّقْدِيرَ بِالْوَسْقِ كَانَ بِاعْتِبَارِ اَنَّهُ اَعْلَى مَا يُقَدَّرُ بِهِ نَوْعُهُ .

جو زمین ڈول، رہٹ یا اونٹنی سے سیراب کی گئی ہو تو اس میں نصف عشر ہے۔دونوں اقوال کے مطابق یہی حکم ہے کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے۔اور جس کو دریا یا بارش کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو تو اس میں مشقت تھوڑی ہے۔اور دریا کے پانی یا کسی بڑے ڈول سے سیراب کیا گیا تو اس میں سال کے اکثر حصے کا اعتبار کریں گے جس طرح سائمہ جانوروں میں سال کے اکثر کا اعتبار کیا جاتا ہے۔اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی چیزوں میں عشر واجب ہے۔جو ایک وسق نہیں ہیں جس طرح زعفران اور روئی ہے۔جب وہ ایسے پانچ اوسق کو پہنچ جائے تو ادنیٰ وسق سے ہوں جس طرح ہمارے دور میں جوار ہے۔اس لئے جب کوئی چیز غیر وسق سے ہو تو اس میں شرعی نصاب کا اندازہ کرنا ممکن نہیں ہے۔تو پھر اس کی قیمت کا اندازہ کریں گے۔جس طرح تجارت کے سامان میں ہے جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اس میں عشر واجب ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی پیداوار ایسی نوع سے ہو جس کا اندازہ کرنا ممکن ہو اور اعلیٰ درجے کے حساب سے پانچ عدد کو پہنچ جائے۔لہٰذا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے روئی کے اندر پانچ حمل کا اعتبار کیا ہے اور ہر حمل (بڑی گانٹھ) تین سو من کی ہوتی ہے جبکہ زعفران میں پانچ من کا اعتبار کیا ہے کیونکہ وسق کا اعتبار اسی طرح ہوتا ہے۔یہی سب سے اعلیٰ حساب ہے جس کے ساتھ اندازہ کیا جاتا ہے۔

جب کسی نے زمین سے شہد حاصل کیا تو عشر کا حکم

(وَفِي الْعَسَلِ الْعُشْرُ إِذَا أُخِذَ مِنْ أَرْضِ الْعُشْرِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَجِبُ، لِأَنَّهُ مُتَوَلِّدٌ مِنَ الْحَيَوَانِ فَأَشْبَهَ الْإِبْرِيسَمَ .وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فِي الْعَسَلِ الْعُشْرُ) وَلِأَنَّ النَّحْلَ يَتَنَاوَلُ مِنَ الْأَنْوَارِ وَالثِّمَارِ وَفِيهِمَا الْعُشْرُ فَكَذَا فِيمَا يَتَوَلَّدُ مِنْهُمَا بِخِلَافِ دُوْدِ الْقَزِّ، لِأَنَّهُ يَتَنَاوَلُ مِنَ الْأَوْرَاقِ وَلَا عُشْرَ فِيهَا .ثُمَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى يَجِبُ فِيهِ الْعُشْرُ قَلَّ أَوْ كَثُرَ، لِأَنَّهُ لَا يَعْتَبِرُ النِّصَابَ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ يُعْتَبَرُ فِيهِ قِيمَةُ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ كَمَا هُوَ أَصْلُهُ .

وَعَنْهُ أَنَّهُ لَا شَيْءَ فِيهِ حَتّٰى يَبْلُغَ عَشْرَ قِرَبٍ لِحَدِيثِ (بَنِي شَبَابَةَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُؤَدُّونَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ) وَعَنْهُ خَمْسَةُ أَمْنَاءٍ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ خَمْسَةُ أَفْرَاقٍ كُلُّ فَرَقٍ سِتَّةٌ وَثَلَاثُونَ رِطْلًا، لِأَنَّهُ أَقْصَى مَا يُقَدَّرُ بِهِ .وَكَذَا فِي قَصَبِ السُّكَّرِ وَمَا يُوجَدُ فِي الْجِبَالِ مِنَ الْعَسَلِ وَالثِّمَارِ فَفِيهِ الْعُشْرُ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا يَجِبُ لِانْعِدَامِ السَّبَبِ وَهُوَ الْأَرْضُ النَّامِيَةُ، وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ الْمَقْصُودَ حَاصِلٌ وَهُوَ الْخَارِجُ .

اور شہد جب عشری زمین سے حاصل کیا گیا تو اس میں عشر واجب ہے۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ شہد میں کچھ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ حیوان سے بنا ہے لہٰذا وہ ریشم کی طرح ہو گیا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شہد میں عشر واجب ہے۔ کیونکہ شہد کی مکھی پھلوں اور شگوفوں کو چوستی ہے اور ان دونوں میں عشر واجب ہے۔ پس اس میں بھی عشر ہوگا۔ جو ان دونوں سے پیدا ہوا ہے۔ بہ خلاف ریشم کے کیڑوں کے کیونکہ پتیاں کھاتے ہیں اور پتیوں میں عشر نہیں ہوتا۔ پھر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہد میں عشر واجب نہیں ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ اس لئے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس میں نصاب کا اعتبار نہیں کرتے۔ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ شہد میں پانچ وسق کی قیمت کا اعتبار کرتے ہیں۔ جس طرح وہ انہیں حاصل ہے اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ شہد میں کچھ واجب نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ دس مشکیزوں کی مقدار کو پہنچ جائے۔ اور اس کی دلیل بنی شبابہ والی حدیث ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اسی طرح کرتے تھے اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بھی ہے کہ شہد جب پانچ من ہو جائے تو اس میں عشر واجب ہے۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانچ فرق ہے اور ایک فرق میں چھتیس (۳۶) رطل ہوتے ہیں۔ کیونکہ فرق کا معیاری پیمانہ ہے۔ گنے کے بارے میں بھی یہی حکم ہے اور جو پھل اور شہد پہاڑوں میں پائے جائیں ان میں بھی عشر واجب ہے۔ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان میں عشر نہیں ہے۔ کیونکہ سبب معدوم ہے یعنی زمین نامی نہ پائی گئی۔ اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ مقصود حاصل ہے اور وہ پیداوار کا ہونا ہے۔

کام کرنے والوں اور بیلوں کے خرچ کا حساب نہیں لگایا جائے گا:

قَالَ (وَكُلُّ شَيْءٍ اَخْرَجَتْهُ الْاَرْضُ مِمَّا فِيهِ الْعُشْرُ لَا يُحْتَسَبُ فِيهِ اَجْرُ الْعُمَّالِ وَنَفَقَةُ الْبَقَرِ) لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَكَمَ بِتَفَاوُتِ الْوَاجِبِ لِتَفَاوُتِ الْمُؤْنَةِ فَلَا مَعْنَى لِرَفْعِهَا ۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہر وہ چیز جس کو زمین سے نکالا جائے اور اس میں عشر واجب ہو تو اس میں کام کرنے والوں کی مزدوری اور بیلوں کے چارے کا حساب نہیں لگایا جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف مشقت کی وجہ سے مختلف واجبات کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ (بخاری، ج۱، ص۲۰۱) لہٰذا خرچے کے حساب کرنے کا کوئی مطلب نہ ہوگا۔

تغلبی کی زمین سے دوگناہ عشر کے وجوب کا بیان

قَالَ (تَغْلِبِيٌّ لَهُ اَرْضُ عُشْرٍ عَلَيْهِ الْعُشْرُ مُضَاعَفًا) عُرِفَ ذٰلِكَ بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ ۔وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اَنَّ فِيمَا اشْتَرَاهُ التَّغْلِبِيُّ مِنَ الْمُسْلِمِ عُشْرًا وَاحِدًا' لِاَنَّ الْوَظِيفَةَ عِنْدَهُ لَا تَتَغَيَّرُ بِتَغَيُّرِ الْمَالِكِ (فَاِنِ اشْتَرَاهَا مِنْهُ ذِمِّيٌّ فَهِيَ عَلَى حَالِهَا عِنْدَهُمْ) لِجَوَازِ التَّضْعِيفِ عَلَيْهِ فِي الْجُمْلَةِ كَمَا اِذَا مَرَّ عَلَى الْعَاشِرِ (وَكَذَا اِذَا اشْتَرَاهَا مِنْهُ مُسْلِمٌ اَوْ اَسْلَمَ التَّغْلِبِيُّ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) سَوَاءٌ كَانَ التَّضْعِيفُ اَصْلِيًّا اَوْ حَادِثًا' لِاَنَّ التَّضْعِيفَ صَارَ وَظِيفَةً لَهَا ۔

فَتَنْتَقِلُ اِلَى الْمُسْلِمِ بِمَا فِيهَا كَالْخَرَاجِ (وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَعُودُ اِلَى عُشْرٍ وَاحِدٍ) لِزَوَالِ الدَّاعِي اِلَى التَّضْعِيفِ قَالَ فِي الْكِتَابِ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيمَا صَحَّ عَنْهُ: قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اخْتَلَفَتِ النُّسَخُ فِي بَيَانِ قَوْلِهِ وَالْاَصَحُّ اَنَّهُ مَعَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي بَقَاءِ التَّضْعِيفِ، اِلَّا اَنَّ قَوْلَهُ لَا يَتَاَتَّى اِلَّا فِي الْاَصْلِيِّ' لِاَنَّ التَّضْعِيفَ الْحَادِثَ لَا يَتَحَقَّقُ عِنْدَهُ لِعَدَمِ تَغَيُّرِ الْوَظِيفَةِ

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں کہ تغلبی شخص کی زمین سے دوگنا واجب ہوگا۔ کہ حکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع معلوم ہوئی ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر تغلبی نے وہ زمین مسلمانوں سے خریدی ہے تو پھر اس میں صرف عشر واجب ہوگا۔ اس لئے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ملک کی تبدیلی سے حکم تبدیل نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی تغلبی نے یہ زمین کسی ذمی سے خریدی تو بالاتفاق وہ اپنی حالت پر رہے گا۔ کیونکہ ذمی پر ہر حال میں دوگنے کا وجوب ہے۔ جس طرح کہ جب وہ عاشر کے پاس سے گزرا ہے۔ اور اسی طرح اگر تغلبی سے کسی مسلمان نے یہ زمین خریدی یا وہ تغلبی ہی مسلمان ہوگیا تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر حال میں دوگنا ہوگا۔ چاہے وہ دوگنا ہونا اصلی اعتبار سے ہو کسی حدثی اعتبار سے ہو۔ کیونکہ اس زمین کا عشر

دوگنا ہی ہے۔
لہٰذا یہ زمین مسلمان کی طرف خراج سمیت اپنے تمام احکام کے ساتھ منتقل ہو جائے گی۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ زمین ایک عشر کی طرف لوٹنے والی ہے۔ کیونکہ اس میں دوگنا ہونے کا حکم تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ اور کتاب (مبسوط) میں ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کا صحیح قول یہی ہے۔ اور صاحب ہدایہ نے کہا ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کے بارے میں مختلف نسخے ہیں۔ اور سب سے زیادہ صحیح یہ روایت ہے کہ دوگنا ہونے میں امام محمد علیہ الرحمہ کا قول حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے ساتھ ہے۔ البتہ امام محمد علیہ الرحمہ کے قول سے اصلی دوگنیت حاصل نہ ہوگی۔ کیونکہ جو دوگنیت حادثی ہے وہ ان کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ (ان کے نزدیک) حکم میں متغیر نہیں ہوتا۔ (یعنی تبدیل ملکیت کی صورت میں حکم متغیر نہیں ہوتا جبکہ احناف کے نزدیک یہ طے شدہ اصول ہے کہ تبدیلی ملکیت سے حکم بدل جاتا ہے۔ (نور الانوار وغیرہ)

مسلمان سے خریدی ہوئی ذمی نصرانی کی زمین میں خراج کا بیان

(وَلَوْ كَانَتْ الْأَرْضُ لِمُسْلِمٍ بَاعَهَا مِنْ نَصْرَانِيٍّ) يُرِيدُ بِهِ ذِمِّيًّا غَيْرَ تَغْلِبِيٍّ (وَقَبَضَهَا فَعَلَيْهِ الْخَرَاجُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ)' لِأَنَّهُ أَلْيَقُ بِحَالِ الْكَافِرِ (وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ الْعُشْرُ مُضَاعَفًا) وَيُصْرَفُ مَصَارِفَ الْخَرَاجِ اعْتِبَارًا بِالتَّغْلِبِيِّ وَهَذَا أَهْوَنُ مِنْ التَّبْدِيلِ (وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ هِيَ عُشْرِيَّةٌ عَلَى حَالِهَا)' لِأَنَّهُ صَارَ مُؤْنَةً لَهَا فَلَا يَتَبَدَّلُ كَالْخَرَاجِ، ثُمَّ فِي رِوَايَةٍ: يُصْرَفُ مَصَارِفَ الصَّدَقَاتِ، وَفِي رِوَايَةٍ: يُصْرَفُ مَصَارِفَ الْخَرَاجِ .

اور اگر وہ زمین کسی مسلمان کی تھی کہ اس نے اس کو نصرانی کو فروخت کر دی۔ جبکہ نصرانی سے مراد تغلبی کے علاوہ ذمی ہے اور اس ذمی نے اس پر قبضہ بھی کر لیا۔ تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ایسے ذمی پر خراج لازم ہوگا۔ کیونکہ کافر کی حالت کے زیادہ مناسب خراج ہے۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر دو عشر واجب ہوں گے۔ اور اسے مصارف زکوٰۃ میں ہی خرچ کیا جائے گا۔ اور یہ تغلبی پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور بتدیلی سے اس میں آسانی ہے۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اپنی حالت پر عشری ہے۔ کیونکہ عشر اس زمین کے لئے (مؤنت) حکم طور پر مقرر ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب یہ خراج کی طرح تبدیل نہ ہوگی۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کو بھی مصارف زکوٰۃ میں خرچ کیا جائے گا۔ جبکہ ایک روایت کے مطابق اسے مصارف خراج میں خرچ کیا جائے گا۔

ذمی سے شفعہ میں لوٹائی گئی زمین کے عشر کا بیان

(فَإِنْ أَخَذَهَا مِنْهُ مُسْلِمٌ بِالشُّفْعَةِ أَوْ رُدَّتْ عَلَى الْبَائِعِ لِفَسَادِ الْبَيْعِ فَهِيَ عُشْرِيَّةٌ كَمَا كَانَتْ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِتَحَوُّلِ الصَّفْقَةِ إلَى الشَّفِيعِ كَأَنَّهُ اشْتَرَاهَا مِنْ الْمُسْلِمِ، وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّهُ بِالرَّدِّ وَالْفَسْخِ بِحُكْمِ الْفَسَادِ جَعَلَ الْبَيْعَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ، وَلِأَنَّ حَقَّ الْمُسْلِمِ لَمْ يَنْقَطِعْ بِهَذَا الشِّرَاءِ

لِكَوْنِهِ مُسْتَحِقَّ الرَّدِّ (وَإِذَا كَانَتْ لِمُسْلِمٍ دَارُ خُطَّةٍ فَجَعَلَهَا بُسْتَانًا فَعَلَيْهِ الْعُشْرُ) مَعْنَاهُ إِذَا سَقَاهُ بِمَاءِ الْعُشْرِ، وَأَمَّا إِذَا كَانَتْ تُسْقَى بِمَاءِ الْخَرَاجِ فَفِيهَا الْخَرَاجُ، لِأَنَّ الْمُؤْنَةَ فِي مِثْلِ هٰذَا تَدُورُ مَعَ الْمَاءِ

اگر کسی مسلمان نے شفعہ یا بیع فاسد ہونے کی وجہ سے اس ذمی سے واپس لی تو وہ زمین عشری رہے گی۔ جس طرح تھی۔ بہر حال پہلی دلیل یہ ہے کہ یہاں صفت شفیع کی طرف ہوگئی جس طرح اس نے یہ زمین مسلمان سے لی ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ حکم فساد کی وجہ سے باطل ہوگیا اور فسخ کردہ بیع معدوم شمار ہوگی۔ کیونکہ مسلمان کا حق اس کے خریدنے کی وجہ سے ختم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ یہ بیع رد ہونے کا حق رکھتی ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر کسی مسلم کے لئے کوئی گھر خاص (مختص) کردیا جائے پھر اس نے اسے باغ بنالیا تو اس پر عشر واجب ہوگا۔ ہاں البتہ جب اس کو عشری پانی سے سیراب کیا گیا ہو۔ اور اگر اس کو خراجی پانی سے سیراب کیا تو اس میں خراج واجب ہوگا۔ کیونکہ اس طرح کی زمین میں مؤنت (خرچہ، ٹیکس) پانی کے ساتھ پھرنے والا ہے۔

مجوسی کے باغ میں وجوب عشر کا بیان

(وَلَيْسَ عَلَى الْمَجُوسِيِّ فِي دَارِهِ شَيْءٌ) لِأَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَعَلَ الْمَسَاكِنَ عَفْوًا (وَإِنْ جَعَلَهَا بُسْتَانًا فَعَلَيْهِ الْخَرَاجُ) وَإِنْ سَقَاهَا بِمَاءِ الْعُشْرِ لِتَعَذُّرِ إِيجَابِ الْعُشْرِ إِذْ فِيهِ مَعْنَى الْقُرْبَةِ فَيَتَعَيَّنُ الْخَرَاجُ وَهُوَ عُقُوبَةٌ تَلِيقُ بِحَالِهِ، وَعَلَى قِيَاسِ قَوْلِهِمَا يَجِبُ الْعُشْرُ فِي الْمَاءِ الْعُشْرِيِّ، إِلَّا أَنَّ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ عُشْرًا وَاحِدًا، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ عُشْرَانِ وَقَدْ مَرَّ الْوَجْهُ فِيهِ، ثُمَّ الْمَاءُ الْعُشْرِيُّ مَاءُ السَّمَاءِ وَالْآبَارِ وَالْعُيُونِ وَالْبِحَارِ الَّتِي لَا تَدْخُلُ تَحْتَ وِلَايَةِ أَحَدٍ، وَالْمَاءُ الْخَرَاجِيُّ مَاءُ الْأَنْهَارِ الَّتِي شَقَّهَا الْأَعَاجِمُ، وَمَاءُ جَيْحُونَ وَسَيْحُونَ وَدِجْلَةَ وَالْفُرَاتِ عُشْرِيٌّ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لِأَنَّهُ لَا يَحْمِيهَا أَحَدٌ كَالْبِحَارِ، وَخَرَاجِيٌّ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لِأَنَّهُ يَتَّخِذُ عَلَيْهَا الْقَنَاطِرَ مِنَ السُّفُنِ وَهٰذَا يَدٌ عَلَيْهَا ۔

اور مجوسی کے گھر میں اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ کیونکہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کے گھروں کو معاف کردیا تھا اور اگر مجوسی نے اپنے گھر کو باغ بنالیا تو اس خراج واجب ہے۔ اگرچہ اس کو عشری پانی سے سیراب کیا ہو۔ کیونکہ عشر کو واجب کرنے سے عذر لازم آتا ہے کیونکہ عشر میں قربت وعبادت کے معانی ہیں لہٰذا اس کے لئے خراج کا تعین ہوگیا۔ اور خراج ایک سزا ہے جو کافر کی حالت پر منطبق ہوتی ہے۔ جبکہ صاحبین نے قیاس کرتے ہوئے کہا ہے کہ عشری پانی سے سیراب ہونے کی صورت میں عشر واجب ہوگا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک عشر واجب ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دس عشر واجب ہیں۔ اور اس کی دلیل گزر چکی ہے۔

(عشری پانی کی تعریف) آسمان کا پانی، کنوؤں کا پانی، چشموں کا پانی بڑے دریاؤں کا وہ پانی جو کسی کی ولایت میں داخل نہ ہو عشری پانی کہلاتا ہے۔

(خراجی پانی کی تعریف) خراجی پانی وہ ہے جو عجمیوں کی کھودی گئی نہروں کا پانی ہے۔ اور دریائے جیحون، سیحون، دجلہ اور فرات کا پانی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشری ہے کیونکہ سمندروں کی طرف ان کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خراجی ہے کیونکہ ان دریاؤں پر کشتیوں کے پل بنائے گئے ہیں۔ اور یہی ان پر قبضہ ہی ہے۔

بنو تغلب کے بچے اور عورت کی زمین دو گنا عشر کا وجوب:

(وَفِی اَرْضِ الصَّبِیِّ وَالْمَرْاَۃِ التَّغْلِبِیَّیْنِ مَا فِی اَرْضِ الرَّجُلِ التَّغْلِبِیِّ) یَعْنِی الْعُشْرَ الْمُضَاعَفَ فِی الْعُشْرِیَّۃِ وَالْخَرَاجَ الْوَاحِدَ فِی الْخَرَاجِیَّۃِ، لِاَنَّ الصُّلْحَ قَدْ جَرٰی عَلٰی تَضْعِیفِ الصَّدَقَۃِ دُوْنَ الْمُؤْنَۃِ الْمَحْضَۃِ، ثُمَّ عَلَی الصَّبِیِّ وَالْمَرْاَۃِ اِذَا کَانَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ الْعُشْرُ فَیُضَعَّفُ ذٰلِکَ اِذَا کَانَا مِنْهُمْ ۔

جو کچھ تغلبی مرد کی زمین پر واجب ہوتا ہے وہی تغلبی عورت اور بچے کی زمین پر واجب ہوگا۔ یعنی اگر وہ عشری زمین ہے تو اس میں دو عشر واجب ہیں۔ جبکہ خراجی زمین میں ایک خراج ہے۔ کیونکہ صلح صدقے کو دو گنا کرنے کے لئے ہوئی ہے۔ نہ محض مدد کو دو گنا کرنے کے لئے ہوئی تھی۔ اور اگر کوئی بچہ یا عورت مسلمان ہوں تو ان پر ایک عشر واجب ہوگا اگرچہ یہ دونوں بنو تغلب سے ہوں تو اس کو بھی دو گنا کر دیا جائے گا۔

عشری زمین میں قیر و نفط کے ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَیْسَ فِی عَیْنِ الْقِیْرِ وَالنِّفْطِ فِی اَرْضِ الْعُشْرِ شَیْءٌ)، لِاَنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَنْزَالِ الْاَرْضِ وَاِنَّمَا هُوَ عَیْنٌ فَوَّارَۃٌ کَعَیْنِ الْمَاءِ (وَعَلَیْهِ فِی اَرْضِ الْخَرَاجِ خَرَاجٌ) وَهٰذَا (اِذَا کَانَ حَرِیْمُهٗ صَالِحًا لِلزِّرَاعَۃِ)، لِاَنَّ الْخَرَاجَ یَتَعَلَّقُ بِالتَّمَکُّنِ مِنَ الزِّرَاعَۃِ ۔

قیر اور نفط کا چشمہ اگر عشری زمین میں ہوں تو کچھ واجب نہیں۔ کیونکہ قیر اور نفط کسی بھی زمینی پیداوار سے نہیں ہیں۔ وہ تو پھوٹنے والا پانی ہے جسے چشمے کا پانی کہتے ہیں اور اس پر خراجی زمین میں خراج ہے۔ اور یہ بھی اس وقت ہے جب اس کا گرد و نواح زراعت کے قابل ہو کیونکہ خراج زراعت کو ممکن بنانے سے متعلق ہوتا ہے۔

بَابُ مَنْ یَجُوْزُ دَفْعُ الصَّدَقَۃِ اِلَیْہِ وَمَنْ لَا یَجُوْزُ

﴿یہ باب ان لوگوں کے بیان میں ہے جنہیں زکوٰۃ دینا جائز اور جائز نہیں ہے﴾

مصارف زکوٰۃ کا بیان

اس باب میں زکوٰۃ کے مصارف کو بیان کیا گیا ہے۔ مصنف جب زکوٰۃ کی فرضیت، شرائط، اموال وغیرہ سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس چیز کا بیان شروع کیا ہے جن کو مذکورہ اموال دیئے جائیں گے۔ اس باب کے مؤخر ہونے کی دلیل ظاہر ہے کہ جب حکم زکوٰۃ ثابت ہوگا تو زکوٰۃ جس کو دی جائے گی وہ بعد میں بیان ہوگا۔

عبادات میں ہمیشہ اسی طرح کا اسلوب ہے کہ پہلے اشیاء کے احکام سے ان کا ثبوت اور اس کے بعد ان کے عمل کے لئے اور یہ اسی طرح جیسے پہلے کسی چیز کو ثابت کیا جائے اور بعد میں اس پر عمل کیا جائے۔

مصرف زکوٰۃ کی فقہی تعریف کا بیان

امام احمد رضا بریلوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصرف زکوٰۃ ہر مسلمان حاجتمند ہے جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی ہو نہ اپنا شوہر نہ اپنی عورت اگرچہ طلاق مغلظہ دے دی ہو، جب تک عدت سے باہر نہ آئے نہ وُہ اپنی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، نہ وُہ جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، اگرچہ یہ اصلی وفرعی رشتے عیاذاً باللہ بذریعہ زنا ہوں، نہ اپنا یا ان پانچواں قسم میں کسی کا مملوک اگرچہ مکاتب ہو، نہ کسی غنی کا غلام غیر مکاتب، نہ مرد غنی کا نابالغ بچہ، نہ ہاشمی کا آزاد بندہ، اور مسلمان حاجتمند کہنے سے کافر وغنی پہلے ہی خارج ہو چکے۔ یہ سولہ شخص ہیں جنھیں زکوٰۃ دینی جائز نہیں، ان کے سوا سب کو روا، مثلاً ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے۔ بعض مشہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سیّد بن بیٹھتے ہیں اور وہ باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بحکمِ حدیثِ صحیح مستحق لعنتِ الٰہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ۔

(اللہ تعالیٰ بچائے، ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی وضاحت کردی ہے۔ت) اسی طرح غیر ہاشمی کا آزاد شدہ بندہ اگرچہ خود اپنا ہی ہو یا اپنے اور اپنے اصول وفروع وزوج وزوجہ وہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یا زن غنیّہ کا نابالغ بچہ اگرچہ یتیم ہو یا اپنے بہن، بھائی، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، بلکہ انھیں دینے میں دُونا ثواب ہے زکوٰۃ وصلہ رحم یا اپنی بہو یا داماد یا ماں کا شوہر یا باپ کی عورت یا اپنے زوج یا زوجہ کی اولاد ان سولہ کو بھی دینا روا جبکہ یہ سولہ اُن سولہ سے نہ ہوں از انجا کہ اُنھیں اُن سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں بھی عدمِ جواز کا وہم جاتا، لہٰذا فقیر نے انہیں بالتخصیص شمار کردیا، اور نصاب مذکورہ پر دسترس نہ ہونا چ

صورت کو شامل: ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ رکھتا ہو اسے مسکین کہتے ہیں۔

دوم مال ہو مگر نصاب سے کم، یہ فقیر ہے۔ سوم نصاب بھی ہو مگر حوائجِ اصلیہ میں مستغرق، جیسے مدیون۔ چہارم حوائج سے بھی فارغ ہو مگر اسے دسترس نہیں، جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا، تو بقدرِ ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے، اس سے زیادہ اُسے لینا روا نہیں، یا وہ شخص جس کا مال دوسرے پر دینِ موجل ہے ہنوز میعاد نہ آئی اب اُسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدرِ حاجت لے سکتا ہے یا وہ، جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مکر گیا اگر چہ یہ ثبوت رکھتا ہو، کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں۔ بالجملہ مدار کار حاجتمند بمعنی مذکور پر ہے، تو جو نصاب مزبور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوٰۃ نہیں پا سکتا اگر چہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی مگر عاملِ زکوٰۃ جسے حاکمِ اسلام نے اربابِ اموال سے تحصیل زکوٰۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالتِ غنا بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو۔ پھر دینے میں تملیک شرط ہے، جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطورِ اباحت اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دینا یا میت کے کفن دفن میں لگانا یا مسجد، کنواں، خانقاہ، مدرسہ، پل، سرائے وغیرہ بنوانا ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اس کے وہی حیلے ہیں جو دیگر مسائل میں بیان کیے گئے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، کتاب الزکوٰۃ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جنہیں زکوٰۃ جائز یا ناجائز ہے

قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ الْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ "(إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ) " الْآيَةَ .فَهٰذِهِ ثَمَانِيَةُ أَصْنَافٍ، وَقَدْ سَقَطَ مِنْهَا الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ أَعَزَّ الْإِسْلَامَ وَأَغْنَىٰ عَنْهُمْ وَعَلَىٰ ذٰلِكَ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ

(وَالْفَقِيرُ مَنْ لَهُ أَدْنَىٰ شَيْءٍ وَالْمِسْكِينُ مَنْ لَا شَيْءَ لَهُ) وَهٰذَا مَرْوِيٌّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَدْ قِيلَ عَلَى الْعَكْسِ وَلِكُلٍّ وَجْهٌ ثُمَّ هُمَا صِنْفَانِ أَوْ صِنْفٌ وَاحِدٌ سَنَذْكُرُهُ فِي كِتَابِ الْوَصَايَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ .

(وَالْعَامِلُ يَدْفَعُ إِلَيْهِ الْإِمَامُ إِنْ عَمِلَ بِقَدْرِ عَمَلِهِ فَيُعْطِيهِ مَا يَسَعُهُ وَأَعْوَانَهُ غَيْرَ مُقَدَّرٍ بِالثُّمُنِ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّ اسْتِحْقَاقَهُ بِطَرِيقِ الْكِفَايَةِ، وَلِهٰذَا يَأْخُذُ وَإِنْ كَانَ غَنِيًّا إِلَّا أَنَّ فِيهِ شُبْهَةَ الصَّدَقَةِ فَلَا يَأْخُذُهَا الْعَامِلُ الْهَاشِمِيُّ تَنْزِيهًا لِقَرَابَةِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ شُبْهَةِ الْوَسَخِ، وَالْغَنِيُّ لَا يُوَازِيهِ فِي اسْتِحْقَاقِ الْكَرَامَةِ فَلَمْ تُعْتَبَرِ الشُّبْهَةُ فِي حَقِّهِ .

اس میں دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ" لہٰذا یہ آٹھ اقسام ہیں۔ اور ان میں تالیف قلب والوں کا حکم ساقط ہو گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی ضرورت نہ رہی۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسی پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور (۱) فقیر وہ ہے جس کے ادنیٰ چیز ہو۔ (۲) اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ

بھی نہ ہو۔اور یہی روایت حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اور اسی کے برعکس بھی بیان کیا گیا ہے۔اور ہر قول کی دلیل موجود ہے۔فقیر اور مسکین کی دو اقسام ہیں۔یا صرف ہی قسم ہے اس کو ہم ان شاء اللہ کتاب الوصایا میں ذکر کریں گے۔

اور امام عامل کو اتنی مقدار میں مال دے جتنا اس نے کام کیا ہے۔اور امام عامل کو اس قدر دیگا جس سے وہ اور اس کے حماتیوں کو کافی ہو۔جبکہ آٹھواں حصہ مقرر نہیں ہے۔حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے کیونکہ عامل کا حق کفایت کے طریقے پر ثابت ہوا ہے۔اس لئے عامل مال لے گا اگر چہ وہ مالدار ہو۔لیکن اس میں صدقے کا شک ہے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ سے قرابت کی وجہ سے ہاشمی عامل اس مال کو نہ لے گا۔اور مالدار کرامت کے مستحق ہونے میں ہاشمی کے برابر نہ ہوگا۔کیونکہ اس کے حق میں شک نہیں کیا گیا ہے۔

مکاتبین اور مقروضوں کو زکوٰۃ دینے کا بیان

قَالَ (وَفِي الرِّقَابِ يُعَانُ الْمُكَاتَبُونَ مِنْهَا فِي فَكِّ رِقَابِهِمْ) وَهُوَ الْمَنْقُولُ (وَالْغَارِمُ مَنْ لَزِمَهُ دَيْنٌ وَلَا يَمْلِكُ نِصَابًا فَاضِلًا عَنْ دَيْنِهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ مَنْ تَحَمَّلَ غَرَامَةً فِي إِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ وَإِطْفَاءِ الثَّائِرَةِ بَيْنَ الْقَبِيلَتَيْنِ (وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ مُنْقَطِعُ الْغُزَاةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) لِأَنَّهُ هُوَ الْمُتَفَاهَمُ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ (وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ مُنْقَطِعُ الْحَاجِّ) لِمَا رُوِيَ (أَنَّ رَجُلًا جَعَلَ بَعِيرًا لَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ .فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهِ الْحَاجَّ) .وَلَا يُصْرَفُ إِلَى أَغْنِيَاءِ الْغُزَاةِ عِنْدَنَا لِأَنَّ الْمَصْرِفَ هُوَ الْفُقَرَاءُ .

اور غلام آزاد کرنے میں زکوٰۃ دینا اور وہ اس طرح ہے کہ مکاتبین کی آزادی کے لئے ان کی مدد کی جائے۔یہی تفسیر نقل کی گئی ہے اور غارم وہ شخص ہے جس پر قرض دینا ضروری ہو اور وہ اپنے قرض کے سوا کسی نصاب کا مالک نہ ہو اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے مسلمانوں کے درمیان باہمی اختلاف کو دور کرنے کی خاطر اور اس نے دو قبیلوں کے درمیان دشمنی کی بھڑکتی آگ کو بجھانے کے لئے مالی طور نقصان اٹھایا ہو۔

اور اللہ کی راہ میں زکوٰۃ دی جائے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ غازی ہے جس کا مال ختم ہو گیا ہے۔علی الطلاق فی سبیل اللہ کا مطلب یہی ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ حجاج جن کا مال ختم ہو گیا ہے۔اس لئے کہ ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک شخص نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ اس حجاج کو سوار کرائے اور ہمارے نزدیک مالدار غازیوں پر زکوٰۃ خرچ نہ کی جائے اس لئے کہ مصرف زکوٰۃ فقراء ہیں۔

غریب الوطن مسافر کو زکوٰۃ دینے کا بیان

(وَابْنُ السَّبِيلِ مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فِي وَطَنِهِ) وَهُوَ فِي مَكَانٍ لَا شَيْءَ لَهُ فِيهِ .قَالَ: (فَهَذِهِ جِهَاتُ الزَّكَاةِ، فَلِلْمَالِكِ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ، وَلَهُ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى صِنْفٍ وَاحِدٍ) وَقَالَ

الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا یَجُوْزُ اِلَّا اَنْ یَصْرِفَ اِلٰی ثَلَاثَةٍ مِنْ کُلِّ صِنْفٍ، لِاَنَّ الْاِضَافَةَ بِحَرْفِ اللَّامِ لِلْاِسْتِحْقَاقِ .

وَلَنَا اَنَّ الْاِضَافَةَ لِبَیَانِ اَنَّهُمْ مَصَارِفُ لَا لِاِثْبَاتِ الْاِسْتِحْقَاقِ، وَهٰذَا لِمَا عُرِفَ اَنَّ الزَّکَاةَ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَبِعِلَّةِ الْفَقْرِ صَارُوْا مَصَارِفَ فَلَا یُبَالِی بِاخْتِلَافِ جِهَاتِهِ، وَالَّذِی ذَهَبْنَا اِلَیْهِ مَرْوِیٌّ عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

اور وہ شخص جس کا مال اس کے وطن میں ہو لیکن وہ خود ایسی جگہ پر ہے کہ یہاں اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔مصنف نے کہا ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے مصارف ہیں۔لہٰذا مالک کو اختیار ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو دے۔اور اسے اس بات کا بھی اختیار ہے کہ وہ ایک ہی قسم کو دینا کافی سمجھے۔اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے ان اقسام میں تین قسم کے لوگوں سے کم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔کیونکہ حرف لام کے ساتھ اضافت ثابت ہو جاتی ہے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں اضافت اس حکم کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ مذکورہ تمام اقسام زکوٰۃ مصارف ہیں۔جبکہ استحقاق ثابت کرنے کے لئے نہیں ہے۔اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس کی علت فقر ہے لہٰذا مذکورہ اقسام اس کے مصارف ٹھہرے۔پس جہت فقر کے مختلف ہونے کی جانب التفات نہ کیا جائے گا۔اور ہمارا بیان کردہ مذہب حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا ہے۔

ذمی کو زکوٰۃ دینے کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا یَجُوْزُ اَنَّهُ یَدْفَعُ الزَّکَاةَ اِلٰی ذِمِّیٍّ) (لِقَوْلِهِ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِمُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ خُذْهَا مِنْ اَغْنِیَائِهِمْ وَرُدَّهَا فِی فُقَرَائِهِمْ) " .قَالَ (وَیَدْفَعُ مَا سِوٰی ذٰلِكَ مِنَ الصَّدَقَةِ) وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا یَدْفَعُ وَهُوَ رِوَایَةٌ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اعْتِبَارًا بِالزَّکَاةِ .وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (تَصَدَّقُوْا عَلٰی اَهْلِ الْاَدْیَانِ کُلِّهَا) " وَلَوْلَا حَدِیْثُ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَقُلْنَا بِالْجَوَازِ فِی الزَّکَاةِ .

اور ذمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ زکوٰۃ ان مسلمانوں کے مالداروں سے وصول کرو اور ان کے فقراء میں تقسیم کرو۔ہاں البتہ اس کے سوا ذمی کو ہر صدقہ دینا جائز ہے۔اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ انہیں نہ دے اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اسی طرح روایت کی گئی ہے اور انہوں نے زکوٰۃ پر قیاس کیا ہے جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام دین والوں کو صدقہ دو۔اگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی حدیث نہ ہوتی تو ہم زکوٰۃ دینے کا بھی کہتے۔

مال زکوٰۃ سے مسجد بنانا اور کفن میت کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا يُبْنَى بِهَا مَسْجِدٌ وَلَا يُكَفَّنُ بِهَا مَيِّتٌ) لِانْعِدَامِ التَّمْلِيكِ وَهُوَ الرُّكْنُ (وَلَا يُقْضَى بِهَا دَيْنُ مَيِّتٍ) لِأَنَّ قَضَاءَ دَيْنِ الْغَيْرِ لَا يَقْتَضِي التَّمْلِيكَ مِنْهُ لَا سِيَّمَا مِنَ الْمَيِّتِ .

اور زکوٰۃ کے مال سے مسجد نہ بنائی جائے اور نہ ہی اس سے میت کو کفن دیا جائے۔ کیونکہ تملیک معدوم ہے۔ جبکہ وہی تو رکن ہے۔ اور نہ اس سے میت کا قرض ادا کیا جائے۔ کیونکہ غیر کا قرض ادا کرنا اس کی (مزکی) ملکیت سے ادا کرنے کا تقاضہ نہیں کرتا۔ اور خاص طور پر جب میت کا مسئلہ ہو۔

مال زکوٰۃ سے غلام یا باندی کو آزاد کرنے کا عدم جواز

(وَلَا تُشْتَرَى بِهَا رَقَبَةٌ تُعْتَقُ) خِلَافًا لِمَالِكٍ ذَهَبَ إِلَيْهِ فِي تَأْوِيلِ قَوْلِهِ تَعَالَى (وَفِي الرِّقَابِ) وَلَنَا أَنَّ الْإِعْتَاقَ إِسْقَاطُ الْمِلْكِ وَلَيْسَ بِتَمْلِيكٍ .(وَلَا تُدْفَعُ إِلَى غَنِيٍّ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " (لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ) " وَهُوَ بِإِطْلَاقِ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي غَنِيِّ الْغُزَاةِ .وَكَذَا حَدِيثُ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى مَا رَوَيْنَا .

اور مال زکوٰۃ سے کسی غلام یا باندی کو خرید کر آزاد نہ کیا جائے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''وَفِي الرِّقَابِ) '' کی تاویل میں اس مؤقف کی طرف گئے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک دلیل یہ ہے کہ اعتاق ملکیت کو ساقط کرنا ہے اور تملیک نہیں ہے۔ اور وہ زکوٰۃ کسی مالدار کو نہ دے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی غنی کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔ اور یہ حدیث مطلق ہونے وجہ سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر حجت ہے۔ اور اسی طرح حدیث معاذ رضی اللہ عنہ بھی اسی کے مطابق ہے جسے ہم نے روایت کیا ہے۔

باب، بیٹا اور پوتے کو زکوٰۃ دینے میں عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَدْفَعُ الْمُزَكِّي زَكَاتَهُ إِلَى أَبِيهِ وَجَدِّهِ وَإِنْ عَلَا، وَلَا إِلَى وَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ وَإِنْ سَفَلَ) لِأَنَّ مَنَافِعَ الْأَمْلَاكِ بَيْنَهُمْ مُتَّصِلَةٌ فَلَا يَتَحَقَّقُ التَّمْلِيكُ عَلَى الْكَمَالِ (وَلَا إِلَى امْرَأَتِهِ) لِلِاشْتِرَاكِ فِي الْمَنَافِعِ عَادَةً (وَلَا تَدْفَعُ الْمَرْأَةُ إِلَى زَوْجِهَا) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِمَا ذَكَرْنَا، وَقَالَا: تَدْفَعُ إِلَيْهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَكِ أَجْرَانِ: أَجْرُ الصَّدَقَةِ، وَأَجْرُ الصِّلَةِ) " قَالَهُ لِامْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَدْ سَأَلَتْهُ عَنِ التَّصَدُّقِ عَلَيْهِ، قُلْنَا: هُوَ مَحْمُولٌ عَلَى النَّافِلَةِ .

اور زکوٰۃ ادا کرنے والا اپنے باپ، دادا کو زکوٰۃ نہ دے اور اسی طرح اوپر تک۔ اور وہ نہ اپنے بیٹے کو اور نہ بیٹے کے

بیٹے کو زکوٰۃ دے اسی طرح نیچے تک۔ کیونکہ اموال کے منافع ان میں ملے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ملکیت پوری طرح ثابت نہ ہوئی۔ اور وہ اپنی بیوی کو زکوٰۃ ادا نہ کرے کیونکہ عرف میں نفع مشترک ہوتا ہے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ نہ دے۔ اسی دلیل کی بناء پر جسے ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور صاحبین نے کہا کہ عورت اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تیرے لئے دو اجر ہیں ایک صدقہ کرنے کا ثواب اور دوسرا ثواب صلہ کرنے کا ہے۔ یہ کلام آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سے فرمایا تھا حالانکہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صدقہ دینے سے متعلق پوچھا تھا۔ جبکہ ہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ اجازت دینا نفلی صدقے پر محمول ہے۔

اپنے مکاتب، مدبر اور ام ولد کو زکوٰۃ نہ دینے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَدْفَعُ إِلَى مُكَاتَبِهِ وَمُدَبَّرِهِ وَأُمِّ وَلَدِهِ) لِفُقْدَانِ التَّمْلِيكِ إِذَا كَسْبُ الْمَمْلُوكِ لِسَيِّدِهِ وَلَهُ حَقٌّ فِي كَسْبِ مُكَاتَبِهِ فَلَمْ يَتِمَّ التَّمْلِيكُ (وَلَا إِلَى عَبْدٍ قَدْ أَعْتَقَ بَعْضَهُ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْمُكَاتَبِ عِنْدَهُ وَقَالَا: يَدْفَعُ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ حُرٌّ مَدْيُونٌ عِنْدَهُمَا (وَلَا يَدْفَعُ إِلَى مَمْلُوكِ غَنِيٍّ) لِأَنَّ الْمِلْكَ وَاقِعٌ لِمَوْلَاهُ (وَلَا إِلَى وَلَدِ غَنِيٍّ إِذَا كَانَ صَغِيرًا) لِأَنَّهُ يُعَدُّ غَنِيًّا بِيَسَارِ أَبِيهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ كَبِيرًا فَقِيرًا لِأَنَّهُ لَا يُعَدُّ غَنِيًّا بِيَسَارِ أَبِيهِ وَإِنْ كَانَتْ نَفَقَتُهُ عَلَيْهِ، وَبِخِلَافِ امْرَأَةِ الْغَنِيِّ لِأَنَّهَا إِنْ كَانَتْ فَقِيرَةً لَا تُعَدُّ غَنِيَّةً بِيَسَارِ زَوْجِهَا، وَبِقَدْرِ النَّفَقَةِ لَا تَصِيرُ مُوسِرَةً .

فرمایا: اور وہ اپنے مکاتب، مدبر اور ام ولد کو زکوٰۃ نہ دے۔ کیونکہ ان کی ملکیت مفقود ہے۔ اور یہ دلیل بھی ہے کہ مملوک کی کمائی اس کے مالک ہوتی ہے۔ اور مالک اپنے مکاتب کے کمائی میں حق رکھتا ہے۔ لہٰذا ملکیت مکمل نہ ہوئی۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا غلام جس کا کچھ حصہ آزاد کیا گیا ہو اس کو بھی زکوٰۃ نہ دے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک یہ غلام بھی مکاتب کے درجے میں ہے جبکہ صاحبین نے کہا کہ اس کو زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے کیونکہ صاحبین کے نزدیک وہ آزاد قرض دار کی مثل ہے۔ اور کسی مالدار شخص کے غلام کو بھی نہ دے کیونکہ ملکیت تو اس کے مالک کے لئے ثابت ہوگی۔ اور کسی مالدار کے بچے کو بھی نہ دے اس شرط کے ساتھ کہ وہ نابالغ ہو کیونکہ نابالغ اپنے باپ کے مال میں اعتبار کیا جاتا ہے۔ بہ خلاف اس حالت کہ وہ بالغ ہو اور فقیر ہو۔ اس لئے بالغ اپنے باپ کے مالدار ہونے میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اگرچہ اس کا نفقہ اس کے باپ پر لازم ہے۔ بہ خلاف مالدار کی بیوی کے کیونکہ اگر بیوی محتاج ہے تو وہ اپنے شوہر کے مال کے حساب سے شمار نہ ہوگی اور نفقہ کی مقدار سے مالدار نہیں ہوتی۔

بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہ دینے کا بیان

(وَلَا يَدْفَعُ إِلَى بَنِي هَاشِمٍ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (يَا بَنِي هَاشِمٍ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى حَرَّمَ عَلَيْكُمْ غُسَالَةَ النَّاسِ وَأَوْسَاخَهُمْ وَعَوَّضَكُمْ مِنْهَا بِخُمُسِ الْخُمُسِ) "بِخِلَافِ التَّطَوُّعِ، لِأَنَّ

الْمَالَ هَاهُنَا كَالْمَاءِ يَتَدَنَّسُ بِإِسْقَاطِ الْفَرْضِ. أَمَّا التَّطَوُّعُ فَبِمَنْزِلَةِ التَّبَرُّدِ بِالْمَاءِ. قَالَ: (وَهُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَبَّاسٍ وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَقِيلٍ وَآلُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَمَوَالِيهِمْ) أَمَّا هَؤُلَاءِ فَلِأَنَّهُمْ يُنْسَبُونَ إِلَى بَنِي هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَنِسْبَةُ الْقَبِيلَةِ إِلَيْهِ.

وَأَمَّا مَوَالِيهِمْ فَلِمَا رُوِيَ (أَنَّ مَوْلًى لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَهُ أَتَحِلُّ لِي الصَّدَقَةُ؟ فَقَالَ: لَا أَنْتَ مَوْلَانَا) " بِخِلَافِ مَا إِذَا أَعْتَقَ الْقُرَشِيُّ عَبْدًا نَصْرَانِيًّا حَيْثُ تُؤْخَذُ مِنْهُ الْجِزْيَةُ وَيُعْتَبَرُ حَالُ الْمُعْتَقِ لِأَنَّهُ الْقِيَاسُ وَالْإِلْحَاقُ بِالْمَوْلَى بِالنَّصِّ وَقَدْ خَصَّ الصَّدَقَةَ.

اور وہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہ دے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے بنو ہاشم! اللہ نے تم پر لوگوں کا دھوون اور ان کا میل کچیل حرام کیا ہے اور تمہیں اس کے بدلے خمس دیا ہے۔ جبکہ نفلی صدقہ (حرام) نہیں کیا۔ کیونکہ یہاں مال پانی کی طرح ہو گیا۔ جو فرض کے ساقط ہونے سے میل والا ہو جاتا ہے۔ البتہ نفلی صدقہ جو ہے وہ پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کے درجے میں ہے۔

کہا اور وہ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حارث بن عبد المطلب کی اولاد ہیں۔ اور ان لوگوں کے غلام بھی، کیونکہ یہ لوگ اس لئے کہ یہ ہاشم بن عبد مناف کی اولاد سے ہیں اور ان کے قبیلہ کی نسبت ہاشم کی طرف ہے اور البتہ ان کے غلاموں کے بارے میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے غلام نے آپ ﷺ سے پوچھا؟ کیا میرے لئے صدقہ حلال ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ تو ہمارا غلام ہے۔ بہ خلاف اس کے کہ جب کسی قریشی نے اپنے نصرانی غلام کو آزاد کر دیا ہو۔ تو اس آزاد شدہ غلام سے جزیہ وصول کیا جائے گا۔ اور اس آزاد کے مال کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ قیاس کا تقاضہ یہی ہے۔ اور آزاد کرنے والے سے لاحق کرنا یہ حکم نص کی وجہ سے ہے اور اسی لئے صدقہ کو خاص کیا ہے۔

فقیر سمجھ کر غنی کو زکوٰۃ دینے میں حکم شرعی

(قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ: إِذَا دَفَعَ الزَّكَاةَ إِلَى رَجُلٍ يَظُنُّهُ فَقِيرًا ثُمَّ بَانَ أَنَّهُ غَنِيٌّ أَوْ هَاشِمِيٌّ أَوْ كَافِرٌ أَوْ دَفَعَ فِي ظُلْمَةٍ فَبَانَ أَنَّهُ أَبُوهُ أَوْ ابْنُهُ فَلَا إِعَادَةَ عَلَيْهِ. قَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْإِعَادَةُ) لِظُهُورِ خَطَئِهِ بِيَقِينٍ وَإِمْكَانِ الْوُقُوفِ عَلَى هَذِهِ الْأَشْيَاءِ وَصَارَ كَالْأَوَانِي وَالثِّيَابِ. وَلَهُمَا حَدِيثُ مَعْنِ بْنِ يَزِيدَ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ فِيهِ (يَا يَزِيدُ لَكَ مَا نَوَيْتَ، وَيَا مَعْنُ لَكَ مَا أَخَذْتَ) " وَقَدْ دَفَعَ إِلَيْهِ وَكِيلُ أَبِيهِ صَدَقَتَهُ، وَلِأَنَّ الْوُقُوفَ عَلَى هَذِهِ الْأَشْيَاءِ بِالِاجْتِهَادِ دُونَ الْقَطْعِ فَيَبْتَنِي الْأَمْرُ فِيهَا عَلَى مَا يَقَعُ عِنْدَهُ كَمَا إِذَا اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ، وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي غَيْرِ الْغَنِيِّ أَنَّهُ لَا يُجْزِيهِ، وَالظَّاهِرُ هُوَ الْأَوَّلُ. وَهَذِهِ إِذَا تَحَرَّى فَدَفَعَ وَفِي أَكْبَرِ رَأْيِهِ أَنَّهُ مَصْرِفٌ، أَمَّا إِذَا شَكَّ وَلَمْ يَتَحَرَّ أَوْ تَحَرَّى

فَدَفَعَ، وَفِي أَكْبَرِ رَأْيِهِ أَنَّهُ لَيْسَ بِمَصْرِفٍ لَا يُجْزِيهِ إِلَّا إِذَا عَلِمَ أَنَّهُ فَقِيرٌ هُوَ الصَّحِيحُ، وَلَوْ دَفَعَ إِلَى شَخْصٍ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ عَبْدُهُ أَوْ مُكَاتَبُهُ لَا يُجْزِيهِ لِانْعِدَامِ التَّمْلِيكِ لِعَدَمِ أَهْلِيَّةِ الْمِلْكِ وَهُوَ الرُّكْنُ عَلَى مَا مَرَّ.

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر زکوٰۃ دینے والے کسی شخص کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی۔ پھر پتہ چلا کہ وہ شخص تو غنی ہے یا ہاشمی ہے۔ یا پھر وہ شخص کافر ہے۔ اسی طرح رات کے اندھیرے میں زکوٰۃ دی بعد میں پتہ چلا کہ وہ اس کا باپ ہے یا اس کا بیٹا ہے۔ تو اس پر دوبارہ زکوٰۃ دینا واجب نہیں ہے۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس پر دبارہ زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کی غلطی یقین کے ساتھ ظاہر ہو چکی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور مذکورہ اشیاء پر اطلاع پانا ممکن ہے۔ اور مسئلہ برتنوں اور کپڑوں (تحری) کی طرح ہو گیا۔ اور طرفین کی دلیل حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے اس مسئلہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: اے یزید! تیرے لئے وہی ثواب ہوگا جس کی تو نے نیت کی ہے۔ اور تیرے لئے وہ نرفیاں بھی ہیں جو تو نے لی ہیں۔ اور حضرت معن کے والد وکیل نے ان کو اپنے باپ کا صدقہ دیا تھا۔ لہٰذا ان امور پر مطلع ہونا اجتہاد کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ یقین کے ساتھ اطلاع ممکن نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ان چیزوں میں حجت کی بناء اجتہاد ہے۔ کیونکہ وہی اس کے نزدیک واقع ہے۔ جس طرح نمازی پر قبلہ مشتبہ ہو جائے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ غنی کے سوا میں جائز نہیں ہے۔ جبکہ ظاہر الروایہ وہی پہلی روایت ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہے جب اس نے تحری کی تھی اور زکوٰۃ دی تھی۔ اور اس کا گمان غالب بھی یہی تھا کہ مصرف یہی ہے۔ اور جب اس نے شک کیا اور تحری بھی نہیں کی یا اس نے تحری کرنے کے بعد زکوٰۃ دی وراس کا گمان غالب یہ تھا کہ وہ مصرف نہیں ہے۔ تو اس نے زکوٰۃ بھی ادا نہ کی ہاں البتہ جب اس کو معلوم ہوا کہ وہ فقیر ہے۔ یہی قول صحیح ہے۔ اور جب کسی بندے نے کسی شخص کو زکوٰۃ دی اور اس کے بعد پتہ چلا کہ وہ اسی کا غلام ہے یا مکاتب ہے تو عدم تملیک کی وجہ سے وہ زکوٰۃ کافی نہ ہوگی کیونکہ ملکیت کی اہلیت معدوم ہے حالانکہ وہ زکوٰۃ میں رکن ہے جس طرح گزر چکا ہے)۔

مالک نصاب کو زکوٰۃ دینے کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ دَفْعُ الزَّكَاةِ إِلَى مَنْ يَمْلِكُ نِصَابًا مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ) لِأَنَّ الْغِنَى الشَّرْعِيَّ مُقَدَّرٌ بِهِ، وَالشَّرْطُ أَنْ يَكُونَ فَاضِلًا عَنِ الْحَاجَةِ الْأَصْلِيَّةِ وَإِنَّمَا شَرْطُ الْوُجُوبِ (وَيَجُوزُ دَفْعُهَا إِلَى مَنْ يَمْلِكُ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ صَحِيحًا مُكْتَسِبًا) لِأَنَّهُ فَقِيرٌ وَالْفُقَرَاءُ هُمُ الْمَصَارِفُ، وَلِأَنَّ حَقِيقَةَ الْحَاجَةِ لَا يُوقَفُ عَلَيْهَا فَأُدِيرَ الْحُكْمُ عَلَى دَلِيلِهَا وَهُوَ فَقْدُ النِّصَابِ

اور جو شخص نصاب کا مالک ہو خواہ وہ کسی بھی مال سے ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت کے مطابق مالدار ہونے کا اعتبار اسی نصاب سے کیا گیا ہے۔ البتہ شرط اصلی مال سے فارغ ہونا ہے۔ اور نامی ہونا یہ وجوب زکوٰۃ کو شرط ہے۔ اور جو شخص نصاب سے کم ملکیت رکھتا ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ خواہ وہ تن درست کمانے والا ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ فقیر ہے اور

فقراء ہی مصارف ہیں۔اور یہ بھی دلیل ہے کہ ضرورت کی حقیقت کا ادراک تو کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ حکم کا دارومدار اس کی دلیل پر ہوتا ہے۔(قاعدہ فقہیہ)اور وہ نصاب کا نہ ہونا ہے۔

مقدار نصاب کے برابر کسی ایک فقیر کو زکوٰۃ دینے کی کراہت کا بیان

(وَيُكْرَهُ اَنْ يَدْفَعَ اِلَى وَاحِدٍ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَصَاعِدًا وَاِنْ دَفَعَ جَازَ) وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَجُوْزُ لِاَنَّ الْغِنَى قَارَنَ الْاَدَاءَ فَحَصَلَ الْاَدَاءُ اِلَى الْغَنِيِّ .

وَلَنَا اَنَّ الْغِنَى حُكْمُ الْاَدَاءِ فَيَتَعَقَّبُهُ لٰكِنَّهُ يُكْرَهُ لِقُرْبِ الْغِنَى مِنْهُ كَمَنْ صَلّٰى وَبِقُرْبِهِ نَجَاسَةٌ (قَالَ: وَاَنْ تُغْنِيَ بِهَا اِنْسَانًا اَحَبُّ اِلَيَّ) مَعْنَاهُ الْاِغْنَاءُ عَنِ السُّؤَالِ يَوْمَئِذٍ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْاِغْنَاءَ مُطْلَقًا مَكْرُوْهٌ .

اور کسی ایک شخص کو دوسو دراہم یا اس سے زیادہ زکوٰۃ دینا مکروہ ہے اور اگر دے دی تو جائز ہے۔اور حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا غنی ہونا ادائیگی کے ساتھ ملا ہوا ہو گیا۔لہٰذا زکوٰۃ کی ادائیگی غنی کی طرف چلی گئی۔اور ہماری دلیل یہ ہے۔غنی ہونا یقیناً ادائے زکوٰۃ کا حکم ہے۔پس غنی ہونا ادا کے بعد ہوا ہے۔لیکن اس کی کراہت اس وجہ سے ہے کہ وہ غنی کے قریب ہے۔جس طرح کسی شخص نے نماز پڑھی حالانکہ اس کے قریب نجاست تھی۔اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ زکوٰۃ دیتے ہوئے کسی شخص کو غنی کرنا مجھے پسند ہے۔غناء کا معنی یہ ہے کہ اس دن وہ سوال کرنے سے بے پرواہ ہو جائے گا۔البتہ مطلق طور پر غنی کرنا مکروہ ہے۔

زکوٰۃ کو دوسرے شہروں کی طرف منتقل کرنے کی کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ نَقْلُ الزَّكَاةِ مِنْ بَلَدٍ اِلَى بَلَدٍ) وَاِنَّمَا تُفَرَّقُ صَدَقَةُ كُلِّ فَرِيقٍ فِيهِمْ لِمَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيثِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَفِيهِ رِعَايَةُ حَقِّ الْجِوَارِ (اِلَّا اَنْ يَنْقُلَهَا الْاِنْسَانُ اِلَى قَرَابَتِهِ اَوْ اِلَى قَوْمٍ هُمْ اَحْوَجُ مِنْ اَهْلِ بَلَدِهِ) لِمَا فِيهِ مِنَ الصِّلَةِ: اَوْ زِيَادَةِ دَفْعِ الْحَاجَةِ، وَلَوْ نَقَلَ اِلَى غَيْرِهِمْ اَجْزَاَهُ، وَاِنْ كَانَ مَكْرُوهًا لِاَنَّ الْمَصْرِفَ مُطْلَقُ الْفُقَرَاءِ بِالنَّصِّ .

فرمایا: زکوٰۃ کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنا مکروہ ہے۔اور یقیناً ہر گروہ کا صدقہ انہی میں تقسیم کیا جائے۔اسی روایت کی وجہ سے جس کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔اور اسی میں ہمسائیوں کی رعایت ہے۔ہاں البتہ اگر انسان زکوٰۃ اپنے قریبی رشتہ داروں کی طرف منتقل کرے یا ایسی قوم کی طرف منتقل کرے جو اس شہر والوں سے زیادہ محتاج ہوں۔کیونکہ اس میں صلہ رحمی اور ضرورت دور کرنے میں اضافہ ہے۔اور اگر اس نے ان کے علاوہ کسی اور طرف منتقل کی تو بھی کافی ہو گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔اس لئے کہ زکوٰۃ کا مصرف نص قرآنی میں علی الاطلاق فقراء ہیں۔اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

﴿یہ باب فطرانے کے بیان میں ہے﴾

باب صدقہ فطر کی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فطرانے کی زکوٰۃ کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ زکوٰۃ کی طرح یہ بھی عبادت مالیہ ہے اور روزے کے ساتھ اس کی مطابقت یہ ہے کہ یہ روزے کے بعد واجب ہوتا ہے۔لہٰذا یہ عبادت مالیہ کو عبادت بدنیہ کی طرف منتقل کرنے کے لحاظ سے درمیان میں ذکر کیا گیا ہے۔صاحب نہایہ نے لکھا ہے کہ یہاں ترجیح اسی ترتیب کو دی جائے گی کیونکہ یہاں جو کلام مقصود ہے وہ مضاف ہے۔نہ مضاف الیہ، کیونکہ یہ اپنی شرط کی طرف مضاف ہے۔اور صدقہ اللہ کی طرف سے ایک عبادت جس سے مقصود اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنا ہوتا ہے۔اور اس میں صدقے کی طرف رغبت دلائی گئی ہے۔جس طرح دیگر صدقات میں ہوتا ہے۔(عنایہ شرح الہدایہ، ۳، ص ۲۲۴، بیروت)

فطرانے کے وجوب کا بیان

قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: (صَدَقَةُ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ إذَا كَانَ مَالِكًا لِمِقْدَارِ النِّصَابِ فَاضِلًا عَنْ مَسْكَنِهِ وَثِيَابِهِ وَأَثَاثِهِ وَفَرَسِهِ وَسِلَاحِهِ وَعَبِيدِهِ) أَمَّا وُجُوبُهَا فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي خُطْبَتِهِ "(أَدُّوا عَنْ كُلِّ حُرٍّ وَعَبْدٍ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ) "رَوَاهُ ثَعْلَبَةُ بْنُ صُعَيْرٍ الْعَدَوِيُّ أَوْ صُعَيْرٍ الْعُذْرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَبِمِثْلِهِ يَثْبُتُ الْوُجُوبُ لِعَدَمِ الْقَطْعِ

فرمایا: صدقہ فطر آزاد مسلمان پر واجب ہے۔جبکہ وہ ایسے مال نصاب کا مالک ہو جو اس کے گھر، اس کے کپڑوں، گھریلو سامان، گھوڑے، ہتھیار اور خدمتگار غلاموں سے الگ ہو۔اور اس کے وجوب دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: تم ہر آزاد اور غلام کی طرف سے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو اس کی طرف سے نصف صاع گندم یا ایک صاع جو ادا کرو۔اسے ثعلبہ بن صعیر عدوی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔اور اس طرح کی دلیل سے وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ قطعیت معدوم ہے۔

ثبوت ملکیت وطاعت کے لئے شرط حریت واسلام کا بیان

وَشَرْطُ الْحُرِّيَّةِ لِيَتَحَقَّقَ التَّمْلِيكُ وَالْإِسْلَامُ لِيَقَعَ قُرْبَةً، وَالْيَسَارُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

" (لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى) " وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي قَوْلِهِ: تَجِبُ عَلَى مَنْ يَمْلِكُ زِيَادَةً عَنْ قُوتِ يَوْمِهِ لِنَفْسِهِ وَعِيَالِهِ، وَقَدْرُ الْيَسَارِ بِالنِّصَابِ لِتَقْدِيرِ الْغِنَى فِي الشَّرْعِ بِهِ فَاضِلًا عَمَّا ذُكِرَ مِنَ الْأَشْيَاءِ لِأَنَّهَا مُسْتَحَقَّةٌ بِالْحَاجَةِ الْأَصْلِيَّةِ، وَالْمُسْتَحَقُّ بِالْحَاجَةِ الْأَصْلِيَّةِ كَالْمَعْدُومِ وَلَا يُشْتَرَطُ فِيهِ النُّمُوُّ، وَيَتَعَلَّقُ بِهٰذَا النِّصَابِ حِرْمَانُ الصَّدَقَةِ وَوُجُوبُ الْأُضْحِيَّةِ وَالْفِطْرَةِ.

اور آزاد ہونے کی شرط ثبوت ملکیت کی وجہ سے لگائی گئی ہے۔ اور اسلام کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے تا کہ ثواب واقع ہو اور مالدار ہونے کی شرط اس لئے بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صدقہ فطر صرف مالدار پر ہے۔ اور یہی حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دلیل ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک صدقہ فطر ہر اس شخص پر واجب ہے جو ایک دن کی روزی سے زیادہ کا مالک ہو جو اس کے لئے اور اس کے اہل وعیال کے لئے ہوتی ہے۔ اور مالداری کا حساب نصاب کے ساتھ کیا گیا ہے۔ کیونکہ شرعی طور پر غنی نصاب کے ساتھ مقدر ہے بشرطیکہ وہ مذکورہ اشیاء سے فاضل ہو۔ کیونکہ مذکورہ اشیاء تو حاجت اصلیہ کے ساتھ ثابت ہیں۔ اور جو نصاب حاجت اصلیہ کے ساتھ ثابت ہو وہ معدوم کی طرح ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں نمو (بڑھوتی) بھی شرط نہیں۔ اور اسی کے نصاب کے ساتھ صدقہ لینے سے محروم ہونا، قربانی کا وجوب اور فطرانے واجب ہونا ثابت ہے۔

جن لوگوں کی طرف سے فطرانہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا

قَالَ (يُخْرِجُ ذٰلِكَ عَنْ نَفْسِهِ) لِحَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ (فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى) " الْحَدِيثَ (وَ) يُخْرِجُ عَنْ (أَوْلَادِهِ الصِّغَارِ) لِأَنَّ السَّبَبَ رَأْسٌ يَمُونُهُ وَيَلِي عَلَيْهِ لِأَنَّهَا تُضَافُ إِلَيْهِ يُقَالُ زَكَاةُ الرَّأْسِ، وَهِيَ أَمَارَةُ السَّبَبِيَّةِ، وَالْإِضَافَةُ إِلَى الْفِطْرِ بِاعْتِبَارِ أَنَّهُ وَقْتُهُ، وَلِهٰذَا تَتَعَدَّدُ بِتَعَدُّدِ الرَّأْسِ مَعَ اتِّحَادِ الْيَوْمِ، وَالْأَصْلُ فِي الْوُجُوبِ رَأْسُهُ وَهُوَ يَمُونُهُ وَيَلِي عَلَيْهِ فَيَلْحَقُ بِهِ مَا هُوَ فِي مَعْنَاهُ كَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ لِأَنَّهُ يَمُونُهُمْ وَيَلِي عَلَيْهِمْ (وَمَمَالِيكِهِ) لِقِيَامِ الْوِلَايَةِ وَالْمُؤْنَةِ، وَهٰذَا إِذَا كَانُوا لِلْخِدْمَةِ وَلَا مَالَ لِلصِّغَارِ، فَإِنْ كَانَ لَهُمْ مَالٌ يُؤَدِّي مِنْ مَالِهِمْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّ الشَّرْعَ أَجْرَاهُ مَجْرَى الْمُؤْنَةِ فَأَشْبَهَ النَّفَقَةَ.

صاحب قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ صدقہ اپنی طرف سے نکالے۔ اس حدیث کی وجہ سے جس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فطر کی زکوٰۃ مرد وعورت پر فرض ہے۔ اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ (فطر) دے کیونکہ صدقے کا سبب وہ راس ہے۔ جو روزانہ (پرورش) دیتا ہے۔ اور وہ ان (ذمہ دار) کا ناظم ہے۔ کیونکہ

صدقہ فطر اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور ''زکوۃ الرأس'' کہا جاتا ہے۔ اور یہی اضافت سبب کی علامت ہے۔ اور فطر کی طرف اضافت اس وجہ سے ہے کیونکہ فطر اس کا وقت ہے۔ لہٰذا اسی وجہ سے رأس کے متعدد ہونے کی وجہ سے صدقہ فطر میں تعدد ہوگا۔ حالانکہ دن متحد ہے اور وجوب صدقہ میں اصل مالدار کا رأس ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور اسے وہ روزانہ دیتا ہے اور اس کا ناظم بھی ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ ہر ایسا رأس لاحق کیا جائے گا جس اس کے معنی میں ہے۔ جس طرح اس کی نابالغ اولاد ہے جن کی وہ پرورش کرتا ہے اور ان کی سرپرست ہے۔

ولایت اور مدد کی قیام کی وجہ سے وہ اپنی ملکیت والے غلاموں کا صدقہ فطر بھی ادا کرے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ غلام خدمت کے لئے ہوں۔ اور جب چھوٹی اولاد کا اپنا مال جب کچھ بھی نہ ہو۔ اور اگر چھوٹی اولاد کے پاس اپنا مال ہو تو شیخین کے فطرانہ ان کے مال سے ادا کیا جائے۔ جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ صدقہ مؤنت کے قائم مقام ہے۔ پس یہ نفقہ کے مشابہ ہوا۔

بیوی اور بڑی اولاد کے صدقہ فطر کا بیان

(وَلَا يُؤَدِّي عَنْ زَوْجَتِهِ) لِقُصُوْرِ الْوِلَايَةِ وَالْمُؤْنَةِ فَإِنَّهُ لَا يَلِيهَا فِي غَيْرِ حُقُوْقِ النِّكَاحِ وَلَا يَمُوْنُهَا فِي غَيْرِ الرَّوَاتِبِ كَالْمُدَاوَاةِ.

(وَلَا عَنْ أَوْلَادِ الْكِبَارِ وَإِنْ كَانُوا فِي عِيَالِهِ) لِانْعِدَامِ الْوِلَايَةِ وَلَوْ أَدَّى عَنْهُمْ أَوْ عَنْ زَوْجَتِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِمْ أَجْزَأَهُ اسْتِحْسَانًا لِثُبُوْتِ الْإِذْنِ عَادَةً.

اور وہ اپنی بیوی کی طرف (فطرانہ) ادا نہ کرے گا۔ کیونکہ ولایت اور مؤنت قاصر ہے۔ اس لئے کہ شوہر نکاح کے حقوق کے سوا میں ملکیت نہیں رکھتا۔ اور خاوند طے شدہ معاملات کے علاوہ اس کی مؤنت کو برداشت نہیں کرے گا جس طرح دوا کرنا ہے۔ اور اپنی بالغ اولاد کی طرف صدقہ فطر ادا نہ کرے گا۔ خواہ وہ اس کے عیال میں ہوں۔ کیونکہ ولایت معدوم ہے اور اگر اس نے ان کی جانب سے یا اپنی زوجہ کی طرف سے صدقہ فطر ادا کیا تو بطور استحسان ادا ہو جائے گا۔ کیونکہ اجازت بطور عرف ثابت ہے۔

مکاتب کی زکوۃ کا بیان

(وَلَا) يُخْرِجُ (عَنْ مُكَاتَبِهِ) لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ وَلَا الْمُكَاتَبُ عَنْ نَفْسِهِ لِفَقْرِهِ. وَفِي الْمُدَبَّرِ وَأُمِّ الْوَلَدِ وِلَايَةُ الْمَوْلَى ثَابِتَةٌ فَيُخْرِجُ عَنْهُمَا.

اور وہ اپنے مکاتب (غلام) کی طرف سے فطرانہ نہیں نکالے گا۔ کیونکہ ولایت معدوم ہے۔ اور فقر کی وجہ سے مکاتب بھی اپنی طرف سے زکوۃ نہ نکالے گا۔ اور مدبر اور ام ولد میں آقا کی ولایت ثابت ہے لہٰذا ان دونوں کی طرف سے زکوۃ نکالی جائے گی۔

تجارتی غلاموں کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں

(وَلَا) يُخْرِجُ (عَنْ مَمَالِيكِهِ لِلتِّجَارَةِ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَإِنَّ عِنْدَهُ وُجُوبَهَا عَلَى الْعَبْدِ وَوُجُوبَ الزَّكَاةِ عَلَى الْمَوْلَى فَلَا تَنَافِي، وَعِنْدَنَا وُجُوبُهَا عَلَى الْمَوْلَى بِسَبَبِهِ كَالزَّكَاةِ فَيُؤَدِّي إِلَى الثِّنَي .

اور وہ زکوٰۃ نہیں دے گا ان غلاموں کی طرف سے جو تجارت کی غرض سے ہیں۔ جبکہ اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے۔ پس ان کے نزدیک صدقہ فطر کا وجوب غلام پر ہے جبکہ زکوٰۃ کا آقا پر ہے۔ کیونکہ کوئی منافی نہیں ہے۔ اور ہمارے نزدیک صدقہ فطر کا وجوب اپنے سبب کی وجہ سے آقا پر ہے جس طرح زکوٰۃ کا حکم ہے۔ لہٰذا یہ تکرار کا سبب بنے گا۔

مشترکہ غلام کے فطرانے کا بیان

(وَالْعَبْدُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ لَا فِطْرَةَ عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمَا) لِقُصُورِ الْوِلَايَةِ وَالْمُؤْنَةِ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا (وَكَذَا الْعَبِيدُ بَيْنَ اثْنَيْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) وَقَالَا عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَا يَخُصُّهُ مِنَ الرُّءُوسِ دُونَ الْأَشْقَاصِ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ لَا يَرَى قِسْمَةَ الرَّقِيقِ وَهُمَا يَرَيَانِهِمَا، وَقِيلَ: هُوَ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهُ لَا يَجْتَمِعُ النَّصِيبُ قَبْلَ الْقِسْمَةِ فَلَمْ تَتِمَّ الرَّقَبَةُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا .

اور وہ غلام جس کی ملکیت میں دو آقا شریک ہوں اس کا فطرانہ ان دونوں میں سے کسی پر واجب نہیں ہے۔ کیونکہ ولایت اور مؤنت ان دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں نامکمل ہے۔ اور اسی طرح اگر چند غلام دو آقاؤں کے درمیان مشترک ہوں۔ یہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے۔ کہ ان دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا صدقہ فطر واجب ہوگا۔ جو راس المال میں سے اس کے لئے خاص ہو۔ جبکہ حصوں میں سے یہ اختلاف اس دلیل پہ مبنی ہے۔ کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بانٹنے اور تقسیم کو جائز نہیں سمجھتے جبکہ صاحبین جائز کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بالاجماع یہی حکم ہے۔ اس لئے تقسیم سے پہلے حصے جمع نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ہر شرکت والے کے لئے اس کی رقبہ (ملکیت) مکمل نہ ہوگی۔

کافر غلام کے فطرانے کا بیان

(وَيُؤَدِّي الْمُسْلِمُ الْفِطْرَةَ عَنْ عَبْدِهِ الْكَافِرِ) لِإِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا " (أَدُّوا عَنْ كُلِّ حُرٍّ وَعَبْدٍ يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ أَوْ مَجُوسِيٍّ) " الْحَدِيثَ وَلِأَنَّ السَّبَبَ قَدْ تَحَقَّقَ وَالْمَوْلَى مِنْ أَهْلِهِ، وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّ الْوُجُوبَ عِنْدَهُ عَلَى الْعَبْدِ، وَهُوَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ، وَلَوْ كَانَ عَلَى الْعَكْسِ فَلَا وُجُوبَ بِالِاتِّفَاقِ .

فَصْلٌ فِی مِقْدَارِ الْوَاجِبِ وَوَقْتِہٖ

﴿یہ فصل صدقہ فطر کی واجب مقدار اور اس کے وقت کے بیان میں ہے﴾

فصل مقدار فطرانہ کی مطابقت کا بیان

مصنف اس فصل میں فطرانے کی مقدار کو بیان کریں گے۔ کیونکہ فطرانے کے ثبوت اور اس کے احکام سے فارغ ہونے کے بعد اب اس کی مقدار جو یقیناً ثبوت واحکام کے بعد ذکر کی جائے گی۔

فطرانے کی نصابی مقدار کا بیان

(اَلْفِطْرَۃُ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ دَقِیْقٍ اَوْ سَوِیْقٍ اَوْ زَبِیْبٍ اَوْ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِیْرٍ) وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ، الزَّبِیْبُ بِمَنْزِلَۃِ الشَّعِیْرِ، وَھُوَ رِوَایَۃٌ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی، وَالْاَوَّلُ رِوَایَۃُ الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ، وَقَالَ الشَّافِعِیُّ: مِنْ جَمِیْعِ ذٰلِکَ صَاعٌ صَاعٌ لِحَدِیْثِ (اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا نُخْرِجُ ذٰلِکَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) .وَلَنَا مَا رَوَیْنَا وَھُوَ مَذْھَبُ جَمَاعَۃٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ فِیْھِمُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ، وَمَا رَوَاہُ مَحْمُوْلٌ عَلَی الزِّیَادَۃِ تَطَوُّعًا .

صدقہ فطر گندم، آٹے، ستو یا کشمش کا نصف صاع ہے یا کھجور یا جو کا ایک صاع ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کشمش جو کے مرتبے میں ہے اور ایک روایت کے مطابق امام اعظم علیہ الرحمہ سے بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔ اور پہلی روایت جامع صغیر کی ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ ان سب میں ایک صاع ہے۔ کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اتنی ہی نکالتے تھے۔ اور ہماری دلیل جو ہم روایت کر چکے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے جس میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ روایت میں زیادتی نفل پر محمول کی گئی ہے۔

کشمش میں صاحبین کی دلیل کا بیان

وَلَھُمَا فِی الزَّبِیْبِ اَنَّہٗ وَالتَّمْرُ یَتَقَارَبَانِ فِی الْمَقْصُوْدِ، وَلَہٗ اَنَّہٗ وَالْبُرُّ یَتَقَارَبَانِ فِی الْمَعْنٰی لِاَنَّہٗ یُؤْکَلُ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا کُلُّہٗ، بِخِلَافِ الشَّعِیْرِ وَالتَّمْرِ لِاَنَّ کُلَّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا یُؤْکَلُ وَیُلْقٰی مِنَ التَّمْرِ النَّوَاۃُ وَمِنَ الشَّعِیْرِ النُّخَالَۃُ، وَبِھٰذَا ظَھَرَ التَّفَاوُتُ بَیْنَ الْبُرِّ وَالتَّمْرِ، وَمُرَادُہٗ مِنَ الدَّقِیْقِ

وَلَنَا مَا رُوِیَ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ رِطْلَيْنِ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ ثَمَانِيَةِ اَرْطَالٍ) "وَهٰكَذَا كَانَ صَاعُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ اَصْغَرُ مِنَ الْهَاشِمِيِّ، وَكَانُوا يَسْتَعْمِلُونَ الْهَاشِمِيَّ .

فرمایا: طرفین کے عراقی صاع آٹھ ارطال کا ہوتا ہے۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ پانچ ارطال اور ایک رطل کا ثلث ہو۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ہمارا صاع چھوٹے صاعوں میں سے ہے۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رطلوں والے مد کے ساتھ وضو فرمایا اور آٹھ رطلوں والے صاع کے ساتھ غسل فرمایا۔ اور اسی طرح کا صاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں تھا جو اہل ہاشم کے صاعوں سے چھوٹا تھا اور ہاشمی بھی اس کو استعمال کرتے تھے۔

وجوب فطرانے کے متعلق فقہ شافعی وحنفی کے اختلاف کا بیان

وَقَالَ (وَوُجُوبُ الْفِطْرَةِ يَتَعَلَّقُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ الْفِطْرِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: بِغُرُوبِ الشَّمْسِ فِي الْيَوْمِ الْاٰخِيرِ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى اِنَّ مَنْ اَسْلَمَ اَوْ وُلِدَ لَيْلَةَ الْفِطْرِ تَجِبُ فِطْرَتُهُ عِنْدَنَا، وَعِنْدَهُ لَا تَجِبُ، وَعَلٰى عَكْسِهِ مَنْ مَاتَ فِيهَا مِنْ مَمَالِيكِهِ اَوْ وَلَدِهِ .لَهُ اَنَّهُ يَخْتَصُّ بِالْفِطْرِ وَهٰذَا وَقْتُهُ .وَلَنَا اَنَّ الْاِضَافَةَ لِلِاخْتِصَاصِ، وَالِاخْتِصَاصُ الْفِطْرُ بِالْيَوْمِ دُوْنَ اللَّيْلِ

(وَالْمُسْتَحَبُّ اَنْ يُخْرِجَ النَّاسُ الْفِطْرَةَ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوجِ اِلَى الْمُصَلّٰى) (لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُخْرِجُ قَبْلَ اَنْ يَخْرُجَ لِلْمُصَلّٰى)، وَلِاَنَّ الْاَمْرَ بِالْاِغْنَاءِ كَيْ لَا يَتَشَاغَلَ الْفَقِيرُ بِالْمَسْاَلَةِ عَنِ الصَّلَاةِ، وَذٰلِكَ بِالتَّقْدِيمِ (فَاِنْ قَدَّمُوهَا عَلٰى يَوْمِ الْفِطْرِ جَازَ) لِاَنَّهُ اَدّٰى بَعْدَ تَقَرُّرِ السَّبَبِ فَاَشْبَهَ التَّعْجِيلَ فِي الزَّكَاةِ، وَلَا تَفْصِيلَ بَيْنَ مُدَّةٍ وَمُدَّةٍ هُوَ الصَّحِيحُ وَقِيلَ يَجُوزُ تَعْجِيلُهَا فِي النِّصْفِ الْاَخِيرِ مِنْ رَمَضَانَ وَقِيلَ فِي الْعُشْرِ الْاَخِيرِ (وَاِنْ اَخَّرُوهَا عَنْ يَوْمِ الْفِطْرِ لَمْ تَسْقُطْ وَكَانَ عَلَيْهِمْ اِخْرَاجُهَا) لِاَنَّ وَجْهَ الْقُرْبَةِ فِيهَا مَعْقُولٌ فَلَا يَتَقَدَّرُ وَقْتُ الْاَدَاءِ فِيهَا بِخِلَافِ الْاُضْحِيَّةِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

صاحب قدوری نے فرمایا کہ فطرانے کا وجوب عید الفطر کی طلوع فجر سے متعلق ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری دن کے غروب آفتاب سے متعلق ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جو شخص عید الفطر کی رات اسلام لایا یا اس میں پیدا ہوا تو ہمارے نزدیک اس پر فطرانہ واجب ہوگا۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر فطرانہ واجب نہ ہوگا۔ اور اسی کے برعکس جب کسی شخص کے غلاموں میں سے کوئی اسی رات کو فوت ہوگیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ فطرانے کا وجوب فطر کے ساتھ خاص ہے اور

ہماری دلیل یہ ہے کہ اضافت بیشک اختصاص کے لئے ہی ہے لیکن فطر کا اختصاص دن کے ساتھ ہے رات کے ساتھ نہیں۔

اور مستحب یہ ہے کہ عید الفطر کے دن لوگ عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے فطرانہ ادا کریں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ فطرانہ عید الفطر کی طرف جانے سے پہلے ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور اغناء کا حکم اسی لئے دیا گیا ہے کہ فقیر کہیں سوال فطرانہ کی وجہ سے نماز سے غافل نہ ہو جائے۔ اور اس کا حل صدقہ پہلے ادا کرنے سے ہے۔ اور اگر صدقہ فطر عید کے دن سے پہلے ادا کر دیا تو جائز ہے۔ کیونکہ اثبات سبب کے بعد ادا کیا ہے۔ لہٰذا یہ پہلے ادا کی گئی زکوٰۃ کے مشابہ ہو گیا البتہ ایک مدت یا دوسری مدت کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور اگر صدقہ فطر کو عید الفطر کے دن سے مؤخر کیا تو وہ ان سے ساقط نہ ہوگا۔ لہٰذا ان پر صدقہ دینا واجب ٹھہرے گا۔ کیونکہ اس میں قربت کی دلیل معقول ہے لہٰذا اس میں وقت ادا مقدر نہ ہوگا جبکہ قربانی میں ایسا نہیں ہے (بخلاف قربانی کے)، واللہ اعلم۔

کِتَابُ الصَّوْمِ

﴿یہ کتاب روزے کے بیان میں ہے﴾

کتاب الصوم کی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ کتاب روزے کے احکام کے بیان میں ہے امام محمد علیہ الرحمہ نے جامع کبیر میں کتاب الصوم کو کتاب الصلوٰۃ کے بعد متصل ذکر کیا ہے کیونکہ یہ دونوں عبادت بدنیہ میں سے ہیں۔ لیکن قرآن وحدیث میں زکوٰۃ نماز کے ساتھ ملی ہوئی ہے لہٰذا اسی وجہ سے مصنف نے کتاب الزکوٰۃ کو کتاب الصوم سے مقدم کیا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۴، ص ۲۳۶، حقانیہ ملتان)

روزے کو اسلام کا تیسرا رکن کہا جاتا ہے اور اس کے تیسرے رکن ہونے کی ترتیب خود حدیث مبارکہ میں موجود ہے۔

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (یہ تشبیہ ہے کہ اسلام کو ایک گھر کی مانند سمجھو یا ایک چھت کی مانند کہ جس میں پانچ ستون ہوں) اللہ جل جلالہ کی توحید (وحدانیت کی گواہی دینا) نماز کو قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا۔ ایک شخص بولا کہ حج اور رمضان کے روزے رکھنا (یعنی حج کو پہلے کیا اور روزوں کو بعد) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا رمضان کے روزے اور حج۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی سنا ہے۔ (صحیح مسلم، ج ۱، رقم ۶۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

صوم کا لغوی وشرعی معنی

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

لغت میں صوم اور صیام کے معنی ہیں امساک یعنی مطلقاً رکنا! اصطلاح شریعت میں ان الفاظ کا مفہوم ہے فجر سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت کے ساتھ کھانے پینے، جماع کرنے اور بدن کے اس حصے میں جو اندر کے حکم میں ہو کسی چیز کے داخل کرنے سے رکے رہنا نیز روزے دار مسلمان کے لئے اور حیض ونفاس سے پاک ہونا اس کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے۔

الصوم لغت عرب میں الامساک یعنی رکنے کو کہتے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں طلوع فجر سے لے کر غروب شمس تک مفطرات یعنی روزہ توڑنے والی اشیاء سے نیت کے ساتھ رکنے کو روزہ کہا جاتا ہے۔

امت کا اجماع ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہیں، اس کی دلیل مندرجہ ذیل فرمان باری تعالیٰ ہے: (اے

ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کیے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

روزے کی فرضیت پر سنت نبویہ میں بھی دلائل پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک دلیل مندرجہ ذیل فرمان نبوی ﷺ ہے: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا (صحیح بخاری ۱۹۰۸)

روزے کا معنی رکنے کی دلیل لغت کا بیان

فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا (مریم ۲۶)

تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

میں آج روزے سے ہوں یا تو مراد یہ ہے کہ ان کے روزے میں کلام ممنوع تھا یا یہ کہ میں نے بولنے سے ہی روزہ رکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس دو شخص آئے۔ ایک نے تو سلام کیا، دوسرے نے نہ کیا آپ نے پوچھا اس کی کیا وجہ؟ لوگوں نے کہا اس نے قسم کھائی ہے کہ آج یہ کسی سے بات نہ کرے گا آپ نے فرمایا اسے توڑ دے سلام کلام شروع کر یہ تو صرف حضرت مریم علیہا السلام کے لئے ہی تھا کیونکہ اللہ کو آپ کی صداقت و کرامت ثابت کرنا منظور تھی اس لئے اسے عذر بنا دیا تھا حضرت عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں تو آپ نے کہا میں کیسے نہ گھبراؤں خاوند والی میں نہیں، کسی کی ملکیت کی لونڈی باندی میں نہیں مجھے دنیا نہ کہے گی کہ یہ بچہ کیسے ہوا؟

میں لوگوں کے سامنے کیا جواب دے سکوں گی؟ کون سا عذر پیش کر سکوں گی؟ ہائے کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی کاش کہ میں نسیا منسیا ہو گئی ہوتی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اماں آپ کو کسی سے بولنے کی ضرورت نہیں میں آپ ان سب سے نبٹ لوں گا آپ تو انہیں صرف یہ سمجھا دیئے کہ آج سے آپ نے چپ رہنے کی نذر مان لی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، مریم، ۲۶)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں روزے کی تعریف یہ ہے کہ الامساك عن المفطرات مع اقتران النية به من طلوع الفجر الى غروب الشمس۔ (القرطبی)

روزے کی نیت کے ساتھ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہر قسم کے مفطرات سے رک جانا روزہ ہے۔

روزے کی فرضیت کی تاریخ و اہمیت:

ماہ رمضان کے روزے ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان کے مہینے میں تحویل قبلہ کے دس روز بعد فرض کیے گئے بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے قبل کوئی روزہ فرض نہیں تھا جب کہ بعض حضرات کا قول ہے کہ اس سے قبل بھی کچھ ایام کے روزے فرض تھے جو اس ماہ رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد منسوخ ہو گئے۔ چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک تو عاشورا محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ فرض تھا اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ایام بیض (قمری مہینے کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں راتوں کے دن) کے روزے فرض تھے۔ رمضان کے روزے کی فرضیت کے ابتدائی دنوں میں بعض احکام بہت سخت تھے مثلاً غروب آفتاب کے بعد سونے سے پہلے کھانے پینے کی اجازت تھی مگر سونے کے بعد کچھ بھی کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی۔ چاہے کوئی شخص بغیر کھائے

چاہے ہی کیوں نہ سو گیا ہو، اسی طرح جماع کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں جائز نہ تھا۔ مگر جب یہ احکام مسلمانوں پر بہت شاق گزرے اور ان احکام کی وجہ سے کئی واقعات بھی پیش آئے تو یہ احکام منسوخ کر دیئے گئے اور کوئی شق باقی نہ رہی۔

اسلام کے جو پانچ بنیادی ارکان ہیں ان میں روزے کا تیسرا درجہ ہے گویا روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے اس اہم رکن کی جو تاکید اور بیش از بیش اہمیت ہے اسے ماہرین شریعت ہی بخوبی جان سکتے ہیں روزے کا انکار کرنے والا کافر اور اس کا تارک فاسق اور اشد گنہگار ہوتا ہے چنانچہ درمختار کے باب مایفسد الصوم میں یہ مسئلہ اور حکم نقل کیا گیا ہے کہ ولو اکل عمداً اشهرة بلا عذر یقتل، جو شخص رمضان میں بلا عذر علی الاعلان کھاتا پیتا نظر آئے اسے قتل کر دیا جائے۔

روزہ کی فضیلت کے بارے میں صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ بعض علماء نے اس اہم ترین اور باعظمت رکن کے بے انتہا فضائل دیکھ کر اس کو نماز جیسی عظیم الشان عبادت پر ترجیح اور فضیلت دی ہے اگرچہ یہ بعض ہی علماء کا قول ہے جب کہ اکثر علماء کا مسلک یہی ہے کہ نماز تمام اعمال سے افضل ہے اور اسے روزہ پر بھی ترجیح و فضیلت حاصل ہے مگر بتانا تو صرف یہ ہے کہ جب اس بات میں علماء کے ہاں اختلاف ہے کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ تو اب ظاہر ہے کہ نماز کے علاوہ اور کوئی بھی دوسرا عمل اور دوسرا رکن روزے کی ہمسری نہیں کرسکتا۔

قرآن کے مطابق روزے کی فرضیت کا بیان

(۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔

(۲) فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ۔ تم میں سے جو اس ماہ کو پائے وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔

تفاسیر وآثار صحابہ کے مطابق فرضیت روزے کا بیان

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ عطاء، قتادہ وضحاک کا فرمان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے ہر مہینہ میں تین روزوں کا حکم تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے بدلا اور ان پر اس مبارک مہینہ کے روزے فرض ہوئے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگلی امتوں پر بھی ایک مہینہ کامل کے روزے فرض تھے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ رمضان کے روزے تم سے پہلے کی امتوں پر بھی فرض تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کو یہ حکم تھا کہ جب وہ عشاء کی نماز ادا کرلیں اور سو جائیں تو ان پر کھانا پینا عورتوں سے مباشرت کرنا حرام ہو جاتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگلے لوگوں سے مراد اہل کتاب ہیں۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ تم میں سے جو شخص ماہ رمضان میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اس حالت میں روزے چھوڑ دے مشقت نہ اٹھائے اور اس کے بعد اور دنوں میں جبکہ یہ عذر ہٹ جائیں قضا کرلیں، ہاں ابتداء اسلام میں جو شخص تندرست ہو اور مسافر بھی نہ ہو اسے بھی اختیار تھا خواہ روزہ رکھے خواہ نہ رکھے مگر فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دے اگر ایک سے

زیادہ کو کھلائے تو افضل تھا گو روزہ رکھنا فدیہ دینے سے زیادہ بہتر تھا

ابن مسعود ابن عباس مجاہد طاؤس مقاتل وغیرہ بھی فرماتے ہیں مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز اور روزے کی تین حالتیں بدلی گئیں پہلے تو سولہ سترہ مہینہ تک مدینہ میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف نماز ادا کی پھر "قد نری" والی آیت آئی اور مکہ شریف کی طرف آپ نے منہ پھیرا۔ دوسری تبدیلی یہ ہوئی کہ نماز کے لئے ایک دوسرے کو پکارتا تھا اور جمع ہو جاتے تھے لیکن اس سے آخر عاجز آ گئے پھر ایک انصاری حضرت عبداللہ بن زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خواب میں دیکھا لیکن وہ خواب گویا بیداری کی سی حالت میں تھا کہ ایک شخص سبز رنگ کا حلہ پہنے ہوئے ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کہہ رہا ہے آیت اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الہ الا اللہ دوبارہ یونہی اذان پوری کی پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے تکبیر کہی جس میں آیت قد قامت الصلوٰۃ بھی دو مرتبہ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ سکھاؤ وہ اذان کہیں گے چنانچہ سب سے پہلے حضرت بلال نے اذان کہی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے بھی آ کر اپنا یہی خواب بیان کیا تھا۔ لیکن ان سے پہلے حضرت زید آ چکے تھے۔ تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ پہلے یہ دستور تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں کوئی آیا کچھ رکعتیں ہو چکی ہیں تو وہ کسی سے دریافت کرتا کہ کتنی رکعتیں ہو چکی ہیں وہ جواب دیتا کہ اتنی رکعتیں پڑھ لی ہیں وہ اتنی رکعتیں ادا کرتا پھر حضور کے ساتھ مل جاتا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ آئے اور کہنے لگے کہ میں حضور کو جس حال میں پاؤں گا اسی میں مل جاؤں گا اور جو نماز چھوٹ گئی ہے اسے حضور کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کروں گا چنانچہ انہوں نے یہی کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی رہی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا معاذ نے تمہارے لئے یہ اچھا طریقہ نکالا ہے تم بھی اب یونہی کیا کرو، یہ تین تبدیلیاں تو نماز کی ہوئیں، روزوں کی تبدیلیاں سنئے

اول جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے اور عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آیت (کتب علیکم الصیام) الخ نازل فرما کر رمضان کے روزے فرض کئے۔

دوسرا ابتدائی یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے اور فدیہ دے دے پھر یہ آیت (فمن شهد منكم الشهر فليصمه) تم میں سے جو شخص رمضان کے مہینے میں قیام کی حالت میں ہو وہ روزہ رکھا کرے پس جو شخص مقیم ہو مسافر نہ ہو تندرست ہو بیمار نہ ہو اس پر روزہ رکھنا ضروری ہو گیا ہاں بیمار اور مسافر کے لئے رخصت ملی اور ایسا بوڑھا انتہائی جو روزے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو اسے بھی رخصت دی گئی۔ تیسری حالت یہ ہے کہ ابتداء میں کھانا پینا عورتوں کے پاس آنا سونے سے پہلے پہلے جائز تھا سو گیا تو پھر گو رات کو ہی جاگے لیکن کھانا پینا اور جماع اس کے لئے منع تھا پھر صرمہ نامی ایک انصاری صحابی دن بھر کام کاج کر کے رات کو تھکے ہارے گھر آئے عشاء کی نماز ادا کی اور نیند آ گئی دوسرے دن کچھ کھائے پئے بغیر روزہ رکھا لیکن حالت بہت نازک ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا بات؟ تو انہوں نے سارا واقعہ کہہ دیا، ادھر یہ واقعہ تو ان کے ساتھ ہوا ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سو جانے کے بعد اپنی بیوی صاحبہ سے مجامعت کر لی اور حضور کے پاس آ کر حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے اس قصور کا اقرار کیا جس پر آیت (احل لکم

لیلة الصیام الرفث الی نسائکم) سے (ثم اتموا الصیام الی الیل) تک نازل ہوئی اور مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور مجامعت کرنے کی رخصت دے دی گئی، بخاری مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پہلے عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا جب رمضان کی فرضیت نازل ہوئی تو اب ضروری نہ رہا جو چاہتا رکھ لیتا جو نہ چاہتا نہ رکھتا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے۔ آیت (وعلی الذین یطیقونہ) کا مطلب حضرت معاذ بیان فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جو چاہتا روزہ رکھتا جو چاہتا نہ رکھتا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔

حضرت سلمہ بن اکوع سے بھی صحیح بخاری میں ایک روایت آئی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت جو شخص چاہتا افطار کرتا اور فدیہ دے دیتا یہاں تک کہ اس کے بعد کی آیت اتری اور یہ منسوخ ہوئی، حضرت ابن عمر بھی اسے منسوخ کہتے ہیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ منسوخ نہیں مراد اس سے بوڑھا مرد اور بڑھیا عورت ہے جسے روزے کی طاقت نہ ہو،

ابن ابی لیلیٰ، کہتے ہیں عطار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رمضان میں گیا دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اس آیت نے پہلی آیت کا حکم منسوخ کر دیا، اب یہ حکم صرف بہت زیادہ بیطاقت بوڑھے بڑے کے لئے ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص مقیم ہو اور تندرست ہو اس کے لئے یہ حکم نہیں بلکہ اسے روزہ ہی رکھنا ہوگا ہاں ایسے بوڑھے، بڑے معمر اور کمزور آدمی جنہیں روزے کی طاقت ہی نہ ہو روزہ نہ رکھیں اور نہ ان پر قضا ضروری ہے لیکن اگر وہ مالدار ہوں تو آیا انہیں کفارہ بھی دینا پڑے گا یا نہیں ہمیں اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول تو یہ ہے کہ چونکہ اس میں روزے کی طاقت نہیں لہٰذا یہ بھی مثل بچے کے ہے نہ اس پر کفارہ ہے نہ اس پر قضا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، دوسرا قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اس کے ذمہ کفارہ ہے، اکثر علماء کرام کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی تفسیروں سے بھی یہی ثابت ہوا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ مسئلہ بھی یہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بہت بڑی عمر والا بوڑھا جسے روزے کی طاقت نہ ہو تو فدیہ دے دے جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی بڑی عمر میں بڑھاپے کے آخری دنوں میں سال دو سال تک روزہ نہ رکھا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو روٹی گوشت کھلا دیا کرے، مسند ابویعلیٰ میں ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو گئے تو گوشت روٹی تیار کر کے تیس مسکینوں کو بلا کر کھلا دیا کرتے، اسی طرح حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت کے بارے میں جب انہیں اپنی جان کا یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو علماء میں سخت اختلاف ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ وہ روزہ نہ رکھیں فدیہ دے دیں اور جب خوف ہٹ جائے قضا بھی کر لیں بعض کہتے ہیں صرف فدیہ ہے قضا نہ کریں، بعض کہتے ہیں قضا کر لیں فدیہ نہیں اور بعض کا قول ہے کہ نہ روزہ رکھیں نہ فدیہ نہ قضا کریں۔

احادیث کے مطابق فرضیت صوم کا بیان

امام بخاری و مسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور نماز پڑھنا، اور زکوٰۃ دینا، اور بیت

اللہ کا حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔

مذاہب اربعہ کے مطابق فرضیت صوم کا بیان

ائمہ اربعہ کے نزدیک بہ اجماع روزہ فرض ہے۔ اور اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ یہاں تک فقہی مذاہب کے علاوہ اگر اسلام کے سوا دوسرے مذاہب کا جائزہ لیں تو ان کے نزدیک بھی روزے کی مختلف کیفیات ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

روزے کا تصور کم وبیش ہر مذہب اور ہر قوم میں موجود رہا ہے اور اب بھی ہے مگر اسلام میں روزے کا تصور یکسر جداگانہ، منفرد اور مختلف ہے جبکہ دوسرے مذاہب روزے کی اصل مقصدیت سے صرف نظر کرتے ہوئے روزے کو اپنے مخصوص مفادات کے لیے محدود کر لیتے تھے مگر اسلام نے اس میدان میں بھی انسانیت کو روزے کے ذریعے ایک نظام تربیت دیا۔ دنیا کا ہر مذہب کسی نہ کسی صورت میں تزکیہ نفس اور روحانی طہارت کی اہمیت کو اُجاگر کرتا رہا ہے مگر ان کے ہاں اس کے مختلف انداز اور طریقے ہیں مثلاً ہندوؤں کے ہاں پوجا کا تصور ہے، عیسائیوں کے ہاں رہبانیت کا رجحان ہے تو یونانی ترکِ دنیا کے قائل ہیں اور بدھ مت جملہ خواہشات کو قطعاً فنا کر دینے کے خواہاں ہیں لیکن اسلام ایک ایسا سادہ اور آسان دین ہے جو ان تمام خرافات اور افراط وتفریط سے پاک ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں تقویٰ اور تزکیہ نفس کے لیے ارکانِ اسلام کی صورت میں ایک ایسا پانچ نکاتی لائحہ عمل عطا کر دیا جو فطرتاً انسان سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت سادہ، آسان اور قابل عمل بھی ہے۔

علاوہ ازیں مختلف مذاہب میں روزہ رکھنے کے مکلف بھی مختلف طبقات میں موجود ہیں مثلاً پارسیوں کے ہاں صرف مذہبی پیشوا، ہندوؤں میں برہمن اور یونانیوں کے ہاں صرف عورتیں روزے رکھنے کی پابند ہیں جبکہ ان کے اوقات روزہ میں بھی اختلاف اور افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔

روزے کی اقسام ونیت کرنے کا بیان

قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (الصَّوْمُ ضَرْبَانِ: وَاجِبٌ وَنَفْلٌ، وَالْوَاجِبُ ضَرْبَانِ: مِنْهُ مَا يَتَعَلَّقُ بِزَمَانٍ بِعَيْنِهِ كَصَوْمِ رَمَضَانَ وَالنَّذْرِ الْمُعَيَّنِ فَيَجُوزُ صَوْمُهُ بِنِيَّةٍ مِنَ اللَّيْلِ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ حَتّٰى أَصْبَحَ أَجْزَأَهُ النِّيَّةُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الزَّوَالِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يُجْزِيهِ .

اعْلَمْ أَنَّ صَوْمَ رَمَضَانَ فَرِيضَةٌ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ) وَعَلٰى فَرْضِيَّتِهِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ وَلِهٰذَا يَكْفُرُ جَاحِدُهُ، وَالْمَنْذُورُ وَاجِبٌ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ) وَسَبَبُ الْأَوَّلِ الشَّهْرُ وَلِهٰذَا يُضَافُ إِلَيْهِ وَيَتَكَرَّرُ بِتَكَرُّرِهِ وَكُلُّ يَوْمٍ سَبَبٌ لِوُجُوبِ صَوْمِهِ، وَسَبَبُ الثَّانِي النَّذْرُ وَالنِّيَّةُ مِنْ شَرْطِهِ وَسَنُبَيِّنُهُ وَتَفْسِيرُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

فرمایا: روزے کی دو اقسام ہیں۔ (۱) واجب (۲) نفل۔ اور واجب کی دو اقسام ہیں۔ ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ جو معین زمانے کے ساتھ متعلق ہو جس طرح رمضان کا روزہ اور نذر معین کا روزہ ہے۔ یہ روزہ ایسی نیت کے ساتھ جائز ہے جو رات

سے کی گئی ہو۔ اور اگر اس نے نیت نہ کی حتیٰ کہ صبح ہوگئی تب اس کے لئے صبح اور زوال کے درمیان نیت کر لینا کافی ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا: کہ کافی نہیں ہے۔

26

تو جان لے کہ رمضان کا روزہ فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں اور رمضان کے روزوں کی فرضیت پر اجماع ہو چکا ہے۔ اسی دلیل کی وجہ سے اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اور نذر کا روزہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنی نذروں کو پورا کرو۔ اور پہلے روزے کا سبب شہر رمضان ہے لہٰذا اس کی اضافت اسی کی طرف کی گئی ہے۔ اور رمضان کا روزہ شہر رمضان کے مکرر ہونے کی وجہ سے مکرر ہے۔ لہٰذا رمضان کا ہر دن روزے کے وجوب کا سبب ہے۔ اور نذر معین کا سبب نذر ہے۔ اور نیت روزے کی شرط ہے عنقریب ہم اس کو بیان کریں اور اس کی تفسیر بھی کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

روزے کی نیت کے بارے میں فقہی احکام:

وَجْهُ قَوْلِهِ فِي الْخِلَافِيَّةِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَنْوِ الصِّيَامَ مِنَ اللَّيْلِ) وَلِأَنَّهُ لَمَّا فَسَدَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ لِفَقْدِ النِّيَّةِ فَسَدَ الثَّانِي ضَرُورَةَ أَنَّهُ لَا يَتَجَزَّأُ بِخِلَافِ النَّفْلِ لِأَنَّهُ مُتَجَزِّءٌ عِنْدَهُ .

وَلَنَا قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بَعْدَمَا شَهِدَ الْأَعْرَابِيُّ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ أَلَا مَنْ أَكَلَ فَلَا يَأْكُلَنَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ فَلْيَصُمْ) وَمَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلَى نَفْيِ الْفَضِيلَةِ وَالْكَمَالِ، أَوْ مَعْنَاهُ لَمْ يَنْوِ أَنَّهُ صَوْمٌ مِنَ اللَّيْلِ، وَلِأَنَّهُ يَوْمُ صَوْمٍ فَيَتَوَقَّفُ الْإِمْسَاكُ فِي أَوَّلِهِ عَلَى النِّيَّةِ الْمُتَأَخِّرَةِ الْمُقْتَرِنَةِ بِأَكْثَرِهِ كَالنَّفْلِ، وَهَذَا لِأَنَّ الصَّوْمَ رُكْنٌ وَاحِدٌ مُمْتَدٌّ وَالنِّيَّةُ لِتَعْيِينِهِ لِلَّهِ تَعَالَى فَتَتَرَجَّحُ بِالْكَثْرَةِ جَنْبَةُ الْوُجُودِ بِخِلَافِ الصَّلَاةِ وَالْحَجِّ لِأَنَّ لَهُمَا أَرْكَانًا فَيُشْتَرَطُ قِرَانُهَا بِالْعَقْدِ عَلَى أَدَائِهِمَا، وَبِخِلَافِ الْقَضَاءِ لِأَنَّهُ يَتَوَقَّفُ عَلَى صَوْمِ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَهُوَ النَّفْلُ وَبِخِلَافِ مَا بَعْدَ الزَّوَالِ لِأَنَّهُ لَمْ يُوجَدْ اقْتِرَانُهَا بِالْأَكْثَرِ فَتَرَجَّحَتْ جَنْبَةُ الْفَوَاتِ، ثُمَّ قَالَ فِي الْمُخْتَصَرِ: مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الزَّوَالِ، وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ قَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ وَهُوَ الْأَصَحُّ، لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ وُجُودِ النِّيَّةِ فِي أَكْثَرِ النَّهَارِ وَنِصْفِهِ مِنْ وَقْتِ طُلُوعِ الْفَجْرِ إلَى وَقْتِ الضَّحْوَةِ الْكُبْرَى لَا إلَى وَقْتِ الزَّوَالِ، فَتُشْتَرَطُ النِّيَّةُ قَبْلَهَا لِتَتَحَقَّقَ فِي الْأَكْثَرِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْمُسَافِرِ وَالْمُقِيمِ عِنْدَنَا، خِلَافًا لِزُفَرَ رَحِمَهُ اللَّهُ، لِأَنَّهُ لَا تَفْصِيلَ فِيمَا ذَكَرْنَا مِنَ الدَّلِيلِ .

اور اختلافی مسئلے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کا روزہ ہی نہیں جس نے روزے کو نیت رات نہ کی ہو۔ لہٰذا جب نیت کے مفقود ہونے کی وجہ سے پہلا جز نہ پایا گیا تو دوسرا بھی مفقود ہو گیا۔ کیونکہ روزے کے اجزاء اور حصے نہیں ہوتے۔ بہ خلاف نفلی روزے کے کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک اس کے حصے ہو سکتے ہیں۔ اور

ہماری دلیل یہ ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی چاند کی گواہی کے بعد آیا تو آپ نے فرمایا: سنو جس نے کچھ کھایا ہے تو وہ بقیہ دن میں کچھ نہ کھائے اور جس نے کچھ نہیں کھایا تو وہ روزے رکھے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حدیث فضیلت وکمال کی نفی پر محمول کی گئی ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے یہ نیت نہ کی ہو کہ یہ روزہ رات سے ہے کیونکہ یہ دن کا روزہ ہے۔ لہٰذا دن کے اول میں جو رکنا ہے وہ مؤخر کی نیت کے ساتھ موقوف رہے گا۔ جو دن کے اکثر حصہ سے ملی ہوئی ہے۔ جس طرح نفل ہے کیونکہ روزے ایسا واحد رکن ہے جو امتداد (وقت میں اپنی ذات کو کھینچنے والا) ہے۔ جبکہ نیت اللہ تعالیٰ کے لئے متعین کرنے کے لئے ہے۔ لہٰذا اکثر حصے کے ساتھ جانب وجودی کو ترجیح ہوگی بہ خلاف نماز اور حج کے کیونکہ ان دونوں کے کئی ارکان ہیں۔ پس نیت کا اسی عقد کے ساتھ اتصال شرط ہے۔ جو ان دونوں کی ادائیگی کے لئے کیا گیا ہے۔ بہ خلاف رمضان کے روزے کی قضاء کے کیونکہ وہ اسی دن کے ساتھ موقوف ہے۔ اور وہ نفل ہے بہ خلاف زوال کے بعد والے روزے کے کیونکہ نیت کا ملا ہوا ہونا دن کے اکثر حصے میں نہیں پایا گیا۔ لہٰذا فوت ہونے والی جہت کو ترجیح ہوگی۔

اس کے بعد صاحب قدوری کا قول 'مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الزَّوَالِ'' جبکہ جامع صغیر میں 'قَبْلَ نِصْفِ النَّهَار'' کہا گیا ہے اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ دن کے اکثر حصے میں نیت کا پایا جانا لازم ہے۔ جبکہ شرعی طور پر نصف دن طلوع فجر سے بڑھی ہوئی (چاشت کی) روشنی تک ہے نہ کہ وقت زوال تک ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے ہی نیت کا کرنا شرط ہے۔ تا کہ نیت دن کے اکثر حصے میں ثابت ہو جائے۔ اور مسافر و مقیم دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے کیونکہ ہماری بیان کردہ دلیل میں کہیں تفصیل نہیں ہے۔

معین واجب متعلق نیت کے ساتھ کافی ہے:

وَهٰذَا الضَّرْبُ مِنَ الصَّوْمِ يَتَأَدّٰى بِمُطْلَقِ النِّيَّةِ وَبِنِيَّةِ النَّفْلِ وَبِنِيَّةِ وَاجِبٍ آخَرَ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: فِي نِيَّةِ النَّفْلِ عَابِثٌ، وَفِي مُطْلَقِهَا لَهُ قَوْلَانِ: لِاَنَّهُ بِنِيَّةِ النَّفْلِ مُعْرِضٌ عَنِ الْفَرْضِ فَلَا يَكُونُ لَهُ الْفَرْضُ.

وَلَنَا اَنَّ الْفَرْضَ مُتَعَيِّنٌ فِيهِ، فَيُصَابُ بِاَصْلِ النِّيَّةِ كَالْمُتَوَحِّدِ فِي الدَّارِ يُصَابُ بِاسْمِ جِنْسِهِ، وَاِذَا نَوَى النَّفْلَ اَوْ وَاجِبًا آخَرَ فَقَدْ نَوَى اَصْلَ الصَّوْمِ وَزِيَادَةَ جِهَةٍ، وَقَدْ لَغَتِ الْجِهَةُ فَبَقِيَ الْاَصْلُ وَهُوَ كَافٍ.

اور یہ روزے کی وہ قسم ہے جو مطلق نیت اور نفلی نیت اور دوسرے واجب کی نیت کے ساتھ کافی ہے۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ نفلی روزے کی نیت فضول ہے۔ اور مطلق نیت میں ان کے دو اقوال ہیں۔ کیونکہ نفل کی نیت والا فرض سے اعراض کرنے والا ہے لہٰذا اس کے لئے فرض نہ ہوگا۔

اور ہمارے نزدیک فرض اسی وقت میں معین ہو چکا لہٰذا اس کو اصل نیت تک پہنچایا جائے گا۔ جس طرح گھر میں ایک آدمی کو اسم جنس مراد لیا جاتا ہے۔ اور جس وقت اس نے نفلی روزے یا دوسرے کسی واجب کی نیت کی تو یقیناً اس نے اصلی روزے کی نیت کی

اور جہت زائدہ (اس نفلی یا دوسرے روزے کی نیت) جو اس کی ہے وہ لغو ہو جائے گی۔ پس اصل روزہ باقی رہا اور وہی کافی ہے۔

صاحبین کے نزدیک مسافر و مقیم کے عدم فرق کا بیان

وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْمُسَافِرِ وَالْمُقِيمِ وَالصَّحِيحِ وَالسَّقِيمِ عِنْدَ اَبِيْ يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، لِاَنَّ الرُّخْصَةَ كَيْ لَا تَلْزَمَ الْمَعْذُوْرَ مَشَقَّةٌ فَاِذَا تَحَمَّلَهَا اُلْتحِقَ بِغَيْرِ الْمَعْذُوْرِ وَعِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اِذَا صَامَ الْمَرِيْضُ وَالْمُسَافِرُ بِنِيَّةِ وَاجِبٍ آخَرَ يَقَعُ عَنْهُ لِاَنَّهُ شَغَلَ الْوَقْتَ بِالْاَهَمِّ لِتَحَتُّمِهِ لِلْحَالِ وَتَخَيُّرِهِ فِي صَوْمِ رَمَضَانَ اِلَى اِدْرَاكِ الْعِدَّةِ ۔

وَعَنْهُ فِي نِيَّةِ التَّطَوُّعِ رِوَايَتَانِ، وَالْفَرْقُ عَلَى اِحْدَاهُمَا اَنَّهُ مَا صَرَفَ الْوَقْتَ اِلَى الْاَهَمِّ ۔

اور صاحبین کے نزدیک مسافر، مقیم اور تندرست کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا لزوم اس لئے تھا کہ معذور کو مشقت نہ اٹھانی پڑے۔ لہٰذا جب اس نے مشقت کو اٹھالیا تو پھر اسے بھی غیر معذور کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافر و مریض نے جب دوسرے واجب کی نیت ساتھ روزہ رکھا تو اس کا وہ دوسرا واجب ہی شمار ہوگا۔ کیونکہ اس نے وقت کو ایک مقصد کے لئے مصروف کیا ہے۔ کیونکہ اس کی اس حالت میں دوسرا واجب ہی ضروری ہے۔ اور رمضان کے روزے میں عدت پانے تک اس کے لئے اختیار ہے۔ اور نفلی روزے کی نیت کے بارے میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایات ہیں اور ان دونوں میں سے ایک کا فرق یہ ہے کہ اس نے وقت کو اہم مقصد کی طرف مصروف نہیں کیا۔

روزے کی دوسری قسم واجب کا بیان

قَالَ (وَالضَّرْبُ الثَّانِي مَا يَثْبُتُ فِي الذِّمَّةِ كَقَضَاءِ رَمَضَانَ وَالنَّذْرِ الْمُطْلَقِ وَصَوْمِ الْكَفَّارَةِ فَلَا يَجُوْزُ اِلَّا بِنِيَّةٍ مِنَ اللَّيْلِ) لِاَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَيِّنٍ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّعْيِينِ مِنَ الِابْتِدَاءِ (وَالنَّفْلُ كُلُّهُ يَجُوْزُ بِنِيَّةٍ قَبْلَ الزَّوَالِ) خِلَافًا لِمَالِكٍ، فَاِنَّهُ يَتَمَسَّكُ بِاِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا ۔

وَلَنَا (قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا كَانَ يُصْبِحُ غَيْرَ صَائِمٍ اِنِّي اِذًا لَصَائِمٌ) وَلِاَنَّ الْمَشْرُوْعَ خَارِجَ رَمَضَانَ هُوَ نَفْلٌ فَيَتَوَقَّفُ الْاِمْسَاكُ فِي اَوَّلِ الْيَوْمِ عَلَى صَيْرُوْرَتِهِ صَوْمًا بِالنِّيَّةِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَلَوْ نَوَى بَعْدَ الزَّوَالِ لَا يَجُوْزُ ۔

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجُوْزُ وَيَصِيرُ صَائِمًا مِنْ حِينِ نَوَى اِذْ هُوَ مُتَجَزِّءٌ عِنْدَهُ لِكَوْنِهِ مَبْنِيًّا عَلَى النَّشَاطِ، وَلَعَلَّهُ يَنْشَطُ بَعْدَ الزَّوَالِ اِلَّا اَنَّ مِنْ شَرْطِهِ الْاِمْسَاكَ فِي اَوَّلِ النَّهَارِ، وَعِنْدَنَا يَصِيرُ صَائِمًا مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ لِاَنَّهُ عِبَادَةُ قَهْرِ النَّفْسِ، وَهِيَ اِنَّمَا تَتَحَقَّقُ بِاِمْسَاكٍ مُقَدَّرٍ فَيُعْتَبَرُ قِرَانُ النِّيَّةِ بِاَكْثَرِهِ ۔

اور روزے کی دوسری قسم وہ ہے کسی شخص کے ذمہ پر واجب ہے۔ جس طرح رمضان کے روزوں کی قضاء اور کفارے کے روزے ہیں۔ لہٰذا یہ روزہ جائز نہیں مگر جب وہ رات کو ہی اس کی نیت کر لے۔ کیونکہ یہ غیر معین روزہ ہے لہٰذا ابتداء میں اس روزے کی تعیین ضروری ہے جبکہ نفلی روزہ خواہ وہ کسی بھی طرح کا ہو اس کی نیت زوال سے پہلے پہلے جائز ہے۔ جبکہ اس میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ کیونکہ وہ اس حدیث کے مطلق ہونے سے استدلال کرتے ہیں ہم نے روایت کی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کے بغیر صبح کرنے کے بعد فرمایا: کہ میں اب میں روزے دار ہوں اور یہ دلیل بھی کہ اس کی مشروعیت رمضان کے سوا نفل میں ہے۔ اور یہ دلیل بھی ہے دن کے اول حصے میں رکنے والا ہو جانا نیت پر موقوف ہے۔ اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کی ہے۔ اور اگر اس نے زوال کے بعد نیت تو جائز نہیں ہے جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جائز ہے۔ اور اس کا روزہ اسی وقت سے شمار ہوگا جب اس نے نیت کی ہے۔ کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفلی روزے حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نفلی روزہ نشاط (نئی بنیاد) پر مبنی ہے۔ کیونکہ ممکن ہو اس کے لئے وقت زوال کے نشاط ہو لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ دن کے اول حصے میں رکنے والا ہو۔ جبکہ ہمارے نزدیک دن کے حصے میں امساک کی وجہ سے ہی روزے دار ہو جائے گا۔ اس لئے نفس کو مغلوب کرنے والی عبادت یہی ہے اور یہ عبادت امساک سے ثابت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا دن کے اکثر حصے کے ساتھ نیت کے اقتران کا اعتبار کیا جائے گا۔

لوگوں کے لئے چاند دیکھنے کا حکم

قَالَ (وَيَنْبَغِي لِلنَّاسِ اَنْ يَلْتَمِسُوا الْهِلَالَ فِي الْيَوْمِ التَّاسِعِ وَالْعِشْرِينَ مِنْ شَعْبَانَ، فَاِنْ رَاَوْهُ صَامُوا، وَاِنْ غُمَّ عَلَيْهِمْ اَكْمَلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامُوا) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ، فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ الْهِلَالُ فَاَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا) وَلِاَنَّ الْاَصْلَ بَقَاءُ الشَّهْرِ فَلَا يُنْقَلُ عَنْهُ اِلَّا بِدَلِيْلٍ وَلَمْ يُوجَدْ ـ

فرمایا: لوگوں کے لئے مناسب ہوگا کہ وہ شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند کو تلاش کریں۔ پس اگر وہ دیکھیں تو روزہ رکھیں۔ اور ان پر اشتباہ ہو تو وہ شعبان کے تیس دن مکمل کریں پھر روزہ رکھیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو دیکھ کر روزہ رکھو اور اس کو دیکھ کر افطار کرو۔ اور اگر وہ تم پر مشتبہ ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔ کیونکہ اصل مہینے کی بقاء ہے لہٰذا وہ منتقل نہیں ہوتی مگر دلیل کے ساتھ اور دلیل یہاں نہیں پائی جا رہی۔

شک کے دن روزہ نہ رکھنے کا بیان

(وَلَا يَصُومُونَ يَوْمَ الشَّكِّ اِلَّا تَطَوُّعًا) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَا يُصَامُ الْيَوْمُ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ اَنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ اِلَّا تَطَوُّعًا) وَهٰذِهِ الْمَسْاَلَةُ عَلٰى وُجُوهٍ: اَحَدُهَا: اَنْ يَنْوِيَ صَوْمَ رَمَضَانَ وَهُوَ مَكْرُوهٌ لِمَا رَوَيْنَا، وَلِاَنَّهُ تَشَبُّهٌ بِاَهْلِ الْكِتَابِ لِاَنَّهُمْ زَادُوا فِي مُدَّةِ صَوْمِهِمْ ثُمَّ

اِنْ ظَهَرَ اَنَّ الْيَوْمَ مِنْ رَمَضَانَ يَجْزِيهِ لِاَنَّهُ شَهِدَ الشَّهْرَ وَصَامَهُ وَاِنْ ظَهَرَ اَنَّهُ مِنْ شَعْبَانَ كَانَ تَطَوُّعًا، وَاِنْ اَفْطَرَ لَمْ يَقْضِهِ لِاَنَّهُ فِي مَعْنَى الْمَظْنُونِ.

اورشک کے دن صرف نفلی روزہ رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ دن میں رمضان ہونے کا شک ہو اس میں روزہ نہ رکھا جائے۔ البتہ نفلی روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ اس مسئلہ کی کچھ صورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ رمضان کی نیت کے ساتھ روزہ نہ رکھے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی ہے۔ اور اس دلیل کی بنیاد پر کہ یہ اہل کتاب کے ساتھ مشابہت ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے روزوں کی تعداد میں اضافہ کیا ہے۔ پھر جب ان پر ظاہر ہوا کہ یہ دن رمضان کا دن ہے تو وہی روزہ رمضان کے لئے کافی ہوگا کیونکہ اس نے ماہ رمضان کو پایا اور اس میں روزہ رکھا ہے۔ اور اگر یہ ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہے تو اس کا یہ روزہ نفل ہو جائے گا۔ اور اگر اس روزے کا توڑا تو قضاء واجب نہ ہوگی کیونکہ اس کا یہ روزہ رکھنا گمان پر ہے۔

یوم شک میں دوسرے واجب روزے کی کراہت کا بیان

وَالثَّانِي: اَنْ يَنْوِيَ عَنْ وَاجِبٍ آخَرَ وَهُوَ مَكْرُوهٌ اَيْضًا لِمَا رَوَيْنَا اِلَّا اَنَّ هٰذَا دُوْنَ الْاَوَّلِ فِي الْكَرَاهَةِ ثُمَّ اِنْ ظَهَرَ اَنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ يَجْزِيهِ لِوُجُودِ اَصْلِ النِّيَّةِ، وَاِنْ ظَهَرَ اَنَّهُ مِنْ شَعْبَانَ فَقَدْ قِيلَ: يَكُونُ تَطَوُّعًا لِاَنَّهُ مَنْهِيٌّ عَنْهُ فَلَا يَتَاَدَّى بِهِ الْوَاجِبُ، وَقِيلَ: يَجْزِيهِ عَنِ الَّذِي نَوَاهُ وَهُوَ الْاَصَحُّ لِاَنَّ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ وَهُوَ التَّقَدُّمُ عَلَى رَمَضَانَ بِصَوْمِ رَمَضَانَ لَا يَقُومُ بِكُلِّ صَوْمٍ، بِخِلَافِ يَوْمِ الْعِيدِ لِاَنَّ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ وَهُوَ تَرْكُ الْاِجَابَةِ بِلَازِمِ كُلِّ صَوْمٍ، وَالْكَرَاهِيَةُ هٰهُنَا لِصُورَةِ النَّهْيِ.

اور اس مسئلہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس دن کسی دوسرے واجب کی نیت کرے تو اس کے لئے مکروہ ہے اسی روایت کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ لیکن یہ کراہت پہلی صورت سے کمتر ہے۔ پھر اگر ظاہر ہوا کہ یہ رمضان تھا تو اصلی نیت کے وجود کی وجہ سے رمضان کا روزہ ہی کفایت کرنے والا ہوگا اور اگر اس پر یہ ظاہر ہوا کہ شعبان کا دن تھا تو یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا روزہ نفل ہوگا۔ کیونکہ اس روزے سے منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے اس کا واجب ادا نہ ہوا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ واجب روزہ کافی ہوگا جس کی اس نے نیت کی تھی۔ اور یہ قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ ممنوع کا پایا جانا یعنی رمضان پر رمضان کے روزے کو مقدم کرنا ہر روزے کی بناء پر قائم نہ ہوگا۔ بہ خلاف یوم عید کے روزے کے کیونکہ اس میں جس چیز سے منع کیا گیا ہے وہ دعوت کا ترک ہے۔ جو ہر روزے کے ساتھ ہے اور یہاں کراہت نہی کی دلیل بنیاد پر ہے۔

شک کے دن نفلی روزے کی کراہت کا بیان

وَالثَّالِثُ: اَنْ يَنْوِيَ التَّطَوُّعَ وَهُوَ غَيْرُ مَكْرُوهٍ لِمَا رَوَيْنَا وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي قَوْلِهِ يُكْرَهُ عَلَى سَبِيلِ الْاِبْتِدَاءِ، وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَا تَتَقَدَّمُوا رَمَضَانَ

بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا بِصَوْمِ يَوْمَيْنِ) الْحَدِيثَ، التَّقَدُّمُ بِصَوْمِ رَمَضَانَ لِأَنَّهُ يُؤَدِّيهِ قَبْلَ أَوَانِهِ، ثُمَّ إِنْ وَافَقَ صَوْمًا كَانَ يَصُومُهُ فَالصَّوْمُ أَفْضَلُ بِالْإِجْمَاعِ: وَكَذَا إِذَا صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ آخِرِ الشَّهْرِ فَصَاعِدًا، وَإِنْ أَفْرَدَهُ فَقَدْ قِيلَ: الْفِطْرُ أَفْضَلُ احْتِرَازًا عَنْ ظَاهِرِ النَّهْيِ وَقَدْ قِيلَ: الصَّوْمُ أَفْضَلُ اقْتِدَاءً بِعَلِيٍّ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَإِنَّهُمَا كَانَا يَصُومَانِهِ، وَالْمُخْتَارُ أَنْ يَصُومَ الْمُفْتِي بِنَفْسِهِ أَخْذًا بِالِاحْتِيَاطِ، وَيُفْتِي الْعَامَّةَ بِالتَّلَوُّمِ إِلَى وَقْتِ الزَّوَالِ ثُمَّ بِالْإِفْطَارِ نَفْيًا لِلتُّهْمَةِ .

اور تیسری قسم یہ ہے کہ وہ نفل کی نیت کرے اور وہ مکروہ نہیں ہے۔اسی روایت کی بناء پر جو ہم بیان کر چکے ہیں۔اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف یہی حدیث دلیل ہے۔کیونکہ وہ علی سبیل الابتداء مکروہ کہتے ہیں۔اور نبی کریم ﷺ کے فرمان کہ تم رمضان سے پہلے ایک دن یا دو دن کے روزے مقدم نہ کرو۔اس سے مراد رمضان کے روزے کی نہی ہے۔کیونکہ یہ اس کو وقت سے پہلے ادا کرنا ہے۔اور اگر اس کا یہ روزہ اس کے موافق ہو گیا جو وہ رکھا کرتا تھا تو یہ بہ اتفاق افضل ہے۔اور ایسے جب وہ کسی ماہ کے آخر میں تین یا زیادہ روزے رکھا کرتا ہے۔اور اس نے صرف اسی روزے کو مفرد کیا تو فقہاء نے اس صورت میں افطار کو افضل کہا ہے۔

جبکہ ظاہری نہی سے بچتے ہوئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اقتداء کرتے ہوئے یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔کیونکہ وہ دونوں اس دن روزہ رکھتے تھے۔اور بہتر مسئلہ یہ ہے کہ احتیاط پر عمل کرتے ہوئے مفتی خود روزہ رکھے۔اور لوگوں کو بھی زوال سے پہلے تک انتظار کرنے کا فتویٰ جاری کرے۔اور اس کے بعد وہ تہمت سے بچنے کے لئے افطار کا فتویٰ دے۔

چوتھے نفلی روزے کی کراہت کا بیان

وَالرَّابِعُ: أَنْ يُضْجِعَ فِي أَصْلِ النِّيَّةِ بِأَنْ يَنْوِيَ أَنْ يَصُومَ غَدًا إِنْ كَانَ مِنْ رَمَضَانَ وَلَا يَصُومُهُ إِنْ كَانَ مِنْ شَعْبَانَ، وَفِي هٰذَا الْوَجْهِ لَا يَصِيرُ صَائِمًا لِأَنَّهُ لَمْ يَقْطَعْ عَزِيمَتَهُ فَصَارَ كَمَا إِذَا نَوَى أَنَّهُ إِنْ وَجَدَ غَدًا غَدَاءً يُفْطِرُ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ يَصُومُ .

اور اس مسئلہ کی چوتھی صورت یہ ہے کہ وہ اصلی نیت کا رد کرے۔اس طرح نیت کرے کہ وہ آنے والی کل میں روزے رکھا گا۔اگر وہ رمضان کا دن ہوا اور اگر شعبان کا دن ہوا تو وہ روزہ نہیں رکھے گا۔لہٰذا اس صورت میں روزے دار نہ ہوگا۔کیونکہ اس نے اپنے ارادے میں قطعی فیصلہ نہیں کیا۔یہ اسی طرح ہو گیا جس طرح کسی شخص نے یہ نیت کی کہ اگر آنے والی کل کے اول وقت میں کھانا پایا تو افطار کرے گا اور اگر کھانا نہ ملا تو وہ روزہ رکھے گا۔

پانچویں قسم کے روزے کی کراہت کا بیان

وَالْخَامِسُ: اَنْ يُضْجِعَ فِي وَصْفِ النِّيَّةِ بِاَنْ يَنْوِيَ اِنْ كَانَ غَدًا مِنْ رَمَضَانَ يَصُومُ عَنْهُ، وَاِنْ كَانَ غَدًا مِنْ شَعْبَانَ فَعَنْ وَاجِبٍ آخَرَ، وَهٰذَا مَكْرُوهٌ لِتَرَدُّدِهِ بَيْنَ اَمْرَيْنِ مَكْرُوهَيْنِ. ثُمَّ اِنْ ظَهَرَ اَنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ اَجْزَاَهُ لِعَدَمِ التَّرَدُّدِ فِي اَصْلِ النِّيَّةِ، وَاِنْ ظَهَرَ اَنَّهُ مِنْ شَعْبَانَ لَا يُجْزِيهِ عَنْ وَاجِبٍ آخَرَ لِاَنَّ الْجِهَةَ لَمْ تَثْبُتْ لِلتَّرَدُّدِ فِيهَا، وَاَصْلُ النِّيَّةِ لَا يَكْفِيهِ لٰكِنَّهُ يَكُونُ تَطَوُّعًا غَيْرَ مَضْمُونٍ بِالْقَضَاءِ لِشُرُوعِهِ فِيهِ مُسْقِطًا، وَاِنْ نَوَى عَنْ رَمَضَانَ اِنْ كَانَ غَدًا مِنْهُ وَعَنِ التَّطَوُّعِ اِنْ كَانَ مِنْ شَعْبَانَ يُكْرَهُ لِاَنَّهُ نَاوٍ لِلْفَرْضِ مِنْ وَجْهٍ، ثُمَّ اِنْ ظَهَرَ اَنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ اَجْزَاَهُ عَنْهُ لِمَا مَرَّ، وَاِنْ ظَهَرَ اَنَّهُ مِنْ شَعْبَانَ جَازَ عَنْ نَفْلِهِ لِاَنَّهُ يَتَاَدَّى بِاَصْلِ النِّيَّةِ، وَلَوْ اَفْسَدَهُ يَجِبُ اَنْ لَا يَقْضِيَهُ لِدُخُولِ الْاِسْقَاطِ فِي عَزِيمَتِهِ مِنْ وَجْهٍ.

اور اس مسئلہ کی پانچویں صورت یہ ہے۔ نیت کی صفت میں تردید کرے۔ یعنی اس نے اس طرح نیت کی کہ اگر کل رمضان کا دن ہوا تو وہ اس کا روزہ رکھے گا۔ اور اگر کل شعبان کا دن ہوا تو وہ کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھے گا۔ اور ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مسئلہ دو حکموں کے درمیان گھومنے والا ہے۔ اور اس کے بعد اگر اس پر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو رمضان کا روزہ جائز ہو گیا کیونکہ اس کی اصل نیت میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور اگر اس پر یہ ظاہر ہوا کہ شعبان کا دن ہے تو دوسرے واجب کا روزہ کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ روزے کی جہت میں شک کی وجہ سے جہت ثانی ثابت نہ ہوگی۔ اور کسی دوسرے واجب کے لئے اصلی نیت کافی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس کا یہ روزہ نفل ہو جائے گا۔ لہٰذا یہ قضاء کی ضمانت کے ساتھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس نے یہ روزہ واجب کو ساقط کرنے والا سمجھ کر رکھا ہے۔ اور اگر اس نے رمضان کی نیت کی کہ آنے والی کل میں اگر رمضان ہوا یا اس نے نفل کی نیت کی کہ اگر کل شعبان ہوا تو یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک طرح سے فرض کی نیت کرنے والا ہے۔ اور پھر اس پر یہ ظاہر ہوا کہ وہ رمضان کا دن تھا تو اس کو کافی ہوگا اسی دلیل کی بنیاد پر جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور اگر اس پر ظاہر ہوا کہ وہ شعبان کا دن ہے تو اس کا نفلی روزہ جائز ہو گیا کیونکہ نفلی روزہ اصل نیت سے ادا ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس نے اسے فاسد کر دیا تو اس کی قضاء واجب نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس نے فرض ساقط کرنے کے لئے ایسا کیا ہے اور یہ بھی ایک طرح نیت میں داخل ہو گیا۔

اکیلے شخص کی گواہی کے عدم قبولیت میں صورت میں اسے روزے کا حکم

قَالَ (وَمَنْ رَاَى هِلَالَ رَمَضَانَ وَحْدَهُ صَامَ وَاِنْ لَمْ يَقْبَلِ الْاِمَامُ شَهَادَتَهُ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ) وَقَدْ رَاَى ظَاهِرًا وَاِنْ اَفْطَرَ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ دُونَ الْكَفَّارَةِ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ اِنْ اَفْطَرَ بِالْوِقَاعِ لِاَنَّهُ اَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ حَقِيقَةً لِتَيَقُّنِهِ بِهِ وَحُكْمًا لِوُجُوبِ الصَّوْمِ عَلَيْهِ وَلَنَا اَنَّ الْقَاضِيَ رَدَّ شَهَادَتَهُ بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ وَهُوَ تُهْمَةُ الْغَلَطِ، فَاَوْرَثَ

شُبْهَةٌ وَهٰذِهِ الْكَفَّارَةُ تَنْدَرِءُ بِالشُّبُهَاتِ، وَلَوْ اَفْطَرَ قَبْلَ اَنْ يَرُدَّ الْإِمَامُ شَهَادَتَهُ اخْتَلَفَ الْمَشَايِخُ فِيهِ، وَلَوْ اَكْمَلَ هٰذَا الرَّجُلُ ثَلاثِينَ، يَوْمًا لَمْ يُفْطِرْ اِلَّا مَعَ الْإِمَامِ لِاَنَّ الْوُجُوبَ عَلَيْهِ لِلاحْتِيَاطِ، وَالاِحْتِيَاطُ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي تَاْخِيرِ الْإِفْطَارِ وَلَوْ اَفْطَرَ لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ اعْتِبَارًا لِلْحَقِيقَةِ الَّتِي عِنْدَهُ .

اوراگرکسی شخص نے اکیلے رمضان کا چاند دیکھا تو یہ شخص خود روزہ رکھے۔خواہ امام نے اس کی گواہی قبول نہ کیا ہو۔تو وہ آدمی خود روزہ رکھے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو۔حالانکہ وہ شخص ظاہری حالت کے ساتھ چاند کو دیکھ چکا ہے۔اگر اس شخص نے روزہ نہ رکھا تو اس پر اس روزے کی قضاء واجب ہوگی اس پر کفارہ نہ ہوگا۔جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔جبکہ اس نے افطار جماع کے ساتھ کیا ہو۔کیونکہ جماع کے ساتھ اس کا روزہ توڑنا یہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے رمضان میں حقیقی معنوں میں روزے کو توڑا ہے۔کیونکہ حقیقت میں اسے رمضان کا یقین ہے اور حکمی طور بھی کیونکہ اس پر روزے کی قضاء واجب ہے۔جبکہ ہماری دلیل کے مطابق قاضی نے اس شخص کی دلیل کو شرعی دلیل کے مطابق رد کیا ہے اور شرعی دلیل اس کے لئے غلطی کی تہمت ہے۔لہٰذا اس طرح ایک شبہ پیدا ہو جس کی وجہ سے کفارہ ساقط ہو گیا کیونکہ کفارات شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔(قاعدہ فقہیہ) اور اگر اس نے امام کی تردید سے پہلے روزے کو توڑ دیا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ اگر اس آدمی نے تیس روزے مکمل کیے ہیں تو افطار نہ کرے ہاں البتہ جب وہ امام کے ساتھ ہو۔کیونکہ پہلے روزے کا وجوب اس پر صرف احتیاط کی دلیل پر مبنی تھا۔اور اس کے بعد جو احتیاط ہے وہ تاخیر افطار کی وجہ سے ہے۔اور اگر اس نے افطار کیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔اسی حقیقت پر قیاس کرتے ہوئے جو اس کے ہاں ثابت ہے۔

جب آسمان ابر آلود ہو تو حکم شہادت:

قَالَ (وَاِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ قَبِلَ الْإِمَامُ شَهَادَةَ الْوَاحِدِ الْعَدْلِ فِي رُؤْيَةِ الْهِلَالِ رَجُلًا كَانَ اَوْ امْرَاَةً حُرًّا كَانَ اَوْ عَبْدًا) لِاَنَّهُ اَمْرٌ دِينِيٌّ، فَاَشْبَهَ رِوَايَةَ الْإِخْبَارِ وَلِهٰذَا لَا يَخْتَصُّ بِلَفْظِ الشَّهَادَةِ، وَتُشْتَرَطُ الْعَدَالَةُ لِاَنَّ قَوْلَ الْفَاسِقِ فِي الدِّيَانَاتِ غَيْرُ مَقْبُولٍ، وَتَاْوِيلُ قَوْلِ الطَّحَاوِيِّ عَدْلًا كَانَ اَوْ غَيْرَ عَدْلٍ اَنْ يَكُونَ مَسْتُورًا وَالْعِلَّةُ غَيْمٌ اَوْ غُبَارٌ اَوْ نَحْوُهُ، وَفِي اِطْلَاقِ جَوَابِ الْكِتَابِ يَدْخُلُ الْمَحْدُودُ فِي الْقَذْفِ بَعْدَ مَا تَابَ وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ لِاَنَّهُ خَبَرٌ دِينِيٌّ، وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اَنَّهَا لَا تُقْبَلُ لِاَنَّهَا شَهَادَةٌ مِنْ وَجْهٍ، وَكَانَ الشَّافِعِيُّ فِي اَحَدِ قَوْلَيْهِ يَشْتَرِطُ الْمَثْنٰى وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَا، وَقَدْ صَحَّ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبِلَ شَهَادَةَ الْوَاحِدِ فِي رُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ) ثُمَّ اِذَا قَبِلَ الْإِمَامُ شَهَادَةَ الْوَاحِدِ وَصَامُوا

ثَلَاثِینَ یَوْمًا لَا یُفْطِرُونَ فِیمَا رَوَی الْحَسَنُ عَنْ اَبِی حَنِیفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِلاحْتِیَاطِ، وَلِاَنَّ الْفِطْرَ لَا یَثْبُتُ بِشَهَادَةِ الْوَاحِدِ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهُمْ یُفْطِرُونَ وَیَثْبُتُ الْفِطْرُ بِنَاءً عَلٰی ثُبُوتِ الرَّمَضَانِیَّةِ بِشَهَادَةِ الْوَاحِدِ، وَاِنْ کَانَ لَا یَثْبُتُ بِهَا ابْتِدَاءً کَاسْتِحْقَاقِ الْاِرْثِ بِنَاءً عَلَی النَّسَبِ الثَّابِتِ بِشَهَادَةِ الْقَابِلَةِ ۔

اور اگر آسمان پر کوئی علت (بادل وغیرہ) ہوں تو مسلمانوں کے امام کے لئے حکم ہے کہ وہ چاند دیکھنے والے ایک عادل شخص کی گواہی قبول کرلے۔ اگر چہ وہ مرد ہو یا عورت ہو، آزاد ہو یا غلام ہو اس لئے کہ یہ دینی مسئلہ ہے۔ لہٰذا یہ حدیث کے روایت کے مطابق ہوگیا۔ اور اسی دلیل کی بنیاد پر رویت ہلال کی گواہی کو شہادت کے لفظ کے ساتھ خاص کردیا گیا ہے۔ اور عادل ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ دینی احکام میں فاسق کے قول کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ جبکہ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ وہ عادل ہو یا غیر عادل ہو تو مراد یہ ہے کہ جس کا حال پوشیدہ ہو۔ اور بادل کی یا غبار یا اس کی مثل علت (کا اعتبار اس لئے کیا گیا ہے) کہ صاحب کتاب (قدوری) نے اس کا اطلاق اسی طرح کیا ہے جس طرح حد قذف والا جب توبہ کرلے تو وہ (گواہی) میں داخل ہوجاتا ہے۔ اور ظاہر الروایت میں اسی طرح ہے کیونکہ یہ خبر ہے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حد قذف والے کی گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ ایک طرح یہ بھی شہادت ہے۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول میں دو (۲) (گواہوں) کی شرط لگاتے ہیں۔ اور ان کے خلاف ہماری حجت وہی دلیل ہے جسے ہم بیان کرچکے ہیں اور یہی حکم ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے چاند کی رویت میں ایک آدمی کی گواہی کو قبول کیا ہے۔ اور اگر امام نے ایک آدمی کی گواہی کو قبول کرلیا اور لوگوں نے تیس روزے رکھے تو وہ افطار نہ کریں۔ اور یہ اسی روایت کے مطابق ہے جس کو حضرت امام حسن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ اور یہی احتیاط پر ہے کیونکہ ایک آدمی کی گواہی ثابت نہیں کرسکتی۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ لوگ افطار کریں۔ کیونکہ ایک آدمی کی گواہی سے ثابت ہونے والے رمضان میں افطار کا حکم دیا جائے گا۔ اگر چہ ابتدائی طور پر ایک آدمی کی شہادت سے افطار ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ جس طرح وراثت کا حق اس بات پر مبنی ہے کہ دائی کی شہادت سے ثابت ہوجائے۔

صاف مطالع کی صورت کثیر لوگوں کو گواہی کا حکم

قَالَ (وَاِذَا لَمْ تَکُنْ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَمْ تُقْبَلْ الشَّهَادَةُ حَتّٰی یَرَاهُ جَمْعٌ کَثِیرٌ یَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ) لِاَنَّ التَّفَرُّدَ بِالرُّؤْیَةِ فِی مِثْلِ هٰذِهِ الْحَالَةِ یُوهِمُ الْغَلَطَ فَیَجِبُ التَّوَقُّفُ فِیهِ حَتّٰی یَکُونَ جَمْعًا کَثِیرًا، بِخِلَافِ مَا اِذَا کَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لِاَنَّهُ قَدْ یَنْشَقُّ الْغَیْمُ عَنْ مَوْضِعِ الْقَمَرِ فَیَتَّفِقُ لِلْبَعْضِ النَّظَرُ، ثُمَّ قِیلَ فِی حَدِّ الْکَثِیرِ اَهْلُ الْمَحَلَّةِ، وَعَنْ اَبِی یُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ خَمْسُونَ رَجُلًا اعْتِبَارًا بِالْقَسَامَةِ وَلَا فَرْقَ بَیْنَ اَهْلِ الْمِصْرِ وَمَنْ وَرَدَ مِنْ خَارِجِ الْمِصْرِ، وَذَکَرَ الطَّحَاوِیُّ اَنَّهُ

تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْوَاحِدِ إِذَا جَاءَ مِنْ خَارِجِ الْمِصْرِ لِقِلَّةِ الْمَوَانِعِ، وَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ فِي كِتَابِ الْاِسْتِحْسَانِ، وَكَذَا إِذَا كَانَ عَلَى مَكَانٍ مُرْتَفِعٍ فِي الْمِصْرِ

اور آسمان پر کسی قسم کی کوئی علت نہ ہو تو گواہی کو ہرگز قبول نہ کیا جائے حتیٰ کہ ایک بڑی جماعت دیکھ لے جن کی خبر سے یقین حاصل ہو جائے۔ کیونکہ اس طرح کی حالت میں اکیلے آدمی کے لئے رویت ہلال کا ہونا غلطی کا وہم ہے۔ لہٰذا اس صورت میں توقف ضروری ہے۔ حتیٰ کہ ایک بڑی جماعت دیکھنے والی ہو۔ بہ خلاف اس کے کہ جب آسمان پر کوئی علت ہو کیونکہ علت کی صورت میں چاند کبھی اپنی جگہ سے الگ ہو جاتا ہے۔ تو بعض لوگوں کی نظر وہاں پڑ سکتی ہے۔ اور بڑی جماعت سے مراد اہل محلہ لوگ ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بڑی جماعت پچاس آدمی ہیں۔ انہوں قسامت پر قیاس کیا ہے۔ اور البتہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ شہری لوگ ہوں یا باہر سے آئے ہوئے لوگ ہوں۔

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایک شخص کی گواہی قبول کی جائے گی۔ جب وہ باہر سے آیا ہو۔ کیونکہ وہاں موانع (عدم رویت) کے تھوڑے ہیں۔ اور کتاب الاستحسان میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح وہ شخص جو کسی بلند جگہ سے چاند کو دیکھے۔

عید الفطر کے چاند میں ایک عادل کی گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا:

قَالَ (وَمَنْ رَأَى هِلَالَ الْفِطْرِ وَحْدَهُ لَمْ يُفْطِرْ) احْتِيَاطًا، وَفِي الصَّوْمِ الِاحْتِيَاطُ فِي الْإِيجَابِ قَالَ .(وَإِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَمْ يَقْبَلْ فِي هِلَالِ الْفِطْرِ إِلَّا شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ) لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ نَفْعُ الْعَبْدِ وَهُوَ الْفِطْرُ فَأَشْبَهَ سَائِرَ حُقُوقِهِ، وَالْأَضْحَى كَالْفِطْرِ فِي هٰذَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَهُوَ الْأَصَحُّ، خِلَافًا لِمَا رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: أَنَّهُ كَهِلَالِ رَمَضَانَ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ نَفْعُ الْعِبَادِ وَهُوَ التَّوَسُّعُ بِلُحُومِ الْأَضَاحِيِّ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَمْ يَقْبَلْ إِلَّا شَهَادَةَ جَمَاعَةٍ يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ) كَمَا ذَكَرْنَا .

فرمایا: اور اگر کسی شخص نے تنہا طور پر عید الفطر کا چاند دیکھا تو بطور احتیاط افطار نہ کرے۔ کیونکہ روزے (کے احکام میں) احتیاط روزے کو واجب کرنے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور جب آسمان پر کوئی علت ہو تو عید الفطر میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی صرف قبول کی جائے گی (اس سے کم کی گواہی نا قابل قبول اور نصاب سے زیادہ کی گواہی کے قبول میں کوئی شبہ نہیں ہے) کیونکہ اسی کے ساتھ لوگوں کے منافع متعلق ہیں اور وہ فطر ہے۔ لہٰذا تمام حقوق بندے کے مشابہ ہو گئے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور ظاہر الروایت کے مطابق عید الاضحیٰ کا حکم چاند دیکھنے میں عید الفطر کی طرح ہے۔ اور یہی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ بہ خلاف اس روایت کے جس کو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت

کی گئی ہے۔ کہ عید الاضحیٰ کا چاند رمضان کے چاند کی طرح ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ بھی بندوں کا فائدہ متعلق ہے۔ اور فائدہ قربانیوں کے گوشت وسعت کا پایا جانا ہے۔ اور آسمان پر کسی قسم کی کوئی علت نہ ہو تو گواہی کو ہرگز قبول نہ کیا جائے حتیٰ کہ ایک بڑی جماعت دیکھ لے جن کی خبر سے یقین حاصل ہو جائے۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

روزے کے ابتدائی وانتہائی وقت کا بیان

قَالَ (وَوَقْتُ الصَّوْمِ مِنْ حِينِ طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ) إِلَى أَنْ قَالَ (ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ) وَالْخَيْطَانِ بَيَاضُ النَّهَارِ وَسَوَادُ اللَّيْلِ (وَالصَّوْمُ هُوَ الْإِمْسَاكُ عَنِ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ نَهَارًا مَعَ النِّيَّةِ) لِأَنَّهُ فِي حَقِيقَةِ اللُّغَةِ: هُوَ الْإِمْسَاكُ عَنِ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ لِوُرُودِ الِاسْتِعْمَالِ فِيهِ إِلَّا أَنَّهُ زِيدَ عَلَيْهِ النِّيَّةُ فِي الشَّرْعِ لِتَتَمَيَّزَ بِهَا الْعِبَادَةُ مِنَ الْعَادَةِ، وَاخْتَصَّ بِالنَّهَارِ لِمَا تَلَوْنَا، وَلِأَنَّهُ لَمَّا تَعَذَّرَ الْوِصَالُ كَانَ تَعْيِينُ النَّهَارِ أَوْلَى لِيَكُونَ عَلَى خِلَافِ الْعَادَةِ، وَعَلَيْهِ مَبْنَى الْعِبَادَةِ، وَالطَّهَارَةُ عَنِ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ شَرْطٌ لِتَحَقُّقِ الْأَدَاءِ فِي حَقِّ النِّسَاءِ .

اور فجر ثانی کے طلوع سے لے کر سے غروب تک روزے کا وقت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم کھاؤ پیو حتیٰ کہ تمہارے لئے فجر کے سیاہ ڈورے سے سفید ڈورا ظاہر ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے کہ تم روزے کو رات تک پورا کرو۔ اور دونوں ڈروں سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی ہے۔

اور تمام دن کھانے پینے اور جماع سے رکنے کا نام روزہ ہے۔ کیونکہ صوم کا معنی حقیقی لغت کے مطابق اساک ہے۔ پھر اس کا ورد کھانے پینے اور جماع سے رکنے میں استعمال ہوا ہے۔ اور شریعت میں اس پر نیت کا اضافہ کیا گیا ہے تا کہ عبادت وعادت میں فرق ہو جائے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور روزے کا دن کے ساتھ خاص ہونا اسی آیت کی وجہ سے ہے جسے ہم تلاوت کر چکے ہیں۔ کیونکہ وصال (ملانا) متعذر رہا تو دن کا تعین افضل ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اس لئے کہ عادت کے خلاف ہو جائے۔ اور عبادت کی بنیاد ہی خلاف عادت پر ہے۔ اور عورتوں کے حق میں ثبوت صوم کے لئے حیض ونفاس پاک ہونا شرط ہے۔

شریعت میں اس پر نیت کا اضافہ کیا گیا ہے تا کہ عبادت وعادت میں فرق ہو جائے۔ (قاعدہ فقہیہ)

کیونکہ وصال (ملانا) متعذر رہا تو دن کا تعین افضل ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

باب ما یوجب القضاء والکفارۃ

یہ باب ان اسباب کے بیان میں ہے جو قضاء اور کفارے کو واجب کرتے ہیں

باب وجوب قضاء وکفارہ کی مطابقت فقہی کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ یہ باب ان اسباب کے بیان میں ہے جو قضاء اور کفارے کو واجب کرتے ہیں۔ مصنف جب روزہ اور اس کی اقسام کے بیان سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس کے عوارض کو بیان کرنا شروع کیا ہے کیونکہ عوارض ہمیشہ مؤخر ہوتے ہیں۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۲۸۰، حقانیہ ملتان)

قضاء کے احکام ہمیشہ مؤخر ہوتے ہیں کیونکہ قضاء ادا کی محتاج ہوتی ہے جب تک کسی حکم شرعی کا ادائیگی کا حکم ثابت نہیں ہوتا حکم قضائی ثابت ہی نہیں ہوسکتا اور پھر قضاء اس وقت ہوگی جب کوئی شخص حکم ادا سے غفلت برتے گا۔

قضاء روزوں میں تسلسل وعدم تسلسل کا بیان

قضاء روزے پے در پے رکھنا شرط اور ضروری نہیں ہے تاہم مستحب ضرور ہے تاکہ واجب ذمہ سے جلد اتر جائے اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ جس شخص کا عذر زائل ہو جائے وہ فوراً روزے شروع کر دے کیونکہ اس میں تاخیر مناسب نہیں ہے ویسے مسئلہ یہ ہے کہ قضاء روزوں کا معاً عذر زائل ہوتے ہی رکھنا بھی ضروری نہیں ہے اختیار ہے کہ جب چاہے رکھے۔ نماز کی طرح اس میں ترتیب بھی فرض نہیں ہے قضا روزے رکھے بغیر ادا کے روزے رکھے جاسکتے ہیں۔

اس موقع پر یہ بات بھی جان لیجئے کہ شریعت میں تیرہ قسم کے روزے ہیں جن میں سے سات قسم کے روزے تو وہ ہیں جو علی الاتصال یعنی پے در پے رکھے جاتے ہیں۔ (۱) رمضان کے مہینے کے روزے (۲) کفارہ ظہار کے روزے (۳) کفارہ قتل کے روزے۔ (۴) کفارہ یمین کے روزے (۵) رمضان میں قصداً توڑے ہوئے روزوں کے کفارہ کے روزے (۶) نذر معین کے روزے (۷) اعتکاف واجب کے روزے۔

اور چھ قسم کے روزے ایسے ہیں جن میں اختیار ہے چاہے تو پے در پے رکھے جائیں چاہے متفرق طور پر یعنی ناغہ کے ساتھ۔ (۱) نفل روزے (۲) رمضان کے قضا روزے (۳) متعہ کے روزے (۴) فدیہ حلق کے روزے (۵) جزاء عید کے روزے (۶) نذر مطلق کے روزے۔

صحیح یہ ہے کہ نفل روزے کا بھی بغیر کسی عذر کے توڑ ڈالنا جائز نہیں ہاں اتنی بات ہے کہ نفل روزہ شروع ہو جانے کے بعد واجب ہو جاتا ہے لہٰذا وہ کسی بھی حالت میں توڑ جائے گا تو اس کی قضا ضروری ہوگی ہاں پانچ ایام ایسے ہیں جن میں اگر نفل روزہ بعد شروع کر چکے کے توڑ دیا جائے تو قضا واجب نہیں ہوتی، دو دن تو عید وبقر عید کے اور تین دن تشریق (ذی الحجہ کی ۱۱، ۱۲، ۱۳، تاریخ)

کے، چونکہ ان ایام کے روزے رکھنے ممنوع ہیں لہٰذا ان ایام میں جب روزہ شروع ہی سے واجب نہیں ہوگا تو اس کے توڑنے پر قضا بھی واجب نہیں ہوگی۔

اگر کوئی شخص ان پانچوں ایام کے روزے کی نذر مانے یا پورے سال کے روزے کی نذر مانے تو ان دونوں صورتوں میں ان ایام میں روزے نہ رکھے جائیں بلکہ دوسرے دنوں میں ان کے بدلے قضا روزے رکھے جائیں۔

آخر میں ایک مسئلہ یہ بھی جان لیجئے کہ جب بچہ میں روزے رکھنے کی طاقت آجائے تو اسے روزہ رکھنے کے لیے کہا جائے اور جب وہ دس برس کا ہو جائے تو روزہ نہ رکھنے کی صورت میں اس پر سختی کی جائے اور اسے روزہ رکھنے پر مجبور کیا جائے جیسا کہ نماز کے بارے میں حکم ہے۔

بھول کر کھانے پینے سے روزے کے نہ ٹوٹنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اَكَلَ الصَّائِمُ اَوْ شَرِبَ اَوْ جَامَعَ نَهَارًا نَاسِيًا لَمْ يُفْطِرْ) وَالْقِيَاسُ اَنْ يُفْطِرَ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ لِوُجُودِ مَا يُضَادُّ الصَّوْمَ فَصَارَ كَالْكَلَامِ نَاسِيًا فِي الصَّلَاةِ، وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ (قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلَّذِي اَكَلَ وَشَرِبَ نَاسِيًا تِمَّ عَلَى صَوْمِكَ فَاِنَّمَا اَطْعَمَكَ اللّٰهُ وَسَقَاكَ) وَاِذَا ثَبَتَ هٰذَا فِي الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ ثَبَتَ فِي الْوِقَاعِ لِلِاسْتِوَاءِ فِي الرُّكْنِيَّةِ بِخِلَافِ الصَّلَاةِ لِاَنَّ هَيْئَةَ الصَّلَاةِ مُذَكِّرَةٌ فَلَا يَغْلِبُ النِّسْيَانُ وَلَا مُذَكِّرَ فِي الصَّوْمِ فَيَغْلِبُ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْفَرْضِ وَالنَّفْلِ لِاَنَّ النَّصَّ لَمْ يُفَصِّلْ وَلَوْ كَانَ مُخْطِئًا اَوْ مُكْرَهًا فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، فَاِنَّهُ يَعْتَبِرُهُ بِالنَّاسِي، وَلَنَا اَنَّهُ لَا يَغْلِبُ وُجُودُهُ وَعُذْرُ النِّسْيَانِ غَالِبٌ وَلِاَنَّ النِّسْيَانَ مِنْ قِبَلِ مَنْ لَهُ الْحَقُّ وَالْاِكْرَاهَ مِنْ قِبَلِ غَيْرِهِ فَيَفْتَرِقَانِ كَالْمُقَيَّدِ وَالْمَرِيضِ فِي قَضَاءِ الصَّلَاةِ۔

اور جب کسی روزے دار نے بھول کر کھا پی لیا یا جماع تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا جبکہ قیاس کا تقاضہ ہے کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے۔ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ روزے کی ضد پائی گئی ہے۔ لہٰذا یہ نماز میں بھول کر کلام کرنے والے کی طرح ہے۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کے بارے میں ارشاد فرمایا: جس نے بھول کر کھا پی لیا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے۔ کیونکہ تجھے اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔ اور جب یہ حکم کھانے پینے میں ثابت ہو گیا تو جماع کے لئے بھی ثابت ہو گیا۔ کیونکہ ارکان ہونے کے اعتبار سے سب برابر ہیں۔ کیونکہ نماز کی حالت اسے خود یاد کرانے والی ہے۔ لہٰذا اس میں بھولنا غالب نہ ہوا۔ (قاعدہ فقہیہ) جبکہ روزے دار کو کوئی یاد دلانے والا نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں نسیان کا غلبہ پایا گیا ہے۔ اور فرض نفل کے روزے میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ نص میں کوئی تفصیل (فرض و نفل کے روزوں کے افطار و عدم، افطار کی صورت میں الگ احکام) نہیں ہے۔

اور اگر روزے دار سے کوئی غلطی ہوئی یا اس کو مجبور کیا گیا تو اس پر قضاء واجب ہے۔ اس میں حضرت امام شافعی ؒ نے اختلاف کیا ہے کیونکہ وہ اس کو بھی بھولنے والے پر قیاس کرتے ہیں۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ مجبوری کی صورت میں خطا کا پایا جانا غالب نہیں ہے۔ اور نسیان کا عذر میں غلبہ ہے۔ اور یہ بھی ہے نسیان اسی کی جانب سے ہے جس کا حق ہے جبکہ مجبوری غیر کی جانب سے ہے لہٰذا مجبوری اور نسیان یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ جس طرح مقید (قیدی) اور مریض کے حق میں نماز کی قضاء کا حکم ہے۔

احتلام سے روزے کے عدم فساد کا بیان

قَالَ (فَإِنْ نَامَ فَاحْتَلَمَ لَمْ يُفْطِرْ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ثَلَاثٌ لَا يُفْطِرْنَ الصِّيَامَ الْقَيْءُ وَالْحِجَامَةُ وَالِاحْتِلَامُ)، وَلِأَنَّهُ لَمْ تُوجَدْ صُورَةُ الْجِمَاعِ وَلَا مَعْنَاهُ وَهُوَ الْإِنْزَالُ عَنْ شَهْوَةٍ بِالْمُبَاشَرَةِ .

(وَكَذَا إذَا نَظَرَ إلَى امْرَأَةٍ فَأَمْنَى) لِمَا بَيَّنَّا فَصَارَ كَالْمُتَفَكِّرِ إذَا أَمْنَى وَكَالْمُسْتَمْنِي بِالْكَفِّ عَلَى مَا قَالُوا .

(وَلَوْ ادَّهَنَ لَمْ يُفْطِرْ) لِعَدَمِ الْمُنَافِي (وَكَذَا إذَا احْتَجَمَ) لِهَذَا وَلِمَا رَوَيْنَا (وَلَوْ اكْتَحَلَ لَمْ يُفْطِرْ) لِأَنَّهُ لَيْسَ بَيْنَ الْعَيْنِ وَالدِّمَاغِ مَنْفَذٌ وَالدَّمْعُ يَتَرَشَّحُ كَالْعَرَقِ وَالدَّاخِلُ مِنْ الْمَسَامِّ لَا يُنَافِي كَمَا لَوْ اغْتَسَلَ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ (وَلَوْ قَبَّلَ لَا يَفْسُدُ صَوْمُهُ) يُرِيدُ بِهِ إذَا لَمْ يُنْزِلْ لِعَدَمِ الْمُنَافِي صُورَةً وَمَعْنًى بِخِلَافِ الرَّجْعَةِ وَالْمُصَاهَرَةِ لِأَنَّ الْحُكْمَ هُنَاكَ أُدِيرَ عَلَى السَّبَبِ عَلَى مَا يَأْتِي فِي مَوْضِعِهِ إنْ شَاءَ اللَّهُ .

فرمایا: اگر روزے دار سویا اور اس کو احتلام ہو گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ تین چیزیں روزے کو توڑنے والی نہیں ہیں۔ (۱) قے (۲) پچھنا لگوانا (۳) احتلام۔ اس دلیل کی وجہ سے کہ یہ صورتاً و معناً کسی طرح بھی جماع نہیں ہے۔ جبکہ جماع کا معنی یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ مباشرت کر کے انزال کا ہونا ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے کسی عورت کو دیکھا تو اس کی منی خارج ہو گئی۔ اس کی دلیل بھی وہی ہے جس ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ اسی طرح ہو گیا جس طرح تصور کرنے والا ہوتا ہے۔ جبکہ اس کی منی خارج ہو گئی تو وہ ہاتھ سے منی نکالنے والے کی طرح ہو گیا۔ مشائخ کا قول بھی یہی ہے۔

اگر روزے دار تیل لگایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ روزے کو توڑنے والا نہیں پایا گیا۔ اور اسی طرح جب اس نے پچھنا لگوایا یہ بھی اسی دلیل کے مطابق ہے۔ اور اسی حدیث کی وجہ سے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور اگر اس نے سرمہ لگایا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ آنکھ اور دماغ کے درمیان کوئی راستہ نہیں ہے۔ آنسو پسینے کی طرح بہتے ہیں۔ اور مساموں میں داخل ہونے والی چیز روزے سے روکنے والی نہیں ہے۔ جس طرح اگر کسی نے ٹھنڈے پانی سے غسل کر لیا ہے۔

اور اگر اس نے عورت کا بوسہ لیا تو روزے دار کا روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انزال نہ ہوا ہو۔ کیونکہ صورتاً روزے کا کوئی منافی نہیں پایا گیا۔ اور نہ ہی معنوی طور پر کوئی مانع پایا گیا ہے۔ بہ خلاف رجعت ومصاہرت کے کیونکہ رجعت ومصاہرت میں حکم کا دارومدار سبب پر ہے۔ لہٰذا اس کو اس کے اپنے مقام پر ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

اگر بوسے سے انزال ہوا تو وجوب قضاء کا حکم

(وَإِنْ أَنْزَلَ بِقُبْلَةٍ أَوْ لَمْسٍ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ دُوْنَ الْكَفَّارَةِ) لِوُجُوْدِ مَعْنَى الْجِمَاعِ وَوُجُوْدِ الْمُنَافِي صُوْرَةً أَوْ مَعْنًى يَكْفِي لِإِيجَابِ الْقَضَاءِ احْتِيَاطًا، أَمَّا الْكَفَّارَةُ فَتَفْتَقِرُ إِلَى كَمَالِ الْجِنَايَةِ لِأَنَّهَا تَنْدَرِءُ بِالشُّبُهَاتِ كَالْحُدُوْدِ (وَلَا بَأْسَ بِالْقُبْلَةِ إِذَا أَمِنَ عَلَى نَفْسِهِ) أَيْ الْجِمَاعَ أَوْ الْإِنْزَالَ (وَيُكْرَهُ إِذَا لَمْ يَأْمَنْ) لِأَنَّ عَيْنَهُ لَيْسَ بِمُفْطِرٍ وَرُبَّمَا يَصِيرُ فِطْرًا بِعَاقِبَتِهِ فَإِنْ أَمِنَ يُعْتَبَرُ عَيْنُهُ وَأُبِيحَ لَهُ، وَإِنْ لَمْ يَأْمَنْ تُعْتَبَرُ عَاقِبَتُهُ وَكُرِهَ لَهُ، وَالشَّافِعِيُّ أَطْلَقَ فِيهِ فِي الْحَالَيْنِ وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَا وَالْمُبَاشَرَةُ الْفَاحِشَةُ مِثْلُ التَّقْبِيلِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ كَرِهَ الْمُبَاشَرَةَ الْفَاحِشَةَ لِأَنَّهَا قَلَّمَا تَخْلُو عَنْ الْفِتْنَةِ .

اگر روزے دار کو بوسہ لینے یا مس کرنے سے انزال ہوا تو اس پر قضاء واجب ہے۔ کفارہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ معنوی طور پر جماع پایا گیا ہے اور بطور صورت ومعنی روزے کو روکنے والے کا پایا جانا بطور احتیاط قضاء کو واجب کرنے میں کافی ہے۔ جبکہ کفارہ مکمل جنایت پر موقوف ہے۔ لہٰذا کفارات شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ جس طرح حدود شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور جب اسے اپنے نفس پر اطمینان ہو تو بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یعنی جماع وانزال سے مأمون ہو۔ اور اگر مطمئن نہ ہو تو مکروہ ہے۔ اگرچہ بوسہ بالذات روزے کو توڑنے والا نہیں ہے لیکن عام طور یہ بھی اپنے انجام کے طور پر مفطر صائم بن جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص مطمئن ہے تو بوسے کے عین کا اعتبار کریں گے۔ اور روزے دار کے لئے مباح ہے۔ اور اگر مطمئن نہ ہو تو اس کے انجام (آخر) کا اعتبار ہوگا لہٰذا اس کو روزہ دار کے لئے مباح قرار نہیں دیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں علی الاطلاق مباح ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف دلیل وہی ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق مباشرت فاحشہ بوسہ لینے کی طرح ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مباشرت فاحشہ مکروہ ہے۔ کیونکہ مباشرت فاحشہ فتنے سے خالی نہیں ہوتی۔ البتہ کہیں تھوڑی سی کم ہو (تو اس کا اعتبار بطور دلیل نہیں کیا جا سکتا)۔

حلق میں مکھی کے دخول سے عدم افطار کا حکم

(وَلَوْ دَخَلَ حَلْقَهُ ذُبَابٌ وَهُوَ ذَاكِرٌ لِصَوْمِهِ لَمْ يُفْطِرْ) وَفِي الْقِيَاسِ يَفْسُدُ صَوْمُهُ لِوُصُولِ

الْمُفْطِرِ اِلَی جَوْفِهِ، وَاِنْ كَانَ لَا يَتَغَذَّى بِهِ كَالتُّرَابِ وَالْحَصَاةِ.

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّهُ لَا يُسْتَطَاعُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ فَاَشْبَهَ الْغُبَارَ وَالدُّخَانَ، وَاخْتَلَفُوا فِي الْمَطَرِ وَالثَّلْجِ، وَالْاَصَحُّ اَنَّهُ يَفْسُدُ لِاِمْكَانِ الِامْتِنَاعِ عَنْهُ اِذَا آوَاهُ خَيْمَةٌ اَوْ سَقْفٌ.

اگر روزے دار کے حلق میں مکھی داخل ہوگئی اور اسے روزہ بھی یاد تھا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ روزے کو توڑنے والی چیز جوف (معدہ) تک پہنچ گئی ہے۔ اگر چہ اس سے غذا حاصل نہیں کی جاتی جس طرح مٹی اور کنکری کا حکم ہے۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ مکھی سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ للہٰذا یہ غبار اور دھویں کے مشابہ ہو گیا اور مشائخ فقہاء نے بارش اور برف میں اختلاف کیا ہے اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ روزہ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ ان سے بچنا ممکن ہے۔ جبکہ روزے دار کے لئے کوئی چھت یا خیمہ میسر ہو۔

دانتوں کے درمیان پائے جانے ریشے کو نگلنے والے کے روزے کا حکم

(وَلَوْ اَكَلَ لَحْمًا بَيْنَ اَسْنَانِهِ فَاِنْ كَانَ قَلِيْلًا لَمْ يُفْطِرْ وَاِنْ كَانَ كَثِيْرًا يُفْطِرُ) وَقَالَ زُفَرُ: يُفْطِرُ فِي الْوَجْهَيْنِ لِاَنَّ الْفَمَ لَهُ حُكْمُ الظَّاهِرِ حَتّٰى لَا يَفْسُدَ صَوْمُهُ بِالْمَضْمَضَةِ. وَلَنَا اَنَّ الْقَلِيْلَ تَابِعٌ لِاَسْنَانِهِ بِمَنْزِلَةِ رِيقِهِ بِخِلَافِ الْكَثِيْرِ لِاَنَّهُ لَا يَبْقَى فِيْمَا بَيْنَ الْاَسْنَانِ، وَالْفَاصِلُ مِقْدَارُ الْحِمَّصَةِ وَمَا دُوْنَهَا قَلِيْلٌ (وَاِنْ اَخْرَجَهُ وَاَخَذَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ اَكَلَهُ يَنْبَغِي اَنْ يَفْسُدَ صَوْمُهُ) لِمَا رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ: اَنَّ الصَّائِمَ اِذَا ابْتَلَعَ سِمْسِمَةً بَيْنَ اَسْنَانِهِ لَا يَفْسُدُ صَوْمُهُ وَلَوْ اَكَلَهَا ابْتِدَاءً يَفْسُدُ صَوْمُهُ وَلَوْ مَضَغَهَا لَا يَفْسُدُ لِاَنَّهَا تَتَلَاشَى وَفِي مِقْدَارِ الْحِمَّصَةِ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ دُوْنَ الْكَفَّارَةِ عِنْدَ اَبِي يُوْسُفَ وَعِنْدَ زُفَرَ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ اَيْضًا لِاَنَّهُ طَعَامٌ مُتَغَيِّرٌ، وَلِاَبِي يُوْسُفَ: اَنَّهُ يَعَافُهُ الطَّبْعُ.

اگر کوئی شخص دانتوں کے درمیان گوشت کے ریشے کو کھا گیا۔ اگر وہ تھوڑا ہے تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر وہ زیادہ ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ منہ کے لئے ظاہری حکم یہی ہے۔ ہاں البتہ کلی کرنے سے اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ قلیل اس کے دانتوں کے تابع ہو کر روزے کو توڑنے والا نہیں ہے۔ بہ خلاف کثیر کے کیونکہ وہ دانتوں کے درمیان باقی نہیں رہتا۔ اور ان کے درمیان فیصلہ کرنے کی مقدار چنے کی مقدار ہے۔ جو اس سے کم ہو وہ قلیل ہے۔

اور اگر اس نے اس چیز کو نکال کر ہاتھ میں لیا پھر اس کا کھالیا تو مناسبت اسی حکم سے ہے کہ اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح روایت ہے۔ کہ روزے دار جب تل کا دانہ، دانتوں کے درمیان سے نگلے تو اس کا روزہ فاسد نہ ہو

گا۔ اور اگر اس نے تل ابتدائی وقت میں کھایا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ملوث ہو ختم ہو جائے گا اور چنے کی مقدار سے فاسد ہونے والے روزے میں اس پر قضاء واجب ہے کفارہ واجب نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر کفارہ بھی واجب ہے۔ کیونکہ یہ کھانا ہی ملا ہوا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ طبیعت اس کو مکروہ جانتی ہے۔

خود بہ خود آنے والی قئے میں روزے کا حکم

(فَإِنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ لَمْ يُفْطِرْ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ قَاءَ فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَمَنْ اسْتَقَاءَ عَامِدًا فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ) وَيَسْتَوِي فِيهِ مِلْءُ الْفَمِ فَمَا دُونَهُ فَلَوْ عَادَ وَكَانَ مِلْءَ الْفَمِ فَسَدَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّهُ خَارِجٌ حَتَّى انْتَقَضَ بِهِ الطَّهَارَةُ وَقَدْ دَخَلَ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ لَا يَفْسُدُ لِأَنَّهُ لَمْ تُوجَدْ صُورَةُ الْفِطْرِ وَهُوَ الِابْتِلَاعُ وَكَذَا مَعْنَاهُ لِأَنَّهُ لَا يَتَغَذَّى بِهِ عَادَةً، إِنْ أَعَادَهُ فَسَدَ بِالْإِجْمَاعِ لِوُجُودِ الْإِدْخَالِ بَعْدَ الْخُرُوجِ فَتَتَحَقَّقُ صُورَةُ الْفِطْرِ. وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ مِلْءِ الْفَمِ فَعَادَ لَمْ يَفْسُدْ صَوْمُهُ لِأَنَّهُ غَيْرُ خَارِجٍ وَلَا صُنْعَ لَهُ فِي الْإِدْخَالِ، وَإِنْ أَعَادَهُ فَكَذٰلِكَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ لِعَدَمِ الْخُرُوجِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَفْسُدُ صَوْمُهُ لِوُجُودِ الصُّنْعِ مِنْهُ فِي الْإِدْخَالِ.

اگر روزے دار کو خود بہ خود قئے آ گئی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کو قئے آئی اس پر قضاء نہیں ہے۔ اور جس نے جان بوجھ کر قئے کی تو اس پر قضاء واجب ہے۔ اس حدیث میں منہ بھر اور اس سے کم قئے دونوں مراد ہیں۔ پھر اگر وہ قئے خود لٹ گئی جو منہ بھر تھی تو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ خارج ہے کیونکہ اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اسی حالت میں وہ پھر داخل بھی ہوگئی۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاسد نہ ہوگا کیونکہ یعنی اس کا نگلنا نہیں پایا گیا لہٰذا اسی طرح افطار کا معنی بھی نہیں پایا گیا اور عام طور پر اس سے غذا بھی حاصل نہیں کی جاتی۔ ہاں البتہ اگر اس نے اس کو لوٹایا تو پھر بہ اتفاق روزہ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ خروج کے بعد داخل کرنا ہے۔ لہٰذا افطار کا حکم ثابت ہو گیا۔ اگر وہ منہ بھر سے کم ہو اور واپس لوٹ گئی تو اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ اس میں کوئی خارج ہے اور نہ ہی روزے دار کا کوئی ایسا عمل جو داخل کرتے میں ہو۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب اس نے واپس لوٹایا تو بھی اسی طرح حکم ہے کیونکہ خارج نہیں پایا گیا۔ جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ دخول میں اس فعل کو شامل ہے۔

منہ بھر سے کم قئے کے لوٹنے کی صورت میں روزے کا حکم

(فَإِنْ اسْتَقَاءَ عَمْدًا مِلْءَ فِيهِ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ) لِمَا رَوَيْنَا وَالْقِيَاسُ مَتْرُوكٌ بِهِ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ

لِعَدَمِ الصُّوْرَةِ وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ مِلْءِ الْفَمِ فَكَذٰلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِإِطْلَاقِ الْحَدِيْثِ، وَعِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَفْسُدُ لِعَدَمِ الْخُرُوْجِ حُكْمًا ثُمَّ إِنْ عَادَ لَمْ يَفْسُدْ عِنْدَهُ لِعَدَمِ سَبْقِ الْخُرُوْجِ، وَإِنْ أَعَادَهُ فَعَنْهُ: أَنَّهُ لَا يَفْسُدُ لِمَا ذَكَرْنَا، وَعَنْهُ: أَنَّهُ يَفْسُدُ فَأَلْحَقَهُ بِمِلْءِ الْفَمِ لِكَثْرَةِ الصُّنْعِ .

اگر اس نے ارادے سے منہ بھر قے کی تو اس پر قضاء ضروری ہے اس کی دلیل وہی ہے جو ہم روایت بیان کر چکے ہیں۔ اور اسی دلیل کی بنیاد پر قیاس کو ترک کر دیا گیا ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ کیونکہ افطار کی صورت نہ پائی گئی۔ اگر وہ منہ بھر سے کم ہو تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح حکم ہے۔ کیونکہ حدیث مطلق ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے فاسد روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ حکمی طور پر خروج نہیں پایا گیا۔ اور اگر وہ اس کے بعد لوٹ گئی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے وہ روزہ توڑنے والی نہ ہوگی۔ کیونکہ خروج میں سبقت نہیں پائی گئی۔ اور اگر اس نے لوٹایا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت کے مطابق بھی وہ روزہ توڑنے والی نہ ہوگی۔ اسی دلیل کے ساتھ جسے ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسری روایت کے مطابق وہ مفسد ہے کیونکہ آپ نے اس کو منہ بھر کے حکم سے ملا دیا ہے یا فعل میں کثرت کی وجہ سے اس کے حکم میں ملا دیا ہے۔

کنکری یا لوہا نگلنے کی صورت میں فساد صوم کا حکم

قَالَ: (وَمَنِ ابْتَلَعَ الْحَصَاةَ أَوِ الْحَدِيْدَ أَفْطَرَ) لِوُجُوْدِ صُوْرَةِ الْفِطْرِ (وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ) لِعَدَمِ الْمَعْنٰى

فرمایا: اور اگر اس نے کنکری یا لوہے کو نگلا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ افطار کی صورت پائی جا رہی ہے اور اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا معنی معدوم ہے۔

سبیلین میں جماع کی صورت میں فساد صوم کا بیان

(وَمَنْ جَامَعَ فِي أَحَدِ السَّبِيْلَيْنِ عَامِدًا فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ) اسْتِدْرَاكًا لِلْمَصْلَحَةِ الْفَائِتَةِ (وَالْكَفَّارَةُ) لِتَكَامُلِ الْجِنَايَةِ وَلَا يُشْتَرَطُ الْإِنْزَالُ فِي الْمَحَلَّيْنِ اعْتِبَارًا بِالْاِغْتِسَالِ، وَهٰذَا لِأَنَّ قَضَاءَ الشَّهْوَةِ يَتَحَقَّقُ دُوْنَهُ وَإِنَّمَا ذٰلِكَ شِبَعٌ، وَعَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: أَنَّهُ لَا تَجِبُ الْكَفَّارَةُ بِالْجِمَاعِ فِي الْمَوْضِعِ الْمَكْرُوْهِ اعْتِبَارًا بِالْحَدِّ عِنْدَهُ .

وَالْأَصَحُّ أَنَّهَا تَجِبُ لِأَنَّ الْجِنَايَةَ مُتَكَامِلَةٌ لِقَضَاءِ الشَّهْوَةِ (وَلَوْ جَامَعَ مَيِّتَةً أَوْ بَهِيْمَةً فَلَا كَفَّارَةَ أَنْزَلَ أَوْ لَمْ يُنْزِلْ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لِأَنَّ الْجِنَايَةَ تَكَامُلُهَا بِقَضَاءِ الشَّهْوَةِ فِي مَحَلٍّ مُشْتَهًى وَلَمْ يُوْجَدْ، ثُمَّ عِنْدَنَا كَمَا تَجِبُ الْكَفَّارَةُ بِالْوِقَاعِ عَلَى الرَّجُلِ تَجِبُ عَلَى

الْمَرْأَةِ ۔

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي قَوْلٍ: لَا تَجِبُ عَلَيْهَا لِأَنَّهَا مُتَعَلِّقَةٌ بِالْجِمَاعِ وَهُوَ فِعْلُهُ وَإِنَّمَا هِيَ مَحَلُّ الْفِعْلِ، وَفِي قَوْلٍ: تَجِبُ، وَيَتَحَمَّلُ الرَّجُلُ عَنْهَا اعْتِبَارًا بِمَاءِ الِاغْتِسَالِ ۔

وَلَنَا قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ فَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُظَاهِرِ) وَكَلِمَةُ مَنْ تَنْتَظِمُ الذُّكُورَ وَالْإِنَاثَ، وَلِأَنَّ السَّبَبَ جِنَايَةُ الْإِفْسَادِ لَا نَفْسُ الْوِقَاعِ وَقَدْ شَارَكَتْهُ فِيهَا وَلَا يَتَحَمَّلُ لِأَنَّهَا عِبَادَةٌ أَوْ عُقُوبَةٌ، وَلَا يَجْرِي فِيهَا التَّحَمُّلُ ۔

اور جس شخص نے دونوں راستوں میں کسی ایک راستے میں بھی جماع کیا تو اس پر قضاء واجب ہے۔تاکہ مقصود مصلحت کو حاصل کیا جاسکے اور اس پر کفارہ بھی واجب ہے کیونکہ کامل جنایت پائی گئی ہے۔اور غسل والے مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے دونوں محلوں میں انزال کی شرط نہ ہوگی۔کیونکہ بغیر انزال کے شہوت کا پورا ہونا ثابت ہے۔جبکہ انزال تو محض بہاؤ ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جب کسی نے دبر میں جماع کیا تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔اور آپ کے نزدیک اس مسئلہ کو حد پر قیاس کیا گیا ہے۔اور جبکہ زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ اس صورت میں بھی کفارہ واجب ہے۔کیونکہ شہوت ادا کرنے سے جنایت کاملہ پائی جارہی ہے۔

اور اگر کسی روزے دار نے مردہ عورت یا کسی جانور سے ارادے کرتے ہوئے جماع کیا تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہے۔ اگر چہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو۔جبکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔اس لئے کہ جنایت کاملہ کا مکمل ہونا شہوت کامل شہوت میں پورا ہونا ہے اور یہ بات نہیں گئی۔اس کے بعد ہمارے نزدیک جماع کی وجہ سے جس طرح مرد پر کفارہ واجب ہوتا ہے اسی طرح عورت پر بھی واجب ہوتا ہے۔جبکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق عورت کفارہ واجب نہیں ہے۔کیونکہ کفارہ جماع کے ساتھ تعلق متعلق ہے اور جماع مرد کا فعل ہے عورت تو محض اس فعل کا محل ہے۔اور ایک قول کے مطابق واجب ہے۔لیکن عورت کی طرف سے مرد برداشت کرے گا۔اسے غسل پر قیاس کیا گیا ہے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان میں روزہ توڑا اس پر وہی واجب ہے جو ظہار کرنے والے پر واجب ہے۔اس میں کلمہ ''من' مرد و عورت دونوں کو شامل ہے۔لہذا کفارے کا سبب روزے کا فاسد کرنے والی جنایت ہے نفس جماع (سبب) نہیں ہے۔اور اس جنایت میں مرد کے ساتھ عورت بھی شامل ہے۔لہذا عورت کی طرف مرد برداشت نہیں کرے گا۔ کیونکہ کفارہ خواہ عبادت ہو یا عقوبت ہو ان دونوں میں سے ایک کا دوسرے کی جانب سے بوجھ اٹھانے کا حکم جاری نہیں کیا جائے گا۔

غذائی اشیاء کھانے کی صورت میں قضاء و کفارے کا بیان

(وَلَوْ أَكَلَ أَوْ شَرِبَ مَا يَتَغَذَّى بِهِ أَوْ يَتَدَاوَى بِهِ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ

رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ لِاَنَّهَا شُرِعَتْ فِي الْوِقَاعِ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ لِارْتِفَاعِ الذَّنْبِ بِالتَّوْبَةِ فَلَا يُقَاسُ عَلَيْهِ غَيْرُهُ.

وَلَنَا اَنَّ الْكَفَّارَةَ تَعَلَّقَتْ بِجِنَايَةِ الْاِفْطَارِ فِي رَمَضَانَ عَلٰى وَجْهِ الْكَمَالِ وَقَدْ تَحَقَّقَتْ، وَبِاِيْجَابِ الْاِعْتَاقِ تَكْفِيْرًا عُرِفَ اَنَّ التَّوْبَةَ غَيْرُ مُكَفِّرَةٍ لِهٰذِهِ الْجِنَايَةِ.

اور اگر روزے دار ایسی کوئی چیز کھانے والی یا پینے والی لی جس غذا بنتی ہو یا جس سے دوائی دی جاتی ہو تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ کفارہ اس جماع کے بارے میں مشروع ہے جو خلاف قیاس ہے۔اور گناہ توبہ کرنے کی وجہ سے دور ہوگیا ہے لہٰذا اس کو دوسری چیز پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ رمضان المبارک میں جب پوری طرح جنایت افطار پائی تو کفارہ اس کے ساتھ متعلق ہے اور وہ ثابت ہوگیا ہے۔اور اس کی پہچان بطور کفارہ غلام کی آزادی واجب کرنے سے ہے۔لہٰذا توبہ جنایت سے دور کرنے والی نہیں ہے۔

روزے کا کفارہ ظہار کے کفارے کی طرح ہے:

ثُمَّ قَالَ (وَالْكَفَّارَةُ مِثْلُ كَفَّارَةِ الظِّهَارِ) لِمَا رَوَيْنَا، وَلِحَدِيْثِ (الْاَعْرَابِيِّ فَاِنَّهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ وَاَهْلَكْتُ. فَقَالَ: مَاذَا صَنَعْتَ. قَالَ: وَاقَعْتُ امْرَاَتِيْ فِيْ نَهَارِ رَمَضَانَ مُتَعَمِّدًا، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَعْتِقْ رَقَبَةً. فَقَالَ: لَا اَمْلِكُ اِلَّا رَقَبَتِيْ هٰذِهِ، فَقَالَ: صُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ. فَقَالَ: وَهَلْ جَاءَنِيْ مَا جَاءَنِيْ اِلَّا مِنَ الصَّوْمِ فَقَالَ: اَطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا. فَقَالَ: لَا اَجِدُ، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُؤْتٰى بِفَرْقٍ مِنْ تَمْرٍ.

وَيُرْوٰى بِعَرْقٍ فِيْهِ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا، وَقَالَ: فَرِّقْهَا عَلَى الْمَسَاكِيْنِ فَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ اَحَدٌ اَحْوَجُ مِنِّيْ وَمِنْ عِيَالِيْ، فَقَالَ: كُلْ اَنْتَ وَعِيَالُكَ، يَجْزِيْكَ وَلَا يَجْزِيْ اَحَدًا بَعْدَكَ)، وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ فِيْ قَوْلِهِ يُخَيَّرُ لِاَنَّ مُقْتَضَاهُ التَّرْتِيْبُ وَعَلٰى مَالِكٍ فِيْ نَفْيِ التَّتَابُعِ لِلنَّصِّ عَلَيْهِ.

پھر فرمایا: کہ روزے کا کفارہ ظہار کے کفارے کی طرح ہے۔اسی روایت کی وجہ سے جس کو ہم روایت کر چکے ہیں کہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہلاک ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے ہلاک کیا؟ اس نے کہا کہ میں رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ایک غلام یا لونڈی آزاد کر سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو مہینے کے روزے لگاتار رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔(سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں)

پھر وہ بیٹھا رہا یہاں تک کہ نبی ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آیا روایت کیا گیا ہے کہ اس ٹوکرے میں پندرہ صاع کھجوریں تھیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جا یہ مسکینوں کو صدقہ دے دے۔ اس نے کہا کہ مدینہ کے دونوں کنکریلی کالے پتھروں والی زمینوں کے درمیان میں مجھ سے بڑھ کر کوئی مسکین ہے؟ بلکہ اس علاقہ میں کوئی گھر والا مجھ سے بڑھ کر محتاج نہیں تو نبی ﷺ ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے مبارک دانت ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو لے اور اپنے گھر والوں کو کھلا۔ (صحیح مسلم، رقم ۵۸۹) یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر تخییر کی صورت میں حجت ہے۔ کیونکہ یہ ترتیب کا تقاضا کرتی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تسلسل کی نفی پر محمول ہے کیونکہ اس پر نص ہے۔

سوائے فرج میں جماع کی صورت میں صرف قضاء کا بیان

(وَمَنْ جَامَعَ فِيمَا دُوْنَ الْفَرْجِ فَاَنْزَلَ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ) لِوُجُودِ الْجِمَاعِ مَعْنًى (وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ) لِانْعِدَامِهِ صُوْرَةً

اور جس شخص نے فرج کے سوا میں جماع کیا تو پس اسے انزال ہو گیا تو اس پر قضاء ہے کیونکہ جماع کا معنی پایا گیا ہے۔ اور اس پر کفارہ نہیں ہے کیونکہ جماع بطور صورت معدوم ہے۔

غیر رمضان کے کسی روزے کے فساد میں کفارہ نہیں ہے:

(وَلَيْسَ فِي اِفْسَادِ صَوْمِ غَيْرِ رَمَضَانَ كَفَّارَةٌ) لِاَنَّ الْاِفْطَارَ فِي رَمَضَانَ اَبْلَغُ فِي الْجِنَايَةِ فَلَا يَلْحَقُ بِهِ غَيْرُهُ .

اور غیر رمضان کے روزے میں فساد وجہ سے کفارہ نہیں ہے۔ کیونکہ رمضان میں روزے کا توڑنا یہ سب سے بڑی جنایت ہے اور لہٰذا اس کو کسی دوسری جنایت کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔

حقنہ کرانے یا ناک میں قطرے ڈالنے میں فساد صوم کا بیان

(وَمَنْ احْتَقَنَ اَوْ اسْتَعَطَ اَوْ اَقْطَرَ فِي اُذُنِهِ اَفْطَرَ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ) وَلِوُجُودِ مَعْنَى الْفِطْرِ، وَهُوَ وُصُولُ مَا فِيهِ صَلَاحُ الْبَدَنِ اِلَى الْجَوْفِ (وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ) لِانْعِدَامِهِ صُوْرَةً .

(وَلَوْ اَقْطَرَ فِي اُذُنِهِ الْمَاءَ اَوْ دَخَلَهُ لَا يَفْسُدُ صَوْمُهُ) لِانْعِدَامِ الْمَعْنَى وَالصُّورَةِ . بِخِلَافِ مَا اِذَا دَخَلَهُ الدُّهْنُ

اور جس آدمی نے حقنہ کرایا یا کسی چیز کو ناک میں چڑھایا یا اپنے کان میں دواء استعمال کی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: روزہ چیز سے ٹوٹتا ہے جو داخل ہو لہٰذا اس میں افطار کا معنی پایا گیا۔ اور افطار کا مطلب ہے کسی چیز کا

نوف (معدہ) تک پہنچا جس سے بدن کی اصلاح ہو۔ اور اس پر کفارہ نہیں ہے کیونکہ داخل ہونے کی صورت معدوم ہے۔
اور اگر روزے دار نے اپنے کانوں میں پانی کے قطرے ڈالے یا داخل کیے تو اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ بطور صورت و معنی کسی طرح بھی افطار نہ پایا گیا۔ بہ خلاف جب اس نے تیل داخل کیا ہے۔

معدے یا دماغ میں پہنچنے والی دوائی کی صورت میں فسادِ صوم کا بیان

(وَلَوْ دَاوَى جَائِفَةً أَوْ آمَّةً بِدَوَاءٍ فَوَصَلَ إِلَى جَوْفِهِ أَوْ دِمَاغِهِ أَفْطَرَ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَالَّذِي يَصِلُ هُوَ الرَّطْبُ، وَقَالَا: لَا يُفْطِرُ لِعَدَمِ التَّيَقُّنِ بِالْوُصُولِ لِانْضِمَامِ الْمَنْفَذِ مَرَّةً وَاتِّسَاعِهِ أُخْرَى، كَمَا فِي الْيَابِسِ مِنَ الدَّوَاءِ .

وَلَهُ أَنَّ رُطُوبَةَ الدَّوَاءِ تَلَاقِي رُطُوبَةَ الْجِرَاحَةِ فَيَزْدَادُ مَيْلًا إِلَى الْأَسْفَلِ فَيَصِلُ إِلَى الْجَوْفِ، بِخِلَافِ الْيَابِسِ لِأَنَّهُ يُنَشِّفُ رُطُوبَةَ الْجِرَاحَةِ فَيَنْسَدُّ فَمُهَا (وَلَوْ أَقْطَرَ فِي إِحْلِيلِهِ لَمْ يُفْطِرْ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يُفْطِرُ، وَقَوْلُ مُحَمَّدٍ: مُضْطَرِبٌ فِيهِ فَكَأَنَّهُ وَقَعَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَوْفِ مَنْفَذًا، وَلِهَذَا يَخْرُجُ مِنْهُ الْبَوْلُ، وَوَقَعَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْمَثَانَةَ بَيْنَهُمَا حَائِلٌ وَالْبَوْلُ يَتَرَشَّحُ مِنْهُ، وَهَذَا لَيْسَ مِنْ بَابِ الْفِقْهِ

اور اگر روزے دار نے جائفہ کا علاج کیا یا دماغ کا علاج کیا اور دوائی اس کے جوف یا دماغ تک پہنچ گئی تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افطار ہو جائے گا کیونکہ پہنچنے والی دوائی تر ہے۔
جبکہ صاحبین نے فرمایا ہے کہ روزہ افطار نہیں ہوگا۔ کیونکہ دوا کا پہنچنا یقینی نہیں ہے کیونکہ کبھی یہ راستہ بند بھی ہوتا ہے۔ اور کبھی کھلا ہوتا ہے۔ جس طرح خشک دوا میں ہوتا ہے۔
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ زخم کی رطوبت جب دوا کی رطوبت سے ملتی ہے تو اس کا رجحان نیچے کی جانب بڑھ جاتا ہے۔ پھر وہ جوف تک پہنچ جاتی ہے۔ بہ خلاف خشک دوائی کے کیونکہ وہ زخم کی رطوبت کو جذب کرنے والی ہے۔ لہٰذا اس کا منہ بند ہو جاتا ہے۔

چکھنے سے فسادِ صوم یا عدمِ فساد کا بیان

(وَمَنْ ذَاقَ شَيْئًا بِفَمِهِ لَمْ يُفْطِرْ) لِعَدَمِ الْفِطْرِ صُورَةً وَمَعْنًى (وَيُكْرَهُ لَهُ ذَلِكَ) لِمَا فِيهِ مِنْ تَعْرِيضِ الصَّوْمِ عَلَى الْفَسَادِ .

(وَيُكْرَهُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَمْضُغَ لِصَبِيِّهَا الطَّعَامَ إِذَا كَانَ لَهَا مِنْهُ بُدٌّ) لِمَا بَيَّنَّا (وَلَا بَأْسَ إِذَا لَمْ تَجِدْ مِنْهُ بُدًّا) صِيَانَةً لِلْوَلَدِ .

اَلَا تَرٰی اَنَّ لَهَا اَنْ تُفْطِرَ اِذَا خَافَتْ عَلٰی وَلَدِهَا (وَمَضْغُ الْعَلْكِ لَا يُفْطِرُ الصَّائِمَ) لِاَنَّهُ لَا يَصِلُ اِلٰی جَوْفِهِ. وَقِيْلَ: اِذَا لَمْ يَكُنْ مُلْتَئِمًا يَفْسُدُ لِاَنَّهُ يَصِلُ اِلَيْهِ بَعْضُ اَجْزَائِهِ.

وَقِيْلَ: اِذَا كَانَ اَسْوَدَ يَفْسُدُ وَاِنْ كَانَ مُلْتَئِمًا لِاَنَّهُ يَتَفَتَّتُ (اِلَّا اَنَّهُ يُكْرَهُ لِلصَّائِمِ) لِمَا فِيْهِ مِنْ تَعْرِيْضِ الصَّوْمِ لِلْفَسَادِ، وَلِاَنَّهُ يُتَّهَمُ بِالْاِفْطَارِ وَلَا يُكْرَهُ لِلْمَرْاَةِ اِذَا لَمْ تَكُنْ صَائِمَةً لِقِيَامِهِ مَقَامَ السِّوَاكِ فِيْ حَقِّهِنَّ، وَيُكْرَهُ لِلرِّجَالِ عَلٰی مَا قِيْلَ اِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ عِلَّةٍ، وَقِيْلَ: لَا يُسْتَحَبُّ، لِمَا فِيْهِ مِنَ التَّشَبُّهِ: بِالنِّسَاءِ.

اور جس نے اپنے منہ سے کسی چیز کو چکھ لیا تو اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ بطور صورت و حتیٰ کسی طرح بھی افطار نہیں پایا گیا۔ لیکن اس کا یہ کام کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ فعل فساد صوم کا پیش رو ہے۔

اور عورت کے لئے اپنے بچے کے لئے کھانا چبا کر دینا مکروہ ہے ہاں البتہ شرط یہ ہے جب کوئی دوسرا ذریعہ ہو۔ اس کی دلیل وہی جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور دوسرا کوئی ذریعہ نہ ہو تو اس کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں بچے کی حفاظت ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ جب اس کو بچے کا خوف ہو تو اس کے لئے افطار کرنے کا اجازت ہے۔

اور گوند چبانے سے روزہ افطار نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کے جوف تک پہنچنے والی نہیں ہے۔ اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جب گوند ملی ہوئی نہ ہو تو روزے کو فاسد کرنے والی ہے۔ کیونکہ اس کے کچھ اجزاء جوف تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور بعض فقہاء نے کہا ہے جب گوند سیاہ ہو تو روزے کو فاسد کرنے والی ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوتی ہے اور سیاہ گوند ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے لہٰذا روزے دار کے لئے اس کو چبانا مکروہ ہے۔ اس لئے فساد روزہ کا پیش رو ہے۔ اور اس لئے بھی افطار کی تہمت ہوگی۔ اور عورت جب روزے دار نہ ہو تو اس کے لئے مکروہ نہیں ہے کیونکہ عورتوں کے حق میں گوند چبانا مسواک کے قائم مقام ہے اور مردوں کے لئے مکروہ ہے اسی دلیل کی وجہ سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ البتہ شرط یہ ہے کہ کسی بیماری کے لئے اس کا استعمال نہ کیا گیا ہو۔ اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ مردوں کے لئے اس کا استحباب نہیں ہے۔ کیونکہ عورتوں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔

سرمہ اور مونچھوں کو تیل لگانے کی صورت میں عدم فساد کا بیان

(وَلَا بَأْسَ بِالْكُحْلِ وَدَهْنِ الشَّارِبِ) لِاَنَّهُ نَوْعُ ارْتِفَاقٍ وَهُوَ لَيْسَ مِنْ مَحْظُوْرَاتِ الصَّوْمِ، وَقَدْ نَدَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْاِكْتِحَالِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَاِلَی الصَّوْمِ فِيْهِ، وَلَا بَأْسَ بِالْاِكْتِحَالِ لِلرِّجَالِ اِذَا قَصَدَ بِهِ التَّدَاوِيْ دُوْنَ الزِّيْنَةِ، وَيُسْتَحْسَنُ دَهْنُ الشَّارِبِ اِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ قَصْدِهِ الزِّيْنَةُ لِاَنَّهُ يَعْمَلُ عَمَلَ الْخِضَابِ، وَلَا يُفْعَلُ لِتَطْوِيْلِ اللِّحْيَةِ اِذَا كَانَتْ بِقَدْرِ الْمَسْنُوْنِ وَهُوَ الْقُبْضَةُ.

اور روزے دار کے لئے سرمہ لگانے اور مونچھوں پر تیل لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی آسائش

ہے اور کوئی بھی آسائش ممنوعات روزہ میں سے نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے اور سرمہ لگانے کو مستحب قرار دیا ہے۔ اور مردوں کے لئے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جبکہ اس کا استعمال بطور دوا ہو نہ کہ بطور سجاوٹ ہو۔ اور یہ خضاب کا کام بھی مہیا کرتا ہے۔ ہاں البتہ داڑھی بڑھانے کے لئے ایسا نہ کیا جائے جبکہ داڑھی سنت کی مقدار کے مطابق ہو اور وہ ایک مٹھی کی مقدار ہے۔

خشک وتر مسواک کرنے کی اباحت کا بیان

(وَلَا بَأْسَ بِالسِّوَاكِ الرَّطْبِ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ لِلصَّائِمِ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (خَيْرُ خِلَالِ الصَّائِمِ السِّوَاكُ) مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُكْرَهُ بِالْعَشِيِّ لِمَا فِيهِ مِنْ إزَالَةِ الْأَثَرِ الْمَحْمُودِ، وَهُوَ الْخُلُوفُ فَشَابَهُ دَمَ الشَّهِيدِ. قُلْنَا: هُوَ أَثَرُ الْعِبَادَةِ اللَّائِقُ بِهِ الْإِخْفَاءُ. بِخِلَافِ دَمِ الشَّهِيدِ لِأَنَّهُ أَثَرُ الظُّلْمِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الرَّطْبِ الْأَخْضَرِ وَبَيْنَ الْمَبْلُولِ بِالْمَاءِ لِمَا رَوَيْنَا.

اور روزے دار کے لئے صبح وشام میں تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزے دار کی بہترین عادت یہ ہے کہ وہ مسواک کرے۔ اس حدیث میں کوئی تفصیل نہیں ہے (لہٰذا اپنے اطلاق پر رہے گی)

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: شام کے وقت مسواک کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس وقت اثر محمود (پاکیزہ خوشبو) کا ازائل کرنا ہے۔ اور وہ خلوف ہے۔ لہٰذا یہ شہید کے خون سے مشابہت رکھنا ہوگیا۔

ہم نے کہا کہ یہ خلوف عبادت کا اثر ہے۔ عبادت میں زیادہ مناسبت یہی ہے کہ اس کو چھپایا جائے بہ خلاف خون شہید کے کیونکہ ظلم کا اثر ہے۔ اور تر مسواک میں اصلی تر یا پانی سے گیلی کرنے والی تری میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی حدیث کی وجہ سے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

جب شدت مرض کا خوف ہو تو افطار وقضاء کا حکم

(وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا فِي رَمَضَانَ فَخَافَ إنْ صَامَ ازْدَادَ مَرَضُهُ أَفْطَرَ وَقَضَى) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يُفْطِرُ، هُوَ يَعْتَبِرُ خَوْفَ الْهَلَاكِ أَوْ فَوَاتَ الْعُضْوِ كَمَا يَعْتَبِرُ فِي التَّيَمُّمِ، وَنَحْنُ نَقُولُ: إنَّ زِيَادَةَ الْمَرَضِ وَامْتِدَادَهُ قَدْ يُفْضِي إلَى الْهَلَاكِ فَيَجِبُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ (وَإِنْ كَانَ مُسَافِرًا لَا يَسْتَضِرُّ بِالصَّوْمِ فَصَوْمُهُ أَفْضَلُ، وَإِنْ أَفْطَرَ جَازَ) لِأَنَّ السَّفَرَ لَا يَعْرَى عَنْ الْمَشَقَّةِ فَجُعِلَ نَفْسُهُ عُذْرًا، بِخِلَافِ الْمَرَضِ فَإِنَّهُ قَدْ يُخَفَّفُ بِالصَّوْمِ فَشُرِطَ كَوْنُهُ مُفْضِيًا إلَى الْحَرَجِ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: الْفِطْرُ اَفْضَلُ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ) وَلَنَا اَنَّ رَمَضَانَ اَفْضَلُ الْوَقْتَيْنِ فَكَانَ الْاَدَاءُ فِيهِ اَوْلٰى، وَمَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلٰى حَالَةِ الْجَهْدِ (وَاِذَا مَاتَ الْمَرِيْضُ اَوِ الْمُسَافِرُ وَهُمَا عَلٰى حَالِهِمَا يَلْزَمُهُمَا الْقَضَاءُ) لِاَنَّهُمَا لَمْ يُدْرِكَا عِدَّةً مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (وَلَوْ صَحَّ الْمَرِيْضُ وَاَقَامَ الْمُسَافِرُ ثُمَّ مَاتَا لَزِمَهُمَا الْقَضَاءُ بِقَدْرِ الصِّحَّةِ وَالْاِقَامَةِ) لِوُجُودِ الْاِدْرَاكِ بِهٰذَا الْمِقْدَارِ. وَفَائِدَتُهُ وُجُوبُ الْوَصِيَّةِ بِالْاِطْعَامِ.

اور جو شخص رمضان میں بیمار ہوا پس اسے خوف ہوا کہ اگر وہ روزہ رکھے گا تو اس کا مرض بڑھ جائے گا تو وہ افطار کرے اور قضاء کرے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ وہ افطار نہ کرے کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہلاکت کے خوف یا کسی عضو کو فوت کرنے والے خوف کا اعتبار کرتے ہیں جس طرح ہم تیمم میں اعتبار کرتے ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ کسی مرض کا بڑھنا اور اس کا لمبا ہونا بھی ہلاکت تک پہنچانے والا ہے لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

اگر مسافر کو روزہ رکھنے میں تکلیف نہ ہو تو اس کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ روزہ رکھے۔اور اگر اس نے نہ رکھا تو بھی جائز ہے۔اس لئے سفر مشقت سے خالی نہیں ہے۔کیونکہ نفس سفر کو عذر قرار دیا گیا ہے۔بہ خلاف مرض کے۔اس لئے کہ روزہ بھی سفر میں ہلکا ہوتا ہے۔اسی وجہ سے حرج کی طرف پہنچنے کی شرط لگائی گئی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ افطار افضل ہے۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ رمضان رمضان دونوں اوقات سے افضل ہے لہٰذا اس میں ادا کرنا افضل ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حدیث کو مشقت پر محمول کیا جائے گا۔اور اگر مسافر و مریض دونوں فوت ہو جائیں جبکہ وہ اسی حالت میں ہوں تو ان پر قضاء ضروری نہیں ہے کیونکہ نے دوسرے دنوں سے قضاء کرنے مقدار وقت ہی نہیں پایا۔

اگر بیمار تندرست ہو گیا اور مسافر مقیم ہو گیا پھر دونوں فوت ہوئے ہیں۔تو ان پر تندرستی کی مقدار اور اقامت کی مقدار قضاء ضروری ہے۔کیونکہ دوسرے ایام اتنی مقدار میں پائے گئے ہیں۔اور مفاد یہ ہوگا کہ فدیہ طعام دینے میں وصیت ضروری ہے۔

امام طحاوی کا بیان کردہ نذر کے مسئلے میں احناف کا اختلاف

وَذَكَرَ الطَّحَاوِيُّ فِيهِ خِلَافًا بَيْنَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ وَلَيْسَ بِصَحِيحٍ وَاِنَّمَا الْخِلَافُ فِي النَّذْرِ.

وَالْفَرْقُ لَهُمَا اَنَّ النَّذْرَ سَبَبٌ فَيَظْهَرُ الْوُجُوبُ فِي حَقِّ الْخُلْفِ، وَفِي هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ السَّبَبُ اِدْرَاكُ الْعِدَّةِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ مَا اَدْرَكَ.

اور حضرت امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں شیخین اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلاف بیان کیا ہے۔

کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اختلاف نذر والے مسئلہ میں ہے۔ اور شیخین کے مطابق فرق یہ ہے کہ نذر سبب ہے لہٰذا خلیفہ کے حق میں اس کا وجوب ظاہر ہوگا۔ اور اس مسئلہ میں ادراک علت سبب ہے۔ لہٰذا جتنی مقدار میں دوسرے ایام پائے گئے اتنی مقدار میں وجوب قضاء ضروری ہوگا۔

رمضان کے قضاء روزوں کو متفرق یا ایک ساتھ رکھنے کا بیان

(وَقَضَاءُ رَمَضَانَ اِنْ شَاءَ فَرَّقَهُ وَاِنْ شَاءَ تَابَعَهُ) لِاِطْلَاقِ النَّصِّ، لٰكِنَّ الْمُسْتَحَبَّ الْمُتَابَعَةُ مُسَارَعَةً اِلَى اِسْقَاطِ الْوَاجِبِ (وَاِنْ اَخَّرَهُ حَتّٰى دَخَلَ رَمَضَانُ آخَرُ صَامَ الثَّانِيَ) لِاَنَّهُ فِي وَقْتِهِ (وَقَضَى الْاَوَّلَ بَعْدَهُ) لِاَنَّهُ وَقْتُ الْقَضَاءِ (وَلَا فِدْيَةَ عَلَيْهِ) لِاَنَّ وُجُوبَ الْقَضَاءِ عَلَى التَّرَاخِي، حَتّٰى كَانَ لَهُ اَنْ يَتَطَوَّعَ .

اور رمضان کے قضاء اگر وہ چاہے تو مسلسل رکھے اور اگر وہ چاہے تو الگ الگ رکھے کیونکہ اس بارے میں نص مطلق ہے۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ مسلسل روزے رکھے کیونکہ اس میں سقوط وجوب میں جلدی ہے۔ اور اگر اس نے مؤخر کیا حتیٰ کہ دوسرے رمضان آگیا تو وہ دوسرے رمضان کا روزہ رکھے کیونکہ وہ تو اپنے وقت میں ہے۔ اور اس کے بعد پہلے رمضان کی قضاء کرے گا کیونکہ اس کے لئے وقت قضاء ہے۔ اور اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے کیونکہ قضاء کا حکم تاخیر پر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے لئے نفلی روزہ جائز ہو جائے۔

حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کے قضاء روزوں کا بیان

(وَالْحَامِلُ وَالْمُرْضِعُ اِذَا خَافَتَا عَلَى اَنْفُسِهِمَا اَوْ وَلَدَيْهِمَا اَفْطَرَتَا وَقَضَتَا) دَفْعًا لِلْحَرَجِ (وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِمَا) لِاَنَّهُ اِفْطَارٌ بِعُذْرٍ (وَلَا فِدْيَةَ عَلَيْهِمَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيمَا اِذَا خَافَتْ عَلَى الْوَلَدِ، هُوَ يَعْتَبِرُهُ بِالشَّيْخِ الْفَانِي .

وَلَنَا اَنَّ الْفِدْيَةَ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ فِي الشَّيْخِ الْفَانِي، وَالْفِطْرُ بِسَبَبِ الْوَلَدِ لَيْسَ فِي مَعْنَاهُ لِاَنَّهُ عَاجِزٌ بَعْدَ الْوُجُوبِ، وَالْوَلَدُ لَا وُجُوبَ عَلَيْهِ اَصْلًا .

اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کو جب اپنی جان یا اپنے بیٹے کا خوف ہو تو وہ دونوں افطار کریں اور وہ دونوں روزوں کی قضاء کریں۔ (یہ شرعی رخصت) حرج کو دور کرنے کے لئے ہے۔ اور ان دونوں پر کفارہ نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے عذر کی وجہ سے افطار کیا ہے۔ اور ان دونوں پر کوئی فدیہ بھی نہیں ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ کہ جب ان دونوں کو اپنے بیٹے کا خوف ہو۔ انہوں نے اس مسئلہ کو شیخ فانی پر قیاس کیا ہے۔ اور ہمارے نزدیک شیخ فانی میں فدیہ خلاف قیاس ہے۔ جبکہ افطار بچے کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا یہ (شیخ فانی) کے معنی میں نہیں ہوگا کیونکہ وہ وجوب کے بعد عاجز ہے۔ اور رہا ولد تو اس پر بنیادی طور پر کوئی وجوب ہی نہیں ہے۔

شیخ فانی عدم قدرت علی الصیام کے لئے حکم فدیہ

(وَالشَّيْخُ الْفَانِي الَّذِي لَا يَقْدِرُ عَلَى الصِّيَامِ يُفْطِرُ وَيُطْعِمُ لِكُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا كَمَا يُطْعِمُ فِي الْكَفَّارَاتِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ) قِيلَ مَعْنَاهُ: لَا يُطِيقُونَهُ، وَلَوْ قَدَرَ عَلَى الصَّوْمِ يَبْطُلُ حُكْمُ الْفِدَاءِ لِأَنَّ شَرْطَ الْخَلَفِيَّةِ اسْتِمْرَارُ الْعَجْزِ .

اور وہ بوڑھا فانی شخص جو روزہ رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ وہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن ایک فقیر کو کھانا کھلائے جس طرح کفارات میں کھلایا جاتا ہے۔ اور اس میں قانون اللہ تعالی کا فرمان'' '' ہے کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے جو اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور اگر وہ روزے پر قادر ہو گیا تو اس کے لئے فدیے کا حکم ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ خلیفہ کی عجز میں دوام کی وجہ سے تھی۔ (جس کے ختم ہوتے ہی حکم اصل یعنی روزے رکھنے کی طرف لوٹ آئے گا)۔

روزے کی وصیت کو صدقہ فطر کی مقدار کے مطابق مکمل کیا جائے

(وَمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ قَضَاءُ رَمَضَانَ فَأَوْصَى بِهِ أَطْعَمَ عَنْهُ وَلِيُّهُ لِكُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ) لِأَنَّهُ عَجَزَ عَنِ الْأَدَاءِ فِي آخِرِ عُمْرِهِ فَصَارَ كَالشَّيْخِ الْفَانِي، ثُمَّ لَا بُدَّ مِنَ الْإِيصَاءِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَعَلَى هَذَا الزَّكَاةُ .هُوَ يَعْتَبِرُهُ بِدُيُونِ الْعِبَادِ إِذْ كُلُّ ذَلِكَ حَقٌّ مَالِيٌّ تَجْرِي فِيهِ النِّيَابَةُ .وَلَنَا أَنَّهُ عِبَادَةٌ وَلَا بُدَّ فِيهِ مِنَ الِاخْتِيَارِ .
وَذَلِكَ فِي الْإِيصَاءِ دُونَ الْوِرَاثَةِ لِأَنَّهَا جَبْرِيَّةٌ، ثُمَّ هُوَ تَبَرُّعٌ ابْتِدَاءً حَتَّى يُعْتَبَرَ مِنَ الثُّلُثِ، وَالصَّلَاةُ كَالصَّوْمِ بِاسْتِحْسَانِ الْمَشَايِخِ، وَكُلُّ صَلَاةٍ تُعْتَبَرُ بِصَوْمِ يَوْمٍ هُوَ الصَّحِيحُ (وَلَا يَصُومُ عَنْهُ الْوَلِيُّ وَلَا يُصَلِّي) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ) .

اور جو شخص فوت ہوا جبکہ اس پر رمضان کی قضاء تھی پس اس نے وصیت کی تھی تو اس کا ولی ہر ان ایک مسکین کو اس کی طرف سے ایک نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو دے گا۔ کیونکہ وہ شخص اپنی عمر کے آخر میں روزہ ادا کرنے سے عاجز تھا۔ لہٰذا وہ شیخ فانی کی طرح ہو گیا۔ اور ہمارے نزدیک اس کے لئے وصیت کرنا واجب ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ اور مسئلہ زکوٰۃ بھی اسی اختلاف پر ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ بندوں کے قرضوں پر اس قرض کو قیاس کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام مالی حقوق ہیں جن کے اندر نیابت جاری ہوتی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ فدیہ دینا ایک عبادت ہے اور اس پر اختیار ضروری ہے۔ اور یہ حق وصیت کی صورت میں حاصل ہو جاتا ہے لیکن وراثت میں حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وراثت میں زبردستی ہے۔ اور وصیت کرنا ابتدائی طور پر تقوی ہے۔ لہٰذا وہ تہائی مال تک معتبر ہوگی۔ اور مشائخ فقہاء کے مطابق بطور استحسان نماز روزے کی طرح ہے۔ لہٰذا ہر نماز کو ہر ان کے روزے پر قیاس کیا جائے گا

یہی سب سے زیادہ صحیح روایت ہے۔ اور میت کی طرف سے اس کے لئے ولی کے لئے اجازت نہیں ہے کہ وہ اس کے لئے روزہ رکھے یا نماز پڑھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ ہی نماز پڑھے۔

نفلی نماز یا روزے کو فاسد کرنے پر قضاء کے وجوب کا بیان

(وَمَنْ دَخَلَ فِي صَلَاةِ التَّطَوُّعِ أَوْ فِي صَوْمِ التَّطَوُّعِ ثُمَّ أَفْسَدَهُ قَضَاهُ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ. لَهُ أَنَّهُ تَبَرَّعَ بِالْمُؤَدَّى فَلَا يَلْزَمُهُ مَا لَمْ يَتَبَرَّعْ بِهِ.

وَلَنَا أَنَّ الْمُؤَدَّى قُرْبَةٌ وَعَمَلٌ فَتَجِبُ صِيَانَتُهُ بِالْمُضِيِّ عَنِ الْإِبْطَالِ، وَإِذَا وَجَبَ الْمُضِيُّ وَجَبَ الْقَضَاءُ بِتَرْكِهِ.

ثُمَّ عِنْدَنَا لَا يُبَاحُ الْإِفْطَارُ فِيهِ بِغَيْرِ عُذْرٍ فِي إِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ لِمَا بَيَّنَّا وَيُبَاحُ بِعُذْرٍ، وَالضِّيَافَةُ عُذْرٌ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (أَفْطِرْ وَاقْضِ يَوْمًا مَكَانَهُ).

اور جو شخص نفلی نماز یا نفلی روزے میں داخل ہوا پھر اس نے اس کو فاسد کر دیا تو وہ اس کی قضاء کرے۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے ادا شدہ کے ساتھ تبرع کیا ہے لہٰذا اس پر وہ چیز لازم نہ ہوگی جس کے ساتھ اس نے تبرع کیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ادا کی جانے والی چیز عبادت اور عمل ہے جس کو باطل ہونے سے بچانا ضروری ہے کیونکہ جب اس کو مکمل کرنا ضروری ہے تو پھر اس کے چھوڑنے پر قضاء بھی لازم آئے گی۔ اور اسی طرح ہمارے نزدیک دونوں روایات میں سے ایک مطابق یہ حکم ہے کہ نفل میں بغیر کسی عذر کے افطار کرنا جائز نہیں ہے اسی دلیل کی وجہ سے جسے ہم نے بیان کر دیا ہے۔ ہاں البتہ عذر کی وجہ سے جائز ہے۔ اور ضیافت ایک عذر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ ایک افطار کرو اور اس کی جگہ ایک روزہ رکھو۔

رمضان المبارک کے دن میں بچہ بالغ ہوا تو بقیہ دن کھانا پینا ترک کرے

(وَإِذَا بَلَغَ الصَّبِيُّ أَوْ أَسْلَمَ الْكَافِرُ فِي رَمَضَانَ أَمْسَكَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا) قَضَاءً لِحَقِّ الْوَقْتِ بِالتَّشَبُّهِ (وَلَوْ أَفْطَرَا فِيهِ لَا قَضَاءَ عَلَيْهِمَا) لِأَنَّ الصَّوْمَ غَيْرُ وَاجِبٍ فِيهِ (وَصَامَا مَا بَعْدَهُ) لِتَحَقُّقِ السَّبَبِ وَالْأَهْلِيَّةِ (وَلَمْ يَقْضِيَا يَوْمَهُمَا وَلَا مَا مَضَى) لِعَدَمِ الْخِطَابِ، وَهَذَا بِخِلَافِ الصَّلَاةِ لِأَنَّ السَّبَبَ فِيهَا الْجُزْءُ الْمُتَّصِلُ بِالْأَدَاءِ فَوُجِدَتِ الْأَهْلِيَّةُ عِنْدَهُ، وَفِي الصَّوْمِ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ وَالْأَهْلِيَّةُ مُنْعَدِمَةٌ عِنْدَهُ.

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ إِذَا زَالَ الْكُفْرُ أَوِ الصِّبَا قَبْلَ الزَّوَالِ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ، لِأَنَّهُ أَدْرَكَ

وَقْتَ النِّيَّةِ. وَجْهُ الظَّاهِرِ اَنَّ الصَّوْمَ لَا يَتَجَزَّأُ وُجُوبًا وَاَهْلِيَّةُ الْوُجُوبِ مُنْعَدِمَةٌ فِي اَوَّلِهِ اِلَّا اَنَّ لِلصَّبِيِّ اَنْ يَنْوِيَ التَّطَوُّعَ فِي هٰذِهِ الصُّورَةِ دُوْنَ الْكَافِرِ عَلٰى مَا قَالُوا، لِاَنَّ الْكَافِرَ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ التَّطَوُّعِ اَيْضًا، وَالصَّبِيُّ اَهْلٌ لَهُ.

اور اگر بچہ رمضان کے دن میں بالغ ہوا یا کوئی کافر مسلمان ہوا تو وہ دن کے بقیہ حصے میں کچھ نہ رک جائیں تا کہ اہل صیام کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوئے وقت کا حق ادا ہو جائے۔ اور اگر ان دونوں نے دن کے بقیہ حصے میں افطار کیا تو ان پر قضاء ضروری نہ ہوگی۔ کیونکہ اس دن میں ان پر روزہ واجب نہیں ہے۔ اور اس دن کے بعد والے رمضان کے دنوں میں روزے رکھیں۔ کیونکہ ان کے لئے سبب اور اہلیت ثابت ہو چکی ہے۔ وہ دونوں اپنے اس سابقہ (مسلمان ہونے والے، بالغ ہونیوالے دن) قضاء نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان سے متعلق خطاب نہیں پایا گیا۔ یہ خلاف نماز کے کیونکہ نماز میں سبب وہ جز ہے جو اداء کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ لہٰذا اس وقت میں صلاحیت موجود ہے اور روزے کے اندر سبب جز اول ہوتا ہے۔ اور اس وقت ان کی اہلیت معدوم تھی۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق جب کفر یا عدم بلوغ زوال سے پہلے ختم ہوا تو اس دن کی قضاء ان پر واجب ہے۔ کیونکہ اس نے نیت کا وقت پا لیا ہے اور ظاہر الروایت کے مطابق دلیل یہ ہے کہ روزے کے حصے نہیں ہوتے۔ اور دن کے اول حصے میں وجوب کی اہلیت معدوم ہے۔ ہاں البتہ بچے کے لئے اس صورت میں نفل کی نیت کرنا درست ہے جبکہ کافر کے لئے جائز نہیں ہے۔ جس طرح مشائخ نے کہا ہے لہٰذا کافر تو نفل کا اہل بھی نہیں ہے جبکہ بچہ نفل کی اہلیت رکھتا ہے۔

افطار کرنے والا مسافر جب زوال سے پہلے شہر میں داخل ہوا

(وَاِذَا نَوَى الْمُسَافِرُ الْاِفْطَارَ ثُمَّ قَدِمَ الْمِصْرَ قَبْلَ الزَّوَالِ فَنَوَى الصَّوْمَ اَجْزَاَهُ) لِاَنَّ السَّفَرَ لَا يُنَافِي اَهْلِيَّةَ الْوُجُوبِ وَلَا صِحَّةَ الشُّرُوعِ (وَاِنْ كَانَ فِي رَمَضَانَ فَعَلَيْهِ اَنْ يَصُومَ) لِزَوَالِ الْمُرَخِّصِ فِي وَقْتِ النِّيَّةِ' اَلَا تَرٰى اَنَّهُ لَوْ كَانَ مُقِيمًا فِي اَوَّلِ الْيَوْمِ ثُمَّ سَافَرَ لَا يُبَاحُ لَهُ الْفِطْرُ تَرْجِيحًا لِجَانِبِ الْاِقَامَةِ فَهٰذَا اَوْلٰى، اِلَّا اَنَّهُ اِذَا اَفْطَرَ فِي الْمَسْاَلَتَيْنِ لَا تَلْزَمُهُ الْكَفَّارَةُ لِقِيَامِ شُبْهَةِ الْمُبِيحِ.

اور جب مسافر نے افطار کی نیت کی پھر وہ زوال سے پہلے ہی شہر میں آ کر مقیم ہو گیا اور اس نے روزہ کی نیت کر لی تو اس کے لئے وہی روزہ کافی ہوگا۔ کیونکہ سفر اہلیت وجوب اور صحت مشروع کے منافی نہیں ہے۔ اور اگر اس طرح رمضان میں ہوا تو اس کا روزہ رکھنا واجب ہے۔ کیونکہ نیت کے وقت میں رخصت دینے والا ختم ہو چکا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص دن کے اول حصے میں مقیم ہو جائے اور پھر وہ سفر کرے تو اس کے لئے اباحت نہیں ہے کیونکہ جانب اقامت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ لہٰذا افضل یہی ہے لیکن جب اس نے دونوں (مذکورہ) دونوں صورتوں میں افطار کر لیا تو اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا کیونکہ اباحت کا شبہ قائم ہے۔

بے ہوشی والے دن کے روزے کی قضاء کا حکم

(وَمَنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فِي رَمَضَانَ لَمْ يَقْضِ الْيَوْمَ الَّذِي حَدَثَ فِيهِ الْإِغْمَاءُ) لِوُجُودِ الصَّوْمِ فِيهِ وَهُوَ الْإِمْسَاكُ الْمَقْرُونُ بِالنِّيَّةِ إِذِ الظَّاهِرُ وُجُودُهَا مِنْهُ (وَقَضَى مَا بَعْدَهُ) لِانْعِدَامِ النِّيَّةِ (وَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ أَوَّلَ لَيْلَةٍ مِنْهُ قَضَاهُ كُلَّهُ غَيْرَ يَوْمِ تِلْكَ اللَّيْلَةِ) لِمَا قُلْنَا. وَقَالَ مَالِكٌ: لَا يَقْضِي مَا بَعْدَهُ لِأَنَّ صَوْمَ رَمَضَانَ عِنْدَهُ يَتَأَدَّى بِنِيَّةٍ وَاحِدَةٍ بِمَنْزِلَةِ الِاعْتِكَافِ، وَعِنْدَنَا لَا بُدَّ مِنَ النِّيَّةِ لِكُلِّ يَوْمٍ لِأَنَّهَا عِبَادَاتٌ مُتَفَرِّقَةٌ، لِأَنَّهُ يَتَخَلَّلُ بَيْنَ كُلِّ يَوْمَيْنِ مَا لَيْسَ بِزَمَانٍ لِهَذِهِ الْعِبَادَةِ. بِخِلَافِ الِاعْتِكَافِ (وَمَنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فِي رَمَضَانَ كُلِّهِ قَضَاهُ) لِأَنَّهُ نَوْعُ مَرَضٍ يُضْعِفُ الْقُوَى وَلَا يُزِيلُ الْحِجَا فَيَصِيرُ عُذْرًا فِي التَّأْخِيرِ لَا فِي الْإِسْقَاطِ.

اور جو شخص رمضان میں بے ہوش ہوا تو وہ بے ہوشی والے دن کی قضاء نہ کرے کیونکہ اس دن وجود صوم موجود ہے اور اس کا رکن انیت کے ساتھ پایا گیا ہے۔ کیونکہ ظاہری حالت اس کی نیت کے ساتھ ہے اور اس دن کے بعد والے دنوں کی قضاء کرے گا۔ اس لئے کہ ان کی نیت معدوم ہے۔

اور اگر رمضان المبارک کی پہلی رات میں اس پر بے ہوشی طاری ہوئی تو وہ پورے رمضان کی قضاء کرے گا۔ مگر اس رات والے دن کی قضاء نہیں کرے گا اسی دلیل کی بنیاد پر جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کے بعد والے دنوں کی قضاء بھی نہیں کرے گا کیونکہ ان کے نزدیک ایک نیت کے ساتھ تمام روزوں کی ادائیگی ہے۔ جس طرح اعتکاف میں ہوتا ہے۔

جبکہ ہمارے نزدیک روزانہ ہر روزے کی نیت کا ہونا ضروری ہے اس لئے روزے علیحدہ علیحدہ عبادت ہیں۔ کیونکہ دو دنوں کے درمیان ایسا خلا موجود ہے جو اس عبادت کا وقت نہیں ہے۔ بہ خلاف اعتکاف کے (کیونکہ اس کے درمیان کوئی قسم کا خلا نہیں ہے) اور جس شخص پر پورے رمضان میں غشی طاری رہی تو وہ قضاء کرے گا کیونکہ یہ بھی بیماری کی قسم ہے جو طاقت کو کم کرتی ہے۔ اور اس سے حکم ختم نہ ہوگا ہاں البتہ تاخیر کا عذر ثابت ہو جائے گا جبکہ اسقاط نہ ہوگا۔

جو شخص پورا رمضان حالت جنون میں رہا تو روزے کی قضاء کا حکم ہے

(وَمَنْ جُنَّ رَمَضَانَ كُلَّهُ لَمْ يَقْضِهِ) خِلَافًا لِمَالِكٍ هُوَ يَعْتَبِرُهُ بِالْإِغْمَاءِ. وَلَنَا أَنَّ الْمُسْقِطَ هُوَ الْحَرَجُ وَالْإِغْمَاءُ لَا يَسْتَوْعِبُ الشَّهْرَ عَادَةً فَلَا حَرَجَ، وَالْجُنُونُ يَسْتَوْعِبُهُ فَيَتَحَقَّقُ الْحَرَجُ (وَإِنْ أَفَاقَ الْمَجْنُونُ فِي بَعْضِهِ قَضَى مَا مَضَى) خِلَافًا لِزُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. هُمَا يَقُولَانِ لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ الْأَدَاءُ لِانْعِدَامِ الْأَهْلِيَّةِ، وَالْقَضَاءُ مُرَتَّبٌ عَلَيْهِ، وَصَارَ كَالْمُسْتَوْعَبِ.

وَلَنَا اَنَّ السَّبَبَ قَدْ وُجِدَ وَهُوَ الشَّهْرُ وَالْاَهْلِيَّةُ بِالذِّمَّةِ، وَفِي الْوُجُوبِ فَائِدَةٌ وَهُوَ صَيْرُورَتُهُ مَطْلُوبًا عَلَى وَجْهٍ لَا يَحْرُجُ فِي اَدَائِهِ، بِخِلَافِ الْمُسْتَوْعِبِ لِاَنَّهُ يَحْرُجُ فِي الْاَدَاءِ فَلَا فَائِدَةَ وَتَمَامُهُ فِي الْخِلَافِيَّاتِ، ثُمَّ لَا فَرْقَ بَيْنَ الْاَصْلِيِّ وَالْعَارِضِيِّ، قِيلَ هٰذَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا لِاَنَّهُ اِذَا بَلَغَ مَجْنُونًا اَلْتَحَقَ بِالصَّبِيِّ فَانْعَدَمَ الْخِطَابُ بِخِلَافِ مَا اِذَا بَلَغَ عَاقِلًا ثُمَّ جُنَّ، وَهٰذَا مُخْتَارُ بَعْضِ الْمُتَاخِّرِينَ

جو شخص پورے رمضان میں پاگل رہا ہے تو وہ اس کی قضاء نہیں کرے گا۔ جبکہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے وہ جنون کو بے ہوشی پر قیاس کرتے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ساقط کرنے والا جو حرج ہے وہ اغماء ہے جو عام طور پر پورے مہینے کو گھیرنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا حرج بھی واقع نہ ہوا۔ جبکہ جنون پورے ماہ کو گھیر لیتا ہے لہٰذا اس میں حرج ثابت ہوگیا۔

اور اگر مجنون کو رمضان کے کسی حصے میں افاقہ ہوگیا تو وہ سابقہ دنوں کی قضاء کرے۔ جبکہ حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ و شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے یہ دونوں ائمہ کہتے ہیں کہ عدم اہلیت کی وجہ بہ اتفاق ادا واجب نہیں۔ جبکہ قضاء کا ترتب اسی (ادا) پر ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ اسی طرح ہوگیا گویا کہ وہ سارے ماہ میں مجنون رہا ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ سبب (شہود رمضان) پایا گیا ہے اور اہلیت کا ہونا ذمہ سے متعلق ہے۔ اور فائدہ بھی وجوب میں ہے اور وہ مطلوب بھی اس طرح ہوا ہے کہ اس کی ادائیگی میں کوئی حرج واقع نہیں ہوا ہے۔ بہ خلاف استیعاب کے کیونکہ اس کی ادائیگی میں حرج واقع ہوگا۔ لہٰذا اس میں کچھ فائدہ نہیں۔ اور اس کی مکمل بحث خلافیات میں ہے۔

جنون اصلی و عارضی کے درمیان فرق نہیں کیا جائے گا۔ اور کہا گیا ہے کہ ظاہر الروایت کے مطابق یہی حکم ہے۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ دونوں کے درمیان فرق کیا جائے گا۔ کیونکہ جب مجنون ہو کر بالغ ہوا تو وہ بچے کے ساتھ لاحق ہوگیا اور خطاب معدوم ہوگیا ہے بہ خلاف اس شخص کے کہ جب وہ عاقل ہو کر بالغ ہوا پھر مجنون ہوا اور یہی متاخرین فقہاء کا اختیار کردہ ہے۔

پورا رمضان روزوں کی نیت نہ کرنے والے کا بیان

(وَمَنْ لَمْ يَنْوِ فِي رَمَضَانَ كُلِّهِ لَا صَوْمًا وَلَا فِطْرًا فَعَلَيْهِ قَضَاؤُهُ) وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَتَاَدّٰى صَوْمُ رَمَضَانَ بِدُوْنِ النِّيَّةِ فِي حَقِّ الصَّحِيحِ الْمُقِيمِ لِاَنَّ الْاِمْسَاكَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ، فَعَلٰى اَيِّ وَجْهٍ يُؤَدِّيهِ يَقَعُ عَنْهُ، كَمَا اِذَا وَهَبَ كُلَّ النِّصَابِ مِنَ الْفَقِيرِ .

وَلَنَا اَنَّ الْمُسْتَحَقَّ الْاِمْسَاكُ بِجِهَةِ الْعِبَادَةِ وَلَا عِبَادَةَ اِلَّا بِالنِّيَّةِ، وَفِي هِبَةِ النِّصَابِ وُجِدَ نِيَّةُ الْقُرْبَةِ عَلٰى مَا مَرَّ فِي الزَّكَاةِ .

(وَمَنْ اَصْبَحَ غَيْرَ نَاوٍ لِلصَّوْمِ فَاَكَلَ لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ) عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ . وَقَالَ زُفَرُ: عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ لِاَنَّهُ يَتَاَدّٰى بِغَيْرِ النِّيَّةِ عِنْدَهُ . وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ: اِذَا اَكَلَ

قَبْلَ الزَّوَالِ تَجِبُ الْكَفَّارَةُ لِاَنَّهُ فَوَّتَ اِمْكَانَ التَّحْصِيْلِ فَصَارَ كَغَاصِبِ الْغَاصِبِ، وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اَنَّ الْكَفَّارَةَ تَعَلَّقَتْ بِالْاِفْسَادِ وَهٰذَا امْتِنَاعٌ اِذْ لَا صَوْمَ اِلَّا بِالنِّيَّةِ

اور جس بندے نے تمام رمضان میں روزہ رکھنے اور اس کے افطار کی نیت نہ کی تو اس پر اس کی قضاء واجب ہے۔ جبکہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ صحت مند مقیم آدمی کا روزہ بغیر نیت ادا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کھانے پینے اور جماع رک جانا اس پر واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ جس طرح اس کو ادا کرے گا اسی کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ جس طرح کسی شخص نے پورا نصاب فقیر کو ہبہ کر دیا ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ امساک وہ واجب ہے جو عبادت کے طریقہ پر ہو۔ اور نیت کے بغیر عبادت نہیں ہوتی۔ جبکہ نصاب ہبہ کرنے کی صورت میں نیت پائی جاتی ہے جس طرح کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکا ہے۔

اور جس بندے نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ روزے کی نیت نہیں رکھتا پھر اس نے کچھ کھایا تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر کفارے کا وجوب نہیں ہوگا۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہے کیونکہ آپ کے نزدیک روزہ نیت کے بغیر ادا ہو جاتا ہے اور صاحبین نے کہا کہ اگر اس نے زوال سے پہلے کھایا تو کفارہ واجب ہوگیا کیونکہ اس بندے نے روزے کو حاصل کرنے کا امکان فوت کر دیا ہے لہٰذا یہ شخص اس طرح ہوگیا جیسے کوئی شخص غاصب سے غصب کرے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ کفارے کا تعلق روزہ توڑنے کے ساتھ ہے اور یہ آدمی روزہ رکھنے سے رکنے والا ہے لہٰذا نیت کے بغیر اس کا روزہ درست نہ ہوگا۔

حیض و نفاس والی عورت روزوں کی قضاء کرے گی

(وَاِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَةُ اَوْ نَفِسَتْ اَفْطَرَتْ وَقَضَتْ) بِخِلَافِ الصَّلَاةِ لِاَنَّهَا تُحْرَجُ فِي قَضَائِهَا وَقَدْ مَرَّ فِي الصَّلَاةِ

(وَاِذَا قَدِمَ الْمُسَافِرُ اَوْ طَهُرَتِ الْحَائِضُ فِي بَعْضِ النَّهَارِ اَمْسَكَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَجِبُ الْاِمْسَاكُ وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ كُلُّ مَنْ صَارَ اَهْلًا لِلُّزُوْمِ وَلَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ فِيْ اَوَّلِ الْيَوْمِ .

هُوَ يَقُوْلُ: التَّشْبِيْهُ خَلَفٌ فَلَا يَجِبُ اِلَّا عَلٰى مَنْ يَتَحَقَّقُ الْاَصْلُ فِيْ حَقِّهِ كَالْمُفْطِرِ مُتَعَمِّدًا اَوْ مُخْطِئًا .

وَلَنَا اَنَّهُ وَجَبَ قَضَاءً لِحَقِّ الْوَقْتِ لَا خَلَفًا لِاَنَّهُ وَقْتٌ مُعَظَّمٌ، بِخِلَافِ الْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ وَالْمَرِيْضِ وَالْمُسَافِرِ حَيْثُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ حَالَ قِيَامِ هٰذِهِ الْاَعْذَارِ لِتَحَقُّقِ الْمَانِعِ عَنْ

التَّشْبِيهِ حَسَبَ تَحَقُّقِهِ عَنِ الصَّوْمِ .

اور جب کسی عورت کو حیض یا نفاس آئے تو وہ روزہ نہ رکھے بلکہ اس کی قضاء واجب ہے۔ یہ خلاف نماز کے کیونکہ اس کو قضاء کرنے سے حرج لازم آئے گا جس طرح کتاب الصلوٰۃ میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔

اور جب مسافر دن کے کسی حصے میں آیا یا حائض پاک ہوئی تو وہ دونوں بقیہ دن میں رک جائیں۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ان کے لئے رکنا واجب نہیں ہے۔ اور اسی اختلاف کی بنیاد پر ہر اس شخص کا حکم ہوگا جو روزے کے لزوم کا اہل ہو گیا۔ جبکہ دن کے شروع میں وہ ایسا نہ تھا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ روزے دار کی مشابہت کی وجہ سے وہ روزے کا خلیفہ بن گیا۔ مگر سوائے اس شخص کے جس پر روزہ ثابت نہیں ہوا جس طرح عمداً یا غلطی سے افطار کرنے والا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ امساک کا حکم وقت کے حق کی وجہ سے واجب ہوا ہے۔ جہت خلافت کی وجہ سے نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ رمضان المبارک کا دن ایک عزت والے وقت میں ہے۔ یہ خلاف حائض ونفساء، مریض ومسافر کے کیونکہ اس میں عذر کی وجہ سے امساک واجب نہیں ہے۔ کیونکہ روزے دار مشابہت سے روکنے والا (سبب) موجود ہے جس طرح روزے کا مانع موجود ہے۔

سحری وافطاری میں غلط گمان کی وجہ سے حکم قضاء

قَالَ (وَإِذَا تَسَحَّرَ وَهُوَ يَظُنُّ أَنَّ الْفَجْرَ لَمْ يَطْلُعْ فَإِذَا هُوَ قَدْ طَلَعَ، أَوْ أَفْطَرَ وَهُوَ يَرَى أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ غَرَبَتْ فَإِذَا هِيَ لَمْ تَغْرُبْ أَمْسَكَ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ) قَضَاءً لِحَقِّ الْوَقْتِ بِالْقَدْرِ الْمُمْكِنِ أَوْ نَفْيًا لِلتُّهْمَةِ (وَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ) لِأَنَّهُ حَقٌّ مَضْمُونٌ بِالْمِثْلِ، كَمَا فِي الْمَرِيضِ وَالْمُسَافِرِ (وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ) لِأَنَّ الْجِنَايَةَ قَاصِرَةٌ لِعَدَمِ الْقَصْدِ، وَفِيهِ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا تَجَانَفْنَا لِإِثْمٍ، قَضَاءُ يَوْمٍ عَلَيْنَا يَسِيرٌ، وَالْمُرَادُ بِالْفَجْرِ الْفَجْرُ الثَّانِي، وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي الصَّلَاةِ

صاحب قدوری نے فرمایا ہے۔ کہ اگر سحری کھانے کی حالت میں گمان کرتا ہے کہ فجر طلوع نہیں ہوئی ہے جبکہ بعد میں معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی ہے یا اس نے سورج غروب ہونے کے خیال سے افطار کر لیا پھر معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا تو یہ شخص بقیہ دن میں رک جائے تا کہ بقدر امکان وقت کا حق ادا کر سکے یا تہمت سے دور ہونے کے لئے اس پر قضاء واجب ہے۔ کیونکہ یہ مثلی ضمانت کا حق ہے۔ جس طرح مریض ومسافر کے بارے میں ہے اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔ کیونکہ عدم ارادہ کی وجہ سے اس کا جرم قاصر ہے اور اسی بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے کسی گناہ کی طرف رغبت نہیں کی۔ لہٰذا ہم پر ایک دن کی قضاء کرنے میں آسانی ہے۔ اور فجر سے مراد فجر ثانی ہے جسے ہم کتاب الصلوٰۃ میں بیان کر چکے ہیں۔

سحری کے استحباب کا بیان

(ثُمَّ التَّسَحُّرُ مُسْتَحَبٌّ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً)

(وَالْمُسْتَحَبُّ تَأْخِيرُهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلَامُ (ثَلَاثٌ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُرْسَلِينَ: تَعْجِيلُ الْإِفْطَارِ، وَتَأْخِيرُ السَّحُورِ، وَالسِّوَاكُ) (إِلَّا أَنَّهُ إِذَا شَكَّ فِي الْفَجْرِ) وَمَعْنَاهُ تَسَاوِي الظَّنَّيْنِ (الْأَفْضَلُ أَنْ يَدَعَ الْأَكْلَ) تَحَرُّزًا عَنِ الْمُحَرَّمِ، وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ ذَلِكَ، وَلَوْ أَكَلَ فَصَوْمُهُ تَامٌّ لِأَنَّ الْأَصْلَ هُوَ اللَّيْلُ .

سحری کھانا مستحب ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سحری کرو بے شک سحری میں برکت ہے۔ اور سحری کرنے میں تاخیر مستحب ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین باتیں مرسلین کے اخلاق میں سے ہیں افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور مسواک کرنا ہے۔ ہاں البتہ جب اس کو فجر میں شک ہو اور شک کا مطلب یہ ہے کہ دونوں اطراف سے برابر گمان ہو۔ تو بہتر یہ ہے کہ حرام سے بچنے کے لئے کھانا چھوڑ دے۔ لیکن اس پر کھانا چھوڑنا واجب نہیں ہے۔ لہٰذا اگر اس نے کھالیا تو اس کا روزہ پورا ہو جائے گا۔ کیونکہ اصل میں تو رات ہے۔

جہاں فجر کا ظہور نہ ہوتا ہو اس کے لئے فقہی حکم

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِذَا كَانَ فِي مَوْضِعٍ لَا يَسْتَبِينُ الْفَجْرُ، أَوْ كَانَتِ اللَّيْلَةُ مُقْمِرَةً أَوْ مُتَغَيِّمَةً .أَوْ كَانَ بِبَصَرِهِ عِلَّةٌ وَهُوَ يَشُكُّ لَا يَأْكُلُ، وَلَوْ أَكَلَ فَقَدْ أَسَاءَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ) وَإِنْ كَانَ أَكْبَرُ رَأْيِهِ أَنَّهُ أَكَلَ وَالْفَجْرُ طَالِعٌ فَعَلَيْهِ قَضَاؤُهُ عَمَلًا بِغَالِبِ الرَّأْيِ، وَفِيهِ الِاحْتِيَاطُ .وَعَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لَا قَضَاءَ عَلَيْهِ لِأَنَّ الْيَقِينَ لَا يُزَالُ إِلَّا بِمِثْلِهِ،

وَلَوْ ظَهَرَ أَنَّ الْفَجْرَ طَالِعٌ لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ بَنَى الْأَمْرَ عَلَى الْأَصْلِ فَلَا تَتَحَقَّقُ الْعَمْدِيَّةُ (وَلَوْ شَكَّ فِي غُرُوبِ الشَّمْسِ لَا يَحِلُّ لَهُ الْفِطْرُ) لِأَنَّ الْأَصْلَ هُوَ النَّهَارُ (وَلَوْ أَكَلَ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ) عَمَلًا بِالْأَصْلِ، وَإِنْ كَانَ أَكْبَرُ رَأْيِهِ أَنَّهُ أَكَلَ قَبْلَ الْغُرُوبِ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ رِوَايَةً وَاحِدَةً لِأَنَّ النَّهَارَ هُوَ الْأَصْلُ، وَلَوْ كَانَ شَاكًّا فِيهِ وَتَبَيَّنَ أَنَّهَا لَمْ تَغْرُبْ يَنْبَغِي أَنْ تَجِبَ الْكَفَّارَةُ نَظَرًا إِلَى مَا هُوَ الْأَصْلُ وَهُوَ النَّهَارُ .

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر وہ ایسے مقام پر ہے جہاں فجر ظاہر نہیں ہوتی یا رات چاندنی ہو یا رات ابر آلود ہو یا اس کی نظر میں کوئی مرض ہو۔ ایسے شخص کو فجر میں شک ہو تو وہ نہ کھائے۔ اور اگر اس نے کھایا تو برا کیا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر اسے اختیار کر جو تجھے شک میں نہ ڈالے۔ اور اگر اس کا غالب گمان یہی ہو اس نے سحری کی ہے حالانکہ فجر طلوع ہو گئی تو اس پر قضاء واجب ہے۔ اس لئے کہ غالب رائے پر عمل کرنا واجب ہے۔ اور احتیاط کا تقاضہ بھی یہی ہے جبکہ ظاہر الروایت کے مطابق اس پر قضاء نہیں کیونکہ یقین صرف اپنی مثل (یقین) سے زائل ہوتا ہے۔

اور اگر اس پر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی ہے تو اس پر کفارہ نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنے فعل کو اصل کی بناء پر رکھا ہے۔ کیونکہ بطور ارادہ افطار ثابت نہ ہوا۔

اور اگر اس کو غروب آفتاب میں شک ہوا تو اس کے لئے افطار کرنا حلال نہیں ہے کیونکہ اس کی اصل دن ہے اور اگر اس نے کھایا تو اصل پر عمل کرنے کی وجہ سے قضاء واجب ہے۔ اور اگر اسے غالب گمان یہ ہوا کہ اس نے غروب سے قبل کھایا ہے تو اس پر ایک روایت کے مطابق قضاء ہے کیونکہ اصل تو وہی دن ہے۔ اور اگر اسے غروب شمس میں شک کرنے والا ہے اور ظاہر ہوا کہ وہ غروب نہیں ہوا تو مناسب یہ ہے کہ اصل (دن) کی طرف نظر کرتے ہوئے کفارے کے وجوب کا حکم دیا جائے گا۔

بھولنے کے بعد جانتے ہوئے کھانے والے کا حکم

(وَمَنْ اَكَلَ فِي رَمَضَانَ نَاسِيًا وَظَنَّ اَنَّ ذٰلِكَ يُفْطِرُهُ فَاَكَلَ بَعْدَ ذٰلِكَ مُتَعَمِّدًا عَلَيْهِ الْقَضَاءُ دُوْنَ الْكَفَّارَةِ) لِاَنَّ الِاشْتِبَاهَ اسْتَنَدَ اِلَى الْقِيَاسِ فَتَتَحَقَّقُ الشُّبْهَةُ، وَاِنْ بَلَغَهُ الْحَدِيْثُ وَعَلِمَهُ فَكَذٰلِكَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهَا تَجِبُ، وَكَذَا عَنْهُمَا لِاَنَّهُ لَا اشْتِبَاهَ فَلَا شُبْهَةَ. وَجْهُ الْاَوَّلِ قِيَامُ الشُّبْهَةِ الْحُكْمِيَّةِ بِالنَّظَرِ اِلَى الْقِيَاسِ فَلَا يَنْتَفِي بِالْعِلْمِ كَوَطْءِ الْاَبِ جَارِيَةَ ابْنِهِ.

اور اگر اس نے رمضان میں بھول کر کھایا اور گمان یہ کیا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا تو اس کے بعد اس نے ارادے سے کھایا تو اس پر قضاء واجب ہے کفارہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کا شبہ قیاس سے سند پکڑنے والا ہے اور وہ شبہ ثابت ہے۔ اگرچہ اسے حدیث پہنچی اور اس نے اسے سمجھ بھی لیا تب بھی ظاہر الروایت کے مطابق اسی طرح ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ کفارہ واجب ہے اور صاحبین سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ کیونکہ جب کوئی اشتباہ نہ ہوا تو شبہ بھی نہ ہوا۔ پہلے کی دلیل یہ ہے کہ قیاس کی طرف نظر کرتے ہوئے جو شبہ قائم ہو رہا تھا جو کسی علم کے بغیر ختم نہیں ہوتا جس طرح باپ جب اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کرتا ہے۔

پچھنے لگوا کر جب روزہ ٹوٹنے کا گمان ہوا تو وجوب قضاء

(وَلَوِ احْتَجَمَ وَظَنَّ اَنَّ ذٰلِكَ يُفْطِرُهُ ثُمَّ اَكَلَ مُتَعَمِّدًا عَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ) لِاَنَّ الظَّنَّ مَا اسْتَنَدَ اِلَى دَلِيْلٍ شَرْعِيٍّ اِلَّا اِذَا اَفْتَاهُ فَقِيْهٌ بِالْفَسَادِ لِاَنَّ الْفَتْوٰى دَلِيْلٌ شَرْعِيٌّ فِي حَقِّهِ، وَلَوْ بَلَغَهُ الْحَدِيْثُ وَاعْتَمَدَهُ فَكَذٰلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، لِاَنَّ قَوْلَ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا يَنْزِلُ عَنْ قَوْلِ الْمُفْتِي، وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى خِلَافُ ذٰلِكَ، لِاَنَّ عَلَى الْعَامِّيِّ الِاقْتِدَاءَ بِالْفُقَهَاءِ لِعَدَمِ الِاهْتِدَاءِ فِي حَقِّهِ اِلَى مَعْرِفَةِ الْاَحَادِيْثِ، وَاِنْ عَرَفَ

تَأْوِيلَهُ تَجِبُ الْكَفَّارَةُ لِانْتِفَاءِ الشُّبْهَةِ، وَقَوْلُ الْأَوْزَاعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يُورِثُ الشُّبْهَةَ لِمُخَالَفَتِهِ الْقِيَاسَ .

اوراگراس نے پچھنا لگوایا اور یہ گمان کیا کہ وہ روزے کو توڑنے والا ہے پھر اس نے ارادتاً کھایا تو اس پر قضاء اور کفارہ لازم ہے۔ کیونکہ اس شخص کا یہ گمان کسی دلیل شرعی سے سند پکڑنے والا نہیں ہے۔ ہاں جب اسے کسی فقیہ نے فساد روزے کا فتویٰ دیا ہو کیونکہ اس کے حق میں فتویٰ دلیل شرعی ہوگا۔ اور اگر اسے حدیث معلوم ہوئی تو اس نے اس پر اعتماد کرلیا تو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تب اسی طرح ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کسی مفتی کے فرمان سے کیسے کم ہوسکتا ہے؟

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے خلاف روایت ہے کیونکہ عام طور پر لوگ فقہاء کی اتباع کرتے ہیں۔ کیونکہ اس لئے حدیث کی پہچان کا راستہ معدوم ہے۔ اور اگر اس نے حدیث کی تاویل کو سمجھ لیا تو کفارہ واجب ہوگا کیونکہ شبہ ختم ہوگیا ہے۔ اور حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول شبہ پیدا نہیں کرسکتا کیونکہ وہ قیاس کے خلاف ہے۔

غیبت کے بعد جان بوجھ کر کھایا تو قضاء وکفارہ دونوں واجب ہیں

(وَلَوْ اَكَلَ بَعْدَمَا اغْتَابَ مُتَعَمِّدًا فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ كَيْفَمَا كَانَ) لِاَنَّ الْفِطْرَ يُخَالِفُ الْقِيَاسَ، وَالْحَدِيثُ مُؤَوَّلٌ بِالْإِجْمَاعِ .

اوراگراس نے غیبت کرنے کے بعد ارادے کے ساتھ کچھ کھایا پیا تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔ خواہ کیسے بھی ہو۔ کیونکہ غیبت سے روزے کا ٹوٹنا خلاف قیاس ہے اور حدیث بہ اجماع تاویل شدہ ہے۔

نائمہ ومجنونہ سے جماع کرنے والے حکم قضاء ہے

(وَإِذَا جُومِعَتِ النَّائِمَةُ أَوِ الْمَجْنُونَةُ وَهِيَ صَائِمَةٌ عَلَيْهَا الْقَضَاءُ دُونَ الْكَفَّارَةِ) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى: لَا قَضَاءَ عَلَيْهِمَا اعْتِبَارًا بِالنَّاسِي، وَالْعُذْرُ هُنَا اَبْلَغُ لِعَدَمِ الْقَصْدِ .وَلَنَا أَنَّ النِّسْيَانَ يَغْلِبُ وُجُودُهُ وَهٰذَا نَادِرٌ، وَلَا تَجِبُ الْكَفَّارَةُ لِانْعِدَامِ الْجِنَايَةِ .

اوراگر کسی نے سوئی ہوئی عورت یا پاگل عورت سے جماع کیا اور وہ عورت روزے دار تھی تو عورت پر روزے کی قضاء واجب ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وامام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بھولنے والے پر قیاس کرتے ہوئے ان دونوں صورتوں میں اس پر قضاء واجب نہیں ہے۔ کیونکہ عدم قصد کی وجہ سے یہاں زیادہ عذر پایا جارہا ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نسیان غالب طور پر پایا جارہا ہے اور یہ نادر ہے اور اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ جنایت معدوم ہے۔

یوم نحر میں نذر ماننے والے کے لئے افطار وقضاء کا حکم

(وَإِذَا قَالَ: لِلّٰهِ عَلَيَّ صَوْمُ يَوْمِ النَّحْرِ اَفْطَرَ وَقَضَى): فَهٰذَا النَّذْرُ صَحِيحٌ عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ .هُمَا يَقُولَانِ: إِنَّهُ نَذْرٌ بِمَا هُوَ مَعْصِيَةٌ لِوُرُودِ النَّهْيِ عَنْ صَوْمِ هٰذِهِ

الْاَیَّامِ .

وَلَنَا اَنَّہٗ نَذَرَ بِصَوْمٍ مَشْرُوْعٍ وَالنَّهْیُ لِغَیْرِهٖ، وَهُوَ تَرْكُ اِجَابَةِ دَعْوَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی، فَیَصِحُّ نَذْرُهٗ لٰكِنَّہٗ یُفْطِرُ احْتِرَازًا عَنِ الْمَعْصِیَةِ الْمُجَاوِرَةِ ثُمَّ یَقْضِیْ اِسْقَاطًا لِلْوَاجِبِ، وَاِنْ صَامَ فِیْهِ یَخْرُجُ عَنِ الْعُهْدَةِ لِاَنَّہٗ اَدَّاهُ كَمَا الْتَزَمَهٗ .

اور جس نے کہا کہ اللہ کے لئے مجھ پر قربانی کے دن کا روزہ ہے۔ تو وہ افطار کرے اور اس کی قضاء کرے گا۔ پس اس کی نذر ہمارے نزدیک صحیح ہے۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ وامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے وہ دونوں کہتے ہیں کہ یہ نذر معصیت کے ساتھ ہے کیونکہ ان دنوں میں روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ نذر مشروع روزے کی ہے اور اس میں نہی غیر کی وجہ سے ہے اور وہ اللہ کی دعوت کو چھوڑنا ہے لہٰذا اس کی نذر صحیح ہوگی لیکن وہ روزہ افطار کرے گا تاکہ وہ روزے کے ساتھ ملی ہوئی معصیت سے بچ سکے اور اسقاط وجوب کے لئے بعد میں ان کی قضاء کرے گا۔ اور اگر اس نے اسی دن روزہ تو بھی بری الذمہ ہو جائے کیونکہ اس نے اسی طرح ادا کیا ہے جس طرح اس پر لازم ہوا۔

کفارہ کے وجوب والے مسئلہ کی چھ صورتوں کا بیان

(وَاِنْ نَوٰی یَمِیْنًا فَعَلَیْهِ كَفَّارَةُ یَمِیْنٍ) یَعْنِیْ اِذَا اَفْطَرَ، وَهٰذِهِ الْمَسْاَلَةُ عَلٰی وُجُوْهٍ سِتَّةٍ: اِنْ لَّمْ یَنْوِ شَیْئًا اَوْ نَوَی النَّذْرَ لَا غَیْرَ، اَوْ نَوَی النَّذْرَ وَنَوٰی اَنْ لَّا یَكُوْنَ یَمِیْنًا یَكُوْنُ نَذْرًا لِاَنَّہٗ نَذْرٌ بِصِیْغَتِهٖ .

كَیْفَ وَقَدْ قَرَّرَهٗ بِعَزِیْمَتِهٖ؟ وَاِنْ نَوَی الْیَمِیْنَ وَنَوٰی اَنْ لَّا یَكُوْنَ نَذْرًا یَكُوْنُ یَمِیْنًا، لِاَنَّ الْیَمِیْنَ مُحْتَمِلُ كَلَامِهٖ وَقَدْ عَیَّنَهٗ وَنَفٰی غَیْرَهٗ، وَاِنْ نَوَاهُمَا یَكُوْنُ نَذْرًا وَیَمِیْنًا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، وَعِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ یَكُوْنُ نَذْرًا، وَلَوْ نَوَی الْیَمِیْنَ فَكَذٰلِكَ عِنْدَهُمَا وَعِنْدَهٗ یَكُوْنُ یَمِیْنًا .

لِاَبِیْ یُوْسُفَ اَنَّ النَّذْرَ فِیْهِ حَقِیْقَةٌ وَالْیَمِیْنَ مَجَازٌ حَتّٰی لَا یَتَوَقَّفَ الْاَوَّلُ عَلَی النِّیَّةِ، وَیَتَوَقَّفَ الثَّانِیْ فَلَا یَنْتَظِمُهُمَا، ثُمَّ الْمَجَازُ یَتَعَیَّنُ بِنِیَّتِهٖ، وَعِنْدَ نِیَّتِهِمَا تَتَرَجَّحُ الْحَقِیْقَةُ .

وَلَهُمَا اَنَّہٗ لَا تَنَافِیَ بَیْنَ الْجِهَتَیْنِ لِاَنَّهُمَا یَقْتَضِیَانِ الْوُجُوْبَ اِلَّا اَنَّ النَّذْرَ یَقْتَضِیْهِ لِعَیْنِهٖ وَالْیَمِیْنَ لِغَیْرِهٖ، فَجَمَعْنَا بَیْنَهُمَا عَمَلًا بِالدَّلِیْلَیْنِ، كَمَا جَمَعْنَا بَیْنَ جِهَتَیِ التَّبَرُّعِ وَالْمُعَاوَضَةِ فِی الْهِبَةِ بِشَرْطِ الْعِوَضِ .

اور جب کسی شخص نے قسم کی نیت تو اس پر کفارہ یمین واجب ہے۔ یعنی جب اس شخص نے افطار کیا اور اسی مسئلہ کی چھ صورتیں ہیں۔ اگر اس نے کچھ نیت نہ کی ہو۔ یا صرف نذر کی نیت کی ہو۔ یا اس نے یہ نیت کی کہ یہ یمین نہ ہو۔ تو یہ کلام اس کا نذر ہی ہوگا۔ اس لئے کہ یہ کلام صیغے کے اعتبار سے نذر ہے۔ اس لئے بھی نذر ہے کہ اس نے اپنی نیت سے کو نذر ثابت کیا ہے۔

اور اگر اس نے قسم کی نیت کی اور اس میں نذر کی نیت نہ کی تو یہ کلام بھی یمین ہوگا کیونکہ اس کا کلام یمین ہی کا احتمال رکھتا ہے۔ کیونکہ اس نے اس کو متعین کر کے اس کے سوا کی نفی کر دی ہے۔

اگر اس نے دونوں کی نیت کی تو طرفین کے نزدیک یہ کلام نذر اور یمین دونوں ہوں گے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک صرف یمین ہوگی۔

اگر اس نے یمین کی نیت کی تو بھی طرفین کے نزدیک یہ کلام نذر اور یمین دونوں ہوگا اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک صرف یمین ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حقیقت میں کلام نذر ہے جبکہ مجازی طور پر یمین ہے کیونکہ نذر ہونا نیت پر موقوف نہیں ہے۔ جبکہ یمین ہونا نیت پر موقوف ہے۔ لہٰذا یہ دونوں کلام کو شامل نہ ہوں گے۔ پھر مجاز کا تعین نیت سے ہوتا ہے۔ پس ان دونوں کی نیت کی تو تب حقیقت کو ترجیح دی جائے گی۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ دونوں اطراف میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں اطراف وجوب کا تقاضہ کرنے والی ہیں۔ ہاں البتہ نذر تقاضہ وجوب بالذات کرتی ہے جبکہ یمین تقاضہ وجوب بالغیر کرنے والی ہے۔ لہٰذا ہم نے دونوں دلائل کو جمع کرتے ہوئے دونوں پر عمل کیا ہے۔ جس طرح ہم نے عوضی شرط والے ہبہ میں جہت تبرع اور جہت معاوضہ دونوں کو جمع کیا ہے۔

سال کے لئے مانی گئی نذر کے روزں میں ایام تشریق وعید کے روزے شامل نہ کرے

(وَلَوْ قَالَ: لِلّٰهِ عَلَيَّ صَوْمُ هٰذِهِ السَّنَةِ اَفْطَرَ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ النَّحْرِ وَاَيَّامَ التَّشْرِيقِ وَقَضَاهَا) لِاَنَّ النَّذْرَ بِالسَّنَةِ الْمُعَيَّنَةِ نَذْرٌ بِهٰذِهِ الْاَيَّامِ، وَكَذَا اِذَا لَمْ يُعَيِّنْ لٰكِنَّهُ شَرَطَ التَّتَابُعَ، لِاَنَّ الْمُتَابَعَةَ لَا تَعْرٰى عَنْهَا لٰكِنْ يَقْضِيهَا فِي هٰذَا الْفَصْلِ مَوْصُولَةً تَحْقِيقًا لِلتَّتَابُعِ بِقَدْرِ الْاِمْكَانِ، وَيَتَاَتّٰى فِي هٰذَا خِلَافُ زُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لِلنَّهْيِ عَنِ الصَّوْمِ فِيهَا، وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلَا لَا تَصُومُوا فِي هٰذِهِ الْاَيَّامِ فَاِنَّهَا اَيَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ وَبِعَالٍ) وَقَدْ بَيَّنَّا الْوَجْهَ فِيهِ وَالْعُذْرَ عَنْهُ، وَلَوْ لَمْ يَشْتَرِطِ التَّتَابُعَ لَمْ يُجْزِهِ صَوْمُ هٰذِهِ الْاَيَّامِ، لِاَنَّ الْاَصْلَ فِيمَا يَلْتَزِمُهُ الْكَمَالُ، وَالْمُؤَدّٰى نَاقِصٌ لِمَكَانِ النَّهْيِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا عَيَّنَهَا لِاَنَّهُ الْتَزَمَ بِوَصْفِ النُّقْصَانِ فَيَكُونُ الْاَدَاءُ بِالْوَصْفِ الْمُلْتَزَمِ.

قَالَ (وَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ اِنْ اَرَادَ بِهِ يَمِينًا) وَقَدْ سَبَقَتْ وُجُوهُهُ.

اور اگر کسی شخص نے نذر مانتے ہوئے یہ کہا کہ اللہ کی رضا کے لئے مجھ پر اس سال کے روزے (لازم) ہیں۔تو وہ عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق میں افطار کرے۔ بلکہ ان کی قضاء کرے۔کیونکہ سال کی نذر ان دنوں کو شامل ہے۔لہٰذا یہ جب یہ متعین ہو چکے ہیں تو ان میں تسلسل کیساتھ روزے رکھنے لگائی جائے گی۔کیونکہ سال واحد میں مسلسل روزے رکھنا ان دنوں سے خالی نہیں ہو سکتے۔لہٰذا ان کی قضاء ان کے ساتھ ملے ہوئے ایام میں کرے۔کیونکہ جتنا ہو سکے تسلسل ثابت ہو جائے۔اور حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے۔کیونکہ ان دنوں میں روزوں کی ممانعت کا حکم بیان ہوا ہے۔اور نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ سنو! تم ان دنوں میں روزے نہ رکھو کیونکہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔اور عورتوں کے ساتھ جماع کرنے کے دن ہیں۔اور ہم اس میں دلیل بھی بیان کی اور اسی میں عذر ہونے کو بھی بیان کیا ہے۔اور اگر شخص نے روزوں میں تسلسل کی شرط نہ لگائی۔تو مذکورہ ایام کا روزہ اس کا کفایت کرنے والا نہ ہوگا۔اس لئے کہ اس نے اپنے اوپر ایسی چیز کو لازم کرلیا ہے۔جس کا کامل ہونا اصل ہے اور ان دنوں میں جو کچھ ادا کرے گا تو وہ ناقص ہوگا۔کیونکہ ان کے بارے میں نہی کا حکم موجود ہے مگر جب اس نے ان دنوں کا تعین کرلیا ہے کیونکہ اس نے کمزور وصف کے ساتھ اپنے اوپر لازم کیا ہے۔لہٰذا ادا کرنا بھی اسی وصف کے ساتھ حاصل ہوگا جس کو اس نے لازم کیا ہے۔فرمایا: اور اس پر قسم کا کفارہ ہوگا اگر اس نے قسم کا ارادہ کیا ہے اور اس کے دلائل گزر چکے ہیں۔

جس نے یوم نحر روزے سے کی اور پھر افطار کیا

(وَمَنْ اَصْبَحَ يَوْمَ النَّحْرِ صَائِمًا ثُمَّ اَفْطَرَ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَعَنْ اَبِيْ يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ فِي النَّوَادِرِ اَنَّ عَلَيْهِ الْقَضَاءَ) لِاَنَّ الشُّرُوعَ مُلْزِمٌ كَالنَّذْرِ، وَصَارَ كَالشُّرُوعِ فِي الصَّلَاةِ فِي الْوَقْتِ الْمَكْرُوهِ .

وَالْفَرْقُ لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ اَنَّ بِنَفْسِ الشُّرُوعِ فِي الصَّوْمِ يُسَمَّى صَائِمًا حَتّٰى يَحْنَثَ بِهِ الْحَالِفُ عَلَى الصَّوْمِ فَيَصِيرُ مُرْتَكِبًا لِلنَّهْيِ، فَيَجِبُ اِبْطَالُهُ فَلَا تَجِبُ صِيَانَتُهُ وَوُجُوبُ الْقَضَاءِ يُبْتَنٰى عَلَيْهِ، وَلَا يَصِيرُ مُرْتَكِبًا لِلنَّهْيِ بِنَفْسِ النَّذْرِ وَهُوَ الْمُوجِبُ، وَلَا بِنَفْسِ الشُّرُوعِ فِي الصَّلَاةِ حَتّٰى يُتِمَّ رَكْعَةً، وَلِهٰذَا لَا يَحْنَثُ بِهِ الْحَالِفُ عَلَى الصَّلَاةِ فَتَجِبُ صِيَانَةُ الْمُؤَدّٰى وَيَكُونُ مَضْمُونًا بِالْقَضَاءِ، وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اَنَّهُ لَا يَجِبُ الْقَضَاءُ فِي فَصْلِ الصَّلَاةِ اَيْضًا، وَالْاَظْهَرُ هُوَ الْاَوَّلُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور جس نے یوم نحر روزے سے کی اور پھر افطار کیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔جبکہ صاحبین کی روایت نوادر میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اس پر قضاء واجب ہے۔کیونکہ اس کا یہ روزہ شروع کرنا نذر کی طرح اس شخص کے ذمے لازم ہو گیا ہے۔اور یہ اسی طرح ہے جس طرح مکروہ وقت میں نماز کو شروع کرتا ہے۔اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرق کی دلیل یہی ہے جو ظاہر الروایت میں ہے۔کہ روزہ شروع ہوتے ہی اسے روزے دار کہا جاتا ہے یہاں تک کہ قسم کھانے والا اس طرح حانث ہو جاتا ہے۔

لہٰذا وہ شروع کرنے سے ایک حکم نہی کا ارتکاب کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس کو باطل کرنے واجب ہے۔ اسی وجہ سے اس کی حفاظت واجب نہیں ہے۔ اور وجوب قضاء اسی (حفاظت) پر مبنی ہے۔ اور نذر رکھنے والا نفس نذر کی وجہ سے نہی کا ارتکاب کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ نذر ہی تو واجب کرنے والی ہے۔ اور نفس نماز کے آغاز سے ارتکاب نہی نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ ایک رکعت پڑھ لے۔ اسی وجہ سے نماز پر قسم کھانے والا (ایک رکعت سے کم پر) حانث نہ ہوگا۔ لہٰذا مؤدی کی حفاظت واجب ہے۔ اور وہ قضاء کرنے کا ضامن ہوگا اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت یہ بھی ہے کہ نماز کی صورت میں بھی اس پر قضاء واجب نہیں ہے۔ اور ان کی پہلی روایت سے زیادہ ظاہر ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ علم والا ہے۔

بَابُ الْاِعْتِكَافِ

﴿یہ باب مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کے بیان میں ہے﴾

اعتکاف کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: کہ قرآن پاک میں روزے کے بیان کے بعد اعتکاف کا ذکر ہے اس لیے اکثر مصنفین نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں روزے کے بعد ہی اعتکاف کے احکام بیان کئے ہیں اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اعتکاف روزے کی حالت میں کرنا چاہیے یا رمضان کے آخر میں آنحضرت ﷺ بھی رمضان شریف کے آخری دنوں میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرہ)

اعتکاف کا فقہی مفہوم

اعتکاف کا لغوی معنی ٹھہرنا، رکنا ہے۔ (لسان العرب 252/9، المصباح المنیر :424/2 وغیرہ) اصطلاحی معنی عبادت کی غرض سے مسجد کو لازم پکڑنا ہے۔ لغوی اعتبار سے اعتکاف کا معنی کسی چیز پر جم کر بیٹھ جانا اور نفس کو اس کے ساتھ لگائے رکھنا ہے۔

اور اسی طرح اعتکاف کے معنی ہیں ایک جگہ ٹھہرنا اور کسی مکان میں بند رہنا اور اصطلاح شریعت میں اعتکاف کا مفہوم ہے اللہ رب العزت کی رضا و خوشنودی کی خاطر اعتکاف کی نیت کے ساتھ کسی جماعت والی مسجد میں ٹھہرنا۔

اعتکاف کے لیے نیت اسی مسلمان کی معتبر ہے جو عاقل ہو اور جنابت اور حیض و نفاس سے پاک وصاف ہو، رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں ہمیشہ اعتکاف فرماتے تھے درمختار میں لکھا ہے کہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر ایک شخص بھی اعتکاف کر لے تو سب کی طرف سے حکم ادا ہو جاتا ہے اور اس صورت میں اعتکاف نہ کرنے والوں پر کوئی ملامت نہیں۔

اعتکاف کے لئے زبان سے نذر ماننے سے اعتکاف واجب ہو جاتا ہے خواہ فی الحال ہو جیسے کہ کوئی کہے میں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اوپر اتنے دنوں کا اعتکاف لازم کرتا ہوں اور خواہ معلق ہو جیسے کوئی کہے کہ میں یہ نذر مانتا ہوں کہ اگر میرا کام ہو جائے گا تو میں اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا۔ گویا اعتکاف کی یہ دو قسمیں ہوئیں یعنی ایک تو سنت مؤکدہ جو رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اور دوسرا واجب جس کا تعلق نذر سے ہے ان دو قسموں کے علاوہ تیسری قسم مستحب ہے یعنی رمضان کے آخری عشرہ کے سوا اور کسی زمانہ میں خواہ رمضان کا پہلا دوسرا عشرہ ہو یا اور کوئی مہینہ ہو اعتکاف کرنا مستحب ہے۔

اعتکاف مستحب کے لئے اکثر زیادہ سے زیادہ مدت کوئی مقدار متعین نہیں ہے اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی بھی نیت کر

لے تو جائز ہے البتہ اقل (کم سے کم) مدت کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں امام محمد ﷫ کے نزدیک اعتکاف مستحب کے لئے کم سے کم مدت کی بھی کوئی مقدار متعین نہیں ہے دن ورات کے کسی بھی حصہ میں ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم مدت کے لیے اعتکاف کی نیت کی جاسکتی ہے امام اعظم ابوحنیفہ ﷫ کی ظاہر روایت بھی یہی ہے اور حنفیہ کے یہاں اسی قول پر فتویٰ ہے لہٰذا ہر مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ وہ جب بھی مسجد میں داخل ہو خواہ نماز کے لئے یا اور کسی مقصد کے لئے تو اس طرح اعتکاف کی نیت کر لے۔ کہ میں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں جب تک کہ مسجد میں ہوں۔

اسی طرح بلا کسی مشقت ومحنت کے دن میں کئی مرتبہ اعتکاف کی سعادت وفضیلت حاصل ہو جایا کرے گی حضرت امام ابو یوسف ﷫ کے نزدیک اقل مدت دن کا اکثر حصہ یعنی نصف دن سے زیادہ ہے نیز حضرت امام اعظم ﷫ کا ایک اور قول یہ ہے کہ اعتکاف کی اقل مدت ایک دن ہے یہ قول حضرت امام اعظم ﷫ کی مذکورہ بالا ظاہر روایت کے علاوہ ہے جس پر فتویٰ نہیں ہے۔

اعتکاف والے کے لئے دو حج اور دو عمروں کا ثواب

حضرت امام حسین ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص نے رمضان المبارک میں آخری دس دنوں کا اعتکاف کیا تو گویا کہ اس نے دو حج اور دو عمرے ادا کیے ہوں۔ (شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عباس ﷠ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معتکف (اعتکاف کرنے والے) کے بارے میں فرمایا کہ: وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیاں اس کے واسطے جاری کردی جاتی ہیں، اس شخص کی طرح جو یہ تمام نیکیاں کرتا ہو۔ (سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

اعتکاف کی شرعی حیثیت کا بیان

قَالَ (اَلاِعْتِكَافُ مُسْتَحَبٌّ) وَالصَّحِيحُ اَنَّهُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ، لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَاظَبَ عَلَيْهِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ وَالْمُوَاظَبَةُ دَلِيلُ السُّنَّةِ۔

فرمایا: اعتکاف مستحب ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے آخری عشرے میں اس پر دوام فرمایا ہے۔ اور آپ ﷺ کی مواظبت فرمانا ہی اس کے سنت ہونے کی دلیل ہے۔

اعتکاف کی تعریف واحکام کا بیان

(وَهُوَ اللَّبْثُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ الصَّوْمِ وَنِيَّةِ الِاعْتِكَافِ) اَمَّا اللَّبْثُ فَرُكْنُهُ لِاَنَّهُ يُنْبِءُ عَنْهُ فَكَانَ وُجُودُهُ بِهِ، وَالصَّوْمُ مِنْ شَرْطِهِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَالنِّيَّةُ شَرْطٌ فِي سَائِرِ الْعِبَادَاتِ، هُوَ يَقُولُ: اِنَّ الصَّوْمَ عِبَادَةٌ وَهُوَ اَصْلٌ بِنَفْسِهِ فَلَا يَكُونُ شَرْطًا لِغَيْرِهِ۔

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِالصَّوْمِ) وَالْقِيَاسُ فِي مُقَابَلَةِ النَّصِّ الْمَنْقُولِ غَيْرُ مَقْبُولٍ، ثُمَّ الصَّوْمُ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الْوَاجِبِ مِنْهُ رِوَايَةً وَاحِدَةً، وَلِصِحَّةِ التَّطَوُّعِ فِيمَا رَوَى

الْحَسَنُ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِظَاهِرِ مَا رَوَيْنَا وَعَلٰی هٰذِهِ الرِّوَايَةِ لَا يَكُونُ اَقَلَّ مِنْ يَوْمٍ .وَفِی رِوَايَةِ الْاَصْلِ .وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَقَلُّهُ سَاعَةٌ فَيَكُونُ مِنْ غَيْرِ صَوْمٍ .

لِاَنَّ مَبْنَى النَّفْلِ عَلَى الْمُسَاهَلَةِ اَلَا تَرٰی اَنَّهُ يَقْعُدُ فِی صَلَاةِ النَّفْلِ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ .وَلَوْ شَرَعَ فِيهِ ثُمَّ قَطَعَهُ لَا يَلْزَمُهُ الْقَضَاءُ فِی رِوَايَةِ الْاَصْلِ لِاَنَّهُ غَيْرُ مُقَدَّرٍ فَلَمْ يَكُنِ الْقَطْعُ اِبْطَالًا .وَفِی رِوَايَةِ الْحَسَنِ: يَلْزَمُهُ لِاَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِالْيَوْمِ كَالصَّوْمِ .

اور وہ روزے کے ساتھ اعتکاف کی نیت کی کرتے ہوئے مسجد میں ٹھہرنا ہے۔اور یہ ٹھہرنا ہی اعتکاف کا رکن ہے کیونکہ اعتکاف اسی کی خبر دینے والا ہے۔لہٰذا اعتکاف کا وجوب اسی ٹھہرنے کے ساتھ ہوگا اور ہمارے نزدیک روزہ اس کی شرط ہے جبکہ اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے کہ نیت تمام عبادات میں شرط ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روزہ ایک عبادت ہے۔اور خود اصل ہے لہٰذا وہ کسی دوسری عبادت کے لئے شرط (فرع) نہ ہوگا۔جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعتکاف صرف روزے کے ساتھ ہے۔اور جب کوئی نص قبول شدہ ہوتو اس کے مقابلے میں کسی قسم کے قیاس کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔اور واجب اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے روزہ شرط ہے۔اور ایک اور روایت کے مطابق جو حضرت امام حسن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے کہ جس میں روزہ نفلی اعتکاف (شرط) قرار دیا گیا ہے۔اور اسی حدیث کے ظاہری مفہوم کی بناء پر جو ہم نے ذکر کی ہے۔اور اسی روایت کی بناء اعتکاف ایک دن سے کم نہ ہوگا۔اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول اور مبسوط میں انہی کی روایت کے مطابق نفلی اعتکاف کم از کم ایک گھڑی کا ہوتا ہے۔لہٰذا ایسا اعتکاف بغیر روزے کے ہوگا۔کیونکہ نفل کی بنیاد ہی آسانی پر رکھی گئی ہے۔کیونکہ آپ نہیں جانتے کہ نمازی قیام پر قدرت رکھنے کے باوجود نفلی نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور اگر اس نے نفلی اعتکاف شروع کیا اور پھر اس کو توڑ دیا تو مبسوط کی روایت کے مطابق وہ اس کی قضاء نہیں کرے گا۔کیونکہ اس مقدار معین نہیں ہے۔لہٰذا اعتکاف ختم کرنا اس کو باطل نہ کرے گا۔

جبکہ امام حسن رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق اس پر قضاء کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ اعتکاف روزے کی طرح ایک دن کے ساتھ متعین ہے۔

جامع مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کا بیان

، ثُمَّ الِاعْتِكَافُ لَا يَصِحُّ اِلَّا فِی مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ لِقَوْلِ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ " لَا اعْتِكَافَ اِلَّا فِی مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ " وَعَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اَنَّهُ لَا يَصِحُّ اِلَّا فِی مَسْجِدٍ يُصَلّٰی فِيهِ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، لِاَنَّهُ عِبَادَةُ انْتِظَارِ الصَّلَاةِ فَيَخْتَصُّ بِمَكَانٍ تُؤَدّٰی فِيهِ، اَمَّا الْمَرْاَةُ فَتَعْتَكِفُ فِی مَسْجِدِ بَيْتِهَا لِاَنَّهُ هُوَ الْمَوْضِعُ لِصَلَاتِهَا فَيَتَحَقَّقُ انْتِظَارُهَا فِيهِ .

اعتکاف صرف جامع مسجد میں صحیح ہے۔ کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اعتکاف صرف جامع مسجد میں ہے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اعتکاف اس صرف اس مسجد میں صحیح ہے جس میں پانچ نمازیں پڑھی جاتی ہوں۔ کیونکہ اعتکاف نماز کا انتظار ہے لہٰذا وہ ایسی جگہ کے ساتھ خاص ہوگا جہاں نماز ادا کی جاتی ہو۔ جبکہ عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے گی۔ کیونکہ اس کے لئے نماز کی جگہ وہی ہے لہٰذا اس کا انتظار نماز اسی میں ثابت ہوگا۔

ضروریات شرعیہ وطبعیہ کے بغیر معتکف مسجد سے باہر نہ جائے

(وَلَا يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ أَوِ الْجُمُعَةِ) أَمَّا الْحَاجَةُ فَلِحَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (كَانَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا يَخْرُجُ مِنْ مُعْتَكَفِهِ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ) وَلِأَنَّهُ مَعْلُومٌ وُقُوعُهَا، وَلَا بُدَّ مِنَ الْخُرُوجِ فِي تَقْضِيَتِهَا فَيَصِيرُ الْخُرُوجُ لَهَا مُسْتَثْنًى، وَلَا يَمْكُثُ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنَ الطُّهُورِ لِأَنَّ مَا ثَبَتَ بِالضَّرُورَةِ يَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهَا، وَأَمَّا الْجُمُعَةُ فَلِأَنَّهَا مِنْ أَهَمِّ حَوَائِجِهِ وَهِيَ مَعْلُومٌ وُقُوعُهَا ۔

اور وہ مسجد سے باہر نہ جائے مگر انسانی ضرورت یا جمعہ کے لئے۔ اور حاجت کے لئے باہر نکلنے کی دلیل حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کی حالت میں صرف انسانی حاجت کے لئے باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ کیونکہ ضرورت انسانی کا وقوع معلوم ہے اور یہ ضروری ہے کہ ضروریات کو پورا کرنے کے لئے باہر نکلا جائے لہٰذا یہ خروج مستثنیٰ ہوگا۔ اور طہارت حاصل کرنے کے بعد معتکف نہ ٹھہرے۔ کیونکہ جو چیز ضرورت کے تحت ثابت ہو وہ بقدر ضرورت ہی مباح ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور جہاں جمعہ کا تعلق ہے تو وہ سب سے اہم ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کا وقوع بھی معلوم ہے۔

فقہ شافعی کے مطابق جمعہ کے لئے معتکف کا نکلنا مفسد اعتکاف ہے

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: الْخُرُوجُ إِلَيْهَا مُفْسِدٌ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ الِاعْتِكَافُ فِي الْجَامِعِ، وَنَحْنُ نَقُولُ: الِاعْتِكَافُ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ مَشْرُوعٌ، وَإِذَا صَحَّ الشُّرُوعُ فَالضَّرُورَةُ مُطْلَقَةٌ فِي الْخُرُوجِ، وَيَخْرُجُ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ لِأَنَّ الْخِطَابَ يَتَوَجَّهُ بَعْدَهُ، وَإِنْ كَانَ مَنْزِلُهُ بَعِيدًا عَنْهُ يَخْرُجُ فِي وَقْتٍ يُمْكِنُهُ إِدْرَاكُهَا وَيُصَلِّي قَبْلَهَا أَرْبَعًا، وَفِي رِوَايَةٍ سِتًّا، الْأَرْبَعُ سُنَّةٌ، وَالرَّكْعَتَانِ تَحِيَّةُ الْمَسْجِدِ، وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا أَوْ سِتًّا عَلَى حَسَبِ الِاخْتِلَافِ فِي سُنَّةِ الْجُمُعَةِ، وَسُنَنُهَا تَوَابِعُ لَهَا فَأُلْحِقَتْ بِهَا، وَلَوْ أَقَامَ فِي مَسْجِدِ الْجَامِعِ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ لَا يَفْسُدُ اعْتِكَافُهُ لِأَنَّهُ مَوْضِعُ اعْتِكَافٍ إِلَّا أَنَّهُ لَا يُسْتَحَبُّ لِأَنَّهُ الْتَزَمَ أَدَاءَهُ فِي مَسْجِدٍ وَاحِدٍ فَلَا يُتِمُّهُ فِي مَسْجِدَيْنِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ

اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اعتکاف والے کا جمعہ کے لئے نکلنا اس کے اعتکاف کو فاسد کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس شخص کے لئے جامع مسجد میں اعتکاف کرنے کا حکم ہے۔ جبکہ ہم احناف کہتے ہیں کہ اعتکاف بیٹھنے کی مشروعیت ہر مسجد میں ہے۔ اور جب ہر مسجد میں اس کی مشروعیت ہے تو ضرورت کے لئے نکلنے کی اجازت بھی ہے۔ اور اس وقت نکلے جب سورج ڈھل جائے کیونکہ (بلانے) کا خطاب زوال آفتاب کے بعد ہے۔ اور اس کا اعتکاف اگر جامع مسجد سے دور ہو تو ایسے وقت میں جائے کہ اس میں جمعہ کو پالینا ممکن ہو۔ اور جمعہ سے پہلے چار رکعتوں کی ادائیگی کرے۔ اور ایک روایت کے مطابق چھ رکعتیں ہیں جس میں چار سنت اور دو رکعت تحیۃ المسجد ہیں۔ اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھے یا چھ رکعتیں پڑھے۔ جمعہ کی سنتوں کی طرح ہی ان کا بھی اختلاف ہے اور جمعہ سنن جمعہ کے تابع ہیں۔ لہٰذا ان کو جمعہ کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا۔ اور اگر اعتکاف والے نے اس سے زائد وقت جامع مسجد میں ٹھہراؤ کیا تو بھی اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ کیونکہ جامع مسجد بھی محل اعتکاف ہے۔ ہاں البتہ اس میں استحباب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اعتکاف کو ایک مسجد میں کرنے کو لازم کر چکا ہے۔ لہٰذا بغیر کسی ضرورت کے دو مساجد میں اسے پورا نہیں کر سکتا۔

بغیر عذر کے مسجد سے باہر جانے والے کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا

(وَلَوْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ سَاعَةً بِغَيْرِ عُذْرٍ فَسَدَ اعْتِكَافُهُ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى لِوُجُودِ الْمُنَافِي وَهُوَ الْقِيَاسُ، وَقَالَا: لَا يُفْسِدُ حَتّٰى يَكُونَ أَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ يَوْمٍ وَهُوَ الِاسْتِحْسَانُ لِأَنَّ فِي الْقَلِيلِ ضَرُورَةً .

اور اگر وہ مسجد سے بغیر کسی ضرورت کے تھوڑی دیر کے لئے نکلا تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا۔ کیونکہ اعتکاف کو فاسد کرنے والا عمل پایا گیا ہے اور قیاس بھی اسی کا تقاضہ کرتا ہے جبکہ صاحبین نے فرمایا: کہ اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا حتیٰ کہ اس کا خروج نصف دن سے زائد ہو جائے۔ اور استحسان کا تقاضہ یہی ہے۔ کیونکہ قلیل میں ضرورت لاحق ہوتی ہے

اعتکاف والے کو مسجد میں کھانے پینے کی اجازت کا بیان

قَالَ (وَأَمَّا الْأَكْلُ وَالشُّرْبُ وَالنَّوْمُ يَكُونُ فِي مُعْتَكَفِهِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَأْوًى إِلَّا الْمَسْجِدَ، وَلِأَنَّهُ يُمْكِنُ قَضَاءُ هَذِهِ الْحَاجَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا ضَرُورَةَ إِلَى الْخُرُوجِ .

فرمایا: اعتکاف والے کے لئے مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اعتکاف کی حالت میں) صرف مسجد میں آرام فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہ ضرورت مسجد میں پوری کرنا ممکن ہے۔ لہٰذا مسجد سے نکلنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

اشیاء حاضر کیے بغیر مسجد میں ان کی خرید و فروخت کا حکم

(وَلَا بَأْسَ بِاَنْ يَبِيعَ وَيَبْتَاعَ فِي الْمَسْجِدِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُحْضِرَ السِّلْعَةَ) لِاَنَّهُ قَدْ يَحْتَاجُ اِلَى ذٰلِكَ بِاَنْ لَا يَجِدَ مَنْ يَقُومُ بِحَاجَتِهِ اِلَّا اَنَّهُمْ قَالُوا: يُكْرَهُ اِحْضَارُ السِّلْعَةِ لِلْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ لِاَنَّ الْمَسْجِدَ مُحَرَّزٌ عَنْ حُقُوقِ الْعِبَادِ، وَفِيهِ شَغْلُهُ بِهَا، وَيُكْرَهُ لِغَيْرِ الْمُعْتَكِفِ الْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ فِيهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ اِلَى اَنْ قَالَ وَبَيْعَكُمْ وَشِرَاءَكُمْ).

قَالَ (وَلَا يَتَكَلَّمُ اِلَّا بِخَيْرٍ وَيُكْرَهُ لَهُ الصَّمْتُ) لِاَنَّ صَوْمَ الصَّمْتِ لَيْسَ بِقُرْبَةٍ شَرِيعَتِنَا لٰكِنَّهُ يَتَجَانَبُ مَا يَكُونُ مَأْثَمًا.

اور مسجد میں خرید و فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اشیاء (خرید و فروخت) کو مسجد میں نہ لایا جائے۔ کیونکہ اعتکاف کرنے والے کو اس طرح کرنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب وہ اس طرح کا آدمی نہ پائے جو اس کی ضرورت کو پورا کر سکتا ہو۔ البتہ مشائخ نے کہا ہے کہ خرید و فروخت کے لئے سامان مسجد میں لانا مکروہ ہے۔ کیونکہ مسجد کو بندوں کے حقوق کے لئے محفوظ کیا گیا ہے۔ اور سامان حاضر کرنے کی صورت میں بندوں کو سامان کے ساتھ مصروف کرنا لازم آئے گا۔ اور اعتکاف نہ کرنے والے کے لئے مسجد میں خرید و فروخت کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے بچوں کو مساجد سے الگ رکھو۔ اور یہاں تک فرمایا: کہ اپنی خرید و فروخت کو بھی دور رکھو۔

اور اعتکاف والا صرف اچھی بات کے ساتھ کلام کرے اور اسکا خاموش رہنا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ خاموشی کا روزہ ہماری شریعت کے مطابق عبادت نہیں ہے۔ مگر اعتکاف کرنے والا ایسے کلام سے باز رہے جو معصیت ہے۔

معتکف کے لئے جماع کی ممانعت کا بیان

(وَيَحْرُمُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ الْوَطْئُ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ) (وَ كَذَا (اللَّمْسُ وَالْقُبْلَةُ) لِاَنَّهُ مِنْ دَوَاعِيهِ فَيَحْرُمُ عَلَيْهِ اِذْ هُوَ مَحْظُورُهُ كَمَا فِي الْاِحْرَامِ بِخِلَافِ الصَّوْمِ، لِاَنَّ الْكَفَّ رُكْنُهُ لَا مَحْظُورُهُ فَلَمْ يَتَعَدَّ اِلَى دَوَاعِيهِ.

(فَاِنْ جَامَعَ لَيْلًا اَوْ نَهَارًا عَامِدًا اَوْ نَاسِيًا بَطَلَ اعْتِكَافُهُ) لِاَنَّ اللَّيْلَ مَحَلُّ الْاِعْتِكَافِ بِخِلَافِ الصَّوْمِ وَحَالَةُ الْعَاكِفِينَ مُذَكِّرَةٌ فَلَا يُعْذَرُ بِالنِّسْيَانِ (وَلَوْ جَامَعَ فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ فَاَنْزَلَ اَوْ قَبَّلَ اَوْ لَمَسَ فَاَنْزَلَ بَطَلَ اعْتِكَافُهُ) لِاَنَّهُ فِي مَعْنَى الْجِمَاعِ حَتّٰى يَفْسُدَ بِهِ الصَّوْمُ، وَلَوْ لَمْ يُنْزِلْ لَا يَفْسُدُ وَاِنْ كَانَ مُحَرَّمًا لِاَنَّهُ لَيْسَ فِي مَعْنَى الْجِمَاعِ وَهُوَ الْمُفْسِدُ وَلِهٰذَا لَا يَفْسُدُ بِهِ الصَّوْمُ.

اور اعتکاف والے پر وطی حرام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا: عورتوں سے مباشرت نہ کرو جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔ اور اسی طرح چھونا اور بوسہ لینا بھی حرام ہے کیونکہ یہ وطی کی طرف لے جانے والے ہیں لہٰذا اس پر یہ بھی حرام ہوں اور اس دلیل کی وجہ سے بھی کہ وطی کو اعتکاف میں منع کیا گیا ہے۔ جس طرح احرام میں ہے بہ خلاف روزے کے کیونکہ وطی سے رکنا روزے کا رکن ہے نہ کہ ممنوع کا رکن ہے تو وہ دواعی تک متعدی (پہنچانے والا) نہ ہوگا۔

اگر اعتکاف والے نے دن میں یا رات میں قصداً یا بھول کر جماع کر لیا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ رات بھی اعتکاف کا محل ہے۔ بہ خلاف روزے کے (کیونکہ اس کی رات میں جماع جائز ہے) اور اعتکاف والے کو اعتکاف کی حالت یاد کرانے والی ہے اس لئے بھولنے والا اس کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور اگر اس نے شرمگاہ کے سوا جماع کیا اور انزال ہو گیا یا اس نے بوسہ لیا یا مس کیا پھر انزال ہو گیا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ صورتیں جماع کے معنی میں ہیں۔ کیونکہ اس سے روزے بھی فاسد ہو جاتا ہے اور اگر انزال نہیں ہوا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ اگر چہ حرام ہے۔ کیونکہ یہ (عدم انزال کی صورت میں) جماع کے معنی میں نہیں ہے۔ اور فاسد کرنے والا صرف جماع ہے اور اسی وجہ سے اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (کیونکہ انزال یہ جماع کے معنی میں نہیں ہے)

جس نے اوپر خود اعتکاف لازم کیا

قَالَ (وَمَنْ اَوْجَبَ عَلَى نَفْسِهِ اعْتِكَافَ اَيَّامٍ لَزِمَهُ اعْتِكَافُهَا بِلَيَالِيهَا) لِاَنَّ ذِكْرَ الْاَيَّامِ عَلَى سَبِيلِ الْجَمْعِ يَتَنَاوَلُ مَا بِاِزَائِهَا مِنَ اللَّيَالِي، يُقَالُ: مَا رَاَيْتُكَ مُنْذُ اَيَّامٍ وَالْمُرَادُ بِلَيَالِيهَا وَكَانَتْ (مُتَتَابِعَةً وَاِنْ لَمْ يَشْتَرِطِ التَّتَابُعَ) لِاَنَّ مَبْنَى الِاعْتِكَافِ عَلَى التَّتَابُعِ، لِاَنَّ الْاَوْقَاتَ كُلَّهَا قَابِلَةٌ بِخِلَافِ الصَّوْمِ، لِاَنَّ مَبْنَاهُ عَلَى التَّفَرُّقِ لِاَنَّ اللَّيَالِيَ غَيْرُ قَابِلَةٍ لِلصَّوْمِ فَيَجِبُ عَلَى التَّفَرُّقِ حَتّٰى يَنُصَّ عَلَى التَّتَابُعِ (وَاِنْ نَوَى الْاَيَّامَ خَاصَّةً صَحَّتْ نِيَّتُهُ) لِاَنَّهُ نَوَى الْحَقِيقَةَ .

(وَمَنْ اَوْجَبَ عَلَى نَفْسِهِ اعْتِكَافَ يَوْمَيْنِ يَلْزَمُهُ بِلَيْلَتَيْهِمَا) .وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا تَدْخُلُ اللَّيْلَةُ الْاُوْلَى لِاَنَّ الْمُثَنَّى غَيْرُ الْجَمْعِ، وَفِي الْمُتَوَسِّطَةِ ضَرُوْرَةُ الِاتِّصَالِ .وَجْهُ الظَّاهِرِ اَنَّ فِي الْمُثَنَّى مَعْنَى الْجَمْعِ فَيُلْحَقُ بِهِ احْتِيَاطًا لِاَمْرِ الْعِبَادَةِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور جس نے خود اپنے اوپر کچھ دنوں کا اعتکاف لازم کیا تو اس پر ان دنوں کا اعتکاف راتوں سمیت لازم ہو جائے گا۔ کیونکہ دنوں کا ذکر جمعیت کے ساتھ ان دنوں کے مقابل میں ہے جن میں راتیں بھی ساتھ ہوتی ہیں۔ جس طرح کہا جاتا ہے کہ میں نے تجھے کچھ دنوں سے نہیں دیکھا۔ اور اس سے مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ان دنوں میں راتوں سمیت نہیں دیکھا۔ اور یہ دن مسلسل ہوں خواہ اس نے مسلسل کی نیت نہ کی ہو۔ کیونکہ اعتکاف کی بنیاد ہی تسلسل پر ہے لہٰذا تمام اوقات اعتکاف کے لئے ہی ہوں گے۔ بہ خلاف روزہ کے کیونکہ اس میں فرق کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ راتیں روزے کو قبول نہیں کرتیں۔ لہٰذا روزے الگ واجب ہوں

گے۔ حتیٰ کہ وہ تسلسل کی صراحت کرے۔ اور اگر اس نے خاص ایام کی نیت کی تو اسکا یہ نیت کرنا صحیح ہے کیونکہ اس نے ایک حقیقت کی نیت کی ہے

اور جس شخص نے دو دنوں کا اعتکاف لازم کیا تو وہ اعتکاف راتوں سمیت ہوگا۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان میں پہلی رات شامل نہ ہوگی۔ اس لئے کہ جمع کے علاوہ تو تثنیہ ہے لہٰذا رات کے درمیان میں اتصال (ملانے) کی ضرورت نہیں۔ اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ تثنیہ میں جمع کا معنی پایا جاتا ہے۔ لہٰذا حکم عبادت کی وجہ سے تثنیہ کو بطور احتیاط جمع کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ علم والا ہے۔

کِتَابُ الْحَجِّ

﴿یہ کتاب حج کے بیان میں ہے﴾

کتاب الحج کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے جب کتاب الحج کو کتب عبادات کے بعد مرتب کیا ہے۔اور ضرورت کے مطابق اسی طرح ہے۔ کیونکہ اس کے معاملات کی کتب کا بیان ہے۔اور غیر معاملات کی کتب کا بیان ہے۔لہٰذا عبادات مقدم ہوتی ہیں۔(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳،ص ۳۸۶، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے کتاب الحج کو کتاب الصوم سے مؤخر کیا ہے۔ کیونکہ روزہ نفس پر سختی کرتا ہے اور اس کو شہوات سے روکنا جو چیزیں اسے پسند ہیں ان سے رکنا ہے۔جس طرح کھانے پینے اور جماع سے رکنے کا حکم ہے۔ جبکہ نماز و حج میں ایسا نہیں ہے۔اور ان دونوں کی حقیقت مختلف ہے اور شہوات سے روکنا نماز میں بھی ہے۔ جبکہ بعض اوقات حج میں نہیں ہے۔لہٰذا دونوں کے مقام میں فرق ہے کیونکہ حج سفر پر مشتمل ہے۔ (فتح القدیر، ج ۴،ص ۴۹۵، بیروت)

حج کی فرضیت کا اگر تاریخی جائزہ لیا جائے تو بھی بات سامنے آتی ہے کہ حج بقیہ احکام سے موخر ہے۔ کیونکہ اس کی فرضیت کی تاریخ مؤخر ہے۔لہٰذا فقہی ترتیب میں اس کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔تا کہ زیادہ سے زیادہ اسلامی احکام کے ساتھ اشتباہ باقی رہے اور ان کا مقام سب سے مقدم ہے۔

نماز سے اس کے تاخر کی دلیل وہی ہے جو زکوٰۃ کی ہے کیونکہ اس کے لئے صاحب نصاب ہونا ضروری ہے اور روزے سے تاخیر کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کا وقوع زندگی میں ایک بار فرض ہے جبکہ روزہ ہر سال فرض ہوتا ہے۔

زکوٰۃ سے مؤخر رکھنے کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں نصاب کے بعد کسی قسم کے سفر کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ اس کے لئے سفر اور پھر اس کے ساتھ زاد راہ وغیرہ کی ضرورت بھی موجود ہے۔

نماز اور روزہ صرف عبادات بدنیہ نہیں ہیں اور زکوٰۃ عبادت مالیہ ہے۔ جبکہ حج عبادت بدنیہ و مالیہ کا مجموعہ ہے۔لہٰذا اس میں کلی عبادات کے فوائد کو جمع کیا گیا ہے۔

حج کا لغوی و شرعی معنی

لغوی رُو سے حج کا معنی قصد کرنا، زیارت کا ارادہ کرنا ہے۔اصطلاحِ شریعت میں مخصوص اوقات میں خاص طریقوں سے ضروری عبادات اور مناسک کی بجا آوری کے لئے بیت اللہ کا قصد کرنا، کعبۃ اللہ کا طواف کرنا اور میدانِ عرفات میں ٹھہرنا حج کہلاتا ہے۔

لغت کے اعتبار سے حج کے معنی ہیں کسی باعظمت چیز کی طرف جانے کا قصد کرنا اور اصطلاح شریعت میں کعبہ مکرمہ کا طواف اور مقام عرفات میں قیام انہیں خاص طریقوں سے جو شارع نے بتائے ہیں اور اسی خاص زمانے میں جو شریعت سے منقول ہے، حج کہلاتا ہے۔

حج دین کے ان پانچ بنیادی ستونوں میں سے ایک عظیم القدر ستون ہے جن پر اسلام کے عقائد و اعمال کی پوری عمارت کھڑی ہوئی ہے حج کا ضروری ہونا (جس کو اصطلاح فقہ میں فرض کہا جاتا ہے) قرآن مجید سے اسی طرح صراحت کے ساتھ ثابت ہے جس طرح زکوٰۃ کی فرضیت ثابت ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

حج دین اسلام کا پانچواں رکن ہے، جس کے لفظی معنی ہیں قصد کرنا، کسی جگہ ارادے سے جانا جبکہ اصطلاح شریعت میں اس سے مراد مقررہ دنوں میں مخصوص عبادات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنا ہے۔ (ابن منظور افریقی، لسان العرب، 3: 52)

حج کے مقررہ دنوں کے علاوہ بھی کسی وقت مخصوص عبادات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنے کو عمرہ کہتے ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں عمرہ سے مراد شرائطِ مخصوصہ اور افعالِ خاصہ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت کرنا ہے۔

(الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، 1: 1121)

حج کی وجہ تسمیہ کا بیان

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر قرطبی میں کہتے ہیں۔

عرب کے ہاں حج معلوم و مشہور تھا، اور جب اسلام آیا تو انہیں اس سے ہی مخاطب کیا جسے وہ جانتے تھے اور جس کی انہیں معرفت تھی اسے ان پر لازم بھی کیا۔ (تفسیر القرطبی (2/92) احکام القرآن لابن العربی، ج ۱، ص ۲۸۶)

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حج کے اصل معنی ارادے کے ہیں، کسی چیز کا ارادہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے "حججت الشئی"۔ شریعت کی اصطلاح میں بیت اللہ شریف کی از راہِ تعظیم مخصوص اعمال کے ساتھ زیارت کا ارادہ کرنے کا نام حج ہے۔

حج "حَ" کے زبر اور "حِ" کے زیر دونوں طرح یہ لفظ نقل کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں بھی دونوں طریقوں پر قرات جائز ہے۔ (عمدۃ القاری، ج ۱۴، ص ۱۷۲، بیروت)

حج کی فرضیت کا بیان

(اَلْحَجُّ وَاجِبٌ عَلَى الْاَحْرَارِ الْبَالِغِينَ الْعُقَلَاءِ الْاَصِحَّاءِ اِذَا قَدَرُوْا عَلَى الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ فَاضِلًا عَنِ الْمَسْكَنِ وَمَا لَا بُدَّ مِنْهُ، وَعَنْ نَفَقَةِ عِيَالِهِ اِلَى حِينِ عَوْدِهِ وَكَانَ الطَّرِيقُ آمِنًا. وصفه بالوجوب وهو فريضة لحكمه ثبتت بالكتاب وهو قوله تعالى: ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا .

(وَلَا يَجِبُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قِيلَ لَهُ (الْحَجُّ فِي كُلِّ عَامٍ أَوْ مَرَّةً وَاحِدَةً؟ فَقَالَ لَا بَلْ مَرَّةً وَاحِدَةً فَمَا زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ) وَلِأَنَّ سَبَبَهُ الْبَيْتُ وَأَنَّهُ لَا يَتَعَدَّدُ فَلَا يَتَكَرَّرُ الْوُجُوبُ ثُمَّ هُوَ وَاجِبٌ عَلَى الْفَوْرِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ عَلَى التَّرَاخِي لِأَنَّهُ وَظِيفَةُ الْعُمُرِ فَكَانَ الْعُمُرُ فِيهِ كَالْوَقْتِ فِي الصَّلَاةِ .

وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّهُ يَخْتَصُّ بِوَقْتٍ خَاصٍّ، وَالْمَوْتُ فِي سَنَةٍ وَاحِدَةٍ غَيْرُ نَادِرٍ فَيَتَضَيَّقُ احْتِيَاطًا وَلِهَذَا كَانَ التَّعْجِيلُ أَفْضَلَ، بِخِلَافِ وَقْتِ الصَّلَاةِ لِأَنَّ الْمَوْتَ فِي مِثْلِهِ نَادِرٌ .

جولوگ آزاد، عاقل، بالغ، تندرست اور زادِراہ وسواری پر قادر ہوں تو ان پر حج فرض ہے۔ جس شخص کے ساتھ وہ (سواری) ٹھہرنے سے فارغ ہو۔ اور وہ شخص ضرورت کی چیزوں اور واپسی تک اہل وعیال کے نفقہ سے فارغ ہو۔ اور راستے میں امن ہو۔ مصنف نے حج کو وجوب کے ساتھ موصوف کیا ہے حالانکہ حج فرض محکم ہے۔ اس کی فرضیت کتاب اللہ سے ثابت ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا“ ہے۔

اور حج عمر میں صرف ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ حج ہر سال فرض ہے یا ایک مرتبہ فرض ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ ایک مرتبہ فرض ہے۔ لہٰذا جو زیادہ کرے وہ نفل ہوگا۔ اور اس میں عدم تکرار کی وجہ یہ دلیل بھی ہے کہ اس کا سبب بیت (بیت اللہ) ہے اور بیت میں تعدد نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے وجوب میں بھی تعدد و تکرار نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج فوری طور پر واجب ہے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت بیان کی گئی ہے جس کی دلالت بھی یہی ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تاخیر سے واجب ہے۔ کیونکہ حج پوری عمر کو اسی طرح گھیرے ہوئے ہے۔ جس طرح نماز میں وقت ہے۔ اور اول کی دلیل یہ ہے کہ حج خاص وقت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور موت کا ایک سال میں آنا غیر نادر ہے۔ لہٰذا بطور احتیاط وقت میں تنگی کی گئی ہے۔ اور اسی دلیل کی بنیاد پر حج کو جلدی ادا کرنا افضل ہے۔ جبکہ نماز کے وقت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اتنے وقت میں موت کا آنا نادر ہے۔

حج کی شرائط کے دلائل کا بیان

وَإِنَّمَا شَرَطَ الْحُرِّيَّةَ وَالْبُلُوغَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ عَشْرَ حِجَجٍ ثُمَّ أُعْتِقَ فَعَلَيْهِ حَجَّةُ الْإِسْلَامِ، وَأَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ عَشْرَ حِجَجٍ ثُمَّ بَلَغَ فَعَلَيْهِ حَجَّةُ الْإِسْلَامِ) وَلِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَاتُ بِأَسْرِهَا مَوْضُوعَةٌ عَنِ الصِّبْيَانِ

وَالْعَقْلُ شَرْطٌ لِصِحَّةِ التَّكْلِيفِ وَكَذَا صِحَّةُ الْجَوَارِحِ لِأَنَّ الْعَجْزَ دُونَهَا لَازِمٌ وَالْأَعْمَى إِذَا وَجَدَ مَنْ يَكْفِيهِ مُؤْنَةَ سَفَرِهِ وَوَجَدَ زَادًا وَرَاحِلَةً لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَجُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ

اللّٰهُ خِلَافًا لَهُمَا، وَقَدْ مَرَّ فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ. وَأَمَّا الْمُقْعَدُ، فَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ يَجِبُ لِأَنَّهُ مُسْتَطِيعٌ بِغَيْرِهِ فَأَشْبَهَ الْمُسْتَطِيعَ بِالرَّاحِلَةِ.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى أَنَّهُ لَا يَجِبُ لِأَنَّهُ غَيْرُ قَادِرٍ عَلَى الْأَدَاءِ بِنَفْسِهِ، بِخِلَافِ الْأَعْمَى لِأَنَّهُ لَوْ هُدِيَ يُؤَدِّي بِنَفْسِهِ فَأَشْبَهَ الضَّالَّ عَنْهُ، وَلَا بُدَّ مِنَ الْقُدْرَةِ عَلَى الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ، وَهُوَ قَدْرُ مَا يَكْتَرِي بِهِ شِقَّ مَحْمَلٍ أَوْ رَأْسَ زَامِلَةٍ، وَقَدْرَ النَّفَقَةِ ذَاهِبًا وَجَائِيًا، (لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ سُئِلَ عَنِ السَّبِيلِ إِلَيْهِ فَقَالَ: الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ) وَإِنْ أَمْكَنَهُ أَنْ يَكْتَرِيَ عَقَبَةً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، لِأَنَّهُمَا إِذَا كَانَا يَتَعَاقَبَانِ لَمْ تُوجَدِ الرَّاحِلَةُ فِي جَمِيعِ السَّفَرِ.

اور آزادی وبلوغ کی شرط اس وجہ سے لگائی گئی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر کسی غلام نے دس حج کیے پھر وہ آزاد ہو گیا تو اس پر اسلام کا حج فرض ہے۔ اور جس بچے نے دس حج کیے پھر وہ بالغ ہو گیا تو اس پر اسلام کا حج فرض ہے۔ کیونکہ حج ایک عبادت ہے۔ اور بچوں سے تمام عبادات کو اٹھالیا گیا ہے۔ اور صحت مکلف کے لئے عقل شرط ہے۔ اور اسی طرح اعضاء کو تندرست ہونا شرط ہے کیونکہ اعضاء کی سلامتی کے بغیر عجز لازم آئے گا۔

اور نابینا جب ایسے بندے کو پائے جو اس کی سفری مشقت کو دور کرنے والا ہو اور زادِ راہ اور سواری بھی پائے تب بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر حج فرض نہیں ہے۔ جبکہ صاحبین نے اختلاف کیا ہے جو کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے۔

مفلوج الرجل کے بارے میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس پر واجب ہے کیونکہ وہ دوسرے کے ساتھ استطاعت رکھتا ہے۔ لہٰذا وہ راحلہ کے ساتھ استطاعت رکھنے والے کی طرح ہو گیا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مفلوج الرجل پر حج فرض نہیں ہے کیونکہ وہ خود بہ خود اس پر قادر نہیں ہے بہ خلاف نابینا کے کیونکہ اگر اس کی کوئی مدد کرنے والا ہو تو وہ بالذات خود ادا کرنے والا ہے لہٰذا وہ مقام حج سے بھٹکنے والے کے مشابہ ہو گیا۔

اور زادِ راہ اور سواری پر قادر ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اتنا مال ہو جس سے سواری ایک شق یا ایک راس زاملہ کرائے پر لے سکے۔ اور آنے جانے کے نفقہ پر قدرت رکھنے والا ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے راہ حج سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ زادِ راہ اور سواری ہے۔ (حاکم) اور اگر عقبہ (باری) کرائے پر حاصل کرنے کی طاقت ہو تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں اشخاص جب باری سے سواری کرتے ہیں تو تمام سفر میں راحلہ نہ پایا گیا۔

زادِ راہ اور راحلہ گھریلو ضروریات سے زائد ہو

وَيُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ فَاضِلًا عَنِ الْمَسْكَنِ وَعَمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ كَالْخَادِمِ وَأَثَاثِ الْبَيْتِ وَثِيَابِهِ، لِأَنَّ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ مَشْغُولَةٌ بِالْحَاجَةِ الْأَصْلِيَّةِ، وَيُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ فَاضِلًا عَنْ نَفَقَةِ عِيَالِهِ إِلَى حِينِ عَوْدِهِ، لِأَنَّ النَّفَقَةَ حَقٌّ مُسْتَحَقٌّ لِلْمَرْأَةِ، وَحَقُّ الْعَبْدِ مُقَدَّمٌ عَلَى حَقِّ الشَّرْعِ بِأَمْرِهِ.

وَلَيْسَ مِنْ شَرْطِ الْوُجُوبِ عَلَى اَهْلِ مَكَّةَ وَمَنْ حَوْلَهُمْ الرَّاحِلَةُ، لِاَنَّهُ لَا تَلْحَقُهُمْ مَشَقَّةٌ زَائِدَةٌ فِي الْاَدَاءِ فَاَشْبَهَ السَّعْيَ اِلَى الْجُمُعَةِ وَلَا بُدَّ مِنْ اَمْنِ الطَّرِيقِ لِاَنَّ الْاِسْتِطَاعَةَ لَا تَثْبُتُ دُوْنَهُ .

ثُمَّ قِيلَ: هُوَ شَرْطُ الْوُجُوبِ حَتّٰى لَا يَجِبَ عَلَيْهِ الْاِيصَاءُ وَهُوَ مَرْوِيٌّ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .وَقِيلَ: هُوَ شَرْطُ الْاَدَاءِ دُوْنَ الْوُجُوبِ، لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَسَّرَ الْاِسْتِطَاعَةَ بِالزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ لَا غَيْرُ .

اور یہ بھی شرط لگائی گئی ہے کہ اس کا یہ مال رہنے کی جگہ اور ضروریات زندگی سے زائد ہو جس طرح خادم، گھریلو اشیاء جات اور کپڑے ہیں۔ کیونکہ یہ اشیاء حاجت اصلیہ کے ساتھ ملنے والی ہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ اس شخص کے لوٹنے تک اس کے عیال سے نفقہ زائد ہو۔ کیونکہ نفقہ عورت حق واجب رکھتا ہے۔ اور حکم شریعت کے مطابق بندے کا حق شریعت کے حق پر مقدم ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور مکہ والوں کے لئے اور ان کے گرد ونواح والوں کے لئے وجوب حج کے لئے راحلہ شرط نہیں ہے کیونکہ انہیں حج کرنے کے لئے کوئی زائد مشقت ملنے والی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ جمعہ والی سعی کے مشابہ ہو گیا اور راستے کا پرامن ہونا بھی لازم ہے کیونکہ راستے کے پرامن نہ ہونے کی صورت استطاعت ثابت نہ ہوگی۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ راستے کا پرامن ہونا یہ وجوب کی شرط ہے یہاں تک کہ اس پر وصیت کرنا واجب نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہ شرط ادا ہے شرط وجوب نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے استطاعت کی وضاحت صرف زادراہ اور راحلہ کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔

عورت کے لئے بغیر محرم کے حج پر جانے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَيُعْتَبَرُ فِي الْمَرْاَةِ اَنْ يَكُونَ لَهَا مَحْرَمٌ تَحُجُّ بِهِ اَوْ زَوْجٌ، وَلَا يَجُوزُ لَهَا اَنْ تَحُجَّ بِغَيْرِهِمَا اِذَا كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَكَّةَ مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجُوزُ لَهَا الْحَجُّ اِذَا خَرَجَتْ فِي رُفْقَةٍ وَمَعَهَا نِسَاءٌ ثِقَاتٌ لِحُصُولِ الْاَمْنِ بِالْمُرَافَقَةِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَحُجَّنَّ امْرَاَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ) وَلِاَنَّهَا بِدُوْنِ الْمَحْرَمِ يُخَافُ عَلَيْهَا الْفِتْنَةُ وَتَزْدَادُ بِانْضِمَامِ غَيْرِهَا اِلَيْهَا، وَلِهٰذَا تَحْرُمُ الْخَلْوَةُ بِالْاَجْنَبِيَّةِ وَاِنْ كَانَ مَعَهَا غَيْرُهَا، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَكَّةَ اَقَلُّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، لِاَنَّهُ يُبَاحُ لَهَا الْخُرُوجُ اِلَى مَا دُوْنَ السَّفَرِ بِغَيْرِ مَحْرَمٍ .

فرمایا: اور عورت کے لئے حکم دیا جائے گا کہ اس کے لئے محرم ہو جس کے ساتھ وہ حج کرے۔ یا اس کا خاوند ہو۔ ان دونوں کے سوا عورت کے لئے حج پر جانا جائز نہیں ہے۔ جب اس عورت اور مکہ کے درمیان تین دن کی مسافت ہو۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کے لئے حج کو جانا جائز ہے جبکہ وہ ساتھ والیوں کے ساتھ نکلے اور اس

ساتھ ثقہ عورتیں ہوں کیونکہ ان کے ساتھ سے امن حاصل ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ کوئی عورت محرم کے بغیر حج پر نہ جائے۔(سنن دار قطنی) کیونکہ بغیر محرم کے فتنے کا اندیشہ ہے اور اس کے ساتھ اس کے سوا (محرم) ملنے سے فتنے میں اضافہ ہوگا۔ اسی دلیل کی بنیاد پر اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ اس کے سوا بھی ہو۔ بہ خلاف اس کے کہ جب اس کے درمیان اور مکہ کے درمیان تین دن سے کم مسافت ہو۔ کیونکہ یہ سفر (شرعی حکم کے اطلاق والے) بغیر محرم عورت کے لئے جائز ہے۔

محرم کے ہوتے ہوئے شوہر ممانعت کا حق نہیں رکھتا

(وَاِذَا وَجَدَتْ مَحْرَمًا لَمْ يَكُنْ لِلزَّوْجِ مَنْعُهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَهُ اَنْ يَمْنَعَهَا لِاَنَّ فِي الْخُرُوجِ تَفْوِيتَ حَقِّهِ ۔

وَلَنَا اَنَّ حَقَّ الزَّوْجِ لَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ الْفَرَائِضِ وَالْحَجُّ مِنْهَا، حَتّٰى لَوْ كَانَ الْحَجُّ نَفْلًا لَهُ اَنْ يَمْنَعَهَا، وَلَوْ كَانَ الْمَحْرَمُ فَاسِقًا قَالُوا: لَا يَجِبُ عَلَيْهَا لِاَنَّ الْمَقْصُودَ لَا يَحْصُلُ بِهِ (وَلَهَا اَنْ تَخْرُجَ مَعَ كُلِّ مَحْرَمٍ اِلَّا اَنْ يَكُونَ مَجُوسِيًّا) لِاَنَّهُ يَعْتَقِدُ اِبَاحَةَ مُنَاكَحَتِهَا، وَلَا عِبْرَةَ بِالصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ لِاَنَّهُ لَا تَتَاَتّٰى مِنْهُمَا الصِّيَانَةُ، وَالصَّبِيَّةُ الَّتِي بَلَغَتْ حَدَّ الشَّهْوَةِ بِمَنْزِلَةِ الْبَالِغَةِ حَتّٰى لَا يُسَافَرَ بِهَا مِنْ غَيْرِ مَحْرَمٍ، وَنَفَقَةُ الْمَحْرَمِ عَلَيْهَا لِاَنَّهَا تَتَوَسَّلُ بِهِ اِلَى اَدَاءِ الْحَجِّ ۔

وَاخْتَلَفُوا فِي اَنَّ الْمَحْرَمَ شَرْطُ الْوُجُوبِ اَوْ شَرْطُ الْاَدَاءِ عَلٰى حَسَبِ اخْتِلَافِهِمْ فِي اَمْنِ الطَّرِيقِ

جب عورت کا کوئی محرم ہو تو اس کے خاوند کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس کو منع کرے۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ خاوند اس کو منع کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے خروج کی وجہ سے اس کا حق فوت ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ خاوند کا حق فرائض کے حقوق میں ظاہر (قبضہ کرنے والا) نہ ہوگا اور حج بھی ایسے ہی فرائض میں سے ہے ہاں البتہ نفلی ہو تو شوہر کو اختیار ہے۔ کہ وہ عورت کو جانے سے روک سکتا ہے۔ اور اگر عورت کا محرم بدکار ہے تو فقہاء نے فرمایا ہے کہ اس پر حج فرض نہیں کیونکہ اس طرح کے محرم سے مقصد حاصل نہ ہوتا۔

اور عورت ہر قسم کے محرم کے ساتھ حج پر جا سکتی ہے سوائے اس مجوسی کے کیونکہ وہ اس عورت نکاح جائز سمجھتا ہے اور بچے اور مجنو کا بھی اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان دونوں سے حفاظت نہیں کی جا سکتی۔ اور وہ بچی جو حد شہوت کو پہنچ گئی وہ بالغہ کے مرتبے میں ہے حتیٰ کہ اس کے محرم سفر نہ کرے، اور محرم کا نفقہ عورت پر ہے۔ کیونکہ عورت اس کو حج ادا کرنے کا وسیلہ بنانے والی ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ محرم وجوب کی شرط ہے یا ادا کی شرط ہے۔ اور اختلاف بھی راستے کے امن والے کی طرح ہے۔

احرام کے بعد بچہ کی بلوغت ہوئی تو حج کا حکم

(وَاِذَا بَلَغَ الصَّبِيُّ بَعْدَمَا اَحْرَمَ اَوْ عَتَقَ الْعَبْدُ فَمَضَيَا لَمْ يُجزِهُمَا عَنْ حَجَّةِ الْإِسْلَامِ) لِاَنَّ اِحْرَامَهُمَا انْعَقَدَ لِاَدَاءِ النَّفْلِ فَلَا يَنْقَلِبُ لِاَدَاءِ الْفَرْضِ (وَلَوْ جَدَّدَ الصَّبِيُّ الْاِحْرَامَ قَبْلَ الْوُقُوفِ وَنَوَى حَجَّةَ الْإِسْلَامِ جَازَ، وَالْعَبْدُ لَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ لَمْ يَجُزْ) لِاَنَّ اِحْرَامَ الصَّبِيِّ غَيْرُ لَازِمٍ لِعَدَمِ الْاَهْلِيَّةِ، اَمَّا اِحْرَامُ الْعَبْدِ لَازِمٌ فَلَا يُمْكِنُهُ الْخُرُوجُ عَنْهُ بِالشُّرُوعِ فِي غَيْرِهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور اگر بچہ احرام باندھنے کے بعد بالغ ہوا یا غلام آزاد ہوا اور ان دونوں نے حج مکمل کیا تو ان کا وہ حج فرض حج کے لئے کافی نہ ہوگا کیونکہ ان دونوں کا احرام نفل کی ادائیگی کے لئے منعقد ہوا ہے تو اسے بدل بناتے ادائے فرض کے لئے نہ ہوگا۔

اور اگر بچے نے وقوف عرفہ پہلے نئے سرے سے احرام باندھا تو فرض حج کی نیت تو جائز ہے اور اگر یہی کام غلام نے کیا تو جائز نہیں۔ کیونکہ بچے کا احرام اس کی عدم اہلیت کے پیش نظر ضروری نہ تھا اور غلام کا احرام ضروری ہے۔ لہٰذا وہ اپنے غیر میں مشروع ہونے وجہ سے اس کا نکلنا ممکن نہیں ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل میقات حج کے بیان میں ہے﴾

میقات حج والی فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف جب حج کے وجوب اور اس کی شرائط سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے حج کے مناسک کو بیان کرنا شروع کیا ہے۔ حج کے مناسک کے لئے میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اسی وجہ سے انہوں نے میقات کے بیان کو مقدم کیا ہے۔ اور مواقیت وہ جگہیں ہیں جہاں سے انسان بغیر احرام کے آگے نہیں جاسکتا۔ اور مصنف کی عبارت میں مواقیت مبتدا ہے اس لئے مرفوع ہے اور خمسۃ اس کی خبر ہے لہٰذا وہ بھی مرفوع ہوگی۔

(البنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۲۱، حقانیہ ملتان)

مواقیت حج اور اس کے احکام

(وَالْمَوَاقِيتُ الَّتِي لَا يَجُوزُ أَنْ يُجَاوِزَهَا الْإِنْسَانُ إلَّا مُحْرِمًا خَمْسَةٌ: لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتُ عِرْقٍ .

وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةُ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ) هٰكَذَا وَقَّتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْمَوَاقِيتَ لِهٰؤُلَاءِ .

وَفَائِدَةُ التَّأْقِيتِ الْمَنْعُ عَنْ تَأْخِيرِ الْإِحْرَامِ عَنْهَا، لِأَنَّهُ يَجُوزُ التَّقْدِيمُ عَلَيْهَا بِالِاتِّفَاقِ، ثُمَّ الْآفَاقِيُّ إذَا انْتَهَى إلَيْهَا عَلَى قَصْدِ دُخُولِ مَكَّةَ عَلَيْهِ أَنْ يُحْرِمَ قَصَدَ الْحَجَّ أَوْ الْعُمْرَةَ أَوْ لَمْ يَقْصِدْ عِنْدَنَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يُجَاوِزُ أَحَدٌ الْمِيقَاتَ إلَّا مُحْرِمًا) وَلِأَنَّ وُجُوبَ الْإِحْرَامِ لِتَعْظِيمِ هٰذِهِ الْبُقْعَةِ الشَّرِيفَةِ فَيَسْتَوِي فِيهِ الْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَغَيْرُهُمَا .

اور مواقیت وہ جگہیں ہیں جہاں سے انسان احرام کے بغیر آگے نہیں جاسکتا ہے۔ وہ پانچ ہیں۔ اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ ہے اور اہل عراق کے لئے ذات عرق ہے اور اہل شام کے لئے جحفہ ہے اور اہل نجد کے لئے قرن ہے۔ اور اہل یمن کے لئے یلملم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لئے اسی طرح مقرر فرمائے ہیں۔ اور میقات کو مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ احرام میں تاخیر سے بچنا ہے۔ ان مواقیت سے احرام کو مقدم کرنا جائز ہے۔

آفاقی آدمی جب مکہ میں داخل ہونے کے ارادے کے لئے میقات پر پہنچے تو ہمارے نزدیک اس پر احرام باندھنا واجب ہے خواہ وہ حج کا ارادہ کرے یا عمرے کا ارادہ کرے یا کچھ بھی ارادہ نہ کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص میقات سے آگے نہ بڑھے حتیٰ کہ احرام باندھ لے۔ (ابن ابیہ شیبہ، طبرانی) کیونکہ احرام کا وجوب اس بقعہ مبارکہ کے ادب کے لئے ہے۔ اس لئے اس میں حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ کرنے والا اور ان دونوں کے سوا سب (احرام باندھنے میں) برابر ہیں۔

مکہ میں رہنے والوں کے لئے بغیر احرام کے دخول کی اجازت کا بیان

(وَمَنْ كَانَ دَاخِلَ الْمِيقَاتِ لَهُ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ لِحَاجَتِهِ) لِأَنَّهُ يَكْثُرُ دُخُولُهُ مَكَّةَ، وَفِي إِيجَابِ الْإِحْرَامِ فِي كُلِّ مَرَّةٍ حَرَجٌ بَيِّنٌ فَصَارَ كَأَهْلِ مَكَّةَ حَيْثُ يُبَاحُ لَهُمُ الْخُرُوجُ مِنْهَا ثُمَّ دُخُولُهَا بِغَيْرِ إِحْرَامٍ لِحَاجَتِهِمْ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَصَدَ أَدَاءَ النُّسُكِ لِأَنَّهُ يَتَحَقَّقُ أَحْيَانًا فَلَا حَرَجَ .

اور جو شخص میقات کے اندر رہتا ہے اسے اپنی ضرورت کے لئے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز ہے۔ کیونکہ اس کا دخول مکہ کثرت سے ہوتا ہے اور ہر مرتبہ احرام باندھنے میں واضح حرج واقع ہوگا۔ بہ خلاف اس کے کہ جب اس نے حج کا ارادہ کیا ہو کیونکہ یہ ارادہ کبھی کبھی ثابت ہوتا ہے جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میقات سے تقدیم احرام کے جواز کا بیان

(فَإِنْ قَدَّمَ الْإِحْرَامَ عَلَى هَذِهِ الْمَوَاقِيتِ جَازَ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ) وَإِتْمَامُهُمَا أَنْ يُحْرِمَ بِهِمَا مِنْ دُوَيْرَةِ أَهْلِهِ، كَذَا قَالَهُ عَلِيٌّ وَابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا .
وَالْأَفْضَلُ التَّقْدِيمُ عَلَيْهَا لِأَنَّ إِتْمَامَ الْحَجِّ مُفَسَّرٌ بِهِ وَالْمَشَقَّةُ فِيهِ أَكْثَرُ وَالتَّعْظِيمُ أَوْفَرُ، وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِنَّمَا يَكُونُ أَفْضَلَ إِذَا كَانَ يَمْلِكُ نَفْسَهُ أَنْ لَا يَقَعَ فِي مَحْظُورٍ

اگر اس نے میقات سے احرام کو مقدم کیا تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور تم اللہ کے لئے حج وعمرے کو پورا کرو اور ان دونوں کو پورا کرنا یہ ہے کہ ان دونوں کا احرام اپنے لوگوں کے گروہ کے ساتھ باندھ کر نکلے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ اور فضیلت میقات پر تقدم ہی ہے کیونکہ حج کو مکمل کرنے کی تفسیر اسی کے بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے اور ادب بھی زیادہ ہے۔
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میقات پر احرام کو مقدم کرنا تب افضل ہے جب اس کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ ممنوع چیز کا ارتکاب نہیں کرے گا۔

میقات میں رہنے والوں کے لئے مقام حل کا میقات ہونا

(وَمَنْ كَانَ دَاخِلَ الْمِيقَاتِ فَوَقْتُهُ الْحِلُّ) مَعْنَاهُ الْحِلُّ الَّذِي بَيْنَ الْمَوَاقِيتِ وَبَيْنَ الْحَرَمِ لِأَنَّهُ يَجُوزُ إِحْرَامُهُ مِنْ دُوَيْرَةِ أَهْلِهِ، وَمَا وَرَاءَ الْمِيقَاتِ إِلَى الْحَرَمِ مَكَانٌ وَاحِدٌ (وَمَنْ كَانَ بِمَكَّةَ

فَوَقْتُهُ فِي الْحَجِّ الْحَرَمُ وَفِي الْعُمْرَةِ الْحِلُّ) لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ اَمَرَ اَصْحَابَهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنْ يُحْرِمُوا بِالْحَجِّ مِنْ جَوْفِ مَكَّةَ، وَاَمَرَ اَخَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنْ يُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ وَهُوَ فِي الْحِلِّ، وَلِاَنَّ اَدَاءَ الْحَجِّ فِي عَرَفَةَ وَهِيَ فِي الْحِلِّ فَيَكُونُ الْاِحْرَامُ مِنَ الْحَرَمِ لِيَتَحَقَّقَ نَوْعُ سَفَرٍ، وَاَدَاءُ الْعُمْرَةِ فِي الْحَرَمِ فَيَكُونُ الْاِحْرَامُ مِنَ الْحِلِّ لِهٰذَا، اِلَّا اَنَّ التَّنْعِيمَ اَفْضَلُ لِوُرُودِ الْاَثَرِ بِهِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور جو بندہ میقات میں رہتا ہے اس کا میقات حل ہے حل وہ ہے جو مواقیت اور حرم کے درمیان ہے کیونکہ اس کو اپنے لوگوں کے گروپ کے ساتھ احرام باندھنا جائز ہے۔ میقات کے اندر سے مکہ کے حرم تک جگہ ایک ہی ہے۔

اور مکہ میں رہنے والے شخص کا میقات حج کی صورت میں حرم ہے جبکہ عمرہ کی صورت میں حل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ احرام حج جوف مکہ سے باندھیں اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کو حکم دیا کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مقام تنعیم سے عمرہ کرائیں۔ (مسلم) اور تنعیم حرم کی حدود سے باہر حل میں ہے۔ کیونکہ حج کا ادا کرنا عرفات میں ہوتا ہے۔ لہٰذا حج کا احرام حرم سے ہوگا اس لئے کہ ایک طرح کا سفر ثابت ہو جائے۔ جبکہ عمرہ کی ادائیگی حرم میں ہوتی ہے اسی وجہ سے عمرے کا احرام حل سے ہوگا۔ البتہ تنعیم افضل ہے کیونکہ تنعیم کے ساتھ اثر وارد ہے۔

بَابُ الْاِحْرَامِ

﴿یہ باب احرام کے بیان میں ہے﴾

باب الاحرام کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے میقات کے بعد احرام کے باب کو شروع کیا ہے کیونکہ اس میں احرام باندھنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ احرام مصدر ہے۔ جب کوئی شخص حرمت میں داخل ہوتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے''احرم الرجل'' جبکہ فقہاء کے عرف میں احرام یہ ہے کہ انسان اس عبادت کی ادائیگی کی وجہ سے اپنے آپ پر مباح چیزوں کو حرام کر لیتا ہے اور عبادات ایسی ہی ہیں جو تحریم ثابت کرتی ہیں۔ جس طرح نماز اور حج ہے۔ جبکہ بعض اس طرح نہیں ہیں جس طرح روزہ اور زکوٰۃ ہے۔ اور اس میں ایسے امور ہیں جن تک عقل کی رسائی نہیں ہے جس طرح غیر سلا ہوا کپڑا ہے خوشبو کو چھوڑنا ہے صفائی کو ترک کرنا ہے گنتی کی کنکریاں مارنا ہے اور ان تمام کی تشبیہ مردہ سے ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۳۵، حقانیہ ملتان)

احرام باندھتے وقت غسل یا وضو کی فضیلت کا بیان

(وَاِذَا اَرَادَ الْاِحْرَامَ اغْتَسَلَ اَوْ تَوَضَّاَ وَالْغُسْلُ اَفْضَلُ) لِمَا رُوِیَ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اغْتَسَلَ لِاِحْرَامِهِ) اِلَّا اَنَّهُ لِلتَّنْظِيفِ حَتّٰى تُؤْمَرَ بِهِ الْحَائِضُ، وَاِنْ لَمْ يَقَعْ فَرْضًا عَنْهَا فَيَقُومَ الْوُضُوءُ مَقَامَهُ كَمَا فِي الْجُمُعَةِ، لٰكِنَّ الْغُسْلَ اَفْضَلُ لِاَنَّ مَعْنَى النَّظَافَةِ فِيهِ اَتَمُّ، وَلِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اخْتَارَهُ .

اور جب وہ احرام باندھنے کا قصد کرے تو وہ غسل کرے یا وضو کرے البتہ غسل کرنا افضل ہے۔ کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے لئے کیا ہے۔ (ترمذی، طبرانی، دارقطنی) لیکن یہ پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ حائض کو حکم دیا جائے گا چاہے اس سے فرض واقع نہ ہو۔ لہٰذا وضو اس غسل کے قائم مقام ہو جائے گا جس طرح جمعہ میں ہوتا ہے۔ لیکن غسل کرنا افضل ہے کیونکہ صحیح معنوں میں پاکیزگی کا مفہوم غسل میں ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار کیا ہے۔

ہے۔

احرام میں استعمال ہونے والے کپڑوں کا بیان

قَالَ (وَلَبِسَ ثَوْبَيْنِ جَدِيدَيْنِ اَوْ غَسِيلَيْنِ اِزَارًا وَرِدَاءً) لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اِئْتَزَرَ وَارْتَدٰى عِنْدَ اِحْرَامِهِ، وَلِاَنَّهُ مَمْنُوعٌ عَنْ لُبْسِ الْمَخِيطِ وَلَا بُدَّ مِنْ سَتْرِ الْعَوْرَةِ وَدَفْعِ الْحَرِّ

وَالْبَرْدِ، وَذٰلِكَ فِيْمَا عَيَّنَّاهُ، وَالْجَدِيْدُ اَفْضَلُ لِاَنَّهُ اَقْرَبُ اِلَى الطَّهَارَةِ .

فرمایا: اور وہ دو نئے کپڑے یا دھلے ہوئے پہنے، (۱) ازار (۲) چادر۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے احرام کے وقت ازار پہنا اور ایک چادر اوڑھی۔ (بخاری) کیونکہ احرام والے کو سلے ہوئے کپڑوں سے منع کیا گیا ہے۔ ستر کو چھپانا اور گرمی و سردی سے بچنا ضروری ہے اور اس کا حصول اسی تعین سے ہوگا۔ البتہ نئے کپڑے پہننا افضل ہے کیونکہ پاکیزگی کے زیادہ قریب یہی ہے۔

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا بیان

قَالَ (وَمَسَّ طِيْبًا اِنْ كَانَ لَهُ) وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اَنَّهُ يُكْرَهُ اِذَا تَطَيَّبَ بِمَا تَبْقَى عَيْنُهُ بَعْدَ الْاِحْرَامِ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، لِاَنَّهُ مُنْتَفِعٌ بِالطِّيْبِ بَعْدَ الْاِحْرَامِ .
وَوَجْهُ الْمَشْهُوْرِ حَدِيْثُ (عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِحْرَامِهِ قَبْلَ اَنْ يُحْرِمَ) "وَالْمَمْنُوْعُ عَنْهُ التَّطَيُّبُ بَعْدَ الْاِحْرَامِ، وَالْبَاقِيْ كَالتَّابِعِ لَهُ لِاتِّصَالِهِ بِهِ، بِخِلَافِ الثَّوْبِ لِاَنَّهُ مُبَايِنٌ عَنْهُ .

فرمایا: اور اگر اس کے ہاں مہیا ہو تو خوشبو لگائے۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس کے لئے خوشبو لگانا مکروہ ہے کیونکہ اس کی ذات احرام کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ وہ شخص احرام کے بعد بھی اس خوشبو سے فائدہ حاصل کرنے والا ہے۔ اس قول مشہور کی دلیل حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بدن مبارک کو خوشبو لگاتی تھی اور یہ آپ ﷺ کے احرام باندھنے سے پہلے لگایا کرتی تھی۔ (بخاری و مسلم) اور جس سے روکا گیا ہے وہ احرام کے بعد خوشبو لگانا ہے۔ البتہ بقیہ اس کے تابع ہونے کی طرح ہیں۔ کیونکہ بدن تو ملا ہوا ہوتا ہے بہ خلاف کپڑے کے کہ وہ ملا ہوا نہیں ہوتا۔

احرام کی دو رکعات کا بیان

قَالَ (وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لِمَا رَوٰى جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَلّٰى بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ اِحْرَامِهِ قَالَ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ) لِاَنَّ اَدَاءَهَا فِيْ اَزْمِنَةٍ مُتَفَرِّقَةٍ وَاَمَاكِنَ مُتَبَايِنَةٍ فَلَا يُعْرٰى عَنِ الْمَشَقَّةِ عَادَةً فَيَسْاَلُ التَّيْسِيْرَ، وَفِي الصَّلَاةِ لَمْ يَذْكُرْ مِثْلَ هٰذَا الدُّعَاءِ لِاَنَّ مُدَّتَهَا يَسِيْرَةٌ وَاَدَاءَهَا عَادَةً مُتَيَسِّرٌ .قَالَ (ثُمَّ يُلَبِّيْ عَقِيْبَ صَلَاتِهِ) لِمَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَبّٰى فِيْ دُبُرِ صَلَاتِهِ) .وَاِنْ لَبّٰى بَعْدَمَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ جَازَ، وَلٰكِنِ الْاَوَّلُ اَفْضَلُ لِمَا رَوَيْنَا .

فرمایا: اور دو رکعات پڑھے کیونکہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ذوالحلیفہ میں حالت احرام میں دو رکعات نماز پڑھی۔ (مسلم) صاحب قدوری نے فرمایا ہے کہ وہ شخص یہ کہے اے اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا

ہوں تو اس کو میرے لئے آسان فرمادے اور میری طرف اس کو قبول فرما۔ کیونکہ حج کی ادائیگی مختلف زمانوں میں اور مختلف جگہوں میں ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ عام طور پر مشقت سے خالی نہیں ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے اس میں آسانی کے لئے دعا مانگنی چاہیے۔ جبکہ نماز میں اس طرح کی دعا کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا وقت آسان ہے اور عام طور پر اس کی آدائیگی آسان ہے۔ اور صاحب قدوری نے کہا ہے پھر وہ اپنی نماز کے بعد تلبیہ کہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے بعد تلبیہ کہا۔ (ترمذی، نسائی) اور اگر وہ اپنی سواری کو صحیح کرنے کے بعد تلبیہ کہے تب بھی درست ہے۔ لیکن فضیلت پہلے طریقے کو ہے اسی حدیث کے پیش نظر جو ہم روایت کر چکے ہیں۔

مفرد تلبیہ کرنے میں حج کی نیت کرے

(فَإِنْ كَانَ مُفْرِدًا بِالْحَجِّ يَنْوِي بِتَلْبِيَتِهِ الْحَجَّ) لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (وَالتَّلْبِيَةُ أَنْ يَقُولَ: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ) وَقَوْلُهُ إِنَّ الْحَمْدَ بِكَسْرِ الْأَلِفِ لَا بِفَتْحِهَا لِيَكُونَ ابْتِدَاءً لَا بِنَاءً إِذِ الْفَتْحَةُ صِفَةُ الْأُولَى، وَهُوَ إِجَابَةٌ لِدُعَاءِ الْخَلِيلِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ عَلَى مَا هُوَ الْمَعْرُوفُ فِي الْقِصَّةِ (وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُخِلَّ بِشَيْءٍ مِنْ هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ) لِأَنَّهُ هُوَ الْمَنْقُولُ بِاتِّفَاقِ الرُّوَاةِ فَلَا يَنْقُصُ عَنْهُ . (وَلَوْ زَادَ فِيهَا جَازَ)

اور اگر یہ شخص صرف حج کرنے والا ہے تو تلبیہ میں صرف حج کی نیت کرے اس لئے کہ حج ایک عبادت ہے اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ اور تلبیہ الفاظ یہ ہیں۔ "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ" اس کے قول ان الحمد میں الف کے کسرہ کے ساتھ پڑھے اس کو فتحہ کے ساتھ نہ پڑھے۔ تاکہ ابتداء تعریف کے ساتھ ہو جائے (پہلے والے سے) شروع نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر فتحہ پڑھا تو یہ پہلے کی صفت ہوگا۔ اور یہ جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پکارنے کا جواب ہے جس طرح واقعہ میں مشہور ہے۔ اور مذکورہ کلمات سے کم کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اہل رواۃ سے اتفاق سے یہی منقول ہے۔ اس لئے اس میں کم نہ کیا جائے ہاں البتہ اگر اس میں اضافہ کر دیا تو جائز ہے۔

تلبیہ کے کلمات میں کمی بیشی کرنے کا بیان

خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي رِوَايَةِ الرَّبِيعِ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَنْهُ .هُوَ اعْتَبَرَهُ بِالْأَذَانِ وَالتَّشَهُّدِ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ ذِكْرٌ مَنْظُومٌ .وَلَنَا أَنَّ أَجِلَّاءَ الصَّحَابَةِ كَابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ زَادُوا عَلَى الْمَأْثُورِ، وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ الثَّنَاءُ، وَإِظْهَارُ الْعُبُودِيَّةِ فَلَا يُمْنَعُ مِنَ الزِّيَادَةِ عَلَيْهِ .

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے انہوں نے حضرت ربیع سے روایت کی ہے اور تلبیہ کو اذان اور تشہد پر قیاس کیا ہے کیونکہ ذکر بھی منظوم کلام ہے۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے زیادتی نقل کی گئی ہے۔ لہٰذا تلبیہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی بندگی کا اظہار کرنا ہے۔ اس لئے اس پر زیادتی ممنوع نہیں ہے۔

جب تلبیہ پڑھا تو محرم ہو گیا

قَالَ (وَإِذَا لَبَّى فَقَدْ أَحْرَمَ) يَعْنِي إِذَا نَوَى لِأَنَّ الْعِبَادَةَ لَا تَتَأَدَّى إِلَّا بِالنِّيَّةِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْهَا لِتَقْدِيمِ الْإِشَارَةِ إِلَيْهَا فِي قَوْلِهِ "اللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ" (وَلَا يَصِيرُ شَارِعًا فِي الْإِحْرَامِ بِمُجَرَّدِ النِّيَّةِ مَا لَمْ يَأْتِ بِالتَّلْبِيَةِ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّهُ عَقَدَ عَلَى الْأَدَاءِ فَلَا بُدَّ مِنْ ذِكْرٍ كَمَا فِي تَحْرِيمَةِ الصَّلَاةِ، وَيَصِيرُ شَارِعًا بِذِكْرٍ يَقْصِدُ بِهِ التَّعْظِيمَ سِوَى التَّلْبِيَةِ فَارِسِيَّةً كَانَتْ أَوْ عَرَبِيَّةً، هٰذَا هُوَ الْمَشْهُورُ عَنْ أَصْحَابِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

وَالْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ عَلَى أَصْلِهِمَا أَنَّ بَابَ الْحَجِّ أَوْسَعُ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، حَتّٰى يُقَامَ غَيْرُ الذِّكْرِ مَقَامَ الذِّكْرِ كَتَقْلِيدِ الْبُدْنِ فَكَذَا غَيْرُ التَّلْبِيَةِ وَغَيْرُ الْعَرَبِيَّةِ۔

فرمایا: جب وہ تلبیہ کہے اور احرام باندھ لے تو وہ نیت کرے کیونکہ نیت کے بغیر عبادت کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ لیکن صاحب قدوری نے نیت کا ذکر نہیں کیا کیونکہ نیت کی جانب اس کا یہ قول "اللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ" بطور اشارہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور وہ صرف نیت سے احرام باندھنے والا نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ وہ تلبیہ نہ پڑھ لے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے کیونکہ احرام ان کے نزدیک ایک عقد کا نام ہے لہٰذا اس کی ادا پر ذکر کرنا ضروری ہے۔ جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ ہے۔ اور ایسے ذکر سے ابتداء کرنے والا ہوگا جس سے تعظیم کا قصد ہو۔ سوائے تلبیہ کے خواہ وہ تلبیہ فارسی میں یا عربی میں ہو۔ ہمارے اصحاب سے یہی مشہور ہے۔

صاحبین کی دلیل کے مطابق نماز اور حج میں فرق یہ ہے کہ حج کا باب نماز کے باب سے بہت زیادہ وسعت والا ہے لہٰذا غیر ذکر ذکر کے قائم مقام ہو گیا۔ جس طرح بدنہ کے گلے میں قلادہ ڈالنا ہے ہے پس اسی طرح ہی تلبیہ اور وہ عربی کے سوا ہے۔

محرم کے لئے فسق وجدال سے ممانعت کا حکم

قَالَ (وَيَتَّقِي مَا نَهَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنَ الرَّفَثِ وَالْفُسُوقِ وَالْجِدَالِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالٰى (فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ) فَهٰذَا نَهْيٌ بِصِيغَةِ النَّفْيِ۔ وَالرَّفَثُ الْجِمَاعُ أَوْ

اَلْكَلَامُ الْفَاحِشُ، أَوْ ذِكْرُ الْجِمَاعِ بِحَضْرَةِ النِّسَاءِ وَالْفُسُوقُ الْمَعَاصِي وَهُوَ فِي حَالِ الْإِحْرَامِ أَشَدُّ حُرْمَةً، وَالْجِدَالُ أَنْ يُجَادِلَ رَفِيقَهُ، وَقِيلَ: مُجَادَلَةُ الْمُشْرِكِينَ فِي تَقْدِيمِ وَقْتِ الْحَجِّ وَتَأْخِيرِهِ .

اور احرام والا ان چیزوں سے پرہیز کرے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ وہ رفث، فسق اور جدال ہیں۔ اور اس میں دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ حج میں کوئی رفث، فسوق اور جدال نہیں ہے۔ یہ صیغہ نفی کے ساتھ نہی ہے۔ اور رفث جماع یا برے کلام کو کہتے ہیں یا عورتوں کی موجودگی میں جماع کی باتوں کو کہتے ہیں۔ اور فسوق معصیت کو کہتے ہیں۔ جو احرام کی حالت میں شدید ترین حرام ہے۔ اور جدال یہ ہے کہ اپنے ساتھی کے ساتھ جھگڑا کیا جائے۔ اور اس کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حج سے پہلے یا بعد میں مشرکین سے جھگڑا کرنا مراد ہے۔

محرم شکار یا اس کی طرف دلالت بھی نہ کرے

(وَلَا يَقْتُلُ صَيْدًا) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ) (وَلَا يُشِيرُ إِلَيْهِ وَلَا يَدُلُّ عَلَيْهِ) لِحَدِيثِ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (أَنَّهُ أَصَابَ حِمَارَ وَحْشٍ وَهُوَ حَلَالٌ وَأَصْحَابُهُ مُحْرِمُونَ، فَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِأَصْحَابِهِ: هَلْ أَشَرْتُمْ؟ هَلْ دَلَلْتُمْ؟ هَلْ أَعَنْتُمْ؟ فَقَالُوا: لَا، فَقَالَ: إِذًا فَكُلُوا) وَلِأَنَّهُ إِزَالَةُ الْأَمْنِ عَنِ الصَّيْدِ لِأَنَّهُ آمِنٌ بِتَوَحُّشِهِ وَبُعْدِهِ عَنِ الْأَعْيُنِ

اور وہ شکار نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم حالت احرام میں شکار نہ کرو۔ اور شکار کی طرف ودلالت بھی نہ کرے۔ کیونکہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے غیر احرام کی حالت میں گورخر کا شکار کیا اور ان کے ساتھی حالت احرام میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر کھالو۔ کیونکہ شکار سے مراد امن کو دور کرنا ہے کیونکہ شکار اپنی وحشت اور نظروں سے دور ہونے کی وجہ سے امن میں ہوتا ہے۔

محرم کے لئے قمیص، پاجامہ، عمامہ اور موزے پہننے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَلْبَسُ قَمِيصًا وَلَا سَرَاوِيلَ وَلَا عِمَامَةً وَلَا خُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَيَقْطَعُهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ) لِمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (نَهَى أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ) وَقَالَ فِي آخِرِهِ (وَلَا خُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ) وَالْكَعْبُ هُنَا الْمِفْصَلُ الَّذِي فِي وَسَطِ الْقَدَمِ عِنْدَ مَعْقِدِ الشِّرَاكِ دُونَ النَّاتِئِ فِيمَا رَوَى هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

اور احرام والا قمیص، پائجامہ، عمامہ اور موزے نہ پہنے۔ لیکن یہ ہے جب جوتیاں نہ ہوں تو ان کو ٹخنوں کے نیچے۔

کاٹ دے کیونکہ یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان چیزوں کو پہننے سے منع فرمایا ہے۔اور اسی روایت کے آخر میں یہ فرمایا: کہ وہ موزے نہ پہنے ہاں البتہ جب وہ جوتے نہ پائے تو ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے۔

حضرت ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے اس میں یہ حکم ہے کہ یہاں کعب سے مراد قدم کا درمیان حصہ ہے۔جو قدم میں تسمہ باندھنے والے جوڑ کا نام ہے۔

سر اور چہرے کو ڈھانپنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يُغَطِّي وَجْهَهُ وَلَا رَأْسَهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: يَجُوزُ لِلرَّجُلِ تَغْطِيَةُ الْوَجْهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِحْرَامُ الرَّجُلِ فِي رَأْسِهِ وَإِحْرَامُ الْمَرْأَةِ فِي وَجْهِهَا) .
وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تُخَمِّرُوا وَجْهَهُ وَلَا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا) قَالَهُ فِي مُحْرِمٍ تُوُفِّيَ، وَلِأَنَّ الْمَرْأَةَ لَا تُغَطِّي وَجْهَهَا مَعَ أَنَّ فِي الْكَشْفِ فِتْنَةً فَالرَّجُلُ بِالطَّرِيقِ الْأَوْلَى .وَفَائِدَةُ مَا رُوِيَ الْفَرْقُ فِي تَغْطِيَةِ الرَّأْسِ .

اور احرام والا اپنے چہرہ اور سر نہ ڈھانپے۔جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مرد کے لئے چہرہ ڈھانپنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مرد کا احرام اس کے سر میں ہے اور عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ تم اس کا چہرہ نہ ڈھانپو اور نہ اس کا سر ڈھانپو۔کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔یہ ارشاد آپ ﷺ نے فوت ہونے والے محرم کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔اور یہ دلیل بھی ہے کہ باوجود فتنے کے عورت اپنے چہرے کو نہیں ڈھانپے گی۔تو مرد بدرجہ اولیٰ چہرے کو نہیں ڈھانپے گا۔اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ روایت کا فائدہ سر ڈھانپنے میں فرق کرنے کے لئے ہے۔

محرم کے لئے خوشبو لگانے اور بال کٹوانے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَمَسُّ طِيبًا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْحَاجُّ الشَّعِثُ التَّفِلُ) (وَكَذَا لَا يَدَّهِنُ) لِمَا رَوَيْنَا (لَا يَحْلِقُ رَأْسَهُ وَلَا شَعْرَ بَدَنِهِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ) الْآيَةَ (وَلَا يَقُصُّ مِنْ لِحْيَتِهِ) لِأَنَّ فِي مَعْنَى الْحَلْقِ وَلِأَنَّ فِيهِ إزَالَةَ الشَّعَثِ وَقَضَاءِ التَّفَثِ .

فرمایا: اور وہ خوشبو نہ لگائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حج کرنے والا خوشبو لگائے بغیر خستہ حال بالوں والا ہے۔اور اسی طرح وہ تیل بھی استعمال نہ کرے اسی حدیث کی وجہ سے جو ہم نے روایت کی ہے۔اور وہ اپنے سر اور اپنے بدن کے بال نہ مونڈے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے سروں کا حلق نہ کراؤ، الخ، اور وہ اپنی داڑھی کے بال نہ کتروائے۔کیونکہ اس میں بھی حلق کا معنی ہے۔کیونکہ اس میں خستہ حالی کا ازالہ ہے۔اور میل کچیل کو دور کرتا ہے۔(جو حالت احرام میں نہ کی جائے)

زعفران ورنگے ہوئے کپڑے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِوَرْسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ وَلَا عُصْفُرٍ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ) قَالَ (إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَسِيلًا لَا يَنْفُضُ) لِأَنَّ الْمَنْعَ لِلطِّيبِ لَا لِلَّوْنِ .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْمُعَصْفَرِ لِأَنَّهُ لَوْنٌ لَا طِيبَ لَهُ .وَلَنَا أَنَّ لَهُ رَائِحَةً طَيِّبَةً .

اور وہ ورس، گھاس، زعفران اور کسم سے رنگے گئے کپڑے کو نہ پہنے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ محرم ایسا کپڑا نہ پہنے جس کو زعفران نے مس کیا ہوا اور نہ ورس پہنے ہاں البتہ وہ اس طرح دھل گیا ہو کہ خوشبو نہ دے۔ کیونکہ ممانعت خوشبو کی وجہ سے ہے رنگ کی وجہ سے نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کسم سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ اس طرح کا رنگ ہے جس میں خوشبو ہی نہیں ہے۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ اس میں پاکیزہ خوشبو موجود ہے۔

محرم کے لئے غسل ودخول حمام کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَغْتَسِلَ وَيَدْخُلَ الْحَمَّامَ) لِأَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اغْتَسَلَ وَهُوَ مُحْرِمٌ (وَ) لَا بَأْسَ بِأَنْ (يَسْتَظِلَّ بِالْبَيْتِ وَالْمَحْمَلِ) وَقَالَ مَالِكٌ: يُكْرَهُ أَنْ يَسْتَظِلَّ بِالْفُسْطَاطِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ، لِأَنَّهُ يُشْبِهُ تَغْطِيَةَ الرَّأْسِ .

وَلَنَا أَنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ يُضْرَبُ لَهُ فُسْطَاطٌ فِي إِحْرَامِهِ وَلِأَنَّهُ لَا يَمَسُّ بَدَنَهُ فَأَشْبَهَ الْبَيْتَ .

اور محرم کے لئے غسل کرنے اور حمام میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے غسل فرمایا ہے۔ حالانکہ آپ حالت احرام میں تھے۔ اور کسی جھونپڑی یا محمل سے سایہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کسی خیمے یا اسی طرح کی کسی چیز سے سایہ کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ سر ڈھانپنے کے مشابہ ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے حالت احرام میں ایک بڑا خیمہ نصب کیا گیا اور وہ اس طرح نصب کیا جاتا کہ آپ کا بدن اس کو مس نہیں کرتا تھا۔ اس لئے وہ جھونپڑی کی طرح ہو گیا۔

کعبہ کے پردوں سے لپٹ جانے کا بیان

وَلَوْ دَخَلَ تَحْتَ أَسْتَارِ الْكَعْبَةِ حَتَّى غَطَّتْهُ، إِنْ كَانَ لَا يُصِيبُ رَأْسَهُ وَلَا وَجْهَهُ فَلَا بَأْسَ بِهِ

لِاَنَّهٗ اسْتِظْلَالٌ .

اوراگرمحرم کعبے کے پردوں کے نیچے داخل ہوگیا حتیٰ کہ پردوں نے اس کوڈھانپ لیا اور پردہ اس کے چہرے اور سر کو مس کرنے والا نہیں ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سایہ حاصل کرنا ہے۔

کمر میں ہمیانی باندھنے کے جواز کا بیان

(وَ) لَا بَأْسَ بِأَنْ (يَشُدَّ فِي وَسَطِهِ الْهِمْيَانَ) وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يُكْرَهُ إِذَا كَانَ فِيهِ نَفَقَةُ غَيْرِهِ لِاَنَّهٗ لَا ضَرُورَةَ .

وَلَنَا اَنَّهٗ لَيْسَ فِي مَعْنَى لُبْسِ الْمَخِيطِ فَاسْتَوَتْ فِيهِ الْحَالَتَانِ (وَلَا يَغْسِلُ رَأْسَهٗ وَلَا لِحْيَتَهٗ بِالْخِطْمِيِّ) لِاَنَّهٗ نَوْعُ طِيبٍ، وَلِاَنَّهٗ يَقْتُلُ هَوَامَّ الرَّأْسِ .

اوراپنی کمر میں اگر ہمیانی باندھی تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر اس میں دوسرے کا نفقہ ہو تو مکروہ ہے کیونکہ اس کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ ہمیانی باندھنا یہ سلے ہوئے کپڑے کے معنی میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے لئے دونوں حالتیں برابر ہیں۔ اور احرام والا اپنے سر اور داڑھی کو خطمی کے ساتھ نہ دھوئے کیونکہ یہ بھی ایک طرح خوشبو ہے اور یہ دلیل بھی ہے کہ خطمی سر کے بالوں کو قتل کرنے والے ہے۔

محرم نمازوں کے ساتھ بکثرت تلبیہ کہے

قَالَ (وَيُكْثِرُ مِنَ التَّلْبِيَةِ عَقِيبَ الصَّلَوَاتِ وَكُلَّمَا عَلَا شَرَفًا اَوْ هَبَطَ وَادِيًا اَوْ لَقِيَ رَكْبًا وَبِالْاَسْحَارِ) لِاَنَّ اَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يُلَبُّونَ فِي هٰذِهِ الْاَحْوَالِ، وَالتَّلْبِيَةُ فِي الْإِحْرَامِ عَلَى مِثَالِ التَّكْبِيرِ فِي الصَّلَاةِ، فَيُؤْتَى بِهَا عِنْدَ الِانْتِقَالِ مِنْ حَالٍ إِلَى حَالٍ .

فرمایا: احرام والا نمازوں کے بعد کثرت کے ساتھ تلبیہ والا ذکر کرے۔ جب وہ کسی بلندی پر جائے یا کسی پستی کی جانب جائے یا اترے یا سواروں سے ملاقات کرے اور سحری کے وقت بھی تلبیہ کہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب ان احوال میں تلبیہ کہا کرتے تھے۔ اور احرام میں تلبیہ کہنا اسی طرح ہے جس طرح نماز میں تکبیر کہنا ہے۔ اس لئے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتے وقت تلبیہ کہا جائے گا۔

تلبیے والا ذکر بلند آواز کے ساتھ کرنے کا بیان

(وَيَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالتَّلْبِيَةِ) لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَفْضَلُ الْحَجِّ الْعَجُّ وَالثَّجُّ) فَالْعَجُّ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالتَّلْبِيَةِ، وَالثَّجُّ إِسَالَةُ الدَّمِ .

اور وہ بلند آواز سے تلبیہ کہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: افضل حج آواز کو بلند کرنا اور خون بہانا ہے "بہذا" کا مطلب تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کرنی ہے۔ اور اسی طرح حج کا "ثج" خون بہانا (قربانی) ہے۔

سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو

قَوْلُهُ (فَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ ابْتَدَأَ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) لِمَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كُلَّمَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ) وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ زِيَارَةُ الْبَيْتِ وَهُوَ فِيهِ، وَلَا يَضُرُّهُ لَيْلًا دَخَلَهَا أَوْ نَهَارًا لِأَنَّهُ دُخُولُ بَلْدَةٍ فَلَا يَخْتَصُّ بِأَحَدِهِمَا (وَإِذَا عَايَنَ الْبَيْتَ كَبَّرَ وَهَلَّلَ) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ: إِذَا لَقِيَ الْبَيْتَ بِاسْمِ اللَّهِ
وَاللَّهُ أَكْبَرُ. وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ لَمْ يُعَيِّنْ فِي الْأَصْلِ لِمَشَاهِدِ الْحَجِّ شَيْئًا مِنَ الدَّعَوَاتِ لِأَنَّ التَّوْقِيتَ يُذْهِبُ بِالرِّقَّةِ، وَإِنْ تَبَرَّكَ بِالْمَنْقُولِ مِنْهَا فَحَسَنٌ.

محرم جب مکہ میں داخل ہو تو وہ سب سے پہلے مسجد حرام سے شروع کرے۔ کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ (بخاری ومسلم) کیونکہ مقصد بیت اللہ کی زیارت کرنا ہے اور بیت اللہ یہی مسجد ہے۔ البتہ اس میں حرج نہیں ہے کہ وہ رات کو یا دن کو داخل ہو کیونکہ شہر میں داخل ہونا ہے اور اس میں دن رات کا کوئی اختصاص نہیں ہے۔ جب وہ بیت اللہ کو دیکھے تو تکبیر تہلیل پڑھے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بیت اللہ میں داخل ہوتے تو آپ یہ کہتے "بسم اللہ واللہ اکبر" اور حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے مشاہد حج کے لئے کسی دعا کا تعین نہیں کیا ہے۔ کیونکہ اس میں تقرر کرنا دل کی نرمی کو دور کرتا ہے اور اگر اس نے نقل شدہ دعاؤں کے ساتھ برکت حاصل کی تو یہ اس کے لئے اچھا ہے۔

حجر اسود کے بوسے واستلام کا بیان

قَالَ (ثُمَّ ابْتَدَأَ بِالْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَاسْتَقْبَلَهُ وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ) لِمَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَابْتَدَأَ بِالْحَجَرِ فَاسْتَقْبَلَهُ وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ) (وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ وَذَكَرَ مِنْ جُمْلَتِهَا اسْتِلَامَ الْحَجَرِ) قَالَ (وَاسْتَلَمَهُ إِنِ اسْتَطَاعَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُؤْذِيَ مُسْلِمًا) لِمَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَبَّلَ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ وَوَضَعَ شَفَتَيْهِ عَلَيْهِ) وَقَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّكَ رَجُلٌ أَيِّدٌ تُؤْذِي الضَّعِيفَ فَلَا تُزَاحِمِ النَّاسَ عَلَى الْحَجَرِ، وَلَكِنْ إِنْ وَجَدْتَ فُرْجَةً فَاسْتَلِمْهُ وَإِلَّا فَاسْتَقْبِلْهُ وَهَلِّلْ وَكَبِّرْ" . وَلِأَنَّ الِاسْتِلَامَ سُنَّةٌ وَالتَّحَرُّزَ عَنْ أَذَى الْمُسْلِمِ وَاجِبٌ .

فرمایا: پھر وہ حجر اسود سے شروع کرے تو اس کا بوسہ لے اور تکبیر وتہلیل پڑھے۔ کیونکہ روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں داخل ہوئے۔ (ابن ابی شیبہ) تو آپ ﷺ نے حجر اسود سے ابتداء کی اور آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ''اللہ اکبر'' اور لا الہ الا اللہ'' پڑھا۔ (مسلم)

صاحب قدوری نے کہا ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے صرف سات مقامات پر ہاتھوں کو بلند کیا تھا۔ اور ان میں سے ایک استلام حجر ہے۔ جبکہ وہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچائے بغیر ممکن ہو۔ کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا تو آپ ﷺ نے دونوں مبارک ہونٹ اس پر رکھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عمر! تو طاقتور آدمی ہے کمزوروں کو تکلیف پہنچائے گا۔ لہٰذا حجر اسود کے پاس لوگوں میں گھس نہ جانا۔ لیکن جب کشادگی پائے تو حجر اسود کا استلام کر لینا۔ ورنہ حجر اسود کے سامنے ہوتے ہوئے تکبیر وتہلیل پڑھ لینا۔ کیونکہ استلام سنت ہے جبکہ مسلمان کو تکلیف پہنچانے سے بچنا واجب ہے۔

اگر حجر اسود کو صرف چھونا ممکن ہو تو بھی اسے چھو لے

قَالَ (وَاِنْ اَمْكَنَهُ اَنْ يَمَسَّ الْحَجَرَ شَيْئًا فِي يَدِهِ) كَالْعُرْجُونِ وَغَيْرِهِ (ثُمَّ قَبَّلَ ذٰلِكَ فَعَلَ) لِمَا رُوِيَ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ طَافَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ وَاسْتَلَمَ الْاَرْكَانَ بِمِحْجَنِهِ) وَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ اسْتَقْبَلَهُ وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔

فرمایا: اور اگر حجر اسود کو اس طرح کی چیز سے مس کرنا ممکن ہو جو اس کے ہاتھ میں ہو جس طرح عرجون وغیرہ ہے۔ تو وہ پھر اسے بوسہ دے تو بھی ویسا ہی کرے۔ کیونکہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی سواری پر طواف کیا اور اپنی چھڑی سے ارکان کا استلام کیا۔ اور ان میں سے کوئی صورت بھی ممکن نہ ہو تو پھر وہ استقبال کرے اور تکبیر کہے اور تہلیل کہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کہے اور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھے۔

اضطباع یا در کا بیان

قَالَ (ثُمَّ اَخَذَ عَنْ يَمِينِهِ مِمَّا يَلِي الْبَابَ وَقَدِ اضْطَبَعَ رِدَاءَهُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ) لِمَا رُوِيَ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اسْتَلَمَ الْحَجَرَ ثُمَّ اَخَذَ عَنْ يَمِينِهِ مِمَّا يَلِي الْبَابَ فَطَافَ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ) (وَالْاِضْطِبَاعُ اَنْ يَجْعَلَ رِدَاءَهُ تَحْتَ اِبْطِهِ الْاَيْمَنِ وَيُلْقِيَهُ عَلٰى كَتِفِهِ الْاَيْسَرِ) وَهُوَ سُنَّةٌ ۔وَقَدْ نُقِلَ ذٰلِكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ۔

فرمایا: پھر وہ اپنی دائیں طرف سے ابتداء کرے جہاں سے متصل دروازہ ہے۔جبکہ وہ اپنی چادر کا اضطباع کر چکا ہو۔لہٰذا وہ بیت اللہ کے سات چکر لگائے۔کیونکہ اسی طرح روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب طواف کیا تو آپ ﷺ نے حجر اسود کا استلام کیا اور پھر اپنی دائیں جانب سے ملے ہوئے دروازے سے ابتداء کی۔تو آپ ﷺ طواف کے سات چکر لگائے۔اور اضطباع یہ ہے کہ اپنی چادر کو اپنی دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اسے اپنے بائیں کندھے پر ڈالے۔اور اضطباع سنت ہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا گیا ہے۔(ابوداؤد)

حطیم کعبہ کے باہر سے طواف شروع کرے

قَالَ (وَيَجْعَلُ طَوَافَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحَطِيمِ) وَهُوَ اسْمٌ لِمَوْضِعٍ فِيهِ الْمِيزَابُ، سُمِّيَ بِهِ لِأَنَّهُ حُطِمَ مِنَ الْبَيْتِ: أَيْ كُسِرَ، وَسُمِّيَ حِجْرًا لِأَنَّهُ حُجِرَ مِنْهُ: أَيْ مُنِعَ، وَهُوَ مِنَ الْبَيْتِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا (فَإِنَّ الْحَطِيمَ مِنَ الْبَيْتِ) فَلِهٰذَا يُجْعَلُ الطَّوَافُ مِنْ وَرَائِهِ، حَتّٰى لَوْ دَخَلَ الْفُرْجَةَ الَّتِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ لَا يَجُوزُ، إِلَّا أَنَّهُ إِذَا اسْتَقْبَلَ الْحَطِيمَ وَحْدَهُ لَا تُجْزِيهِ الصَّلَاةُ لِأَنَّ فَرْضِيَّةَ التَّوَجُّهِ ثَبَتَتْ بِنَصِّ الْكِتَابِ فَلَا تَتَأَدّٰى بِمَا ثَبَتَ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ احْتِيَاطًا، وَالِاحْتِيَاطُ فِي الطَّوَافِ أَنْ يَكُونَ وَرَاءَهُ .

فرمایا: اور وہ اپنے طواف کو حطیم کے باہر کرے۔اور حطیم اس جگہ کا نام ہے جس میں میزاب رحمت واقع ہے۔اس کا نام حطیم اس وجہ سے ہے کہ حطم (کا معنی توڑنا ہوتا ہے) بیت اللہ سے توڑا گیا ہے۔اور اس کا نام حجر بھی رکھا گیا ہے۔کیونکہ یہ بیت اللہ محجور یعنی روک دیا گیا ہے۔حالانکہ یہ بیت اللہ کا حصہ ہے۔اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں آپ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ حطیم بیت (بیت اللہ) سے ہے۔لہٰذا اسی وجہ سے طواف حطیم سے باہر کیا جائے گا۔حتیٰ کہ طواف کرنے والا اگر اس جگہ وسیع جگہ داخل ہوا جو حطیم اور بیت اللہ کے درمیان ہے جو جائز نہیں۔اگر نمازی نے حطیم کو قبلہ بنایا تو اس کی نماز جائز نہیں۔کیونکہ بیت اللہ کے قبلہ ہونے کی فرضیت نص سے ثابت ہے۔لہٰذا بطور احتیاط اس سے ادائیگی نہ ہوگی۔جس کا ثبوت ہی خبر واحد ہے اور طواف میں احتیاط یہ ہے کہ وہ حطیم سے باہر ہونا چاہیے۔

اگر لوگوں کا رش ہو تو رمل کا حکم

فَإِذَا وَجَدَ مَسْلَكًا رَمَلَ) لِأَنَّهُ لَا بُدَّ لَهُ فَيَقِفُ حَتّٰى يُقِيمَهُ عَلَى وَجْهِ السُّنَّةِ بِخِلَافِ الِاسْتِلَامِ لِأَنَّ الِاسْتِقْبَالَ بَدَلٌ لَهُ .قَالَ (وَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ كُلَّمَا مَرَّ بِهِ إِنِ اسْتَطَاعَ) لِأَنَّ أَشْوَاطَ الطَّوَافِ كَرَكَعَاتِ الصَّلَاةِ، فَكَمَا يَفْتَتِحُ كُلَّ رَكْعَةٍ بِالتَّكْبِيرِ يَفْتَتِحُ كُلَّ شَوْطٍ بِاسْتِلَامِ الْحَجَرِ .

فرمایا: اور وہ بقیہ چار چکروں میں وقار کے ساتھ چلے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے افعال حج روایت کرنے والے رواۃ

نے اسی پر اتفاق کیا ہے اور رمل کرنا حجر سے لے کر حجر اسود تک ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا گیا ہے۔
اور اگر رمل کرنے میں لوگوں کا رش ہو تو وہ کھڑا رہے جب وہ راہ پائے تو رمل کرے کیونکہ رمل کا کوئی بدل نہیں ہے لہٰذا ٹھہرنا ہوگا تا کہ اس کو سنت کے مطابق صحیح طور پر ادا کیا جا سکے۔ بہ خلاف استلام کے کیونکہ اس کا بدل ہے۔ اور اگر استطاعت رکھتا ہو ہر مرتبہ گزرتے ہوئے حجر اسود کو بوسہ دے۔ کیونکہ طواف کے چکر نماز والی رکعتوں کی طرح ہیں۔ لہٰذا جیسے ہر رکعت کی ابتداء تکبیر کے ساتھ کی جاتی ہے اسی طرح ہر چکر کی ابتداء حجر اسود کو بوسہ دینے کے ساتھ کی جائے۔

اگر وہ ہر مرتبہ استلام کی طاقت نہ رکھتا ہو تو حکم فقہی

وَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْاسْتِلَامَ اسْتَقْبَلَ وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ عَلَى مَا ذَكَرْنَا (وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ) وَهُوَ حَسَنٌ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ سُنَّةٌ، وَلَا يَسْتَلِمُ غَيْرَهُمَا فَإِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَسْتَلِمُ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ وَلَا يَسْتَلِمُ غَيْرَهُمَا (وَيَخْتِمُ الطَّوَافَ بِالْاسْتِلَامِ) يَعْنِي اسْتِلَامَ الْحَجَرِ .

اور اگر وہ استلام کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ استقبال کرے اور تکبیر پڑھے۔ اور "لا الہ الا اللہ" پڑھے اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور رکن یمانی کا بھی استلام کرے اور ظاہر الروایت کے مطابق یہ مستحب ہے۔
حضرت امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یہ سنت ہے اور وہ حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا استلام نہ کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ ان دونوں ارکانوں کا استلام فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے ان دونوں کے علاوہ کہیں استلام نہیں کیا اور طواف کو استلام یعنی حجر اسود کے استلام پر ختم کرے۔ (امام ترمذی کے سوا بقیہ ائمہ نے روایت کی ہے)

مقام ابراہیم پر نماز پڑھنے کا حکم

قَالَ (ثُمَّ يَأْتِي الْمَقَامَ فَيُصَلِّي عِنْدَهُ رَكْعَتَيْنِ أَوْ حَيْثُ تَيَسَّرَ مِنَ الْمَسْجِدِ) وَهِيَ وَاجِبَةٌ عِنْدَنَا .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: سُنَّةٌ لِانْعِدَامِ دَلِيلِ الْوُجُوبِ .
وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَلْيُصَلِّ الطَّائِفُ لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ) وَالْأَمْرُ لِلْوُجُوبِ (ثُمَّ يَعُودُ إِلَى الْحَجَرِ فَيَسْتَلِمُهُ) لِمَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ عَادَ إِلَى الْحَجَرِ) وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ طَوَافٍ بَعْدَهُ سَعْيٌ يَعُودُ إِلَى الْحَجَرِ، لِأَنَّ الطَّوَافَ لَمَّا كَانَ يُفْتَتَحُ بِالْاسْتِلَامِ فَكَذَا السَّعْيُ يُفْتَتَحُ بِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَكُنْ بَعْدَهُ سَعْيٌ .

پھر وہ مقام ابراہیم کے پاس آئے اور دو رکعت نماز پڑھے۔ یا مسجد حرام میں جہاں جگہ ملے وہاں پڑھے۔ ہمارے نزدیک ایسا کرنا واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے کیونکہ اس میں وجوب کی دلیل معدوم ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ طواف کرنے والا ہر سات چکروں کے لئے دو رکعت نماز پڑھے اور یہاں امر وجوب کے لئے ہے۔ پھر وہ حجر اسود کی طرف لوٹ آئے اور اس کا استلام کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب دو رکعتیں نماز پڑھی تو آپ ﷺ حجر اسود کی طرف واپس تشریف لائے۔ اور یہ اصول (قاعدہ فقہیہ) ہے کہ ہر وہ طواف جس کے بعد سعی کرنی ہو اس میں حجر اسود کی طرف لوٹنا ہوگا۔ کیونکہ جس طرح طواف کی ابتداء استلام کے ساتھ ہوتی ہے اسی طرح سعی کی ابتداء بھی استلام کے ساتھ ہوتی ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جس کے بعد سعی نہ ہو۔

طواف قدوم کے فقہی احکام کا بیان

قَالَ (وَهٰذَا الطَّوَافُ طَوَافُ الْقُدُومِ) وَيُسَمّٰى طَوَافَ التَّحِيَّةِ (وَهُوَ سُنَّةٌ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ) وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: إِنَّهُ وَاجِبٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ اَتَى الْبَيْتَ فَلْيُحَيِّهِ بِالطَّوَافِ) وَلَنَا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَ بِالطَّوَافِ، وَالْاَمْرُ الْمُطْلَقُ لَا يَقْتَضِي التَّكْرَارَ .وَقَدْ تَعَيَّنَ طَوَافُ الزِّيَارَةِ بِالْاِجْمَاعِ وَفِيمَا رَوَاهُ سَمَّاهُ تَحِيَّةً، وَهُوَ دَلِيلُ الِاسْتِحْبَابِ (وَلَيْسَ عَلَى اَهْلِ مَكَّةَ طَوَافُ الْقُدُومِ) لِانْعِدَامِ الْقُدُومِ فِي حَقِّهِمْ .

صاحب قدوری نے کہا ہے کہ یہی طواف قدوم کا طواف ہے۔ اور اس کو تحیہ کا طواف بھی کہتے ہیں اور وہ سنت ہے واجب نہیں ہے حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیت اللہ میں آئے اسے چاہیے کہ وہ طواف کرے۔ (مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد)

جبکہ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ نے طواف کا مطلقاً حکم دیا ہے اور جو امر مطلق ہو وہ تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا ہے۔ جبکہ طواف زیارت بہ اجماع متعین ہو چکا ہے۔ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کی پیش کردہ حدیث میں جس طواف کا ذکر ہے وہ اس کا نام طواف تحیہ ہے۔ اور اس کا تحیہ ہونا مستحب ہونے کی دلیل ہے۔ اور مکہ والوں پر طواف قدوم نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے حق میں قدوم معدوم ہے۔

صفا مروہ پر چڑھ کر جن اعمال کو بجالانے کا حکم ہے

قَالَ (ثُمَّ يَخْرُجُ اِلَى الصَّفَا فَيَصْعَدُ عَلَيْهِ وَيَسْتَقْبِلُ الْبَيْتَ وَيُكَبِّرُ وَيُهَلِّلُ .وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَدْعُو اللّٰهَ لِحَاجَتِهِ) لِمَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَعِدَ الصَّفَا حَتّٰى اِذَا نَظَرَ اِلَى الْبَيْتِ قَامَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ يَدْعُو اللّٰهَ) وَلِاَنَّ الثَّنَاءَ وَالصَّلَاةَ يُقَدَّمَانِ عَلَى الدُّعَاءِ تَقْرِيبًا اِلَى الْاِجَابَةِ كَمَا فِي غَيْرِهِ مِنَ الدَّعَوَاتِ .وَالرَّفْعُ سُنَّةُ الدُّعَاءِ .وَاِنَّمَا يَصْعَدُ بِقَدْرِ مَا يَصِيرُ الْبَيْتُ بِمَرْاَى مِنْهُ، لِاَنَّ الِاسْتِقْبَالَ هُوَ الْمَقْصُودُ بِالصُّعُودِ، وَيَخْرُجُ اِلَى الصَّفَا مِنْ اَيِّ بَابٍ شَاءَ .وَاِنَّمَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ

بَـابِ بَنِـی مَخْزُومٍ، وَهُوَ الَّذِی یُسَمَّی بَابَ الصَّفَا لِاَنَّهُ کَانَ اَقْرَبَ الْاَبْوَابِ اِلَی الصَّفَا لَا اَنَّهُ سُنَّةٌ ۔

فرمایا: اس کے بعد وہ صفا پہاڑی کی جانب نکلے اور اس پر چڑھے اور بیت اللہ کی طرف منہ کرتے ہوئے تکبیر وتہلیل پڑھے اور رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے ہوئے اپنی ضرورت کے لئے دعا مانگے۔ کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ صفا پر چڑھے تو آپ ﷺ نے بیت اللہ کو دیکھا اور آپ ﷺ نے قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی۔ (مسلم) لہٰذا ثناء و درود ان دونوں کو دعا پر مقدم کیا جائے۔ اور دعا کی قبولیت قریب ہوتی ہے جس طرح دوسری دعاؤں میں ہوتا ہے۔ اور دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ اور صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ اس کی نگاہوں میں ہو۔ کیونکہ صفا پر چڑھنے کا مقصد استقبال ہے۔ اور وہ صفا کی جانب جس دروازے سے چاہے نکلے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ باب مخزوم سے نکلے۔ (طبرانی) اور اسی کو باب صفا کہا جاتا ہے۔ اور یہی دروازہ دوسرے دروازوں کی بہ نسبت قریب ہے۔ اور اس لئے نہیں کہ یہ کوئی سنت (متواترہ) ہے۔

میلین اخضرین کے درمیان دوڑنے کا بیان

قَـالَ (ثُمَّ یَنْحَطُّ نَحْوَ الْمَرْوَةِ وَیَمْشِی عَلَی هِیْنَتِهٖ [illegible] ثُمَّ یَمْشِی عَلٰی هِیْنَتِهٖ حَتّٰی یَاْتِیَ الْمَرْوَةَ فَیَصْعَدُ عَلَیْهَا وَیَفْعَلُ کَمَا فَعَلَ عَلَـی الـصَّـفَا) لِمَا رُوِیَ (اَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَزَلَ مِنَ الصَّفَا وَجَعَلَ یَمْشِی نَحْوَ الْـمَـرْوَةِ وَسَـعَی فِی بَطْنِ الْوَادِیْ، حَتّٰی اِذَا خَرَجَ مِنْ بَطْنِ الْوَادِی مَشٰی حَتّٰی صَعِدَ الْمَرْوَةَ وَطَافَ بَیْنَهُمَا سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ) قَالَ (وَهٰذَا شَوْطٌ وَاحِدٌ).

فرمایا: اس کے بعد وہ مروہ کی طرف اتر کر سکون کے ساتھ چلے۔ پھر جب وہ وادی بطن میں پہنچے تو وہ دونوں میلین اخضرین کے درمیان دوڑے اور پھر سکون کے ساتھ چلے۔ حتیٰ کہ وہ مروہ پہنچ جائے۔ اور اس پر چڑھے اور اس پر وہی کرے جو کچھ اس نے صفا پر کیا تھا۔ کیونکہ یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ صفا سے اتر کر مروہ کی جانب چلنے لگے اور آپ ﷺ نے وادی بطن میں سعی فرمائی یہاں تک کہ جب آپ ﷺ وادی بطن سے نکلے تو آپ ﷺ چل کر مروہ پر چڑھے۔ (بخاری و مسلم) اور وہ ان دونوں کے درمیان سات چکر لگائے اور یہ ایک شوط ہے۔

سعی کی ابتداء صفا سے جبکہ اختتام مروہ پر کرے

فَیَـطُـوفُ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ یَبْدَأُ بِالصَّفَا وَیَخْتِمُ بِالْمَرْوَةِ) وَیَسْعَی فِی بَطْنِ الْوَادِی فِی کُلِّ شَوْطٍ لِـمَـا رَوَیْنَا، وَاِنَّمَا یَبْدَأُ بِالصَّفَا لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِیهِ (اِبْدَئُوا بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ) ثُمَّ السَّعْیُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاجِبٌ وَلَیْسَ بِرُکْنٍ ۔

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: إِنَّهُ رُكْنٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ فَاسْعَوْا).

وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالٰى (فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا) وَمِثْلُهُ يُسْتَعْمَلُ لِلْإِبَاحَةِ فَيَنْفِي الرُّكْنِيَّةَ وَالْإِيجَابَ إِلَّا أَنَّا عَدَلْنَا عَنْهُ فِي الْإِيجَابِ. وَلِأَنَّ الرُّكْنِيَّةَ لَا تَثْبُتُ إِلَّا بِدَلِيلٍ مَقْطُوعٍ بِهِ وَلَمْ يُوجَدْ. ثُمَّ مَعْنٰى مَا رُوِيَ كُتِبَ اسْتِحْبَابًا كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى (كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ) الْآيَةَ.

لہٰذا وہ سات اشواط پورے کرے۔ وہ صفا سے ابتداء کرے اور مروہ پر ختم کرے۔ اور شوط کرتے وقت وہ وادی بطن میں سعی کرے۔ اسی حدیث کی بناء پر جو ہم نے روایت کی ہے۔ اور صفا سے شروع کرنے کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ تم اسی سے شروع کرے جس سے اللہ نے شروع کیا ہے۔ اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے۔ اور رکن نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ سعی کرنا رکن ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو لکھ دیا ہے لہٰذا تم سعی کرو۔ (طبرانی، حاکم، دارقطنی)

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حج یا عمرہ کرنے والے پر کوئی حرج نہیں کہ وہ صفا مروہ کا طواف کرے۔ یہ کلام اباحت میں استعمال ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا اس رکنیت وجوب دونوں ختم ہو جائیں گے۔ البتہ ہم نے وجوب میں اس کے خروج کیا تا کہ اس کی رکنیت ثابت نہ ہو سوائے دلیل قطعی کے۔ حالانکہ ایسی دلیل نہیں پائی گئی۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ مستحب ہونا لکھ دیا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان "كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ" میں ہے۔

سعی کرنے کے بعد حالت احرام میں مکہ مقیم رہے

قَالَ (ثُمَّ يُقِيمُ بِمَكَّةَ حَرَامًا) لِأَنَّهُ مُحْرِمٌ بِالْحَجِّ فَلَا يَتَحَلَّلُ قَبْلَ الْإِتْيَانِ بِأَفْعَالِهِ، قَالَ (وَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ كُلَّمَا بَدَا لَهُ) لِأَنَّهَا يُشْبِهُ الصَّلَاةَ. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ. وَالصَّلَاةُ خَيْرُ مَوْضُوعٍ. فَكَذَا الطَّوَافُ) إِلَّا أَنَّهُ لَا يَسْعَى عَقِيبَ هٰذِهِ الْأَطْوِفَةِ فِي هٰذِهِ الْمُدَّةِ لِأَنَّ السَّعْيَ لَا يَجِبُ فِيهِ إِلَّا مَرَّةً. وَالتَّنَفُّلُ بِالسَّعْيِ غَيْرُ مَشْرُوعٍ. وَيُصَلِّي لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ، وَهِيَ رَكْعَتَا الطَّوَافِ عَلٰى مَا بَيَّنَّا.

اس کے بعد وہ احرام کی حالت میں مکہ میں ٹھہرے کیونکہ وہ حج کرنے والا محرم ہے لہٰذا وہ حج کے مناسک کرنے سے پہلے حلال نہیں ہوگا۔ اور جتنی بار اس کا دل چاہے وہ طواف کرتا رہے۔ کیونکہ طواف نماز کے مشابہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیت اللہ کا طواف کرنا نماز ہے۔ اور نماز نیکی کے لئے بنائی گئی ہے لہٰذا اسی طرح طواف بھی نیکی کے لئے بنایا گیا ہے۔ (ابن

حبان، ترمذی طبرانی) ہاں البتہ اس دوران نفلی طواف کرنے کے بعد سعی نہیں کرے گا۔ کیونکہ ایک مرتبہ سعی کرنا حج میں واجب ہے۔ بطور نفل کے سعی کرنا مشروع نہیں ہے اور ہر سات چکر لگانے کے بعد یہ دو رکعت نماز پڑھے اور یہ طواف کی دو رکعتیں ہیں اسی دلیل کی وجہ سے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

سات ذوالحج کو امام کے خطبہ دینے کا بیان

قَالَ (فَإِذَا كَانَ قَبْلَ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ بِيَوْمٍ خَطَبَ الْإِمَامُ خُطْبَةً يُعَلِّمُ فِيهَا النَّاسَ الْخُرُوجَ إِلَى مِنًى وَالصَّلَاةَ بِعَرَفَاتٍ وَالْوُقُوفَ وَالْإِضَافَةَ) وَالْحَاصِلُ أَنَّ فِي الْحَجِّ ثَلَاثَ خُطَبٍ: أَوَّلُهَا مَا ذَكَرْنَا، وَالثَّانِيَةُ بِعَرَفَاتٍ يَوْمَ عَرَفَةَ، وَالثَّالِثَةُ بِمِنًى فِي الْيَوْمِ الْحَادِي عَشَرَ، فَيَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ خُطْبَتَيْنِ بِيَوْمٍ .وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَخْطُبُ فِي ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَوَالِيَةٍ أَوَّلُهَا يَوْمُ التَّرْوِيَةِ لِأَنَّهَا أَيَّامُ الْمَوْسِمِ وَمُجْتَمَعُ الْحَاجِّ .وَلَنَا أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا التَّعْلِيمُ .وَيَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَيَوْمُ النَّحْرِ يَوْمَا اشْتِغَالٍ، فَكَانَ مَا ذَكَرْنَاهُ أَنْفَعَ وَفِي الْقُلُوبِ أَنْجَعُ

فرمایا: یوم ترویہ سے ایک دن پہلے خطیب لوگوں کو خطبہ دے اور اس میں لوگوں کو منی کی طرف نکلنے اور عرفات میں نماز اور وقوف اور وہاں سے روانگی کے احکام سکھائے۔ الحاصل یہ کہ حج میں تین خطبات ہیں۔ پہلا خطبہ یہی ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے اور دوسرا خطبہ عرفہ کے دن میدان عرفات میں ہے اور تیسرا خطبہ گیارہ تاریخ کو منیٰ میں ہے۔ لہٰذا وہ ہر دو خطبوں کے درمیان ایک دن کا فاصلہ رکھے۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ مسلسل تین خطبات پڑھے۔ اور وہ پہلا خطبہ ترویہ کے دن دے کیونکہ یہ دن حج اور اہل حج کے خاص ایام ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ان خطبات سے مقصد حج کے افعال کی تعلیم ہے اور ترویہ کا دن اور نحر کا دن مصروفیت کے دن ہیں۔ لہٰذا جو ہم نے ذکر کر دیا ہے وہی زیادہ نفع بخش اور دلوں میں اثر کرنے والا ہے۔

ترویہ کے دن صبح کی نماز کے بعد منیٰ میں آنے کا حکم

(فَإِذَا صَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ بِمَكَّةَ خَرَجَ إِلَى مِنًى فَيُقِيمُ بِهَا حَتَّى يُصَلِّيَ الْفَجْرَ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ) "لِمَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ بِمَكَّةَ، فَلَمَّا طَلَعَتِ الشَّمْسُ رَاحَ إِلَى مِنًى فَصَلَّى بِمِنًى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ رَاحَ إِلَى عَرَفَاتٍ) (وَلَوْ بَاتَ بِمَكَّةَ لَيْلَةَ عَرَفَةَ وَصَلَّى بِهَا الْفَجْرَ ثُمَّ غَدَا إِلَى عَرَفَاتٍ وَمَرَّ بِمِنًى أَجْزَأَهُ) لِأَنَّهُ لَا يَتَعَلَّقُ بِمِنًى فِي هَذَا الْيَوْمِ إِقَامَةُ نُسُكٍ، وَلَكِنَّهُ أَسَاءَ بِتَرْكِهِ الِاقْتِدَاءَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جب وہ یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو مکہ میں صبح کی نماز پڑھ لے تو وہ منیٰ کی طرف روانہ ہو جائے۔اور یوم عرفہ (نو ذوالحجہ) کی صبح کی نماز پڑھ لینے تک وہیں قیام کرے گا۔کیونکہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آٹھ ذوالحجہ کو فجر کی نماز مکہ میں پڑھی اوراس کے بعد جب سورج نکلا تو آپ ﷺ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔اور منیٰ میں ظہر،عصر،مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی اس کے بعد عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔اور اگر حج کرنے والے نے عرفہ کی رات مکہ میں گزاری۔اور مکہ میں صبح کی نماز پڑھتے ہی صبح صبح عرفات کو روانہ ہوا اور منیٰ سے صرف گزر گیا تو اس کیلئے یہی کفایت کرنے والا ہے۔کیونکہ یہ دن منیٰ میں کسی مناسک حج سے متعلق نہیں ہے۔البتہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کو ترک کرنے کی وجہ سے برا کیا ہے۔

عرفات کی طرف متوجہ ہو کر قیام کرنے کا بیان

قَالَ (ثُمَّ يَتَوَجَّهُ إِلَى عَرَفَاتٍ فَيُقِيمُ بِهَا) لِمَا رَوَيْنَا، وَهَذَا بَيَانُ الْأَوْلَوِيَّةِ .أَمَّا لَوْ دَفَعَ قَبْلَهُ جَازَ لِأَنَّهُ لَا يَتَعَلَّقُ بِهَذَا الْمَقَامِ حُكْمٌ .قَالَ فِي الْأَصْلِ: وَيَنْزِلُ بِهَا مَعَ النَّاسِ لِأَنَّ الِانْتِبَاذَ تَجَبُّرٌ وَالْحَالُ حَالُ تَضَرُّعٍ وَالْإِجَابَةُ فِي الْجَمْعِ أَرْجَى .وَقِيلَ مُرَادُهُ أَنْ لَا يَنْزِلَ عَلَى الطَّرِيقِ كَيْ لَا يُضَيِّقَ عَلَى الْمَارَّةِ .

اس کے بعد وہ عرفات کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس میں قیام کرے۔اسی روایت کی بناء پر جو ہم روایت کر چکے ہیں۔اور اس کی اولیت کی دلیل ہے بہر حال اگر وہ سورج نکلنے سے پہلے عرفات کو روانہ ہوا تو تب بھی جائز ہے۔کیونکہ اس مقام کے متعلق کوئی حکم بیان نہیں ہوا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ عرفات میں لوگوں کے ساتھ اترے۔کیونکہ اس کا اکیلا رہنا تکبر ہے جبکہ حالت عاجزی وانکساری والی ہونی چاہیے۔اور جماعت کے ساتھ قبولیت کی زیادہ توقع ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص راستے میں نہ اترے تاکہ گزرنے والوں کے لئے مشقت کا سبب نہ بنے۔

میدان عرفات میں نمازوں کو جمع کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ فَيَبْتَدِءُ فَيَخْطُبُ خُطْبَةً يُعَلِّمُ فِيهَا النَّاسَ الْوُقُوفَ بِعَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةِ وَرَمْيَ الْجِمَارِ وَالنَّحْرَ وَالْحَلْقَ وَطَوَافَ الزِّيَارَةِ، يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا بِجِلْسَةٍ كَمَا فِي الْجُمُعَةِ) هَكَذَا فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .

وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ، لِأَنَّهَا خُطْبَةُ وَعْظٍ وَتَذْكِيرٍ فَأَشْبَهَ خُطْبَةَ الْعِيدِ .وَلَنَا مَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا تَعْلِيمُ الْمَنَاسِكِ وَالْجَمْعُ مِنْهَا .

وَفِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ: إِذَا صَعِدَ الْإِمَامُ الْمِنبَرَ فَجَلَسَ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُونَ كَمَا فِي الْجُمُعَةِ. وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّهُ يُؤَذِّنُ قَبْلَ خُرُوجِ الْإِمَامِ. وَعَنْهُ اَنَّهُ يُؤَذِّنُ بَعْدَ الْخُطْبَةِ. وَالصَّحِيحُ مَا ذَكَرْنَا لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمَّا خَرَجَ وَاسْتَوٰى عَلٰى نَاقَتِهِ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُونَ بَيْنَ يَدَيْهِ. وَيُقِيمُ الْمُؤَذِّنُ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْخُطْبَةِ لِاَنَّهُ اَوَانُ الشُّرُوعِ فِي الصَّلَاةِ فَاَشْبَهَ الْجُمُعَةَ.

فرمایا: جب سورج ڈھل جائے تو امام لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھائے۔ اور خطبے سے شروع کرے۔ لہٰذا وہ اس طرح کا خطبہ پڑھے جس میں لوگوں کو وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ، رمی جمار، قربانی، حلق کروانا اور طواف زیارت کرنا سکھائے۔ امام دو خطبے پڑھے گا۔ ان دونوں کے درمیان بیٹھ کر فاصلہ کرے جس طرح جمعہ میں کیا جاتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نماز کے بعد خطبہ پڑھے کیونکہ اس کا یہ خطبہ وعظ ونصیحت ہے لہٰذا یہ عید کے خطبہ کے مشابہ ہوگیا۔

ہماری دلیل ہماری بیان کردہ وہی حدیث ہے کہ یہ خطبہ مناسک حج سکھانے کے لئے ہوتا ہے اور نمازوں کو جمع کرنا بھی مناسک میں سے ہے اور یہی تو ظاہری مذہب ہے کہ امام منبر پر بیٹھے گا تو مؤذن اذان دے جس طرح جمعہ میں ہوتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام کے نکلنے سے پہلے اذان دے۔ اور آپ ہی سے روایت کی گئی ہے کہ خطبہ کے بعد اذان دے۔ جبکہ صحیح وہ ہے، جو ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب خیمہ سے نکل کر اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر جلوہ گر ہوئے تو مؤذنوں نے آپ ﷺ کے سامنے اذان دی۔ (مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد) اور خطبے کے بعد مؤذن اقامت پڑھے۔ اس لئے کہ نماز شروع کرنے کا طریقہ اسی طرح ہے لہٰذا یہ جمعہ کے مشابہ ہوگیا۔

امام ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھائے

قَالَ (وَيُصَلِّي بِهِمُ الظُّهْرَ الْعَصْرَ فِي وَقْتِ الظُّهْرِ بِاَذَانٍ وَاِقَامَتَيْنِ) وَقَدْ وَرَدَ النَّقْلُ الْمُسْتَفِيضُ بِاتِّفَاقِ الرُّوَاةِ بِالْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ، وَفِيمَا رَوٰى جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهُمَا بِاَذَانٍ وَاِقَامَتَيْنِ)، ثُمَّ بَيَانُهُ اَنَّهُ يُؤَذِّنُ لِلظُّهْرِ وَيُقِيمُ لِلظُّهْرِ ثُمَّ يُقِيمُ لِلْعَصْرِ لِاَنَّ الْعَصْرَ يُؤَدّٰى قَبْلَ وَقْتِهِ الْمَعْهُودِ فَيُفْرِدُ بِالْإِقَامَةِ اِعْلَامًا لِلنَّاسِ

فرمایا: اور وہ ان کو ظہر اور عصر کی نماز ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھائے۔ اور نمازوں کو جمع کرنے والی روایات کے رواۃ کے اتفاق کے ساتھ یہی نقل کیا گیا ہے۔ اور وہ حدیث جس کو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا فرمایا ہے۔ حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ وہ

ظہر کے لئے اذان دے اور ظہر کے لئے اقامت کہے اور پھر عصر کے لئے اقامت کہے۔ کیونکہ عصر اپنے مقررہ وقت سے پہلے ادا کی جاتی ہے لہٰذا لوگوں کو انتباہ کرنے کے لئے صرف اقامت ہی کافی ہے۔

جمع ہونے والی ظہر وعصر درمیان نفل پڑھنے کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَتَطَوَّعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ) تَحْصِيْلًا لِمَقْصُودِ الْوُقُوفِ وَلِهٰذَا قُدِّمَ الْعَصْرُ عَلٰى وَقْتِهٖ، فَلَوْ اَنَّهٗ فَعَلَ فِعْلًا مَكْرُوهًا وَاَعَادَ الْاَذَانَ لِلْعَصْرِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، خِلَافًا لِمَا رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ

لِاَنَّ الِاشْتِغَالَ بِالتَّطَوُّعِ اَوْ بِعَمَلٍ آخَرَ يَقْطَعُ فَوْرَ الْاَذَانِ الْاَوَّلِ فَيُعِيدُهُ لِلْعَصْرِ (فَاِنْ صَلّٰى بِغَيْرِ خُطْبَةٍ اَجْزَاَهُ) لِاَنَّ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ لَيْسَتْ بِفَرِيضَةٍ .

اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نفل نہ پڑھے۔ تاکہ وقوف عرفہ کا مقصد حاصل ہو جائے۔ اسی دلیل کی بنیاد پر تو عصر کو اس کے وقت سے مقدم کیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس نے اس طرح کیا تو مکروہ ہوگا۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق وہ عصر کی اذان کو لوٹائے گا۔ بہ خلاف اس کے جو امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے کیونکہ نفل یا کسی دوسرے عمل میں مصروف ہونا اذان اول کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ اس لئے اسے اذان عصر لوٹانی پڑے گی۔

ظہر کی نماز گھر میں تنہاء پڑھنے والے کی عصر کا حکم

قَالَ (وَمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ فِي رَحْلِهٖ وَحْدَهٗ صَلَّى الْعَصْرَ فِي وَقْتِهٖ) عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .وَقَالَا: يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا الْمُنْفَرِدُ لِاَنَّ جَوَازَ الْجَمْعِ لِلْحَاجَةِ اِلَى امْتِدَادِ الْوُقُوفِ وَالْمُنْفَرِدُ مُحْتَاجٌ اِلَيْهِ .

وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْمُحَافَظَةَ عَلَى الْوَقْتِ فَرْضٌ بِالنُّصُوصِ فَلَا يَجُوْزُ تَرْكُهٗ اِلَّا فِيْمَا وَرَدَ الشَّرْعُ بِهٖ، وَهُوَ الْجَمْعُ بِالْجَمَاعَةِ مَعَ الْاِمَامِ وَالتَّقْدِيمُ لِصِيَانَةِ الْجَمَاعَةِ لِاَنَّهٗ يَعْسُرُ عَلَيْهِمُ الِاجْتِمَاعُ لِلْعَصْرِ بَعْدَ مَا تَفَرَّقُوا فِي الْمَوْقِفِ لَا لِمَا ذَكَرَاهُ اِذْ لَا مُنَافَاةَ، ثُمَّ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: الْاِمَامُ شَرْطٌ فِي الصَّلَاتَيْنِ جَمِيعًا .وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: فِي الْعَصْرِ خَاصَّةً لِاَنَّهٗ هُوَ الْمُغَيَّرُ عَنْ وَقْتِهٖ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ الْاِحْرَامُ بِالْحَجِّ .وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ التَّقْدِيمَ عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ عُرِفَ شَرْعُهٗ فِيْمَا اِذَا كَانَتِ الْعَصْرُ مُرَتَّبَةً عَلٰى ظُهْرٍ مُؤَدًّى بِالْجَمَاعَةِ مَعَ الْاِمَامِ فِي حَالَةِ الْاِحْرَامِ بِالْحَجِّ فَيُقْتَصَرُ عَلَيْهِ، ثُمَّ لَا بُدَّ مِنَ الْاِحْرَامِ بِالْحَجِّ قَبْلَ الزَّوَالِ فِي رِوَايَةٍ تَقْدِيمًا لِلْاِحْرَامِ عَلٰى وَقْتِ الْجَمْعِ، وَفِي اُخْرٰى يَكْتَفِي

بِالتَّقْدِيمِ عَلَى الصَّلَاةِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الصَّلَاةُ

اور جس شخص نے نماز ظہر کو اپنی راحلہ میں اکیلے پڑھ لیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ شخص عصر کی نماز کو اس کے اپنے وقت مقررہ میں پڑھے گا۔ جبکہ صاحبین نے کہا کہ اکیلا نماز پڑھنے والا بھی ان دونوں نمازوں کو جمع کرے گا۔ کیونکہ جمع کرنے کا سبب وقوف عرفہ کو لمبا کرنا ہے۔ اور یہ ضرورت کی وجہ سے ہے۔ اور اکیلے کو بھی اسی طرح ضرورت ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ وقت کی حفاظت کا حکم قرآنی نصوص سے لازم کیا گیا ہے اور اس کو ان کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ جس پر حکم شرعی بیان ہوا ہے۔ اور وہ امام کے ساتھ جمع کرنا ہے اور تقدیم عصر بھی جماعت کی حفاظت کے لئے ہے۔ کیونکہ وقوف میں الگ الگ ہو جانے کی صورت میں عصر کے لئے اکٹھا ہونا مشکل ہے۔ اور وہ وجہ نہیں ہے جو صاحبین نے بیان کی ہے کیونکہ اس میں کچھ منافات نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں نمازوں میں امام شرط ہے۔ جبکہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ عصر میں خاص کر شرط ہے۔ کیونکہ اپنے وقت سے بدلنے والی وہی ہے۔ اور اسی اختلاف پر حج کا احرام ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ عصر کو مقدم کرنا خلاف قیاس ایسی حالت میں شروع ہونا معلوم ہوا ہے جبکہ عصر ظہر کے درجے میں ہو۔ جو حج احرام میں امام کے ساتھ جماعت سے ادا کی جائے۔ پس اس کا انحصار اسی پر ہوگا۔

ایک روایت کے مطابق احرام کا زوال سے پہلے پہلے ہونا ضروری ہے تا کہ احرام جمع کے وقت سے مقدم کیا جائے۔ اور دوسری روایت میں احرام کو نماز پر مقدم کرنا کافی ہے اس لئے کہ مقصد نماز ہے۔

عرفات میں جبل رحمت کے پاس ٹھہرنے کا بیان

قَالَ (ثُمَّ يَتَوَجَّهُ إِلَى الْمَوْقِفِ فَيَقِفُ بِقُرْبِ الْجَبَلِ وَالْقَوْمُ مَعَهُ عَقِيبَ انْصِرَافِهِمْ مِنَ الصَّلَاةِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَاحَ إِلَى الْمَوْقِفِ عَقِيبَ الصَّلَاةِ وَالْجَبَلُ يُسَمَّى جَبَلَ الرَّحْمَةِ، وَالْمَوْقِفُ الْأَعْظَمَ .

فرمایا: اس کے بعد وہ موقف کی طرف متوجہ ہو پس وہ پہاڑ کے قریب کھڑا ہو اور نماز سے فارغ ہوتے ہی لوگ بھی اس کے ساتھ ہوں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد موقف کی طرف تشریف لائے۔ اور اس پہاڑ کا نام جبل رحمت رکھا گیا ہے۔ اور وہی موقف اعظم ہے۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)

سارا عرفات ہی مقام وقوف ہے

قَالَ (وَعَرَفَاتٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا بَطْنَ عُرَنَةَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (عَرَفَاتٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَارْتَفِعُوا عَنْ بَطْنِ عُرَنَةَ، وَالْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَارْتَفِعُوا عَنْ وَادِي مُحَسِّرٍ) .

قَالَ (وَيَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ يَقِفَ بِعَرَفَةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَفَ عَلَى

نَاقَتِهِ (وَإِنْ وَقَفَ عَلَى قَدَمَيْهِ جَازَ) وَالْأَوَّلُ أَفْضَلُ لِمَا بَيَّنَّا (وَيَنْبَغِي أَنْ يَقِفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَفَ كَذٰلِكَ، وَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (خَيْرُ الْمَوَاقِفِ مَا اُسْتُقْبِلَتْ بِهِ الْقِبْلَةُ) (وَيَدْعُوْ وَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْمَنَاسِكَ) لِمَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَدْعُوْ يَوْمَ عَرَفَةَ مَادًّا يَدَيْهِ كَالْمُسْتَطْعِمِ الْمِسْكِيْنِ وَيَدْعُوْ بِمَا شَاءَ) وَإِنْ وَرَدَ الْآثَارُ بِبَعْضِ الدَّعَوَاتِ، وَقَدْ أَوْرَدْنَا تَفْصِيْلَهَا فِي كِتَابِنَا الْمُتَرْجَمِ (بِعُدَّةِ النَّاسِكِ فِي عِدَّةٍ مِنَ الْمَنَاسِكِ) بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى ۔

فرمایا: وادی بطن کے سوا عرفات سارا ہی موقف ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عرفات سارا موقف ہے اور بطن عرنہ سے اونچے رہو اور مزدلفہ سارا موقف ہے اور وادی محسر سے بلند رہو۔ (طبرانی، ابن ماجہ، ابن حبان، مستدرک)

امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ عرفہ میں اونٹ پر سوار ہو کر وقوف کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی اونٹنی پر وقوف فرمایا تھا۔ اور اگر وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا تب بھی جائز ہے۔ جبکہ فضیلت پہلے صورت کو ہے۔ اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے اور یہ بھی مناسب ہے کہ وہ قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہوا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح قیام فرمایا تھا۔ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین موقف وہ ہے جس کے ساتھ قبلہ کا رخ ہو۔ اور وہ دعا مانگے اور لوگوں کو مناسک حج سکھائے۔ کیونکہ یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرفہ کے دن اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر دعا مانگی۔ (اس دعا کا طریقہ اس طرح ہو) جس طرح کوئی مسکین کھانا مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اور جسے چاہے اسی کی دعا کرے۔ اگرچہ دعاؤں کے متعلق کئی آثار بیان ہوئے ہیں۔ اور ہم نے ان کی وضاحت اپنی کتاب ''بِعُدَّةِ النَّاسِكِ فِي عِدَّةٍ مِنَ الْمَنَاسِكِ'' جس نام سے اللہ کی توفیق سے بیان کیے ہیں۔

لوگ میدان عرفات میں امام کے پاس کھڑے ہوں

قَالَ (وَيَنْبَغِي لِلنَّاسِ أَنْ يَقِفُوا بِقُرْبِ الْإِمَامِ) لِأَنَّهُ يَدْعُوْ وَيُعَلِّمُ فَيَعُوْا وَيَسْمَعُوْا (وَيَنْبَغِي أَنْ يَقِفَ وَرَاءَ الْإِمَامِ) لِيَكُوْنَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، وَهٰذَا بَيَانُ الْأَفْضَلِيَّةِ لِأَنَّ عَرَفَاتٍ كُلَّهَا مَوْقِفٌ عَلَى مَا ذَكَرْنَا ۔

فرمایا: لوگوں کے لئے مناسب یہ ہے کہ امام کے قریب کھڑے ہوں اس لئے امام دعا کرے گا اور انہیں احکام سکھائے گا۔ لہٰذا لوگ توجہ کے ساتھ ان کی سماعت کریں اور یاد کریں۔ اور ان کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں تا کہ وہ قبلہ رخ ہو جائے۔ اور یہ فضیلت کے لئے بیان ہے۔ کیونکہ عرفات سارے کا سارا وقوف ہے اسی دلیل کی وجہ سے جسے ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

امام کو کس طرح وقوف کرنا چاہیے؟

قَالَ (وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يَغْتَسِلَ قَبْلَ الْوُقُوفِ وَيَجْتَهِدَ فِي الدُّعَاءِ) اَمَّا الِاغْتِسَالُ فَهُوَ سُنَّةٌ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ، وَلَوْ اكْتَفَى بِالْوُضُوءِ جَازَ كَمَا فِي الْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ وَعِنْدَ الْإِحْرَامِ.
وَاَمَّا الِاجْتِهَادُ فَلِاَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَهَدَ فِي الدُّعَاءِ فِي هٰذَا الْمَوْقِفِ لِاُمَّتِهِ فَاسْتُجِيبَ لَهُ اِلَّا فِي الدِّمَاءِ وَالْمَظَالِمِ

فرمایا: وقوف عرفہ سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔ اور دعاؤں میں بڑی محنت کرے۔ البتہ غسل کرنا سنت ہے جبکہ واجب نہیں ہے۔ اور اگر اس نے صرف وضو کیا تو تب بھی جائز ہے۔ جس طرح جمعہ، عیدین اور احرام کے وقت کا غسل ہے۔ اور خوب محنت سے دعا کرنے کا حکم اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح وقوف کیا جس میں اپنی امت کے لئے دعا فرمائی۔ پس وہ دعا خون اور مظالم کے سوا میں قبول ہوتی ہے۔

دوران وقوف تلبیہ کہنے کا حکم

(وَيُلَبِّي فِي مَوْقِفِهِ سَاعَةً بَعْدَ سَاعَةٍ) وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ كَمَا يَقِفُ بِعَرَفَةَ لِاَنَّ الْإِجَابَةَ بِاللِّسَانِ قَبْلَ الِاشْتِغَالِ بِالْاَرْكَانِ.
وَلَنَا مَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا زَالَ يُلَبِّي حَتّٰى اَتٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ) وَلِاَنَّ التَّلْبِيَةَ فِيهِ كَالتَّكْبِيرِ فِي الصَّلَاةِ فَيَاْتِي بِهَا اِلَى آخِرِ جُزْءٍ مِنَ الْإِحْرَامِ.

اور وہ کچھ کچھ دیر کے بعد تلبیہ پڑھتا رہے۔ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عرفہ میں وقوف کرتے ہی تلبیہ ختم کر دے۔ کیونکہ زبان سے جواب دینا ارکان میں مصروف ہونے پر مقدم ہے۔
... دلیل ... روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت تک تلبیہ کہا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے جمرہ عقبہ تشریف لائے۔ (بخاری مسلم) او ... ج میں اسی طرح ہے جس طرح نماز میں تکبیر ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ اس کو احرام کے آخری حصے تک پڑھتا رہے گا۔

غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کی طرف جانے کا حکم

قَالَ (فَاِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَفَاضَ الْإِمَامُ وَالنَّاسُ مَعَهُ عَلَى هَيْنَتِهِمْ حَتّٰى يَاْتُوا الْمُزْدَلِفَةَ) لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ دَفَعَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ، وَلِاَنَّ فِيهِ اِظْهَارَ مُخَالَفَةِ الْمُشْرِكِينَ، وَكَانَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَمْشِي عَلٰى رَاحِلَتِهِ فِي الطَّرِيقِ عَلٰى هَيْنَتِهِ، فَاِنْ خَافَ الزِّحَامَ فَدَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ وَلَمْ يُجَاوِزْ حُدُودَ عَرَفَةَ اَجْزَاَهُ لِاَنَّهُ لَمْ يُفِضْ مِنْ عَرَفَةَ، وَالْاَفْضَلُ اَنْ يَقِفَ فِي مَقَامِهِ كَيْ لَا يَكُونَ آخِذًا فِي الْاَدَاءِ قَبْلَ وَقْتِهَا، وَلَوْ مَكَثَ قَلِيلًا بَعْدَ غُرُوبِ

الشَّمْسِ وَاِفَاضَةِ الْاِمَامِ لِخَوْفِ الزِّحَامِ فَلَا بَأْسَ بِهِ ۔

لِمَا رُوِیَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا بَعْدَ اِفَاضَةِ الْاِمَامِ دَعَتْ بِشَرَابٍ فَاَفْطَرَتْ ثُمَّ اَفَاضَتْ ۔

فرمایا: اور جب سورج غروب ہو گیا تو امام واپس آئے اور لوگ بھی وقار کے ساتھ اس کے ساتھ ہوں۔ حتیٰ کہ مزدلفہ میں آجائیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ غروب کے بعد روانہ ہوئے تھے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مشرکین کے ساتھ مخالفت کا اظہار ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی پر راستے میں آرام کے ساتھ چلتے تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، ابن ابی شیبہ)

اگر اس کو بھیڑ کا خوف ہوا اور وہ امام سے پہلے چل دیا اور عرفہ کی حدود سے باہر نہیں گیا تو جائز ہے۔ اس لئے کہ وہ عرفہ سے گیا نہیں ہے۔ اور فضیلت یہ ہے کہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے تاکہ وہ وقت سے پہلے ادائیگی شروع کرنے والا نہ ہو۔ اور اگر حاجی سورج غروب ہونے اور امام کے روانہ ہونے کے بعد بھیڑ کی وجہ سے کچھ دیر ٹھہر گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ روایت ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے امام کے روانہ ہونے کے بعد پانی طلب کیا۔ اس کے بعد روزہ افطار کیا اور پھر وہاں سے روانہ ہوئیں۔

مزدلفہ میں جبل قزح کے پاس ٹھہرنے کا استحباب

قَالَ (وَاِذَا اَتٰی مُزْدَلِفَةَ فَالْمُسْتَحَبُّ اَنْ یَقِفَ بِقُرْبِ الْجَبَلِ الَّذِی عَلَیْهِ الْمُقَیْدَةُ یُقَالُ لَهُ قُزَحُ) لِاَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَفَ عِنْدَ هٰذَا الْجَبَلِ، وَکَذَا عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَیَتَحَرَّزُ فِی النُّزُولِ عَنِ الطَّرِیقِ کَیْ لَا یَضُرَّ بِالْمَارَّةِ فَیَنْزِلُ عَنْ یَمِینِهِ اَوْ یَسَارِهِ ۔

وَیُسْتَحَبُّ اَنْ یَقِفَ وَرَاءَ الْاِمَامِ لِمَا بَیَّنَّا فِی الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ ۔

فرمایا: جب وہ مزدلفہ آئیں تو ان کے لئے پہاڑ کے قریب کھڑے ہوں وہ پہاڑ جو وہاں موجود ہے جس کو جبل قزح کہا جاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی پہاڑ کے پاس وقوف فرمایا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا ہے۔ اور راستے میں اترنے سے بچے تاکہ گزرنے والوں کو نقصان نہ ہو لہٰذا وہ دائیں یا بائیں اترے اور اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ امام کے پیچھے اترے اسی دلیل کی بنیاد پر جو ہم وقوف عرفہ میں بیان کر چکے ہیں۔

امام مغرب وعشاء کی نماز ایک اذان واقامت کے ساتھ پڑھائے

قَالَ (وَیُصَلِّی الْاِمَامُ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ) وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: بِاَذَانٍ وَاِقَامَتَیْنِ اعْتِبَارًا بِالْجَمْعِ بِعَرَفَةَ ۔

وَلَنَا رِوَایَةُ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ (اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَیْنَهُمَا بِاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ) وَلِاَنَّ الْعِشَاءَ فِی وَقْتِهِ فَلَا یُفْرَدُ بِالْاِقَامَةِ اِعْلَامًا، بِخِلَافِ الْعَصْرِ بِعَرَفَةَ لِاَنَّهُ مُقَدَّمٌ

عَلٰی وَقْتِهِ فَاُفْرِدَ بِهَا لِزِيَادَةِ الْإِعْلَامِ .

فرمایا: امام لوگوں کو مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان و اقامت کے ساتھ پڑھائے۔ جبکہ حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھائے۔ کیونکہ اس کو ظہر و عصر کو جمع کرنے پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔ کیونکہ عشاء اپنے وقت میں ہے۔ اس لئے خبردار کرنے کے لئے الگ اقامت کہنے ضرورت نہیں ہے۔ جبکہ عصر عرفہ میں حکم مختلف ہے کیونکہ وہ اپنے وقت سے مقدم ہے۔ لہٰذا خبردار کرنے کے لئے وہاں اقامت کہی جائے گی۔

مغرب وعشاء کے درمیان نوافل پڑھنے کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَتَطَوَّعُ بَيْنَهُمَا) لِأَنَّهُ يُخِلُّ بِالْجَمْعِ، وَلَوْ تَطَوَّعَ أَوْ تَشَاغَلَ بِشَيْءٍ أَعَادَ الْإِقَامَةَ لِوُقُوعِ الْفَصْلِ، وَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يُعِيدَ الْأَذَانَ كَمَا فِي الْجَمْعِ الْأَوَّلِ بِعَرَفَةَ، إلَّا أَنَّا اكْتَفَيْنَا بِإِعَادَةِ الْإِقَامَةِ، لِمَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ بِمُزْدَلِفَةَ ثُمَّ تَعَشَّى ثُمَّ أَفْرَدَ الْإِقَامَةَ لِلْعِشَاءِ)

اور وہ ان دونوں نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھے۔ کیونکہ ان کی جمعیت میں خلل انداز ہوں گے۔ اور اگر نفل یا کسی چیز میں مصروف ہوا تو وہ اقامت کا اعادہ کرے۔ کیونکہ ان کے درمیان فاصلہ ہو چکا ہے۔ جبکہ مناسب یہ تھا کہ وہ اذان کو بھی لوٹاتا جس طرح عرفہ والی پہلی جمع میں حکم ہے۔ لیکن ہم نے اقامت کے لوٹانے کو کافی اس لئے سمجھا ہے۔ کہ روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب ادا فرمائی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا اور پھر عشاء کے لئے الگ اقامت کہلوائی۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مغرب وعشاء کی نماز میں جماعت کی عدم شرط کا بیان

وَلَا تُشْتَرَطُ الْجَمَاعَةُ لِهَذَا الْجَمْعِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّ الْمَغْرِبَ مُؤَخَّرَةٌ عَنْ وَقْتِهَا، بِخِلَافِ الْجَمْعِ بِعَرَفَةَ لِأَنَّ الْعَصْرَ مُقَدَّمٌ عَلَى وَقْتِهِ .

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس جمع میں جماعت شرط نہیں ہے کیونکہ مغرب اپنے وقت سے مؤخر ہے جبکہ عرفہ کی جمع میں ایسا نہیں ہے کیونکہ عصر اپنے وقت سے مقدم ہے۔

راستے میں مغرب ادا کرنے والے کی نماز کا حکم

قَالَ (وَمَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ فِي الطَّرِيقِ لَمْ يُجْزِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، وَعَلَيْهِ إعَادَتُهَا مَا لَمْ يَطْلُعْ الْفَجْرُ) وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يُجْزِيهِ وَقَدْ أَسَاءَ ، وَعَلَى هَذَا

الْخِلَافِ إِذَا صَلَّى بِعَرَفَاتٍ .

لِأَبِيْ يُوسُفَ أَنَّهُ أَدَّاهَا فِي وَقْتِهَا فَلَا تَجِبُ إِعَادَتُهَا كَمَا بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، إِلَّا أَنَّ التَّأْخِيرَ مِنْ السُّنَّةِ فَيَصِيرُ مُسِيئًا بِتَرْكِهِ .

وَلَهُمَا مَا رُوِيَ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ لِأُسَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي طَرِيقِ الْمُزْدَلِفَةِ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ) مَعْنَاهُ: وَقْتُ الصَّلَاةِ .

وَهٰذَا إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ التَّأْخِيرَ وَاجِبٌ، وَإِنَّمَا وَجَبَ لِيُمْكِنَهُ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَكَانَ عَلَيْهِ الْإِعَادَةُ مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ لِيَصِيرَ جَامِعًا بَيْنَهُمَا، وَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُمْكِنُهُ الْجَمْعُ فَسَقَطَتِ الْإِعَادَةُ .

اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راستے میں نماز مغرب پڑھنے والے کی نماز کافی نہ ہو گی۔اور طلوع فجر سے پہلے تک اس پر نماز کولوٹانا واجب ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز کافی ہے۔لیکن اس نے برا کیا ہے۔اس کا وہی اختلاف ہے جو مغرب عرفات میں پڑھ لے۔حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اس شخص نے مغرب کی نماز کو اپنے وقت میں پڑھا ہے۔جس طرح طلوع فجر کے بعد ہے البتہ مؤخر کرنا سنت ہے۔لہٰذا ترک سنت کی وجہ سے برا ہوا۔

طرفین کی دلیل وہی حدیث ہے جس کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کو مزدلفہ کے راستے میں فرمایا۔نماز تیرے سامنے ہے۔اس سے مراد نماز کا وقت ہے۔اور یہی اشارہ ہے کہ مؤخر کرنا واجب ہے اور اس کی تاخیر کی دلیل یہ ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو جمع کرنا ممکن ہو جائے۔لہٰذا جب تک طلوع فجر نہ ہو اس پر مغرب کولوٹانا واجب ہے۔تاکہ مغرب وعشاء کو جمع کرنے والا ہو جائے۔اور جب فجر طلوع ہو جائے تو جمع کرنا ممکن نہیں۔لہٰذا اعادہ ساقط ہو گیا۔

دسویں ذوالحج میں فجر کو اندھیرے میں پڑھنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الْفَجْرَ بِغَلَسٍ) لِرِوَايَةِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَلَّاهَا يَوْمَئِذٍ بِغَلَسٍ) وَلِأَنَّ فِي التَّغْلِيسِ دَفْعَ حَاجَةِ الْوُقُوفِ فَيَجُوزُ كَتَقْدِيمِ الْعَصْرِ بِعَرَفَةَ

فرمایا: اور جب فجر طلوع ہو جائے تو امام لوگوں کو فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھائے۔کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن اندھیرے میں نماز پڑھائی۔(بخاری، مسلم) اور یہ بھی دلیل ہے کہ اندھیرے میں نماز پڑھانا وقوف کی ضرورت کو پورا کرنے والا ہے لہٰذا یہ اسی طرح جائز ہوگا جس طرح عرفہ میں عصر کو مقدم کرنا جائز ہے۔

نمازِ فجر کے بعد وقوف و دعا کرنے کا بیان

(ثُمَّ وَقَفَ وَوَقَفَ مَعَهُ النَّاسُ وَدَعَا) لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَفَ فِي هٰذَا الْمَوْضِعِ يَدْعُوْ حَتّٰى رُوِيَ فِي حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا (فَاسْتُجِيْبَ لَهُ دُعَاؤُهُ لِاُمَّتِهِ حَتَّى الدِّمَاءِ وَالْمَظَالِمِ)

اس کے بعد امام وقوف کرے اور لوگ بھی اس کے ساتھ وقوف کریں اور وہ دعا کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ اس مقام پر وقوف فرمایا اور دعا فرمائی یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی دعا آپ ﷺ کی امت کے حق میں قبول ہوئی حتیٰ کہ خون اور مظالم کے بارے میں بھی قبول ہوگئی۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)

وقوف مزدلفہ کی شرعی حیثیت کا بیان

ثُمَّ هٰذَا الْوُقُوْفُ وَاجِبٌ عِنْدَنَا وَلَيْسَ بِرُكْنٍ، حَتّٰى لَوْ تَرَكَهُ بِغَيْرِ عُذْرٍ يَلْزَمُهُ الدَّمُ .
وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اِنَّهُ رُكْنٌ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ) وَبِمِثْلِهِ تَثْبُتُ الرُّكْنِيَّةُ .
وَلَنَا مَا رُوِيَ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَّمَ ضَعَفَةَ اَهْلِهِ بِاللَّيْلِ، وَلَوْ كَانَ رُكْنًا لَمَا فَعَلَ ذٰلِكَ، وَالْمَذْكُوْرُ فِيْمَا تَلَا الذِّكْرُ وَهُوَ لَيْسَ بِرُكْنٍ بِالْاِجْمَاعِ، وَاِنَّمَا عَرَفْنَا الْوُجُوْبَ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ وَقَفَ مَعَنَا هٰذَا الْمَوْقِفَ وَقَدْ كَانَ اَفَاضَ قَبْلَ ذٰلِكَ مِنْ عَرَفَاتٍ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ) عَلَّقَ بِهِ تَمَامَ الْحَجِّ، وَهٰذَا يَصْلُحُ اَمَارَةً لِلْوُجُوْبِ، غَيْرَ اَنَّهُ اِذَا تَرَكَهُ بِعُذْرٍ بِاَنْ يَكُوْنَ بِهِ ضَعْفٌ اَوْ عِلَّةٌ اَوْ كَانَتْ امْرَاَةٌ تَخَافُ الزِّحَامَ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِمَا رَوَيْنَا .

ہمارے نزدیک یہ وقوف واجب ہے رکن نہیں ہے کیونکہ اگر حج کرنے والے نے اس کو ترک کیا تو اس پر دم لازم آئے گا۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ رکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔ اور اس طرح کے حکم سے رکن ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل میں کمزوروں کو رات میں پہلے بھیج دیا اور اگر وقوف مزدلفہ رکن ہوتا تو آپ ﷺ اس طرح حکم نہ دیتے۔ اور تمہاری تلاوت کردہ آیت میں ذکر مذکور ہے جو بہ اجماع رکن نہیں ہے۔ اور وقوف مزدلفہ کا وجوب ہم نے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے پہنچانا کہ جس نے ہمارے ساتھ اس موقف میں وقف کیا حالانکہ اس سے پہلے وہ عرفات سے ہو آیا ہو۔ تو اس کا حج مکمل ہوگیا۔ آپ ﷺ نے تمام حج کو وقوف مزدلفہ کے ساتھ معلق کیا ہے اور یہی واجب ہونے کی علامت کے قابل ہے ہاں البتہ جب حاجی نے اس کو عذر کی بناء پر ترک کیا یعنی اس وجہ سے کہ اس میں کمزوری یا بیماری یا وہ عورت جو بھیڑ

سے ڈرنے والی ہو تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اسی حدیث کی بناء پر جو ہم نے روایت کی ہے۔

وادی محسر کے سوا مزدلفہ سارے کا سارا وقوف ہے

قَالَ (وَالْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا وَادِىَ مُحَسِّرٍ) لِمَا رَوَيْنَا مِنْ قَبْلُ. قَالَ (فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اَفَاضَ الْإِمَامُ وَالنَّاسُ مَعَهُ حَتّٰى يَأْتُوا مِنًى) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ عَصَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: هٰكَذَا وَقَعَ فِي نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ وَهٰذَا غَلَطٌ.

وَالصَّحِيحُ اَنَّهُ إِذَا اَسْفَرَ اَفَاضَ الْإِمَامُ وَالنَّاسُ، لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ دَفَعَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ.

فرمایا: وادی محسر کے سوا مزدلفہ سارے کا سارا وقوف ہے۔ اسی روایت کی وجہ سے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ فرمایا: جب سورج طلوع ہو تو امام چلے اور لوگ اس کے ساتھ چلیں یہاں تک وہ منی میں آ جائیں۔ عبد ضعیف عصمہ اللہ تعالی نے کہا کہ قدوری کے نسخوں میں اسی طرح ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ جب خوب روشنی ہو جائے تب امام اور لوگ روانہ ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ سورج طلوع ہونے سے پہلے روانہ ہوئے تھے۔

جمرہ عقبہ سے رمی کی ابتداء کرنے کا بیان

قَالَ (فَيَبْتَدِئُ بِجَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ مِثْلَ حَصَى الْخَذْفِ) لِاَنَّ (النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَتٰى مِنًى لَمْ يُعَرِّجْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ)، وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ لَا يُؤْذِى بَعْضُكُمْ بَعْضًا).

وَلَوْ رَمٰى بِاَكْبَرَ مِنْهُ جَازَ لِحُصُولِ الرَّمْيِ، غَيْرَ اَنَّهُ لَا يَرْمِي بِالْكِبَارِ مِنَ الْاَحْجَارِ كَيْ لَا يَتَاَذّٰى بِهِ غَيْرُهُ (وَلَوْ رَمَاهَا مِنْ فَوْقِ الْعَقَبَةِ اَجْزَاَهُ) لِاَنَّ مَا حَوْلَهَا مَوْضِعُ النُّسُكِ، وَالْاَفْضَلُ اَنْ يَكُونَ مِنْ بَطْنِ الْوَادِى لِمَا رَوَيْنَا

(وَيُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ) كَذَا رَوٰى ابْنُ مَسْعُودٍ وَابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (وَلَوْ سَبَّحَ مَكَانَ التَّكْبِيرِ اَجْزَاَهُ) لِحُصُولِ الذِّكْرِ وَهُوَ مِنْ آدَابِ الرَّمْيِ (وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا) لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقِفْ عِنْدَهَا (وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ مَعَ اَوَّلِ حَصَاةٍ) لِمَا رَوَيْنَا عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

وَرَوٰى جَابِرٌ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ التَّلْبِيَةَ عِنْدَ اَوَّلِ حَصَاةٍ رَمٰى بِهَا جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ). ثُمَّ كَيْفِيَّةُ الرَّمْيِ اَنْ يَضَعَ الْحَصَاةَ عَلٰى ظَهْرِ اِبْهَامِهِ الْيُمْنٰى وَيَسْتَعِينُ

بِالْمُسَبِّحَةِ. وَمِقْدَارُ الرَّمْيِ اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ الرَّامِيْ وَبَيْنَ مَوْضِعِ السُّقُوْطِ خَمْسَةُ اَذْرُعٍ فَصَاعِدًا، كَذَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ يَكُوْنُ طَرْحًا. وَلَوْ طَرَحَهَا طَرْحًا اَجْزَاَهُ لِاَنَّهُ رَمٰى اِلٰى قَدَمَيْهِ اِلَّا اَنَّهُ مُسِيْءٌ لِمُخَالَفَتِهِ السُّنَّةَ، وَلَوْ وَضَعَهَا وَضْعًا لَمْ يُجْزِهٖ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِرَمْيٍ، وَلَوْ رَمَاهَا فَوَقَعَتْ قَرِيْبًا مِنَ الْجَمْرَةِ يَكْفِيْهِ لِاَنَّ هٰذَا الْقَدْرَ مِمَّا لَا يُمْكِنُ الْاِحْتِرَازُ عَنْهُ، وَلَوْ وَقَعَتْ بَعِيْدًا مِنْهَا لَا يُجْزِيْهِ لِاَنَّهُ لَمْ يُعْرَفْ قُرْبَةً اِلَّا فِيْ مَكَانٍ مَخْصُوْصٍ.

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس کے بعد وہ جمرہ عقبہ سے شروع کرے۔ پس وہ وادی بطن سے اس پر ٹھیکری کی طرح سات کنکریاں پھینکے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ جب منیٰ تشریف لائے تو کسی چیز پر توقف نہیں کیا حتیٰ کہ جمرہ عقبہ کی رمی فرمائی۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر کنکریاں مارنا لازم ہے البتہ تمہارے بعض کو بعضوں سے تکلیف نہ ہو۔ (طبرانی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مسلم)

اور اگر حج کرنے والے نے انگلی کے پورے سے بڑی کنکری پھینکی تو جائز ہے اس لئے کہ اس طرح بھی رمی حاصل ہوگئی۔ ہاں البتہ دوسروں کو اذیت پہنچانے سے بچنے کے لئے بڑا پتھر نہ پھینکے۔ اور اگر اس نے عقبہ کے اوپر سے رمی کی تو وہ بھی کافی ہے۔ کیونکہ جمرہ کے گردونواح میں مقام نسک ہے اور ہماری روایت کردہ حدیث کی بنیاد پر وادی کے اوپر سے رمی کرنا افضل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق ہر کنکری مارنے کے ساتھ تکبیر کہے۔ اور اگر اس نے تکبیر کے مقام پر تسبیح پڑھی تو بھی کافی ہے کیونکہ اللہ کا ذکر اس طرح بھی حاصل ہوگیا۔ اور اللہ ذکر کرنا یہ رمی کے آداب میں سے ہے۔

نبی کریم ﷺ جمرہ عقبہ کے پاس نہیں ٹھہرے تھے اور وہ پہلی تسبیح کے ساتھ ہی تلبیہ ختم کردے اسی حدیث کی بناء پر جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہم تک پہنچی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب جمرہ عقبہ کی رمی فرمائی تو آپ ﷺ نے پہلی کنکری کے وقت تلبیہ ختم کردیا تھا۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، بخاری)

اس کے بعد کنکری پھینکنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کنکری کو اپنے دائیں انگوٹھے کی پشت پر رکھے اور شہادت کی انگلی کی مدد کے ساتھ رمی کرے۔ اور رمی کی مقدار یہ ہے کہ پھینکنے والے سے گرنے کی جگہ تک پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر اس نے اس کم کیا تو وہ ڈالنا ہے۔ اور اگر وہ کنکری رکھے تو یا کفایت کرنے والا نہ ہوگا کیونکہ یہ رمی نہیں ہے۔

اور اگر اس نے رمی کی اور جمرہ کے قریب گری تو اس کے لئے کافی ہے کیونکہ اتنی مقدار سے بچنا ممکن نہیں ہے اور اگر وہ جمرہ سے دور گری تو کافی نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس طرح اس کی عبادت پہچانی نہ گئی ہاں البتہ ایک خاص مقام تک ہے۔

ایک ہی مرتبہ سات کنکریاں پھینکنے کا حکم

وَلَوْ رَمَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ جُمْلَةً فَهٰذِهٖ وَاحِدَةٌ لِاَنَّ الْمَنْصُوصَ عَلَيْهِ تَفَرُّقُ الْاَفْعَالِ، وَيَأْخُذُ الْحَصَى مِنْ اَيِّ مَوْضِعٍ شَاءَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْجَمْرَةِ فَاِنَّ ذٰلِكَ يُكْرَهُ لِاَنَّ مَا عِنْدَهَا مِنَ الْحَصَى مَرْدُوْدٌ، هٰكَذَا جَاءَ فِي الْاَثَرِ فَيَتَشَاءَمُ بِهٖ، وَمَعَ هٰذَا لَوْ فَعَلَ اَجْزَاهُ لِوُجُوْدِ فِعْلِ الرَّمْيِ۔
وَيَجُوْزُ الرَّمْيُ بِكُلِّ مَا كَانَ مِنْ اَجْزَاءِ الْاَرْضِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ فِعْلُ الرَّمْيِ وَذٰلِكَ يَحْصُلُ بِالطِّيْنِ كَمَا يَحْصُلُ بِالْحَجَرِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا رَمَى بِالذَّهَبِ اَوِ الْفِضَّةِ لِاَنَّهٗ يُسَمَّى نِثَارًا لَا رَمْيًا۔

اور اگر اس نے ایک ہی مرتبہ سات کنکریاں پھینک دیں تو وہ ایک ہی کنکری شمار ہوگی۔ کیونکہ اس حکم میں نص فعل کا الگ الگ کرنا ہے۔ جمرہ کے سوا جہاں سے چاہے وہ کنکریاں پکڑے گا کیونکہ جمرہ کنکریاں پکڑنا مکروہ ہے۔ اس لئے جمرہ کے پاس جو کنکریاں ہیں وہ پھینکی گئی ہیں۔ اس بارے میں اثر بھی اسی طرح بیان ہوا ہے لہٰذا ان کے لینے میں نحوست ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود اگر وہ اس طرح کرتا ہے تو اس کے لئے کافی ہوگا کیونکہ رمی کا فعل پایا جارہا ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک ہر چیز جو زمین کی جنس سے ہے اس سے رمی کرنا جائز ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اختلاف کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اصل مقصد پھینکنا ہے یہ جس طرح پتھر سے حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح مٹی سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ بہ خلاف اس کے کہ جب کوئی سونے یا چاندی کے ساتھ رمی کرے۔ کیونکہ اس کا یہ عمل بکھیرنا کہلائے گا اس کا یہ عمل رمی کرنا نہیں کہلائے گا۔

ذبح، حلق اور قصر کروانے کا بیان

قَالَ (ثُمَّ يَذْبَحُ اِنْ اَحَبَّ ثُمَّ يَحْلِقُ اَوْ يُقَصِّرُ) لِمَا رُوِيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ (اِنَّ اَوَّلَ نُسُكِنَا فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نَرْمِيَ ثُمَّ نَذْبَحَ ثُمَّ نَحْلِقَ) وَلِاَنَّ الْحَلْقَ مِنْ اَسْبَابِ التَّحَلُّلِ، وَكَذَا الذَّبْحُ حَتّٰى يَتَحَلَّلَ بِهِ الْمُحْصَرُ فَيُقَدِّمُ الرَّمْيَ عَلَيْهِمَا، ثُمَّ الْحَلْقُ مِنْ مَحْظُوْرَاتِ الْاِحْرَامِ فَيُقَدِّمُ عَلَيْهِ الذَّبْحَ، وَاِنَّمَا عَلَّقَ الذَّبْحَ بِالْمَحَبَّةِ لِاَنَّ الدَّمَ الَّذِيْ يَأْتِيْ بِهِ الْمُفْرِدُ تَطَوُّعٌ وَالْكَلَامُ فِي الْمُفْرِدِ

فرمایا: اس کے بعد اگر حج کرنے والا چاہے تو وہ ذبح کرے اور پھر وہ حلق کرائے یا قصر کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آج کے دن ہمارا پہلا کام قربانی کرنا ہے کہ ہم رمی کریں پھر قربانی کریں پھر حلق کریں۔ اور اسی وجہ سے حلق کروانا احرام سے نکلنے کے اسباب میں سے ہے۔ اور اسی طرح قربانی کرنا بھی ہے کیونکہ جو بندہ

ادائے احرام سے روکا گیا تھا وہ قربانی کرنے سے حلال ہوگیا ہے۔ لہٰذا رمی کو ان دونوں پر مقدم کیا جائے گا۔ اور حق کروانا احرام کے ممنوعات میں سے ہے۔ لہٰذا حلق کو قربانی پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور یہاں (مصنف کی عبارت میں) قربانی کو چاہنے کے ساتھ اس لئے معلق کیا گیا ہے۔ کیونکہ قربانی جو اکیلا حاجی کرتا ہے وہ نفلی ہے جبکہ کلام مفرد حج کے بارے میں ہے۔

حلق کروانے کی فضیلت کا بیان

(وَالْحَلْقُ اَفْضَلُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِينَ) الْحَدِيثَ، ظَاهِرٌ بِالتَّرَحُّمِ عَلَيْهِمْ، لِاَنَّ الْحَلْقَ اَكْمَلُ فِي قَضَاءِ التَّفَثِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ، وَفِي التَّقْصِيرِ بَعْضُ التَّقْصِيرِ فَاَشْبَهَ الِاغْتِسَالَ مَعَ الْوُضُوءِ .وَيَكْتَفِي فِي الْحَلْقِ بِرُبُعِ الرَّأْسِ اعْتِبَارًا بِالْمَسْحِ، وَحَلْقُ الْكُلِّ اَوْلَى اقْتِدَاءً بِرَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .وَالتَّقْصِيرُ اَنْ يَأْخُذَ مِنْ رُءُوسِ شَعْرِهِ مِقْدَارَ الْاُنْمُلَةِ .

اور حلق افضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے حلق کروانے والوں پر رحم فرمایا۔ اس حدیث میں ان پر رحم ظاہر ہے۔ کیونکہ حلق کروانا میل کچیل نکالنا ہے اور مقصود بھی یہی ہے۔ اور بال کتروانے میں کچھ کمی ہے لہٰذا یہ غسل بمع وضو کے مشابہ ہوگیا۔ سر کے مسح پر قیاس کرتے ہوئے سر منڈانے میں چوتھائی حصہ پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے مکمل سر منڈوانا افضل ہے۔ اور کتروانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سروں سے ایک انگلی کی مقدار کے برابر تراشے۔

سوائے عورت کے تمام ممنوعات کی حلت کا بیان

قَالَ (وَقَدْ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا النِّسَاءَ) وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: وَاِلَّا الطِّيبَ اَيْضًا لِاَنَّهُ مِنْ دَوَاعِي الْجِمَاعِ .وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِيهِ (حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا النِّسَاءَ) وَهُوَ مُقَدَّمٌ عَلَى الْقِيَاسِ .وَلَا يَحِلُّ لَهُ الْجِمَاعُ فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ عِنْدَنَا، خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهُ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ بِالنِّسَاءِ فَيُؤَخَّرُ اِلَى تَمَامِ الْاِحْلَالِ

فرمایا: اور اس کے لئے سوائے عورت کے ہر چیز حلال ہوگئی۔ جبکہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے سوائے خوشبو کے کیونکہ وہ جماع کی طرف بلانے والی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے سوائے عورت کے ہر چیز حلال ہوئی اور یہی دلیل قیاس پر مقدم ہے۔ اور ہمارے نزدیک فرج کے سوا میں جماع حلال نہیں ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے کیونکہ یہ عورتوں کے ساتھ شہوت کو پورا کرنا ہے لہٰذا اس کو پورے حلال ہونے تک مؤخر کیا جائے گا۔

احرام سے باہر نکلنے کے لئے رمی سبب ہونے یا نہ ہونے کا بیان

(ثُمَّ الرَّمْيُ لَيْسَ مِنْ اَسْبَابِ التَّحَلُّلِ عِنْدَنَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ ۔هُوَ يَقُولُ: اِنَّهُ يَتَوَقَّتُ بِيَوْمِ النَّحْرِ كَالْحَلْقِ فَيَكُونُ بِمَنْزِلَتِهِ فِي التَّحْلِيلِ ۔

وَلَنَا اَنَّ مَا يَكُونُ مُحَلِّلًا يَكُونُ جِنَايَةً فِي غَيْرِ اَوَانِهِ كَالْحَلْقِ، وَالرَّمْيُ لَيْسَ بِجِنَايَةٍ فِي غَيْرِ اَوَانِهِ، بِخِلَافِ الطَّوَافِ لِاَنَّ التَّحَلُّلَ بِالْحَلْقِ السَّابِقِ لَا بِهِ ۔

فقہاء احناف کے نزدیک رمی احرام سے نکالنے والے اسباب میں سے نہیں ہے جبکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اختلاف کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں رمی بھی حلق کی طرح نحر کے دن کے ساتھ موقت ہے لہٰذا وہ حلال کرنے کے مرتبے میں ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو چیز حلال کرنے والی ہوتی ہے وہ حلال ہونے سے پہلے اگر کی تو وہ جرم ہوگا۔ جس طرح حلق کروانا ہے اور رمی جرم نہیں ہے بہ خلاف طواف کے کیونکہ اس کا حلال ہونا پہلے حلق کی وجہ سے ہے طواف کی وجہ سے نہیں ہے۔

دسویں ذوالحج کو منیٰ میں رمی کرنے کے بعد مکہ میں آنے کا بیان

قَالَ (ثُمَّ يَأْتِي مَكَّةَ مِنْ يَوْمِهِ ذٰلِكَ اَوْ مِنَ الْغَدِ اَوْ مِنْ بَعْدِ الْغَدِ، فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ طَوَافَ الزِّيَارَةِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ) لِمَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمَّا حَلَقَ اَفَاضَ اِلَى مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ عَادَ اِلَى مِنًى وَصَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى) ۔

فرمایا۔ اس کے بعد وہ اسی دن یا گیارہ یا بارہ کو مکہ میں آئے اور وہ طواف زیارت کرے اور اس کے سات چکر ہیں۔ کیونکہ یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب حلق کروایا تو آپ ﷺ مکہ تشریف لائے پس آپ ﷺ نے بیت (اللہ) کا طواف کیا۔ اس کے بعد منیٰ واپس آئے اور منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھی۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، مستدرک)

طواف زیارت کا وقت نحر کے دن ہیں

وَوَقْتُهُ اَيَّامُ النَّحْرِ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَطَفَ الطَّوَافَ عَلَى الذَّبْحِ قَالَ (فَكُلُوا مِنْهَا) ثُمَّ قَالَ (وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ) فَكَانَ وَقْتُهُمَا وَاحِدًا ۔وَاَوَّلُ وَقْتِهِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ، لِاَنَّ مَا قَبْلَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَقْتُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ وَالطَّوَافُ مُرَتَّبٌ عَلَيْهِ، وَاَفْضَلُ هٰذِهِ الْاَيَّامِ اَوَّلُهَا كَمَا فِي التَّضْحِيَةِ ۔وَفِي الْحَدِيثِ (اَفْضَلُهَا اَوَّلُهَا) ۔

اور طواف کا وقت قربانی کے دن ہیں۔ کیونکہ اللہ نے طواف کا عطف قربانی پر ڈالا ہے اور فرمایا: "کلوا منہا" فرمایا: "وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ" لہٰذا ان دونوں کا وقت ایک ہے۔

اور اس کا وقت دسویں کے دن طلوع فجر کے بعد سے شروع ہوتا ہے کیونکہ اس سے پہلے رات ہے جو وقوف مزدلفہ کا

اور طواف کو اس پر مرتب کیا گیا ہے۔ اور ان دنوں میں سے پہلا دن افضل ہے جس طرح قربانی میں ہے اور حدیث میں بھی اسی طرح ہے کہ ان میں پہلا دن افضل ہے۔

طواف قدوم کے بعد سعی کرنے والے کا بیان

(فَإِنْ كَانَ قَدْ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَقِيبَ طَوَافِ الْقُدُومِ لَمْ يَرْمُلْ فِي هٰذَا الطَّوَافِ وَلَا سَعْيَ عَلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ لَمْ يُقَدِّمِ السَّعْيَ رَمَلَ فِي هٰذَا الطَّوَافِ وَسَعَى بَعْدَهُ) لِأَنَّ السَّعْيَ لَمْ يُشَرَّعْ إِلَّا مَرَّةً وَالرَّمَلُ مَا شُرِعَ إِلَّا مَرَّةً فِي طَوَافٍ بَعْدَهُ سَعْيٌ (وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ هٰذَا الطَّوَافِ) لِأَنَّ خَتْمَ كُلِّ طَوَافٍ بِرَكْعَتَيْنِ فَرْضًا كَانَ لِلطَّوَافِ أَوْ نَفْلًا لِمَا بَيَّنَّا ۔

قَالَ (وَقَدْ حَلَّ لَهُ النِّسَاءُ) وَلٰكِنْ بِالْحَلْقِ السَّابِقِ إِذْ هُوَ الْمُحَلِّلُ لَا بِالطَّوَافِ، إِلَّا أَنَّهُ أَخَّرَ عَمَلَهُ فِي حَقِّ النِّسَاءِ ۔

اگر وہ شخص طواف قدوم کے بعد صفا مروہ کی سعی کر چکا ہے تو وہ طواف زیارت میں رمل نہیں کرے گا۔ اور اس پر سعی کرنا بھی لازم نہیں ہے۔ اور اگر اس نے صفا مروہ کے درمیان پہلے سعی نہیں کی تو وہ طواف زیارت میں رمل کرے اور اس کے بعد سعی کرے کیونکہ سعی اور رمل ایک ہی مرتبہ مشروع ہوئے ہیں۔ لیکن ان کا ایک ہونا اس طرح کے طواف کے بعد ہے جس کے بعد سعی کی جائے اور طواف زیارت کے بعد وہ دو رکعات نماز پڑھے کیونکہ طواف کا اختتام دو رکعتوں کے ساتھ ہے۔ خواہ وہ طواف فرض ہو یا نفلی ہو اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور حلق سابق کی وجہ سے عورتیں حلال ہو گئی ہیں۔ کیونکہ حلال کرنے والا (حلق) ہے طواف حلال کرنے والا نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ عمل عورتوں کے حق میں موخر کر دیا گیا ہے۔

طواف زیارت کی شرعی حیثیت میں فقہی بیان

قَالَ (وَهٰذَا الطَّوَافُ هُوَ الْمَفْرُوضُ فِي الْحَجِّ) وَهُوَ رُكْنٌ فِيهِ إِذْ هُوَ الْمَأْمُورُ بِهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى (وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ) وَيُسَمَّى طَوَافُ الْإِفَاضَةِ وَطَوَافَ يَوْمِ النَّحْرِ (وَيُكْرَهُ تَأْخِيرُهُ عَنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ مُوَقَّتٌ بِهَا (وَإِنْ أَخَّرَهُ عَنْهَا لَزِمَهُ دَمٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) وَسَنُبَيِّنُهُ فِي بَابِ الْجِنَايَاتِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

فرمایا: حج میں یہ طواف فرض ہے۔ اور یہی اس میں رکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ" اس میں اسی طواف کا ذکر ہے۔ اور اس کا نام طواف افاضہ بھی رکھا گیا ہے اور یوم نحر کا بھی طواف ہے۔
اور اس طواف کو ان دنوں سے مؤخر کرنا مکروہ ہے اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ یہ طواف انہی دنوں کے ساتھ موقت ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر اس نے اس کو مؤخر کیا تو اس پر دم لازم ہے۔ اور آئندہ باب الجنایات میں ہم اس کو ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

طواف زیارت کے بعد منیٰ میں جانے کا بیان

قَالَ (ثُمَّ يَعُودُ إِلَى مِنًى فَيُقِيمُ بِهَا) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَجَعَ إِلَيْهَا كَمَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّهُ بَقِيَ عَلَيْهِ الرَّمْيُ وَمَوْضِعُهُ بِمِنًى (فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِي مِنْ أَيَّامِ النَّحْرِ رَمَى الْجِمَارَ الثَّلَاثَ فَيَبْدَأُ بِالَّتِي تَلِي مَسْجِدَ الْخَيْفِ فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ وَيَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَرْمِي الَّتِي تَلِيهَا مِثْلَ ذَلِكَ وَيَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ كَذَلِكَ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا) هٰكَذَا رَوَى جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيمَا نَقَلَ مِنْ نُسُكِ رَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مُفَسَّرًا، وَيَقِفُ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ فِي الْمَقَامِ الَّذِي يَقِفُ فِيهِ النَّاسُ وَيَحْمَدُ اللّٰهَ وَيُثْنِي عَلَيْهِ وَيُهَلِّلُ وَيُكَبِّرُ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَيَدْعُو بِحَاجَتِهِ .

فرمایا: اس کے بعد وہ منیٰ کی طرف جائے اور وہاں ٹھہرے کیونکہ نبی کریم ﷺ منیٰ تشریف لائے تھے جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں کیونکہ اس پر رمی جمار کرنا باقی ہے۔ اور اس کا مقام منیٰ ہے۔ اس کے بعد قربانی ہی کے دنوں میں دوسرے دن جب سورج زوال پذیر ہو جائے تو وہ تینوں جمرات کی رمی کرے۔ اور مسجد خیف کے پاس والے جمرہ سے ابتداء کرے اور اس پر سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے اور اسی کے پاس ٹھہرے۔ اس کے بعد جو اس سے ملا ہوا ہے اس جمرہ کی رمی کرے اسی طرح کرے اور اس کے پاس ٹھہرے اور پھر اسی طرح جمرہ عقبہ کی رمی کرے اور اس کے پاس نہ ٹھہرے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تفسیر کے ساتھ اس حدیث میں بیان کیا ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے قربانی کے بارے میں روایت کی ہے۔ اور وہ دونوں جمروں میں وہاں ٹھہرے جہاں لوگ ٹھہرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کہے اور ''لا الہ الا اللہ'' کہے اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے اور اپنی حاجت کے لئے دعا مانگے۔ (مسلم، بخاری، ابوداؤد، حاکم، ابن حبان)۔

جمرتین کے پاس رفع یدین کرنے کا بیان

وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ) وَذَكَرَ مِنْ جُمْلَتِهَا عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ .وَالْمُرَادُ رَفْعُ الْأَيْدِي بِالدُّعَاءِ .

وَيَنْبَغِي أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِلْمُؤْمِنِينَ فِي دُعَائِهِ فِي هٰذِهِ الْمَوَاقِفِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ) ثُمَّ الْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ رَمْيٍ بَعْدَهُ رَمْيٌ يَقِفُ بَعْدَهُ

لِاَنَّهٗ فِي وَسَطِ الْعِبَادَةِ فَيَأْتِي بِالدُّعَاءِ فِيهِ، وَكُلُّ رَمْيٍ لَيْسَ بَعْدَهٗ رَمْيٌ لَا يَقِفُ لِاَنَّ الْعِبَادَةَ قَدْ انْتَهَتْ، وَلِهٰذَا لَا يَقِفُ بَعْدَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فِي يَوْمِ النَّحْرِ اَيْضًا ۔

اور وہ اپنے ہاتھوں کو بلند کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سات مقامات کے سوا کہیں رفع یدین نہ کرو اور ان تمام کے ساتھ جمرتین ۔ کہ رفع یدین کو بھی ذکر کیا اور رفع یدین سے مراد دعا ہے۔ اور اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ ان مقامات پر دعا میں مؤمنین کے لئے بخشش کی دعا کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! حج کرنے والے کی بخشش فرما اور جس کے لئے اس نے بخشش طلب کی اس کی بھی بخشش کر۔ اس کے بعد قانون یہ ہے ہر وہ رمی جس کے بعد رمی ہو اس کے بعد وہ وقوف کرے۔ کیونکہ یہ عمل عبادت کے درمیان میں ہے لہٰذا اس عمل میں دعا کرے اور ہر وہ رمی جس کے بعد رمی نہ ہو اس میں نہ ٹھہرے کیونکہ عبادت ختم ہوگئی ہے لہٰذا اسی وجہ سے یوم نحر میں جمرہ عقبہ کے بعد وہ نہ ٹھہرے۔

بارہ ذوالحجہ کی رمی کے بعد نکلنے کا بیان

قَالَ (فَاِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ رَمَى الْجِمَارَ الثَّلَاثَ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ كَذٰلِكَ، وَاِنْ اَرَادَ اَنْ يَتَعَجَّلَ النَّفْرَ اِلٰى مَكَّةَ نَفَرَ، وَاِنْ اَرَادَ اَنْ يُقِيمَ رَمَى الْجِمَارَ الثَّلَاثَ فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ) لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: (فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنْ اتَّقٰى) وَالْاَفْضَلُ اَنْ يُقِيمَ لِمَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَبَرَ حَتّٰى رَمَى الْجِمَارَ الثَّلَاثَ فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ) .

فرمایا: جب اس کو دوسرا دن ہو تو وہ سورج کے زوال کے بعد رمی کرے اور ایسے ہی اگر وہ جلدی جانے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ مکہ کی طرف جائے اور اگر وہ ٹھہرے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ چوتھے دن بھی سورج کے زوال کے بعد رمی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو بندہ جو دو دن میں جلدی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور جو تاخیر کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ جس نے تقویٰ اختیار کیا۔ اور فضیلت اسی میں ہے کہ وہ ٹھہرا رہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا ہے یہاں تک آپ ﷺ نے چوتھے دن تینوں جمرات کی رمی فرمائی۔ (ابوداؤد، ابن حبان، حاکم)

تیرھویں ذوالحجہ کی فجر سے پہلے نکلنے کا بیان

وَلَهٗ اَنْ يَنْفِرَ مَا لَمْ يَطْلُعُ الْفَجْرُ مِنَ الْيَوْمِ الرَّابِعِ، فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَمْ يَكُنْ لَهٗ اَنْ يَنْفِرَ لِدُخُولِ وَقْتِ الرَّمْيِ، وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَاِنْ قَدَّمَ الرَّمْيَ فِي هٰذَا الْيَوْمِ) يَعْنِي الْيَوْمَ الرَّابِعَ (قَبْلَ الزَّوَالِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ جَازَ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ، وَقَالَا لَا يَجُوزُ اعْتِبَارًا بِسَائِرِ الْاَيَّامِ، وَاِنَّمَا التَّفَاوُتُ فِي رُخْصَةِ النَّفْرِ، فَاِذْ لَمْ يَتَرَخَّصْ اِلْتَحَقَ

بِهَا، وَمَذْهَبُهُ مَرْوِيٌّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَلِأَنَّهُ لَمَّا ظَهَرَ أَثَرُ التَّخْفِيفِ فِي هٰذَا الْيَوْمِ فِي حَقِّ التَّرْكِ فَلَأَنْ يَظْهَرَ فِي جَوَازِهِ فِي الْأَوْقَاتِ كُلِّهَا أَوْلَى، بِخِلَافِ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي حَيْثُ لَا يَجُوزُ الرَّمْيُ فِيهِمَا إِلَّا بَعْدَ الزَّوَالِ فِي الْمَشْهُورِ مِنَ الرِّوَايَةِ، لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ تَرْكُهُ فِيهِمَا فَبَقِيَ عَلَى أَصْلِ الْمَرْوِيِّ .

فَأَمَّا يَوْمُ النَّحْرِ فَأَوَّلُ وَقْتِ الرَّمْيِ مِنْ وَقْتِ طُلُوعِ الْفَجْرِ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: أَوَّلُهُ بَعْدَ نِصْفِ اللَّيْلِ لِمَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلرِّعَاءِ أَنْ يَرْمُوا لَيْلًا) .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَرْمُوا جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ إِلَّا مُصْبِحِينَ) وَيُرْوَى (حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ)

اور حج کرنے والے کے لئے اختیار ہے کہ وہ چوتھے دن کی طلوع فجر سے پہلے پہلے نکل سکتا ہے لیکن جب چوتھے دن کی فجر طلوع ہوگئی تو اب اس کے لئے جانا جائز نہیں ہے کیونکہ اب رمی کا وقت داخل ہوگیا ہے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسی دن یعنی چوتھے دن کے بعد زوال آفتاب سے پہلے طلوع فجر کے بعد رمی کو مقدم کیا تو جائز ہے۔ اور یہی استحسان ہے۔

صاحبین نے فرمایا: تمام دنوں پر قیاس کرتے ہوئے اس کے لئے جائز نہیں ہے۔ جبکہ فرق صرف روانگی کی اجازت میں ہے۔ لہٰذا جب حج کرنے والے نے جانے کا ارادہ نہ کیا تو چوتھا دن بھی دوسرے ایام کے ساتھ لاحق ہوگیا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے۔ اور اسی دلیل کی بنیاد پر کہ اس دن میں رمی رہ جانے کے حق میں تخفیف کا حکم ظاہر ہوگیا لہٰذا وہ تمام اوقات میں بدرجہ اولیٰ جائز ہونے میں ظاہر ہوگا۔ یہ خلاف پہلے اور دوسرے دن کے کیونکہ ان دونوں دنوں میں مشہور روایت کے مطابق رمی جائز نہیں ہے۔ البتہ زوال کے بعد جائز ہے کیونکہ ان دونوں دنوں اس کا ترک جائز نہیں ہے لہٰذا رمی اپنی اصل پر باقی رہے گی جو روایت میں اس کی دلیل بیان کی گئی ہے۔

بہر حال یوم نحر کا حکم تو اس میں رمی کا اول وقت طلوع فجر کے وقت سے ہے۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اول وقت آدھی رات کے بعد سے ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چرواہوں کو رات میں رمی کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جمرہ عقبہ کی رمی نہ کرنا حتیٰ کہ صبح کرنے والے ہو جاؤ۔ اور یہ بھی روایت بیان کی گئی ہے یہاں تک سورج طلوع ہو جائے۔

یوم نحر میں اصل کے باقی رہنے اور فضیلت کے ثابت ہونے کا بیان

فَيَثْبُتُ اَصْلُ الْوَقْتِ بِالْاَوَّلِ وَالْاَفْضَلِيَّةُ بِالثَّانِي .وَتَأْوِيلُ مَا رُوِيَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ وَالثَّالِثَةَ، وَلِاَنَّ لَيْلَةَ النَّحْرِ وَقْتُ الْوُقُوفِ وَالرَّمْيِ يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ فَيَكُونُ وَقْتُهُ بَعْدَهُ ضَرُورَةً .

ثُمَّ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَمْتَدُّ هٰذَا الْوَقْتُ اِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اِنَّ اَوَّلَ نُسُكِنَا فِي هٰذَا الْيَوْمِ الرَّمْيُ)، جَعَلَ الْيَوْمَ وَقْتًا لَهُ وَذَهَابُهُ بِغُرُوبِ الشَّمْسِ .وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يَمْتَدُّ اِلَى وَقْتِ الزَّوَالِ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَا .

لہٰذا اول وقت حدیث اول سے ثابت ہوگیا اور فضیلت حدیث ثانی سے ثابت ہوگئی۔ اور حضرت امام شافعی ؒ کی بیان کردہ روایت کی دوسری تیسری رات مراد ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ دسویں کی رات وقوف مزدلفہ کا وقت ہے جبکہ رمی کا حکم وقوف مزدلفہ پر صادر ہوتا ہے۔ لہٰذا رمی کا وقت ضروری طور پر وقوف کے بعد ہوگا۔

حضرت امام اعظم ؒ کے نزدیک یہ وقت سورج کے غروب ہونے تک لمبا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس دن میں ہمارا پہلا کام قربانی کرنا ہے پس نبی کریم ﷺ نے رمی کا وقت یہی دن قرار دیا ہے۔ اور سورج غروب ہوجانے سے دن چلا جاتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف ؒ سے روایت ہے کہ یہ وقت سورج کے زوال تک لمبا ہوجاتا ہے اور حضرت امام ابو یوسف ؒ کے خلاف وہ حدیث حجت ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

یوم نحر کی رات کو رمی کرنے کا بیان

وَاِنْ اَخَّرَ اِلَى اللَّيْلِ رَمَاهُ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِحَدِيثِ الرِّعَاءِ .وَاِنْ اَخَّرَ اِلَى الْغَدِ رَمَاهُ لِاَنَّهُ وَقْتُ جِنْسِ الرَّمْيِ، وَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِتَأْخِيرِهِ عَنْ وَقْتِهِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُهُ .

قَالَ (فَاِنْ رَمَاهَا رَاكِبًا اَجْزَاَهُ) لِحُصُولِ فِعْلِ الرَّمْيِ (وَكُلُّ رَمْيٍ بَعْدَهُ رَمْيٌ فَالْاَفْضَلُ اَنْ يَرْمِيَهُ مَاشِيًا وَاِلَّا فَيَرْمِيهِ رَاكِبًا) لِاَنَّ الْاَوَّلَ بَعْدَهُ وُقُوفٌ وَدُعَاءٌ عَلَى مَا ذَكَرْنَا فَيَرْمِيهِ مَاشِيًا لِيَكُونَ اَقْرَبَ اِلَى التَّضَرُّعِ، وَبَيَانُ الْاَفْضَلِ مَرْوِيٌّ عَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

اور اگر حج کرنے والے نے جمرہ عقبہ کی رمی کو رات تک مؤخر کیا تو وہ رات رمی کرے اور اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔ حدیث رعاء کی دلیل کی بنیاد پر اجازت ہے۔ اور اگر اس نے دوسرے دن تک تاخیر کی تو بھی رمی کرے کیونکہ جنس رمی کا وقت ہے۔

حضرت امام اعظم ؒ کے نزدیک اس صورت میں اس پر ایک دم لازم ہے کیونکہ رمی اپنے وقت سے مؤخر ہوچکی ہے اور یہی آپ ؒ کا مذہب ہے۔

فرمایا: اگر اس نے سوار ہو کر رمی جمار کی تو ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ رمی کا عمل حاصل ہو گیا ہے اور ہر وہ رمی جس کے بعد رمی ہو تو اس میں فضیلت یہ ہے کہ اس کی رمی پیدل کرے۔ یا پھر سوار ہو کر رمی کرے۔ کیونکہ پہلی کے بعد ٹھہرنا اور دعا کرنا ہے اسی حدیث کی دلیل کی بنیاد پر جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور وہ پیدل رمی کرے تا کہ عاجزی کی وجہ سے قرب نصیب ہو جائے اور فضیلت کا بیان حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے۔

رمی کی راتوں میں رات منیٰ میں گزارنے کا بیان

وَيُكْرَهُ اَنْ لَا يَبِيتَ بِمِنًى لَيَالِي الرَّمْيِ لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ بَاتَ بِمِنًى، وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُؤَدِّبُ عَلَى تَرْكِ الْمَقَامِ بِهَا . وَلَوْ بَاتَ فِي غَيْرِهَا مُتَعَمِّدًا لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ عِنْدَنَا، خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهُ وَجَبَ لِيَسْهُلَ عَلَيْهِ الرَّمْيُ فِي اَيَّامِهِ فَلَمْ يَكُنْ مِنْ اَفْعَالِ الْحَجِّ فَتَرْكُهُ لَا يُوجِبُ الْجَابِرَ .

قَالَ (وَيُكْرَهُ اَنْ يُقَدِّمَ الرَّجُلُ ثِقَلَهُ اِلَى مَكَّةَ وَيُقِيمَ حَتّٰى يَرْمِيَ) لِمَا رُوِيَ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَمْنَعُ مِنْهُ وَيُؤَدِّبُ عَلَيْهِ، وَلِاَنَّهُ يُوجِبُ شَغْلَ قَلْبِهِ

اور رمی کی راتوں میں منیٰ میں رات نہ گزارنا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں رات بسر کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں قیام رات ترک کرنے والے کو ادب سکھاتے تھے۔

فقہاء احناف کے نزدیک اگر حج کرنے والے نے بغیر ارادے کے منیٰ کے علاوہ رات گزاری تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ثبوت قیام اس لئے ہے کہ حج کرنے والے پر رمی کے ایام میں رمی کرنا آسان ہو جائے لہٰذا یہ عمل حج کے افعال سے نہ ہوا۔ تو اس کو چھوڑنے سے نقصان کو پورا کرنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

فرمایا: حج کرنے والے کے لئے مکروہ ہے کہ سامان مکہ کی طرف پہلے روانہ کر دے اور خود ٹھہرا رہے۔ حتیٰ کہ رمی کرے۔ اس لئے کہ روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عمل سے منع کرتے تھے۔ اور اس پر لوگوں کو خبردار کرتے تھے۔ اس دلیل کی بنیاد پر کہ اس کا یہ عمل اس کے دل کو مصروف کر دے گا۔

مقام محصب میں ٹھہرنے کا بیان

(وَاِذَا نَفَرَ اِلَى مَكَّةَ نَزَلَ بِالْمُحَصَّبِ) وَهُوَ الْاَبْطَحُ وَهُوَ اسْمُ مَوْضِعٍ قَدْ نَزَلَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ نُزُولُهُ قَصْدًا هُوَ الْاَصَحُّ حَتّٰى يَكُونَ النُّزُولُ بِهِ سُنَّةً عَلَى مَا رُوِيَ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِهِ (اِنَّا نَازِلُونَ غَدًا بِالْخَيْفِ خَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمَ الْمُشْرِكُونَ فِيهِ عَلَى شِرْكِهِمْ) يُشِيرُ اِلَى عَهْدِهِمْ عَلَى هِجْرَانِ بَنِي هَاشِم

فَعَرَفْنَا اَنَّهٗ نَزَلَ بِهٖ اِرَاءَةً لِلْمُشْرِكِيْنَ لَطِيْفَ صُنْعِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِهٖ، فَصَارَ سُنَّةً كَالرَّمَلِ فِي الطَّوَافِ۔

اور جب وہ مکہ روانہ ہو تو محصب میں اترے اور وہی ابطح ہے اور یہ ایک جگہ کا نام ہے جہاں رسول اللہ ﷺ اترے تھے اور محصب میں آپ ﷺ کا اترنا بطور ارادہ تھا۔ اور صحیح روایت یہی ہے۔ لہٰذا محصب میں اترنا سنت ہو گیا اور اس دلیل کی بنیاد پر جو روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب ﷺ سے فرمایا: ہم کل کے دن خیف میں اتریں گے خیف بنو کنانہ میں ہے جہاں مشرکین نے اپنے شرک پر قسمیں اٹھائیں تھیں۔ آپ ﷺ کا یہ کلام بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ مشرکوں نے بنو ہاشم کو چھوڑنے میں بڑی کوشش کی تھی تو ہم نے سمجھ لیا کہ آپ ﷺ وہاں محصب میں اترے۔ تاکہ مشرکین دیکھائیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت لطیفہ آپ کے ساتھ ہے لہٰذا طواف میں رمل کی طرح یہ سنت ہو گیا۔

طواف صدور کے بیان میں فقہی حکم

قَالَ (ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ لَا يَرْمُلُ فِيْهَا وَهٰذَا طَوَافُ الصَّدْرِ) وَيُسَمّٰى طَوَافَ الْوَدَاعِ وَطَوَافَ آخِرِ عَهْدِهٖ بِالْبَيْتِ لِاَنَّهٗ يُوَدِّعُ الْبَيْتَ وَيَصْدُرُ بِهٖ (وَهُوَ وَاجِبٌ عِنْدَنَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ، لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ فَلْيَكُنْ آخِرَ عَهْدِهٖ بِالْبَيْتِ الطَّوَافُ) وَرَخَّصَ لِلنِّسَاءِ الْحُيَّضِ تَرْكَهٗ ۔قَالَ (اِلَّا عَلٰى اَهْلِ مَكَّةَ) لِاَنَّهُمْ لَا يُصْدِرُوْنَ وَلَا يُوَدِّعُوْنَ، وَلَا رَمَلَ فِيْهِ لِمَا بَيَّنَّا اَنَّهٗ شُرِعَ مَرَّةً وَاحِدَةً ۔وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ بَعْدَهٗ لِمَا قَدَّمْنَا

فرمایا: اس کے بعد وہ مکہ میں داخل ہو جائے اور بیت اللہ کے سات چکر لگائے جن میں رمل نہیں کرے گا۔ اور یہ طواف صدور ہے۔ اور اسی کا نام طواف وداع بھی ہے اور حج کے زمانے میں آخری عمل طواف صدور ہے کیونکہ اسی طواف کے ساتھ وہ بیت اللہ کو وداع کرتا ہوا روانہ ہوتا ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک یہ طواف واجب ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اس گھر کا طواف کیا تو اس کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے سوائے اہل مکہ کے حائضہ عورتوں کو اجازت دی ہے۔ کیونکہ مکہ والے نہ روانہ ہوتے ہیں اور نہ ہی وداع کہتے ہیں اور اس طواف میں رمل نہیں ہے اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ رمل صرف ایک مرتبہ مشروع ہے اور اس کے بعد طواف کی دو رکعات پڑھے۔ اسی حدیث کے پیش نظر جو ہم پہلے روایت کر چکے ہیں۔

حج کرنے والے کے لئے آب زم زم پینے کی فضیلت کا بیان

(ثُمَّ يَأْتِيْ زَمْزَمَ فَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا) لِمَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اسْتَقٰى دَلْوًا

بِنَفْسِهِ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ أَفْرَغَ بَاقِيَ الدَّلْوِ فِي الْبِئْرِ) وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَأْتِيَ الْبَابَ وَيُقَبِّلُ الْعَتَبَةَ (ثُمَّ يَأْتِي الْمُلْتَزَمَ، وَهُوَ مَا بَيْنَ الْحَجَرِ إِلَى الْبَابِ فَيَضَعُ صَدْرَهُ وَوَجْهَهُ عَلَيْهِ وَيَتَشَبَّثُ بِالْأَسْتَارِ سَاعَةً ثُمَّ يَعُودُ إِلَى أَهْلِهِ) هٰكَذَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَعَلَ بِالْمُلْتَزَمِ ذٰلِكَ .

قَالُوا: وَيَنْبَغِي أَنْ يَنْصَرِفَ وَهُوَ يَمْشِي وَرَاءَهُ وَوَجْهُهُ إِلَى الْبَيْتِ مُتَبَاكِيًا مُتَحَسِّرًا عَلَى فِرَاقِ الْبَيْتِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ .فَهٰذَا بَيَانُ تَمَامِ الْحَجِّ .

اس کے بعد وہ زمزم کے پاس آئے اور اس سے پئے۔ کیونکہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے ایک ڈول بھرا اور اس سے خود نوش فرمایا پھر بقیہ ڈول کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور مستحب یہ ہے کہ باب کعبہ سے آئے اور چوکھٹ کو چومے اور ملتزم آئے اور وہ حجر اسود سے لے کر کعبہ کے باب تک ہے۔ اب وہ اس پر اپنے سینے اور چہرے کو رکھے اور ایک ساعت کے لئے کعبہ کے پردوں سے لپٹ جائے اور پھر اپنے اہل وعیال کے پاس آئے۔ اسی طرح روایت بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ملتزم کے ساتھ اسی طرح کیا تھا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، مصنف عبدالرزاق، دارقطنی، حاکم)

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ اپنے پیچھے کی جانب چلتا ہوا لوٹے اس حال میں کہ اس کا چہرہ بیت اللہ کی طرف رہے۔ اور وہ روتا ہوا بیت اللہ کی جدائی سے حسرت کرتا ہوا آئے یہاں تک مسجد حرام سے باہر آئے۔ یہ مکمل حج کا بیان ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل اس حاجی کے بیان میں ہے جو مکہ میں داخل نہ ہو﴾

فصل بغیر احرام کے دخول مکہ میں فقہی مطابقت کا بیان

یہ فصل افعال حج میں سے مسائل شتیٰ کی ہے۔ اس میں بعض اس طرح کے مسائل کا ذکر ہے جو باب سے متعلق ہیں۔ اور باب مسائل باب کے موضوع سے مختلف ہیں۔ اسی لئے اس فصل کو ابواب الحج میں مسائل شتیٰ کی فصل کا نام دیا گیا ہے۔

جو محرم مکہ میں گئے بغیر عرفات چلا گیا

(فَإِنْ لَمْ يَدْخُلِ الْمُحْرِمُ مَكَّةَ وَتَوَجَّهَ إِلَى عَرَفَاتٍ وَوَقَفَ بِهَا) عَلَى مَا بَيَّنَّا (سَقَطَ عَنْهُ طَوَافُ الْقُدُومِ) لِأَنَّهُ شُرِعَ فِي ابْتِدَاءِ الْحَجِّ عَلَى وَجْهٍ يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ سَائِرُ الْأَفْعَالِ، فَلَا يَكُونُ الْإِتْيَانُ بِهِ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ الْوَجْهِ سُنَّةً (وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ بِتَرْكِهِ) لِأَنَّهُ سُنَّةٌ، وَبِتَرْكِ السُّنَّةِ لَا يَجِبُ الْجَابِرُ

اگر محرم مکہ میں داخل نہ ہوا اور وہ عرفات چلا گیا اور وہاں کا وقوف کیا جس طرح ہم نے بیان کیا ہے تو اس سے طواف قدوم ساقط نہ ہوگا۔ کیونکہ طواف قدوم حج کے شروع میں اس طرح مشروع ہے کہ حج کے تمام افعال اس پر مرتب ہوں لہٰذا اس طریقے کے خلاف طواف قدوم کو لانا خلاف سنت ہوگا۔ اور اس کے ترک پر کچھ واجب بھی نہ ہوگا کیونکہ وہ سنت ہے۔ اور ترک سنت پر کوئی زبردستی واجب نہیں ہوتا۔

وقوف عرفہ میں ادائے فرض کا بیان

(وَمَنْ أَدْرَكَ الْوُقُوفَ بِعَرَفَةَ مَا بَيْنَ زَوَالِ الشَّمْسِ مِنْ يَوْمِهَا إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ) فَأَوَّلُ وَقْتِ الْوُقُوفِ بَعْدَ الزَّوَالِ عِنْدَنَا لِمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَفَ بَعْدَ الزَّوَالِ، وَهَذَا بَيَانُ أَوَّلِ الْوَقْتِ ۔

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ أَدْرَكَ عَرَفَةَ بِلَيْلٍ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ، وَمَنْ فَاتَهُ عَرَفَةُ بِلَيْلٍ فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ) وَهَذَا بَيَانُ آخِرِ الْوَقْتِ ۔

وَمَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ إِنْ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ وَقْتِهِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ أَوْ بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ فَهُوَ

مَحْجُوجٌ عَلَيْهِ بِمَا رَوَيْنَا

اور جس شخص نے زوال آفتاب اور طلوع فجر کے درمیان عرفہ کے دن وقوف پایا تو اس نے حج کو پالیا۔لہٰذا ہمارے نزدیک وقوف کا اول وقت زوال آفتاب کے بعد ہے کیونکہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زوال کے بعد وقوف فرمایا اور یہ اس کے اول وقت کا بیان ہے۔اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عرفہ کو رات میں پایا اس نے حج پالیا۔اور جس سے عرفہ کی رات کا وقوف فوت ہوگیا تو اس کا حج فوت ہوگیا۔اور یہ اس کے آخری وقت کا بیان ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وقوف عرفہ کا اول وقت طلوع فجر یا طلوع سورج کے بعد ہے اگر چہ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے لیکن حدیث ان کے خلاف حجت ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

وقوف عرفہ کے بعد جب حاجی اسی وقت چلا جائے

(ثُمَّ إِذَا وَقَفَ بَعْدَ الزَّوَالِ وَأَفَاضَ مِنْ سَاعَتِهِ أَجْزَأَهُ) عِنْدَنَا لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهُ بِكَلِمَةِ أَوْ فَإِنَّهُ قَالَ (الْحَجُّ عَرَفَةُ فَمَنْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ سَاعَةً مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ) وَهِيَ كَلِمَةُ التَّخْيِيرِ .

وَقَالَ مَالِكٌ: لَا يُجْزِيهِ إِلَّا أَنْ يَقِفَ فِي الْيَوْمِ وَجُزْءٍ مِنَ اللَّيْلِ، وَلَكِنَّ الْحُجَّةَ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَاهُ

اس کے بعد جب حج کرنے والا زوال کے بعد وقوف عرفہ کرے اور اسی وقت چلا جائے تو ہمارے نزدیک اس کے لئے کافی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے کلمہ کا ذکر کیا ہے۔کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: حج عرفہ کا نام ہے جس نے ایک گھڑی بھی دن یا رات میں وقوف عرفہ کیا تو اس کا حج پورا ہوگیا اور لفظ "او" اختیار کے لئے آتا ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس کے لئے کافی نہیں ہے ہاں البتہ وہ دن میں اور رات کے ایک حصے میں وقوف کرے لیکن ان کے خلاف وہی حدیث جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

جو حالت نیند یا بے ہوشی میں میدان عرفات سے گزرا

(وَمَنِ اجْتَازَ بِعَرَفَاتٍ نَائِمًا أَوْ مُغْمًى عَلَيْهِ أَوْ لَا يَعْلَمُ أَنَّهَا عَرَفَاتٌ جَازَ عَنِ الْوُقُوفِ) لِأَنَّ مَا هُوَ الرُّكْنُ قَدْ وُجِدَ وَهُوَ الْوُقُوفُ، وَلَا يَمْتَنِعُ ذَلِكَ بِالْإِغْمَاءِ وَالنَّوْمِ كَرُكْنِ الصَّوْمِ، بِخِلَافِ الصَّلَاةِ لِأَنَّهَا لَا تَبْقَى مَعَ الْإِغْمَاءِ، وَالْجَهْلُ يُخِلُّ بِالنِّيَّةِ وَهِيَ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ لِكُلِّ رُكْنٍ

اور جو بندہ حالت نیند یا بے ہوشی میں عرفہ سے گزرا اس کو علم ہی نہ ہوا کہ یہ عرفات ہے تو اس کا وقوف جائز ہو گا کیونکہ جو رکن ہے وہ پایا گیا ہے۔اور وہ رکن وقوف ہے جو اغماء و نیند کی وجہ سے ممتنع نہ ہوگا جس طرح رکن صوم کا مسئلہ ہے بہ خلاف نماز کے کیونکہ نماز اغماء کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی۔اور جہل نیت میں مخل ہونے والا ہے اور ہر رکن کے لئے نیت شرط نہیں ہے۔

بے ہوش کی طرف رفقاء کے احرام باندھنے کا بیان

(وَمَنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فَأَهَلَّ عَنْهُ رُفَقَاؤُهُ جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَقَالَا: لَا يَجُوزُ، وَلَوْ أَمَرَ إِنْسَانًا بِأَنْ يُحْرِمَ عَنْهُ إِذَا أُغْمِيَ عَلَيْهِ أَوْ نَامَ فَأَحْرَمَ الْمَأْمُورُ عَنْهُ صَحَّ) بِالْإِجْمَاعِ، حَتّٰى إِذَا أَفَاقَ أَوْ اسْتَيْقَظَ وَأَتَى بِأَفْعَالِ الْحَجِّ جَازَ .

لَهُمَا أَنَّهُ لَمْ يُحْرِمْ بِنَفْسِهِ وَلَا أَذِنَ لِغَيْرِهِ بِهِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ لَمْ يُصَرِّحْ بِالْإِذْنِ وَالدَّلَالَةُ تَقِفُ عَلَى الْعِلْمِ، وَجَوَازُ الْإِذْنِ بِهِ لَا يَعْرِفُهُ كَثِيرٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ فَكَيْفَ يَعْرِفُهُ الْعَوَامُّ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَمَرَ غَيْرَهُ بِذٰلِكَ صَرِيحًا .

وَلَهُ أَنَّهُ لَمَّا عَاقَدَهُمْ عَقْدَ الرُّفْقَةِ فَقَدْ اسْتَعَانَ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فِيمَا يَعْجِزُ عَنْ مُبَاشَرَتِهِ بِنَفْسِهِ .

وَالْإِحْرَامُ هُوَ الْمَقْصُودُ بِهٰذَا السَّفَرِ فَكَانَ الْإِذْنُ بِهِ ثَابِتًا دَلَالَةً، وَالْعِلْمُ ثَابِتٌ نَظَرًا إِلَى الدَّلِيلِ وَالْحُكْمُ يُدَارُ عَلَيْهِ .

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے جب کسی پر بے ہوشی طاری ہوئی اور اس کی طرف سے اس کے ساتھیوں نے تلبیہ کہہ لیا۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس شخص نے کسی کو حکم دیا تھا کہ جب اس پر بے ہوشی طاری ہو یا وہ سو جائے تو اس کی طرف سے احرام باندھے اور اس طرح اگر محکوم نے احرام باندھ لیا بہ اجماع صحیح ہے۔ حتیٰ کہ اس کو افاقہ ہوا یا وہ بیدار ہوا اور اس نے حج کے افعال ادا کیے ہیں تو جائز ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اس شخص نے خود احرام باندھا نہیں ہے اور دوسرے کو احرام باندھنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ اور اس دلیل کی وجہ سے کہ اس صراحت کے ساتھ اجازت نہیں دی۔ جبکہ دلالت اجازت علم پر موقوف ہے۔ اور احرام کی اجازت کے جائز ہونے کو بہت سے فقہاء نہیں جانتے تو لوگوں کو کیسے علم ہوگا۔ بہ خلاف اس کے جب اس نے کسی دوسرے کو صراحت میں حکم دے دیا۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اس بندے نے ساتھیوں کے ساتھ رفاقت کا عقد کیا ہے تو اس نے ساتھیوں میں ہر ایک سے اس طرح کے کام میں مدد مانگی ہے جس کو وہ خود کرنے عاجز ہو۔ جبکہ احرام اس سفر کا خاص مقصود ہے لہٰذا بطور دلالت احرام کی اجازت ثابت ہوگئی۔ اور بطور نظر علم حاصل ہوگیا اور حکم کا دار مدار دلیل پر ہوتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

مرد وعورت کے مناسک حج کی ادائیگی کا بیان

قَالَ (وَالْمَرْأَةُ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ كَالرَّجُلِ) لِأَنَّهَا مُخَاطَبَةٌ كَالرَّجُلِ (غَيْرَ أَنَّهَا لَا تَكْشِفُ رَأْسَهَا) لِأَنَّهُ عَوْرَةٌ (وَتَكْشِفُ وَجْهَهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِحْرَامُ الْمَرْأَةِ فِي وَجْهِهَا) (وَلَوْ

سَدَلَتْ شَيْئًا عَلَى وَجْهِهَا وَجَافَتْهُ عَنْهُ جَازَ) هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَلِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الِاسْتِظْلَالِ بِالْمُحْمَلِ (وَلَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالتَّلْبِيَةِ) لِمَا فِيهِ مِنَ الْفِتْنَةِ (وَلَا تَرْمُلُ وَلَا تَسْعَى بَيْنَ الْمِيلَيْنِ) لِأَنَّهُ مُخِلٌّ بِسَتْرِ الْعَوْرَةِ (وَلَا تَحْلِقُ وَلٰكِنْ تُقَصِّرُ) لِمَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى النِّسَاءَ عَنِ الْحَلْقِ وَأَمَرَهُنَّ بِالتَّقْصِيرِ) وَلِأَنَّ حَلْقَ الشَّعْرِ فِي حَقِّهَا مُثْلَةٌ كَحَلْقِ اللِّحْيَةِ فِي حَقِّ الرَّجُلِ (وَتَلْبَسُ مِنَ الْمَخِيطِ مَا بَدَا لَهَا) لِأَنَّ فِي لُبْسِ غَيْرِ الْمَخِيطِ كَشْفُ الْعَوْرَةِ .

قَالُوا: وَلَا تَسْتَلِمُ الْحَجَرَ إِذَا كَانَ هُنَاكَ جَمْعٌ، لِأَنَّهَا مَمْنُوعَةٌ عَنْ مُمَاسَّةِ الرِّجَالِ إِلَّا أَنْ تَجِدَ الْمَوْضِعَ خَالِيًا .

فرمایا: عورت حج کے تمام احکام میں مرد کی طرح ہے کیونکہ عورت بھی مردوں کی طرح احکام شرعیہ کی مخاطبہ ہے۔ ہاں البتہ عورت اپنا سر نہیں کھولے گی کیونکہ اس کے لئے سر کو ڈھانپنا واجب ہے۔ اور وہ اپنا چہرہ کھولے گی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔ اور اگر عورت نے اپنے چہرے پر کوئی چیز کو لٹکایا اور اس کو چہرے سے علیحدہ رکھا تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ کیونکہ محمل سے سایہ لینے کے مشابہ ہے۔ عورت تلبیہ میں اپنی آواز کو بلند نہیں کرے گی۔ کیونکہ اس میں فتنہ ہے اور عورت رمل بھی نہ کرے اور میلین کے درمیان نہ دوڑے کیونکہ اس کا دوڑنا ستر میں خلل انداز ہونے والا ہے۔ اور عورت سر نہ منڈوائے بلکہ قصر کرے۔ کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو سر منڈوانے سے منع فرمایا ہے۔ اور ان کو قصر کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ عورت کے حق میں سر منڈوانا مثلہ ہے جس طرح مردوں کے حق میں داڑھی منڈوانا (مثلہ) ہے۔ اور عورت جو چاہے سلا ہوا کپڑا پہنے کیونکہ سلا ہوا کپڑا نہ پہننے میں کشف عورت ہوگا۔ مشائخ متاخرین نے کہا ہے کہ عورت حجر اسود کا استلام نہ کرے جب وہاں بھیڑ ہو کیونکہ عورت کو مردوں کے ساتھ بدن چھونے سے منع کیا گیا ہے۔ ہاں البتہ عورت جب خالی جگہ پائے۔ (تب استلام کرلے)

جس نے بدنہ کو قلادہ ڈالا اور حج کے لئے چل پڑا

قَالَ (وَمَنْ قَلَّدَ بَدَنَةً تَطَوُّعًا أَوْ نَذْرًا أَوْ جَزَاءَ صَيْدٍ أَوْ شَيْئًا مِنَ الْأَشْيَاءِ وَتَوَجَّهَ مَعَهَا يُرِيدُ الْحَجَّ فَقَدْ أَحْرَمَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ قَلَّدَ بَدَنَةً فَقَدْ أَحْرَمَ) وَلِأَنَّ سَوْقَ الْهَدْيِ فِي مَعْنَى التَّلْبِيَةِ فِي إِظْهَارِ الْإِجَابَةِ لِأَنَّهُ لَا يَفْعَلُهُ إِلَّا مَنْ يُرِيدُ الْحَجَّ أَوِ الْعُمْرَةَ، وَإِظْهَارُ الْإِجَابَةِ قَدْ يَكُونُ بِالْفِعْلِ كَمَا يَكُونُ بِالْقَوْلِ فَيَصِيرُ بِهِ مُحْرِمًا لِاتِّصَالِ النِّيَّةِ بِفِعْلٍ وَهُوَ مِنْ خَصَائِصِ الْإِحْرَامِ .

فرمایا: اور جس نے بدنہ کو تقلید کیا خواہ وہ نفلی ہو یا نذر کا ہو یا شکار کی جزاء کے لئے ہو یا اشیاء میں سے ہو اور کسی

بھی چیز کا ہو اور اس کی توجہ بھی بدنہ کے ساتھ ہو ایسی حالت میں کہ وہ خود حج کا ارادہ کرے تو اس کا احرام ہو گیا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے بدنہ تقلید کیا وہ محرم ہو گیا۔ کیونکہ قبولیت کا جواب دینے میں ہدی کو چلانا تلبیہ کا مفہوم رکھتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کا کام وہی آدمی کرتا ہے جو حج یا عمرے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور قبولیت کا اظہار کبھی فعل سے ہوتا ہے جس طرح قول ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ تقلید سے محرم ہو جائے گا۔ کیونکہ اس شخص کی نیت ایسے فعل کے ساتھ ملی ہوئی ہے جو احرام کے خصائص میں سے ہے۔

تقلید کی تعریف کا بیان

وَصِفَةُ التَّقْلِيدِ اَنْ يَرْبِطَ عَلَى عُنُقِ بَدَنَتِهِ قِطْعَةَ نَعْلٍ اَوْ عُرْوَةَ مَزَادَةٍ اَوْ لِحَاءَ شَجَرَةٍ (فَاِنْ قَلَّدَهَا وَبَعَثَ بِهَا وَلَمْ يَسُقْهَا لَمْ يَصِرْ مُحْرِمًا) لِمَا رُوِيَ عَنْ (عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ اَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَبَعَثَ بِهَا وَاَقَامَ فِي اَهْلِهِ حَلَالًا) (فَاِنْ تَوَجَّهَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ يَصِرْ مُحْرِمًا حَتّٰى يَلْحَقَهَا) لِاَنَّ عِنْدَ التَّوَجُّهِ اِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ هَدْيٌ يَسُوقُهُ لَمْ يُوجَدْ مِنْهُ اِلَّا مُجَرَّدُ النِّيَّةِ، وَبِمُجَرَّدِ النِّيَّةِ لَا يَصِيرُ مُحْرِمًا، فَاِذَا اَدْرَكَهَا وَسَاقَهَا اَوْ اَدْرَكَهَا فَقَدْ اقْتَرَنَتْ نِيَّتُهُ بِعَمَلٍ هُوَ مِنْ خَصَائِصِ الْاِحْرَامِ فَيَصِيرُ مُحْرِمًا كَمَا لَوْ سَاقَهَا فِي الِابْتِدَاءِ .

قَالَ (اِلَّا فِي بَدَنَةِ الْمُتْعَةِ فَاِنَّهُ مُحْرِمٌ حِينَ تَوَجَّهَ) مَعْنَاهُ اِذَا نَوَى الْاِحْرَامَ وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ .وَجْهُ الْقِيَاسِ فِيهِ مَا ذَكَرْنَا .وَوَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّ هٰذَا الْهَدْيَ مَشْرُوعٌ عَلَى الِابْتِدَاءِ نُسُكًا مِنْ مَنَاسِكِ الْحَجِّ وَضْعًا لِاَنَّهُ مُخْتَصٌّ بِمَكَّةَ، وَيَجِبُ شُكْرًا لِلْجَمْعِ بَيْنَ اَدَاءِ النُّسُكَيْنِ، وَغَيْرُهُ قَدْ يَجِبُ بِالْجِنَايَةِ وَاِنْ لَمْ يَصِلْ اِلَى مَكَّةَ فَلِهٰذَا اكْتَفَى فِيهِ بِالتَّوَجُّهِ، وَفِي غَيْرِهِ تَوَقَّفَ عَلَى حَقِيقَةِ الْفِعْلِ

اور تقلید کی تعریف یہ ہے کہ اپنے بدنہ کی گردن پر اپنے نعل کا ٹکڑا یا لوٹے کا دستہ یا درخت کی ٹہنی باندھ دے۔ اگر اس نے بدنہ کو قلادہ پہنایا اور اس کو بھیج دیا لیکن خود نہ گیا تو وہ محرم نہ ہوگا۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہدی کے قلادہ کو گرہ باندھتی تھی۔ اور آپ ﷺ نے اپنی ہدی کو بھیج دیا اور خود بغیر احرام کے اپنے اہل میں ٹھہرے۔ اس کے بعد اگر وہ خود بھی متوجہ ہوا تو محرم نہ ہوگا حتیٰ کہ ہدی کے جانور کو جا ملے۔ اس لئے کہ جب وہ روانہ ہوا تو اس وقت اس کے سامنے ہدی نہ تھی جس کو وہ لے جائے لہٰذا یہاں اس کے پاس سوائے نیت کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور خالی نیت سے تو محرم نہیں ہوتا۔ پھر جب اس نے ہدی پائی اور اس کو وہ لے گیا یا صرف ہدی پائی تو اس صورت میں اس کی نیت ایسے عمل کے ساتھ ملنے والی ہے جو احرام کے خصائص میں سے ہے۔ پس وہ محرم ہو گیا۔ جس طرح اگر کسی نے شروع میں ہدی کو چلایا۔

فرمایا: جب اس نے بدنہ متعہ کہا تو اس کی طرف متوجہ ہوتے ہی محرم ہو جائے گا۔ یعنی جب اس نے احرام کی نیت کی ہو۔ اور یہ استحسان ہے اور اس میں قیاس کی وہی دلیل ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی ہدی کو شریعت نے مناسک حج میں ایک قربانی بنا کر وضع کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ ہدی مکہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور قربانیاں حج وعمرہ تمتع کرنے میں بطور شکر واجب ہیں۔ اور ہدی تمتع کے سوا بھی جنایت کے طور پر بھی واجب ہوتی ہے۔ اگر چہ اس میں تکرار نہیں۔ اسی لئے تمتع کی ہدی میں توجہ پر اکتفاء کیا ہے اور تمتع کے سوا میں ہدی فعل کی حقیقت پر موقوف ہے۔

بدنہ پر جل ڈالنے یا اشعار کرنے کا بیان

(فَإِنْ جَلَّلَ بَدَنَةً أَوْ أَشْعَرَهَا أَوْ قَلَّدَ شَاةً لَمْ يَكُنْ مُحْرِمًا) لِأَنَّ التَّجْلِيلَ لِدَفْعِ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ وَالذُّبَابِ فَلَمْ يَكُنْ مِنْ خَصَائِصِ الْحَجِّ.

وَالْإِشْعَارُ مَكْرُوهٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فَلَا يَكُونُ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ.

وَعِنْدَهُمَا إِنْ كَانَ حَسَنًا فَقَدْ يُفْعَلُ لِلْمُعَالَجَةِ، بِخِلَافِ التَّقْلِيدِ لِأَنَّهُ يَخْتَصُّ بِالْهَدْيِ، وَتَقْلِيدُ الشَّاةِ غَيْرُ مُعْتَادٍ وَلَيْسَ بِسُنَّةٍ أَيْضًا.

اگر کسی شخص نے بدنہ پر جل ڈالی یا اس کو اشعار کیا یا اس نے بکری کو قلادہ پہنایا تو محرم نہ ہوگا کیونکہ جل ڈالنا خواہ گرمی، سردی اور مکھیوں کے دور کرنے کے لئے ہی کیوں نہ ہو یہ افعال حج کے خصائص میں سے نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اشعار کرنا مکروہ ہے لہٰذا وہ افعال حج میں نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اگر چہ اچھا ہے۔ اس لئے کہ کبھی یہ علاج کے طور پر کیا جاتا ہے بہ خلاف تقلید کے اس لئے کہ وہ ہدی کے ساتھ خاص ہے جبکہ بکری کو تقلید کرنا نہ معتاد ہے اور نہ ہی سنت ہے۔

اونٹ گائے کے بدنہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْبُدْنُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: مِنَ الْإِبِلِ خَاصَّةً لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ الْجُمُعَةِ (فَالْمُتَعَجِّلُ مِنْهُمْ كَالْمُهْدِي بَدَنَةً، وَالَّذِي يَلِيهِ كَالْمُهْدِي بَقَرَةً) فَصَلَ بَيْنَهُمَا.

وَلَنَا أَنَّ الْبَدَنَةَ تُنْبِئُ عَنِ الْبَدَانَةِ وَهِيَ الضَّخَامَةُ، وَقَدِ اشْتَرَكَا فِي هَذَا الْمَعْنَى وَلِهَذَا يُجْزِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ سَبْعَةٍ. وَالصَّحِيحُ مِنَ الرِّوَايَةِ فِي الْحَدِيثِ (كَالْمُهْدِي جَزُورًا) وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بدنہ اونٹ گائے میں سے ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

صرف اونٹ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حدیث جمعہ میں ارشاد فرمایا: لوگوں میں سے جلدی آنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے بدنہ کی ہدی بھیجی۔ اور جو اس کے بعد جلد آئے وہ اس کی طرح ہے جس نے ہدی میں گائے بھیجی۔ نبی کریم ﷺ نے بدنہ اور گائے میں فصل کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ بدانہ تو ایک ضخامت کو بیان کرنا ہے اور اونٹ اور گائے اس مفہوم میں مشترک ہیں۔ اسی وجہ سے ان دونوں میں ہر ایک میں سے سات آدمیوں کی طرف قربانی کرنا جائز ہوئی ہے اور حدیث میں صحیح روایت ''اس کی طرح ہے جس نے اونٹ ہدی بھیجا''۔ اور اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

باب القران

﴿یہ باب حج قران کے بیان میں ہے﴾

باب القران کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس باب میں حج قران کو بیان کیا گیا ہے اور اس کا مصدر ''قرنت'' ہے اور اس کا معنی جمع ہے یعنی حج اور عمرے کو جمع کرنا ہے۔ اور حج قران سے پہلے حج مفرد کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ حج قران حج مفرد کے بعد پہچانا گیا ہے۔ اور اس کے بعد حج قران کو حج تمتع پر مقدم اس لئے کیا گیا ہے کیونکہ حج قران حج تمتع سے افضل ہے۔

تاج الشریعہ نے کہا ہے کہ حج قران کو حج مفرد سے اس لئے موخر کیا ہے کیونکہ حج قران حج مفرد پر مرتب ہوتا ہے۔ البتہ بیان وذکر میں قران ہی مقدم ہے۔ حج مفرد اس لئے قران پر مقدم ہوا ہے کہ وہ ذات کے درجے میں ہے اور ذات ہمیشہ مقدم ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ اس کو طبعی طور پر بھی تقدم حاصل ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۱۷۷، حقانیہ ملتان)

حج قران کی تمتع ومفرد سے فضیلت کا بیان

(اَلْقِرَانُ اَفْضَلُ مِنَ التَّمَتُّعِ وَالْاِفْرَادِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اَلْاِفْرَادُ اَفْضَلُ .وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: التَّمَتُّعُ اَفْضَلُ مِنَ الْقِرَانِ لِاَنَّ لَهُ ذِكْرًا فِي الْقُرْآنِ وَلَا ذِكْرَ لِلْقِرَانِ فِيهِ .وَلِلشَّافِعِيِّ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلْقِرَانُ رُخْصَةٌ) وَلِاَنَّ فِي الْاِفْرَادِ زِيَادَةَ التَّلْبِيَةِ وَالسَّفَرِ وَالْحَلْقِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (يَا آلَ مُحَمَّدٍ اَهِلُّوا بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ مَعًا) وَلِاَنَّ فِيهِ جَمْعًا بَيْنَ الْعِبَادَتَيْنِ فَاَشْبَهَ الصَّوْمَ مَعَ الِاعْتِكَافِ وَالْحِرَاسَةِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَعَ صَلَاةِ اللَّيْلِ .وَالتَّلْبِيَةُ غَيْرُ مَحْصُورَةٍ وَالسَّفَرُ غَيْرُ مَقْصُودٍ، وَالْحَلْقُ خُرُوجٌ عَنِ الْعِبَادَةِ فَلَا تَرْجِيحَ بِمَا ذُكِرَ .وَالْمَقْصِدُ بِمَا رُوِيَ نَفْيُ قَوْلِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ اِنَّ الْعُمْرَةَ فِي اَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ اَفْجَرِ الْفُجُورِ .

وَلِلْقِرَانِ ذِكْرٌ فِي الْقُرْآنِ لِاَنَّ الْمُرَادَ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى (وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ) اَنْ يُحْرِمَ بِهِمَا مِنْ دُوَيْرَةِ اَهْلِهِ عَلٰى مَا رَوَيْنَا مِنْ قَبْلُ .

ثُمَّ فِيهِ تَعْجِيلُ الْإِحْرَامِ وَاسْتِدَامَةُ إِحْرَامِهِمَا مِنَ الْمِيقَاتِ إِلَى أَنْ يَفْرُغَ مِنْهُمَا، وَلَا كَذٰلِكَ التَّمَتُّعُ فَكَانَ الْقِرَانُ أَوْلَى مِنْهُ. وَقِيلَ الْاِخْتِلَافُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِنَاءً عَلَى أَنَّ الْقَارِنَ عِنْدَنَا يَطُوفُ طَوَافَيْنِ وَيَسْعَى سَعْيَيْنِ، وَعِنْدَهُ طَوَافًا وَاحِدًا سَعْيًا وَاحِدًا.

قران وحج تمتع اور حج مفرد سے افضل ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے افراد افضل ہے اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے تمتع قران سے افضل ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر قرآن میں ہے۔ جبکہ قرآن میں قران کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قران رخصت ہے۔ اور اس لئے بھی کہ افراد میں تلبیہ، سفر اور حلق کی زیادتی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے آلِ محمد ﷺ! تم حج وعمرے کا احرام ایک ساتھ باندھو۔ اس لئے کہ اس میں دو عبادتوں کو جمع کرنا ہے۔ لہٰذا یہ روزہ اور اس کے ساتھ اعتکاف کو جمع کرنے اور اسی طرح اللہ کی راہ میں پہرہ دینے اور تہجد پڑھنے کو جمع کرنے والے کے مشابہ ہو گیا ہے۔ جبکہ تلبیہ بے شمار ہے اور سفر مقصود نہیں ہے اور حلق عبادت سے خارج ہوتا ہے۔ لہٰذا ان اشیاء کے ساتھ ترجیح نہ دی جائے گی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث کا مقصود اہل جاہلیت کے قول کی نفی کرنا ہے۔ (ان کا قول یہ ہے) کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا سخت گناہ ہے اور قرآن مجید میں قران کا ذکر بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: '''' کہ اپنے جھونپڑوں سے دونوں کا احرام باندھ لیں۔ یہ روایت اسی کے مطابق ہے جس ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس کے بعد قران میں احرام کو جلدی باندھنا ہے اور ان دونوں کا احرام میقات سے لے کر فارغ ہونے تک رہتا ہے۔ جبکہ تمتع میں ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا تمتع سے قران افضل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ احناف اور شوافع میں اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ احناف کے نزدیک قارن دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرے گا جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک مرتبہ طواف اور ایک مرتبہ سعی کرے گا۔

حج قران کرنے کے طریقے کا بیان

قَالَ (وَصِفَةُ الْقِرَانِ أَنْ يُهِلَّ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ مَعًا مِنَ الْمِيقَاتِ وَيَقُولُ عَقِيبَ الصَّلَاةِ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهُمَا لِي وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّي) لِأَنَّ الْقِرَانَ هُوَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ مِنْ قَوْلِكَ قَرَنْتَ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ إِذَا جَمَعْتَ بَيْنَهُمَا، وَكَذَا إِذَا أَدْخَلَ حَجَّةً عَلَى عُمْرَةٍ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ لَهَا أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ لِأَنَّ الْجَمْعَ قَدْ تَحَقَّقَ إِذِ الْأَكْثَرُ مِنْهَا قَائِمٌ، وَمَتَى عَزَمَ عَلَى أَدَائِهِمَا يَسْأَلُ التَّيْسِيرَ فِيهِمَا وَقَدَّمَ الْعُمْرَةَ عَلَى الْحَجِّ فِيهِ وَلِذٰلِكَ يَقُولُ: لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ مَعًا لِأَنَّهُ يَبْدَأُ بِأَفْعَالِ الْعُمْرَةِ فَكَذٰلِكَ يَبْدَأُ بِذِكْرِهَا، وَإِنْ أَخَّرَ ذٰلِكَ فِي الدُّعَاءِ وَالتَّلْبِيَةِ لَا بَأْسَ بِهِ لِأَنَّ الْوَاوَ لِلْجَمْعِ، وَلَوْ نَوَى بِقَلْبِهِ وَلَمْ يَذْكُرْهُمَا فِي التَّلْبِيَةِ أَجْزَأَهُ اعْتِبَارًا بِالصَّلَاةِ

فرمایا: حج قران کا طریقہ یہ ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ دونوں کے لئے ایک ساتھ تلبیہ کہے اور اسے نماز کے بعد کہے اے اللہ! میں حج اور عمرے کا ارادہ کرتا ہوں تو ان دونوں کو میرے لئے آسان فرما دے۔ اور ان دونوں کو مجھ سے قبول فرما۔ کیونکہ تیرے قول "" سے قران کو اخذ کیا گیا ہے۔ یعنی جب دونوں کو ایک ساتھ جمع کرے۔ اور اسی طرح جب تو تج کو عمرہ میں داخل کرے اس طرح عمرہ کے لئے چار چکر طواف کر لئے ہوں۔ لہٰذا جمع ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ سات چکروں میں سے ابھی اکثر باقی ہیں۔ اور جب تو دونوں کو ادا کرنے کا ارادہ کرے تو ان کی ادائیگی میں آسانی کے لئے دعا کر اور ادا کرنے میں عمرے کو حج پر مقدم کر اور اس طرح تلبیہ کہہ "" اس لئے کہ تو افعال عمرہ پہلے کرے گا لہٰذا ان کا ذکر بھی پہلے کر۔ اور اگر اس نے تلبیہ اور دعا میں عمرے کو موخر کیا تو بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ واؤ جمع کے لئے آتی ہے اور اگر اس نے دل سے نیت کی اور دونوں کو تلبیہ میں ذکر نہ کیا تو نماز پر قیاس کرتے ہوئے اسے کفایت کر جائے گا۔

پہلے تین چکروں میں رمل کرنے کا بیان

(فَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ ابْتَدَأَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ يَرْمُلُ فِي الثَّلَاثِ الْأُوَلِ مِنْهَا، وَيَسْعَى بَعْدَهَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَهَذِهِ أَفْعَالُ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ يَبْدَأُ بِأَفْعَالِ الْحَجِّ فَيَطُوفُ طَوَافَ الْقُدُومِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ وَيَسْعَى بَعْدَهُ كَمَا بَيَّنَّا فِي الْمُفْرِدِ) وَيُقَدِّمُ أَفْعَالَ الْعُمْرَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ) وَالْقِرَانُ فِي مَعْنَى الْمُتْعَةِ.

وَلَا يَحْلِقُ بَيْنَ الْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ لِأَنَّ ذَلِكَ جِنَايَةٌ عَلَى إِحْرَامِ الْحَجِّ، وَإِنَّمَا يَحْلِقُ فِي يَوْمِ النَّحْرِ كَمَا يَحْلِقُ الْمُفْرِدُ.

اس کے بعد جب قارن مکہ میں داخل ہو تو وہ بیت اللہ کے طواف کے سات چکروں سے شروع کرے اور ان میں سے پہلے تین میں رمل کرے۔ اور اس کے بعد صفا مروہ کی سعی کرے اور یہی عمرہ کے افعال ہیں۔ اس کے بعد حج کے افعال شروع کرے اور طواف قدوم کے ساتھ سات چکر لگائے اور اس کے بعد سعی کرے جس طرح ہم حج مفرد میں بیان کر دیا ہے۔ اور عمرہ کے افعال کو پہلے ادا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ" جو شخص عمرے کے ساتھ تمتع کرے حج تک۔ اور قران تمتع کے معنی میں ہے اور عمرہ و حج کے درمیان حلق نہ کروائے۔ کیونکہ حلق حج کے احرام پر جنایت ہے ہاں نحر کے دن حلق کروائے گا جس طرح مفرد حلق کرواتا ہے

قارن کے حلق یا ذبح سے حلال ہونے کا بیان

وَيَتَحَلَّلُ بِالْحَلْقِ عِنْدَنَا لَا بِالذَّبْحِ كَمَا يَتَحَلَّلُ الْمُفْرِدُ ثُمَّ هَذَا مَذْهَبُنَا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَطُوفُ طَوَافًا وَاحِدًا وَيَسْعَى سَعْيًا وَاحِدًا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) وَلِأَنَّ مَبْنَى الْقِرَانِ عَلَى التَّدَاخُلِ حَتَّى اكْتَفَى فِيهِ بِتَلْبِيَةٍ وَاحِدَةٍ

وَسَفَرٍ وَاحِدٍ وَحَلْقٍ وَاحِدٍ فَكَذَلِكَ فِي الْأَرْكَانِ .

وَلَنَا أَنَّهُ لَمَّا طَافَ صَبِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ طَوَافَيْنِ وَسَعَى سَعْيَيْنِ قَالَ لَهُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ: هُدِيتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ، وَلِأَنَّ الْقِرَانَ ضَمُّ عِبَادَةٍ إِلَى عِبَادَةٍ وَذَلِكَ إِنَّمَا يَتَحَقَّقُ بِأَدَاءِ عَمَلِ كُلِّ وَاحِدٍ عَلَى الْكَمَالِ، وَلِأَنَّهُ لَا تَدَاخُلَ فِي الْعِبَادَاتِ .

وَالسَّفَرُ لِلتَّوَسُّلِ، وَالتَّلْبِيَةُ لِلتَّحْرِيمِ، وَالْحَلْقُ لِلتَّحَلُّلِ، فَلَيْسَتْ هَذِهِ الْأَشْيَاءُ بِمَقَاصِدَ، بِخِلَافِ الْأَرْكَانِ، أَلَا تَرَى أَنَّ شَفْعَيِ التَّطَوُّعِ لَا يَتَدَاخَلَانِ وَبِتَحْرِيمَةٍ وَاحِدَةٍ يُؤَدَّيَانِ وَمَعْنَى مَا رَوَاهُ دَخَلَ وَقْتُ الْعُمْرَةِ فِي وَقْتِ الْحَجِّ

فقہاءِ احناف کے نزدیک وہ حلق کے ساتھ حلال ہو جائے گا ذبح کے ساتھ نہ ہوگا جس طرح مفرد حلق کے ساتھ حلال ہوتا ہے اور ہمارا مذہب یہی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک طواف اور ایک سعی کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔ کیونکہ قران کی بنیاد ہی مداخلت پر ہے کیونکہ اس میں ایک تلبیہ ایک سفر اور ایک حلق کفایت کرنے والا ہے۔ لہٰذا یہ اسی طرح ارکانوں میں سے ہوگا۔ ہماری دلیل یہ ہے۔

حضرت صبی بن معبد نے جب دو طواف اور دو مرتبہ سعی کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تو نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی راہ اپنائی۔ کیونکہ قران ایک عبادت کو دوسری عبادت کے ساتھ ملانے کا نام ہے۔ لہٰذا یہ ہر ایک کے مکمل افعال کے ادا کرنے کے ساتھ ثابت ہوگا۔ کیونکہ عبادات مقصودہ میں مداخلت نہیں ہوتی۔ جبکہ سفر وسیلہ ہے اور تلبیہ احرام کے لئے ہے اور حلق حلال ہونے کے لئے ہے۔ پس یہ اشیاء بالذات مقصود نہیں ہیں۔ جبکہ ارکان میں ایسا نہیں ہے۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ نفل کے دو شفعے میں مداخلت نہیں ہے حالانکہ دونوں ایک تحریمہ سے ادا ہونے والے ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ عمرے کا وقت حج کے وقت میں داخل ہو گیا ہے۔

دو مرتبہ طواف وسعی کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ طَافَ طَوَافَيْنِ لِعُمْرَتِهِ وَحَجَّتِهِ وَسَعَى سَعْيَيْنِ يُجْزِيهِ) لِأَنَّهُ أَتَى بِمَا هُوَ الْمُسْتَحَقُّ عَلَيْهِ وَقَدْ أَسَاءَ بِتَأْخِيرِ سَعْيِ الْعُمْرَةِ وَتَقْدِيمِ طَوَافِ التَّحِيَّةِ عَلَيْهِ وَلَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ . أَمَّا عِنْدَهُمَا فَظَاهِرٌ لِأَنَّ التَّقْدِيمَ وَالتَّأْخِيرَ فِي الْمَنَاسِكِ لَا يُوجِبُ الدَّمَ عِنْدَهُمَا . وَعِنْدَهُ طَوَافُ التَّحِيَّةِ سُنَّةٌ وَتَرْكُهُ لَا يُوجِبُ الدَّمَ فَتَقْدِيمُهُ أَوْلَى . وَالسَّعْيُ بِتَأْخِيرِهِ بِالِاشْتِغَالِ بِعَمَلٍ آخَرَ لَا يُوجِبُ الدَّمَ فَكَذَا بِالِاشْتِغَالِ بِالطَّوَافِ .

فرمایا: اگر اس نے اپنے عمرے وحج کے لئے دو طواف کیے ہیں اور اس نے دو سعیں کی ہیں تو اس کے لئے یہی کافی

ہوگا۔ کیونکہ وہ شخص وہی چیز لایا ہے جو اس پر واجب تھی۔ البتہ اس نے عمرے کی سعی کو مؤخر کر کے اور طواف قدوم کو سعی پر مقدم کر کے اچھا نہیں کیا اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ یہ مسئلہ صاحبین کے نزدیک تو ظاہر ہے کیونکہ ان کے نزدیک مناسک میں تقدم وتاخیر کی وجہ سے کوئی دم واجب نہیں ہوتا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طواف قدوم سنت ہے۔ لہٰذا اس کا ترک دم کو واجب کرنے والا نہیں ہے۔ تو اس کو مقدم کرنا بدرجہ اولیٰ دم واجب کرنے والا نہ ہوگا۔ اور سعی کی تاخیر ہے تو وہ دوسرے عمل میں مصروف ہو کر دم کو واجب کرنے والی نہیں ہے لہٰذا اس کا طواف کے ساتھ مصروف ہونا بھی دم کو واجب کرنے والا نہ ہوگا۔

قارن جب رمی جمرہ عقبہ کر چکے تو ذبح کرے

قَالَ (وَإِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ذَبَحَ شَاةً أَوْ بَقَرَةً أَوْ بَدَنَةً أَوْ سُبُعَ بَدَنَةٍ فَهٰذَا دَمُ الْقِرَانِ) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْمُتْعَةِ وَالْهَدْيُ مَنْصُوصٌ عَلَيْهِ فِيهَا، وَالْهَدْيُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ فِي بَابِهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَأَرَادَ بِالْبَدَنَةِ هٰهُنَا الْبَعِيرَ وَإِنْ كَانَ اسْمُ الْبَدَنَةِ يَقَعُ عَلَيْهِ وَعَلَى الْبَقَرَةِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَكَمَا يَجُوزُ سُبُعُ الْبَعِيرِ يَجُوزُ سُبُعُ الْبَقَرَةِ

فرمایا: اور جب نحر کے دن رمی جمرہ عقبہ کر چکے تو وہ ذبح کرے ایک بکری یا گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ ہے۔ یہ قران کا دم ہے کیونکہ یہاں قران تمتع کے معنی میں ہے۔ اور تمتع کی ہدی (قران میں) منصوص علیہ ہے۔ قربانی اونٹ، گائے اور بکری سے ہوگی جس کو ہم ان شاء اللہ اس کے باب میں بیان کریں گے۔ یہاں پر بدنہ سے مراد اونٹ ہے اگرچہ بدنہ کا لفظ اونٹ اور گائے دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ جیسے ہم نے بیان کیا ہے اور گائے کا ساتواں حصہ اسی طرح جائز ہے جس طرح اونٹ کا ساتواں حصہ جائز ہے۔

اگر ذبح کرنے والا جانور نہ پائے تو دس روزے رکھنے کا بیان

(فَإِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ مَا يَذْبَحُ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ آخِرُهَا يَوْمُ عَرَفَةَ، وَسَبْعَةَ أَيَّامٍ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ) فَالنَّصُّ وَإِنْ وَرَدَ فِي التَّمَتُّعِ فَالْقِرَانُ مِثْلُهُ لِأَنَّهُ مُرْتَفِقٌ بِأَدَاءِ النُّسُكَيْنِ. وَالْمُرَادُ بِالْحَجِّ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ وَقْتُهُ لِأَنَّ نَفْسَهُ لَا يَصْلُحُ ظَرْفًا، إِلَّا أَنَّ الْأَفْضَلَ أَنْ يَصُومَ قَبْلَ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ بِيَوْمٍ وَيَوْمَ التَّرْوِيَةِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ لِأَنَّ الصَّوْمَ بَدَلٌ عَنِ الْهَدْيِ فَيُسْتَحَبُّ تَأْخِيرُهُ إِلَى آخِرِ وَقْتِهِ رَجَاءَ أَنْ يَقْدِرَ عَلَى الْأَصْلِ.

اگر قارن کے پاس ذبح کرنے کے لئے کچھ نہ ہو تو حج میں تین دن کے روزے رکھے۔ یہاں تک کہ آخری دن عرفہ کا ہو اور سات روزے تب رکھے جب اپنے اہل کی طرف لوٹ آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَا

ثَلاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ" پس جو ہدی نہ پائے وہ تین روزے حج میں اور سات جب تم واپس آ ؤ تو رکھو یہ دس مکمل ہو گئے۔ اگر چہ یہ نص تمتع کے بارے میں ہے لیکن قران بھی اسی کی مثل ہے۔ کیونکہ قرانی بھی حج وعمرے دونوں میں قربانی سے نفع پانے والا ہے۔ اور حج سے مراد اس کا وقت ہے اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ کیونکہ نفس حج ظرف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا البتہ افضل یہ ہے کہ یوم ترویہ سے ایک دن پہلے کا اور یوم ترویہ اور یوم عرفہ کا روزہ رکھے کیونکہ روزہ رکھنا ہدی کا بدل ہے لہٰذا اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے آخر وقت تک روزے کو مؤخر کرنا مستحب ہے۔

احکام حج سے فراغت کے بعد بقیہ روزے رکھنے کا بیان

(وَإِنْ صَامَهَا بِمَكَّةَ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنَ الْحَجِّ جَازَ) وَمَعْنَاهُ بَعْدَ مُضِيِّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ لِأَنَّ الصَّوْمَ فِيهَا مَنْهِيٌّ عَنْهُ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ مُعَلَّقٌ بِالرُّجُوعِ، إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ الْمُقَامَ فَحِينَئِذٍ يُجْزِيهِ لِتَعَذُّرِ الرُّجُوعِ .

وَلَنَا أَنَّ مَعْنَاهُ رَجَعْتُمْ عَنِ الْحَجِّ: أَيْ فَرَغْتُمْ، إِذِ الْفَرَاغُ سَبَبُ الرُّجُوعِ إِلَى أَهْلِهِ فَكَانَ الْأَدَاءُ بَعْدَ السَّبَبِ فَيَجُوزُ

اگر وہ شخص مکہ میں حج سے فارغ ہونے کے بعد سات روزے رکھے تو جائز ہے اور اس کا مطلب یہ ہے ایام تشریق گزر جانے کے بعد روزے رکھے۔ کیونکہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا منع ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے جائز نہیں ہے کیونکہ بقیہ ساتوں روزے رجوع کے ساتھ معلق ہیں ہاں اگر وہ بندہ مکہ میں رہنے کی نیت کر لے تو تب رجوع کے تعذر کی وجہ سے روزے رکھنا جائز ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ "رَجَعْتُمْ" کا معنی "فَرَغْتُمْ" کا ہے۔ لہٰذا فراغت اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹنے کا سبب ہے۔ پس ادا سبب کے بعد ہوئی اس لئے جائز ہے۔

نحر کے دن سے پہلے تین روزے نہ رکھنے کی صورت میں دم کا بیان

(فَإِنْ فَاتَهُ الصَّوْمُ حَتَّى أَتَى يَوْمَ النَّحْرِ لَمْ يُجْزِهِ إِلَّا الدَّمُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَصُومُ بَعْدَ هَذِهِ الْأَيَّامِ لِأَنَّهُ صَوْمٌ مُؤَقَّتٌ فَيَقْضِي كَصَوْمِ رَمَضَانَ . وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَصُومُ فِيهَا لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ) وَهَذَا وَقْتُهُ .

وَلَنَا النَّهْيُ الْمَشْهُورُ عَنِ الصَّوْمِ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ فَيَتَقَيَّدُ بِهِ النَّصُّ أَوْ يَدْخُلُهُ النَّقْصُ فَلَا يَتَأَدَّى بِهِ مَا وَجَبَ كَامِلًا، وَلَا يُؤَدِّي بَعْدَهَا لِأَنَّ الصَّوْمَ بَدَلٌ وَالْأَبْدَالُ لَا تُنْصَبُ إِلَّا شَرْعًا، وَالنَّصُّ

خَصَّهُ بِوَقْتِ الْحَجِّ وَجَوَازُ الدَّمِ عَلَى الْأَصْلِ. وَعَنْ عُمَرَ أَنَّهُ أَمَرَ فِي مِثْلِهِ بِذَبْحِ الشَّاةِ، فَلَوْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى الْهَدْيِ تَحَلَّلَ وَعَلَيْهِ دَمَانِ: دَمُ التَّمَتُّعِ، وَدَمُ التَّحَلُّلِ قَبْلَ الْهَدْيِ.

اور اگر اس نے فوت شدہ روزے نہ رکھے حتیٰ کہ نحر کا دن آ گیا تو اس کے لئے دم کے سوا کوئی چیز کفایت کرنے والی نہ ہوگی۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ان دنوں کے بعد روزے رکھے کیونکہ اس کے یہ روزے معین وقت میں تھے۔ پس رمضان کے روزوں کی طرح ان کی بھی قضاء کرے گا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ روزے ایام تشریق میں رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو شخص ہدی نہ پائے تو وہ حج کے وقت میں تین روزے رکھے۔ اور ایام تشریق بھی حج کے اوقات میں سے ہیں۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے ایام تشریق میں روزے رکھنے کی ممانعت ہے۔ جو مشہور ہے اور یہ نص اس ممانعت کے ساتھ مقید ہوگئی یا ان روزوں میں نقصان داخل ہو جائے گا لہٰذا ان ناقص روزوں سے وہ ادا نہ ہوں گے جو اس پر کامل طریقے سے واجب ہوئے تھے۔

اور وہ ایام تشریق کے بعد ادا نہیں ہوں گے کیونکہ روزہ بدل ہے اور بدل صرف شریعت کی طرف قائم ہو سکتے ہیں۔ اور نص نے اس بدل کو وقت حج کے ساتھ خاص کر دیا ہے جبکہ قربانی کا جائز ہونا اپنی اصل پر ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اس طرح واقعہ میں بکری ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اگر قارن قربانی کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ حلال ہو جائے گا اور اس پر دو قربانیاں واجب ہیں ایک قربانی تمتع کی ہے اور ایک قربانی ہدی سے پہلے حلال ہونے کی ہے۔

قارن جب مکہ میں نہ جائے بلکہ عرفات میں جائے

(فَإِنْ لَمْ يَدْخُلِ الْقَارِنُ مَكَّةَ وَتَوَجَّهَ إِلَى عَرَفَاتٍ فَقَدْ صَارَ رَافِضًا لِعُمْرَتِهِ بِالْوُقُوفِ) لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ عَلَيْهِ أَدَاؤُهَا لِأَنَّهُ يَصِيرُ بَانِيًا أَفْعَالَ الْعُمْرَةِ عَلَى أَفْعَالِ الْحَجِّ، وَذَلِكَ خِلَافُ الْمَشْرُوعِ. وَلَا يَصِيرُ رَافِضًا بِمُجَرَّدِ التَّوَجُّهِ هُوَ الصَّحِيحُ مِنْ مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَيْضًا.

وَالْفَرْقُ لَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مُصَلِّي الظُّهْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذَا تَوَجَّهَ إِلَيْهَا أَنَّ الْأَمْرَ هُنَالِكَ بِالتَّوَجُّهِ مُتَوَجِّهٌ بَعْدَ أَدَاءِ الظُّهْرِ، وَالتَّوَجُّهُ فِي الْقِرَانِ وَالتَّمَتُّعِ مَنْهِيٌّ عَنْهُ قَبْلَ أَدَاءِ الْعُمْرَةِ فَافْتَرَقَا.

اور جب قارن مکہ میں داخل نہ ہوا بلکہ عرفات کو چلا گیا تو وہ اپنے عمرے کو وقوف عرفہ کے ساتھ چھوڑنے والا ہے کیونکہ اب اس پر عمرے کا ادا کرنا ناممکن ہو گیا ہے لہٰذا وہ عمرے کے افعال کو حج کے افعال پر بناء کرنے والا ہو جائے گا یہ خلاف شرع ہے۔ البتہ صرف عرفات کی طرف جانے سے عمرے کو چھوڑنے والا نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مذہب یہی ہے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس شخص کے درمیان اور جو جمعہ کے دن ظہر پڑھ جمعہ کی طرف متوجہ ہوا اس کے درمیان فرق یہ ہے کہ جمعہ کے مسئلہ میں ادائے ظہر کے بعد متوجہ ہونے کی صورت میں حکم متوجہ ہوگا

جبکہ قران وتمتع کے مسئلہ میں ادائے عمرہ سے پہلے عرفات کی طرف جانے سے اس کو منع کیا گیا ہے لہٰذا دونوں مسائل میں فرق واضح ہو چکا ہے۔

عمرے کے ترک پر دم قران کے سقوط کا بیان

قَالَ (وَسَقَطَ عَنْهُ دَمُ الْقِرَانِ) لِاَنَّهُ لَمَّا ارْتَفَضَتْ الْعُمْرَةُ لَمْ يَرْتَفِقْ بِاَدَاءِ النُّسُكَيْنِ (وَعَلَيْهِ دَمْ لِرَفْضِ الْعُمْرَةِ) بَعْدَ الشُّرُوعِ فِيهَا (وَعَلَيْهِ قَضَاؤُهَا) لِصِحَّةِ الشُّرُوعِ فِيهَا فَاَشْبَهَ الْمُحْصَرَ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

صاحب قدوری نے فرمایا ہے کہ اس کے ذمہ سے قران کی قربانی ساقط ہو جائے گی کیونکہ جب عمرہ ترک ہو چکا ہے کیونکہ اس کو حج وعمرہ ادا کرنے کی ہمت نہ مل سکی۔ ہاں عمرہ شروع کرنے کے بعد اس کو ترک کرنے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہو گئی ہے اور اس پر عمرہ قضاء کرنا واجب ہے اس لئے عمرے کو شروع کرنا صحیح ہے لہٰذا وہ محصر کے مشابہ ہو گیا ہے۔

باب التمتع

﴿یہ باب حج تمتع کے بیان میں ہے﴾

باب تمتع کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ باب حج تمتع کے بیان میں ہے اور اس کو حج قران کے باب سے اس لئے مؤخر کیا ہے کہ ہمارے نزدیک حج قران تمتع سے افضل ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۱۹۷، حقانیہ ملتان)

حج تمتع کرنے کی فضیلت کا بیان

(اَلتَّمَتُّعُ اَفْضَلُ مِنَ الْإِفْرَادِ عِنْدَنَا) وَعَنْ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْإِفْرَادَ اَفْضَلُ، لِاَنَّ الْمُتَمَتِّعَ سَفَرُهُ وَاقِعٌ لِعُمْرَتِهِ وَالْمُفْرِدَ سَفَرُهُ وَاقِعٌ لِحَجَّتِهِ. وَجْهُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ اَنَّ فِي التَّمَتُّعِ جَمْعًا بَيْنَ الْعِبَادَتَيْنِ فَاَشْبَهَ الْقِرَانَ ثُمَّ فِيهِ زِيَادَةُ نُسُكٍ وَهِيَ اِرَاقَةُ الدَّمِ وَسَفَرُهُ وَاقِعٌ لِحَجَّتِهِ، وَاِنْ تَخَلَّلَتْ الْعُمْرَةُ، لِاَنَّهَا تَبَعُ الْحَجِّ كَتَخَلُّلِ السُّنَّةِ بَيْنَ الْجُمُعَةِ وَالسَّعْيِ اِلَيْهَا.

فقہاء احناف کے نزدیک حج تمتع حج مفرد سے افضل ہے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے اسی طرح روایت بیان کی گئی ہے کہ افراد افضل ہے۔ اس لئے کہ تمتع کرنے والے کا سفر عمرے کے لئے ہوتا ہے جبکہ افراد کرنے والے کا سفر حج کے لئے ہوتا ہے۔ ظاہر الروایت میں اس کی دلیل یہ ہے کہ تمتع میں دو عبادتوں کا جمع کرنا ہے لہذا یہ قران کے مشابہ ہو گیا۔ اس کے بعد تمتع میں ایک قربانی زائد ہے اور وہ قربانی کرنا ہے اور تمتع کرنے والے کا سفر حج کے لئے واقع ہوتا ہے۔ اگر چہ اس کے درمیان میں عمرہ ہے کیونکہ عمرہ حج کے تابع ہے جس طرح جمعہ اور اس کی طرف سعی درمیان سنت کے طور پر آ جاتی ہے۔

حج تمتع کرنے کی دو صورتوں کا بیان

(وَالْمُتَمَتِّعُ عَلٰى وَجْهَيْنِ مُتَمَتِّعٌ بِسَوْقِ الْهَدْيِ وَمُتَمَتِّعٌ لَا يَسُوْقُ الْهَدْيَ) وَمَعْنَى التَّمَتُّعِ التَّرَفُّقُ بِاَدَاءِ النُّسُكَيْنِ فِي سَفَرٍ وَاحِدٍ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُلِمَّ بِاَهْلِهِ بَيْنَهُمَا اِلْمَامًا صَحِيحًا، وَيَدْخُلُهُ اخْتِلَافَاتٌ نُبَيِّنُهَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

تمتع کرنے والے کی دو اقسام ہیں (۱) جو ہدی کو چلائے (۲) جو ہدی کو نہ چلائے۔ اور تمتع کا معنی یہ ہے کہ ایک ہی سفر میں دو عبادتوں کا فائدہ حاصل کرنا ہے۔ سوائے اس کے کہ دونوں کے درمیان اس کے اہل ساتھ المام صحیح پایا جائے۔ اور اس کی تعریفات میں اختلاف ہیں جن کو ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

حج تمتع کرنے کا طریقہ

(وَصِفَتُهُ اَنْ يَبْتَدِءَ مِنَ الْمِيقَاتِ فِي اَشْهُرِ الْحَجِّ فَيُحْرِمَ بِالْعُمْرَةِ وَيَدْخُلَ مَكَّةَ فَيَطُوفَ لَهَا وَيَسْعَى وَيَحْلِقَ اَوْ يُقَصِّرَ وَقَدْ حَلَّ مِنْ عُمْرَتِهِ) وَهٰذَا هُوَ تَفْسِيرُ الْعُمْرَةِ، وَكَذٰلِكَ إِذَا اَرَادَ اَنْ يُفْرِدَ بِالْعُمْرَةِ فَعَلَ مَا ذَكَرْنَا، هٰكَذَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ .

وَقَالَ مَالِكٌ: لَا حَلْقَ عَلَيْهِ، اِنَّمَا الْعُمْرَةُ الطَّوَافُ وَالسَّعْيُ، وَحُجَّتُنَا عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَا .

وَقَوْلُه تَعَالٰى (مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ) الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ، وَلِاَنَّهَا لَمَّا كَانَ لَهَا تَحَرُّمٌ بِالتَّلْبِيَةِ كَانَ لَهَا تَحَلُّلٌ بِالْحَلْقِ كَالْحَجِّ .

ترجمہ حج تمتع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ حج کے مہینوں میں میقات سے ابتدا کرے اور عمرے کا احرام باندھے اور مکہ میں داخل ہو کر عمرے کے لئے طواف اور سعی کرے اور حلق کروائے یا قصر کروائے تو وہ اپنے عمرے میں حلال ہو گیا۔ عمرے کی تفسیر یہی ہے۔ اور اسی طرح جب صرف عمرہ کرنا چاہے تو وہی طریقہ ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قضاء عمرہ اسی طرح فرمایا تھا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ عمرہ کرنے والے پر حلق نہیں ہے کیونکہ عمرہ صرف طواف و سعی کا نام ہے۔ اور ان کے خلاف حجت ہماری وہی روایت ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمانا 'مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ' قضاء عمرے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لہذا جب عمرے کے لئے تلبیہ سے تحریم ہوئی ہے تو حلق سے اس کی تحلیل ہوگی جس طرح حج میں ہوتا ہے۔

آغاز طواف میں تلبیہ ختم کرنے کا بیان

(وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ إِذَا ابْتَدَاَ بِالطَّوَافِ) وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: كُلَّمَا وَقَعَ بَصَرُهُ عَلَى الْبَيْتِ، لِاَنَّ الْعُمْرَةَ زِيَارَةُ الْبَيْتِ وَتَتِمُّ بِهِ .

وَلَنَا (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ قَطَعَ التَّلْبِيَةَ حِينَ اسْتَلَمَ الْحَجَرَ) وَلِاَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الطَّوَافُ فَيَقْطَعُهَا عِنْدَ افْتِتَاحِهِ، وَلِهٰذَا يَقْطَعُهَا الْحَاجُّ عِنْدَ افْتِتَاحِ الرَّمْيِ .

قَالَ (وَيُقِيمُ بِمَكَّةَ حَلَالًا) لِاَنَّهُ حَلَّ مِنَ الْعُمْرَةِ، قَالَ (فَاِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ مِنَ الْمَسْجِدِ) وَالشَّرْطُ اَنْ يُحْرِمَ مِنَ الْحَرَمِ اَمَّا الْمَسْجِدُ فَلَيْسَ بِلَازِمٍ وَهٰذَا لِاَنَّهُ فِي مَعْنَى الْمَكِّيِّ، وَمِيقَاتُ الْمَكِّيِّ فِي الْحَجِّ الْحَرَمُ عَلَى مَا بَيَّنَّا (وَفَعَلَ مَا يَفْعَلُهُ الْحَاجُّ الْمُفْرِدُ) لِاَنَّهُ

مُؤَدٍّ لِلْحَجِّ اِلَّا اَنَّهُ يَرْمُلُ فِى طَوَافِ الزِّيَارَةِ وَيَسْعَى بَعْدَهُ لِاَنَّ هٰذَا اَوَّلُ طَوَافٍ لَهُ فِى الْحَجِّ، بِخِلَافِ الْمُفْرِدِ لِاَنَّهُ قَدْ سَعَى مَرَّةً،

ترجمہ اور جب وہ طواف شروع کرے تو وہ تلبیہ ختم کر دے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے جب وہ کعبہ کو دیکھے۔ کیونکہ عمرہ صرف بیت اللہ کی زیارت کا نام ہے اور وہ نظر پڑنے کے ساتھ مکمل ہو جاتی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قضاء عمرے میں تلبیہ اس وقت ختم کیا جب آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ کیونکہ مقصد صرف طواف ہے۔ لہذا جب وہ طواف شروع کرے تو تلبیہ اسی وقت ختم کر دے۔ اور یہی دلیل اس حاجی کے لئے ہے جو رمی کو شروع کرے تو بھی ختم کر دے۔

فرمایا: وہ مکہ میں حلال ہو کر ٹھہر جائے کیونکہ وہ عمرہ کر کے حلال گیا ہے اور اس کے بعد جب یوم ترویہ آئے تو وہ مسجد حرام سے احرام باندھے اور اس کے لئے شرط ہے کہ وہ احرام حرم سے باندھے۔ مسجد سے باندھنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بندہ مکہ میں رہنے والے کے حکم میں ہے۔ اور مکی کے لئے میقات حج حرم کے اندر ہی ہے۔ اسی دلیل کی وجہ سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور وہ ایسے افعال کرے جس طرح حج مفرد والا کرتا ہے کیونکہ یہ بھی حج کرنے والا ہے البتہ طواف زیارت میں رمل کرے گا اور طواف کے بعد سعی کرے گا۔ اس لئے کہ حج کرنے میں اس شخص کا یہ پہلا طواف ہے۔ جبکہ مفرد میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ ایک سعی کر چکا ہے۔

تمتع کرنے والے کے رمل وسعی کا بیان

وَلَوْ كَانَ هٰذَا الْمُتَمَتِّعُ بَعْدَمَا اَحْرَمَ بِالْحَجِّ طَافَ وَسَعَى قَبْلَ اَنْ يَرُوحَ اِلَى مِنًى لَمْ يَرْمُلْ فِى طَوَافِ الزِّيَارَةِ وَلَا يَسْعَى بَعْدَهُ لِاَنَّهُ قَدْ اَتَى بِذٰلِكَ مَرَّةً (وَعَلَيْهِ دَمُ الْمُتَمَتِّعِ) لِلنَّصِّ الَّذِى تَلَوْنَاهُ (فَاِنْ لَمْ يَجِدْ صَامَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلَى اَهْلِهِ) عَلَى الْوَجْهِ الَّذِى بَيَّنَّاهُ فِى الْقِرَانِ (فَاِنْ صَامَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ ثُمَّ اعْتَمَرَ لَمْ يُجْزِهِ عَنِ الثَّلَاثَةِ) لِاَنَّ سَبَبَ وُجُوبِ هٰذَا الصَّوْمِ التَّمَتُّعُ لِاَنَّهُ بَدَلٌ عَنِ الْهَدْيِ وَهُوَ فِى هٰذِهِ الْحَالَةِ غَيْرُ مُتَمَتِّعٍ فَلَا يَجُوزُ اَدَاؤُهُ قَبْلَ وُجُودِ سَبَبِهِ (وَاِنْ صَامَهَا) بِمَكَّةَ (بَعْدَمَا اَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ قَبْلَ اَنْ يَطُوفَ جَازَ عِنْدَنَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَهُ قَوْلُهُ تَعَالٰى (فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ) وَلَنَا اَنَّهُ اَدَّاهُ بَعْدَ انْعِقَادِ سَبَبِهِ، وَالْمُرَادُ بِالْحَجِّ الْمَذْكُورِ فِى النَّصِّ وَقْتُهُ عَلَى مَا بَيَّنَّا . (وَالْاَفْضَلُ تَاْخِيرُهَا اِلَى آخِرِ وَقْتِهَا وَهُوَ يَوْمُ عَرَفَةَ) لِمَا بَيَّنَّا فِى الْقِرَانِ .

ترجمہ اور اگر تمتع کرنے والے نے حج کا احرام باندھ کر منیٰ میں جانے سے قبل طواف وسعی کر لی تو وہ طواف زیارت میں رمل نہیں کرے گا۔ اور اس کے بعد وہ سعی بھی نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ وہ ایک مرتبہ سعی کر چکا ہے۔ اور تمتع کرنے والے پر تمتع کی قربانی واجب ہے۔ اس نص کے پیش نظر جو ہم تلاوت کرآئے ہیں۔ پس جو ہدی نہ پائے وہ تین روزے حج میں اور سات جب

اپس آ کر تو رکھو یہ دس مکمل ہو گئے۔ اسی دلیل کے پیش نظر جو پہلے بیان کر چکے ہیں اور اگر اس نے شوال میں تین روزے رکھے اور
س نے پھر عمرہ کیا تو یہ تمتع کے تین روزے شمار نہ ہوں گے کیونکہ ان روزوں کے وجوب کا سبب تمتع ہے۔ اس لئے کہ وہ روزہ دم کا
بدلہ ہے جبکہ اس حال میں وہ تمتع کرنے والا نہیں ہے۔ تو اس کا روزہ ثبوت سبب سے پہلے ہوگا جو جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس شخص نے
عمرے کا احرام باندھنے سے پہلے دو روزے رکھے تو وہ ہمارے نزدیک جائز ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے اور ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ" پس ایام
حج میں تین روزے ہیں۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ تمتع کرنے والے نے روزوں کا سبب موجود ہونے کے بعد ادا کیا ہے اور نص میں
ذکر کردہ حج جو ہے اس سے مراد وقت ہے اسی دلیل کی وجہ سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ آخری وقت تک ان روزوں میں
تاخیر کرنا افضل ہے۔ اور عرفہ کا دن ہے جس کی دلیل ہم قران میں بیان کر آئے ہیں۔

تمتع کرنے والے ہدی لے جانے اور احرام باندھنے کا بیان

(وَاِنْ اَرَادَ الْمُتَمَتِّعُ اَنْ يَسُوْقَ الْهَدْيَ اَحْرَمَ وَسَاقَ هَدْيَهُ) وَهٰذَا اَفْضَلُ (لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاقَ الْهَدَايَا مَعَ نَفْسِهِ) وَلِاَنَّ فِيهِ اسْتِعْدَادًا وَمُسَارَعَةً (فَاِنْ كَانَتْ بَدَنَةً قَلَّدَهَا بِمَزَادَةٍ اَوْ نَعْلٍ) لِحَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَلَى مَا رَوَيْنَاهُ .

وَالتَّقْلِيدُ اَوْلَى مِنَ التَّجْلِيلِ، لِاَنَّ لَهُ ذِكْرًا فِي الْكِتَابِ وَلِاَنَّهُ لِلْاِعْلَامِ وَالتَّجْلِيلُ لِلزِّينَةِ، وَيُلَبِّي ثُمَّ يُقَلِّدُ، لِاَنَّهُ يَصِيرُ مُحْرِمًا بِتَقْلِيدِ الْهَدْيِ وَالتَّوَجُّهِ مَعَهُ عَلَى مَا سَبَقَ .

وَالْاَوْلَى اَنْ يَعْقِدَ الْاِحْرَامَ بِالتَّلْبِيَةِ وَيَسُوقَ الْهَدْيَ .وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ اَنْ يَقُودَهَا (لِاَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْرَمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَهَدَايَاهُ تُسَاقُ بَيْنَ يَدَيْهِ) وَلِاَنَّهُ اَبْلَغُ فِي التَّشْهِيرِ اِلَّا اِذَا كَانَتْ لَا تَنْقَادُ فَحِينَئِذٍ يَقُودُهَا .

اگر تمتع کرنے والا ہدی لے جانے کا ارادہ کرے تو وہ احرام باندھے اور ہدی لے جائے اس کے لئے یہی افضل ہے
کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ ہدی کے جانور کو لے گئے۔ کیونکہ ہدی لے جانے میں خیر اور جلدی ہے اگر وہ ہدی بدنہ میں
سے ہے۔ تو اس کو چمڑے کے ٹکڑے یا نعل کے ساتھ قلادہ پہنائے۔ اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت ہے جو ہم بیان
کر چکے ہیں۔ قلادہ پہنانا جھول ڈالنے سے افضل ہے کیونکہ قلائد کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے کیونکہ تقلید خبردار کرنے کے لئے ہے
جبکہ جھول ڈالنا محض سجانے کے لئے ہے۔ اور وہ تلبیہ کہے اس کے بعد تقلید کرے۔ کیونکہ یہ بندہ ہدی کو تقلید کرنے اور اس کی طرف
توجہ کرنے سے محرم ہو جائے گا۔ جس بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اس کے لئے افضل یہ ہے کہ تلبیہ سے احرام باندھے اور ہدی کو لے
جائے اور ہدی کو ہانک کر لے جائے اور یہ کھینچنے سے افضل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کے مقام پر احرام باندھا اور آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی کے جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہانکے جاتے تھے۔ اور شہرت میں بھی یہی زیادہ ابلغ ہے۔ اور اگر ہدی چلے ہی نہ تو

پھر اس کو آگے سے کھینچے۔

بدنہ کو اشعار کرنے یا نہ کرنے میں اختلاف کا بیان

قَالَ (وَاَشْعَرَ الْبَدَنَةَ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ) رَحِمَهُمَا اللّٰهُ (وَلَا یُشْعِرُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ) رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَیُکْرَهُ) وَالْاِشْعَارُ هُوَ الْاِدْمَاءُ بِالْجُرْحِ لُغَةً (وَصِفَتُهُ اَنْ یَشُقَّ سَنَامَهَا) بِاَنْ یَطْعَنَ فِی اَسْفَلِ السَّنَامِ (مِنَ الْجَانِبِ الْاَیْمَنِ اَوِ الْاَیْسَرِ) قَالُوْا: وَالْاَشْبَهُ هُوَ الْاَیْسَرُ، لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَعَنَ فِی جَانِبِ الْیَسَارِ مَقْصُوْدًا وَفِی جَانِبِ الْاَیْمَنِ اِتِّفَاقًا، وَیُلَطِّخُ سَنَامَهَا بِالدَّمِ اِعْلَامًا، وَهٰذَا الصُّنْعُ مَکْرُوْهٌ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَعِنْدَهُمَا حَسَنٌ، وَعِنْدَ الشَّافِعِیِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ سُنَّةٌ، لِاَنَّهُ مَرْوِیٌّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

وَلَهُمَا اَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ التَّقْلِیْدِ اَنْ لَا یُهَاجَ اِذَا وَرَدَ مَاءً اَوْ کَلًا اَوْ یُرَدَّ اِذَا ضَلَّ وَاَنَّهُ فِی الْاِشْعَارِ اَتَمُّ، لِاَنَّهُ اَلْزَمُ، فَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ یَکُوْنُ سُنَّةً، اِلَّا اَنَّهُ عَارَضَهُ جِهَةُ کَوْنِهٖ مُثْلَةً فَقُلْنَا بِحُسْنِهٖ وَلِاَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّهُ مُثْلَةٌ وَاَنَّهُ مَنْهِیٌّ عَنْهُ . وَلَوْ وَقَعَ التَّعَارُضُ فَالتَّرْجِیْحُ لِلْمُحَرِّمِ وَاِشْعَارُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ لِصِیَانَةِ الْهَدْیِ، لِاَنَّ الْمُشْرِکِیْنَ لَا یَمْتَنِعُوْنَ عَنْ تَعَرُّضِهٖ اِلَّا بِهٖ . وَقِیْلَ: اِنَّ اَبَا حَنِیْفَةَ کَرِهَ اِشْعَارَ اَهْلِ زَمَانِهٖ لِمُبَالَغَتِهِمْ فِیْهِ عَلٰی وَجْهٍ یَخَافُ مِنْهُ السِّرَایَةَ، وَقِیْلَ: اِنَّمَا کَرِهَ اِیْثَارَهُ عَلَی التَّقْلِیْدِ .

امام قدوری ﷫ نے کہا ہے کہ صاحبین کے نزدیک وہ بدنہ کو اشعار کرے گا جبکہ حضرت امام اعظم ﷫ کے نزدیک بدنہ کو اشعار کرنا مکروہ ہے۔ اشعار کا لغوی معنی یہ ہے کہ زخم لگا کر خون نکالنا ہے۔ اور اشعار کا طریقہ یہ ہے کہ بدنہ کی کوہان کو پھاڑے اس طرح کہ اس کے نیچے والی جانب پر نیزہ مارے۔

متاخرین فقہاء نے کہا ہے زیادہ مشابہ بائیں کوہان ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بطور ارادہ بائیں جانب نیزہ مارا تھا۔ اور دائیں جانب اتفاقی طور پر نیزہ مارا تھا۔ اور اس کو کوہان کے خون سے آلودہ کرے تا کہ ہدی کے جانور کی خبر ہو جائے۔ ایسا عمل امام اعظم ﷫ کے نزدیک مکروہ ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اچھا ہے۔

حضرت امام شافعی ﷫ کے نزدیک اس طرح کرنا سنت ہے۔ کیونکہ اشعار کی روایت نبی کریم ﷺ سے اور خلفاء راشدین سے بیان کی گئی ہے۔

صاحبین نے دلیل یہ دی ہے کہ تقلید کا مقصد یہ ہے کہ جب ہدی کا جانور پانی یا گھاس پر جائے تو اس کو ہٹایا نہ جائے یا جس وقت وہ گم ہو جائے تو اسے واپس کر دیا جائے۔ اور معنی اشعار سے مکمل ہوتا ہے لہٰذا وہ لازم کر دیا گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے سنت ہو گیا

گر جب یہ مثلہ ہونے کی طرف سے معارض ہوگیا تو پھر ہم اس کے مستحسن ہونے کے قائل ہو گئے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مثلہ ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب تعارض واقع ہو تو حرام کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا اشعار ہدی کی حفاظت کے لئے تھا۔ کیونکہ مشرکین سوائے اشعار کے ہدی سے معارضہ کرنے سے نہیں رکتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے لئے اشعار کو مکروہ کہا ہے کیونکہ وہ لوگ اشعار میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے تھے۔ اور اس سے سرایت کا خوف تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اشعار کو تقلید پر ترجیح دینا مکروہ ہے۔

تمتع کرنے والا جب ہدی نہ لے جائے:

قَالَ: (فَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَسَعَى) وَهٰذَا لِلْعُمْرَةِ عَلَى مَا بَيَّنَّا فِي مُتَمَتِّعٍ لَا يَسُوقُ الْهَدْيَ (إِلَّا أَنَّهُ لَا يَتَحَلَّلُ حَتَّى يُحْرِمَ بِالْحَجِّ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ وَلَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً وَتَحَلَّلْتُ مِنْهَا) وَهٰذَا يَنْفِي التَّحَلُّلَ عِنْدَ سَوْقِ الْهَدْيِ (وَيُحْرِمُ بِالْحَجِّ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ) كَمَا يُحْرِمُ أَهْلُ مَكَّةَ عَلَى مَا بَيَّنَّا.

فرمایا: جب تمتع والا مکہ میں داخل ہو تو وہ طواف وسعی کرے اور اس کا یہ طواف وسعی عمرے کے لئے ہے۔ جس طرح ہم تمتع کرنے والے کے بیان میں بتا چکے ہیں۔ اور جو ہدی کو ساتھ نہ لے جانے وہ اس وقت تک حلال نہ ہوگا حتیٰ کہ یوم ترویہ کو حج کا احرام باندھ لے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنے بارے میں پہلے اس بات کا خیال آتا جو اب ظاہر ہوا ہے تو میں ہدی کو ساتھ نہ لاتا اور میں اس کو عمرہ کر دیتا۔ اور اس سے حلال ہو جاتا۔ اور یہی حدیث ہدی لے جانے کے وقت حلال ہونے کی نفی کرنے والی ہے۔ اور وہ ترویہ کے دن حج کا احرام باندھے جس طرح اہل مکہ باندھتے ہیں۔ اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اہل مکہ کے لئے عدم تمتع وقران کا بیان

(وَإِنْ قَدَّمَ الْإِحْرَامَ قَبْلَهُ جَازَ، وَمَا عَجَّلَ الْمُتَمَتِّعُ مِنَ الْإِحْرَامِ بِالْحَجِّ فَهُوَ أَفْضَلُ) لِمَا فِيهِ مِنَ الْمُسَارَعَةِ وَزِيَادَةِ الْمَشَقَّةِ، وَهٰذِهِ الْأَفْضَلِيَّةُ فِي حَقِّ مَنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَفِي حَقِّ مَنْ لَمْ يَسُقْ (وَعَلَيْهِ دَمٌ) وَهُوَ دَمُ الْمُتَمَتِّعِ عَلَى مَا بَيَّنَّا.

(وَإِذَا حَلَقَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَدْ حَلَّ مِنَ الْإِحْرَامَيْنِ) لِأَنَّ الْحَلْقَ مُحَلِّلٌ فِي الْحَجِّ كَالسَّلَامِ فِي الصَّلَاةِ فَيَتَحَلَّلُ بِهِ عَنْهُمَا.

قَالَ: (وَلَيْسَ لِأَهْلِ مَكَّةَ تَمَتُّعٌ وَلَا قِرَانٌ، وَإِنَّمَا لَهُمُ الْإِفْرَادُ خَاصَّةً) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ قَوْلُهُ تَعَالَى (ذٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) وَلِأَنَّ شَرْعَهُمَا لِلتَّرَفُّهِ بِإِسْقَاطِ إِحْدَى السَّفْرَتَيْنِ وَهٰذَا فِي حَقِّ الْآفَاقِيِّ، وَمَنْ كَانَ دَاخِلَ الْمِيقَاتِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمَكِّيِّ حَتَّى لَا يَكُونَ لَهُ مُتْعَةٌ وَلَا قِرَانٌ، بِخِلَافِ الْمَكِّيِّ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْكُوفَةِ

وَقَرَنَ حَيْثُ يَصِحُّ لِاَنَّ عُمْرَتَهُ وَحَجَّتَهُ مِيقَاتِيَّتَانِ فَصَارَ بِمَنْزِلَةِ الْاٰفَاقِيِّ .

ترجمہ اور اگر اس شخص نے یوم ترویہ سے قبل احرام باندھ لیا تو بھی جائز ہے۔ اور تمتع کرنے والا جس قدر ہو سکے احرام جلدی باندھ لے کیونکہ فضیلت اسی میں ہے۔ اور اس لئے بھی جلدی اور زیادہ مشقت ہے۔ اور یہ فضیلت اس تمتع کرنے والے کے حق میں ہے جس نے ہدی لائی ہو۔ اور اس کے حق میں بھی ہے جو ہدی نہ لایا ہو۔ اس تمتع کرنے والے پر قربانی ہے اور یہ تمتع کی قربانی ہے جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور جب نحر کے دن حلق کروائے تو وہ دونوں احرام سے حلال ہو جائے گا۔ اس لئے کہ حلق کروانا حج میں حلال ہونا ہے۔ جس طرح نماز میں سلام ہے۔ لہٰذا اس حلق کے ذریعے حج وعمرہ دونوں میں حلال ہو جائے گا۔

مکہ میں رہنے والوں کے لئے حج قران وتمتع نہیں ہے۔ ان کے لئے صرف حج مفرد ہے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کا فرمان دلیل ہے "ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" کیونکہ یہ تمتع اور قارن کو دو سفروں میں ایک کو ساقط کرتے ہوئے آرام کی خاطر مشروع ہے۔ اور یہ راحت آفاقی کے حق میں ہے اور جو بندہ میقات کے اندر رہنے والا ہے وہ بھی مکی کے حکم میں ہے کیونکہ اس کے لئے بھی تمتع اور قران نہیں ہے۔ بہ خلاف اس مکی کے جو کوفہ کی طرف نکلا اور قران کیا تو صحیح ہے کیونکہ اس کا عمرہ وحج دونوں میقاتی ہیں۔ لہٰذا وہ آفاقی کے حکم میں ہو گیا۔

تمتع کرنے والا جب اپنے شہر میں لوٹ آئے تو حکم تمتع

(وَاِذَا عَادَ الْمُتَمَتِّعُ اِلَى بَلَدِهِ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنَ الْعُمْرَةِ وَلَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْىَ بَطَلَ تَمَتُّعُهُ) لِاَنَّهُ اَلَمَّ بِاَهْلِهِ فِيمَا بَيْنَ النُّسُكَيْنِ اِلْمَامًا صَحِيحًا وَبِذٰلِكَ يَبْطُلُ التَّمَتُّعُ، كَذَا رُوِىَ عَنْ عِدَّةٍ مِنَ التَّابِعِينَ، وَاِذَا سَاقَ الْهَدْىَ فَاِلْمَامُهُ لَا يَكُونُ صَحِيحًا وَلَا يَبْطُلُ تَمَتُّعُهُ عِنْدَ اَبِى حَنِيفَةَ وَاَبِى يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: رَحِمَهُ اللّٰهُ يَبْطُلُ، لِاَنَّهُ اَدَّاهُمَا بِسَفَرَتَيْنِ .

وَلَهُمَا اَنَّ الْعَوْدَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ مَا دَامَ عَلَى نِيَّةِ التَّمَتُّعِ لِاَنَّ السَّوْقَ يَمْنَعُهُ مِنَ التَّحَلُّلِ فَلَمْ يَصِحَّ اِلْمَامُهُ، بِخِلَافِ الْمَكِّيِّ اِذَا خَرَجَ اِلَى الْكُوفَةِ وَاَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَسَاقَ الْهَدْىَ حَيْثُ لَمْ يَكُنْ مُتَمَتِّعًا لِاَنَّ الْعَوْدَ هُنَاكَ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ عَلَيْهِ فَصَحَّ اِلْمَامُهُ بِاَهْلِهِ .

ترجمہ اور اگر تمتع کرنے والا عمرے سے فراغت کے بعد اپنے وطن میں لوٹ آیا اور اس نے کوئی ہدی بھی نہیں کی ہے تو اس کا تمتع باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے نسکین یعنی حج وعمرہ کے درمیان المام صحیح کر لیا ہے اور اس طرح کرنے سے تمتع ختم ہو جاتا ہے۔ تابعین فقہاء کی ایک جماعت سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

اور اگر وہ قربانی کا جانور ساتھ لے گیا تو المام صحیح نہ ہوگا۔ اور شیخین کے نزدیک اس کا تمتع ختم نہ ہوگا جبکہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمتع ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے حج وعمرہ دونوں کو دو سفروں میں ادا کیا ہے۔ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ جب تک وہ تمتع کی

نیت پر ہے اس پر لوٹنا واجب ہے۔ کیونکہ قربانی کے جانور کو لے جانا اس کے لئے حلال ہونے سے مانع ہے لہٰذا اس کا المام صحیح نہ ہو گا۔ بہ خلاف اس مکی کے جو کوفہ کی جانب نکلا اور اس نے عمرے کا احرام باندھا اور ہدی کو بھی ساتھ لے گیا تو وہ تمتع کرنے والا نہ ہو گا۔ کیونکہ یہاں اس پر لوٹنا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا المام اس کے وطن میں صحیح ہو گا۔

حج کے مہینوں سے پہلے عمرے کا احرام باندھنے کا بیان

(وَمَنْ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ قَبْلَ اَشْهُرِ الْحَجِّ فَطَافَ لَهَا اَقَلَّ مِنْ اَرْبَعَةِ اَشْوَاطٍ ثُمَّ دَخَلَتْ اَشْهُرُ الْحَجِّ فَتَمَّمَهَا وَاَحْرَمَ بِالْحَجِّ كَانَ مُتَمَتِّعًا)، لِاَنَّ الْاِحْرَامَ عِنْدَنَا شَرْطٌ فَيَصِحُّ تَقْدِيمُهُ عَلٰى اَشْهُرِ الْحَجِّ . وَاِنَّمَا يُعْتَبَرُ اَدَاءُ الْاَفْعَالِ فِيهَا، وَقَدْ وُجِدَ الْاَكْثَرُ وَلِلْاَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ (وَاِنْ طَافَ لِعُمْرَتِهِ قَبْلَ اَشْهُرِ الْحَجِّ اَرْبَعَةَ اَشْوَاطٍ فَصَاعِدًا ثُمَّ حَجَّ مِنْ عَامِهِ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ مُتَمَتِّعًا)، لِاَنَّهُ اَدَّى الْاَكْثَرَ قَبْلَ اَشْهُرِ الْحَجِّ، وَهٰذَا؛ لِاَنَّهُ صَارَ بِحَالٍ لَا يَفْسُدُ نُسُكُهُ بِالْجِمَاعِ فَصَارَ كَمَا اِذَا تَحَلَّلَ مِنْهَا قَبْلَ اَشْهُرِ الْحَجِّ .

وَمَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَعْتَبِرُ الْاِتْمَامَ فِي اَشْهُرِ الْحَجِّ وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَا، وَلِاَنَّ التَّرَفُّقَ بِاَدَاءِ الْاَفْعَالِ، وَالْمُتَمَتِّعُ مُتَرَفِّقٌ بِاَدَاءِ النُّسُكَيْنِ فِي سَفْرَةٍ وَاحِدَةٍ فِي اَشْهُرِ الْحَجِّ .

اور جو شخص حج کے مہینوں سے پہلے عمرے کا احرام باندھے اور اس نے عمرے کے لئے چار چکروں سے کم طواف کیا یہاں تک کہ حج کے مہینے آگئے۔ اور اس نے عمرہ مکمل کیا اور حج کا احرام باندھا تو یہ آدمی تمتع کرنے والا ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک احرام شرط ہے۔ کیونکہ حج کے مہینوں پر اس کو مقدم کرنا صحیح ہے۔ اور اس کا اعتبار حج کے مہینوں میں عمرے کے مناسک ادا کرنا ہیں۔ جبکہ اس حالت میں اکثر کی ادائیگی بھی پائی جارہی ہے اور اکثر کے لئے کل کا حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس نے حج کے مہینوں سے پہلے اکثر کو ادا کیا ہے تو یہ ایسی حالت میں ہو گیا کہ اب جماع کرنے سے اس کا عمرہ ختم نہ ہو گا۔ لہٰذا یہ اس طرح ہو گیا ہے کہ جس طرح اس نے حج کے دنوں سے پہلے عمرے سے حلال ہو گیا ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حج کے دنوں میں عمرے کو پورا کرنے کا اعتبار کرتے ہیں اور ان کے خلاف دلیل وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ نفع اٹھانا افعال کی ادائیگی کے ساتھ ہے۔ اور تمتع کرنے والا مترفق وہ ہے جو حج کے دنوں میں ایک سفر میں دو نسکوں کو ادا کر کے فائدہ اٹھایا جائے۔

حج کے مہینوں کا بیان

قَالَ: (وَاَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ) كَذَا رُوِيَ عَنِ الْعَبَادِلَةِ الثَّلَاثَةِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَلِاَنَّ الْحَجَّ يَفُوتُ بِمُضِيِّ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ، وَمَعَ بَقَاءِ الْوَقْتِ لَا يَتَحَقَّقُ الْفَوَاتُ، وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى

(اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ) شَهْرَانِ وَبَعْضُ الثَّالِثِ لَا كُلُّهُ .

امام قدوری رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ کہ حج کے مہینے شوال، ذی قعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر اور عبادلہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت کی گئی ہے۔ کیونکہ ذوالحجہ کے دس گزرنے سے حج فوت ہو جاتا ہے۔ جبکہ بقائے وقت کے ساتھ فوت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کی دلیل اللہ کے فرمان "اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ" سے ہے کہ دو مہینے اور تیسرے کا بعض مراد ہے اس کا کل نہیں ہے۔

حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھنے کا بیان

(فَاِنْ قَدَّمَ الْاِحْرَامَ بِالْحَجِّ عَلَيْهَا جَازَ اِحْرَامُهُ وَانْعَقَدَ حَجًّا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَاِنَّ عِنْدَهُ يَصِيرُ مُحْرِمًا بِالْعُمْرَةِ، لِاَنَّهُ رُكْنٌ عِنْدَهُ وَهُوَ شَرْطٌ عِنْدَنَا فَاَشْبَهَ الطَّهَارَةَ فِي جَوَازِ التَّقْدِيمِ عَلَى الْوَقْتِ، وَلِاَنَّ الْاِحْرَامَ تَحْرِيمُ اَشْيَاءَ وَاِيجَابُ اَشْيَاءَ ، وَذٰلِكَ يَصِحُّ فِي كُلِّ زَمَانٍ فَصَارَ كَالتَّقْدِيمِ عَلَى الْمَكَانِ .

اور اگر اس نے احرام حج کو ان مہینوں سے پہلے باندھا تو اس کا احرام باندھنا جائز ہے اور حج کا انعقاد ہو جائے۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک عمرے سے محرم ہو جاتا ہے۔ ان کے نزدیک احرام ایک رکن ہے جبکہ ہمارے نزدیک شرط ہے۔ لہذا احرام کی تقدیم کا جواز طہارت کے مشابہ ہو گیا۔ کیونکہ احرام بعض اشیاء کو حرام کرنے اور بعض چیزوں کو واجب کرنے کا نام ہے۔ اور ہر وقت صحیح ہے۔ لہٰذا یہ مکان پر مقدم کرنے کی طرح ہو گیا ہے۔

جب کوئی عمرے سے فراغت کے بعد مکہ میں مقیم ہو گیا

قَالَ (وَاِذَا قَدِمَ الْكُوفِيُّ بِعُمْرَةٍ فِي اَشْهُرِ الْحَجِّ، وَفَرَغَ مِنْهَا وَحَلَقَ اَوْ قَصَّرَ ثُمَّ اتَّخَذَ مَكَّةَ اَوْ الْبَصْرَةَ دَارًا وَحَجَّ مِنْ عَامِهِ ذٰلِكَ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ) اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّهُ تَرَفَّقَ بِنُسُكَيْنِ فِي سَفَرٍ وَاحِدٍ فِي اَشْهُرِ الْحَجِّ .وَاَمَّا الثَّانِي فَقِيلَ هُوَ بِالِاتِّفَاقِ .وَقِيلَ هُوَ قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

وَعِنْدَهُمَا لَا يَكُونُ مُتَمَتِّعًا، لِاَنَّ الْمُتَمَتِّعَ مَنْ تَكُونُ عُمْرَتُهُ مِيقَاتِيَّةً وَحَجَّتُهُ مَكِّيَّةً وَنُسُكَاهُ هٰذَانِ مِيقَاتِيَّانِ .وَلَهُ اَنَّ السَّفْرَةَ الْاُولَى قَائِمَةٌ مَا لَمْ يَعُدْ اِلَى وَطَنِهِ، وَقَدْ اجْتَمَعَ لَهُ نُسُكَانِ فِيهَا فَوَجَبَ دَمُ التَّمَتُّعِ

حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں فرمایا ہے۔ جب کوفی حج کے مہینوں میں عمرے کے لئے آیا اور وہ عمرے سے فارغ ہو گیا اور اس نے حلق کروایا یا قصر کروایا۔ اور اس کے بعد مکہ کو یا بصرہ کو اس نے جائے اقامت بنالیا اور اس نے اسی سال حج ادا کیا تو وہ تمتع کرنے والا ہے۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ اس نے ایک سفر میں دو عبادتوں کو جمع کر کے فائدہ اٹھایا ہے اور

دوسری صورت کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ بہ اتفاق ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ صرف حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے۔

صاحبین کے نزدیک وہ تمتع کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ تمتع کرنے والا وہ بندہ ہے جس کا عمرہ میقاتی ہو اور حج مکی ہو اور اس کے دونوں نسکوں کا مکی ہونا ہو۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ اس کا پہلا سفر موجود ہے یہاں تک کہ وہ اپنے وطن کو واپس نہ لوٹ جائے۔ اور موجودہ صورت میں اسی سفر میں اس کے دونسک جمع ہو گئے لہٰذا اس پر تمتع کی قربانی واجب ہے۔

عمرے کے لئے آنے والے نے جب عمرہ فاسد کر دیا تو حکم

(فَإِنْ قَدِمَ بِعُمْرَةٍ فَأَفْسَدَهَا وَفَرَغَ مِنْهَا وَقَصَّرَ ثُمَّ اتَّخَذَ الْبَصْرَةَ دَارًا ثُمَّ اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحَجَّ مِنْ عَامِهِ لَمْ يَكُنْ مُتَمَتِّعًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) رَحِمَهُ اللَّهُ (وَقَالَا: هُوَ مُتَمَتِّعٌ) لِأَنَّهُ إِنْشَاءُ سَفَرٍ وَقَدْ تَرَفَّقَ فِيهِ بِنُسُكَيْنِ.

وَلَهُ أَنَّهُ بَاقٍ عَلَى سَفَرِهِ مَا لَمْ يَرْجِعْ إِلَى وَطَنِهِ (فَإِنْ كَانَ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ ثُمَّ اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَحَجَّ مِنْ عَامِهِ يَكُونُ مُتَمَتِّعًا فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) لِأَنَّ هَذَا إِنْشَاءُ سَفَرٍ لِانْتِهَاءِ السَّفَرِ الْأَوَّلِ، وَقَدْ اجْتَمَعَ لَهُ نُسُكَانِ صَحِيحَانِ فِيهِ،

ترجمہ: اگر کوئی شخص عمرے کے لئے آیا اور اس نے اس کو فاسد کر دیا اور اس سے فارغ ہو گیا اور پھر اس نے قصر کیا اور بصرہ میں رہنے لگا اور اس کے بعد حج کے مہینوں میں عمرہ کیا اور اس نے اسی سال حج کیا۔ تو حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وہ تمتع کرنے والا نہیں ہے۔

صاحبین نے فرمایا کہ وہ تمتع کرنے والا ہے کیونکہ یہ اس کا نیا سفر ہے اور اس حالت میں اس نے دو عبادتوں کو جمع کر کے فائدہ اٹھایا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ بندہ اپنے سفر پر باقی ہے جب تک اپنے وطن کو نہ لوٹ جائے۔ اور اگر وہ اپنے وطن کو لوٹ گیا ہو اور پھر حج کے دنوں میں اس نے عمرہ کیا اور اسی سال حج کیا تو وہ بہ اتفاق فقہاء احناف تمتع کرنے والا ہوگا کیونکہ اس کا یہ سفر نیا ہے اور اس کا پہلا سفر عمرے سے فاسد ہو چکا ہے۔ اور دوسرے سفر میں اس نے دونسک صحیح طور جمع کر لئے ہیں۔

مکہ میں سکونت اختیار کرنے والے کے لئے تمتع نہیں ہوگا:

وَلَوْ بَقِيَ بِمَكَّةَ وَلَمْ يَخْرُجْ إِلَى الْبَصْرَةِ حَتَّى اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحَجَّ مِنْ عَامِهِ لَا يَكُونُ مُتَمَتِّعًا بِالِاتِّفَاقِ، لِأَنَّ عُمْرَتَهُ مَكِّيَّةٌ وَالسَّفَرُ الْأَوَّلُ انْتَهَى بِالْعُمْرَةِ الْفَاسِدَةِ وَلَا تَمَتُّعَ لِأَهْلِ

مَكَّةَ.

(وَمَنْ اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحَجَّ مِنْ عَامِهِ فَأَيُّهُمَا أَفْسَدَ مَضَى فِيهِ) لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ الْخُرُوجُ عَنْ عُهْدَةِ الْإِحْرَامِ إِلَّا بِالْأَفْعَالِ (وَسَقَطَ دَمُ الْمُتْعَةِ) لِأَنَّهُ لَمْ يَتَرَفَّقْ بِأَدَاءِ نُسُكَيْنِ صَحِيحَيْنِ فِي سَفْرَةٍ وَاحِدَةٍ.

ترجمہ اور اگر اس نے مکے میں سکونت اختیار کی اور وہ بصرہ گیا ہی نہیں یہاں تک کہ حج کے مہینوں میں اس نے عمرہ کیا تو وہ بالاتفاق تمتع کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا عمرہ مکی کی ہے اور اس کا پہلا سفر فاسد عمرے سے فاسد ہو چکا ہے۔ اور اہل مکہ کے لئے تمتع نہیں ہے۔

اور جس شخص نے حج کے مہینوں میں عمرہ کر لیا اور پھر اسی سال حج کیا تو وہ دونوں میں سے جس فاسد کرنا چاہے کر دے کیونکہ اس کے لئے احرام کے عہدے سے باہر نکلنا غیر ممکن ہے۔ ہاں البتہ جب وہ افعال ادا کر چکا ہو۔ اور ایک سفر میں دونسکوں کو صحیح ادا کرنے کی ہمت نہ ہونے کی وجہ سے اس سے تمتع کا دم ساقط ہو گیا ہے۔

عورت کی قربانی سے ایک دم تمتع کو کفایت کرنے والا نہ ہوگا

(وَإِذَا تَمَتَّعَتِ الْمَرْأَةُ فَضَحَّتْ بِشَاةٍ لَمْ يُجْزِهَا عَنِ الْمُتْعَةِ) لِأَنَّهَا أَتَتْ بِغَيْرِ الْوَاجِبِ، وَكَذَا الْجَوَابُ فِي الرَّجُلِ.

(وَإِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ اغْتَسَلَتْ وَأَحْرَمَتْ وَصَنَعَتْ كَمَا يَصْنَعُهُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنَّهَا لَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرَ) لِحَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حِينَ حَاضَتْ بِسَرِفٍ وَلِأَنَّ الطَّوَافَ فِي الْمَسْجِدِ وَالْوُقُوفَ فِي الْمَفَازَةِ، وَهٰذَا الْاِغْتِسَالُ لِلْإِحْرَامِ لَا لِلصَّلَاةِ فَيَكُونُ مُفِيدًا.

ترجمہ اور جب عورت نے تمتع کیا اور اس نے ایک قربانی کی (جو عید بقر کی ہے) تو اس سے تمتع کی قربانی نہ ہوگی کیونکہ اس نے ایسی قربانی کی ہے جو اس پر واجب نہیں ہے۔ اور اس میں مرد کے لئے بھی اسی طرح حکم ہے۔

اور عورت جب احرام کے وقت حائض ہوگئی تو وہ غسل کر کے احرام باندھے جس طرح حج کرنے والے کریں وہ بھی ویسے ہی کرے۔ ہاں وہ بیت اللہ کا طواف نہ کرے حتی کہ وہ پاک ہو جائے۔ اس کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے۔ کہ جب مقام سرف پر ان پر ایام حیض آ گئے۔ اور اس دلیل کے پیش نظر کہ اس کا طواف مسجد میں ہوتا ہے اور وقوف جنگل میں ہوتا ہے اور اس کا یہ غسل کرنا احرام کے لئے ہے نماز کے لئے نہیں ہے لہذا اس کے لئے مفید نہ ہوگا۔

عورت جب وقوف وطواف زیارت کے بعد حائض ہوئی

(فَإِنْ حَاضَتْ بَعْدَ الْوُقُوفِ وَطَوَافِ الزِّيَارَةِ انْصَرَفَتْ مِنْ مَكَّةَ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا لِطَوَافِ

الصَّدْرِ) (لِاَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَخَّصَ لِلنِّسَاءِ الْحُيَّضِ فِي تَرْكِ طَوَافِ الصَّدْرِ)
(وَمَنْ اتَّخَذَ مَكَّةَ دَارًا فَلَيْسَ عَلَيْهِ طَوَافُ الصَّدْرِ) لِاَنَّهٗ عَلٰى مَنْ يَصْدُرُ اِلَّا اِذَا اتَّخَذَهَا دَارًا بَعْدَمَا حَلَّ النَّفْرُ الْاَوَّلُ فِيْمَا يُرْوٰى عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَيَرْوِيْهِ الْبَعْضُ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لِاَنَّهٗ وَجَبَ عَلَيْهِ بِدُخُوْلِ وَقْتِهٖ فَلَا يَسْقُطُ بِنِيَّةِ الْاِقَامَةِ بَعْدَ ذٰلِكَ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

اگر عورت وقوف اور طواف زیارت کے بعد حائض ہوئی تو وہ مکہ سے چلی جائے اور طواف صدور کی وجہ سے اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حائض عورتوں کو طواف صدر ترک کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔
اور جس بندے نے مکہ کو جائے سکونت بنالیا اس پر طواف صدر نہیں ہے کیونکہ طواف صدر اس پر ہے جو مکے سے اپنے وطن کو واپس جائے۔ ہاں البتہ جب اس نے پہلے نفر کے وقت آجانے کے بعد مکے کو گھر بنایا۔ اسی روایت کے مطابق جو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے اور بعض نے اس کو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ اس لئے طواف صدور اس پر واجب ہو گیا ہے کیونکہ جب اس کا وقت آجائے۔ لہٰذا اس کے بعد وہ اقامت کی نیت ساقط نہ ہوگا۔

باب الجنایات

﴿یہ باب جنایات کے بیان میں ہے﴾

باب الجنایات کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے احرام کے احوال کو بیان کرنے کے بعد ان عوارض کا ذکر کیا ہے جو احرام والے پر وارد ہوتے ہیں اور عوارض ہمیشہ مؤخر ہوتے ہیں۔ جس طرح احصار و فوات وغیرہ عوارض ہیں۔

جنایات یہ جنایۃ کی جمع ہے۔ اور جنایت اس عمل ممنوع کو کہتے ہیں جو محرم سے اس کی حالت احرام میں صادر ہوں۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۲۷، بیروت)

جنایت کا مفہوم

حج کے بیان میں جنایت اس حرام فعل کو کہتے ہیں جس کی حرمت احرام یا حرم کے سبب سے ہو اور جس کے مرتکب پر کوئی چیز مثلاً قربانی یا صدقہ بطور جزاء یعنی بطور کفارہ واجب ہوتی ہو۔

احرام والے کا کامل عضو پر خوشبو لگانا سبب وجوب دم ہے

(وَإِذَا تَطَيَّبَ الْمُحْرِمُ فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ فَإِنْ طَيَّبَ عُضْوًا كَامِلًا فَمَا زَادَ فَعَلَيْهِ دَمٌ) وَذَلِكَ مِثْلُ الرَّأْسِ وَالسَّاقِ وَالْفَخِذِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ؛ لِأَنَّ الْجِنَايَةَ تَتَكَامَلُ بِتَكَامُلِ الِارْتِفَاقِ، وَذَلِكَ فِي الْعُضْوِ الْكَامِلِ فَيَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ كَمَالُ الْمُوجِبِ (وَإِنْ طَيَّبَ أَقَلَّ مِنْ عُضْوٍ فَعَلَيْهِ الصَّدَقَةُ) لِقُصُورِ الْجِنَايَةِ . وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجِبُ بِقَدْرِهِ مِنَ الدَّمِ اعْتِبَارًا لِلْجُزْءِ بِالْكُلِّ .
وَفِي الْمُنْتَقَى أَنَّهُ إِذَا طَيَّبَ رُبُعَ الْعُضْوِ فَعَلَيْهِ دَمٌ اعْتِبَارًا بِالْحَلْقِ، وَنَحْنُ نَذْكُرُ الْفَرْقَ بَيْنَهُمَا مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ .

اور جب محرم نے خوشبو لگائی تو اس پر دم واجب ہے خواہ نے پورے عضو پر لگائی ہو یا نصف عضو پر لگائی ہو دم واجب ہے۔ جس طرح سر، ران، پنڈلی اور اسی جیسے اعضاء ہیں۔ کیونکہ انتفاعِ کامل سے جرم کامل ہوتا ہے۔ اور مکمل انتفاع کامل عضو میں ہے لہٰذا عضو کامل پر موجب بھی پورا لازم ہوگا۔

اور اگر اس نے عضو سے کم پر خوشبو لگائی تو اس پر صدقہ واجب ہوگیا کیونکہ اس کا جرم کم ہے۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ دم میں سے جرم کی مقدار واجب ہوگا۔ سوائے اس کے کہ جب اس کو کل پر قیاس کیا جائے۔

مستقی میں ہے کہ جب اس نے عضو کے چوتھائی پر خوشبو لگائی تو اس پر دم واجب ہے۔ اس کو حلق پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان فرق ذکر کریں گے۔

دم کی ادائیگی بکری سے متعلق ہے

ثُمَّ وَاجِبُ الدَّمِ يَتَأَدّٰى بِالشَّاةِ فِي جَمِيعِ الْمَوَاضِعِ إِلَّا فِي مَوْضِعَيْنِ نَذْكُرُهُمَا فِي بَابِ الْهَدْيِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

ترجمہ اس کے بعد اس دم کی ادائیگی دم بکری سے ادا ہو جاتی ہے۔ دو مقامات کے سوا تمام مقامات میں حکم اسی طرح ہے ہم ان کو باب الہدی میں ان شاء بیان کریں گے۔

احرام میں واجب ہونے والے صدقے کی مقدار کا بیان

وَكُلُّ صَدَقَةٍ فِي الْإِحْرَامِ غَيْرُ مُقَدَّرَةٍ فَهِيَ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ إِلَّا مَا يَجِبُ بِقَتْلِ الْقَمْلَةِ وَالْجَرَادَةِ، هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

ترجمہ احرام کا ہر وہ صدقہ جس کی کوئی معین مقدار نہ ہو تو وہ نصف صاع گندم ہے ہاں یہ جوں اور ٹڈی کے مارنے سے بھی واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

مہندی کے خضاب سے لزوم دم کا بیان

قَالَ (فَإِنْ خَضَبَ رَأْسَهُ بِحِنَّاءٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ)، لِأَنَّهُ طِيبٌ .قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (الْحِنَّاءُ طِيبٌ) وَإِنْ صَارَ مُلَبَّدًا فَعَلَيْهِ دَمَانِ دَمٌ لِلتَّطَيُّبِ وَدَمٌ لِلتَّغْطِيَةِ .وَلَوْ خَضَبَ رَأْسَهُ بِالْوَسْمَةِ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ، لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِطِيبٍ ۔

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ إِذَا خَضَبَ رَأْسَهُ بِالْوَسْمَةِ، لِأَجْلِ الْمُعَالَجَةِ مِنَ الصُّدَاعِ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ بِاعْتِبَارِ أَنَّهُ يُغَلِّفُ رَأْسَهُ وَهٰذَا صَحِيحٌ ۔

ثُمَّ ذَكَرَ مُحَمَّدٌ فِي الْأَصْلِ رَأْسَهُ وَلِحْيَتَهُ، وَاقْتَصَرَ عَلٰى ذِكْرِ الرَّأْسِ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ دَلَّ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَضْمُونٌ ۔

ترجمہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اگر محرم نے اپنے سر میں مہندی لگائی تو اس پر دم واجب ہے کیونکہ حنا خوشبو ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حنا خوشبو ہے۔ اور اس کے سر بال لیپ ہو گئے تو اس پر دو دم واجب ہیں۔ ایک دم خوشبو لگانے کی وجہ سے ہے اور دوسرا دم سر ڈھانپنے کی وجہ سے ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنے سر وسمہ سے خضاب کیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔ اس لئے کہ وسمہ خوشبو نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب محرم نے وسمہ و مرداسنگ کے علاج کی وجہ سے خضاب کر لیا تو اس پر کفارہ واجب ہے۔ اسی قیاس کے مطابق کہ اس نے اپنے سر کو ڈھانپ لیا ہے اور صحیح روایت یہی ہے۔ اس کے بعد مبسوط میں سر اور داڑھی کا ذکر ہے۔ جبکہ جامع صغیر میں صرف سر کا ذکر اکتفاء کیا گیا ہے۔ لہٰذا جامع صغیر کی دلالت اس بات پر ہوئی کہ ان دونوں میں سے ہر ایک دم لازم ہے۔

زیتون کے تیل لگانے میں لزوم دم وصدقے کے اختلاف کا بیان

(فَإِنِ ادَّهَنَ بِزَيْتٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : عَلَيْهِ الصَّدَقَةُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : إِذَا اسْتَعْمَلَهُ فِي الشَّعْرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ لِإِزَالَةِ الشَّعَثِ، وَإِنِ اسْتَعْمَلَهُ فِي غَيْرِهِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِانْعِدَامِهِ . وَلَهُمَا أَنَّهُ مِنَ الْأَطْعِمَةِ إِلَّا أَنَّ فِيهِ ارْتِفَاقًا بِمَعْنَى قَتْلِ الْهَوَامِّ وَإِزَالَةِ الشَّعَثِ فَكَانَتْ جِنَايَةً قَاصِرَةً .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ أَصْلُ الطِّيبِ، وَلَا يَخْلُو عَنْ نَوْعِ طِيبٍ، وَيَقْتُلُ الْهَوَامَّ وَيُلَيِّنُ الشَّعْرَ وَيُزِيلُ التَّفَثَ وَالشَّعَثَ فَتَتَكَامَلُ الْجِنَايَةُ بِهَذِهِ الْجُمْلَةِ فَتُوجِبُ الدَّمَ، وَكَوْنُهُ مَطْعُومًا لَا يُنَافِيهِ كَالزَّعْفَرَانِ، وَهَذَا الْخِلَافُ فِي الزَّيْتِ الْبَحْتِ وَالْخَلِّ الْبَحْتِ . أَمَّا الْمُطَيَّبُ مِنْهُ كَالْبَنَفْسَجِ وَالزَّنْبَقِ وَمَا أَشْبَهَهُمَا يَجِبُ بِاسْتِعْمَالِهِ الدَّمُ بِالِاتِّفَاقِ لِأَنَّهُ طِيبٌ، وَهَذَا إِذَا اسْتَعْمَلَهُ عَلَى وَجْهِ التَّطَيُّبِ،

ترجمہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص زیتون کا تیل لگائے تو اس پر دم واجب ہے۔ صاحبین نے کہا ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جب اس روغنی زیتون کو بال میں استعمال کیا تو اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ اس نے بالوں کو بکھیریت سے دور کیا ہے۔ اور اگر اس نے بالوں کے علاوہ استعمال کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے کوئی بالوں کی بکھریت زائل نہیں ہوئی ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ روغنی زیتون کھانے کی اشیاء میں سے ہے البتہ اس میں جوں مارنے اور بالوں سے آلودگی دور کرنے کی وجہ سے ایک طرح کا نفع ہے۔ لہٰذا یہ انتفاع ناقص جرم ہوگا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ روغنی زیتون خوشبو کی اصل ہے۔ اور خوشبو خواہ ایک خوشبو سے خالی نہیں ہے۔ اور وہ جوں وغیرہ کو مارتا ہے۔ اور بالوں کو نرم کرنے والا ہے۔ اور میل کچیل وآلودگی کو دور کرنے والا ہے۔ لہٰذا ان تمام کی وجہ سے یہ جرم ہو گیا اسی لئے اس پر دم واجب ہے۔ جبکہ اس کا کھایا جانا مذکورہ اشیاء کے منافی نہیں ہے۔ جس طرح زعفران ہے اور اختلاف خالص روغنی زیتون اور خالص تلوں کے تیل میں ہے۔ البتہ روغن زیتون یا تل والا تیل تو وہ خوشبودار بنایا گیا ہو جس طرح بنفشہ چنبیلی اور اس

طرح کے تیل تو ان کے استعمال میں بہ اتفاق دم واجب ہے۔ کیونکہ یہ خوشبو ہے اور یہ وجوب اس صورت میں ہوگا کہ جب ان کا استعمال خوشبو کے لئے کیا جاتا ہو۔

پاؤں کے زخم وغیرہ پر دوائی لگانے کی صورت میں عدم کفارے کا بیان

وَلَوْ دَاوَى بِهِ جُرْحَهُ اَوْ شُقُوقَ رِجْلَيْهِ فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ، لِاَنَّهُ لَيْسَ بِطِيبٍ فِي نَفْسِهِ اِنَّمَا هُوَ اَصْلُ الطِّيبِ اَوْ طِيبٌ مِنْ وَجْهٍ فَيُشْتَرَطُ اسْتِعْمَالُهُ عَلَى وَجْهِ التَّطَيُّبِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا تَدَاوَى بِالْمِسْكِ وَمَا اَشْبَهَهُ ۔

اور اگر اس نے روغن زیتون کے ساتھ اپنے زخم یا پاؤں کے پھٹنے کا علاج کیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے کیونکہ روغن زیتون خود خوشبو نہیں ہے۔ بلکہ وہ خوشبو کی اصل ہے۔ یا وہ ایک طرح کی خوشبو ہے لہٰذا خوشبو میں بطور خوشبو کے استعمال کی شرط ہے بہ خلاف اس کے جب مشک اور اس کی طرح کی کوئی دوا ہو۔

سارا دن سلا ہوا کپڑا پہننے کی صورت میں وجوب دم کا بیان

(وَاِنْ لَبِسَ ثَوْبًا مَخِيطًا اَوْ غَطَّى رَأْسَهُ يَوْمًا كَامِلًا فَعَلَيْهِ دَمٌ، وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ) وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ اِذَا لَبِسَ اَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ يَوْمٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ، وَهُوَ قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَوَّلًا ۔ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَجِبُ الدَّمُ بِنَفْسِ اللُّبْسِ، لِاَنَّ الِارْتِفَاقَ يَتَكَامَلُ بِالِاشْتِمَالِ عَلَى بَدَنِهِ ۔

وَلَنَا اَنَّ مَعْنَى التَّرَفُّقِ مَقْصُودٌ مِنَ اللُّبْسِ، فَلَا بُدَّ مِنِ اعْتِبَارِ الْمُدَّةِ، لِيَحْصُلَ عَلَى الْكَمَالِ وَيَجِبُ الدَّمُ، فَقُدِّرَ بِالْيَوْمِ، لِاَنَّهُ يُلْبَسُ فِيهِ ثُمَّ يُنْزَعُ عَادَةً وَتَتَقَاصَرُ فِيمَا دُونَهُ الْجِنَايَةُ فَتَجِبُ الصَّدَقَةُ، غَيْرَ اَنَّ اَبَا يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَقَامَ الْاَكْثَرَ مَقَامَ الْكُلِّ ۔

اور اگر محرم نے مکمل دن سلا ہوا کپڑا پہنا یا اپنا سر ڈھانپ لیا تو اس پر دم واجب ہے۔ اور اس سے تھوڑی مدت ہے تو صدقہ واجب ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب اس نے آدھے دن سے زیادہ پہنا تو اس پر دم واجب ہے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا قول بھی یہی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ پہنتے ہی دم واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ راحت میں فائدہ اٹھایا ہے جو اس کے بدن کو شامل ہوتے کامل ہو جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ پہننے سے راحت کا معنی مقصود ہے۔ جس کے لئے ایک مدت کا اعتبار کرنا ضروری ہے تاکہ مکمل طور پر

راحت حاصل ہو جائے جس پر دم ہے۔ لہٰذا وہ مدت ایک دن مقرر کی گئی ہے۔ کیونکہ عرف کے مطابق ایک دن کے لئے لباس پہنا جاتا ہے اور اس کے بعد اتار دیا جاتا ہے۔ ایک دن سے کم میں جنایت کم ہے اس لئے اس میں صدقہ واجب ہوگا۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر کو کل کے قائم مقام کیا ہے۔

قمیص کو بطور اضطباع بنانے میں عدم کفارے کا بیان

وَلَوْ ارْتَدَى بِالْقَمِيصِ أَوْ اتَّشَحَ بِهِ أَوْ اتَّزَرَ بِالسَّرَاوِيلِ فَلَا بَأْسَ بِهِ، لِأَنَّهُ لَمْ يَلْبَسْهُ لُبْسَ الْمَخِيطِ .

وَكَذَا لَوْ أَدْخَلَ مَنْكِبَيْهِ فِي الْقَبَاءِ وَلَمْ يُدْخِلْ يَدَيْهِ فِي الْكُمَّيْنِ خِلَافًا لِزُفَرَ، لِأَنَّهُ مَا لَبِسَهُ لُبْسَ الْقَبَاءِ وَلِهَذَا يَتَكَلَّفُ فِي حِفْظِهِ .

وَالتَّقْدِيرُ فِي تَغْطِيَةِ الرَّأْسِ مِنْ حَيْثُ الْوَقْتُ مَا بَيَّنَّاهُ، وَلَا خِلَافَ أَنَّهُ إِذَا غَطَّى جَمِيعَ رَأْسِهِ يَوْمًا كَامِلًا يَجِبُ عَلَيْهِ الدَّمُ، لِأَنَّهُ مَمْنُوعٌ عَنْهُ، وَلَوْ غَطَّى بَعْضَ رَأْسِهِ فَالْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ اعْتَبَرَ الرُّبُعَ اعْتِبَارًا بِالْحَلْقِ وَالْعَوْرَةِ، وَهَذَا، لِأَنَّ سَتْرَ الْبَعْضِ اسْتِمْتَاعٌ مَقْصُودٌ يَعْتَادُهُ بَعْضُ النَّاسِ، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَعْتَبِرُ أَكْثَرَ الرَّأْسِ اعْتِبَارًا لِلْحَقِيقَةِ .

اگر محرم نے قمیص کو چادر کے طور پر اوڑھ لیا یا اس نے قمیص سے اتشاح کیا۔ یا پائجامے کے ساتھ لنگی باندھ لی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کو اس نے کپڑے کے طور نہیں پہنا اور ایسے ہی اگر قباء میں اپنے کندھے ڈالے اور آستینوں میں اپنے ہاتھ نہیں ڈالے۔ بہ خلاف امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق کیونکہ اس نے قباء کو پہننے کے لئے نہیں پہنا۔ اسی دلیل کے پیش نظر وہ اس کی حفاظت میں مشقت میں ہوتا ہے۔ اور سر ڈھانپنے کے حق میں بھی وقت کے اعتبار سے وہی اصول ہے جو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کہ جب اس نے اپنے سر کو تمام دن ڈھانپا تو اس پر قربانی واجب ہے۔ کیونکہ یہ عمل ممنوع ہے۔ اور اگر اس نے تھوڑا سا سر ڈھانپا تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ چوتھائی کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اس کو حلق اور عورت پر قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ بعض کے ستر سے مقصود منفعت ہے۔ اور یہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے سر کے اکثر کا اعتبار کرتے ہیں۔

چوتھائی کے برابر سر یا داڑھی کا حلق کرنے میں دم کا بیان

(وَإِذَا حَلَقَ رُبُعَ رَأْسِهِ أَوْ رُبُعَ لِحْيَتِهِ فَصَاعِدًا فَعَلَيْهِ دَمٌ، فَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ الرُّبُعِ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ) وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجِبُ إِلَّا بِحَلْقِ الْكُلِّ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ يَجِبُ بِحَلْقِ الْقَلِيلِ اعْتِبَارًا بِنَبَاتِ الْحَرَمِ .

وَلَنَا اَنَّ حَلْقَ بَعْضِ الرَّأْسِ ارْتِفَاقٌ كَامِلٌ، لِاَنَّهُ مُعْتَادٌ فَتَتَكَامَلُ بِهِ الْجِنَايَةُ وَتَتَقَاصَرُ فِيمَا دُوْنَهُ بِخِلَافِ تَطِيبِ رُبُعِ الْعُضْوِ، لِاَنَّهُ غَيْرُ مَقْصُوْدٍ، وَكَذَا حَلْقُ بَعْضِ اللِّحْيَةِ مُعْتَادٌ بِالْعِرَاقِ وَاَرْضِ الْعَرَبِ.

اور جب اس نے چوتھائی سر یا چوتھائی داڑھی یا اس سے زائد کا حلق کروایا تو اس پر دم ہے اور اگر چوتھائی سے کم ہو تو صدقہ واجب ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے دم صرف کل حلق میں واجب ہوگا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دم واجب ہو جائے گا خواہ حلق کی مقدار قلیل ہو۔ وہ حرم کی گھاس پر قیاس کرتے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ تھوڑی مقدار میں سر کو حلق کرنا بھی انتفاع مقصود ہے کیونکہ یہ بھی معتاد ہے لہذا اسی کی مقدار کے مطابق جرم کو پورا کیا جائے گا۔ اور اس سے تھوڑی مقدار میں جرم ناقص ہوگا بہ خلاف چوتھائی عضو کو خوشبو لگانے کے کیونکہ وہ مقصود نہیں ہے۔ اور اسی طرح داڑھی کا کچھ حصہ مونڈنا عرب وعراق میں معتاد ہے۔

بغل کے بال مونڈنے سے وجوب دم کا بیان

(وَاِنْ حَلَقَ الرَّقَبَةَ كُلَّهَا فَعَلَيْهِ دَمٌ)، لِاَنَّهُ عُضْوٌ مَقْصُوْدٌ بِالْحَلْقِ (وَاِنْ حَلَقَ الْاِبْطَيْنِ اَوْ اَحَدَهُمَا فَعَلَيْهِ دَمٌ)، لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَقْصُوْدٌ بِالْحَلْقِ لِدَفْعِ الْاَذٰى وَنَيْلِ الرَّاحَةِ فَاَشْبَهَ الْعَانَةَ. ذَكَرَ فِي الْاِبْطَيْنِ الْحَلْقَ هٰهُنَا وَفِي الْاَصْلِ النَّتْفُ وَهُوَ السُّنَّةُ (وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ) رَحِمَهُمَا اللّٰهُ (اِذَا حَلَقَ عُضْوًا فَعَلَيْهِ دَمٌ، وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ فَطَعَامٌ) اَرَادَ بِهِ الصَّدْرَ وَالسَّاقَ وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ، لِاَنَّهُ مَقْصُوْدٌ بِطَرِيْقِ التَّنُّوْرِ فَتَتَكَامَلُ بِحَلْقِ كُلِّهِ وَتَتَقَاصَرُ عِنْدَ حَلْقِ بَعْضِهِ.

اور اگر اس نے ساری گردن منڈوائی تو اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ وہ بھی ایسا عضو ہے جس کا حلق مقصود ہے۔ اور اسی طرح اگر اس نے دونوں بغل یا ان میں سے ایک کے بال مونڈے تو بھی اس دم واجب ہے۔ کیونکہ تکلیف کو دور کرنے اور آرام کے حصول کے لئے دونوں بغلوں میں سے ہر ایک کی منڈائی ارادے کے ساتھ کی جاتی ہے۔ لہذا یہ زیر ناف کے مشابہ ہوگیا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے یہاں بغلوں کے حلق کا لفظ استعمال کیا ہے جبکہ مبسوط میں نتف کا لفظ ذکر ہوا ہے اور یہی سنت ہے صاحبین نے کہا ہے کہ جب ایک عضو کا حلق کرے تو اس پر ایک دم واجب ہے۔ اگر عضو سے کم تو کھانا لازم ہے۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی مراد یہ ہے کہ پنڈلی، سینہ اور ان کی طرح ہیں۔ وہ ہیں کیونکہ بطریقہ تنور یہی مقصود ہیں۔ لہذا ان کے کل حلق سے جرم کامل جبکہ بعض سے ناقص ہوگا۔

مونچھ کاٹنے والے پر وجوب طعام کا بیان

(وَاِنْ اَخَذَ مِنْ شَارِبِهِ فَعَلَيْهِ) طَعَامٌ (حُكُوْمَةُ عَدْلٍ) وَمَعْنَاهُ اَنَّهُ يُنْظَرُ اَنَّ هٰذَا الْمَاْخُوْذَ كَمْ

يَكُونُ مِنْ رُبُعِ اللِّحْيَةِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ الطَّعَامُ بِحَسَبِ ذٰلِكَ، حَتّٰى لَوْ كَانَ مَثَلًا مِثْلَ رُبُعِ الرُّبُعِ لَزِمَهُ قِيمَةُ رُبُعِ الشَّاةِ، وَلَفْظَةُ الْاَخْذِ مِنَ الشَّارِبِ تَدُلُّ عَلَى اَنَّهُ هُوَ السُّنَّةُ فِيهِ دُوْنَ الْحَلْقِ، وَالسُّنَّةُ اَنْ يَقُصَّ حَتّٰى يُوَازِيَ الْإِطَارَ .

اور اگر اس نے مونچھ کو کاٹا تو اس پر ایک حکومت عدل کا طعام ہے اور حکومت عدل کا معنی یہ ہے کہ وہ دیکھے کہ اس نے جتنی مونچھ کاٹی ہے وہ چوتھائی داڑھی سے کتنی ہے پس اسی کے مطابق طعام واجب ہے۔ یہاں تک کہ اگر چوتھائی داڑھی کا چوتھائی ہو تو اس پر ایک بکری کی قیمت کا چوتھائی لازم ہے۔ اور اخذ من شارب کے لفظ کی دلالت بھی اسی پر ہے۔ کیونکہ مونچھ کتروانا سنت ہے حلق کروانا سنت نہیں ہے۔ اور سنت یہ ہے کہ مونچھ اتنی مقدار میں کاٹے کہ اطار کے مقابل ہو جائے۔

پچھنے والی جگہ کا حلق کیا تو وجوب دم کا بیان

قَالَ (وَاِنْ حَلَقَ مَوْضِعَ الْمَحَاجِمِ فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ) رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَقَالَا: عَلَيْهِ صَدَقَةٌ)' لِاَنَّهُ اِنَّمَا يَحْلِقُ الْحِجَامَةَ وَهِيَ لَيْسَتْ مِنَ الْمَحْظُورَاتِ فَكَذَا مَا يَكُونُ وَسِيلَةً اِلَيْهَا، وَاِلَّا اَنَّ فِيهِ اِزَالَةَ شَيْءٍ مِنَ التَّفَثِ فَتَجِبُ الصَّدَقَةُ .

وَلِاَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ حَلْقَهُ مَقْصُودٌ' لِاَنَّهُ لَا يَتَوَسَّلُ اِلَى الْمَقْصُودِ اِلَّا بِهِ، وَقَدْ وُجِدَ اِزَالَةُ التَّفَثِ عَنْ عُضْوٍ كَامِلٍ فَيَجِبُ الدَّمُ .

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اگر اس نے پچھنے والی جگہ کا حلق کروایا تو اس پر دم واجب ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ اس پر صدقہ واجب ہے۔ کیونکہ اس نے صرف پچھنے لگوانے کی وجہ سے حلق کروایا ہے۔ اور پچھنا لگوانا ممنوعات میں سے نہیں ہے۔ اور اسی طرح اس میں بھی نہ ہوگا جو اس کا وسیلہ ہے۔ البتہ اس میں کچھ آلودگی دور کرنے کے لئے مونڈتا ہے لہٰذا صدقہ واجب ہوگا۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ حلق کروانا مقصود ہے لہٰذا اس کو وسیلہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ یہ خود حلق ہے۔ اور ایک کامل عضو سے آلودگی کو دور پایا جا رہا ہے لہٰذا دم واجب ہے۔

حالق و محلوق پر وجوب دم کا بیان

(وَاِنْ حَلَقَ رَأْسَ مُحْرِمٍ بِاَمْرِهِ اَوْ بِغَيْرِ اَمْرِهِ فَعَلَى الْحَالِقِ الصَّدَقَةُ، وَعَلَى الْمَحْلُوقِ دَمٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَجِبُ اِنْ كَانَ بِغَيْرِ اَمْرِهِ بِاَنْ كَانَ نَائِمًا' لِاَنَّ مِنْ اَصْلِهِ اَنَّ الْاِكْرَاهَ يُخْرِجُ الْمُكْرَهَ مِنْ اَنْ يَكُونَ مُؤَاخَذًا بِحُكْمِ الْفِعْلِ وَالنَّوْمُ اَبْلَغُ مِنْهُ .

وَعِنْدَنَا بِسَبَبِ النَّوْمِ وَالْإِكْرَاهِ يَنْتَفِي الْمَأْثَمُ دُوْنَ الْحُكْمِ وَقَدْ تَقَرَّرَ سَبَبُهُ، وَهُوَ مَا نَالَ مِنَ الرَّاحَةِ وَالزِّيْنَةِ فَيَلْزَمُهُ الدَّمُ حَتْمًا، بِخِلَافِ الْمُضْطَرِّ حَيْثُ يَتَخَيَّرُ، لِاَنَّ الْاٰفَةَ هُنَاكَ سَمَاوِيَّةٌ وَهَاهُنَا مِنَ الْعِبَادِ، ثُمَّ لَا يَرْجِعُ الْمَحْلُوْقُ رَأْسُهُ عَلَى الْحَالِقِ، لِاَنَّ الدَّمَ اِنَّمَا لَزِمَهُ بِمَا نَالَ مِنَ الرَّاحَةِ فَصَارَ كَالْمَغْرُوْرِ فِي حَقِّ الْعُقْرِ، وَكَذَا اِذَا كَانَ الْحَالِقُ حَلَالًا لَا يَخْتَلِفُ الْجَوَابُ فِي حَقِّ الْمَحْلُوْقِ رَأْسُهُ، وَاَمَّا الْحَالِقُ تَلْزَمُهُ الصَّدَقَةُ فِي مَسْأَلَتِنَا فِي الْوَجْهَيْنِ .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافُ اِذَا حَلَقَ الْمُحْرِمُ رَأْسَ حَلَالٍ .لَهُ اَنَّ مَعْنَى الْاِرْتِفَاقِ لَا يَتَحَقَّقُ بِحَلْقِ شَعْرِ غَيْرِهِ وَهُوَ الْمُوْجِبُ .

وَلَنَا اَنَّ اِزَالَةَ مَا يَنْمُو مِنْ بَدَنِ الْاِنْسَانِ مِنْ مَحْظُوْرَاتِ الْاِحْرَامِ، لِاسْتِحْقَاقِهِ الْاَمَانَ بِمَنْزِلَةِ نَبَاتِ الْحَرَمِ فَلَا يَفْتَرِقُ الْحَالُ بَيْنَ شَعْرِهِ وَشَعْرِ غَيْرِهِ اِلَّا اَنَّ كَمَالَ الْجِنَايَةِ فِي شَعْرِهِ .

اور ایک احرام والے نے دوسرے محرم کے سر کا حلق کیا خواہ اس کے حکم سے کرے یا بغیر حکم کے کرے تو حالق پر صدقہ واجب ہے اور محلوق پر دم واجب ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اگر بغیر حکم کے اس نے حلق کیا اس طرح کہ وہ سویا ہوا تھا تو محلوق پر دم واجب نہیں ہے۔اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ وہ حالت اکراہ ہے لہٰذا مجبوری کی وجہ سے مواخذہ کا حکم خارج ہو جائے گا۔ جبکہ نیند مجبوری سے بھی بڑھ کر ہے۔

ہمارے نزدیک نیند اور مجبوری سے گنا دور ہو جاتا ہے حکم دور نہیں ہوتا کیونکہ اس کا سبب ثابت ہے۔اور وہ سبب خوبصورتی وراحت حاصل کرنا ہے۔لہٰذا یقینی طور پر دم واجب ہوگا۔ بہ خلاف حالت اضطراری کے کیونکہ وہاں آسمانی مجبوری ہے اور یہاں بندوں کی طرف سے ہے۔اس کے بعد محلوق حالق سے رجوع نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس پر دم اس راحت کی وجہ سے واجب ہے جو اس کو حاصل ہے۔لہٰذا محلوق عقر کے حق میں مغرور کی طرح ہو گیا اور اسی طرح اگر حالق حلال ہو تو محلوق کے حق میں حکم مختلف نہ ہوگا البتہ حالق کے لئے ہمارے نزدیک ان دونوں صورتوں میں اس پر صدقہ واجب ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حالق پر کچھ واجب نہ ہوگا اسی اختلاف کی بنیاد پر جب کسی محرم نے غیر محرم کے سر کا حلق کر دیا۔حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے کے بال مونڈنے میں راحت کے فائدے کا معنی ثابت نہیں ہوتا جبکہ موجب فدیہ یہی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ انسان کے جسم سے جو چیز بھی اگتی ہے اس کو دور کرنا ممنوعات احرام میں سے ہے۔ کیونکہ جسم سے اگنے والی چیز امن کی مستحق ہے جس طرح حرم کی گھاس ہے لہٰذا اپنے بالوں اور دوسروں کے بالوں میں فرق نہ ہوگا۔البتہ مکمل جنایت اپنے بالوں میں ہے۔

جب محرم نے غیر محرم کی مونچھیں مونڈ دیں تو حکم صدقہ

(فَاِنْ اَخَذَ مِنْ شَارِبِ حَلَالٍ اَوْ قَلَّمَ اَظَافِيرَهُ اَطْعَمَ مَا شَاءَ) وَالْوَجْهُ فِيهِ مَا بَيَّنَّا. وَلَا يَعْرِى عَنْ نَوْعِ ارْتِفَاقٍ لِاَنَّ يَتَاَذَّى بِتَفَثِ غَيْرِهِ وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنَ التَّاَذِّى بِتَفَثِ نَفْسِهِ فَيَلْزَمُهُ الطَّعَامُ (وَاِنْ قَصَّ اَظَافِيرَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَعَلَيْهِ دَمٌ) لِاَنَّهُ مِنَ الْمَحْظُورَاتِ لِمَا فِيهِ مِنْ قَضَاءِ التَّفَثِ وَاِزَالَةِ مَا يَنْمُو مِنَ الْبَدَنِ، فَاِذَا قَلَّمَهَا كُلَّهَا فَهُوَ ارْتِفَاقٌ كَامِلٌ فَيَلْزَمُهُ الدَّمُ، وَلَا يُزَادُ عَلَى دَمٍ اِنْ حَصَلَ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ لِاَنَّ الْجِنَايَةَ مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ، فَاِنْ كَانَ فِي مَجَالِسَ فَكَذٰلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّ مَبْنَاهَا عَلَى التَّدَاخُلِ فَاَشْبَهَ كَفَّارَةَ الْفِطْرِ اِلَّا اِذَا تَخَلَّلَتِ الْكَفَّارَةُ لِارْتِفَاعِ الْاُولٰى بِالتَّكْفِيرِ.

وَعَلٰى قَوْلِ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَجِبُ اَرْبَعَةُ دِمَاءٍ اِنْ قَلَّمَ فِي كُلِّ مَجْلِسٍ يَدًا اَوْ رِجْلًا لِاَنَّ الْغَالِبَ فِيهِ مَعْنَى الْعِبَادَةِ فَيَتَقَيَّدُ التَّدَاخُلُ بِاتِّحَادِ الْمَجْلِسِ كَمَا فِي آيِ السَّجْدَةِ.

اگر کسی محرم نے غیر محرم کی مونچھ یا ناخن کاٹے تو کھانے میں سے جو چاہے صدقہ دے۔اس کی دلیل وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔کیونکہ یہ ایک قسم کی راحت سے خالی نہیں ہے کیونکہ غیر سے میل کچیل کو دور کرنے والا ہے جس سے خود تکلیف محسوس کرنے والا ہے اگر چہ اپنی میل کچیل سے کم تکلیف محسوس کرنے والا ہے۔لہٰذا اس پر طعام ضروری ہے۔

اگر محرم نے اپنے دونوں ہاتھوں اور اپنے دونوں پاؤں کے ناخن تراش لیے تو اس پر دم واجب ہے اسلئے کہ یہ احرام کے ممنوعات میں سے ہے۔اور یہی دلیل یہ ہے کہ اپنے میل کچیل کو دور کرتا ہے اور بدن سے اگنے والی چیز کو زائل کرتا ہے۔لہٰذا جب محرم نے تمام ناخنوں کو تراش لیا تو یہ کامل راحت بن گئی اس لئے اس پر قربانی واجب ہوگئی اور ایک دم پر زیادتی نہیں کی جائے گی البتہ شرط یہ ہے کہ تمام ناخنوں کا کاٹنا ایک ہی مجلس واقع ہو۔کیونکہ جرم ایک ہی قسم کا ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس طرح حکم ہے خواہ مجلس مختلف ہی کیوں نہ ہو۔کیونکہ اس مسئلہ کی بناء مداخلت پر ہے لہٰذا یہ افطار کے کفارے کے مشابہ ہوگیا۔لیکن جب کفارہ درمیان میں واقع ہو کیونکہ وہ پہلا جرم کفارہ دینے کی وجہ سے دور ہو چکا ہے۔

شیخین کے نزدیک اس پر چار قربانیاں واجب ہیں۔اگر اس نے ہر مجلس میں ایک پاؤں یا ایک ہاتھ کے ناخن تراش لیے کیونکہ کفارے میں عبادت کا معنی (ثواب) غالب ہے لہٰذا مداخلت اتحاد مجلس کے ساتھ مقید ہوگی۔جس آیات سجدہ میں ہوتا ہے۔

ایک ہاتھ اور پاؤں کے ناخن تراشنے پر وجوب دم کا بیان

(وَاِنْ قَصَّ يَدًا اَوْ رِجْلًا فَعَلَيْهِ دَمٌ) اِقَامَةً لِلرُّبُعِ مَقَامَ الْكُلِّ كَمَا فِي الْحَلْقِ (وَاِنْ قَصَّ اَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ اَظَافِيرَ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ) مَعْنَاهُ تَجِبُ بِكُلِّ ظُفُرٍ صَدَقَةٌ.

وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَجِبُ الدَّمُ بِقَصِّ ثَلَاثَةٍ مِنْهَا، وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ الْاَوَّلُ، لِاَنَّ فِی اَظَافِیْرِ الْیَدِ الْوَاحِدَةِ دَمًا، وَالثَّلَاثُ اَکْثَرُهَا ۔

وَجْهُ الْمَذْکُوْرِ فِی الْکِتَابِ اَنَّ اَظَافِیْرَ کَفٍّ وَاحِدٍ اَقَلُّ مَا يَجِبُ الدَّمُ بِقَلْمِهٖ وَقَدْ اَقَمْنَاهَا مَقَامَ الْکُلِّ، فَلَا يُقَامُ اَکْثَرُهَا مَقَامَ کُلِّهَا، لِاَنَّهٗ يُؤَدِّیْ اِلٰی مَا لَا يَتَنَاهٰی

اگر محرم نے ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے تمام ناخن تراش دیے تو اس پر دم واجب ہے کیونکہ چوتھائی کل کے قائم مقام ہے۔ جس طرح حلق میں ہے۔ اور اگر محرم نے پانچ سے کم تراشے تو صدقہ واجب ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ ہر ناخن کے لئے صدقہ ہے۔

حضرت امام زفر عِلیہ الرحمہ کے نزدیک تین ناخن تراشنے میں دم واجب ہو جائے گا۔ حضرت امام اعظم عِلیہ الرحمہ کا پہلا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ ایک ہاتھ کے ناخنوں میں دم واجب ہے اور تین ان کا اکثر ہے جو کتاب میں مذکور ہے اور ایک ہاتھ کے ناخن اس کا کم از کم درجہ ہیں جس کے کاٹنے سے دم واجب ہوتا ہے اور ہم نے اس کو کل کے قائم مقام کر دیا ہے۔ لہٰذا ایک ہاتھ کے اکثر کو کل کے قائم مقام نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس طرح یہ ان کا سبب ہوگا جن کی انتہاء ہی نہ ہو۔

دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے پانچ سے کم ناخن تراشنے پر وجوب صدقہ ودم کا بیان

(وَاِنْ قَصَّ خَمْسَةَ اَظَافِیْرَ مُتَفَرِّقَةٍ مِنْ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَبِیْ يُوْسُفَ) رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی (وَقَالَ مُحَمَّدٌ): رَحِمَهُ اللّٰهُ (عَلَيْهِ دَمٌ) اعْتِبَارًا بِمَا لَوْ قَصَّهَا مِنْ کَفٍّ وَاحِدٍ، وَبِمَا اِذَا حَلَقَ رُبُعَ الرَّأْسِ مِنْ مَوَاضِعَ مُتَفَرِّقَةٍ ۔

وَلَهُمَا اَنَّ کَمَالَ الْجِنَايَةِ بِنَيْلِ الرَّاحَةِ وَالزِّيْنَةِ وَبِالْقَلْمِ عَلٰی هٰذَا الْوَجْهِ يَتَاَذّٰی وَيَشِيْنُهٗ ذٰلِکَ، بِخِلَافِ الْحَلْقِ، لِاَنَّهٗ مُعْتَادٌ عَلٰی مَا مَرَّ ۔

وَاِذَا تَقَاصَرَتِ الْجِنَايَةُ تَجِبُ فِيْهَا الصَّدَقَةُ فَيَجِبُ بِقَلْمِ کُلِّ ظُفْرٍ طَعَامُ مِسْکِيْنٍ، وَکَذٰلِکَ لَوْ قَلَّمَ اَکْثَرَ مِنْ خَمْسَةٍ مُتَفَرِّقًا اِلَّا اَنْ يَبْلُغَ ذٰلِکَ دَمًا فَحِيْنَئِذٍ يَنْقُصُ عَنْهُ مَا شَاءَ ۔

شیخین کے نزدیک جب محرم دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے پانچ ناخن مختلف جگہوں سے تراشے تو اس پر صدقہ واجب ہے۔

حضرت امام محمد عِلیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس پر دم واجب ہے۔ اور اس کو اس پر بات پر قیاس کریں گے جب اس نے ایک ہاتھ کے پانچ ناخن کاٹے ہوں۔ اور اسی طرح یہ قیاس کرتے ہوئے کہ جب اس نے چوتھائی سر کا حلق مختلف جگہوں سے کروایا ہو۔
شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اس کا یہ کامل جرم راحت و زینت کے حصول کی وجہ بنا ہے کیونکہ کتروانے سے اذیت محسوس کرتا ہے اور اس کو یہ حالت عیب دار کرنے والی ہے بہ خلاف سر کو منڈوانے کے کیونکہ وہ معتاد ہے جس طرح گزر چکا ہے اور جب جنایت

ناقص ہو تو اس میں صدقہ واجب ہے لہٰذا ہر ناخن کے کاٹنے سے مسکین کو طعام دینے واجب ہوگا۔ اور اسی طرح اگر اس نے پانچ ناخنوں سے زیادہ مختلف جگہوں کٹوایا اور ان سب کو اکٹھا کریں تو دم کو پہنچ جائیں تو تب وہ اس کی قیمت سے جو چاہے کم کرے۔

جب محرم نے ٹوٹے ہوئے ناخن کو کاٹ دیا

قَالَ: (وَإِنْ انْكَسَرَ ظُفُرُ الْمُحْرِمِ وَتَعَلَّقَ فَأَخَذَهُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ)، لِأَنَّهُ لَا يَنْمُو بَعْدَ الِانْكِسَارِ فَأَشْبَهَ الْيَابِسَ مِنْ شَجَرِ الْحَرَمِ

فرمایا: جب محرم کا ناخن ٹوٹ گیا پس وہ لٹک گیا پھر محرم نے اس کو پکڑ لیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ٹوٹنے کے بعد بڑھنے والا نہیں ہے لہٰذا وہ حرم کے خشک درخت کے مشابہ ہوگیا ہے۔

خوشبو لگانے، کپڑے پہننے اور حلق کروانے میں عذر کا بیان

(وَإِنْ تَطَيَّبَ أَوْ لَبِسَ مَخِيطًا أَوْ حَلَقَ مِنْ عُذْرٍ فَهُوَ مُخَيَّرٌ إِنْ شَاءَ ذَبَحَ وَإِنْ شَاءَ تَصَدَّقَ عَلَى سِتَّةِ مَسَاكِينَ بِثَلَاثَةِ أَصْوُعٍ مِنَ الطَّعَامِ وَإِنْ شَاءَ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ) وَكَلِمَةُ أَوْ لِلتَّخْيِيرِ وَقَدْ فَسَّرَهَا رَسُولُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِمَا ذَكَرْنَا، وَالْآيَةُ نَزَلَتْ فِي الْمَعْذُورِ ثُمَّ الصَّوْمُ يُجْزِئُهُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ شَاءَ، لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَكَذَلِكَ الصَّدَقَةُ عِنْدَنَا لِمَا بَيَّنَّا .

وَأَمَّا النُّسُكُ فَيَخْتَصُّ بِالْحَرَمِ بِالِاتِّفَاقِ، لِأَنَّ الْإِرَاقَةَ لَمْ تُعْرَفْ قُرْبَةً إِلَّا فِي زَمَانٍ أَوْ مَكَانٍ، وَهَذَا الدَّمُ لَا يَخْتَصُّ بِزَمَانٍ فَتَعَيَّنَ اخْتِصَاصُهُ بِالْمَكَانِ، وَلَوْ اخْتَارَ الطَّعَامَ أَجْزَأَهُ فِيهِ التَّغْدِيَةُ وَالتَّعْشِيَةُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اعْتِبَارًا بِكَفَّارَةِ الْيَمِينِ .

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يُجْزِيهِ، لِأَنَّ الصَّدَقَةَ تُنْبِئُ عَنِ التَّمْلِيكِ وَهُوَ الْمَذْكُورُ .

اگر محرم نے عذر کے پیش نظر خوشبو لگائی یا سلا ہوا کپڑا پہنا یا حلق کروایا تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو وہ ایک بکری ذبح کرے اور چاہے تو وہ چھ مسکینوں پر تین صاع کھانے کا صدقہ کرے اور اگر وہ چاہے تو تین دن کے روزے رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس اس پر روزوں کا فدیہ یا صدقہ یا قربانی کا حکم ہے۔ کلمہ ''او'' اختیار کے لیے آتا ہے۔ اور اس آیت کی تفسیر رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ اشیاء کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ آیت عذر والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ بہر حال جہاں چاہے روزہ رکھے کیونکہ روزہ ہر جگہ عبادت ہے۔ اور ہمارے نزدیک صدقہ بھی اسی طرح ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں البتہ قربانی کرنے کا مسئلہ تو باتفاق حرم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ خون کا بہانا بطور عبادت معلوم نہیں ہے۔ البتہ زمان ومکان ہے۔ اور یہ دم کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے لہٰذا اس کی تخصیص مکان کے ساتھ متعین ہوگئی۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر عذر والا محرم اس کو صبح کا کھانا کھلائے اور شام کا کھانا کھلائے تو کافی ہے اسے کفارہ یمین پر قیاس کیا گیا ہے۔ جبکہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی نہیں ہے کیونکہ صدقہ تملیک کی خبر دیتا ہے اور یہی صدقہ ذکر کیا گیا ہے۔

شہوت سے دیکھنے میں انزال پر عدم دم و کفارے کا بیان

(فَإِنْ نَظَرَ إِلَى فَرْجِ امْرَأَتِهِ بِشَهْوَةٍ فَأَمْنَى لَا شَيْءَ عَلَيْهِ) لِأَنَّ الْمُحَرَّمَ هُوَ الْجِمَاعُ وَلَمْ يُوجَدْ فَصَارَ كَمَا لَوْ تَفَكَّرَ فَأَمْنَى (وَإِنْ قَبَّلَ أَوْ لَمَسَ بِشَهْوَةٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ) وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ يَقُولُ: إِذَا مَسَّ بِشَهْوَةٍ فَأَمْنَى، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا أَنْزَلَ أَوْ لَمْ يُنْزِلْ ذَكَرَهُ فِي الْأَصْلِ. وَكَذَا الْجَوَابُ فِي الْجِمَاعِ فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ.

وَعَنْ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ إِنَّمَا يُفْسِدُ إِحْرَامَهُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ إِذَا أَنْزَلَ وَاعْتَبَرَهُ بِالصَّوْمِ.

وَلَنَا أَنَّ فَسَادَ الْحَجِّ يَتَعَلَّقُ بِالْجِمَاعِ وَلِهَذَا لَا يَفْسُدُ بِسَائِرِ الْمَحْظُورَاتِ، وَهَذَا لَيْسَ بِجِمَاعٍ مَقْصُودٍ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِهِ مَا يَتَعَلَّقُ بِالْجِمَاعِ إِلَّا أَنَّ فِيهِ مَعْنَى الِاسْتِمْتَاعِ وَالِارْتِفَاقِ بِالْمَرْأَةِ وَذَلِكَ مَحْظُورُ الْإِحْرَامِ فَيَلْزَمُهُ الدَّمُ بِخِلَافِ الصَّوْمِ لِأَنَّ الْمُحَرَّمَ فِيهِ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ، وَلَا يَحْصُلُ بِدُونِ الْإِنْزَالِ فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ.

اگر محرم نے اپنی بیوی کی فرج کو شہوت کے ساتھ دیکھا جس کی وجہ سے انزال ہو گیا تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔ کیونکہ حرمت جماع کی ہے اور جماع نہیں پایا گیا۔ لہذا یہ اس طرح ہو گیا جس طرح کسی نے تصور کیا اور انزال ہو گیا۔ اور اگر محرم نے شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا مس کر لیا تو اس پر دم واجب ہو گیا۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ جب اس نے شہوت کے ساتھ مس کیا اور انزال ہو گیا۔ جبکہ اس صورت میں کوئی فرق نہیں ہے کہ انزال ہوا ہے یا نہیں ہوا مبسوط نے اسی کو ذکر کیا ہے۔ شرمگاہ کے سوا جماع کا یہی حکم ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ ان تمام صورتوں میں اس کا احرام فاسد ہو جائے گا انہوں نے اس کو روزے پر قیاس کیا ہے۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ فساد حج جماع کے ساتھ متعلق ہے لہذا اس طرح تمام ممنوعات سے حج فاسد نہ ہوگا۔ اور اس کے اس عمل سے جماع مقصود نہیں ہے لہذا جو حکم جماع کے ساتھ متعلق ہے وہ اس کے ساتھ متعلق نہ ہوگا۔ البتہ اس میں عورت سے لطف اندوز و لذت کا معنی ہے اس لئے منع ہے۔ اسی لئے اس پر دم واجب ہے۔ بہ خلاف روزے کے کیونکہ روزے میں شہوت کو پورا کرنا حرام ہے جبکہ فرج کے سوا میں بغیر انزال کے یہ مسئلہ حاصل نہیں ہوتا۔

وقوفِ عرفہ سے قبل جماع سے فسادِ حج کا بیان

(وَإِنْ جَامَعَ فِي أَحَدِ السَّبِيلَيْنِ قَبْلَ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ فَسَدَ حَجُّهُ وَعَلَيْهِ شَاةٌ، وَيَمْضِي فِي الْحَجِّ كَمَا يَمْضِي مَنْ لَمْ يُفْسِدْهُ، وَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ) وَالْأَصْلُ فِيهِ مَا رُوِيَ (أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ سُئِلَ عَمَّنْ وَاقَعَ امْرَأَتَهُ وَهُمَا مُحْرِمَانِ بِالْحَجِّ قَالَ: يُرِيقَانِ دَمًا وَيَمْضِيَانِ فِي حَجَّتِهِمَا وَعَلَيْهِمَا الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ) وَهٰكَذَا نُقِلَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: تَجِبُ بَدَنَةٌ اعْتِبَارًا بِمَا لَوْ جَامَعَ بَعْدَ الْوُقُوفِ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ إِطْلَاقُ مَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّ الْقَضَاءَ لَمَّا وَجَبَ وَلَا يَجِبُ إِلَّا لِاسْتِدْرَاكِ الْمَصْلَحَةِ خَفَّ مَعْنَى الْجِنَايَةِ فَيَكْتَفِي بِالشَّاةِ بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْوُقُوفِ لِأَنَّهُ لَا قَضَاءَ. ثُمَّ سَوَّى بَيْنَ السَّبِيلَيْنِ.

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ فِي غَيْرِ الْقُبُلِ مِنْهُمَا لَا يُفْسِدُ لِتَقَاصُرِ مَعْنَى الْوَطْءِ فَكَانَ عَنْهُ رِوَايَتَانِ.

اور اگر محرم نے وقوفِ عرفہ سے پہلے سبیلین میں سے کسی ایک میں جماع کیا تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر ایک بکری کا دم لازم ہے۔ اور وہ حج کے مناسک اسی طرح کرے جیسے وہ حاجی کرتا ہے جس کا حج فاسد نہیں ہوا۔ اور اس مسئلہ میں اصل وہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا ہے ایک شخص نے جماع کیا ہے حالانکہ وہ دونوں احرام میں تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا دونوں قربانی کریں اور دونوں اپنے حج سے گزر جائیں اور ان دونوں پر آنے والے سال میں حج واجب ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے بدنہ واجب ہے انہوں نے وقوفِ عرفہ کے بعد والی صورت جماع پر قیاس کیا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دلیل وہی حدیث ہے جو مطلق ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ قضاء واجب ہوئی ہے اور قضاء صرف حصولِ مصلحت کے لئے واجب ہوتی ہے لہٰذا جنایت کا معنی خفیف ہوا اور صرف بکری کو کافی سمجھ لیا گیا ہے بہ خلاف وقوفِ عرفہ کے بعد کے کیونکہ اس صورت میں قضاء واجب نہیں ہے۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں راہوں کو برابر قرار دیا ہے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق مسئلہ یہ ہے قبل کے سوا وطی کرنے سے حج فاسد نہیں ہوتا کیونکہ اس میں وطی کا معنی ناقص ہے لہٰذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایات بیان کی گئی ہیں۔

حج کی قضاء میں بیوی کو جدا نہ کرنے کا بیان

(وَلَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يُفَارِقَ امْرَأَتَهُ فِي قَضَاءِ مَا أَفْسَدَاهُ) عِنْدَنَا خِلَافًا لِمَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ إِذَا خَرَجَا مِنْ بَيْتِهِمَا. وَلِزُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ إِذَا أَحْرَمَا. وَلِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ إِذَا انْتَهَيَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي جَامَعَهَا فِيهِ. لَهُمْ أَنَّهُمَا يَتَذَاكَرَانِ ذٰلِكَ فَيَقَعَانِ فِي الْمُوَاقَعَةِ فَيَفْتَرِقَانِ.

وَلَنَا اَنَّ الْجَامِعَ بَيْنَهُمَا وَهُوَ النِّكَاحُ قَائِمٌ فَلَا مَعْنَى لِلافْتِرَاقِ قَبْلَ الْاِحْرَامِ لِاِبَاحَةِ الْوِقَاعِ وَلَا بَعْدَهُ، لِاَنَّهُمَا يَتَذَاكَرَانِ مَا لَحِقَهُمَا مِنَ الْمَشَقَّةِ الشَّدِيدَةِ بِسَبَبِ لَذَّةٍ يَسِيرَةٍ فَيَزْدَادَانِ نَدَمًا وَتَحَرُّزًا فَلَا مَعْنَى لِلافْتِرَاقِ ۔

فقہاء احناف کے نزدیک محرم پر واجب نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو فاسد شدہ حج یا عمرے کی قضاء میں الگ کرے۔ جبکہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ جب وہ دونوں اپنے گھر سے باہر نکلیں۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے کہ جب وہ احرام باندھ لیں۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے کہ جب وہ دونوں وہاں پہنچیں جہاں اس نے بیوی کے ساتھ جمع کیا تھا۔ ان تمام فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو پہلے والے واقعہ کو یاد کرتے ہوئے جماع کرلیں گے۔ لہذا دونوں کو الگ رہنے کا حکم دیا جائے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ دونوں کو اکٹھا کرنے والا نکاح ہے جو دونوں میں برابر پایا جاتا ہے۔ لہذا احرام سے پہلے علیحدگی کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت جماع کرنا جائز ہے۔ اور احرام کے بعد اس لئے مباح ہے کہ وہ دونوں اس سخت مشقت کو یاد کریں گے جو انہیں تھوڑی سی لذت کی وجہ سے جھیلنی پڑ رہی ہے۔ پس ان کی ندامت و پرہیزگاری میں اضافہ ہو جائے گا لہذا الگ کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔

وقوف عرفہ کے بعد جماع سے حج کے فاسد نہ ہونے کا بیان

(وَمَنْ جَامَعَ بَعْدَ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ لَمْ يَفْسُدْ حَجُّهُ وَعَلَيْهِ بَدَنَةٌ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فِيمَا اِذَا جَامَعَ قَبْلَ الرَّمْيِ، لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ) وَاِنَّمَا تَجِبُ الْبَدَنَةُ لِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَوْ، لِاَنَّهُ اَعْلَى اَنْوَاعِ الِارْتِفَاقِ فَيَتَغَلَّظُ مُوجِبُهُ ۔

اور جس نے وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا تو اس کا حج فاسد نہ ہوگا اور اس پر بدنہ واجب ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے جب وہ رمی سے پہلے جماع کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وقوف عرفہ کیا اس کا حج مکمل ہو گیا اور بدنہ اس لئے واجب ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے۔ یا اس لئے واجب ہے کہ جماع حصول لذت کا اعلیٰ درجہ ہے پس اس کا موجب بھی سخت ہوا۔

حلق کروانے کے بعد جماع کی صورت میں بکری کے وجوب کا بیان

(وَاِنْ جَامَعَ بَعْدَ الْحَلْقِ فَعَلَيْهِ شَاةٌ) لِبَقَاءِ اِحْرَامِهِ فِي حَقِّ النِّسَاءِ دُونَ لُبْسِ الْمَخِيطِ، وَمَا اَشْبَهَهُ فَخَفَّتِ الْجِنَايَةُ فَاكْتَفَى بِالشَّاةِ ۔ (وَمَنْ جَامَعَ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ اَنْ يَطُوفَ اَرْبَعَةَ اَشْوَاطٍ فَسَدَتْ عُمْرَتُهُ فَيَمْضِي فِيهَا وَيَقْضِيهَا وَعَلَيْهِ شَاةٌ ۔ وَاِذَا جَامَعَ بَعْدَمَا طَافَ اَرْبَعَةَ اَشْوَاطٍ اَوْ اَكْثَرَ فَعَلَيْهِ شَاةٌ وَلَا تَفْسُدُ عُمْرَتُهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تَفْسُدُ فِي الْوَجْهَيْنِ وَعَلَيْهِ بَدَنَةٌ اعْتِبَارًا

بِالْحَجِّ اِذْ هِيَ فَرْضٌ عِنْدَهُ كَالْحَجِّ .

وَلَنَا اَنَّهَا سُنَّةٌ فَكَانَتْ اَحَطَّ رُتْبَةً مِنْهُ فَتَجِبُ الشَّاةُ فِيهَا وَالْبَدَنَةُ فِي الْحَجِّ اِظْهَارًا لِلتَّفَاوُتِ .

اگر محرم نے حلق کروانے کے بعد جماع کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہوگئی کیونکہ اس کا احرام ابھی عورتوں کے حق میں باقی ہے۔ جبکہ سلے ہوئے کپڑے پہننے میں نہیں ہے۔ اور نہ اس کی طرح کے حق میں ہے۔ لہٰذا اس طرح جنایت خفیف ہوگئی تو اس کے حکم خفیف بکری کا وجوب کافی ہوگیا۔

اور جس شخص نے عمرے کے احرام میں چار چکر طواف کرنے کے بعد جماع کیا تو اس کا عمرہ فاسد ہو جائے گا۔ لیکن عمرے کے افعال مکمل کرے اور اس کی قضاء کرے اور اس پر قربانی کے طور پر ایک بکری واجب ہے۔ اور اگر چار چکر یا اس سے زیادہ طواف کرنے کے بعد جماع کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور اس کا عمرہ فاسد نہ ہوگا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں عمرہ فاسد ہو جائے گا۔ اور حج پر قیاس کرتے ہوئے اس پر بدنہ واجب ہوگا۔ کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج کی طرح عمرہ فرض ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ عمرہ سنت ہے لہٰذا حج سے مرتبے میں کم ہوا۔ اور اسی طرح فرق ظاہر ہونے پر عمرے میں بکری اور حج میں بدنہ واجب ہوگا۔

بھول کر جماع کرنے والا ارادے سے جماع کرنے والے کی طرح ہے

(وَمَنْ جَامَعَ نَاسِيًا كَانَ كَمَنْ جَامَعَ مُتَعَمِّدًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ جِمَاعُ النَّاسِي غَيْرُ مُفْسِدٍ لِلْحَجِّ . وَكَذَا الْخِلَافُ فِي جِمَاعِ النَّائِمَةِ وَالْمُكْرَهَةِ . هُوَ يَقُولُ: الْحَظْرُ يَنْعَدِمُ بِهٰذِهِ الْعَوَارِضِ فَلَمْ يَقَعِ الْفِعْلُ جِنَايَةً .

وَلَنَا اَنَّ الْفَسَادَ بِاعْتِبَارِ مَعْنَى الْاِرْتِفَاقِ فِي الْاِحْرَامِ ارْتِفَاقًا مَخْصُوصًا، وَهٰذَا لَا يَنْعَدِمُ بِهٰذِهِ الْعَوَارِضِ، وَالْحَجُّ لَيْسَ فِي مَعْنَى الصَّوْمِ؛ لِاَنَّ حَالَاتِ الْاِحْرَامِ مُذَكِّرَةٌ بِمَنْزِلَةِ حَالَاتِ الصَّلَاةِ بِخِلَافِ الصَّوْمِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور جس نے بھول کر جماع کیا تو وہ ارادے سے جماع کرنے والے کی طرح ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بھول کر جماع کرنے والے کا جماع حج کو فاسد نہیں کرے گا۔ اور سوئی ہوئی کے ساتھ یا مجبورہ کے ساتھ جماع بھی اسی اختلاف پر ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان عوارض کی بناء پر حرمت ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ عمل جنایت نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ احرام کا فساد ایک خاص لذت حاصل کرنے کے ساتھ ہے۔ اور لذت کا معنی ان عوارض سے ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اور حج روزے کے حکم میں نہیں ہے۔ لہٰذا احرام کے احوال یاد کرانے والے ہیں اور یہ نماز کے احوال کی طرح ہوگیا ہے۔ جبکہ روزے میں ایسا نہیں ہوتا۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل جنایات کے متفرق مسائل کے بیان میں ہے﴾

جنایات متفرقہ کی فصل کی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے اس فصل کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ یہاں مسائل میں باہمی احکام و کیفیات میں مغایرت ہے۔لہٰذا ان کے درمیان فصل کرنا مناسب ہے اسی لئے مصنف فصل کو ذکر کیا ہے۔

حالت حدث میں طواف قدوم کرنے پر وجوب صدقہ کا بیان

(وَمَنْ طَافَ طَوَافَ الْقُدُومِ مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يُعْتَدُّ بِهِ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ) "إلَّا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَبَاحَ فِيهِ الْمَنْطِقَ فَتَكُونُ الطَّهَارَةُ مِنْ شَرْطِهِ .

وَلَنَا قَوْله تَعَالَى (وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ) مِنْ غَيْرِ قَيْدِ الطَّهَارَةِ فَلَمْ تَكُنْ فَرْضًا، ثُمَّ قِيلَ: هِيَ سُنَّةٌ، وَالْأَصَحُّ أَنَّهَا وَاجِبَةٌ لِأَنَّهُ يَجِبُ بِتَرْكِهَا الْجَابِرُ، وَلِأَنَّ الْخَبَرَ يُوجِبُ الْعَمَلَ فَيَثْبُتُ بِهِ الْوُجُوبُ، فَإِذَا شَرَعَ فِي هَذَا الطَّوَافِ وَهُوَ سُنَّةٌ، يَصِيرُ وَاجِبًا بِالشُّرُوعِ وَيَدْخُلُهُ نَقْصٌ بِتَرْكِ الطَّهَارَةِ فَيُجْبَرُ بِالصَّدَقَةِ إظْهَارًا لِدُنُوِّ رُتْبَتِهِ عَنْ الْوَاجِبِ بِإِيجَابِ اللَّهِ، وَهُوَ طَوَافُ الزِّيَارَةِ، وَكَذَا الْحُكْمُ فِي كُلِّ طَوَافٍ هُوَ تَطَوُّعٌ .

جس شخص نے حالت حدث میں طواف قدوم کیا تو اس پر ایک صدقہ واجب ہے۔جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ محدث کے طواف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طواف نماز ہے لیکن اس میں بات کرنے کی اجازت ہے۔لہٰذا طہارت طواف کے لئے شرط ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگ بیت عتیق کا طواف کریں۔اس طہارت کی کوئی قید نہیں ہے لہٰذا طہارت فرض نہ ہوگی۔اس کے بعد کہا گیا ہے طہارت سنت ہے اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ واجب ہے۔کیونکہ اس کے ترک سے اس کی تلافی کرنا واجب ہے۔لہٰذا خبر واحد عمل کو واجب کرنے ہے۔اس لئے طہارت کا وجوب ثابت ہو جائے گا۔اور جب اس نے طواف شروع کیا جبکہ یہ سنت ہے تو شروع کرنے سے واجب ہو جائے گا۔اور طہارت کے ترک پر میں نقصان پیدا ہو جائے گا۔ جس کی صدقے سے تلافی کرنا ہوگی۔تا کہ اس سے کم مرتبے کا اظہار ہو جائے۔ایسے طواف سے جو اللہ تعالیٰ کے فرض کرنے سے

واجب ہے۔ اور وہ طواف زیارت ہے۔ اور ہر نفلی طواف میں اسی طرح حکم ہے۔

حالت حدث سے طواف زیارت کرنے میں وجوب بکری کا بیان

(وَلَوْ طَافَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ شَاةٌ) لِأَنَّهُ أَدْخَلَ النَّقْصَ فِي الرُّكْنِ فَكَانَ أَفْحَشَ مِنَ الْأَوَّلِ فَيُجْبَرُ بِالدَّمِ (وَإِنْ كَانَ جُنُبًا فَعَلَيْهِ بَدَنَةٌ) كَذَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، وَلِأَنَّ الْجَنَابَةَ أَغْلَظُ مِنَ الْحَدَثِ فَيَجِبُ جَبْرُ نُقْصَانِهَا بِالْبَدَنَةِ إِظْهَارًا لِلتَّفَاوُتِ، وَكَذَا إِذَا طَافَ أَكْثَرَهُ جُنُبًا أَوْ مُحْدِثًا، لِأَنَّ أَكْثَرَ الشَّيْءِ لَهُ حُكْمُ كُلِّهِ

اور اگر اس نے طواف زیارت بغیر طہارت کے کیا تو اس پر بکری واجب ہے۔ کیونکہ رکن میں نقصان داخل ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہ پہلے سے زیادہ جنایت ہے۔ پس اس پر دم لازم ہوگا۔ اور اگر اس نے حالت جنابت میں طواف کیا تو اس پر بدنہ واجب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کی گئی ہے۔ کیونکہ جنابت حدث سے زیادہ سخت ہے تو فرق ظاہر کرنے کے لئے اس کی تلافی بدنہ سے کی جائے گی۔ اور اسی طرح اگر اس نے اکثر طواف حالت جنابت یا حدث میں کیا تو یہی حکم ہے کیونکہ اکثر شئے کل کے حکم میں ہوتی ہے۔

اگر مکہ میں ہے تو اعادہ طواف کا حکم

(وَالْأَفْضَلُ أَنْ يُعِيدَ الطَّوَافَ مَا دَامَ بِمَكَّةَ وَلَا ذَبْحَ عَلَيْهِ) وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ: وَعَلَيْهِ أَنْ يُعِيدَ. وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يُؤْمَرُ بِالْإِعَادَةِ فِي الْحَدَثِ اسْتِحْبَابًا وَفِي الْجَنَابَةِ إِيجَابًا لِفُحْشِ النُّقْصَانِ بِسَبَبِ الْجَنَابَةِ وَقُصُورِهِ بِسَبَبِ الْحَدَثِ.

ثُمَّ إِذَا أَعَادَهُ وَقَدْ طَافَهُ مُحْدِثًا لَا ذَبْحَ عَلَيْهِ وَإِنْ أَعَادَهُ بَعْدَ أَيَّامِ النَّحْرِ، لِأَنَّ بَعْدَ الْإِعَادَةِ لَا يَبْقَى إِلَّا شُبْهَةُ النُّقْصَانِ، وَإِنْ أَعَادَهُ وَقَدْ طَافَهُ جُنُبًا فِي أَيَّامِ النَّحْرِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ أَعَادَهُ فِي وَقْتِهِ، وَإِنْ أَعَادَهُ بَعْدَ أَيَّامِ النَّحْرِ لَزِمَهُ الدَّمُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِالتَّأْخِيرِ عَلَى مَا عُرِفَ مِنْ مَذْهَبِهِ.

جب تک وہ مکہ میں ہے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ طواف دوبارہ کرے۔ اور اس پر قربانی نہیں ہے۔ اور بعض نسخوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ دوبارہ واجب ہے۔ اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ حدث کی وجہ سے اعادہ کا حکم مستحب ہے۔ جبکہ جنابت کی صورت میں حکم وجوبی ہوگا۔ کیونکہ جنابت کی وجہ سے نقصان بڑا ہے۔ اور حدث کی وجہ سے نقصان تھوڑا ہے۔

اور اگر اس نے طواف کا اعادہ کر لیا حالانکہ اس نے پہلے حالت حدث میں طواف کیا تھا تو اس پر قربانی لازم نہیں ہے۔ خواہ اس نے ایام نحر کے بعد اعادہ کیا ہے۔ کیونکہ اعادہ کے بعد کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ ہاں البتہ نقصان شبہ باقی ہے۔ اور اگر اس نے ایام نحر میں اعادہ کیا جبکہ پہلے اس جنابت میں طواف کیا تھا تب بھی اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس نے طواف کا اعادہ اس کے

وقت میں کیا ہے۔ اور اگر اس نے طواف حالت جنابت میں کیا خواہ ایام نحر کے بعد اعادہ کیا تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مؤخر کرنے کی وجہ سے اس دم واجب ہے۔ اسی بناء پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب پہچانا جاتا ہے۔

حالت جنابت میں طواف کر کے اہل کی طرف آنے والے کا بیان

وَلَوْ رَجَعَ اِلَى اَهْلِهِ وَقَدْ طَافَهُ جُنُبًا عَلَيْهِ اَنْ يَعُوْدَ، لِاَنَّ النَّقْصَ كَثِيْرٌ فَيُؤْمَرُ بِالْعَوْدِ اسْتِدْرَاكًا لَهُ وَيَعُوْدُ بِاِحْرَامٍ جَدِيْدٍ. وَاِنْ لَمْ يَعُدْ وَبَعَثَ بَدَنَةً اَجْزَاهُ لِمَا بَيَّنَّا اَنَّهُ جَابِرٌ لَهُ، اِلَّا اَنَّ الْاَفْضَلَ هُوَ الْعَوْدُ. وَلَوْ رَجَعَ اِلَى اَهْلِهِ وَقَدْ طَافَهُ مُحْدِثًا اِنْ عَادَ وَطَافَ جَازَ، وَاِنْ بَعَثَ بِالشَّاةِ فَهُوَ اَفْضَلُ، لِاَنَّهُ خَفَّ مَعْنَى النُّقْصَانِ وَفِيْهِ نَفْعٌ لِلْفُقَرَاءِ، وَلَوْ لَمْ يَطُفْ طَوَافَ الزِّيَارَةِ اَصْلًا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى اَهْلِهِ فَعَلَيْهِ اَنْ يَعُوْدَ بِذٰلِكَ الْاِحْرَامِ لِانْعِدَامِ التَّحَلُّلِ مِنْهُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَنِ النِّسَاءِ اَبَدًا حَتّٰى يَطُوْفَ.

اگر وہ اپنے وطن لوٹ آیا حالانکہ اس نے طواف حالت جنابت میں کیا تھا تو اس پر واپس آنا ضروری ہے کیونکہ نقصان بہت بڑا ہے۔ لہٰذا اس کو پورا کرنے کے لئے لوٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور نئے احرام کے ساتھ واپس آئے اور اگر نہیں لوٹ کر آیا تو ایک بدنہ بھیجے تو اس کے لئے کافی ہوگا۔ اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ بدنہ نقصان کو پورا کرنے والا ہے۔ لیکن افضل اس کے لئے واپس آنا ہے۔ اور اگر وہ اپنے وطن لوٹ آیا حالانکہ اس نے طواف زیارت حالت حدث میں کیا تھا۔ اگر یہ پھر واپس گیا اور طواف کیا تو جائز ہے لیکن اگر بکری بھیجے تو افضل ہے کیونکہ اس صورت میں نقصان کا حکم کم ہے جبکہ بکری بھیجنے میں فقراء کے لئے فائدہ ہے۔ اور اگر اس نے طواف زیارت کیا ہی نہیں تھا کہ اپنے وطن کی طرف واپس لوٹ گیا تو اس پر اس احرام کے ساتھ واپس جانا واجب ہے۔ اس لئے کہ اس احرام سے حلال ہونا معدوم ہے اور وہ طواف کرنے تک عورتوں کے لئے محرم ہو گا۔

حالت حدث میں طواف صدر کرنے والے پر وجوب صدقہ کا بیان

(وَمَنْ طَافَ طَوَافَ الصَّدْرِ مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ) لِاَنَّهُ دُوْنَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ، وَاِنْ كَانَ وَاجِبًا فَلَا بُدَّ مِنْ اِظْهَارِ التَّفَاوُتِ. وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ تَجِبُ شَاةٌ، اِلَّا اَنَّ الْاَوَّلَ اَصَحُّ (وَلَوْ طَافَ جُنُبًا فَعَلَيْهِ شَاةٌ) لِاَنَّهُ نَقْصٌ كَثِيْرٌ، ثُمَّ هُوَ دُوْنَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ فَيُكْتَفٰى بِالشَّاةِ

اور جس شخص نے حالت حدث میں طواف صدر کیا تو اس پر صدقہ واجب ہے اس لئے کہ طواف صدر طواف زیارت سے کم ہے۔ اگر چہ واجب ہے لہٰذا فرق کا اظہار ضروری ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بکری واجب ہے۔ جبکہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور اگر حالت جنابت میں طواف کیا تو بکری واجب ہے۔ کیونکہ نقصان زیادہ ہے۔ مگر طواف زیارت سے کم ہے اس لئے بکری کافی ہے۔

طواف زیارت کے تین چکر چھوڑنے والے پر وجوب دم کا بیان

(وَمَنْ تَرَكَ مِنْ طَوَافِ الزِّيَارَةِ ثَلَاثَةَ اَشْوَاطٍ فَمَا دُوْنَهَا فَعَلَيْهِ شَاةٌ) لِاَنَّ النُّقْصَانَ بِتَرْكِ الْاَقَلِّ يَسِيرٌ فَاَشْبَهَ النُّقْصَانَ بِسَبَبِ الْحَدَثِ فَتَلْزَمُهُ شَاةٌ .فَلَوْ رَجَعَ اِلَى اَهْلِهِ اَجْزَاَهُ اَنْ لَا يَعُودَ وَيَبْعَثُ بِشَاةٍ لِمَا بَيَّنَّا (وَمَنْ تَرَكَ اَرْبَعَةَ اَشْوَاطٍ بَقِيَ مُحْرِمًا اَبَدًا حَتّٰى يَطُوفَهَا) لِاَنَّ الْمَتْرُوكَ اَكْثَرُ فَصَارَ كَاَنَّهُ لَمْ يَطُفْ اَصْلًا .

اور جس نے طواف زیارت کے تین یا اس سے کم چکر چھوڑے تو اس پر بکری واجب ہے کیونکہ تھوڑا چھوڑنے پر نقصان بھی تھورا ہے۔ پس اس کا یہ نقصان حدث کی وجہ لازم ہونے والے نقصان کے مشابہ ہوگیا ہے۔ لہٰذا اس پر بکری لازم ہے۔ پھر اگر وہ اپنے وطن واپس لوٹ گیا ہے تو اس کے لئے کافی ہے کہ مکہ میں نہ آئے بلکہ ایک بکری بھیج دے۔ اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور جس نے چار چکر ترک کیے تو دوبارہ طواف کرنے تک محرم رہے گا۔ اس لئے اس نے زیادہ چکر ترک کیے ہیں۔ لہٰذا وہ اس طرح ہوگیا ہے کہ گویا اس نے طواف کیا ہی نہیں ہے۔

طواف صدر مکمل یا چار چکر ترک کرنے کی صورت میں وجوب بکری کا بیان

(وَمَنْ تَرَكَ طَوَافَ الصَّدْرِ اَوْ اَرْبَعَةَ اَشْوَاطٍ مِنْهُ فَعَلَيْهِ شَاةٌ) لِاَنَّهُ تَرَكَ الْوَاجِبَ اَوْ الْاَكْثَرَ مِنْهُ، وَمَا دَامَ بِمَكَّةَ يُؤْمَرُ بِالْاِعَادَةِ اِقَامَةً لِلْوَاجِبِ فِي وَقْتِهِ (وَمَنْ تَرَكَ ثَلَاثَةَ اَشْوَاطٍ مِنْ طَوَافِ الصَّدْرِ فَعَلَيْهِ الصَّدَقَةُ، وَمَنْ طَافَ طَوَافَ الْوَاجِبِ فِي جَوْفِ الْحِجْرِ، فَاِنْ كَانَ بِمَكَّةَ اَعَادَهُ) لِاَنَّ الطَّوَافَ وَرَاءَ الْحَطِيمِ وَاجِبٌ عَلَى مَا قَدَّمْنَاهُ .

وَالطَّوَافُ فِي جَوْفِ الْحِجْرِ اَنْ يَدُوْرَ حَوْلَ الْكَعْبَةِ وَيَدْخُلَ الْفُرْجَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْحَطِيمِ، فَاِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَدْخَلَ نَقْصًا فِي طَوَافِهِ فَمَا دَامَ بِمَكَّةَ اَعَادَهُ كُلَّهُ لِيَكُونَ مُؤَدِّيًا لِلطَّوَافِ عَلَى الْوَجْهِ الْمَشْرُوعِ .

اور جس نے طواف صدر ترک کیا یا اس نے چار چکر ترک کیے ہوں تو اس پر بکری واجب ہے۔ کیونکہ اس نے واجب یا اس سے اکثر کو ترک کیا ہے۔ اور جب تک وہ مکہ میں رہے۔ اس کو طواف صدر کو دوبارہ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنے وقت میں ادا ہو۔ اور جس شخص نے طواف صدر کے تین چکر چھوڑے تو اس پر صدقہ واجب ہے۔

اور اگر اس نے واجب طواف جوف حجر میں کیا ہے۔ اور اگر وہ مکہ میں ہے تو طواف کو دوبارہ کرے۔ کیونکہ یہ طواف حطیم کے باہر سے کرنا واجب ہے۔ جس طرح ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ اور جوف حجر میں طواف کرنا اس طرح ہے کہ وہ کعبہ کے گرد پھیرے لگائے لیکن ان میں دو کشادگیاں ہیں۔ جو کعبہ اور حطیم کے درمیان ہے اور وہ ان میں داخل ہو۔ لہٰذا جب اس نے اس طرح کیا تو وہ اپنے طواف میں کمی داخل کرنے والا ہوگا لہٰذا جب تک مکہ میں ہے تو وہ مکمل طواف کا اعادہ کرے گا۔ تا کہ طواف کو اس کے شرعی طریقے

کے مطابق مکمل کرنے ہو جائے۔

ترک شدہ طواف کا اعادہ کر لینے کا بیان

(وَإِنْ أَعَادَ عَلَى الْحِجْرِ) خَاصَّةً (أَجْزَأَهُ) لِأَنَّهُ تَلَافَى مَا هُوَ الْمَتْرُوكُ وَهُوَ أَنْ يَأْخُذَ عَنْ يَمِينِهِ خَارِجَ الْحَجَرِ حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى آخِرِهِ ثُمَّ يَدْخُلَ الْحِجْرَ مِنَ الْفُرْجَةِ وَيَخْرُجَ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ هٰكَذَا يَفْعَلُهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ .

(فَإِنْ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ وَلَمْ يُعِدْهُ فَعَلَيْهِ دَمٌ) لِأَنَّهُ تَمَكَّنَ نُقْصَانٌ فِي طَوَافِهِ بِتَرْكِ مَا هُوَ قَرِيبٌ مِنَ الرُّبُعِ وَلَا تَجْزِيهِ الصَّدَقَةُ .

اور اگر اس نے صرف حجر کے طواف کو لوٹایا تو بھی کافی ہے۔ کیونکہ وہ چھوڑے ہوئے کو مکمل کرے۔ اور حجر کا طواف یہ ہے۔ کہ وہ حجر کے باہر سے دائیں طرف سے ابتداء کرے حتیٰ کہ آخر تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد حجر میں کشادگی سے داخل ہو کر دوسری جانب نکلے۔ ایسے ہی سات مرتبہ کرے۔ اور اگر وہ اپنے وطن واپس آئے اور اس کا اعادہ نہیں کیا تو اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ چوتھائی کے قریب چھوڑنے کی وجہ سے اس کے طواف میں نقصان پیدا ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس کو صدقہ کافی نہ ہوگا۔

طواف زیارت حدث میں جبکہ طواف صدر ایام تشریق میں حالت طہارت میں کرنے کا بیان

(وَمَنْ طَافَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ وَطَوَافَ الصَّدْرِ فِي آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ طَاهِرًا فَعَلَيْهِ دَمٌ)، فَإِنْ كَانَ طَافَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ جُنُبًا فَعَلَيْهِ دَمَانِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَقَالَا عَلَيْهِ دَمٌ وَاحِدٌ) لِأَنَّ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لَمْ يُنْقَلْ طَوَافُ الصَّدْرِ إِلَى طَوَافِ الزِّيَارَةِ لِأَنَّهُ وَاجِبٌ، وَإِعَادَةُ طَوَافِ الزِّيَارَةِ بِسَبَبِ الْحَدَثِ غَيْرُ وَاجِبٍ وَإِنَّمَا هُوَ مُسْتَحَبٌّ فَلَا يُنْقَلُ إِلَيْهِ .

وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي يُنْقَلُ طَوَافُ الصَّدْرِ إِلَى طَوَافِ الزِّيَارَةِ لِأَنَّهُ مُسْتَحِقُّ الْإِعَادَةِ فَيَصِيرُ تَارِكًا لِطَوَافِ الصَّدْرِ مُؤَخِّرًا لِطَوَافِ الزِّيَارَةِ عَنْ أَيَّامِ النَّحْرِ فَيَجِبُ الدَّمُ بِتَرْكِ الصَّدْرِ بِالِاتِّفَاقِ وَبِتَأْخِيرِ الْآخَرِ عَلَى الْخِلَافِ، إِلَّا أَنَّهُ يُؤْمَرُ بِإِعَادَةِ طَوَافِ الصَّدْرِ مَا دَامَ بِمَكَّةَ وَلَا يُؤْمَرُ بَعْدَ الرُّجُوعِ عَلَى مَا بَيَّنَّا .

اور جس شخص نے طواف زیارت وضو کے بغیر کیا اور طواف صدر ایام تشریق کے آخر میں باوضو کیا تو اس پر ایک دم واجب ہے اور اگر اس نے طواف زیارت جنابت کی حالت میں کیا۔ تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو دم واجب ہیں۔ صاحبین نے کہا ہے۔ اس پر ایک دم واجب ہے۔ اور حدث کی وجہ سے طواف زیارت کا اعادہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ طواف صدر طواف زیارت کی طرف منتقل نہیں کیا جائے گا۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ طواف صدر کو چھوڑنے کی وجہ سے بہ اتفاق دم واجب ہے۔ اور طواف زیارت میں تاخیر کرنے کی وجہ سے اختلاف کے مطابق واجب ہوگا لیکن جب تک وہ مکہ میں

ہے۔اس کو طواف صدر کے لوٹانے کا حکم دیا جائے گا۔جبکہ وطن واپس چلے جانے کے بعد حکم نہیں دیا جائے گا۔جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

جس نے عمرے کے لئے طواف وسعی وضو کے بغیر کیا:

(وَمَنْ طَافَ لِعُمْرَتِهِ وَسَعَى عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ وَحَلَّ فَمَا دَامَ بِمَكَّةَ يُعِيدُهُمَا وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) أَمَّا إِعَادَةُ الطَّوَافِ فَلِتَمَكُّنِ النَّقْصِ فِيهِ بِسَبَبِ الْحَدَثِ .

وَأَمَّا السَّعْيُ فَلِأَنَّهُ تَبَعٌ لِلطَّوَافِ، وَإِذَا أَعَادَهُمَا لَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِارْتِفَاعِ النُّقْصَانِ (وَإِنْ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ قَبْلَ أَنْ يُعِيدَ فَعَلَيْهِ دَمٌ) لِتَرْكِ الطَّهَارَةِ فِيهِ، وَلَا يُؤْمَرُ بِالْعَوْدِ لِوُقُوعِ التَّحَلُّلِ بِأَدَاءِ الرُّكْنِ إِذِ النُّقْصَانُ يَسِيرٌ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ فِي السَّعْيِ شَيْءٌ لِأَنَّهُ أَتَى بِهِ عَلَى أَثَرِ طَوَافٍ مُعْتَدٍّ بِهِ، وَكَذَا إِذَا أَعَادَ الطَّوَافَ وَلَمْ يُعِدِ السَّعْيَ فِي الصَّحِيحِ .

(وَمَنْ تَرَكَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَعَلَيْهِ دَمٌ وَحَجُّهُ تَامٌّ) لِأَنَّ السَّعْيَ مِنَ الْوَاجِبَاتِ عِنْدَنَا فَيَلْزَمُ بِتَرْكِهِ الدَّمُ دُونَ الْفَسَادِ .

اور جس بندے نے وضو کے بغیر عمرے کے لئے طواف وسعی کی اور وہ حلال ہو گیا۔جب تک تو کے میں ہے۔ان دونوں کو لوٹائے اور اس پر کوئی شئی واجب نہیں ہے۔اور طواف کا اعادہ اس لئے ہے کہ اس میں حدث کی وجہ سے نقصان پیدا ہو چکا ہے اور اگر طواف کا اعادہ کرنے پہلے وہ اپنے وطن میں واپس چلا گیا تو اس پر قربانی واجب ہے۔اس لئے اس کے طواف میں طہارت رہ گئی تھی۔اور اسے واپس آنے کا حکم نہیں دیا جائے۔کیونکہ رکن کی ادائیگی کی حلال ہو چکا ہے۔کیونکہ نقصان تھوڑا ہے اور سعی سے متعلق اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اسلئے کہ وہ سعی کو طواف کے بعد لانے والا ہے۔جس کا شریعت نے اعتبار کیا ہے۔اور صحیح قول کے مطابق اگر اس نے طواف کا اعادہ کیا اور سعی کا اعادہ خواہ نہیں کیا ہے۔

اور جس شخص نے صفا مروہ کے درمیان سعی کو ترک کیا اس کا حج مکمل ہو گیا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک سعی واجبات میں سے ہے لہٰذا اس کے ترک کی وجہ سے اس پر دم واجب ہو گا حج فاسد نہ ہو گا۔

امام سے پہلے عرفات سے چلے جانے کی صورت میں وجوب دم کا بیان

(وَمَنْ أَفَاضَ قَبْلَ الْإِمَامِ مِنْ عَرَفَاتٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا شَيْءَ عَلَيْهِ، لِأَنَّ الرُّكْنَ أَصْلُ الْوُقُوفِ فَلَا يَلْزَمُهُ بِتَرْكِ الْإِطَالَةِ شَيْءٌ .

وَلَنَا أَنَّ الِاسْتِدَامَةَ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ وَاجِبَةٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فَادْفَعُوا بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ) " فَيَجِبُ بِتَرْكِهِ الدَّمُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا وَقَفَ لَيْلًا لِأَنَّ اسْتِدَامَةَ الْوُقُوفِ عَلَى مَنْ وَقَفَ نَهَارًا لَا لَيْلًا، فَإِنْ عَادَ إِلَى عَرَفَةَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ لَا يَسْقُطُ عَنْهُ الدَّمُ فِي ظَاهِرِ

الرِّوَايَةِ، لِاَنَّ الْمَتْرُوكَ لَا يَصِيرُ مُسْتَدْرَكًا .وَاخْتَلَفُوا فِيمَا إِذَا عَادَ قَبْلَ الْغُرُوبِ .

جو بندہ عرفات سے امام سے پہلے چلا گیا تو اس پر دم واجب ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس پر کوئی شئی واجب نہیں ہے کیونکہ اصل رکن وقوف عرفہ ہے لہٰذا ترک طواف کی وجہ سے کچھ واجب نہ ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ غروب آفتاب تک وقوف کرنا واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم غروب آفتاب کے بعد چلو۔ لہٰذا اس کے ترک کی وجہ سے دم واجب ہوگا۔ بہ خلاف اس شخص کے کہ جس نے رات کو وقوف عرفہ کیا کیونکہ وقوف کو برابر رکھنا اس پر واجب ہے۔ جس نے دن میں وقوف کیا اور رات میں وقوف نہیں کیا۔ پھر اگر سورج غروب ہونے کے بعد وہ واپس عرفہ چلا گیا ہے تو ظاہر الروایت کے مطابق اس سے دم ساقط نہ ہوگا۔ کیونکہ جو زمانہ رہ گیا وہ مکمل نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس صورت میں اختلاف ہے جب وہ غروب سے پہلے واپس آیا ہے۔

وقوف مزدلفہ وترک رمی میں وجوب دم کا بیان

(وَمَنْ تَرَكَ الْوُقُوفَ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَعَلَيْهِ دَمٌ) لِاَنَّهُ مِنَ الْوَاجِبَاتِ .(وَمَنْ تَرَكَ رَمْيَ الْجِمَارِ فِي الْاَيَّامِ كُلِّهَا فَعَلَيْهِ دَمٌ) لِتَحَقُّقِ تَرْكِ الْوَاجِبِ، وَيَكْفِيهِ دَمٌ وَاحِدٌ، لِاَنَّ الْجِنْسَ مُتَّحِدٌ كَمَا فِي الْحَلْقِ، وَالتَّرْكُ اِنَّمَا يَتَحَقَّقُ بِغُرُوبِ الشَّمْسِ مِنْ آخِرِ اَيَّامِ الرَّمْيِ، لِاَنَّهُ لَمْ يُعْرَفْ قُرْبَةً اِلَّا فِيهَا، وَمَا دَامَتِ الْاَيَّامُ بَاقِيَةً فَالْاِعَادَةُ مُمْكِنَةٌ فَيَرْمِيهَا عَلَى التَّأْلِيفِ ثُمَّ بِتَأْخِيرِهَا يَجِبُ الدَّمُ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لَهُمَا .

اور جس بندے نے وقوف مزدلفہ چھوڑ دیا تو اس قربانی واجب ہے اس لئے مزدلفہ کا وقوف واجبات میں سے ہے۔ اور جس نے تمام دنوں میں رمی چھوڑی تو اس پر قربانی واجب ہے کیونکہ واجب کا چھوٹنا ثابت ہو گیا ہے۔ اس کو ایک قربانی کفایت کرنے والی ہے۔ کیونکہ جنس متحد ہے۔ جس طرح حلق میں ہے اور رمی کے دنوں میں ترک آخری دن کے غروب آفتاب سے ثابت ہوگا۔ کیونکہ رمی کا عبادت ہونا صرف انہی دنوں کے ساتھ ہے۔ اور جب تک یہ دن موجود ہوں گے تو اس کا اعادہ کرنا ممکن ہے۔ لہٰذا ترتیب کے ساتھ رمی کرے۔ پھر تاخیر رمی کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی۔ اس حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہے۔

ایک دن کی رمی ترک کرنے میں وجوب دم کا بیان

(وَاِنْ تَرَكَ رَمْيَ يَوْمٍ وَاحِدٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ) لِاَنَّهُ نُسُكٌ تَامٌّ (وَمَنْ تَرَكَ رَمْيَ اِحْدَى الْجِمَارِ الثَّلَاثِ فَعَلَيْهِ الصَّدَقَةُ) لِاَنَّ الْكُلَّ فِي هٰذَا الْيَوْمِ نُسُكٌ وَاحِدٌ فَكَانَ الْمَتْرُوكُ اَقَلَّ اِلَّا اَنْ يَكُونَ الْمَتْرُوكُ اَكْثَرَ مِنَ النِّصْفِ فَحِينَئِذٍ يَلْزَمُهُ الدَّمُ لِوُجُودِ تَرْكِ الْاَكْثَرِ (وَاِنْ تَرَكَ رَمْيَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فِي يَوْمِ النَّحْرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ) لِاَنَّهُ كُلُّ وَظِيفَةِ هٰذَا الْيَوْمِ رَمْيًا وَكَذَا اِذَا تَرَكَ الْاَكْثَرَ مِنْهَا

(وَاِنْ تَرَكَ مِنْهَا حَصَاةً اَوْ حَصَاتَيْنِ اَوْ ثَلاثًا تَصَدَّقَ لِكُلِّ حَصَاةٍ نِصْفَ صَاعٍ اِلَّا اَنْ يَبْلُغَ دَمًا فَيَنْقُصَ مَا شَاءَ) لِاَنَّ الْمَتْرُوكَ هُوَ الْاَقَلُّ فَتَكْفِيهِ الصَّدَقَةُ ۔

اور اگر اس نے ایک دن کی رمی کو ترک کیا تو اس پر ایک دم واجب ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک مکمل نسک ہے اور جس نے تینوں جمرات میں ایک دن کی رمی کو چھوڑ دیا تو اس پر صدقہ واجب ہے۔ کیونکہ تینوں جمرات کی رمی اس دن میں ایک ہی نسک ہے۔ لہٰذا متروک نصف سے بھی کم ہے۔ کیونکہ متروک جب نصف زائد ہو تو اس پر دم لازم ہوگا۔ اس لئے اکثر پایا گیا ہے اور اگر نحر کے دن جمرہ عقبہ کی رمی نہ کی تو اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ اس نے اس دن کی رمی کے پورے عمل کو ترک کیا ہے اور اگر اس نے رمی کے اکثر کو ترک کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اس نے رمی کرنے سے دو یا تین یا ایک کنکری نہ ماری تو ہر کنکری پر نصف صاع گندم صدقہ ہے۔ لیکن جب اس کا یہ صدقہ ایک بکری کی قیمت تک جا پہنچے تو جتنا چاہے کم کر دے۔ کیونکہ اس کا متروک نصف سے کم ہے لہٰذا صدقہ دینا کافی ہے۔

حلق کو ایام نحر تک مؤخر کرنے کے بیان میں حکم فقہی

(وَمَنْ اَخَّرَ الْحَلْقَ حَتّٰى مَضَتْ اَيَّامُ النَّحْرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَكَذَا اِذَا اَخَّرَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ) حَتّٰى مَضَتْ اَيَّامُ التَّشْرِيقِ (فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَهُ وَقَالَا: لَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِي الْوَجْهَيْنِ) وَكَذَا الْخِلَافُ فِي تَأْخِيرِ الرَّمْيِ وَفِي تَقْدِيمِ نُسُكٍ عَلٰى نُسُكٍ كَالْحَلْقِ قَبْلَ الرَّمْيِ وَنَحْرِ الْقَارِنِ قَبْلَ الرَّمْيِ وَالْحَلْقِ قَبْلَ الذَّبْحِ، لَهُمَا اَنَّ مَا فَاتَ مُسْتَدْرَكٌ بِالْقَضَاءِ وَلَا يَجِبُ مَعَ الْقَضَاءِ شَيْءٌ آخَرُ ۔

وَلَهُ حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ " مَنْ قَدَّمَ نُسُكًا عَلٰى نُسُكٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ " وَلِاَنَّ التَّأْخِيرَ عَنِ الْمَكَانِ يُوجِبُ الدَّمَ فِيمَا هُوَ مُوَقَّتٌ بِالْمَكَانِ كَالْاِحْرَامِ فَكَذَا التَّأْخِيرُ عَنِ الزَّمَانِ فِيمَا هُوَ مُوَقَّتٌ بِالزَّمَانِ ۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس بندے نے حلق کو مؤخر کیا حتیٰ کہ ایام نحر گزر گئے تو اس پر دم واجب ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے طواف زیارت کو مؤخر کیا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں کوئی چیز لازم نہیں ہے۔ اور اس اختلاف کی بنیاد رمی کو مؤخر کرنے اور ایک نسک کو دوسرے نسک پر مقدم کرنے والے مسئلہ کی طرح ہے۔ جس طرح رمی سے پہلے حلق کرواتا ہے اور قارن کا رمی سے پہلے ذبح کرنا ہے اور ذبح سے پہلے حلق کرواتا ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جو چیز فوت ہوئی ہے اس کو قضاء سے مکمل کر لیا گیا ہے لہٰذا قضاء کے ساتھ کوئی دوسری چیز واجب نہ ہوگی۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔ فرمایا ہے کہ جس نے ایک نسک کو دوسرے

نسک پر مقدم کیا تو اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ جو چیز بھی جگہ کے ساتھ موقت ہے۔ جس طرح احرام کو اس کے مکان سے موخر کرنے کی صورت میں واجب کو واجب کرنے والا ہے۔ لہٰذا اسی طرح زمانے کے ساتھ موقت کی گئی چیز کو جب اس کے زمانے سے موخر کریں گے تو موجب دم ہوگی۔

ایام نحر میں حرم کے سوا حلق کروانے پر وجوب دم کا بیان

(وَإِنْ حَلَقَ فِي أَيَّامِ النَّحْرِ فِي غَيْرِ الْحَرَمِ فَعَلَيْهِ دَمٌ، وَمَنْ اعْتَمَرَ فَخَرَجَ مِنْ الْحَرَمِ وَقَصَّرَ فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ) رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ) رَحِمَهُ اللَّهُ: (لَا شَيْءَ عَلَيْهِ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ذَكَرَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ فِي الْمُعْتَمِرِ وَلَمْ يَذْكُرْهُ فِي الْحَاجِّ .قِيلَ هُوَ بِالِاتِّفَاقِ، لِأَنَّ السُّنَّةَ جَرَتْ فِي الْحَجِّ بِالْحَلْقِ بِمِنًى وَهُوَ مِنْ الْحَرَمِ .

وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ عَلَى الْخِلَافِ، هُوَ يَقُولُ: الْحَلْقُ غَيْرُ مُخْتَصٍّ بِالْحَرَمِ (لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ أُحْصِرُوا بِالْحُدَيْبِيَةِ وَحَلَقُوا فِي غَيْرِ الْحَرَمِ) .وَلَهُمَا أَنَّ الْحَلْقَ لَمَّا جُعِلَ مُحَلِّلًا صَارَ كَالسَّلَامِ فِي آخِرِ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ مِنْ وَاجِبَاتِهَا، وَإِنْ كَانَ مُحَلِّلًا، فَإِذَا صَارَ نُسُكًا اخْتَصَّ بِالْحَرَمِ كَالذَّبْحِ وَبَعْضُ الْحُدَيْبِيَةِ مِنْ الْحَرَمِ فَلَعَلَّهُمْ حَلَقُوا فِيهِ .فَالْحَاصِلُ أَنَّ الْحَلْقَ يَتَوَقَّتُ بِالزَّمَانِ وَالْمَكَانِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ لَا يَتَوَقَّتُ بِهِمَا وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَتَوَقَّتُ بِالْمَكَانِ دُونَ الزَّمَانِ، وَعِنْدَ زُفَرَ يَتَوَقَّتُ بِالزَّمَانِ دُونَ الْمَكَانِ .وَهَذَا الْخِلَافُ فِي التَّوْقِيتِ فِي حَقِّ التَّضْمِينِ بِالدَّمِ .وَأَمَّا فِي حَقِّ التَّحَلُّلِ فَلَا يَتَوَقَّتُ بِالِاتِّفَاقِ .

اور اگر اس نے ایام نحر کے سوا میں حلق کروایا تو اس پر دم واجب ہے اور جس بندے نے عمرہ کیا اس کے بعد حرم سے چلا گیا اور قصر کروالیا تو اس پر بھی واجب ہے۔ طرفین کے نزدیک یہی حکم ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول عمرہ ادا کرنے والے کے لئے ذکر کیا ہے۔ اور حج کرنے والے کے لئے بیان نہیں کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مسئلہ بہ اتفاق ہے۔ کیونکہ حج میں منیٰ میں حلق کرنے کی سنت بنی ہے جبکہ منیٰ حرم میں ہے۔ اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرماتے ہیں کہ حلق کروانا حرم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب مقام حدیبیہ کے مقام پر روک دیے گئے تو انہوں نے حرم سے باہر حلق کروایا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حلق کروانا احرام سے حلال ہونا اسی طرح قرار دیا گیا ہے جس طرح میں نماز کے آخر میں سلام کو قرار

دیا گیا ہے۔ جبکہ سلام نماز کے واجبات میں سے ہے۔ اگر چہ وہ تحریمہ سے نماز کو حلال کرنے والا ہے۔ لہٰذا جب حلق نسک ہے تو وہ حرم کے ساتھ خاص ہوگا جس طرح ذبح کرنا ہے اور حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں شامل ہے۔ اور بات قرین قیاس ہے کہ انہوں نے اسی جگہ میں حلق کروایا ہو۔ اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حلق کروانا زمان و مکان کے ساتھ موقت کر دیا گیا ہے۔ جبکہ حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف زمان کے ساتھ موقت کیا گیا ہے مکان کے ساتھ نہیں ہے اور موقیت میں اختلاف لزوم دم ہونے حق میں ہے۔ البتہ حلال ہونے کے حق میں بہ اتفاق توقیت نہیں ہے۔

حلق وقصر کا عمرہ میں عدم توقیت کا بیان

وَالتَّقْصِيرُ وَالْحَلْقُ فِي الْعُمْرَةِ غَيْرُ مُوَقَّتٍ بِالزَّمَانِ بِالْإِجْمَاعِ، لِأَنَّ أَصْلَ الْعُمْرَةِ لَا يَتَوَقَّتُ بِهِ بِخِلَافِ الْمَكَانِ، لِأَنَّهُ مُوَقَّتٌ بِهِ .

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يُقَصِّرْ حَتَّى رَجَعَ وَقَصَّرَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) مَعْنَاهُ: إِذَا خَرَجَ الْمُعْتَمِرُ ثُمَّ عَادَ، لِأَنَّهُ أَتَى بِهِ فِي مَكَانٍ فَلَا يَلْزَمُهُ ضَمَانُهُ .

عمرے میں حلق وقصر بہ اتفاق زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ کیونکہ خود عمرہ بھی کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بہ خلاف جگہ کے کیونکہ اس کے ساتھ عمرہ خاص ہے۔

فرمایا: اگر عمرہ کرنے والا نے قصر نہ کیا حتیٰ کہ لوٹ آیا اور پھر قصر کیا تو بہ اتفاق اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے اس کا حکم یہ ہے کہ عمرہ کرنے والا حرم سے نکل کر پھر حرم میں لوٹ آیا ہے۔ اس لئے کہ اس نے حلق وقصر کو اپنی جگہ میں کیا ہے تو اس پر کوئی ضمان لازم نہ آئے گا۔

قارن کے ذبح سے پہلے حلق پر دو دموں کے وجوب کا بیان

(فَإِنْ حَلَقَ الْقَارِنُ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ فَعَلَيْهِ دَمَانِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: دَمٌ بِالْحَلْقِ فِي غَيْرِ أَوَانِهِ، لِأَنَّ أَوَانَهُ بَعْدَ الذَّبْحِ وَدَمٌ بِتَأْخِيرِ الذَّبْحِ عَنِ الْحَلْقِ .

وَعِنْدَهُمَا يَجِبُ عَلَيْهِ دَمٌ وَاحِدٌ وَهُوَ الْأَوَّلُ، وَلَا يَجِبُ بِسَبَبِ التَّأْخِيرِ شَيْءٌ عَلَى مَا قُلْنَا .

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب حج قران کرنے والے نے ذبح کرنے سے پہلے حلق کروایا۔ تو اس پر دو (۲) دم واجب ہیں۔ ایک دم اس لئے ہے کہ اس نے وقت غیر میں حلق کروایا ہے۔ کیونکہ حلق کا وقت ذبح کے بعد ہے اور ایک دم اس لئے ہے کہ اس نے ذبح کو حلق سے مؤخر کیا ہے۔

صاحبین کے نزدیک ایک دم واجب ہے اور وہ پہلا ہے جبکہ تاخیر کی وجہ سے کوئی دم واجب نہیں ہے اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم کہہ آئے ہیں۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل حالت احرام میں شکار کرنے کے بیان میں ہے﴾

محرم کی جنایت شکار کی فصل کی فقہی مناسبت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ فصل صرف اس تقدیر پر سمجھی جاسکتی ہے کہ مصنف نے اس میں شکار کی جنایت ہونے کا بیان کیا ہے اور جنایات کے باب میں شکار والی جنایت ایک خاص قسم کی جنایت ہے اسی لئے مصنف نے اس کو الگ بیان کیا ہے۔

احرام والے کے لئے خشکی کے شکار کی حرمت کا بیان

: اعْلَمْ أَنَّ صَيْدَ الْبَرِّ مُحَرَّمٌ عَلَى الْمُحْرِمِ، وَصَيْدَ الْبَحْرِ حَلَالٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ) إلَى آخِرِ الْآيَةِ .وَصَيْدُ الْبَرِّ مَا يَكُونُ تَوَالُدُهُ وَمَثْوَاهُ فِي الْبَرِّ، وَصَيْدُ الْبَحْرِ مَا يَكُونُ تَوَالُدُهُ وَمَثْوَاهُ فِي الْمَاءِ .وَالصَّيْدُ هُوَ الْمُمْتَنِعُ الْمُتَوَحِّشُ فِي أَصْلِ الْخِلْقَةِ، وَاسْتَثْنَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَمْسَ الْفَوَاسِقَ وَهِيَ: الْكَلْبُ الْعَقُورُ، وَالذِّئْبُ وَالْحِدَأَةُ، وَالْغُرَابُ وَالْحَيَّةُ، وَالْعَقْرَبُ، فَإِنَّهَا مُبْتَدِئَاتٌ بِالْأَذَى .وَالْمُرَادُ بِهِ الْغُرَابُ الَّذِي يَأْكُلُ الْجِيَفَ .هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ .

جان لینا چاہئے کہ محرم کے لئے خشکی کا شکار حرام ہے جبکہ دریائی شکار حلال ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے لئے تری کا شکار حلال کیا گیا ہے۔ الخ۔ اور خشکی کا شکار وہ ہے جس کی پیدائش ورہائش خشکی پر ہو اور دریائی شکار وہ ہے جس کی پیدائش ورہائش پانی میں ہو۔ شکار اسے کہتے ہیں جو اپنے آپ کو شکاری سے بچانے والا ہو۔ اور اصل تخلیق کے اعتبار سے وحشی ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے پانچ فاسقین کا استثناء کیا ہے۔ اور وہ کاٹنے والا کتا ہے۔ بھیڑیا، چیل، کوا، بچھو اور سانپ ہے اس لئے یہ جانور تکلیف پہنچانے میں خود پہلے لڑتے ہیں۔ اور کوے سے مراد وہ ہے جو مردار کھانے والا ہے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے

جب احرام والا شکار کرے یا اس کی طرف دلالت کرے تو حکم شرعی

قَالَ: (وَإِذَا قَتَلَ الْمُحْرِمُ صَيْدًا أَوْ دَلَّ عَلَيْهِ مَنْ قَتَلَهُ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ) أَمَّا الْقَتْلُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ) الْآيَةَ نَصٌّ عَلَى إيجَابِ

الْجَزَاءِ .وَأَمَّا الدَّلَالَةُ فَفِيهَا خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ .

هُوَ يَقُولُ: الْجَزَاءُ تَعَلَّقَ بِالْقَتْلِ، وَالدَّلَالَةُ لَيْسَتْ بِقَتْلٍ، فَأَشْبَهَ دَلَالَةُ الْحَلَالِ حَلَالًا .

وَلَنَا مَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيثِ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ .

وَقَالَ عَطَاءٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: أَجْمَعَ النَّاسُ عَلَى أَنَّ عَلَى الدَّالِ الْجَزَاءَ ' وَلِأَنَّ الدَّلَالَةَ مِنْ مَحْظُورَاتِ الْإِحْرَامِ وَلِأَنَّهُ تَفْوِيتُ الْأَمْنِ عَلَى الصَّيْدِ إِذْ هُوَ آمِنٌ بِتَوَحُّشِهِ وَتَوَارِيهِ فَصَارَ كَالْإِتْلَافِ، وَلِأَنَّ الْمُحْرِمَ بِإِحْرَامِهِ الْتَزَمَ الِامْتِنَاعَ عَنِ التَّعَرُّضِ فَيَضْمَنُ بِتَرْكِ مَا الْتَزَمَهُ كَالْمُودَعِ بِخِلَافِ الْحَلَالِ لِأَنَّهُ لَا الْتِزَامَ مِنْ جِهَتِهِ، عَلَى أَنَّ فِيهِ الْجَزَاءَ عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَزُفَرَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، وَالدَّلَالَةُ الْمُوجِبَةُ لِلْجَزَاءِ أَنْ لَا يَكُونَ الْمَدْلُولُ عَالِمًا بِمَكَانِ الصَّيْدِ وَأَنْ يُصَدِّقَهُ فِي الدَّلَالَةِ، حَتَّى لَوْ كَذَّبَهُ وَصَدَّقَ غَيْرَهُ لَا ضَمَانَ عَلَى الْمُكَذِّبِ (وَلَوْ كَانَ الدَّالُّ حَلَالًا فِي الْحَرَمِ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْءٌ) لِمَا قُلْنَا (وَسَوَاءٌ فِي ذَلِكَ الْعَامِدُ وَالنَّاسِي) لِأَنَّهُ ضَمَانٌ يَعْتَمِدُ وُجُوبُهُ الْإِتْلَافَ فَأَشْبَهَ غَرَامَاتِ الْأَمْوَالِ (وَالْمُبْتَدِئُ وَالْعَائِدُ سَوَاءٌ) لِأَنَّ الْمُوجِبَ لَا يَخْتَلِفُ .

حضرت امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔جب کسی محرم نے شکار والے جانور کو قتل کر دیا یا اس نے ایسے بندے کو اس طرف رہنمائی کی جس نے اس کو قتل کر دیا تو اس پر جزاء واجب ہے۔البتہ قتل کرنے کے حکم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم شکار کے جانور کو قتل نہ کرو۔جبکہ تم حالت احرام میں ہو۔اور تم میں سے جس نے بطور ارادہ قتل کر دیا تو قتل شدہ جانور کی مثل جزاء ہے۔جزاء کے وجوب میں نص صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔البتہ دلالت میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے جزاء قتل کے معلق ہے دلالت کے ساتھ معلق نہیں ہے۔لہٰذا یہ حلال کو حلال کی طرف دلالت کرنے کے مشابہ ہو جائے گا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہماری دلیل ہے جسے ہم نے روایت کر دیا ہے۔حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ دلالت کرنے والے پر جزاء ہے۔کیونکہ دلالت کرنا احرام کے ممنوعات میں سے ہے۔کیونکہ دلالت کرنے کی وجہ سے شکار کا امن ختم ہو جائے گا۔کیونکہ شکار اپنے وحشی ہونے اور چھپ جانے کی وجہ سے امن میں ہوتا ہے۔لہٰذا یہ اس کو تلف کرنے کی مثل ہو جائے گا۔اور اس دلیل کی وجہ سے محرم نے احرام کی حالت میں شکار سے باز رہنے کے لئے اپنے آپ کو پابند کیا ہے۔لہٰذا اس نے جو پابندی کی تھی اس کو چھوڑنے کی وجہ سے اس پر ضمان (جرمانہ) لازم آئے گا۔جس طرح وہ بندہ ہے جس کے پاس ودیعت رکھی جائے بہ خلاف حلال کے کیونکہ اس کی جانب سے کوئی پابندی لازم نہیں کی گئی۔البتہ حلال کی دلالت پر جزاء ہے جس طرح حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے۔اور جو دلالت جزاء کو واجب کرنے والی

ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ جسے دلالت کی گئی ہے وہ شکار والی جگہ جانتا ہو اور وہ مدلول کی دلالت کی تصدیق کرنے والا بھی ہو۔ یہاں تک کہ اگر اس نے اس کو جھٹلایا اور کسی دوسرے آدمی کی تصدیق کر لی تو جھٹلائے گئے شخص پر کوئی ضمان واجب نہیں ہے۔ اور اگر دلالت کرنے والا احرام میں حلال ہو گیا تو اس پر کوئی چیز واجب نہ ہوگی اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ وجوب ضمان میں ارادے سے کرنے والا اور بھولنے والا دونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ جزاء ایک ایسی ضمان ہے جس کا وجوب نقصان کو پورا کرتا ہے۔ لہٰذا مالوں کے جرمانوں کے مشابہ ہو گیا۔ اور اس میں ابتداء کرنے والا اور لوٹانے والا دونوں برابر ہیں اس لئے کہ ان کو موجب مختلف نہیں ہے۔

شکار کی قیمت بنانے کے طریقے کا بیان

(وَالْجَزَاءُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اَنْ یُقَوَّمَ الصَّیْدُ فِی الْمَكَانِ الَّذِیْ قُتِلَ فِیْهِ اَوْ فِیْ اَقْرَبِ الْمَوَاضِعِ مِنْهُ اِذَا كَانَ فِیْ بَرِّیَّةٍ فَیُقَوِّمُهُ ذَوَا عَدْلٍ، ثُمَّ هُوَ مُخَیَّرٌ فِی الْفِدَاءِ اِنْ شَاءَ ابْتَاعَ بِهَا هَدْیًا وَذَبَحَهُ اِنْ بَلَغَتْ هَدْیًا، وَاِنْ شَاءَ اشْتَرٰی بِهَا طَعَامًا وَتَصَدَّقَ عَلٰی كُلِّ مِسْكِیْنٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِیْرٍ، وَاِنْ شَاءَ صَامَ) عَلٰی مَا نَذْكُرُ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِیُّ: یَجِبُ فِی الصَّیْدِ النَّظِیْرُ فِیْمَا لَهُ نَظِیْرٌ، فَفِی الظَّبْیِ شَاةٌ، وَفِی الضَّبُعِ شَاةٌ، وَفِی الْاَرْنَبِ عَنَاقٌ، وَفِی الْیَرْبُوْعِ جَفْرَةٌ، وَفِی النَّعَامَةِ بَدَنَةٌ، وَفِیْ حِمَارِ الْوَحْشِ بَقَرَةٌ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی (فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ) وَمِثْلُهُ مِنَ النَّعَمِ مَا یُشْبِهُ الْمَقْتُوْلَ صُوْرَةً، لِاَنَّ الْقِیْمَةَ لَا تَكُوْنُ نَعَمًا ۔

وَالصَّحَابَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَوْجَبُوا النَّظِیْرَ مِنْ حَیْثُ الْخِلْقَةُ وَالْمَنْظَرُ فِی النَّعَامَةِ وَالظَّبْیِ وَحِمَارِ الْوَحْشِ وَالْاَرْنَبِ عَلٰی مَا بَیَّنَّا ۔ وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (اَلضَّبُعُ صَیْدٌ وَفِیْهِ شَاةٌ) " وَمَا لَیْسَ لَهُ نَظِیْرٌ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَجِبُ فِیْهِ الْقِیْمَةُ مِثْلَ الْعُصْفُوْرِ وَالْحَمَامِ وَاَشْبَاهِهِمَا ۔ وَاِذَا وَجَبَتِ الْقِیْمَةُ كَانَ قَوْلُهُ كَقَوْلِهِمَا ۔

وَالشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ یُوْجِبُ فِی الْحَمَامَةِ شَاةً وَیُثْبِتُ الْمُشَابَهَةَ بَیْنَهُمَا مِنْ حَیْثُ اِنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا یَعُبُّ وَیَهْدِرُ ۔

شیخین کے نزدیک جزاء یہ ہے کہ شکار کی قیمت اس جگہ لگائی جائے جہاں وہ قتل ہوا ہے۔ اور اگر وہ جنگل میں ہو تو اس کے سب سے زیادہ قریبی آبادی میں قیمت لگائی جائے گی۔ اور دو عادل آدمی اس کی قیمت کو مقرر کریں۔ اس کے بعد محرم فدیہ ادا کرنے میں اختیار رکھتا ہے کہ وہ قیمت دے یا اس کی قیمت سے کوئی جانور خرید کر ہدی کے بھیجے۔ اور اس کو ذبح کرے۔ جبکہ یہ قیمت ہدی کو پہنچ جائے اور اگر وہ پسند کرے تو اس کی قیمت کے بدلے میں کھانا خریدے اور ہر مسکین کے لئے نصف صاع گندم یا

ایک صاع جو یا کھجور کا صدقہ کرے۔ اور اگر وہ پسند کرے تو روزے رکھے اس کی دلیل کے پیش نظر جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ شکار کا جانور ہلاک ہونے میں اس کی مثل واجب ہوگا لیکن شرط یہ ہے اس کی مثل موجود ہو۔ لہٰذا ہرن کے بدلے میں بکری دے اور بجو میں بھی بکری ہے جبکہ خرگوش کے بدلے میں بکری کا مادہ بچہ (پٹھوری) ہے۔ جنگلی چوہے میں چار ماہ کا بکری کا بچہ ہے اور شتر مرغ میں اونٹ ہے۔ اور وحشی گدھے کے بدلے میں گائے ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: چوپاؤں سے میں جزاء اسی کی مثل ہے جو اس نے قتل کیا ہے۔ لہٰذا جانوروں میں سے اس کی مثل وہ ہوگا جس صورت کے اعتبار سے اس مقتول کے مشابہ ہوگا۔ کیونکہ چوپائے کی قیمت نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شتر مرغ، گورخر اور خرگوش کی خلقت اور صورت کے اعتبار سے مثل کو واجب کیا ہے۔ جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ دلیل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بجو شکار ہے اور اس میں ہدی واجب ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس جانور کی مثل نہیں ہوتی اس کی قیمت واجب ہوگی۔ جس طرح گوریا، کبوتر اور اس کی طرح کے جانور ہیں۔ جب قیمت کے اعتبار ہو گیا تو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی شیخین کے قول کی طرح ہو گیا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کبوتر میں بکری واجب کرتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان اس اعتبار سے مشابہت ثابت کرتے ہیں۔ کہ ان دونوں میں ہر ایک پانی میں منہ ڈالتے ہوئے گھونٹ سے پانی پینے والا ہے اور آواز نکالنے والا ہے۔

مثل مطلق ہونے میں شیخین کی دلیل کا بیان

وَلِاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اَنَّ الْمِثْلَ الْمُطْلَقَ هُوَ الْمِثْلُ صُوْرَةً وَمَعْنًی، وَلَا یُمْکِنُ الْحَمْلُ عَلَیْهِ فَحُمِلَ عَلَی الْمِثْلِ مَعْنًی لِکَوْنِهٖ مَعْهُوْدًا فِی الشَّرْعِ کَمَا فِیْ حُقُوْقِ الْعِبَادِ اَوْ لِکَوْنِهٖ مُرَادًا بِالْاِجْمَاعِ، اَوْ لِمَا فِیْهِ مِنَ التَّعْمِیْمِ، وَفِیْ ضِدِّهٖ التَّخْصِیْصُ .

وَالْمُرَادُ بِالنَّصِّ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ فَجَزَاءُ قِیْمَةِ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ الْوَحْشِیِّ .وَاسْمُ النَّعَمِ یَنْطَلِقُ عَلَی الْوَحْشِیِّ وَالْاَهْلِیِّ، کَذَا قَالَهٗ اَبُوْ عُبَیْدَةَ وَالْاَصْمَعِیُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ .وَالْمُرَادُ بِمَا رُوِیَ التَّقْدِیْرُ بِهٖ دُوْنَ اِیْجَابِ الْمُعَیَّنِ .

شیخین رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا ہے کہ مثل مطلق ہے خواہ صورت کے اعتبار سے ہو یا معنی کے اعتبار سے ہو۔ کیونکہ مثل کو حقیقت پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے لہٰذا مثل کو معنی پر محمول کیا گیا ہے۔ اور مثل معنوی شریعت میں مشروع ہے۔ جس طرح حقوق العباد میں ہے یا حکم یہ ہے بہ اجماع مثل معنوی مراد ہے کیونکہ مثل معنوی میں عموم ہے۔ جبکہ اس کی ضد میں تخصیص ہے۔ نص سے یہ مراد ہے اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ لہٰذا جزاء اس شکار کی قیمت ہے جس وحشی چوپائے کو قتل کیا گیا ہے اور ''نعم'' کا لفظ وحشی و پالتو دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ اور حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہما نے اسی طرح کہا ہے۔ اور جو جانور روایت میں بیان ہوا ہے اس سے مراد اندازہ ہے جبکہ اس کی وجہ سے وجوب متعین نہیں ہے۔

قیمت جزاء سے ہدی یا کھانا، یا روزے رکھنے کے اختیار کا بیان

ثُمَّ الْخِيَارُ إِلَى الْقَاتِلِ فِي أَنْ يَجْعَلَهُ هَدْيًا أَوْ طَعَامًا أَوْ صَوْمًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: الْخِيَارُ إِلَى الْحَكَمَيْنِ فِي ذَلِكَ، فَإِنْ حَكَمَا بِالْهَدْيِ يَجِبُ النَّظِيرُ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَإِنْ حَكَمَا بِالطَّعَامِ أَوْ بِالصِّيَامِ فَعَلَى مَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَبُو يُوسُفَ. لَهُمَا أَنَّ التَّخْيِيرَ شُرِعَ رِفْقًا بِمَنْ عَلَيْهِ فَيَكُونُ الْخِيَارُ إِلَيْهِ كَمَا فِي كَفَّارَةِ الْيَمِينِ. وَلِمُحَمَّدٍ وَالشَّافِعِيِّ قَوْله تَعَالَى (يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا) الْآيَةَ، ذُكِرَ الْهَدْيُ مَنْصُوبًا لِأَنَّهُ تَفْسِيرٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (يَحْكُمُ بِهِ) وَمَفْعُولٌ لِحُكْمِ الْحَكَمِ، ثُمَّ ذَكَرَ الطَّعَامَ وَالصِّيَامَ بِكَلِمَةِ أَوْ فَيَكُونُ الْخِيَارُ إِلَيْهِمَا. قُلْنَا: الْكَفَّارَةُ عُطِفَتْ عَلَى الْجَزَاءِ لَا عَلَى الْهَدْيِ بِدَلِيلِ أَنَّهُ مَرْفُوعٌ، وَكَذَا قَوْله تَعَالَى (أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَامًا) مَرْفُوعٌ، فَلَمْ يَكُنْ فِيهَا دَلَالَةُ اخْتِيَارِ الْحَكَمَيْنِ، وَإِنَّمَا يُرْجَعُ إِلَيْهِمَا فِي تَقْوِيمِ الْمُتْلَفِ ثُمَّ الِاخْتِيَارِ بَعْدَ ذَلِكَ إِلَى مَنْ عَلَيْهِ، وَيُقَوِّمَانِ فِي الْمَكَانِ الَّذِي أَصَابَهُ لِاخْتِلَافِ الْقِيَمِ بِاخْتِلَافِ الْأَمَاكِنِ، فَإِنْ كَانَ الْمَوْضِعُ بَرًّا لَا يُبَاعُ فِيهِ الصَّيْدُ يُعْتَبَرُ أَقْرَبُ الْمَوَاضِعِ إِلَيْهِ مِمَّا يُبَاعُ فِيهِ وَيُشْتَرَى.

قَالُوا: وَالْوَاحِدُ يَكْفِي وَالْمَثْنَى أَوْلَى، لِأَنَّهُ أَحْوَطُ وَأَبْعَدُ عَنِ الْغَلَطِ كَمَا فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ. وَقِيلَ يُعْتَبَرُ الْمَثْنَى هَهُنَا بِالنَّصِّ.

شیخین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اس کی قیمت سے ہدی کرنا یا کھانا کھلانا یا روزے رکھنے کا اختیار قاتل کو حاصل ہے۔ جبکہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اختیار ان دو عدل کرنے والوں کو ہے جو مقرر کر رکھے ہیں۔ لہٰذا اگر ان عادلین نے ہدی کا حکم دیا تو اس کی مثل واجب ہو جائے گی۔ جس طرح ہم ذکر چکے ہیں۔ اور اگر کھانے یا روزے کا حکم دیا تو وہ واجب ہو جائیں گے۔ جس طرح شیخین کا قول ہے۔

شیخین رحمۃ اللہ علیہما کے دلیل یہ ہے کہ اختیار دینے کا حکم اس بندے کو سہولت دینے کے لئے مشروع ہوا ہے جس پر ضمان لازم ہے۔ جس طرح قسم کے کفارے میں ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ ''" اس میں ''ہدیا'' اس لئے منصوب ہے کیونکہ یحکم بہ کی تفسیر ہے۔ یا حاکم میں حکم ہے اس کا مفعول ہے۔ اس کے طعام اور روزے کا حکم کلمہ ''او'' کے ساتھ بیان ہوا ہے لہٰذا دونوں حاکموں کی طرف اختیار رہا۔

ہم کہتے ہیں کہ کفارے کا عطف جزاء پر ہے ہدی پر نہیں ہے اور لفظ جزاء مرفوع ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ''" مرفوع ہے۔ لہٰذا صیام و طعام کی دلالت دونوں حاکموں میں اختیار پر نہیں ہے۔ لہٰذا ان دو عادلوں کی طرف ضائع ہونے والے شکار کی

قیمت لگانے میں رجوع کیا جائے گا۔اس کے بعد اختیار اسے ہے جس پر جزاء واجب ہوئی ہے۔اور وہ دونوں عادل اسی مقام پر قیمت لگائیں گے جہاں شکار قتل ہوا ہے کیونکہ اختلاف مقامات کی وجہ سے قیمتوں میں اختلاف ہو جاتا ہے۔اور اگر شکار قتل ہونے کی جگہ جنگل ہو جہاں جانوروں کی فروخت نہیں ہوتی تو اس کے قریب والی ایسی جگہ جہاں شکار خریدا یا بیچا جاتا ہے وہاں کا اعتبار کیا جائے گا۔

مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے کہ ایک عادل کافی ہے عدالت کے لئے دو کا ہونا ضروری نہیں ہے۔کیونکہ خطاء سے دور ہونے میں زیادہ یہی ہے اور احتیاط بھی اسی میں زیادہ ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نص سے مراد یہاں دو عادلوں کا اعتبار ہے۔

ہدی کو مکہ میں ذبح کرنے کا بیان

(وَالْهَدْيُ لَا يُذْبَحُ إِلَّا بِمَكَّةَ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ) (وَيَجُوزُ الْإِطْعَامُ فِي غَيْرِهَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ .

هُوَ يَعْتَبِرُهُ بِالْهَدْيِ وَالْجَامِعُ التَّوْسِعَةُ عَلَى سُكَّانِ الْحَرَمِ، وَنَحْنُ نَقُولُ: الْهَدْيُ قُرْبَةٌ غَيْرُ مَعْقُولَةٍ فَيَخْتَصُّ بِمَكَانٍ أَوْ زَمَانٍ .

أَمَّا الصَّدَقَةُ قُرْبَةٌ مَعْقُولَةٌ فِي كُلِّ زَمَانٍ وَمَكَانٍ (وَالصَّوْمُ يَجُوزُ فِي غَيْرِ مَكَّةَ)؛ لِأَنَّهُ قُرْبَةٌ فِي كُلِّ مَكَانٍ (فَإِنْ ذَبَحَ الْهَدْيَ بِالْكُوفَةِ أَجْزَأَهُ عَنْ الطَّعَامِ) مَعْنَاهُ إِذَا تَصَدَّقَ بِاللَّحْمِ وَفِيهِ وَفَاءٌ بِقِيمَةِ الطَّعَامِ؛ لِأَنَّ الْإِرَاقَةَ لَا تَنُوبُ عَنْهُ .

اور قربانی کو صرف مکہ میں ذبح کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ" جبکہ کھانا کھلانا مکہ کے سوا میں بھی جائز ہے۔حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے وہ کھانے کو ہدی پر قیاس کرتے ہیں اور حرم میں رہنے والوں کی وسعت دینا ہے اور ہم کہتے ہیں ہدی عبادت ہے جو عقل میں آنے والی نہیں ہے اس لئے وہ مکان و زمان کے ساتھ مقید ہوگی جبکہ صدقہ عبادت معقولہ ہے جو ہر زمان و مکان میں جائز ہے۔اور روزہ بھی غیر مکہ میں جائز ہے کیونکہ وہ ہر مقام پر عبادت ہے۔لہٰذا اگر قتل کرنے والے نے کوفہ میں ذبح کیا تو اس کا طعام کافی ہوگا اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب گوشت صدقہ کرے گا تو اس میں کھانے کی قیمت بھی پوری ہو جائے گی کیونکہ خون بہانا ہدی کے قائم مقام نہیں ہوتا۔

ہدی میں دیئے جانے والے جانوروں کا بیان

وَإِذَا وَقَعَ الِاخْتِيَارُ عَلَى الْهَدْيِ يُهْدِي مَا يُجْزِيهِ فِي الْأُضْحِيَّةِ لِأَنَّ مُطْلَقَ اسْمِ الْهَدْيِ مُنْصَرِفٌ إِلَيْهِ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ: يُجْزِي صِغَارُ النَّعَمِ فِيهَا؛ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَوْجَبُوا عَنَاقًا وَجَفْرَةً .وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ يَجُوزُ الصِّغَارُ عَلَى وَجْهِ يَعْنِي إِذَا تَصَدَّقَ .

وَاِذَا وَقَعَ الاِخْتِيَارُ عَلَى الطَّعَامِ يُقَوِّمُ الْمُتْلَفُ بِالطَّعَامِ عِنْدَنَا' لِاَنَّهُ هُوَ الْمَضْمُوْنُ فَتُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ (وَاِذَا اشْتَرٰى بِالْقِيمَةِ طَعَامًا تَصَدَّقَ عَلٰى كُلِّ مِسْكِينٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيرٍ، وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يُطْعِمَ الْمِسْكِينَ اَقَلَّ مِنْ نِصْفِ صَاعٍ)' لِاَنَّ الطَّعَامَ الْمَذْكُورَ يَنْصَرِفُ اِلٰى مَا هُوَ الْمَعْهُودُ فِي الشَّرْعِ

اور اگر قتل کرنے والا ہدی دینا پسند کرے تو وہ ایسی ہدی کرے جس طرح اضحیہ میں ہدی جائز ہے کیونکہ ہدی کے لفظ کا اطلاق اسی بات کا تقاضہ کرتا ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہدی میں جانوروں کے بچے بھی جائز ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بکری کا چھوٹا بچہ اور بھیڑ کا چار ماہ کا بچہ بھی واجب کیا ہے جبکہ شیخین کے نزدیک چھوٹے بچے کھانے دینے کی طرح جائز ہیں یعنی جب وہ صدقہ کرے۔

اگر اس نے کھانا دینا چاہا تو ہمارے نزدیک اس سے تلف شدہ جانور کی قیمت لگائی جائے گی۔ کیونکہ قتل شدہ جانور ہی کی ضمانت دینی ہے لہٰذا اسی کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اگر اس نے قیمت کے بدلے میں کھانا خریدا تو نصف صاع گندم کا یا ایک صاع کھجور کا ہر مسکین پر صدقہ کرے جبکہ کسی مسکین کو نصف صاع سے تھوڑا دینا جائز نہیں ہے کیونکہ آیت مبارکہ میں جس طعام کا ذکر ہے اس میں شریعت کی طرف سے مقرر کردہ حکم کا بیان ہے۔

نصاب جزاء سے تعین روزوں کا بیان

(وَاِنْ اخْتَارَ الصِّيَامَ يُقَوِّمُ الْمَقْتُوْلُ طَعَامًا ثُمَّ يَصُوْمُ عَنْ كُلِّ نِصْفِ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيرٍ يَوْمًا)' لِاَنَّ تَقْدِيرَ الصِّيَامِ بِالْمَقْتُوْلِ غَيْرُ مُمْكِنٍ اِذْ لَا قِيمَةَ لِلصِّيَامِ فَقَدَّرْنَاهُ بِالطَّعَامِ، وَالتَّقْدِيرُ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ مَعْهُودٌ فِي الشَّرْعِ كَمَا فِي بَابِ الْفِدْيَةِ (فَاِنْ فَضَلَ مِنَ الطَّعَامِ اَقَلُّ مِنْ نِصْفِ صَاعٍ فَهُوَ مُخَيَّرٌ اِنْ شَاءَ تَصَدَّقَ بِهِ، وَاِنْ شَاءَ صَامَ عَنْهُ يَوْمًا كَامِلًا)' لِاَنَّ الصَّوْمَ اَقَلَّ مِنْ يَوْمٍ غَيْرُ مَشْرُوعٍ، وَكَذٰلِكَ اِنْ كَانَ الْوَاجِبُ دُوْنَ طَعَامِ مِسْكِينٍ يُطْعِمُ قَدْرَ الْوَاجِبِ اَوْ يَصُوْمُ يَوْمًا كَامِلًا لِمَا قُلْنَا.

(وَلَوْ جَرَحَ صَيْدًا اَوْ نَتَفَ شَعْرَهُ اَوْ قَطَعَ عُضْوًا مِنْهُ ضَمِنَ مَا نَقَصَهُ) اِعْتِبَارًا لِلْبَعْضِ بِالْكُلِّ كَمَا فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ (وَلَوْ نَتَفَ رِيشَ طَائِرٍ اَوْ قَطَعَ قَوَائِمَ صَيْدٍ فَخَرَجَ مِنْ حَيِّزِ الِامْتِنَاعِ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ كَامِلَةً)' لِاَنَّهُ فَوَّتَ عَلَيْهِ الْاَمْنَ بِتَفْوِيتِ آلَةِ الِامْتِنَاعِ فَيَغْرَمُ جَزَائَهُ.

اگر اس نے روزہ رکھنا اختیار کیا تو وہ قتل شدہ شکار کی قیمت کا اندازہ کھانے سے کرے۔ اس کے بعد ہر نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا جو کے بدلے میں ایک دن کا روزہ رکھے۔ کیونکہ مقتول کے حق میں روزوں کا اندازہ لگانا ناممکن

ہے۔ کیونکہ روزوں کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے قتل شدہ شکار کو کھانے کے ساتھ اندازہ کرلیا۔ اس طرح سے اندازہ کرنا شریعت میں مشروع ہے جس طرح فدیے کے باب میں ہے اور اگر نصف سے تھوڑا کھانا بچ گیا تو اسے اختیار ہے کہ وہ اس کو صدقہ کرے یا اس کے بدلے میں ایک مکمل دن کا روزہ رکھے۔ کیونکہ ایک دن سے کم وقت کا روزہ مشروع ہی نہیں ہے۔ اور اسی طرح اگر اس پر واجب ایک مسکین کے کھانے سے کم ہو تو بھی واجب مقدار کا کھانا دے یا وہ ایک دن کا روزہ رکھے۔ اسی دلیل کی وجہ سے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

اگر محرم نے شکار والے جانور کو زخمی کر دیا یا اس کے بال اکھاڑ دیئے یا اس کا عضو کاٹ دیا جو نقصان ہوا اس کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ یہاں جز کو کل پر قیاس کیا جائے گا۔ جس طرح حقوق العباد میں ہوتا ہے اور اگر محرم نے کسی پرندے کے بازوؤں سے پر نوچ کھائے یا شکار کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور اپنے آپ کو بچانے کے لئے اس سے نکل گیا تو اس پر مکمل قیمت واجب ہے۔ کیونکہ محرم نے بچانے والے ذریعے کو ختم کر کے اس کا امن ختم کر دیا ہے لہٰذا اس کی جزاء بطور تاوان لی جائے گی۔

شتر مرغ کا انڈہ توڑنے پر جزاء کا بیان

(وَمَنْ كَسَرَ بَيْضَ نَعَامَةٍ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ) وَهٰذَا مَرْوِيٌّ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَلِأَنَّهُ أَصْلُ الصَّيْدِ، وَلَهُ عَرَضِيَّةُ أَنْ يَصِيرَ صَيْدًا فَنَزَلَ مَنْزِلَةَ الصَّيْدِ احْتِيَاطًا مَا لَمْ يَفْسُدْ (فَإِنْ خَرَجَ مِنَ الْبَيْضِ فَرْخٌ مَيِّتٌ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ حَيًّا) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ، وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَغْرَمَ سِوَى الْبَيْضَةِ لِأَنَّ حَيَاةَ الْفَرْخِ غَيْرُ مَعْلُومَةٍ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْبَيْضَ مُعَدٌّ لِيَخْرُجَ مِنْهُ الْفَرْخُ الْحَيُّ، وَالْكَسْرُ قَبْلَ أَوَانِهِ سَبَبٌ لِمَوْتِهِ فَيُحَالُ بِهِ عَلَيْهِ احْتِيَاطًا، وَعَلَى هٰذَا إِذَا ضَرَبَ بَطْنَ ظَبْيَةٍ فَأَلْقَتْ جَنِينًا مَيِّتًا وَمَاتَتْ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُمَا .

حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جس نے شتر مرغ کا انڈہ توڑ دیا تو اس پر اس کی قیمت واجب ہے۔ کیونکہ انڈہ شکار کی اصل ہے۔ کیونکہ اس میں شکار ہونے کی صلاحیت ہے لہٰذا احتیاط کے پیش نظر وہ شکار کے درجے میں ہوگا یہاں تک وہ خراب نہ ہو جائے۔ اور اگر انڈے سے مردہ بچہ نکلا تو اس پر اسی کی قیمت واجب ہے اور استحسان یہی ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ ہے کہ انڈے کے علاوہ میں ضمان نہ ہو اس لئے کہ بچے کی زندگی معدوم ہے جبکہ استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ انڈہ اس لئے ہوتا ہے تا کہ اس سے بچہ نکلے۔ اور اس کا وقت سے پہلے ٹوٹ جانا اس کی موت کا سبب ہے۔ لہٰذا احتیاط کے پیش نظر بچے کا مرنا اسی پر محمول کیا جائے گا۔ اور اس استحسان پر یہ مسئلہ بھی ہے۔ کہ اگر اس نے گابھن ہرنے کے پیٹ میں مارا تو اس نے مردہ جن دیا اور خود بھی مر گئی تو مارنے والے پر بچہ اور ہرن دونوں کی قیمت واجب ہے۔

جن جانوروں کے مارنے پر حکم جزاء نہیں ہے

(وَلَيْسَ فِي قَتْلِ الْغُرَابِ وَالْحِدَاةِ وَالذِّئْبِ وَالْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَالْفَأْرَةِ وَالْكَلْبِ الْعَقُورِ جَزَاءٌ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (خَمْسٌ مِنَ الْفَوَاسِقِ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ، الْحِدَاةُ وَالْحَيَّةُ وَالْعَقْرَبُ، وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ) " وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ الْفَأْرَةَ وَالْغُرَابَ وَالْحِدَاةَ وَالْعَقْرَبَ وَالْحَيَّةَ وَالْكَلْبَ الْعَقُوْرَ) " وَقَدْ ذُكِرَ الذِّئْبُ فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ ۔

وَقِيلَ الْمُرَادُ بِالْكَلْبِ الْعَقُورِ الذِّئْبُ، أَوْ يُقَالُ إِنَّ الذِّئْبَ فِي مَعْنَاهُ، وَالْمُرَادُ بِالْغُرَابِ الَّذِي يَأْكُلُ الْجِيَفَ وَيَخْلِطُ، لِأَنَّهُ يَبْتَدِءُ بِالْأَذَى، أَمَّا الْعَقْعَقُ فَغَيْرُ مُسْتَثْنًى، لِأَنَّهُ لَا يُسَمَّى غُرَابًا وَلَا يَبْتَدِءُ بِالْأَذَى ۔

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ الْكَلْبَ الْعَقُورَ وَغَيْرَ الْعَقُورِ وَالْمُسْتَأْنَسَ وَالْمُتَوَحِّشَ مِنْهُمَا سَوَاءٌ"، لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِي ذَلِكَ الْجِنْسُ، وَكَذَا الْفَأْرَةُ الْأَهْلِيَّةُ وَالْوَحْشِيَّةُ سَوَاءٌ ۔ وَالضَّبُّ وَالْيَرْبُوعُ لَيْسَا مِنَ الْخَمْسِ الْمُسْتَثْنَاةِ، لِأَنَّهُمَا لَا يَبْتَدِئَانِ بِالْأَذَى ۔

کوا، چیل، بھیڑیا، بچھو چوہا، اور کٹ کھنا کتا کو قتل کرنے میں کوئی جزاء واجب نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ بدکار جانور حل اور حرم میں بھی قتل کیے جائیں گے۔ جو چیل، سانپ، بچھو، چوہا اور کٹ کھنا کتا ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: محرم (۱) چوہا۔ (۲) کوا (۳) چیل (۴) بچھو (۵) کٹ کھنا کتا کو قتل کر دے۔ اور بعض روایات میں بھیڑیے کا ذکر بھی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کلب عقور سے مراد بھیڑیا ہے اور یا اس کا حکم یہ ہے کہ بھیڑیا کلب عقور ہے یہ کہا جائے گا۔ اور کوے سے مراد وہ کوا ہے جو نجاست کھانے والا ہے جبکہ دانے کو ملانے والا ہے کیونکہ وہ نجاست میں سبقت کرنے والا ہے۔ البتہ عقق کا استثناء نہیں ہے کیونکہ وہ غراب نہیں کہلاتا اور نجاست کھانے میں پہل کرنے والا بھی نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ کتے سے مراد عام ہے خواہ کٹ کھنا ہو یا نہ ہو، ملا جلا ہو یا وحشی ہو سب برابر ہیں۔ کیونکہ اس میں جنس کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح دیسی چوہا یا جنگلی چوہا دونوں برابر ہیں۔ اور گوہ اور جنگلی چوہا ان پانچ میں سے نہیں ہے جن کا استثناء کیا گیا ہے کیونکہ یہ دونوں تکلیف دینے میں پہل کرنے والے نہیں ہیں۔

مچھر و چیونٹی وغیرہ مارنے پر کچھ واجب نہیں ہے

(وَلَيْسَ فِي قَتْلِ الْبَعُوضِ وَالنَّمْلِ وَالْبَرَاغِيثِ وَالْقُرَادِ شَيْءٌ)، لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِصُيُودٍ وَلَيْسَتْ بِمُتَوَلِّدَةٍ مِنَ الْبَدَنِ ثُمَّ هِيَ مُؤْذِيَةٌ بِطِبَاعِهَا، وَالْمُرَادُ بِالنَّمْلِ السُّودُ أَوِ الصُّفْرُ الَّذِي يُؤْذِي،

وَمَا لَا يُؤْذِي لَا يَحِلُّ قَتْلُهَا، وَلٰكِنْ لَا يَجِبُ الْجَزَاءُ لِلْعِلَّةِ الْأُولٰى .

مچھر، چیونٹی، پسو اور چچڑی کو مارنے پر کچھ واجب نہیں ہے اس لئے کہ یہ جانور نہ تو شکار ہیں اور نہ ہی بدن سے پیدا ہونے والے ہیں۔ البتہ یہ اپنی طبیعت کے اعتبار سے تکلیف پہنچانے والے ہیں اور چیونٹی سے مراد سیاہ یا زرد چیونٹی ہے جو تکلیف دینے والی ہے اور وہ چیونٹی و جو تکلیف دہ نہ ہو اس کا مارنا حلال نہیں ہے مگر جزاء بھی واجب نہ ہوگی کیونکہ اس میں بھی وہی پہلی علت پائی جا رہی ہے

جوں مارنے کے صورت صدقے کا حکم

(وَمَنْ قَتَلَ قَمْلَةً تَصَدَّقَ بِمَا شَاءَ) مِثْلَ كَفٍّ مِنْ طَعَامٍ، لِأَنَّهَا مُتَوَلِّدَةٌ مِنَ التَّفَثِ الَّذِي عَلَى الْبَدَنِ (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ أَطْعَمَ شَيْئًا) وَهٰذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ يُجْزِيهِ أَنْ يُطْعِمَ مِسْكِينًا شَيْئًا يَسِيرًا عَلَى سَبِيلِ الْإِبَاحَةِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُشْبِعًا .

(وَمَنْ قَتَلَ جَرَادَةً تَصَدَّقَ بِمَا شَاءَ)، لِأَنَّ الْجَرَادَ مِنْ صَيْدِ الْبَرِّ فَإِنَّ الصَّيْدَ مَا لَا يُمْكِنُ أَخْذُهُ إِلَّا بِحِيلَةٍ وَيَقْصِدُهُ الْآخِذُ (وَتَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ) لِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: تَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ .

جس شخص نے جوں ماری تو اس کے لئے جو کچھ چاہے صدقہ کرے جس طرح مٹھی بھر غلہ ہے کیونکہ وہ بدن والی میل کچیل سے پیدا ہونے والی ہے۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ وہ کچھ غلہ دے اور جامع صغیر کا یہ قول دلالت کرنے والا ہے کہ اباحت کے طور پر مسکین کو کچھ کھلائے یہی کافی ہے۔ خواہ وہ سیر ہو کر نہ کھایا جائے۔

جس محرم نے ٹڈی ماری تو وہ جس قدر چاہے صدقہ کرے کیونکہ ٹڈی خشکی کا شکار ہے۔ اس لئے کہ شکار اس جانور کو کہتے ہیں جس کو حیلے کے بغیر پکڑ لینا ممکن نہ ہو اور پکڑنے والا اس کا ارادہ بھی کرنے والا ہو اور ایک کھجور ایک ٹڈی سے زیادہ ہے کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھجور ٹڈی سے زیادہ ہے۔

کچھوا مارنے پر عدم ضمان کا بیان

(وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِي ذَبْحِ السُّلَحْفَاةِ)، لِأَنَّهُ مِنَ الْهَوَامِّ وَالْحَشَرَاتِ فَأَشْبَهَ الْخَنَافِسَ وَالْوَزَغَاتِ، وَيُمْكِنُ أَخْذُهُ مِنْ غَيْرِ حِيلَةٍ وَكَذَا لَا يُقْصَدُ بِالْأَخْذِ فَلَمْ يَكُنْ صَيْدًا .

(وَمَنْ حَلَبَ صَيْدَ الْحَرَمِ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ)، لِأَنَّ اللَّبَنَ مِنْ أَجْزَاءِ الصَّيْدِ فَأَشْبَهَ كُلَّهُ .

اور کچھوا مارنے والے محرم پر کچھ بھی واجب نہیں ہے کیونکہ کیڑوں مکوڑوں میں سے ہے لہٰذا وہ نجاستی کیڑے اور چھپکلیوں کی طرح ہو گیا اور البتہ حیلے کے بغیر اس کو پکڑنا ممکن نہیں ہے اور اسی طرح کو اس طرح پکڑا بھی نہیں جاتا جس طرح کسی شکار کو پکڑا جاتا ہے۔

جس نے حرم والے جانور کا دودھ دوہ لیا تو اس پر اس کی قیمت واجب ہے کیونکہ یہ دودھ شکار کے حصوں میں سے ہے لہٰذا دودھ کے کل کے مشابہ ہوا۔

غیر ماکول لحم جانوروں کے قتل کی جزاء کا بیان

(وَمَنْ قَتَلَ مَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ مِنَ الصَّيْدِ كَالسِّبَاعِ وَنَحْوِهَا فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ) إِلَّا مَا اسْتَثْنَاهُ الشَّرْعُ وَهُوَ مَا عَدَدْنَاهُ . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَجِبُ الْجَزَاءُ، لِأَنَّهَا جُبِلَتْ عَلَى الْإِيذَاءِ فَدَخَلَتْ فِي الْفَوَاسِقِ الْمُسْتَثْنَاةِ، وَكَذَا اسْمُ الْكَلْبِ يَتَنَاوَلُ السِّبَاعَ بِأَسْرِهَا لُغَةً .

وَلَنَا أَنَّ السَّبُعَ صَيْدٌ لِتَوَحُّشِهِ، وَكَوْنِهِ مَقْصُودًا بِالْأَخْذِ إِمَّا لِجِلْدِهِ أَوْ لِيُصْطَادَ بِهِ أَوْ لِدَفْعِ أَذَاهُ، وَالْقِيَاسُ عَلَى الْفَوَاسِقِ مُمْتَنِعٌ لِمَا فِيهِ مِنْ إِبْطَالِ الْعَدَدِ، وَاسْمُ الْكَلْبِ لَا يَقَعُ عَلَى السَّبُعِ عُرْفًا وَالْعُرْفُ أَمْلَكُ (وَلَا يُجَاوِزُ بِقِيمَتِهِ شَاةً) وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: تَجِبُ قِيمَتُهُ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ اعْتِبَارًا بِمَأْكُولِ اللَّحْمِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الضَّبُعُ صَيْدٌ وَفِيهِ الشَّاةُ) " وَلِأَنَّ اعْتِبَارَ قِيمَتِهِ لِمَكَانِ الِانْتِفَاعِ بِجِلْدِهِ لَا، لِأَنَّهُ مُحَارِبٌ مُؤْذٍ، وَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا يُزَادُ عَلَى قِيمَةِ الشَّاةِ ظَاهِرًا .

اور جب محرم لایؤکل جانور کا قتل کر دیا جس طرح درندے ہیں اور اسی طرح کے جانور ہے تو اس پر جزاء واجب ہے۔ البتہ وہ جانور نہیں ہوں گے جن کا شریعت نے استثناء کر دیا ہے اور استثناء والے وہی ہیں جن کو شمار کر آئے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسی جانور میں جزاء واجب نہیں ہے کیونکہ یہ تمام تکلیف پہنچانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں لہٰذا یہ ان فاسقوں میں شامل ہوں گے جن کا استثناء کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح لفظ ''کلب'' لغت کے اعتبار سے تمام درندوں کو شامل ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ درندہ شکار ہے اس لئے کہ وہ وحشی ہے اور پکڑنے میں بھی غائب ہو جاتا ہے۔ اور اس لئے تاکہ اس کی کھال کام آئے یا اس سے شکار کیا جائے یا اس کی تکلیف دور کرنے کے لئے اس کو پکڑا جائے (تو دور بھاگتے ہیں) لہٰذا ان کو فاسقوں پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ دلیل بھی ہے کہ (قیاس) کو عدد باطل کرنے والا ہے۔ اور کلب کا لفظ عرف عام میں درندے پر نہیں بولا جاتا۔ اور عرف ہی زیادہ مضبوط دلیل ہے۔

اور جزاء کی قیمت بکری زائد نہ کی جائے۔ حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ پوری قیمت واجب ہوگی۔ حتیٰ کہ اس کی قیمت ماکول لحم کو پہنچ جائے۔ کیونکہ ماکول لحم پر قیاس کیا جائے گا اور ہماری دلیل ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بجو شکار ہے اور اس میں بکری واجب ہے۔ لہٰذا اس کی کھال سے فائدہ اٹھانے کی وجہ سے قیمت واجب ہے اور اس لئے نہیں کہ وہ کہ لڑنے والا موذی ہے اور اس دلیل کے پیش نظر بظاہر بکری سے اس کی قیمت نہ بڑھے گی۔

جب محرم نے حملہ آور درندے قتل کردیا تو حکم

(وَإِذَا صَالَ السَّبُعُ عَلَى الْمُحْرِمِ فَقَتَلَهُ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ) وَقَالَ زُفَرُ: يَجِبُ الْجَزَاءُ اعْتِبَارًا بِالْجَمَلِ الصَّائِلِ.

وَلَنَا مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ قَتَلَ سَبُعًا وَأَهْدَى كَبْشًا وَقَالَ: إِنَّا ابْتَدَأْنَاهُ، وَلِأَنَّ الْمُحْرِمَ مَمْنُوعٌ عَنِ التَّعَرُّضِ لَا عَنْ دَفْعِ الْأَذَى، وَلِهَذَا كَانَ مَأْذُونًا فِي دَفْعِ الْمُتَوَهَّمِ مِنَ الْأَذَى كَمَا فِي الْفَوَاسِقِ فَلَأَنْ يَكُونَ مَأْذُونًا فِي دَفْعِ الْمُتَحَقِّقِ مِنْهُ أَوْلَى، وَمَعَ وُجُودِ الْإِذْنِ مِنَ الشَّارِعِ لَا يَجِبُ الْجَزَاءُ حَقًّا لَهُ، بِخِلَافِ الْجَمَلِ الصَّائِلِ، لِأَنَّهُ لَا إِذْنَ مِنْ صَاحِبِ الْحَقِّ وَهُوَ الْعَبْدُ.

جب کسی درندے نے محرم پر حملہ کردیا اور محرم نے اس کو قتل کردیا تو محرم پر کوئی چیز واجب نہ ہوگی۔ حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اونٹ پر قیاس کرتے ہوئے محرم پر واجب ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ والا اثر ہماری دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک درندے کو قتل کردیا اور بکری ہدیہ بھیجی اور فرمایا کہ ہم نے درندے کو قتل کرنے میں پہل کی تھی حالانکہ محرم کو لڑنے سے منع کیا گیا ہے ہاں البتہ اذیت دور کرنے سے نہیں روکا گیا۔ اسی دلیل کے پیش نظر وہ ایسے جانوروں دور کرے جو اذیت پہنچانے والے ہیں جس طرح فواسق ہیں لہٰذا ان میں بدرجہ اولیٰ دور کرنے کی اجازت ہوگی۔ جن سے اذیت ثابت ہے۔ حق شارع یعنی جزاء شارع کی طرف سے واجب نہ ہوگا البتہ حملہ آور اونٹ میں اجازت واجب ہوگا۔ کیونکہ اس میں قتل کرنے والے کو حق کی طرف اجازت نہیں ہے اور بندہ صاحب حق ہے۔

مجبور ہو کر قتل کرنے والے محرم پر حکم جزاء کا بیان

(فَإِنِ اضْطُرَّ الْمُحْرِمُ إِلَى قَتْلِ صَيْدٍ فَقَتَلَهُ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ) لِأَنَّ الْإِذْنَ مُقَيَّدٌ بِالْكَفَّارَةِ بِالنَّصِّ عَلَى مَا تَلَوْنَاهُ مِنْ قَبْلُ.

اگر محرم کو شکار کے قتل پر مجبور کیا گیا پس اس نے قتل کردیا تو اس پر جزاء واجب ہے۔ کیونکہ کفارے کا حکم نص کے ساتھ مقید ہے وہی جو ہم تلاوت کر آئے ہیں۔

پالتو جانوروں کو ذبح کرنے میں محرم پر کوئی حرج نہیں

(وَلَا بَأْسَ لِلْمُحْرِمِ أَنْ يَذْبَحَ الشَّاةَ وَالْبَقَرَةَ وَالْبَعِيرَ وَالدَّجَاجَةَ وَالْبَطَّ الْأَهْلِيَّ)، لِأَنَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ لَيْسَتْ بِصُيُودٍ لِعَدَمِ التَّوَحُّشِ، وَالْمُرَادُ بِالْبَطِّ الَّذِي يَكُونُ فِي الْمَسَاكِنِ وَالْحِيَاضِ، لِأَنَّهُ أَلُوفٌ بِأَصْلِ الْخِلْقَةِ (وَلَوْ ذَبَحَ حَمَامًا مُسَرْوَلًا فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ) خِلَافًا لِمَالِكٍ رَحِمَهُ اللَّهُ.

لَهُ أَنَّهُ أَلُوفٌ مُسْتَأْنِسٌ وَلَا يَمْتَنِعُ بِجَنَاحَيْهِ لِبُطْءِ نُهُوضِهِ، وَنَحْنُ نَقُولُ: الْحَمَامُ مُتَوَحِّشٌ بِأَصْلِ الْخِلْقَةِ مُمْتَنِعٌ بِطَيَرَانِهِ، وَإِنْ كَانَ بَطِيءَ النُّهُوضِ، وَالِاسْتِئْنَاسُ عَارِضٌ فَلَمْ يُعْتَبَرْ (وَكَذَا إِذَا قَتَلَ ظَبْيًا مُسْتَأْنَسًا)، لِأَنَّهُ صَيْدٌ فِي الْأَصْلِ فَلَا يُبْطِلُهُ الِاسْتِئْنَاسُ كَالْبَعِيرِ إِذَا نَدَّ لَا يَأْخُذُ حُكْمَ الصَّيْدِ فِي الْحُرْمَةِ عَلَى الْمُحْرِمِ.

محرم کے لئے گائے، بکری، اونٹ، مرغی اور گھریلو بطخ ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ عدم وحشیت کی وجہ سے یہ جانور شکار نہیں ہے اور بط سے مراد وہ بط ہے کو گھروں اور حوضوں میں رہتی ہے اس لئے کہ وہ خلقت میں اعتبار سے مانوس ولی جلی ہے۔ اگر محرم نے مسرول کبوتر کو ذبح کیا تو اس پر جزاء واجب ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مسرول کبوتر لوگوں سے ملا جلا رہنے کی وجہ سے مانوس ہے اور وہ اپنے بازوؤں سے بچاؤ کرنے والا نہیں ہے۔ اگر چہ وہ ملنے میں سست ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کبوتر خلقت کے اعتبار سے وحشی ہے جو اڑ کر اپنا بچاؤ کرنے والا ہے اگر چہ اسکا اڑنا ابتدائی طور پر سست ہوتا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس کا مانوس ہونا عارضی ہوتا ہے (کیونکہ وہ موقع پاتے اڑ جاتا ہے) لہٰذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

اور اسی طرح اگر اس نے مانوس ہرن کو ذبح کر دیا تو بھی اس پر جزاء واجب ہے کیونکہ وہ اصل میں شکار ہے لہٰذا اس کا مانوس ہونا باطل ہو گیا جس طرح اونٹ جب بھڑک کر بپھر جائے تو وہ شکار کے حکم میں نہ ہوگا کہ محرم پر اس کا ذبح کرنا حرام ہو؟

محرم کا شکار کردہ مذبوحہ مردار کے حکم میں ہے

(وَإِذَا ذَبَحَ الْمُحْرِمُ صَيْدًا فَذَبِيحَتُهُ مَيْتَةٌ لَا يَحِلُّ أَكْلُهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَحِلُّ مَا ذَبَحَهُ الْمُحْرِمُ لِغَيْرِهِ، لِأَنَّهُ عَامِلٌ لَهُ فَانْتَقَلَ فِعْلُهُ إِلَيْهِ.

وَلَنَا أَنَّ الذَّكَاةَ فِعْلٌ مَشْرُوعٌ وَهٰذَا فِعْلٌ حَرَامٌ فَلَا يَكُونُ ذَكَاةً كَذَبِيحَةِ الْمَجُوسِيِّ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْمَشْرُوعَ هُوَ الَّذِي قَامَ مَقَامَ الْمَيْزِ بَيْنَ الدَّمِ وَاللَّحْمِ تَيْسِيرًا فَيَنْعَدِمُ بِانْعِدَامِهِ

جب محرم نے کسی شکار کو ذبح کر دیا تو اس کا ذبیحہ مردار ہے اور اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جسے محرم نے ذبح کیا وہ غیر محرم کے لئے حلال ہے کیونکہ اس طرح محرم دوسروں کے لئے کام کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس کا یہ عمل دوسروں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ذبح کرنا ایک مشروع عمل ہے جبکہ محرم کا یہ عمل حرام ہے تو ذبح بھی حرام ہوگا جس طرح آتش پرست کا ذبیحہ ہے۔ اور اس کی یہ دلیل بھی ہے کہ شریعت کی طرف سے مشروعیت اس کے خون اور گوشت کے درمیان فرق کرنے کے قائم مقام ہے۔ لہٰذا اس میں حلت معدوم ہوگئی کیونکہ ذبح کو مشروع ہونا معدوم ہو گیا ہے۔

جب محرم نے اپنے ذبیحہ سے کچھ کھایا تو وجوب قیمت کا بیان

(فَإِنْ أَكَلَ الْمُحْرِمُ الذَّابِحُ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعَلَيْهِ قِيمَةُ مَا أَكَلَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) رَحِمَهُ اللَّهُ .
(وَقَالَا: لَيْسَ عَلَيْهِ جَزَاءُ مَا أَكَلَ، وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ مُحْرِمٌ آخَرُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) لَهُمَا أَنَّ هَذِهِ مَيْتَةٌ فَلَا يَلْزَمُهُ بِأَكْلِهَا إِلَّا الِاسْتِغْفَارُ وَصَارَ كَمَا إِذَا أَكَلَهُ مُحْرِمٌ غَيْرُهُ .
وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ حُرْمَتَهُ بِاعْتِبَارِ كَوْنِهِ مَيْتَةً كَمَا ذَكَرْنَا، وَبِاعْتِبَارِ أَنَّهُ مَحْظُورُ إِحْرَامِهِ؛ لِأَنَّ إِحْرَامَهُ هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الصَّيْدَ عَنِ الْمَحَلِّيَّةِ وَالذَّابِحَ عَنِ الْأَهْلِيَّةِ فِي حَقِّ الذَّكَاةِ فَصَارَتْ حُرْمَةُ التَّنَاوُلِ بِهَذِهِ الْوَسَائِطِ مُضَافَةً إِلَى إِحْرَامِهِ بِخِلَافِ مُحْرِمٍ آخَرَ؛ لِأَنَّ تَنَاوُلَهُ لَيْسَ مِنْ مَحْظُورَاتِ إِحْرَامِهِ .

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب محرم نے اپنے ذبیحہ سے کچھ کھایا ہے تو اس پر کھائے ہوئے کی مقدار قیمت واجب ہے۔جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ اس کھائے ہوئے کی جزاء واجب نہیں ہے۔اور اگر ذبیحے سے کسی دوسرے محرم نے کچھ کھایا تو فقہاء احناف کے نزدیک بہ اتفاق کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یہ مردار ہے لہٰذا اس کے کھانے پر سوائے استغفار کے کچھ واجب نہیں ہے اور یہ اسی طرح ہو گیا جس طرح کسی دوسرے محرم نے کھایا ہو۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ محرم کے ذبیحے کا حرام ہونا اس کے مردار ہونے کی وجہ سے ہے۔جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اور یہ احرام کے ممنوعات ہونے کی وجہ سے ہے۔کیونکہ محرم ہونا ہی اس کے شکار کو محل شکار سے نکالنے والا ہے۔اور ذبح کرنے والے کو اہلیت تذبیح سے نکالنے والا ہے۔لہٰذا انہی ذرائع کے پیش نظر کھانے کی حرمت احرام کی طرف نسبت کرنے والی ہو گئی۔البتہ دوسرے محرم کے لئے ایسا نہیں ہے کیونکہ اس کا کھانا احرام کے ممنوعات میں سے نہیں ہے۔

جب حلال ہونے والے کے ذبح سے محرم نے کھایا ہو

(وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَأْكُلَ الْمُحْرِمُ لَحْمَ صَيْدٍ اصْطَادَهُ حَلَالٌ وَذَبَحَهُ إِذَا لَمْ يَدُلَّ الْمُحْرِمُ عَلَيْهِ، وَلَا أَمَرَهُ بِصَيْدِهِ) خِلَافًا لِمَالِكٍ رَحِمَهُ اللَّهُ فِيمَا إِذَا اصْطَادَهُ لِأَجْلِ الْمُحْرِمِ .
لَهُ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْمُحْرِمِ لَحْمَ صَيْدٍ مَا لَمْ يَصِدْهُ أَوْ يُصَدْ لَهُ) " وَلَنَا مَا رُوِيَ (أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ تَذَاكَرُوا لَحْمَ الصَّيْدِ فِي حَقِّ الْمُحْرِمِ، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِهِ) " وَاللَّامُ فِيمَا رُوِيَ لَامُ تَمْلِيكٍ فَيُحْمَلُ عَلَى أَنْ يُهْدَى إِلَيْهِ الصَّيْدُ دُونَ اللَّحْمِ، أَوْ مَعْنَاهُ أَنْ يُصَادَ بِأَمْرِهِ .ثُمَّ شَرَطَ عَدَمَ الدَّلَالَةِ، وَهَذَا تَنْصِيصٌ عَلَى أَنَّ الدَّلَالَةَ مُحَرِّمَةٌ، قَالُوا: فِيهِ رِوَايَتَانِ .وَوَجْهُ الْحُرْمَةِ حَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ .

محرم کے لئے ایسے شکار کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جو کسی غیر محرم نے شکار کیا اور اس کو ذبح کیا ہو۔ اس شرط کے ساتھ کہ محرم نے اس پر دلالت نہ کی ہو اور نہ ہی اسے شکار کرنے کا حکم دیا ہو۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے جبکہ حلالی نے اس کو محرم کے لئے شکار کیا ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: محرم کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ ایسے شکار کا گوشت کھائے جس کو اس نے خود شکار نہ کیا ہو۔ یا اس کے لئے وہ شکار نہ کیا گیا ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محرم کے حق شکار کا گوشت کھانے میں باہم مباحثہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اس روایت میں "لام" تملیک کے لئے ہے تو اس کا حدیث کا معنی یہ ہوا کہ وہ محرم کو شکار کا ہدیہ بھی نہ دے اور گوشت بھی دے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ شکار اس کے حکم کیا جائے۔ اور صاحب قدوری نے دلالت نہ کرنے کو بطور شرط بیان کیا ہے اور اس میں اس حکم کی صراحت ہے کہ دلالت کرنے حرام ثابت کرنے والا ہے۔ جبکہ مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے کہ اس میں دو روایات ہیں۔ اور حرمت کی دلیل حدیث قتادہ رضی اللہ عنہ ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حلالی کے شکار حرم کی صورت میں وجوب قیمت کا بیان

(وَفِي صَيْدِ الْحَرَمِ إِذَا ذَبَحَهُ الْحَلَالُ قِيمَتُهُ يَتَصَدَّقُ بِهَا عَلَى الْفُقَرَاءِ) لِأَنَّ الصَّيْدَ اسْتَحَقَّ الْأَمْنَ بِسَبَبِ الْحَرَمِ .قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ فِيهِ طُولٌ (وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا) " (وَلَا يُجْزِيهِ الصَّوْمُ) لِأَنَّهَا غَرَامَةٌ وَلَيْسَتْ بِكَفَّارَةٍ، فَأَشْبَهَ ضَمَانَ الْأَمْوَالِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ يَجِبُ بِتَفْوِيتِ وَصْفٍ فِي الْمَحَلِّ وَهُوَ الْأَمْنُ وَالْوَاجِبُ عَلَى الْمُحْرِمِ بِطَرِيقِ الْكَفَّارَةِ جَزَاءٌ عَلَى فِعْلِهِ، لِأَنَّ الْحُرْمَةَ بِاعْتِبَارِ مَعْنًى فِيهِ وَهُوَ إِحْرَامُهُ، وَالصَّوْمُ يَصْلُحُ جَزَاءَ الْأَفْعَالِ لَا ضَمَانَ الْمَحَالِّ .

وَقَالَ زُفَرُ: يُجْزِيهِ الصَّوْمُ اعْتِبَارًا بِمَا وَجَبَ عَلَى الْمُحْرِمِ، وَالْفَرْقُ قَدْ ذَكَرْنَاهُ، وَهَلْ يُجْزِيهِ الْهَدْيُ؟ فَفِيهِ رِوَايَتَانِ .

جب کسی حلال ہونے والے آدمی نے حرم کا شکار کیا تو اس پر اس کی قیمت واجب ہے جسے وہ فقیروں میں صدقہ کرے کیونکہ حرم کی وجہ سے شکار حرم امن کا حقدار ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس میں بڑی طویل حدیث ہے اور مکہ کے جانور کو ڈرایا نہ جائے۔ اور اس کے روزے رکھنا کفایت نہ کریں گے کیونکہ قیمت تاوان ہے کفارہ نہیں ہے۔ تو یہ مالوں کی ضمانتوں کی طرح ہو گیا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ضمان کسی محل وصف سے فوت ہو جانے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔ اور محرم پر کفارے کے طور

پر جو کچھ واجب ہوا ہے وہ اس کے فعل کی جزاء کے طور پر ہے۔ کیونکہ حرمت ایسے حکم کی بناء ہے جو محرم میں موجود ہے اور وہ اس کا احرام ہے۔ اور روزہ اعمال کی جزاء تو بن سکتا ہے لیکن محلوں کا ضمان نہیں بن سکتا۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ محرم پر واجب ہونے والے روزے پر قیاس کرتے ہوئے اس کو روزہ رکھنا جائز ہے۔ اور فرق ہم نے بیان کر دیا ہے کہ اس کو ہدی دینا جائز ہے یا نہیں۔ تو اس میں دو روایات ہیں۔

جب کسی نے حرم کا شکار حرم میں چھوڑ دیا

(وَمَنْ دَخَلَ الْحَرَمَ بِصَيْدٍ فَعَلَيْهِ اَنْ يُرْسِلَهُ فِيهِ اِذَا كَانَ فِي يَدِهِ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَإِنَّهُ يَقُولُ: حَقُّ الشَّرْعِ لَا يَظْهَرُ فِي مَمْلُوكِ الْعَبْدِ لِحَاجَةِ الْعَبْدِ .

وَلَنَا اَنَّهُ لَمَّا حَصَلَ فِي الْحَرَمِ وَجَبَ تَرْكُ التَّعَرُّضِ لِحُرْمَةِ الْحَرَمِ اِذْ صَارَ هُوَ مِنْ صَيْدِ الْحَرَمِ فَاسْتَحَقَّ الْاَمْنَ لِمَا رَوَيْنَا (فَإِنْ بَاعَهُ رَدَّ الْبَيْعَ فِيهِ اِنْ كَانَ قَائِمًا) لِاَنَّ الْبَيْعَ لَمْ يَجُزْ لِمَا فِيهِ مِنَ التَّعَرُّضِ لِلصَّيْدِ وَذٰلِكَ حَرَامٌ (وَاِنْ كَانَ فَائِتًا فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ) لِاَنَّهُ تَعَرَّضَ لِلصَّيْدِ بِتَفْوِيتِ الْاَمْنِ الَّذِي اسْتَحَقَّهُ (وَكَذٰلِكَ بَيْعُ الْمُحْرِمِ الصَّيْدَ مِنْ مُحْرِمٍ اَوْ حَلَالٍ) لِمَا قُلْنَا .

جو بندہ حرم میں شکار لے کر گیا تو اس پر واجب ہے کہ اس کو اس میں چھوڑ دے۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس کے قبضے میں ہو۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں مملوک چیز میں شریعت کا حق ظاہر نہیں ہے کیونکہ بندہ محتاج ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ جب یہ جانور حرم میں داخل ہوا تو احترام حرم کی وجہ سے اس سے الجھنے کو ترک کرنا واجب ہے۔ کیونکہ وہ جیسے ہی شکار حرم ہوا تو امن کا حقدار ہو گیا۔ اسی حدیث کے مطابق جو روایت کر چکے ہیں۔

اور اگر اس نے شکار کو بیچ دیا تو شکار کے حق میں بیع رد کر دی جائے گی۔ اس شرط کے ساتھ وہ شکار موجود ہو۔ کیونکہ اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ شکار کے ساتھ تعرض ہو گیا اور یہی حرام ہے اور اگر شکار نہ ہو بیچنے والا پر جزاء واجب ہے۔ اس لئے کہ اس نے شکار کے اس امن کو تعرض کے ساتھ برباد کیا جس کا وہ حقدار تھا۔ اور اسی طرح محرم کا شکار کسی محرم یا غیر محرم کو بیچنے کا حکم ہے۔ اسی دلیل کی وجہ سے ہم بیان کر چکے ہیں۔

محرم کے پنجرے والے شکار کو نہ چھوڑنے کا بیان

(وَمَنْ اَحْرَمَ وَفِي بَيْتِهِ اَوْ فِي قَفَصٍ مَعَهُ صَيْدٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ اَنْ يُرْسِلَهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يُرْسِلَهُ، لِاَنَّهُ مُتَعَرِّضٌ لِلصَّيْدِ بِاِمْسَاكِهِ فِي مِلْكِهِ فَصَارَ كَمَا اِذَا كَانَ فِي يَدِهِ .

وَلَنَا اَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَانُوا يُحْرِمُونَ وَفِي بُيُوتِهِمْ صُيُودٌ وَدَوَاجِنُ، وَلَمْ يُنْقَلْ

عَنْهُمْ اِرْسَالُهَا، وَبِذٰلِكَ جَرَتِ الْعَادَةُ الْفَاشِيَةُ وَهِيَ مِنْ اِحْدَى الْحُجَجِ' وَلِاَنَّ الْوَاجِبَ تَرْكُ التَّعَرُّضِ وَهُوَ لَيْسَ بِمُتَعَرِّضٍ مِنْ جِهَتِهٖ' لِاَنَّهٗ مَحْفُوظٌ بِالْبَيْتِ وَالْقَفَصِ لَا بِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ فِي مِلْكِهٖ، وَلَوْ اَرْسَلَهٗ فِي مَفَازَةٍ فَهُوَ عَلٰى مِلْكِهٖ فَلَا مُعْتَبَرَ بِبَقَاءِ الْمِلْكِ .

وَقِيلَ: اِذَا كَانَ الْقَفَصُ فِي يَدِهٖ لَزِمَهٗ اِرْسَالُهٗ لٰكِنْ عَلٰى وَجْهٍ لَا يَضِيعُ .

اور جس بندے نے اس حالت میں احرام باندھ لیا کہ اس کے گھر میں یا پنجرے میں شکار کا جانور ہے۔ تو اس پر واجب ہے کہ اس کو چھوڑ دے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ اس پر چھوڑنا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ شکار کو اپنے پاس رکھنے میں شکار کے ساتھ تعرض کرنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا یہ اس طرح ہو گیا کہ گویا وہ اس کے ہاتھ میں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب احرام باندھتے تھے حالانکہ ان کے گھروں میں شکاری جانور اور دواجن ہوتے تھے۔ لیکن ان سے ان کا چھوڑنا نقل نہیں کیا گیا۔ لہٰذا ان کو نہ چھوڑنے کی عادت ظاہری طور پر جاری ہو گئی۔ (عرف عام)۔ اور ہمارے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ شکار کے ساتھ تعرض کا ترک واجب ہے جبکہ اس حالت میں محرم کسی قسم کے تعرض میں مصروف ہونے والا نہیں ہے۔ کیونکہ شکار گھر اور پنجرے میں محفوظ ہے وہ محرم کے ساتھ تو ہے ہی نہیں۔ ہاں البتہ یہ مسئلہ ضرور ہے کہ شکار کا یہ جانور اس کی ملکیت میں ہے۔ اور محرم اس کو کسی جنگل میں چھوڑ دے تب بھی شرعی طور پر وہ اس کی ملکیت میں ہو گا۔ لہٰذا ملکیت کے باقی رہنے کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

بعض سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر اس کے ہاتھ میں پنجرہ ہو تو اسے چھوڑنا ضروری ہے البتہ ایسے طریقے کے ساتھ چھوڑے کہ وہ ضائع نہ ہو۔

غیر محرم کا شکار پکڑنے کے بعد احرام باندھنے کا بیان

قَالَ (فَاِنْ اَصَابَ حَلَالٌ صَيْدًا ثُمَّ اَحْرَمَ فَاَرْسَلَهٗ مِنْ يَدِهٖ غَيْرُهٗ يَضْمَنُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ) رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَقَالَا: لَا يَضْمَنُ)' لِاَنَّ الْمُرْسِلَ آمِرٌ بِالْمَعْرُوفِ نَاهٍ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ (مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ) وَلَهٗ اَنَّهٗ مَلَكَ الصَّيْدَ بِالْاَخْذِ مِلْكًا مُحْتَرَمًا فَلَا يَبْطُلُ احْتِرَامُهٗ بِاِحْرَامِهٖ وَقَدْ اَتْلَفَهُ الْمُرْسِلُ فَيَضْمَنُهٗ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَخَذَهٗ فِي حَالَةِ الْاِحْرَامِ' لِاَنَّهٗ لَمْ يَمْلِكْهُ .

وَالْوَاجِبُ عَلَيْهِ تَرْكُ التَّعَرُّضِ وَيُمْكِنُهٗ ذٰلِكَ بِاَنْ يُخَلِّيَهٗ فِي بَيْتِهٖ، فَاِذَا قَطَعَ يَدَهٗ عَنْهُ كَانَ مُتَعَدِّيًا، وَنَظِيرُهُ الْاِخْتِلَافُ فِي كَسْرِ الْمَعَازِفِ .

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ کے مطابق وہ شخص ضامن ہو گا۔ کہ جب کسی حلالی نے کوئی شکار پایا اور پھر اس نے احرام باندھا اور اس کے بعد اس کے ہاتھ میں کسی نے شکار کو رہا کر دیا۔

صاحبین کے نزدیک وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کو چھوڑنے والا نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے منع کرنے والا ہے۔ اور نیک لوگوں پر کوئی راہ (حکم تکلیف) نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ بندہ شکار کا مالک ہے لہٰذا وہ اس کی ملکیت محترم حاصل کرنے وجہ سے مالک ہو گیا۔ اور اس کا محترم ہونا اس کے احرام باندھنے والے عمل کو ختم کرنے والا نہیں ہے۔ اور چھوڑنے والے نے جب اس سے تلف (ختم، ضائع) کردیا ہے لہٰذا وہ مالک اس کی ضمانت دے گا۔ ہاں البتہ اگر اس نے حالت احرام میں پکڑا تو ضمانت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اب محرم شکار کا مالک ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر تعرض کا ترک واجب ہے۔ اور یہ اس طرح بھی ممکن ہے کہ وہ اس طرح شکار اپنے گھر میں چھوڑ دے۔ تو اس طرح بھیجنے والے محرم کے ساتھ سے ختم کردیا۔ تو وہ ظلم کرنے والا ہوا اور اسی کی مثال وہ اختلاف ہے جو لعب ولہو کی اشیاء کو توڑنے کے بیان میں ہے۔

محرم کے ہاتھ سے شکار چھڑوانے والا ضامن نہ ہوگا

(وَاِنْ اَصَابَ مُحْرِمٌ صَيْدًا فَاَرْسَلَهُ مِنْ يَدِهٖ غَيْرُهٗ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ بِالِاتِّفَاقِ)، لِاَنَّهٗ لَمْ يَمْلِكْهُ بِالْاَخْذِ، فَاِنَّ الصَّيْدَ لَمْ يَبْقَ مَحَلًّا لِلتَّمَلُّكِ فِي حَقِّ الْمُحْرِمِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا) فَصَارَ كَمَا اِذَا اشْتَرَى الْخَمْرَ (فَاِنْ قَتَلَهُ مُحْرِمٌ آخَرُ فِي يَدِهٖ فَعَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا جَزَاؤُهٗ)، لِاَنَّ الْاٰخِذَ مُتَعَرِّضٌ لِلصَّيْدِ الْاٰمِنِ، وَالْقَاتِلُ مُقَرِّرٌ لِذٰلِكَ، وَالتَّقْرِيرُ كَالِابْتِدَاءِ فِي حَقِّ التَّضْمِينِ كَشُهُودِ الطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُولِ اِذَا رَجَعُوا (وَيَرْجِعُ الْاٰخِذُ عَلَى الْقَاتِلِ) وَقَالَ زُفَرُ: لَا يَرْجِعُ، لِاَنَّ الْاٰخِذَ مُؤَاخَذٌ بِصُنْعِهٖ فَلَا يَرْجِعُ عَلٰى غَيْرِهٖ۔

وَلَنَا اَنَّ الْاٰخِذَ اِنَّمَا يَصِيرُ سَبَبًا لِلضَّمَانِ عِنْدَ اتِّصَالِ الْهَلَاكِ بِهٖ، فَهُوَ بِالْقَتْلِ جَعَلَ فِعْلَ الْاٰخِذِ عِلَّةً فَيَكُونُ فِي مَعْنٰى مُبَاشَرَةِ عِلَّةِ الْعِلَّةِ فَيُحَالُ بِالضَّمَانِ عَلَيْهِ۔

اور جب کسی محرم نے شکار پکڑلیا تو کسی دوسرے شخص نے اس کے ہاتھ سے چھڑوادیا تو چھڑوانے پر بہ اتفاق فقہاء ضمان واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اس کو پکڑنے کی وجہ سے کا مالک نہ ہوا۔ کیونکہ شکار اس محرم کے حق ملکیت آنے کا محل ہی نہیں بنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور تم پر خشکی کا شکار حرام کیا گیا ہے جب کہ تم حالت احرام میں ہو" لہٰذا یہ اس طرح ہوگیا جس طرح کسی مسلمان نے شراب خریدی ہو۔

اور اگر محرم کے ہاتھ ہوتے ہوئے کسی دوسرے محرم نے قتل کردیا تو ان دونوں میں ہر ایک پر مکمل جزاء واجب ہے۔ پکڑنے والا پر اس لئے واجب ہے کہ وہ شکار کے امن کو زائل کرتے ہوئے شکار کے ساتھ تعرض کرنے والا ہے اور قتل کرنے والا محرم اس کو ثابت کرنے والا ہے۔ اور تقرر کرنا یہ وجوب ضمان کے حق میں اس ابتداء کی طرح ہے۔ جس طرح دخول سے قبل طلاق کے گواہ جب رجوع کرلیں۔ لہٰذا پکڑنے والا مارنے والے سے رجوع کرے گا۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ پکڑنے والا رجوع نہیں کرے گا کیونکہ اس نے اپنے فعل سے اس کو پکڑا ہے لہٰذا وہ دوسرے سے رجوع نہ کرے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ پکڑنا ضمان کا سبب تب ہے جب اس کے ساتھ ہلاکت سے متصل ہو۔ لہٰذا اس قاتل نے پکڑنے والے فعل کو علت بنادیا۔ تو لہٰذا یہاں علت کی علت کے ارتکاب پر حکم ثابت ہوگیا۔ اس لئے اس حال میں ضمان کا وجوب قاتل پر ہوا۔

حرم کی گھاس و درخت کاٹنے کی صورت قیمت کے وجوب کا بیان

(فَإِنْ قَطَعَ حَشِيشَ الْحَرَمِ أَوْ شَجَرَةً لَيْسَتْ بِمَمْلُوكَةٍ، وَهُوَ مِمَّا لَا يُنْبِتُهُ النَّاسُ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ إلَّا فِيمَا جَفَّ مِنْهُ)؛ لِأَنَّ حُرْمَتَهُمَا ثَبَتَتْ بِسَبَبِ الْحَرَمِ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَوْكُهَا) " وَلَا يَكُونُ لِلصَّوْمِ فِي هَذِهِ الْقِيمَةِ مَدْخَلٌ؛ لِأَنَّ حُرْمَةَ تَنَاوُلِهَا بِسَبَبِ الْحَرَمِ لَا بِسَبَبِ الْإِحْرَامِ فَكَانَ مِنْ ضَمَانِ الْمَحَالِّ عَلَى مَا بَيَّنَّا وَيَتَصَدَّقُ بِقِيمَتِهِ عَلَى الْفُقَرَاءِ، وَإِذَا أَدَّاهَا مَلَكَهُ كَمَا فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ.

وَيُكْرَهُ بَيْعُهُ بَعْدَ الْقَطْعِ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِسَبَبٍ مَحْظُورٍ شَرْعًا، فَلَوْ أُطْلِقَ لَهُ فِي بَيْعِهِ لَتَطَرَّقَ النَّاسُ إلَى مِثْلِهِ، إلَّا أَنَّهُ يَجُوزُ الْبَيْعُ مَعَ الْكَرَاهَةِ، بِخِلَافِ الصَّيْدِ، وَالْفَرْقُ مَا نَذْكُرُهُ.

وَالَّذِي يُنْبِتُهُ النَّاسُ عَادَةً عَرَفْنَاهُ غَيْرَ مُسْتَحِقٍّ لِلْأَمْنِ بِالْإِجْمَاعِ؛ وَلِأَنَّ الْمُحْرِمَ الْمَنْسُوبَ إلَى الْحَرَمِ وَالنِّسْبَةُ إلَيْهِ عَلَى الْكَمَالِ عِنْدَ عَدَمِ النِّسْبَةِ إلَى غَيْرِهِ بِالْإِنْبَاتِ.

وَمَا لَا يَنْبُتُ عَادَةً إذَا أَنْبَتَهُ إنْسَانٌ الْتَحَقَ بِمَا يَنْبُتُ عَادَةً.

وَلَوْ نَبَتَ بِنَفْسِهِ فِي مِلْكِ رَجُلٍ فَعَلَى قَاطِعِهِ قِيمَتَانِ: قِيمَةٌ لِحُرْمَةِ الْحَرَمِ حَقًّا لِلشَّرْعِ، وَقِيمَةٌ أُخْرَى ضَمَانًا لِمَالِكِهِ كَالصَّيْدِ الْمَمْلُوكِ فِي الْحَرَمِ، وَمَا جَفَّ مِنْ شَجَرِ الْحَرَمِ لَا ضَمَانَ فِيهِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِنَامٍ.

کہ اگر کوئی شخص زمین حرم کی ایسی گھاس یا ایسا درخت کاٹے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو اور خودرو ہو تو اس پر اس گھاس یا درخت کی قیمت بطور جزاء واجب ہوگی۔ البتہ اس گھاس میں قیمت واجب نہ ہوگی جس خشک ہوگئی۔ اس دلیل کے پیش نظر کہ گھاس حرم اور درخت حرم کی حرمت حرم کی وجہ سے ثابت ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حرم کی کوئی گھاس نہ کاٹی جائے اور نہ اس کے کانٹوں کو توڑا جائے۔ اور اس قیمت میں روزے کا اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے حصول کا سبب حرم ہے احرام نہیں ہے۔ لہٰذا یہ محل ضمان نہ ہوا جس طرح ہم بیان کرچکے ہیں اور اس کی قیمت کو فقراء پر صدقہ کردے اور جب وہ شخص یہ قیمت ادا کردے تو وہی اس گھاس یا درخت کا مالک ہوگیا جس طرح حقوق العباد میں ہوتا ہے۔

اور کاٹنے کے بعد اس کی بیع کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس کے لئے اس کی ملکیت اس طرح ثابت ہوئی ہے جو شریعت کے اعتبار

سے منع ہے اور اگر بیع کی اجازت دی جائے تو لوگوں اس طرح کاروبار بنالیں گے۔ہاں البتہ کراہت کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔البتہ شکار نہیں بیچ سکتا اور اس کا فرق ہم بیان کریں گے۔

اور جس گھاس کو یا درخت کو لوگ عرف کے طور پر اگاتے ہیں۔ان کے لئے استحقاق امن نہ ہونا اجماع سے معروف ہے۔کیونکہ حرام اسی کو کیا گیا ہے۔جس کی نسبت حرم کی طرف کی گئی ہے۔اور حرم کی طرف کلیہ تب ثابت ہوگی جس اس کی نسبت دوسرے کی جانب نہ ہو۔اور وہ درخت جس کی بجوائی نہیں ہوتی اس کو اگر کسی نے اگایا تو وہ اس درخت کے حکم میں لاحق ہوگا جس کو بطور عادت عرف بویا جاتا ہے۔

اور ایسا درخت جو عادت عرف کے طور پر بویا نہیں جاتا جب وہ کسی شخص کی ملکیت میں خود اگ آیا ہے تو اس کے کاٹنے والے پر ایک قیمت اس لئے واجب ہوگی کہ حق شریعت ہے اور دوسری قیمت اس لئے واجب ہوگی کہ وہ مالک کے لئے بطور تاوان واجب ہوئی ہے۔جس طرح حرم میں مملوک شکار کا حکم ہے۔اور حرم کے خشک درخت میں کوئی ضمان نہیں ہے اس لئے کہ وہ نامی نہیں ہے۔

اذخر کو کاٹنے کی اباحت کا بیان

(وَلَا يُرْعَى حَشِيشُ الْحَرَمِ وَلَا يُقْطَعُ إِلَّا الْإِذْخِرَ) وَقَالَ أَبُوْيُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا بَأْسَ بِالرَّعْيِ، لِأَنَّ فِيهِ ضَرُورَةً، فَإِنَّ مَنْعَ الدَّوَابِّ عَنْهُ مُتَعَذِّرٌ .

وَلَنَا مَا رَوَيْنَا، وَالْقَطْعُ بِالْمَشَافِرِ كَالْقَطْعِ بِالْمَنَاجِلِ، وَحَمْلُ الْحَشِيشِ مِنَ الْحِلِّ مُمْكِنٌ فَلَا ضَرُورَةَ، بِخِلَافِ الْإِذْخِرِ، لِأَنَّهُ اسْتَثْنَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَجُوزُ قَطْعُهُ وَرَعْيُهُ، وَبِخِلَافِ الْكَمْأَةِ، لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ جُمْلَةِ النَّبَاتِ .

اور زمین حرم کی گھاس کو چرانا اور کاٹنا بھی جائز نہیں ہے، البتہ اذخر کو کاٹنا بھی جائز ہے اور چرانا بھی جائز ہے اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ گھاس چرانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس کی ضرورت ہے کیونکہ جانوروں کو اس سے روکنا مشکل ہے۔

ہماری دلیل ہماری روایت کردہ حدیث ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ہونٹوں اور دانتوں سے کاٹنا اسی طرح ہے جس طرح درانتیوں سے کاٹنا ہے۔حالانکہ حل سے گھاس لے کر آنا ممکن ہے۔لہٰذا حرم کی گھاس کی ضرورت نہ رہی۔ بہ خلاف اذاخر کے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان کا استثناء کیا ہے۔لہٰذا اس کو کاٹنا و چرانا جائز ہے بہ خلاف سانپ کی چھتری (کھمبی) والی کے کیونکہ یہ تو گھاس ہی نہیں ہے۔

قارن کے لئے جنایات کے ارتکاب سے دو دموں کے وجوب کا بیان

(وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلَهُ الْقَارِنُ مِمَّا ذَكَرْنَا أَنَّ فِيهِ عَلَى الْمُفْرِدِ دَمًا فَعَلَيْهِ دَمَانِ دَمٌ لِحَجَّتِهِ وَدَمٌ لِعُمْرَتِهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: دَمٌ وَاحِدٌ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ مُحْرِمٌ بِإِحْرَامٍ وَاحِدٍ عِنْدَهُ،

وَعِنْدَنَا بِإِحْرَامَيْنِ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ .

قَالَ (إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ الْمِيقَاتَ غَيْرَ مُحْرِمٍ بِالْعُمْرَةِ أَوِ الْحَجِّ فَيَلْزَمُهُ دَمٌ وَاحِدٌ) خِلَافًا لِزُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَمَّا أَنَّ الْمُسْتَحَقَّ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمِيقَاتِ إِحْرَامٌ وَاحِدٌ وَبِتَأْخِيرِ وَاجِبٍ وَاحِدٍ لَا يَجِبُ إِلَّا جَزَاءٌ وَاحِدٌ .

اور مذکورہ جنایات میں سے اگر کسی کا ارتکاب قارن نے کیا تو اس پر دو دم واجب ہیں۔ ایک دم اس کے حج اور ایک دم اس کے عمرہ کی وجہ سے واجب ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایک دم واجب ہے۔ اس دلیل کے پیش نظر کہ ان کے مطابق وہ ایک احرام کے ساتھ محرم ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک وہ دو احراموں کے ساتھ محرم ہے۔ جس طرح پہلے حکم بیان کیا جا چکا ہے۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ قارن جب بغیر احرام کے احرام حج یا احرام عمرہ میقات سے تجاوز کر جائے تو اس پر ایک دم لازم ہوگا

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے کیونکہ وقت میقات اس پر ایک احرام واجب ہے اور (بقیہ) ایک احرام کی تاخیر کی بناء پر اس پر ایک ہی جزاء واجب ہوگی۔

ایک شکار کے مشترکہ محرمین پر وجوب جزاء کا بیان

(وَإِذَا اشْتَرَكَ مُحْرِمَانِ فِي قَتْلِ صَيْدٍ فَعَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا جَزَاءٌ كَامِلٌ) لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالشَّرِكَةِ يَصِيرُ جَانِيًا جِنَايَةً تَفُوقُ الدَّلَالَةَ فَيَتَعَدَّدُ الْجَزَاءُ بِتَعَدُّدِ الْجِنَايَةِ .

(وَإِذَا اشْتَرَكَ حَلَالَانِ فِي قَتْلِ صَيْدِ الْحَرَمِ فَعَلَيْهِمَا جَزَاءٌ وَاحِدٌ) لِأَنَّ الضَّمَانَ بَدَلٌ عَنِ الْمَحَلِّ لَا جَزَاءٌ عَنِ الْجِنَايَةِ فَيَتَّحِدُ بِاتِّحَادِ الْمَحَلِّ، كَرَجُلَيْنِ قَتَلَا رَجُلًا خَطَأً تَجِبُ عَلَيْهِمَا دِيَةٌ وَاحِدَةٌ، وَعَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَفَّارَةٌ .

(وَإِذَا بَاعَ الْمُحْرِمُ الصَّيْدَ أَوِ ابْتَاعَهُ فَالْبَيْعُ بَاطِلٌ) لِأَنَّ بَيْعَهُ حَيًّا تَعَرُّضٌ لِلصَّيْدِ الْآمِنِ وَبَيْعُهُ بَعْدَمَا قَتَلَهُ بَيْعُ مَيْتَةٍ .

اور جب کسی ایک شکار کے قتل میں دو محرم شریک ہو گئے تو ان دونوں میں سے ہر ایک پر مکمل جزاء واجب ہے کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک شرکت ایسی جنایات کا ارتکاب کرنے والی ہے۔ لہٰذا ان میں ہر ایک جنایت ایسی ہوئی جو دلالت سے بڑھ گئی لہٰذا جنایت کے تعدد کی وجہ سے جزاء میں تعدد ثابت ہو گیا۔

اگر دو حلالی حرم کے ایک شکار میں شامل ہو گئے تو ان دونوں پر ایک جزاء واجب ہوئی کیونکہ ان ضمان محل شکار ہے اس کا بدل نہیں ہے لہٰذا جنایت کی جزاء واجب ہوئی۔ لہٰذا اتحاد محل کے پیش نظر تاوان بھی واحد ہوا جس طرح ایک آدمی کو دو بندوں نے بطور

خطاءً قتل کر دیا تو ان دونوں پر ایک دیت واجب ہوگی اور ان دونوں میں سے ہر ایک پر کفارہ واجب ہوگا۔

اگر محرم شکار بیچا یا فروخت کیا تو اس کی بیع باطل ہے کیونکہ زندہ شکار کی بیع اس طرح ہے جس طرح شکار کے ساتھ تعرض کرنا ہے اور یہی اس کے امن کو فوت کرنے کی دلیل ہے اور اس کو قتل کر دینے کے بعد بیچنا اس طرح ہے جیسے مردار کی بیع ہے۔

حرم سے ہرن کو نکالنے والے پر وجوب جزاء کا بیان

(وَمَنْ اَخْرَجَ ظَبْيَةً مِنَ الْحَرَمِ فَوَلَدَتْ اَوْلَادًا فَمَاتَتْ هِيَ وَاَوْلَادُهَا فَعَلَيْهِ جَزَاؤُهُنَّ) لِاَنَّ الصَّيْدَ بَعْدَ الْاِخْرَاجِ مِنَ الْحَرَمِ بَقِيَ مُسْتَحِقًّا لِلْاَمْنِ شَرْعًا وَلِهٰذَا وَجَبَ رَدُّهُ اِلٰى مَاْمَنِهِ، وَهٰذِهِ صِفَةٌ شَرْعِيَّةٌ فَتَسْرِي اِلَى الْوَلَدِ (فَاِنْ اَدّٰى جَزَاءَهَا ثُمَّ وَلَدَتْ لَيْسَ عَلَيْهِ جَزَاءُ الْوَلَدِ) لِاَنَّ بَعْدَ اَدَاءِ الْجَزَاءِ لَمْ تَبْقَ آمِنَةً، لِاَنَّ وُصُولَ الْخَلَفِ كَوُصُولِ الْاَصْلِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

📖 اور جس شخص نے ہرن کو حرم سے نکال دیا اس کے بعد اس ہرن نے کئی بچے جن دیئے پھر وہ ہرن اور اس کے بچے مر گئے تو اس پر ان کی جزاء واجب ہے کیونکہ ہرن حرم سے نکلنے کے بعد بھی شرعی طور پر امن کا مستحق ہے۔ اس دلیل کے پیش نظر کہ اس کو امن کی طرف لوٹانا واجب ہے۔ اور یہ حکم شرعی ہے۔ اور یہی حکم بچوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور اگر اس نے ہرن کی جزاء ادا کر دی اس کے بعد اس نے بچوں کو جنم دیا تو اس صورت میں محرم پر بچوں کی جزاء واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ جزاء کی ادائیگی کے بعد وہ مستحق امن نہیں ہے۔ اس لئے کہ بدل کا پہنچنا اصل کے پہنچنے کی طرح ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

باب مجاوزة الوقت بغير احرام

یہ باب میقات سے بغیر احرام کے گزرنے والے کے بیان میں ہے

باب المجاوزت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ یہ باب اس شخص کے بیان میں ہے جو میقات سے بغیر احرام کے آگے بڑھ جائے۔ اس کی وجہ مناسبت یہ ہے کہ مصنف جب احرام کی ان جنایات سے فارغ ہوئے ہیں جو احرام سے پہلے ہوتی ہیں۔ اور جو مشترک ہیں۔ لیکن بعض جنایات ایسی ہیں جو احرام سے پہلے یا اس کے اندر نہیں ہوتیں بلکہ بعد میں ہوتی ہیں۔ اور اس باب میں مجاوزہ باب مفاعلہ سے مصدر ہے۔ لیکن اس کا معنی جواز ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۳۲۴، حقانیہ ملتان)

جب کوفی بنو عامر کے بستان سے آ کر عمرے کا احرام باندھے

(وَإِذَا أَتَى الْكُوفِيُّ بُسْتَانَ بَنِي عَامِرٍ فَأَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ، فَإِنْ رَجَعَ إِلَى ذَاتِ عِرْقٍ وَلَبَّى بَطَلَ عَنْهُ دَمُ الْوَقْتِ، وَإِنْ رَجَعَ إِلَيْهِ وَلَمْ يُلَبِّ حَتَّى دَخَلَ مَكَّةَ وَطَافَ لِعُمْرَتِهِ فَعَلَيْهِ دَمٌ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: إِنْ رَجَعَ إِلَيْهِ مُحْرِمًا فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ لَبَّى أَوْ لَمْ يُلَبِّ.

وَقَالَ زُفَرُ: لَا يَسْقُطُ لَبَّى أَوْ لَمْ يُلَبِّ لِأَنَّ جِنَايَتَهُ لَمْ تَرْتَفِعْ بِالْعَوْدِ وَصَارَ كَمَا إِذَا أَفَاضَ مِنْ عَرَفَاتٍ ثُمَّ عَادَ إِلَيْهِ بَعْدَ الْغُرُوبِ.

وَلَنَا أَنَّهُ تَدَارَكَ الْمَتْرُوكَ فِي أَوَانِهِ وَذٰلِكَ قَبْلَ الشُّرُوعِ فِي الْأَفْعَالِ فَيَسْقُطُ الدَّمُ، بِخِلَافِ الْإِفَاضَةِ، لِأَنَّهُ لَمْ يَتَدَارَكِ الْمَتْرُوكَ عَلَى مَا مَرَّ.

غَيْرَ أَنَّ التَّدَارُكَ عِنْدَهُمَا بِعَوْدِهِ مُحْرِمًا، لِأَنَّهُ أَظْهَرَ حَقَّ الْمِيقَاتِ كَمَا إِذَا مَرَّ بِهِ مُحْرِمًا سَاكِتًا.

وَعِنْدَهُ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِعَوْدِهِ مُحْرِمًا مُلَبِّيًا، لِأَنَّ الْعَزِيمَةَ فِي الْإِحْرَامِ مِنْ دُوَيْرَةِ أَهْلِهِ، فَإِذَا تَرَخَّصَ بِالتَّأْخِيرِ إِلَى الْمِيقَاتِ وَجَبَ عَلَيْهِ قَضَاءُ حَقِّهِ بِإِنْشَاءِ التَّلْبِيَةِ فَكَانَ التَّلَافِي بِعَوْدِهِ مُلَبِّيًا، وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافِ إِذَا أَحْرَمَ بِحَجَّةٍ بَعْدَ الْمُجَاوَزَةِ مَكَانَ الْعُمْرَةِ فِي جَمِيعِ مَا ذَكَرْنَا

جب کوفی بنو عامر کے بستان سے آیا اور اس نے عمرے کا احرام باندھا اور پھر وہ ذات عرق کی طرف گیا اور اس نے تلبیہ کہا تو اس کے ذمے سے قربانی میقات ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر وہ اس کی جانب لوٹ گیا لیکن اس نے تلبیہ نہیں کہا ہے یہاں

یہاں تک کہ وہ مکہ میں داخل ہو گیا اور اس نے اپنے عمرے کا طواف کیا تو اس پر ایک دم واجب ہے۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ اگر وہ محرم ہو کر میقات کی طرف لوٹنے والا ہے تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔ اگر چہ اس نے تلبیہ کہا ہو یا نہ کہا ہو۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ دم کفارہ ساقط نہ ہوگا چاہے اس نے تلبیہ کہا ہے یا نہیں کہا۔ کیونکہ اس کا جرم میقات کی طرف لوٹنے سے ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جس طرح کوئی شخص عرفات سے امام سے پہلے چل پڑے۔ پھر غروب آفتاب کے بعد عرفات میں واپس آجائے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اس نے ترک شدہ عمل کو اپنے وقت میں پورا کر لیا ہے اور اس کے یہ افعال شروع کرنے سے پہلے بھی تو موجود ہیں لہٰذا اس سے قربانی کا حکم ساقط ہو جائے گا۔ جبکہ عرفات سے چلنے والے نے اپنے فعل کو پورا نہیں کیا ہے۔ جس طرح یہ مسئلہ پہلے گزر چکا ہے۔

صاحبین کے نزدیک اس کے عمل کا تدارک اس کا احرام کے ساتھ لوٹنے سے ہو گیا ہے کیونکہ حق میقات اس نے ظاہر کر دیا ہے۔ جس طرح وہ خاموشی کے ساتھ میقات سے گزرا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اس کا حالت احرام کے ساتھ تلبیہ کہنے سے لوٹنے میں تدارک ہو گیا ہے کیونکہ حق احرام کے ساتھ عزیمت کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے اہل کی جھونپڑیوں سے ہو۔ اور جب اس نے میقات تک اس کو مؤخر کرنے کی رخصت کو اپنایا تو تلبیہ کہتے ہوئے حق احرام کو پورا کرنا اس پر واجب ہے۔ اور اس کے اس جرم کی تلافی تلبیہ کہتے ہوئے واپس آنے کی صورت میں مکمل ہو گئی۔

اسی اختلاف کی بنیاد پر یہ مسئلہ بھی ہے کہ جب وہ میقات سے بغیر احرام کے آگے بڑھ گیا اور اس نے عمرے کی بہ جائے حج کا احرام باندھ لیا۔ (اس کا حکم بھی مذکورہ تمام احکام میں اختلاف کے ساتھ ہے)۔

اور اگر وہ شخص میقات کی جانب طواف شروع کرنے اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے بعد واپس آیا تو بہ اتفاق اس سے دم قربانی ساقط نہ ہوگا اور اگر وہ احرام باندھنے سے پہلے میقات کی جانب واپس گیا بہ اتفاق اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی۔ اور ہمارے یہ بیان کردہ تمام فقہی جزئیات اس وقت ہیں جب وہ حج یا عمرے کا ارادہ کرنے والا ہو۔

جب کوئی بغیر حاجت کے بستان بنو عامر میں داخل ہوا

فَإِنْ دَخَلَ الْبُسْتَانَ لِحَاجَةٍ فَلَهُ اَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ، وَوَقْتُهُ الْبُسْتَانُ، وَهُوَ وَصَاحِبُ الْمَنْزِلِ سَوَاءٌ)، لِاَنَّ الْبُسْتَانَ غَيْرُ وَاجِبِ التَّعْظِيمِ فَلَا يَلْزَمُهُ الْاِحْرَامُ بِقَصْدِهِ، وَاِذَا دَخَلَهُ الْتَحَقَ بِاَهْلِهِ، وَلِلْبُسْتَانِيِّ اَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ لِلْحَاجَةِ فَكَذٰلِكَ لَهُ۔ وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِ وَوَقْتُهُ الْبُسْتَانُ جَمِيعُ الْحِلِّ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْحَرَمِ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ، فَكَذَا وَقْتُ ا[illegible] حِلِّ

الْمُلْحَقِ بِهِ (فَإِنْ اَحْرَمَا مِنَ الْحِلِّ وَوَقَفَا بِعَرَفَةَ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمَا شَيْءٌ) يُرِيدُ بِهِ الْبُسْتَانِيَّ وَالدَّاخِلَ فِيهِ، لِاَنَّهُمَا اَحْرَمَا مِنْ مِيقَاتِهِمَا۔

اور جب کوئی شخص کسی ضرورت کے لئے بنو عامر کے بستان میں داخل ہوا تو اس کے لئے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کا اختیار ہے۔ اور بستان میں یہ داخل ہونے والا شخص اور اس میں رہنے والا شخص دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ یہ بستان واجب تعظیم نہیں ہے۔ کیونکہ بستان کے ارادے کی وجہ سے اس پر احرام باندھنا ضروری نہ ہوا۔ اور جب وہ بستان میں داخل ہوگیا ہے تو اب وہ بستان والوں کے ساتھ ملنے والا ہے۔ اور بستانی کے لئے اپنی ضرورت کے لئے مکہ میں بغیر کسی احرام کے داخل ہونا جائز ہے۔ لہٰذا اس کے لئے بھی جائز ہوا۔ اور مصنف کے قول "ووقته البستان" سے مراد تمام حل ہے۔ جو اس شخص کے درمیان اور حرم کے درمیان ہے۔ جس طرح گزر چکا ہے۔ لہٰذا داخلے کے وقت یہ بھی بستانی کے حکم سے ملا دیا جائے گا۔ اور اگر اس نے اور بستانی دونوں نے اپنا احرام باندھا اور وقوف عرفہ کیا تو ان دونوں پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اور ان دونوں سے مراد بستانی و بستان میں داخل ہونے والا ہے۔ کیونکہ ان دونوں نے اپنے میقات سے احرام باندھا ہے۔

مکی جب باہر سے حج کا احرام باندھ کر داخل ہوا

(وَمَنْ دَخَلَ مَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ ثُمَّ خَرَجَ مِنْ عَامِهِ ذَلِكَ اِلَى الْوَقْتِ، وَاَحْرَمَ بِحَجَّةٍ عَلَيْهِ اَجْزَاَهُ) ذَلِكَ (مِنْ دُخُولِهِ مَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ) وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يُجْزِيهِ، وَهُوَ الْقِيَاسُ اعْتِبَارًا بِمَا لَزِمَهُ بِسَبَبِ النَّذْرِ، وَصَارَ كَمَا اِذَا تَحَوَّلَتِ السَّنَةُ۔

وَلَنَا اَنَّهُ تَلَافَى الْمَتْرُوكَ فِي وَقْتِهِ، لِاَنَّ الْوَاجِبَ عَلَيْهِ تَعْظِيمُ هَذِهِ الْبُقْعَةِ بِالْاِحْرَامِ، كَمَا اِذَا اَتَاهُ مُحْرِمًا بِحَجَّةِ الْاِسْلَامِ فِي الْاِبْتِدَاءِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا تَحَوَّلَتِ السَّنَةُ، لِاَنَّهُ صَارَ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهِ فَلَا يَتَاَدَّى اِلَّا بِاِحْرَامٍ مَقْصُودٍ كَمَا فِي الْاِعْتِكَافِ الْمَنْذُورِ فَاِنَّهُ يَتَاَدَّى بِصَوْمِ رَمَضَانَ مِنْ هَذِهِ السَّنَةِ دُونَ الْعَامِ الثَّانِي

اور جو بندہ مکہ میں بغیر میقات کے داخل ہوا اور پھر اسی سال وہ نکل کر میقات کی طرف گیا اور اس نے ایسے حج کا احرام باندھا جو اس پر واجب ہے۔ تو اس کے لئے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا کافی ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کافی نہیں ہے اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ اور یہ نذر کی وجہ سے لازم ہونے والے پر قیاس کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ اس طرح ہوگیا کہ جس طرح پلٹ آیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اس نے ترک شدہ کو اپنے وقت میں پورا کرنے مکمل کرلیا ہے کیونکہ احرام کے ساتھ اس بقعہ مبارکہ کی تعظیم اس پر واجب ہے۔ جس طرح اگر وہ شروع میں حج کے فریضہ کے لئے احرام باندھ کر آتا ہے۔ بہ خلاف اس صورت مسئلہ کے جب سال پلٹ کر آئے کیونکہ اب یہ اس کے ذمے قرض ہوگیا ہے۔ لہٰذا وہ مقصود احرام کے بغیر ادا نہ ہوگا۔ جس طرح نذر کے

اعتکاف میں ہوتا ہے اور اسی لئے اس سال میں رمضان کے روزوں کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے۔ جبکہ دوسرے سال میں روزوں کے ساتھ ادا نہ ہوگا۔

میقات سے آگے احرام عمرہ باندھنے والے کا حکم

(وَمَنْ جَاوَزَ الْوَقْتَ فَاَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَاَفْسَدَهَا مَضٰى فِيْهَا وَقَضَاهَا) لِاَنَّ الْاِحْرَامَ يَقَعُ لَازِمًا فَصَارَ كَمَا اِذَا اَفْسَدَ الْحَجَّ (وَلَيْسَ عَلَيْهِ دَمٌ لِتَرْكِ الْوَقْتِ) وَعَلٰى قِيَاسِ قَوْلِ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَسْقُطُ عَنْهُ وَهُوَ نَظِيْرُ الْاِخْتِلَافِ فِيْ فَائِتِ الْحَجِّ اِذَا جَاوَزَ الْوَقْتَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ وَفِيْمَنْ جَاوَزَ الْوَقْتَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ وَاَحْرَمَ بِالْحَجِّ ثُمَّ اَفْسَدَ حَجَّتَهُ، هُوَ يَعْتَبِرُ الْمُجَاوَزَةَ هٰذِهٖ بِغَيْرِهَا مِنَ الْمَحْظُوْرَاتِ ۔

وَلَنَا اَنَّهُ يَصِيْرُ قَاضِيًا حَقَّ الْمِيْقَاتِ بِالْاِحْرَامِ مِنْهُ فِي الْقَضَاءِ، وَهُوَ يَحْكِي الْفَائِتَ وَلَا يَنْعَدِمُ بِهٖ غَيْرُهُ مِنَ الْمَحْظُوْرَاتِ فَوَضَحَ الْفَرْقُ

اور جس شخص نے میقات سے آگے بڑھ کر عمرے کا احرام باندھا اور پھر عمرے کو فاسد کر دیا تو وہ عمرے کے اعمال پورے کرے اور آئندہ سال اس عمرے کی قضاء کرے۔ کیونکہ لازم ہونے کی صورت میں واقع ہو گیا اور یہ اسی طرح ہو گیا جس طرح کسی نے حج کو فاسد کر دیا ہے۔ اور ترک میقات کی وجہ سے اس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ قیاس یہ ہے اس سے قربانی ساقط نہ ہوگی۔ اور یہ اختلاف اسی اختلاف کی ہم مثل ہے جس حج فوت ہونے والے کے حق میں ہے۔ جب وہ میقات سے بغیر احرام کے بڑھ گیا ہو۔ اور اسی طرح اس بندے کے بارے میں ہے جو احرام کے بغیر میقات سے بڑھ گیا ہو۔ اور حج کا احرام باندھ کر پھر اس نے حج کو فاسد کر دیا ہو۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اس تجاوز کو دوسرے ممنوعات حج پر قیاس کرتے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ایسا آدمی حکم قضاء میں میقات سے احرام باندھنے والا ہو جائے گا۔ قضاء فوت ہونے والے کو مکمل کرنا ہے لہٰذا قضاء کی وجہ سے دوسرے ممنوعات ختم نہ ہوں گے۔ لہٰذا فرق کھل کر سامنے آ گیا ہے۔

جب مکی نے حل سے احرام باندھ کر وقوف عرفہ کیا تو وجوب دم کا بیان

(وَاِذَا خَرَجَ الْمَكِّيُّ يُرِيْدُ الْحَجَّ فَاَحْرَمَ وَلَمْ يَعُدْ اِلَى الْحَرَمِ وَوَقَفَ بِعَرَفَةَ فَعَلَيْهِ شَاةٌ) لِاَنَّ وَقْتَهُ الْحَرَمُ وَقَدْ جَاوَزَهُ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ، فَاِنْ عَادَ اِلَى الْحَرَمِ وَلَبّٰى اَوْ لَمْ يُلَبِّ فَهُوَ عَلَى الْاِخْتِلَافِ الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْاٰفَاقِيِّ ۔

اور جب مکی نکلا حج کا ارادہ کیا پس اس نے احرام باندھ لیا اور پھر وہ مکہ کی جانب لوٹ کر نہ آیا بلکہ اس نے وقوف عرفہ کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہے۔ کیونکہ اس کا میقات حرم ہے تحقیق وہ اس نے بغیر احرام کے تجاوز کر گیا ہے۔ اگر وہ لوٹ کر

حرم آیا اور پھر اس نے تلبیہ کہا یا نہ کہا تو یہ مسئلہ آفاقی کے اختلاف والے کی طرح اختلاف میں واقع ہو گیا جس کو ہم ذکر کر آئے ہیں۔

جب تمتع والا حرم کے باہر سے احرام باندھے تو وجوب دم کا بیان

(وَالْمُتَمَتِّعُ اِذَا فَرَغَ مِنْ عُمْرَتِهِ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْحَرَمِ فَاَحْرَمَ وَوَقَفَ بِعَرَفَةَ فَعَلَيْهِ دَمٌ) لِاَنَّهُ لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ وَاَتَى بِاَفْعَالِ الْعُمْرَةِ صَارَ بِمَنْزِلَةِ الْمَكِّيِّ، وَاِحْرَامُ الْمَكِّيِّ مِنَ الْحَرَمِ لِمَا ذَكَرْنَا فَيَلْزَمُهُ الدَّمُ بِتَأْخِيرِهِ عَنْهُ (فَاِنْ رَجَعَ اِلَى الْحَرَمِ فَاَهَلَّ فِيهِ قَبْلَ اَنْ يَقِفَ بِعَرَفَةَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) وَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ الَّذِي تَقَدَّمَ فِي الْاٰفَاقِيِّ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ ۔

اور جب تمتع والا اپنے عمرے سے فارغ ہوا اور پھر وہ حرم سے نکل گیا اور اس نے احرام باندھا اور عرفہ کا وقوف کیا تو اس پر ایک دم واجب ہے۔ کیونکہ جب یہ بندہ مکہ میں داخل ہوا اور اس نے عمرے افعال ادا کیے تو یہ مکی کے حکم میں داخل ہو گیا۔ اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اس کو بھی حرم (میقات) سے احرام کو موخر کرنے کی وجہ سے وجوب دم ادا کرنا ہو گا۔ اور اسی طرح اگر اسی طرح کے تمتع والا وقوف عرفہ سے پہلے حرم آیا اور تلبیہ کہا تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی اسی صورت کے موافق ہے جو آفاقی کے اختلاف میں گزر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

باب اضافۃ الاحرام

یہ باب احرام کی اضافت کے بیان میں ہے

باب اضافہ احرام کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ باب احرام کی اضافت احرام کی طرف کرنے کے بارے میں بیان ہوا ہے۔اور جب یہ شخص اہل مکہ سے ہو۔اور جو شخص میقات میں جنایت سے داخل ہوا ہو۔اور یہ مسئلہ اسی طرح ہے جس طرح کوئی آفاقی عمرے سے حج کی طرف داخل ہو۔لہٰذا اسی وجہ سے اس کو جنایات سے متصل بیان کیا ہے۔کیونکہ یہ بھی جنایات کی ایک قسم ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص ۳۴۱، حقانیہ ملتان)

مکی نے جب عمرے کا احرام باندھا اور ایک چکر طواف کے بعد حج کا احرام باندھ لیا

(قَالَ اَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اِذَا اَحْرَمَ الْمَكِّيُّ بِعُمْرَةٍ وَطَافَ لَهَا شَوْطًا ثُمَّ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ فَاِنَّهُ يَرْفُضُ الْحَجَّ، وَعَلَيْهِ لِرَفْضِهِ دَمٌ، وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ) .

(وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ: رَفْضُ الْعُمْرَةِ اَحَبُّ اِلَيْنَا وَقَضَاؤُهَا، وَعَلَيْهِ دَمٌ) لِاَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ رَفْضِ اَحَدِهِمَا لِاَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا فِي حَقِّ الْمَكِّيِّ غَيْرُ مَشْرُوعٍ، وَالْعُمْرَةُ اَوْلَى بِالرَّفْضِ لِاَنَّهَا اَدْنَى حَالًا وَاَقَلُّ اَعْمَالًا وَاَيْسَرُ قَضَاءً لِكَوْنِهَا غَيْرَ مُؤَقَّتَةٍ، وَكَذَا اِذَا اَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ بِالْحَجِّ وَلَمْ يَأْتِ بِشَيْءٍ مِنْ اَفْعَالِ الْعُمْرَةِ لِمَا قُلْنَا .

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جب مکی نے عمرے کا احرام باندھا اور اس کے طواف کا ایک چکر لگایا پھر اس نے حج کا احرام باندھا تو وہ حج چھوڑ دے اور اس پر ترک حج کی وجہ سے ایک قربانی واجب ہوگی۔اور اس پر ایک حج اور ایک عمرہ واجب ہوگا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ ہمارے مطابق اس کے لئے عمرہ چھوڑنا بہتر ہے۔اور وہ عمرے کی قضاء کرے اور عمرے کے ترک کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا۔اس لئے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑنا ضروری ہوگیا ہے تاکہ مکی کے حق میں حج وعمرہ کو جمع کرنے کی مشروعیت لازم نہ آئے۔اور ترک کا زیادہ مستحق عمرہ ہے کیونکہ عمرے مرتبے میں تھوڑا ہے اور اعمال میں بھی تھوڑا ہے اور قضاء کے طور پر آسان بھی ہے اس لئے کہ عمرہ کسی وقت کے ساتھ متعین نہیں ہے۔

اور اسی طرح جس نے عمرے کا احرام باندھ لیا اور پھر حج کا احرام باندھ لیا اور عمرے کے افعال میں سے اس نے کچھ نہ کیا تو

اس کا بھی وہی حکم ہے جو ہم مذکورہ دلیل میں بیان کر چکے ہیں۔

جب اس نے احرام عمرہ کے ساتھ چار چکر لگائے ہوں

فَاِنْ طَافَ لِلْعُمْرَةِ اَرْبَعَةَ اَشْوَاطٍ ثُمَّ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ رَفَضَ الْحَجَّ بِلَا خِلَافٍ، لِاَنَّ لِلْاَكْثَرِ حُكْمَ الْكُلِّ فَتَعَذَّرَ رَفْضُهَا كَمَا اِذَا فَرَغَ مِنْهَا، وَلَا كَذٰلِكَ اِذَا طَافَ لِلْعُمْرَةِ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَلَهُ اَنَّ اِحْرَامَ الْعُمْرَةِ قَدْ تَاَكَّدَ بِاَدَاءِ شَيْءٍ مِنْ اَعْمَالِهَا، وَاِحْرَامُ الْحَجِّ لَمْ يَتَاَكَّدْ، وَرَفْضُ غَيْرِ الْمُتَاَكِّدِ اَيْسَرُ، وَلِاَنَّ فِيْ رَفْضِ الْعُمْرَةِ، وَالْحَالَةُ هٰذِهِ اِبْطَالَ الْعَمَلِ۔
وَفِيْ رَفْضِ الْحَجِّ امْتِنَاعٌ عَنْهُ وَعَلَيْهِ دَمٌ بِالرَّفْضِ اَيُّهُمَا رَفَضَهُ، لِاَنَّهُ تَحَلَّلَ قَبْلَ اَوَانِهِ، لِتَعَذُّرِ الْمُضِيِّ فِيْهِ فَكَانَ فِيْ مَعْنَى الْمُحْصَرِ اِلَّا اَنَّ فِيْ رَفْضِ الْعُمْرَةِ قَضَاءَهَا لَا غَيْرُ، وَفِيْ رَفْضِ الْحَجِّ قَضَاؤُهُ وَعُمْرَةٌ، لِاَنَّهُ فِيْ مَعْنَى فَائِتِ الْحَجِّ۔

اگر مکی نے عمرے کے لئے چار چکر لگا کر طواف کیا اور اس نے پھر حج کا احرام باندھ لیا۔ تو وہ بغیر کسی اختلاف کے حج کو چھوڑ دے کیونکہ اکثر کل کے حکم میں ہوا کرتا ہے اور اس کے لئے عمرے کو ترک کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔ جس طرح جب وہ عمرے سے فارغ ہوا ہے اور اسی طرح جب اس نے عمرے کے چار چکروں سے کم طواف کیا ہو تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہی حکم ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ عمرے کا احرام عمرے کے افعال میں سے بعض ادا کرنے کی وجہ سے پختہ ہو گیا ہے جبکہ حج کا احرام مؤکد نہیں ہوا ہے اور اس کے لئے غیر مؤکد کو ترک کرنا آسان ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اب اگر وہ عمرہ شروع کرنے کے بعد ترک کرے تو یہ بعد از شروع باطل کرنا لازم آئے گا جبکہ حج کو چھوڑنا اس سے رکنا ہے اور ایسے مکی پر ترک کی وجہ سے ایک دم واجب ہے خواہ وہ کسی کو بھی ترک کرے۔ کیونکہ وہ وقت سے پہلے حلال ہونے والا ہے اور اس لئے بھی کہ اس کا مکمل کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا یہ محصر کے حکم میں ہو جائے گا۔ ہاں البتہ عمرہ چھوڑنے کی صورت میں صرف عمرے کی قضاء واجب ہوگی اور حج کو چھوڑنے کی صورت میں حج کی قضاء واجب ہے اس لئے کہ وہ حج فوت ہونے والے کے حکم میں ہوگا۔

جب مکی نے حج وعمرہ دونوں کو جمع کر کے کیا تو وجوب دم کا بیان

(وَاِنْ مَضٰى عَلَيْهِمَا اَجْزَاَهُ)، لِاَنَّهُ اَدّٰى اَفْعَالَهُمَا كَمَا الْتَزَمَهُمَا، غَيْرَ اَنَّهُ مَنْهِيٌّ عَنْهُمَا وَالنَّهْيُ لَا يَمْنَعُ تَحَقُّقَ الْفِعْلِ عَلٰى مَا عُرِفَ مِنْ اَصْلِنَا (وَعَلَيْهِ دَمٌ لِجَمْعِهِ بَيْنَهُمَا)، لِاَنَّهُ تَمَكَّنَ النُّقْصَانُ فِيْ عَمَلِهِ لِارْتِكَابِهِ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ، وَهٰذَا فِيْ حَقِّ الْمَكِّيِّ دَمُ جَبْرٍ، وَفِيْ حَقِّ الْاٰفَاقِيِّ دَمُ شُكْرٍ

اور اگر اس نے ان دونوں کو مکمل کیا تو اس کے لئے کافی ہے کیونکہ اس نے ان دونوں کے افعال کو اسی طرح کیا ہے جس طرح وہ اس پر لازم ہوئے تھے۔ البتہ ان دونوں کو جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے اور نہی ثبوت فعل سے مانع نہیں ہوتی (قاعدہ

فقہیہ)۔ جس طرح ہمارا قانون معروف ہے ہاں اس پر ایک قربانی واجب ہے کیونکہ اس بندے نے دونوں کو جمع کیا ہے اور اس کو روکے گئے عمل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اس کے لئے نقصان پیدا ہو گیا۔ اور یہ مکی کے حق میں زبردستی دم ہے جبکہ آفاقی کے حق میں شکرانے کے طور پر دم ہے۔

محرم نے جب یوم نحر میں دوسرے حج کا احرام باندھا

(وَمَنْ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ ثُمَّ اَحْرَمَ يَوْمَ النَّحْرِ بِحَجَّةٍ اُخْرٰى، فَاِنْ حَلَقَ فِي الْاُوْلٰى لَزِمَتْهُ الْاُخْرٰى وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَاِنْ لَمْ يَحْلِقْ فِي الْاُوْلٰى لَزِمَتْهُ الْاُخْرٰى وَعَلَيْهِ دَمٌ قَصَّرَ اَوْ لَمْ يُقَصِّرْ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ) رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَقَالَا: اِنْ لَمْ يُقَصِّرْ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) لِاَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ اِحْرَامَيِ الْحَجِّ اَوْ اِحْرَامَيِ الْعُمْرَةِ بِدْعَةٌ، فَاِذَا حَلَقَ فَهُوَ وَاِنْ كَانَ نُسُكًا فِي الْاِحْرَامِ الْاَوَّلِ فَهُوَ جِنَايَةٌ عَلَى الثَّانِي، لِاَنَّهُ فِي غَيْرِ اَوَانِهِ فَلَزِمَهُ الدَّمُ بِالْاِجْمَاعِ، وَاِنْ لَمْ يَحْلِقْ حَتّٰى حَجَّ فِي الْعَامِ الْقَابِلِ فَقَدْ اَخَّرَ الْحَلْقَ عَنْ وَقْتِهِ فِي الْاِحْرَامِ الْاَوَّلِ وَذٰلِكَ يُوجِبُ الدَّمَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَعِنْدَهُمَا لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا، فَلِهٰذَا سَوّٰى بَيْنَ التَّقْصِيرِ وَعَدَمِهِ عِنْدَهُ وَشَرْطُ التَّقْصِيرِ عِنْدَهُمَا .

جب محرم نے حج کا احرام باندھا اور پھر اس نے دس ذوالحجہ کو دوسرے حج کا احرام باندھا۔ اگر اس نے پہلے حج کا حلق کروالیا تو دوسرا حج پورا کرنا لازم ہو گیا اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اور اگر اس نے پہلے حج میں حلق نہیں کروایا تو بھی دوسرا حج ضروری ہو گیا ہے اور اس پر ایک قربانی واجب ہے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک خواہ قصر کروائے یا نہ کروائے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ اگر اس نے قصر نہیں کروایا تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے کیونکہ حج کے دو احرام اور عمرے کے دو احراموں کو جمع کرنا بدعت ہے۔ اور جب اس نے حلق کروالیا تو یہ اس کے احرام اول کا نسک ہوا جبکہ دوسرے احرام پر جنایت واجب ہو گی۔ کیونکہ اس کا حلق وقت حلق کے سوا میں ہے۔ لہٰذا بہ اجماع اس پر دم ضروری ہو گیا ہے۔ اور اگر اس نے حلق نہیں کروایا حتیٰ کہ آنے والے سال میں دوسرا حج کیا تو احرام اول کا اپنے وقت سے مؤخر ہو گیا ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ یہ عمل بھی دم کو واجب کرنے والا ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک تاخیر کی وجہ سے دم واجب نہ ہو گا۔ جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے اور اسی دلیل کے پیش نظر کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے مطابق منڈوانے اور نہ منڈوانے کی صورت میں حکم برابر ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک قصر کروانا شرط ہے۔

قصر کے علاوہ عمرے سے فارغ ہونے والے پر وجوب دم کا بیان

(وَمَنْ فَرَغَ مِنْ عُمْرَتِهِ اِلَّا التَّقْصِيرَ فَاَحْرَمَ بِاُخْرٰى فَعَلَيْهِ دَمٌ لِاِحْرَامِهِ قَبْلَ الْوَقْتِ)، لِاَنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ اِحْرَامَيِ الْعُمْرَةِ وَهٰذَا مَكْرُوهٌ فَيَلْزَمُهُ الدَّمُ وَهُوَ دَمُ جَبْرٍ وَكَفَّارَةٍ (وَمَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ ثُمَّ

اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ لَزِمَاهُ)، لِاَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا مَشْرُوعٌ فِي حَقِّ الْاٰفَاقِيِّ، وَالْمَسْاَلَةُ فِيهِ فَيَصِيرُ بِذَلِكَ قَارِنًا لٰكِنَّهُ اَخْطَاَ السُّنَّةَ فَيَصِيرُ مُسِيئًا (وَلَوْ وَقَفَ بِعَرَفَاتٍ وَلَمْ يَاْتِ بِاَفْعَالِ الْعُمْرَةِ فَهُوَ رَافِضٌ لِعُمْرَتِهِ)، لِاَنَّهُ تَعَذَّرَ عَلَيْهِ اَدَاؤُهَا اِذْ هِيَ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْحَجِّ غَيْرُ مَشْرُوعَةٍ (فَاِنْ تَوَجَّهَ اِلَيْهَا لَمْ يَكُنْ رَافِضًا حَتّٰى يَقِفَ) وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ.

اور جو شخص تقصیر کروائے بغیر اپنے عمرے سے فارغ ہوا تو اس نے دوسرا احرام باندھا تو وقت سے پہلے احرام باندھنے کی وجہ سے ایک دم واجب ہے۔ کیونکہ اس نے عمرے کے دو احرام جمع کیے ہیں۔ اور ایسا کرنا مکروہ ہے لہٰذا اس پر دم واجب ہوگا اور یہ دم نقصان کو پورا کرنے اور کفارے کے طور پر ہے۔

اور جس آفاقی نے حج کا اس کے بعد عمرے کا احرام باندھ لیا تو اس پر دونوں لازم ہوں گے۔ کیونکہ ان دونوں کو جمع کرنا آفاقی کے حق میں جائز ہے۔ اور یہ مسئلہ آفاقی کے لئے ہے کیونکہ وہ اس طرح قارن ہو جائے گا۔ البتہ خلاف سنت کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا۔ اس اگر اس نے عرفات کا وقوف کر لیا اور اس نے افعال عمرہ ادا نہیں کیے ہیں تو وہ اپنے عمرے کو ترک کرنے والا ہو گا۔ کیونکہ اب اس کے لئے عمرے کی ادائیگی مشکل ہے۔ لہٰذا اس کا عمرہ حج پر بنا ہو جانے کی وجہ غیر مشروع ہو گیا اور اگر یہ بندہ عرفات کی طرف گیا اور یہ عمرے کو ترک کرنے کی وجہ سے گناہگار نہ ہوگا حتیٰ کہ وقوف عرفہ کرے اور اس کو ہم اس سے پہلے بیان کر آئے ہیں۔

حج وعمرہ جمع کرنے کی صورت میں وجوب دم کا بیان

(فَاِنْ طَافَ لِلْحَجِّ ثُمَّ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فَمَضَى عَلَيْهِمَا لَزِمَاهُ وَعَلَيْهِ دَمٌ لِجَمْعِهِ بَيْنَهُمَا)، لِاَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا مَشْرُوعٌ عَلَى مَا مَرَّ فَيَصِحُّ الْاِحْرَامُ بِهِمَا، وَالْمُرَادُ بِهٰذَا الطَّوَافِ طَوَافُ التَّحِيَّةِ، وَاَنَّهُ سُنَّةٌ وَلَيْسَ بِرُكْنٍ حَتّٰى لَا يَلْزَمَهُ بِتَرْكِهِ شَيْءٌ، وَاِذَا لَمْ يَاْتِ بِمَا هُوَ رُكْنٌ يُمْكِنُهُ اَنْ يَاْتِيَ بِاَفْعَالِ الْعُمْرَةِ ثُمَّ بِاَفْعَالِ الْحَجِّ، فَلِهٰذَا لَوْ مَضَى عَلَيْهِمَا جَازَ وَعَلَيْهِ دَمٌ لِجَمْعِهِ بَيْنَهُمَا وَهُوَ دَمُ كَفَّارَةٍ وَجَبْرٍ هُوَ الصَّحِيحُ، لِاَنَّهُ بَانٍ اَفْعَالَ الْعُمْرَةِ عَلَى اَفْعَالِ الْحَجِّ مِنْ وَجْهٍ.

اگر اس نے حج کے لئے طواف کر لیا پھر اس نے عمرے کا احرام باندھا اور ان دونوں کے مناسک کیے تو اس پر اس ایک دم واجب ہے کیونکہ اس نے ان دونوں کو جمع کیا ہے۔ البتہ ان دونوں کو جمع کرنا جائز ہے اسی دلیل کے پیش نظر جو گزر چکی ہے۔ لہٰذا ان دونوں کا احرام صحیح ہوگا۔ اور اس طواف سے مراد طواف قدوم ہے اور یہ سنت ہے رکن نہیں ہے کہ اس کے ترک سے بھی کوئی چیز لازم ہو جائے؟۔ اور جب اس بندے نے ایسا عمل نہیں کیا ہے جو رکن ہے تو پھر اس کے لئے افعال عمرہ اور پھر افعال حج کرنا ممکن ہے۔ اور اسی دلیل کی وجہ سے کہ اگر اس نے ان دونوں کو کر لیا تو اس پر ان دونوں کو جمع کرنے کی وجہ سے ایک قربانی لازم

آ ئے گی۔ اور یہ قربانی کفارے کی ہے اور نقصان کو پورا کرنے کی ہے۔ صحیح روایت یہی ہے۔ کیونکہ وہ شخص ایک طرح افعال عمرہ کی بناء افعال حج پر کرنے والا ہے۔

احرام حج کی تاکید کے لئے عمرے کے افعال کو ترک کرنے کا بیان

(وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يَرْفُضَ عُمْرَتَهُ)، لِاَنَّ اِحْرَامَ الْحَجِّ قَدْ تَاَكَّدَ بِشَيْءٍ مِنْ اَعْمَالِهِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا لَمْ يَطُفْ لِلْحَجِّ، وَاِذَا رَفَضَ عُمْرَتَهُ يَقْضِيهَا لِصِحَّةِ الشُّرُوعِ فِيهَا (وَعَلَيْهِ دَمٌ) لِرَفْضِهَا (وَمَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فِي يَوْمِ النَّحْرِ اَوْ فِي اَيَّامِ التَّشْرِيقِ لَزِمَتْهُ) لِمَا قُلْنَا (وَيَرْفُضُهَا) اَيْ يَلْزَمُهُ الرَّفْضُ، لِاَنَّهُ قَدْ اَدَّى رُكْنَ الْحَجِّ فَيَصِيرُ بَانِيًا اَفْعَالَ الْعُمْرَةِ عَلَى اَفْعَالِ الْحَجِّ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، وَقَدْ كُرِهَتِ الْعُمْرَةُ فِي هٰذِهِ الْاَيَّامِ اَيْضًا عَلَى مَا نَذْكُرُ فَلِهٰذَا يَلْزَمُهُ رَفْضُهَا،

اور اس کے لئے استحباب یہ ہے کہ اپنے عمرے کو ختم کردے کیونکہ اس کا حج بعض عمل کرنے کی وجہ سے پختہ ہو گیا ہے۔ بہ خلاف اس کے کہ جب اس نے طواف قدوم نہ کیا اور جب اس نے عمرے کو ختم کر دیا ہو تو وہ اس کی قضاء کرے۔ کیونکہ اس کے لئے عمرے کا شروع کرنا صحیح ہو گیا ہے اور اس ترک عمرہ کی وجہ سے ایک دم اس پر واجب ہے۔

اور جس بندے نے یوم نحر یا ایام تشریق میں عمرے کا احرام باندھا تو اس پر عمرہ لازم ہو گیا ہے اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم بیان کر چکے ہیں اور وہ اس عمرے کو توڑے کیونکہ اس کا توڑنا واجب ہے اس لئے کہ اس نے حج کا رکن ادا کر لیا۔ لہٰذا وہ ایک طرح سے افعال حج پر بناء کرنے والا ہے اور ان دنوں میں عمرہ مکروہ بھی ہے اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ لہٰذا اسی دلیل کی وجہ سے اس پر عمرے کا ترک ضروری ہوا ہے۔

ترک عمرہ کی وجہ سے وجوب دم وقضائے عمرہ کا بیان

فَاِنْ رَفَضَهَا فَعَلَيْهِ دَمٌ لِرَفْضِهَا (وَعُمْرَةٌ مَكَانَهَا) لِمَا بَيَّنَّا (فَاِنْ مَضَى عَلَيْهَا اَجْزَاَهُ)، لِاَنَّ الْكَرَاهَةَ لِمَعْنًى فِي غَيْرِهَا وَهُوَ كَوْنُهُ مَشْغُولًا فِي هٰذِهِ الْاَيَّامِ بِاَدَاءِ بَقِيَّةِ اَعْمَالِ الْحَجِّ فَيَجِبُ تَخْلِيصُ الْوَقْتِ لَهُ تَعْظِيمًا (وَعَلَيْهِ دَمٌ لِجَمْعِهِ بَيْنَهُمَا) اِمَّا فِي الْاِحْرَامِ اَوْ فِي الْاَعْمَالِ الْبَاقِيَةِ، قَالُوا: وَهٰذَا دَمُ كَفَّارَةٍ اَيْضًا۔

وَقِيلَ اِذَا حَلَقَ لِلْحَجِّ ثُمَّ اَحْرَمَ لَا يَرْفُضُهَا عَلَى ظَاهِرِ مَا ذُكِرَ فِي الْاَصْلِ، وَقِيلَ يَرْفُضُهَا احْتِرَازًا عَنِ النَّهْيِ۔

قَالَ الْفَقِيهُ اَبُو جَعْفَرٍ: وَمَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَى هٰذَا (فَاِنْ فَاتَهُ الْحَجُّ ثُمَّ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ اَوْ بِحَجَّةٍ فَاِنَّهُ يَرْفُضُهَا)، لِاَنَّ فَائِتَ الْحَجِّ يَتَحَلَّلُ بِاَفْعَالِ الْعُمْرَةِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقَلِبَ

اِحْرَامُهُ اِحْرَامِ الْعُمْرَةِ عَلٰى مَا يَأْتِيكَ فِي بَابِ الْفَوَاتِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَيَصِيرُ جَامِعًا بَيْنَ الْعُمْرَتَيْنِ مِنْ حَيْثُ الْاَفْعَالُ فَعَلَيْهِ اَنْ يَرْفُضَهَا كَمَا لَوْ اَحْرَمَ بِعُمْرَتَيْنِ

اور اگر اس نے عمرہ چھوڑ دیا تو عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے اس پر دم واجب ہے اور اسی کی جگہ ایک عمرہ واجب ہے اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ البتہ جب وہ عمرہ کر گیا ہے تو پھر وہی کافی ہے۔ کیونکہ اس میں کراہت غیر عمرہ کی وجہ سے آئی ہے۔ اور اس کا یہی حکم اس کے لئے باقی ایام میں حج کے اعمال میں مصروف ہونے کے ساتھ بھی ہے۔ لہٰذا تعظیم کے پیش نظر اس کے لئے ضروری ہے کہ وقت کو فارغ رکھے۔ اور اس کے لئے ان دونوں کو جمع کرنے کی بناء پر ایک قربانی واجب ہے۔ اور اسکا جمع کرنا احرام میں ہے یا پھر حج کے بقیہ اعمال میں ہے۔

مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے کہ یہ کفارے کا دم ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ حج کے لئے حلق کروائے اور پھر عمرے کا احرام باندھے تو وہ اس کو ترک نہ کرے۔ اور مبسوط میں ظاہری عبارت کے مطابق کہا گیا ہے کہ وہ چھوڑ دے تاکہ وہ نہی سے بچ سکے۔ اور فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اسی قول پر ہمارے مشائخ ہیں۔

اور جب اس کا حج فوت ہو چکا ہے اور اس نے عمرے یا حج کا احرام باندھا تو اسے چھوڑ دے۔ کیونکہ حج کو فوت کرنے والا عمرے کے افعال سے حلال ہو جائے گا۔ سوائے اس کے کہ اس کا احرام عمرے والا احرام ہو جائے۔ اور اس کی دلیل باب الفوات میں ان شاء اللہ آئے گی۔ لہٰذا وہ فعل کے اعتبار سے دو عمروں کو جمع کرنے والا ہوگا۔ لہٰذا اس پر ترک عمرہ ضروری ہے جس طرح اگر اس نے دو عمروں کا احرام باندھا ہے۔

دو حجوں کو جمع کرنے کی صورت میں وجوب دم کا بیان

وَاِنْ اَحْرَمَ بِحَجَّةٍ يَصِيرُ جَامِعًا بَيْنَ الْحَجَّتَيْنِ اِحْرَامًا فَعَلَيْهِ اَنْ يَرْفُضَهَا كَمَا لَوْ اَحْرَمَ بِحَجَّتَيْنِ وَعَلَيْهِ قَضَاؤُهَا لِصِحَّةِ الشُّرُوعِ فِيهَا وَدَمٌ لِرَفْضِهَا بِالتَّحَلُّلِ قَبْلَ اَوَانِهِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور اگر اس نے دوسرا احرام حج کا باندھا تو وہ احرام میں دو حج جمع کرنے والا ہو جائے گا تو اس پر دوسرے حج کا ترک لازم آئے گا۔ جس طرح وہ شخص حج کا احرام باندھے جس پر قضاء واجب ہے۔ کیونکہ اس کا شروع کرنا صحیح ہے اور دم واجب ہے کیونکہ اس نے اس کو ترک کیا ہے اور اس کے وقت سے پہلے حلال ہو گیا ہے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

باب الاحصار

﴿یہ باب احصار کے بیان میں ہے﴾

باب الاحصار کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف احصار کے باب کو جنایات کے باب کے بعد لائے ہیں کیونکہ اس میں بھی جنایت کی ایک قسم ہے۔ کہ محرم کے لئے رکنا ہے۔ اور احصار کا لغوی معنی "منع" ہے۔ اور محصر اس شخص کو کہتے ہیں جس کو روک دیا جائے۔ اہل عرب اس شخص کو محصر کہتے ہیں جس کو حج یا عمرے سے روک دیا جائے۔ خواہ اس کو خوف کی وجہ سے روکا گیا ہو یا کسی بیماری کی وجہ سے یا دشمن کی وجہ سے روکا جائے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۳۵۰، حقانیہ ملتان)

احصار کا فقہی مفہوم

احصار کے معنی لغت کے اعتبار سے تو روک لیا جانا ہیں اور اصطلاح فقہ میں احرام باندھ لینے کے بعد حج یا عمرہ سے روکا جانا احصار کہلاتا ہے۔

جس شخص پر ایسا واقعہ پیش آ جائے یعنی جس شخص نے احرام باندھا اور پھر جس کام کے واسطے یعنی حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھا تھا اس کے ادا کرنے سے وہ رکا گیا تو اس کو محصر کہتے ہیں۔

فقہ حنفی کے مطابق ثبوت احصار کے ذرائع کا بیان

فقہ حنفی کے مطابق احصار کی کئی صورتیں ہیں جو اس چیز کی ادائیگی سے کہ جس کا احرام باندھا ہے یعنی حج یا عمرہ، حقیقۃً یا شرعاً مانع ہو جاتی ہیں، ان صورتوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) کسی دشمن کا خوف ہو! دشمن سے مراد عام ہے خواہ کوئی آدمی ہو یا درندہ جانور۔ مثلاً یہ معلوم ہو کہ راستہ میں کوئی دشمن بیٹھا ہے جو حجاج کو ستاتا ہے یا لوٹتا ہے یا مارتا ہے آگے نہیں جانے دیتا، یا ایسے ہی کسی جگہ شیر وغیرہ کی موجودگی کا علم ہو۔

(۲) بیماری! احرام باندھنے کے بعد ایسا بیمار ہو جائے کہ اس کی وجہ سے آگے نہ جا سکتا ہو یا آگے جا تو سکتا ہے مگر مرض کے بڑھ جانے کا خوف ہو۔

(۳) عورت کا محرم نہ رہے! احرام باندھنے کے بعد عورت کا محرم یا اس کا خاوند مر جائے، یا کہیں چلا جائے یا آگے جانے سے انکار کر دے۔

(۴) خرچ کم ہو جائے! مثلاً احرام باندھنے کے بعد مال و اسباب چوری ہو جائے، یا پہلے ہی سے خرچ کم لے کر چلا ہو اور اب آگے کی ضروریات کے لئے روپیہ پیسہ نہ رہے۔

(۵) عورت کے لئے عدت! احرام باندھنے کے بعد عورت کا شوہر مر جائے یا طلاق دے دے جس کی وجہ سے وہ پابند عدت ہو جائے تو یہ احصار ہو جائے گا۔ ہاں اگر وہ عورت اس وقت مقیم ہے اور اس کے جاء قیام سے مکہ بقدر مسافت سفر نہیں ہے تو احصار نہیں سمجھا جائے گا۔

(۶) راستہ بھول جائے اور کوئی راہ بتانے والا نہ مل سکے

(۷) عورت کو اس کا شوہر منع کر دے! بشرطیکہ اس نے حج کا احرام اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر باندھا ہو، حج فرض کے روکنے اور حج نفل میں اجازت دینے کے بعد روکنے کا اختیار شوہر کو نہیں ہے۔

(۸) لونڈی یا غلام کو اس کا مالک منع کر دے۔

احصار کی یہ تمام صورتیں حنفیہ کے مسلک کے مطابق ہیں، بقیہ تینوں ائمہ کے ہاں احصار کی صرف ایک ہی صورت یعنی دشمن کا خود ہے، چنانچہ ان حضرات کے نزدیک دیگر صورتوں میں احصار درست نہیں ہوتا بلکہ احرام کی حالت برقرار رہتی ہے۔

جب کوئی احرام والا دشمن یا مرض کی وجہ سے محصر ہو جائے

(وَاِذَا أُحْصِرَ الْمُحْرِمُ بِعَدُوٍّ اَوْ اَصَابَهُ مَرَضٌ فَمَنَعَهُ مِنَ الْمُضِيِّ جَازَ لَهُ التَّحَلُّلُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَكُونُ الْإِحْصَارُ اِلَّا بِالْعَدُوِّ، لِاَنَّ التَّحَلُّلَ بِالْهَدْيِ شُرِعَ فِي حَقِّ الْمُحْصَرِ، لِتَحْصِيلِ النَّجَاةِ وَبِالْإِحْلَالِ يَنْجُو مِنَ الْعَدُوِّ لَا مِنَ الْمَرَضِ .

وَلَنَا اَنَّ آيَةَ الْإِحْصَارِ وَرَدَتْ فِي الْإِحْصَارِ بِالْمَرَضِ بِاِجْمَاعِ اَهْلِ اللُّغَةِ فَاِنَّهُمْ قَالُوا: الْإِحْصَارُ بِالْمَرَضِ وَالْحَصْرُ بِالْعَدُوِّ وَالتَّحَلُّلُ قَبْلَ اَوَانِهِ لِدَفْعِ الْحَرَجِ الْاٰتِي مِنْ قِبَلِ امْتِدَادِ الْإِحْرَامِ، وَالْحَرَجُ فِي الْاِصْطِبَارِ عَلَيْهِ مَعَ الْمَرَضِ اَعْظَمُ،

اور جب محرم دشمن یا ایسی مرض جو اس کو جانے سے روکنے والی ہو۔ جس نے اس کو حج پورا کرنے سے روک لیا گیا ہے۔ تو اس کے لئے حلال ہونا جائز ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ احصار صرف دشمن کی وجہ سے ہوگا۔ اس لئے کہ محصر کے لئے مشروع ہے کہ ہدی ذبح کر کے نجات حاصل کرے۔ لہٰذا احلال ہونے سے دشمن سے نجات ہوگی نہ کہ بیماری سے نجات پانے والا ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل لغت کا اس پر اجماع ہے کہ احصار کی آیت مرض کی وجہ سے واقع ہونے والے احصار کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اہل لغت کے نزدیک بیماری کی وجہ سے احصار ہوتا ہے۔ اور دشمن کی وجہ سے بھی احصار ہوتا ہے۔ اور وقت سے پہلے حلال ہونا حرج کو دور کرنے کی وجہ سے ہے۔ جو اس احرام کو لمبا کرنے والا ہے۔ کیونکہ حالت مرض میں احرام کے ساتھ صبر کرنے سے حرج میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔

محصر حلال ہوکر ایک بکری قربانی کے لئے حرم بھیجے

(وَاِذَا جَازَ لَهُ التَّحَلُّلُ يُقَالُ لَهُ ابْعَثْ شَاةً تُذْبَحُ فِي الْحَرَمِ وَوَاعِدْ مَنْ تَبْعَثُهُ بِيَوْمٍ بِعَيْنِهِ يَذْبَحُ فِيهِ ثُمَّ تَحَلَّلَ) وَاِنَّمَا يَبْعَثُ اِلَى الْحَرَمِ، لِاَنَّ دَمَ الْاِحْصَارِ قُرْبَةٌ، وَالْاِرَاقَةُ لَمْ تُعْرَفْ قُرْبَةً اِلَّا فِي زَمَانٍ اَوْ مَكَانٍ عَلَى مَا مَرَّ فَلَا يَقَعُ قُرْبَةً دُوْنَهُ فَلَا يَقَعُ بِهِ التَّحَلُّلُ، وَاِلَيْهِ الْاِشَارَةُ بِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ) فَاِنَّ الْهَدْيَ اسْمٌ لِمَا يُهْدٰى اِلَى الْحَرَمِ .

اور جب اس کے لئے حلال ہونا جائز ہوا تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ ایک بکری ذبح کے لئے حرم میں بھیجے۔اور جس کو ہدی دیکر بھیجے اس سے ایک متعین دن کا وعدہ کرے کہ وہ اس کی ہدی کو اسی وقت میں ذبح کرے گا۔اس کے بعد وہ حلال ہو جائے گا۔اور احصار کی قربانی حرم میں اس لئے بھیجی گئی ہے کیونکہ وہ ایک عبادت ہے۔اور خون بہانے کا عبادت ہونا صرف زمان ومکان کے ساتھ خاص ہونے سے عبادت معلوم ہوا ہے۔جس طرح گزر چکا ہے لہٰذا وہ زمان ومکان کے بغیر عبادت نہ ہوگی۔اور اس سے حلال ہونا بھی واقع نہ ہوگا۔اور اسی حکم کے لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ اس میں اشارہ ہے اس لئے کہ ہدی اس کو کہتے ہیں جو حرم بھیجی جائے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہدی کی حرم کے ساتھ عدم تعیین کا بیان

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَتَوَقَّتُ بِهِ، لِاَنَّهُ شُرِعَ رُخْصَةً وَالتَّوْقِيتُ يُبْطِلُ التَّخْفِيفَ .قُلْنَا: الْمُرَاعٰى اَصْلُ التَّخْفِيفِ لَا نِهَايَتُهُ، وَتَجُوزُ الشَّاةُ، لِاَنَّ الْمَنْصُوصَ عَلَيْهِ الْهَدْيُ وَالشَّاةُ اَدْنَاهُ، وَتُجْزِيهِ الْبَقَرَةُ وَالْبَدَنَةُ اَوْ سُبُعُهُمَا كَمَا فِي الضَّحَايَا، وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِمَا ذَكَرْنَا بَعْثَ الشَّاةِ بِعَيْنِهَا، لِاَنَّ ذٰلِكَ قَدْ يَتَعَذَّرُ، بَلْ لَهُ اَنْ يَبْعَثَ بِالْقِيمَةِ حَتّٰى تُشْتَرٰى الشَّاةُ هُنَالِكَ وَتُذْبَحَ عَنْهُ .

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔اس کو حرم کے ساتھ موقت نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ رخصت کے ساتھ مشروع کی گئی ہے۔اور توقیت تخفیف کی وجہ سے باطل ہو جاتی ہے۔

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اصل میں تخفیف کی رعایت کی گئی ہے جبکہ اس کی انتہاء کی رعایت نہیں کی گئی۔اور بکری جائز ہے کیونکہ وہ نص سے بیان شدہ قربانی ہے۔اور وہ کم از کم بکری ہے اور اس کے لئے اونٹ اور گائے یا ان کا ساتواں حصہ بھی کافی ہے۔جس طرح اضحیہ میں ہے۔اور ہمارا ذکر کردہ حکم سے مراد کوئی معین بکری نہیں ہے کیونکہ اس طرح بھیجنا ناممکن ہے۔البتہ اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بکری کی قیمت بھیج دے تاکہ وہاں سے بکری خرید کر قربانی کی جائے۔

قربانی حرم بھیجنے والے پر حلق وقصر کے عدم وجوب کا بیان

وَقَوْلُهُ ثُمَّ تَحَلَّلَ اِشَارَةٌ اِلَى اَنَّهُ لَيْسَ عَلَيْهِ الْحَلْقُ اَوِ التَّقْصِيرُ، وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ: عَلَيْهِ ذٰلِكَ، وَلَوْ لَمْ يَفْعَلْ لَا شَىْءَ عَلَيْهِ (لِاَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَكَانَ مُحْصَرًا بِهَا وَاَمَرَ اَصْحَابَهُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بِذٰلِكَ) .

وَلَهُمَا اَنَّ الْحَلْقَ اِنَّمَا عُرِفَ قُرْبَةً مُرَتَّبًا عَلَى اَفْعَالِ الْحَجِّ فَلَا يَكُوْنُ نُسُكًا قَبْلَهَا وَفِعْلُ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ لِيُعَرِّفَ اسْتِحْكَامَ عَزِيْمَتِهِمْ عَلَى الِانْصِرَافِ .

امام قدوری علیہ الرحمہ کا قول کہ پھر وہ حلال ہو جائے گا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ اس پر حلق وقصر واجب نہیں ہے یہی طرفین نے کہا ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس پر واجب ہے۔ اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں محصر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا حکم دیا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حلق کا عبادت ہونا افعال حج پر واقع ہونے سے معلوم ہوا ہے لہٰذا وہ افعال حج سے پہلے نسک نہ ہو گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سر منڈوانا اس لئے تھا تا کہ واپسی پر ان کے ارادے کا مضبوط ہونا معلوم ہو۔

قارن کے دو دموں کو بھیجنے کا بیان

(وَاِنْ كَانَ قَارِنًا بَعَثَ بِدَمَيْنِ) لِاحْتِيَاجِهِ اِلَى التَّحَلُّلِ مِنْ اِحْرَامَيْنِ، فَاِنْ بَعَثَ بِهَدْىٍ وَاحِدٍ لِيَتَحَلَّلَ عَنِ الْحَجِّ وَيَبْقَى فِىْ اِحْرَامِ الْعُمْرَةِ لَمْ يَتَحَلَّلْ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، لِاَنَّ التَّحَلُّلَ مِنْهُمَا شُرِعَ فِىْ حَالَةٍ وَاحِدَةٍ .

(وَلَا يَجُوْزُ ذَبْحُ دَمِ الْاِحْصَارِ اِلَّا فِى الْحَرَمِ، وَيَجُوْزُ ذَبْحُهُ قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا: لَا يَجُوْزُ الذَّبْحُ لِلْمُحْصَرِ بِالْحَجِّ اِلَّا فِىْ يَوْمِ النَّحْرِ، وَيَجُوْزُ لِلْمُحْصَرِ بِالْعُمْرَةِ مَتٰى شَاءَ) اعْتِبَارًا بِهَدْىِ الْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ، وَرُبَّمَا يَعْتَبِرَانِهِ بِالْحَلْقِ اِذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُحَلِّلٌ .

وَلِاَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ دَمُ كَفَّارَةٍ حَتّٰى لَا يَجُوْزَ الْاَكْلُ مِنْهُ فَيَخْتَصُّ بِالْمَكَانِ دُوْنَ الزَّمَانِ كَسَائِرِ دِمَاءِ الْكَفَّارَاتِ، بِخِلَافِ دَمِ الْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ، لِاَنَّهُ دَمُ نُسُكٍ، وَبِخِلَافِ الْحَلْقِ، لِاَنَّهُ فِىْ اَوَانِهِ، لِاَنَّ مُعْظَمَ اَفْعَالِ الْحَجِّ وَهُوَ الْوُقُوْفُ يَنْتَهِىْ بِهِ .

اور جب حج قران کرنے والے نے دو دم بھیجے اس لئے کہ وہ دو احراموں سے حلال ہونے کا محتاج ہے اور اگر اس نے ایک ہدی بھیجی کہ وہ حج کے احرام سے حلال ہو جائے اور عمرے کے احرام میں رہے تو وہ ان دونوں میں سے کسی ایک ساتھ

حلال نہ ہو سکے گا کیونکہ ایک حالت میں دونوں سے حلال ہونے کو مشروع کرنے والا بن گیا ہے۔ احصار کے دم کو صرف حرم میں ذبح کرنا جائز ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے مطابق اس کو نحر کے دن سے پہلے ذبح کرنا جائز ہے جبکہ صاحبین نے فرمایا ہے کہ حج والے محصر کے لئے جائز نہیں ہے البتہ نحر کے دن میں جائز ہے اور عمرے سے محصر ہونے والے کے لئے جب وہ چاہے جائز ہے۔ اور تمتع کی ہدی کو قران کی ہدی پر قیاس کیا جائے گا جبکہ عام طور پر صاحبین احصار کی ہدی کو حلق پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک حلال کرنے کا ذریعہ ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ کفارے کا دم ہے یہاں تک کہ اس میں کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ دم جگہ یعنی حرم کے ساتھ خاص ہے۔ اور یہ زمانے یعنی نحر کے دن کے ساتھ خاص نہیں ہے جس طرح دوسرے کفاروں کے دم ہیں بہ خلاف دم تمتع وقران کے کیونکہ وہ نسک کے دم ہیں بہ خلاف حلق کے کیونکہ وہ اپنے وقت میں ہوتا ہے۔ جبکہ افعال حج میں سے بر تر عمل وقوف عرفہ ہے اس لئے حلق اس کے ساتھ مکمل کیا جاتا ہے۔

حج کا محصر جب حلال ہو تو اس کے لئے حج وعمرے کے وجوب کا بیان

قَالَ: (وَالْمُحْصَرُ بِالْحَجِّ إِذَا تَحَلَّلَ فَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ) هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَلِأَنَّ الْحَجَّةَ يَجِبُ قَضَاؤُهَا لِصِحَّةِ الشُّرُوعِ فِيهَا وَالْعُمْرَةَ لِمَا أَنَّهُ فِي مَعْنَى فَائِتِ الْحَجِّ (وَعَلَى الْمُحْصَرِ بِالْعُمْرَةِ الْقَضَاءُ) وَالْإِحْصَارُ عَنْهَا يَتَحَقَّقُ عِنْدَنَا .وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَتَحَقَّقُ، لِأَنَّهَا لَا تَتَوَقَّتُ .

وَلَنَا أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَأَصْحَابَهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أُحْصِرُوْا بِالْحُدَيْبِيَةِ وَكَانُوا عُمَّارًا، وَلِأَنَّ شَرْعَ التَّحَلُّلِ لِدَفْعِ الْحَرَجِ وَهٰذَا مَوْجُودٌ فِي إِحْرَامِ الْعُمْرَةِ، وَإِذَا تَحَقَّقَ الْإِحْصَارُ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ إِذَا تَحَلَّلَ كَمَا فِي الْحَجِّ .

اور حج میں محصر ہونے والا جب حلال ہو جائے تو اس پر حج اور عمرہ کرنا واجب ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ حج کی قضاء اس کے ابتدائے صحیح ہو جانے کے بعد واجب ہوتی ہے اور عمرہ اس لئے ہے کہ وہ فوت ہونے والے حج کے حکم میں ہے۔

اور جو شخص عمرے سے محصر ہوا ہے اس پر عمرے کی قضاء واجب ہے اور عمرے کا احصار ہمارے نزدیک ثابت ہے جبکہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے کہ عمرہ کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیبیہ میں روکے گئے حالانکہ وہ سب عمرہ کرنے والے تھے۔ اور اسی دلیل کے پیش نظر ان کا حلال ہونا مشروع ہے تاکہ حرج دور کیا جائے۔ اور یہ حکم عمرے کے احرام میں بھی موجود ہے اور جب احصار

ثابت ہوگیا تو اس پر قضاء واجب ہے اور اسی طرح وہ حلال ہو جائے گا جس طرح حج میں ہوتا ہے۔

محصر قارن پر ایک حج اور دو عمروں کے وجوب کا بیان

(وَعَلَى الْقَارِنِ حَجَّةٌ وَعُمْرَتَانِ) أَمَّا الْحَجُّ وَإِحْدَاهُمَا فَلِمَا بَيَّنَّا، وَأَمَّا الثَّانِيَةُ فَلِأَنَّهُ مُخْرِجٌ مِنْهَا بَعْدَ صِحَّةِ الشُّرُوعِ فِيهَا .

اور جب حج قران کرنے والا محصر ہو جائے تو اس پر ایک حج اور دو عمروں کی قضاء واجب ہے ایک حج اور عمرہ اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم بیان کر چکے ہیں اور دوسرا عمرہ اس لئے واجب ہے کہ وہ اس کو شروع کرنے کے بعد چھوڑنے والا ہے۔

قربانی بھیجنے والے قارن نے جب ذبح کا عہد لیا ہو

(فَإِنْ بَعَثَ الْقَارِنُ هَدْيًا وَوَاعَدَهُمْ أَنْ يَذْبَحُوهُ فِي يَوْمٍ بِعَيْنِهِ ثُمَّ زَالَ الْإِحْصَارُ، فَإِنْ كَانَ لَا يُدْرِكُ الْحَجَّ وَالْهَدْيَ لَا يَلْزَمُهُ أَنْ يَتَوَجَّهَ بَلْ يَصْبِرَ حَتَّى يَتَحَلَّلَ بِنَحْرِ الْهَدْيِ) لِفَوَاتِ الْمَقْصُودِ مِنَ التَّوَجُّهِ وَهُوَ أَدَاءُ الْأَفْعَالِ، وَإِنْ تَوَجَّهَ لِيَتَحَلَّلَ بِأَفْعَالِ الْعُمْرَةِ لَهُ ذٰلِكَ، لِأَنَّهُ فَائِتُ الْحَجِّ (وَإِنْ كَانَ يُدْرِكُ الْحَجَّ وَالْهَدْيَ لَزِمَهُ التَّوَجُّهُ) لِزَوَالِ الْعَجْزِ قَبْلَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ بِالْخَلَفِ، وَإِذَا أَدْرَكَ هَدْيَهُ صَنَعَ بِهِ مَا شَاءَ، لِأَنَّهُ مِلْكُهُ وَقَدْ كَانَ عَيَّنَهُ لِمَقْصُودٍ اسْتَغْنَى عَنْهُ (وَإِنْ كَانَ يُدْرِكُ الْهَدْيَ دُونَ الْحَجِّ يَتَحَلَّلُ) لِعَجْزِهِ عَنِ الْأَصْلِ

اگر حج قران کرنے والے نے ہدی کا جانور بھیجا اور ساتھیوں سے عہد لیا کہ وہ فلاں معین دن میں اس کو ذبح کریں گے اور اس کے بعد اس احصار ختم ہو گیا اور اب اگر وہ حج اور ہدی کو پانے والا نہیں ہے تو اس پر مکہ کی طرف چلنا واجب نہیں ہے بلکہ وہ صبر سے کام لے۔ حتیٰ کہ وہ قربانی ہونے کے ساتھ ہی حلال ہو جائے گا۔ کیونکہ مکہ چلنے سے جو اس کا مقصد تھا یعنی حج کے افعال کو ادا کرنا تو وہ اس فوت ہو چکا ہے اور اس کا آنا اس لئے تا کہ وہ عمرے کے افعال کو ادا کر کے حلال ہو جائے تو اس کا اسے اختیار ہے لہٰذا یہ حج کو فوت کرنے والا ہو گیا ہے۔

اور اگر وہ حج یا ہدی کو پانے والا ہے تو اس پر مکہ کی طرف چلنا واجب ہے کیونکہ اس کے لئے خلیفہ کے ساتھ مقصد حاصل کرنے سے پہلے اس کا عجز ختم ہو چکا ہے۔ اور جب وہ ہدی کو پائے تو جو چاہے وہ اس کے ساتھ سلوک کرے کیونکہ وہ اس کی ملکیت ہے اور اس نے اس کو جس مقصد کے لئے متعین کیا تھا جس کی اب ضرورت نہ رہی۔

اور اگر وہ صرف ہدی کو پانے والا ہے حج کو پانے والا نہیں ہے تو وہ حلال ہو جائے گا کیونکہ اصل یعنی حج سے عاجز ہو گیا ہے۔

جب محصر حج کو پائے ہدی کو نہ پانے والا ہو تو حکم استحسان

(وَإِنْ كَانَ يُدْرِكُ الْحَجَّ دُونَ الْهَدْيِ جَازَ لَهُ التَّحَلُّلُ) اسْتِحْسَانًا، وَهٰذَا التَّقْسِيمُ لَا يَسْتَقِيمُ

عَلٰی قَوْلِهِمَا فِی الْمُحْصَرِ بِالْحَجِّ، لِاَنَّ دَمَ الْاِحْصَارِ عِنْدَهُمَا یَتَوَقَّتُ بِیَوْمِ النَّحْرِ، فَمَنْ یُدْرِكُ الْحَجَّ یُدْرِكُ الْهَدْیَ، وَاِنَّمَا یَسْتَقِیْمُ عَلٰی قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَفِی الْمُحْصَرِ بِالْعُمْرَةِ یَسْتَقِیْمُ بِالْاِتِّفَاقِ، لِعَدَمِ تَوَقُّتِ الدَّمِ بِیَوْمِ النَّحْرِ .

وَجْهُ الْقِیَاسِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ قَدَرَ عَلَی الْاَصْلِ وَهُوَ الْحَجُّ قَبْلَ حُصُوْلِ الْمَقْصُوْدِ بِالْبَدَلِ، وَهُوَ الْهَدْیُ .

وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّا لَوْ اَلْزَمْنَاهُ التَّوَجُّهَ لَضَاعَ مَالُهُ، لِاَنَّ الْمَبْعُوْثَ عَلٰی یَدَیْهِ الْهَدْیُ یَذْبَحُهُ وَلَا یَحْصُلُ مَقْصُوْدُهُ، وَحُرْمَةُ الْمَالِ كَحُرْمَةِ النَّفْسِ، وَلَهُ الْخِیَارُ اِنْ شَاءَ صَبَرَ فِیْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ اَوْ فِیْ غَیْرِهِ، لِیُذْبَحَ عَنْهُ فَیَتَحَلَّلُ، وَاِنْ شَاءَ تَوَجَّهَ لِیُؤَدِّیَ النُّسُكَ الَّذِی الْتَزَمَهُ بِالْاِحْرَامِ وَهُوَ اَفْضَلُ، لِاَنَّهُ اَقْرَبُ اِلَی الْوَفَاءِ بِمَا وَعَدَ (وَمَنْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ ثُمَّ اُحْصِرَ لَا یَكُوْنُ مُحْصَرًا) لِوُقُوْعِ الْاَمْنِ عَنِ الْفَوَاتِ .

اور جب وہ حج پائے اور ہدی کو نہ پائے تو اس کے لئے بطور استحسان حلال ہونا جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک حج میں محصر ہونے والے کے لئے یہ تقسیم صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک احصار کا دم نحر کے دن کے ساتھ خاص ہے لہٰذا جو بندہ حج کو پائے گا وہ ہدی کو بھی پائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق یہ تقسیم صحیح ہے جبکہ عمرے میں محصر ہونے والے کے حق میں بہ اتفاق صحیح ہے اس لئے کہ عمرے کی ہدی کو ذبح کرنا یوم نحر کے ساتھ خاص نہیں کیا جائے گا اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ وہ اصل یعنی حج کرنے پر قدرت رکھنے والا ہو گیا اور بدل یعنی ہدی کے ساتھ مقصد حاصل کرنے سے پہلے قدرت رکھنے والا ہوا ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ ایسے محصر کو اگر ہم مکہ جانے کا حکم دیں تو اس کا مال ضائع ہوگا۔ کیونکہ اس شخص نے جس بندے کے ہاتھ ہدی کو روانہ کیا ہے وہ اس کو یقیناً ذبح کر دے گا اور اس کا مقصد حاصل نہ ہوگا اور حرمت مال حرمت جان کی طرح ہے (قاعدہ فقہیہ) اور اس کو اختیار ہوگا کہ وہ اسی جگہ یا دوسری جگہ صبر کرے تا کہ اس کی جانب سے ہدی ذبح ہو جائے اور اگر وہ چاہے تو مکہ چلا جائے تا کہ نسک ادا کرے جو احرام نے اس پر لازم کیے ہیں اور یہی اعلیٰ ہے۔ کیونکہ وعدے کو پورا کرنے کے زیادہ قریب بھی یہی ہے۔

جو وقوف عرفہ کے بعد محصر ہوا تو اس کے احصار کا اعتبار نہ ہوگا

(وَمَنْ اُحْصِرَ بِمَكَّةَ وَهُوَ مَمْنُوْعٌ عَنِ الطَّوَافِ وَالْوُقُوْفِ فَهُوَ مُحْصَرٌ)، لِاَنَّهُ تَعَذَّرَ عَلَیْهِ الْاِتْمَامُ فَصَارَ كَمَا اِذَا اُحْصِرَ فِی الْحِلِّ (وَاِنْ قَدَرَ عَلٰی اَحَدِهِمَا فَلَیْسَ بِمُحْصَرٍ) [illegible] عَلٰی

الطَّوَافِ فَلِاَنَّ فَائِتَ الْحَجِّ يَتَحَلَّلُ بِهِ وَالدَّمُ بَدَلٌ عَنْهُ فِي التَّحَلُّلِ، وَاَمَّا عَلَى الْوُقُوفِ فَلِمَا بَيَّنَّا، وَقَدْ قِيلَ فِي هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ خِلَافٌ بَيْنَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَالصَّحِيحُ مَا اَعْلَمْتُكَ مِنَ التَّفْصِيلِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ ۔

جب بندہ وقوف عرفات کے بعد محصر ہوا تو شریعت کے مطابق اس کا احصار تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ حج کے فوت ہونے وہ امن میں آ گیا ہے اور جس شخص کو مکے میں روک دیا گیا ہے حالانکہ اس کو طواف اور وقوف سے منع کیا گیا ہے تو وہ محصر ہے کیونکہ اس کے لئے حج پورا کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اس طرح ہو گیا ہے جس طرح کوئی شخص حل میں روکیا گیا ہے۔ اور اگر وہ ان دونوں میں سے کسی ایک پر قدرت رکھنے والا ہو تو وہ بھی محصر نہ ہوگا۔ لیکن جب وہ طواف پر قدرت رکھے تو وہ اس کے ساتھ حج فوت کرتے ہوئے حلال ہو جائے گا۔ اور دم حلال ہونے میں بدل ہے۔ اور جب وہ وقوف پر قدرت رکھنے والا ہو تب اسی دلیل کے پیش نظر ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلاف ہے اور اس میں تحقیق وہی صحیح ہے جو میں نے تجھے بیان کر دی ہے۔

باب الفوات

﴿یہ باب حج میں فوت ہونے والے کے بیان میں ہے﴾

باب الفوات کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ مصنف نے باب الفوات کو احصار کے باب سے اس لئے موخر کیا ہے۔ کیونکہ احصار کامل عارضہ ہے جبکہ فوات ناقص عارضہ ہے۔ لہٰذا اس کو مقدم کیا اور فوات کو اس پر موخر کیا ہے۔ اور احصار مفرد سے مرکب کی طرف نازل ہوتا ہے اور اصول میں مفرد مرکب سے مقدم ہوتا ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، ج ۵، ص ۲۷۵، حقانیہ ملتان)

محرم کا جب وقوف عرفہ فوت ہو جائے تو حج کا حکم

(وَمَنْ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ وَفَاتَهُ الْوُقُوفُ بِعَرَفَةَ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ)، لِمَا ذَكَرْنَا اَنَّ وَقْتَ الْوُقُوفِ يَمْتَدُّ اِلَيْهِ (وَعَلَيْهِ اَنْ يَطُوفَ وَيَسْعٰى وَيَتَحَلَّلَ وَيَقْضِيَ الْحَجَّ مِنْ قَابِلٍ وَلَا دَمَ عَلَيْهِ)، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ فَاتَهُ عَرَفَةُ بِلَيْلٍ فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ فَلْيَحِلَّ بِعُمْرَةٍ وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ) وَالْعُمْرَةُ لَيْسَتْ اِلَّا الطَّوَافَ وَالسَّعْيَ، وَلِاَنَّ الْاِحْرَامَ بَعْدَمَا انْعَقَدَ صَحِيحًا لَا طَرِيقَ لِلْخُرُوجِ عَنْهُ اِلَّا بِاَدَاءِ اَحَدِ النُّسُكَيْنِ كَمَا فِي الْاِحْرَامِ الْمُبْهَمِ، وَهَاهُنَا عَجَزَ عَنِ الْحَجِّ فَتَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ الْعُمْرَةُ وَلَا دَمَ عَلَيْهِ، لِاَنَّ التَّحَلُّلَ وَقَعَ بِاَفْعَالِ الْعُمْرَةِ فَكَانَتْ فِي حَقِّ فَائِتِ الْحَجِّ بِمَنْزِلَةِ الدَّمِ فِي حَقِّ الْمُحْصَرِ فَلَا يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا .

اور جس بندے نے احرام باندھا اور وقوف عرفہ اس سے فوت ہو گیا یہاں تک نحر کے دن کی صبح طلوع ہو گئی تو اس کا حج فوت ہو گیا اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی ہے اس لئے کہ وقت وقوف نحر کی طلوع فجر تک لمبا ہوتا ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ طواف وسعی کر کے حلال ہو جائے۔ اور قابل ہونے پر حج قضاء کرے۔ اور اس پر کوئی دم واجب نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس سے عرفہ کی رات فوت ہو گئی اس کا حج فوت ہو گیا۔ لہٰذا وہ عمرے کے ساتھ حلال ہو جائے اور قابل ہو جانے پر حج ہے۔ اور عمرہ طواف وسعی کا نام ہے کیونکہ احرام کے منعقد ہو جانے کے بعد صحیح طور پر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ البتہ حج وعمرہ میں سے کسی ایک کو ادا کر لے۔ جس طرح ابہام والا احرام ہے یہاں پر جب حج سے عاجز ہوا تو عمرہ متعین ہو گیا اور اس پر کوئی دم واجب نہیں ہے کیونکہ اس کا حلال ہونا عمرے کے افعال ادا کرنے واقع ہوا ہے۔ لہٰذا جس کا حج فوت ہوا یہ اس کے حق میں عمرہ کرنا ایسے ہی ہے

جس طرح محصر کے حق میں دم ہوتا ہے۔ پس قربانی اور عمرہ دونوں کا جمع نہیں کیا جائے گا۔

پانچ دنوں کے سوا عمرے کی عدم تفویت کا بیان

(وَالْعُمْرَةُ لَا تَفُوتُ وَهِيَ جَائِزَةٌ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ إِلَّا خَمْسَةَ أَيَّامٍ يُكْرَهُ فِيهَا فِعْلُهَا، وَهِيَ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَيَوْمُ النَّحْرِ، وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ) لِمَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَكْرَهُ الْعُمْرَةَ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ الْخَمْسَةِ' وَلِأَنَّ هَذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ الْحَجِّ فَكَانَتْ مُتَعَيِّنَةً لَهُ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: أَنَّهَا لَا تُكْرَهُ فِي يَوْمِ عَرَفَةَ قَبْلَ الزَّوَالِ' لِأَنَّ دُخُولَ وَقْتِ رُكْنِ الْحَجِّ بَعْدَ الزَّوَالِ لَا قَبْلَهُ، وَالْأَظْهَرُ مِنَ الْمَذْهَبِ مَا ذَكَرْنَاهُ، وَلَكِنْ مَعَ هَذَا لَوْ أَدَّاهَا فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ صَحَّ وَيَبْقَى مُحْرِمًا بِهَا فِيهَا' لِأَنَّ الْكَرَاهَةَ لِغَيْرِهَا وَهُوَ تَعْظِيمُ أَمْرِ الْحَجِّ وَتَخْلِيصُ وَقْتِهِ لَهُ فَيَصِحُّ الشُّرُوعُ.

اور عمرہ فوت نہیں ہوتا اور وہ پانچ دنوں کے سوا تمام میں جائز ہے۔ کیونکہ ان پانچ دنوں میں اس کا کرنا مکروہ ہے وہ یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق ہیں۔ کیونکہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ان پانچ دنوں میں عمرے کو مکروہ سمجھتی تھیں۔ اس لئے کہ ایام ادائیگی حج کے ایام ہیں۔ لہٰذا حج کے متعین ہو گئے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن زوال سے پہلے مکروہ نہیں ہے کیونکہ حج کا رکن زوال کے بعد داخل ہوتا ہے اس سے پہلے داخل نہیں ہوتا۔ اور زیادہ ظاہر وہی مذہب ہے جس کو ہم بیان چکے ہیں۔ اس حکم کے باوجود اگر اس نے ان دنوں میں عمرہ کیا تو صحیح ہوگا۔ اور وہ احرام میں باقی رہے گا۔ اسلئے کہ کراہت عمرے کے غیر کی وجہ سے ہے اور حج کی تعظیم اور حج کے اوقات کی تخصیص ہے۔ لہٰذا عمرے کا کرنا صحیح ہے۔

عمرہ کی شرعی حیثیت کا بیان

(وَالْعُمْرَةُ سُنَّةٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: فَرِيضَةٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْعُمْرَةُ فَرِيضَةٌ كَفَرِيضَةِ الْحَجِّ) وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " الْحَجُّ فَرِيضَةٌ وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ " وَلِأَنَّهَا غَيْرُ مُؤَقَّتَةٍ بِوَقْتٍ وَتَتَأَدَّى بِنِيَّةِ غَيْرِهَا كَمَا فِي فَائِتِ الْحَجِّ، وَهَذِهِ أَمَارَةُ النَّفْلِيَّةِ. وَتَأْوِيلُ مَا رَوَاهُ أَنَّهَا مُقَدَّرَةٌ بِأَعْمَالٍ كَالْحَجِّ إِذْ لَا تَثْبُتُ الْفَرْضِيَّةُ مَعَ التَّعَارُضِ فِي الْآثَارِ. قَالَ (وَهِيَ الطَّوَافُ وَالسَّعْيُ) وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي بَابِ التَّمَتُّعِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اور عمرہ سنت ہے جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ فرض ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرہ فرض ہے۔ جس طرح حج فرض ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج فرض ہے جبکہ عمرہ تطوع (نفل) ہے۔ لہٰذا

عمرے کو کسی وقت کے مقید نہیں کیا گیا۔ اور وہ غیر کی نیت سے بھی ادا ہو جاتا ہے جس طرح فائت الحج میں ہے اور یہ نفل کی علامت ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ روایت کی تاویل یہ ہے کہ عمرہ اعمال کے ساتھ اسی طرح مقرر ہے جس طرح حج مقرر ہے۔ لہٰذا التعارض آثار کے ساتھ فرضیت ثابت نہ ہوگی۔ اور فرمایا: عمرہ صرف طواف وسعی ہے اور اسے ہم نے باب التمتع میں ذکر کر دیا ہے اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

باب الحج عن الغير

﴿یہ باب دوسروں کی طرف سے حج کرنے کے بیان میں ہے﴾

باب الحج عن الغیر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف جب نفس حج اور اس کے عوارض کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب انہوں نے حج کی نیابت کے طور پر طریقہ حج بیان کیا ہے۔ جس طرح دوسروں کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص ۳۹۴، حقانیہ ملتان)

حج میں اصل یہی ہے کہ جس پر فرض ہوا ہے وہ خود کرے جبکہ دوسرے سے حج کروانا یہ اس کی فرعی حیثیت ہے۔ اور اصول یہی ہے اصل مقدم ہوتی ہے۔ اور فرع اصل سے مؤخر ہوتی ہے۔ لہٰذا مصنف نے باب کو اصل کی فرع سمجھتے ہوئے مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح حج خود کرنا بغیر شرائط یعنی حج کی اپنی شرائط کے سوا دیگر شرائط سے مقید نہیں ہے۔ جبکہ دوسروں کی طرف سے حج کرنا یہ مزید شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ اور مشروط ہمیشہ مؤخر ہوتا ہے۔ اس لئے مصنف نے اس باب کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایصال ثواب کا بیان

اَلْاَصْلُ فِي هٰذَا الْبَابِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهُ اَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ صَلَاةً اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَةً اَوْ غَيْرَهَا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، لِمَا رُوِيَ (عَنْ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَنَّهُ ضَحّٰى بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ نَفْسِهِ وَالْاٰخَرَ عَنْ اُمَّتِهِ مِمَّنْ اَقَرَّ بِوَحْدَانِيَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ) جَعَلَ تَضْحِيَةَ اِحْدَى الشَّاتَيْنِ لِاُمَّتِهِ .

اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس باب میں قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل میں اختیار رکھتا ہے کہ وہ دوسرے کو ثواب پہنچائے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا اس کے علاوہ ہو۔ کیونکہ روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس طرح کے دو مینڈھوں کی قربانی کی کہ ان سیاہی میں کچھ سفیدی ملی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک اپنی طرف سے جبکہ دوسرا اپنی امت کے ان افراد کی طرف سے تھا جنہوں نے اللہ وحدانیت کا اقرار کیا اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے دو بکریوں میں ایک بکری کی قربانی اپنی امت کی طرف سے کی۔

عبادات مالیہ و بدنیہ کے احکام کا بیان

وَالعِبَادَاتُ اَنوَاعٌ: مَالِيَّةٌ مَحضَةٌ كَالزَّكَاةِ، وَبَدَنِيَّةٌ مَحضَةٌ كَالصَّلَاةِ، وَمُرَكَّبَةٌ مِنهُمَا كَالحَجِّ، وَالنِّيَابَةُ تَجرِي فِي النَّوعِ الاَوَّلِ فِي حَالَتَيِ الاِختِيَارِ وَالضَّرُورَةِ لِحُصُولِ المَقصُودِ بِفِعلِ النَّائِبِ، وَلَا تَجرِي فِي النَّوعِ الثَّانِي بِحَالٍ لِاَنَّ المَقصُودَ وَهُوَ اِتعَابُ النَّفسِ لَا يَحصُلُ بِهِ، وَتَجرِي فِي النَّوعِ الثَّالِثِ عِندَ العَجزِ لِلمَعنَى الثَّانِي وَهُوَ المَشَقَّةُ بِتَنقِيصِ المَالِ، وَلَا تَجرِي عِندَ القُدرَةِ لِعَدَمِ اِتعَابِ النَّفسِ، وَالشَّرطُ العَجزُ الدَّائِمُ اِلَى وَقتِ المَوتِ لِاَنَّ الحَجَّ فَرضُ العُمرِ، وَفِي الحَجِّ النَّفلِ تَجُوزُ الاِنَابَةُ حَالَةَ القُدرَةِ لِاَنَّ بَابَ النَّفلِ اَوسَعُ، ثُمَّ ظَاهِرُ المَذهَبِ اَنَّ الحَجَّ يَقَعُ عَنِ المَحجُوجِ عَنهُ وَبِذٰلِكَ تَشهَدُ الاَخبَارُ الوَارِدَةُ فِي البَابِ كَحَدِيثِ الخَثعَمِيَّةِ فَاِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيهِ (حُجِّي عَن اَبِيكِ وَاعتَمِرِي) .

وَعَن مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اَنَّ الحَجَّ يَقَعُ عَنِ الحَاجِّ، وَلِلاٰمِرِ ثَوَابُ النَّفَقَةِ لِاَنَّهُ عِبَادَةٌ بَدَنِيَّةٌ، وَعِندَ العَجزِ اُقِيمَ الاِنفَاقُ مُقَامَهُ كَالفِديَةِ فِي بَابِ الصَّومِ .

عبادت کی اقسام ہیں۔ایک صرف مالی عبادت ہے جس طرح زکوٰۃ ہے جبکہ دوسری صرف بدنی ہے جس طرح نماز ہے اور تیسری ان دونوں سے مرکب ہے اور وہ حج ہے۔اور نیابت پہلی قسم میں اختیار اور ضرورت دونوں حالتوں میں جاری ہوتی ہے کیونکہ نائب کے فعل سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔اور دوسری قسم میں کوئی نیابت جائز نہیں ہے۔کیونکہ اس میں مقصود نفس کا مشقت برداشت کرنا ہے اور یہ قدرت کے وقت جاری نہیں ہوتی۔اور تیسری قسم میں عجز کے وقت نیابت جاری ہوتی ہے۔اور دوسری قسم کا حکم اس لئے ہے کہ مال کی کمی سے مشقت برداشت کرنا ہے لہٰذا قدرت اس میں نیابت جاری نہ ہوگی۔کیونکہ نفس کو سزا دینا موجود نہ ہوگا اور شرط یعنی موت کے وقت تک عجز کا باقی رہنا ہے۔کیونکہ حج ساری عمر کا فریضہ ہے۔اور نفلی حج میں قدرت کے وقت بھی نائب بنانا جائز ہے۔کیونکہ نفل کا باب وسیع ہے۔

ظاہر مذہب یہ ہے کہ حج اس شخص کی طرف سے واقع ہوگا جس کی طرف سے کیا گیا ہے۔اور اس باب میں بیان ہونے والی تمام احادیث اسی دلیل پر موجود ہیں۔

خثعمیہ عورت کی حدیث جس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا: تو اپنے باپ کی طرف حج و عمرہ کر۔حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حج تو حج کرنے والے کی طرف سے واقع ہوگا جبکہ حکم دینے والے کے لئے خرچ کرنے کا ثواب ہے۔کیونکہ حج عبادت بدنیہ ہے اور عجز کے وقت خرچ کرنے کے قائم مقام ہو گیا جس طرح صوم کے باب میں فدیے کا حکم ہے۔

دو افراد کی طرف سے حج کرنے والے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَمَرَهُ رَجُلَانِ بِاَنْ يَحُجَّ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَجَّةً فَاَهَلَّ بِحَجَّةٍ عَنْهُمَا فَهِيَ عَنِ الْحَاجِّ وَيَضْمَنُ النَّفَقَةَ) لِاَنَّ الْحَجَّ يَقَعُ عَنِ الْاٰمِرِ حَتّٰى لَا يَخْرُجَ الْحَاجُّ عَنْ حَجَّةِ الْاِسْلَامِ، وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَمَرَهُ اَنْ يُخْلِصَ الْحَجَّ لَهُ مِنْ غَيْرِ اشْتِرَاكٍ، وَلَا يُمْكِنُ اِيقَاعُهُ عَنْ اَحَدِهِمَا لِعَدَمِ الْاَوْلَوِيَّةِ فَيَقَعُ عَنِ الْمَأْمُورِ، وَلَا يُمْكِنُهُ اَنْ يَجْعَلَهُ عَنْ اَحَدِهِمَا بَعْدَ ذٰلِكَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا حَجَّ عَنْ اَبَوَيْهِ فَاِنَّ لَهُ اَنْ يَجْعَلَهُ عَنْ اَيِّهِمَا شَاءَ لِاَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ بِجَعْلِ ثَوَابِ عَمَلِهِ لِاَحَدِهِمَا اَوْ لَهُمَا فَيَبْقٰى عَلٰى خِيَارِهِ بَعْدَ وُقُوعِهِ سَبَبًا لِثَوَابِهِ، وَهُنَا يَفْعَلُ بِحُكْمِ الْاٰمِرِ، وَقَدْ خَالَفَ اَمْرَهُمَا فَيَقَعُ عَنْهُ ۔

فرمایا: اگر ایک آدمی کو دو اشخاص نے اپنا نائب بنالیا اور دونوں میں سے ہر ایک نے اس کو حکم دیا کہ وہ میری طرف سے حج کرے۔ لہٰذا اس نے دونوں کی طرف سے ایک ہی حج کا تلبیہ کہا تو یہ حج نائب حج کرنے کی طرف سے ہو جائے گا۔ اور نفقہ کا ضامن وہی ہوگا۔ کیونکہ حج کا وقوع تو حکم دینے والے کی طرف ہوتا ہے حتیٰ کہ حج کرنے والا فریضہ حج سے فارغ ہو جائے۔ اور جب ان دونوں میں سے ہر ایک نے حکم دیا تھا۔ تو حج دوسرے کی شمولیت کے بغیر اسی کے لئے خاص ہوگیا۔ کیونکہ اولویت کے پیش نظر ان دونوں میں سے کسی کی طرف سے بھی وقوع ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا وہ مأمور کی طرف ادا ہوگا اور ایسا بھی نہیں ہوسکتا کہ نائب اس کے بعد اس کو کسی ایک جانب پھیر دے بہ خلاف اس صورت کے جب اس نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا تو اسے اختیار ہے والدین میں سے کسی ایک کی طرف سے کرے۔ کیونکہ وہ اپنا ثواب کسی ایک طرف ہدیہ کرنے کا مجاز ہے یا دونوں کو ہدیہ کر دے۔ لہٰذا وقوع حج کے بعد اس کو اختیار ہے کیونکہ نائب حکم دینے والے کے مطابق کرتا ہے۔ حالانکہ یہاں نائب نے دونوں مؤکلوں کے حکم کی مخالفت کی لہٰذا یہ حج نائب کی طرف سے واقع ہوگا۔

ابہام توکلیت میں مؤکلین کی مخالف کا بیان

وَيَضْمَنُ النَّفَقَةَ اِنْ اَنْفَقَ مِنْ مَالِهِمَا لِاَنَّهُ صَرَفَ نَفَقَةَ الْاٰمِرِ اِلٰى حَجِّ نَفْسِهِ، وَاِنْ اَبْهَمَ الْاِحْرَامَ بِاَنْ نَوٰى عَنْ اَحَدِهِمَا غَيْرَ عَيْنٍ، فَاِنْ مَضٰى عَلٰى ذٰلِكَ صَارَ مُخَالِفًا لِعَدَمِ الْاَوْلَوِيَّةِ، وَاِنْ عَيَّنَ اَحَدَهُمَا قَبْلَ الْمُضِيِّ فَكَذٰلِكَ عِنْدَ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ الْقِيَاسُ لِاَنَّهُ مَأْمُورٌ بِالتَّعْيِينِ، وَالْاِبْهَامُ يُخَالِفُهُ فَيَقَعُ عَنْ نَفْسِهِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا لَمْ يُعَيِّنْ حَجَّةً اَوْ عُمْرَةً حَيْثُ كَانَ لَهُ اَنْ يُعَيِّنَ مَا شَاءَ لِاَنَّ الْمُلْتَزَمَ هُنَاكَ مَجْهُولٌ وَهَاهُنَا الْمَجْهُولُ مَنْ لَهُ الْحَقُّ ۔

وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ الْاِحْرَامَ شُرِعَ وَسِيلَةً اِلَى الْاَفْعَالِ لَا مَقْصُودًا بِنَفْسِهِ ۔

وَالْمُبْهَمُ يَصْلُحُ وَسِيلَةً بِوَاسِطَةِ التَّعْيِينِ فَاكْتُفِيَ بِهِ شَرْطًا، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَدَّى الْأَفْعَالَ عَلَى الْإِبْهَامِ لِأَنَّ الْمُؤَدَّى لَا يَحْتَمِلُ التَّعْيِينَ فَصَارَ مُخَالِفًا

ترجمہ جب وہ دونوں موکلوں کے مال سے خرچ کرے تو وہ ضامن ہوگا اس لئے کہ اس نے موکلوں کا مال اپنے ذاتی حج کے لئے خرچ کیا ہے۔

اگر وکیل نے احرام کو مبہم رکھا یا اس نے دونوں میں کسی ایک طرف سے تعیین نہیں کی اور نہ تعیین کی نیت کی۔ اور ابہام والی نیت کے گزر گیا اس صورت میں بھی اولویت نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے موکلان کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اور اگر اس نے مناسک حج سے پہلے ان دونوں میں سے ایک کا تعین کر لیا۔ تو حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ کیونکہ وکیل کو معین کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جبکہ ابہام رکھنا اس کی مخالفت ہے لہٰذا یہ حج خود اسی جانب سے ہو جائے گا۔ بہ خلاف اس صورت کے جب اس نے حج وعمرہ کو متعین نہیں کیا تو اسے اختیار ہے کہ جس کے لئے پسند کرے متعین کر لے۔ کیونکہ جو چیز اس نے اپنے اوپر لازم کی ہے مجہول ہے۔ اور یہاں وہ بندہ مجہول ہے جس کا حق ہے۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ احرام مناسک حج ادا کرنے کے وسیلے سے مشروع ہوا ہے جبکہ وہ خود مقصود نہیں ہے۔ اور ابہام والا احرام تعیین کے لئے وسیلہ بن سکتا ہے۔ لہٰذا شرط کے اعتبار سے ابہام والے احرام پر اکتفاء کیا جائے گا۔ بہ خلاف اس صورت کے جب ابہام کی حالت پر مناسک حج ادا کر لئے ہیں۔ کیونکہ احتمال کا تعین نہ رکھنے والی چیز ادا ہو گئی ہے۔ لہٰذا وہ مخالف ہو گیا ہے۔

غیر کے حکم سے قران کرنے والے کے دم کا بیان

قَالَ (فَإِنْ أَمَرَهُ غَيْرُهُ أَنْ يَقْرُنَ عَنْهُ فَالدَّمُ عَلَى مَنْ أَحْرَمَ) لِأَنَّهُ وَجَبَ شُكْرًا لِمَا وَفَّقَهُ اللَّهُ تَعَالَى مِنَ الْجَمْعِ بَيْنَ النُّسُكَيْنِ وَالْمَأْمُورُ هُوَ الْمُخْتَصُّ بِهَذِهِ النِّعْمَةِ لِأَنَّ حَقِيقَةَ الْفِعْلِ مِنْهُ، وَهَذِهِ الْمَسْأَلَةُ تَشْهَدُ بِصِحَّةِ الْمَرْوِيِّ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْحَجَّ يَقَعُ عَنِ الْمَأْمُورِ (وَكَذَلِكَ إِنْ أَمَرَهُ وَاحِدٌ بِأَنْ يَحُجَّ عَنْهُ وَالْآخَرُ بِأَنْ يَعْتَمِرَ عَنْهُ وَأَذِنَا لَهُ بِالْقِرَانِ) فَالدَّمُ عَلَيْهِ لِمَا قُلْنَا

فرمایا: اور اگر کسی شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ وہ اس کی طرف سے قران کرے تو قربانی اس بندے پر واجب ہوگی جس نے احرام باندھا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ شکر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اسی نے اس کو حج وعمرہ جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور اس نعمت کے ساتھ وکیل کو خاص کیا گیا کیونکہ فعل باعتبار حقیقت اسی کی جانب سے ہے۔ اور یہ مسئلہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حج غائب کی طرف سے ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی نے یہ حکم دیا کہ وہ میری طرف سے حج کرے اور کسی اور نے کہا کہ وہ میری طرف سے عمرہ کرے اور دونوں موکلوں نے اس کو قران کرنے کی اجازت دی ہے تو قران کا دم وکیل پر ہوگا دلیل وہی جو ہم کہہ چکے ہیں۔

میت کی طرف سے حج کرنیوالا محصر دم مال میت سے دے گا:

(وَدَمُ الْإِحْصَارِ عَلَى الْآمِرِ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: عَلَى الْحَاجِّ) لِأَنَّهُ وَجَبَ لِلتَّحَلُّلِ دَفْعًا لِضَرَرِ امْتِدَادِ الْإِحْرَامِ، وَهٰذَا رَاجِعٌ إِلَيْهِ فَيَكُونُ الدَّمُ عَلَيْهِ. وَلَهُمَا أَنَّ الْآمِرَ هُوَ الَّذِي أَدْخَلَهُ فِي هٰذِهِ الْعُهْدَةِ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ (فَإِنْ كَانَ يَحُجُّ عَنْ مَيِّتٍ فَأُحْصِرَ فَالدَّمُ فِي مَالِ الْمَيِّتِ) عِنْدَهُمَا خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قِيلَ: هُوَ مِنْ ثُلُثِ مَالِ الْمَيِّتِ لِأَنَّهُ صِلَةٌ كَالزَّكَاةِ وَغَيْرِهَا. وَقِيلَ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ لِأَنَّهُ وَجَبَ حَقًّا لِلْمَأْمُورِ فَصَارَ دَيْنًا

احصار کا دم مؤکل پر واجب ہے اور یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے احصار کا دم حاجی یعنی وکیل پر واجب ہے۔ کیونکہ احصار کا دم حلال ہونے کے لئے واجب ہوا ہے۔ تاکہ احرام کے لمبا ہونے کا نقصان دور ہو جائے۔ لہٰذا یہ نقصان وکیل کی طرف لوٹایا جائے گا۔ پس دم بھی اسی پر واجب ہوگا۔ جبکہ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ مؤکل وہی بندہ ہے جس نے نائب کو ذمہ داری سونپی ہے لہٰذا اس کو چھڑوانا بھی مؤکل پر واجب ہے۔

اگر یہ شخص میت کی جانب سے حج کرتا ہوا محصر ہوگیا تو طرفین کے نزدیک احصار کا دم میت کے مال سے دے دینا واجب ہے جبکہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نہیں۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ وہ میت کے تہائی مال میں سے ہوگا کیونکہ یہ صلہ ہے کیونکہ زکوٰۃ والے مسئلہ کی طرح ہوگیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے احصار کا دم میت کے کل ترکہ سے دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ حق وکیل بن کر واجب ہوا ہے۔ لہٰذا یہ دین (قرض) ہو جائے گا۔

جماع کے دم کا حاجی پر ہونے کا بیان

(وَدَمُ الْجِمَاعِ عَلَى الْحَاجِّ) لِأَنَّهُ دَمُ جِنَايَةٍ وَهُوَ الْجَانِي عَنْ اخْتِيَارٍ (وَيَضْمَنُ النَّفَقَةَ) مَعْنَاهُ: إِذَا جَامَعَ قَبْلَ الْوُقُوفِ حَتّٰى فَسَدَ حَجُّهُ لِأَنَّ الصَّحِيحَ هُوَ الْمَأْمُورُ بِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا فَاتَهُ الْحَجُّ حَيْثُ لَا يَضْمَنُ النَّفَقَةَ لِأَنَّهُ مَا فَاتَهُ بِاخْتِيَارِهِ .

أَمَّا إِذَا جَامَعَ بَعْدَ الْوُقُوفِ لَا يَفْسُدُ حَجُّهُ وَلَا يَضْمَنُ النَّفَقَةَ لِحُصُولِ مَقْصُودِ الْآمِرِ .

وَعَلَيْهِ الدَّمُ فِي مَالِهِ لِمَا بَيَّنَّا، وَكَذٰلِكَ سَائِرُ دِمَاءِ الْكَفَّارَاتِ عَلَى الْحَاجِّ لِمَا قُلْنَا

اور جماع کا دم حاجی پر واجب ہے کیونکہ وہی جنایت کرنے والا ہے اور وہ جرم کرنے والے کے اختیار سے ہے۔ اور نفقہ کا ضامن بھی ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس نے وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا یہاں تک کہ اس کا حج فاسد ہوگیا۔ اس لئے کہ اسے جس حج کا وکیل بنایا گیا تھا وہ صحیح ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس کا حج فوت ہوگیا۔ لہٰذا اس میں وہ نفقہ کا ضامن نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کے اختیار سے فوت نہیں ہوا ہے۔ اور اگر (نائب) وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا تو اس کا حج فاسد نہیں

ہوگا اور نہ ہی وہ نفقہ کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ مقصود موکل حاصل ہو چکا ہے۔ اور وکیل کے مال سے جنایت کا دم واجب ہوگا اسی دلیل کی بنیاد پر جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اسی طرح کفارے کے تمام دم اسی حاجی یعنی وکیل پر واجب ہیں۔ دلیل وہی جو ہم نے بیان کی ہے۔

حج کے موصی لہ سے جب حج ادا نہ کیا گیا

(وَمَنْ اَوْصَى بِاَنْ يُحَجَّ عَنْهُ فَاَحَجُّوا عَنْهُ رَجُلًا فَلَمَّا بَلَغَ الْكُوفَةَ مَاتَ اَوْ سُرِقَتْ نَفَقَتُهُ وَقَدْ اَنْفَقَ النِّصْفَ يُحَجُّ عَنِ الْمَيِّتِ مِنْ مَنْزِلِهِ بِثُلُثِ مَا بَقِيَ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَقَالَا: يُحَجُّ عَنْهُ مِنْ حَيْثُ مَاتَ الْاَوَّلُ) فَالْكَلَامُ هَاهُنَا فِى اعْتِبَارِ الثُّلُثِ وَفِى مَكَانِ الْحَجِّ. اَمَّا الْاَوَّلُ فَالْمَذْكُورُ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ. اَمَّا عِنْدَ مُحَمَّدٍ يُحَجُّ عَنْهُ بِمَا بَقِيَ مِنَ الْمَالِ الْمَدْفُوعِ اِلَيْهِ اِنْ بَقِيَ شَيْءٌ وَاِلَّا بَطَلَتِ الْوَصِيَّةُ اعْتِبَارًا بِتَعْيِيْنِ الْمُوصِىْ اِذْ تَعْيِيْنُ الْوَصِيِّ كَتَعْيِيْنِهِ وَعِنْدَ اَبِىْ يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُحَجُّ عَنْهُ بِمَا بَقِيَ مِنَ الثُّلُثِ الْاَوَّلِ لِاَنَّهُ هُوَ الْمَحَلُّ لِنَفَاذِ الْوَصِيَّةِ. وَلِاَبِىْ حَنِيْفَةَ اَنَّ قِسْمَةَ الْوَصِيِّ وَعَزْلَهُ الْمَالَ لَا يَصِحُّ اِلَّا بِالتَّسْلِيْمِ اِلَى الْوَجْهِ الَّذِىْ سَمَّاهُ الْمُوصِىْ لِاَنَّهُ لَا خَصْمَ لَهُ لِيَقْبِضَ وَلَمْ يُوجَدِ التَّسْلِيْمُ اِلٰى ذٰلِكَ الْوَجْهِ فَصَارَ كَمَا اِذَا هَلَكَ قَبْلَ الْاِفْرَازِ وَالْعَزْلِ فَيُحَجُّ بِثُلُثِ مَا بَقِيَ. وَاَمَّا الثَّانِىْ فَوَجْهُ قَوْلِ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ الْقِيَاسُ اَنَّ الْقَدْرَ الْمَوْجُودَ مِنَ السَّفَرِ قَدْ بَطَلَ فِىْ حَقِّ اَحْكَامِ الدُّنْيَا، قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ) الْحَدِيْثَ، وَتَنْفِيْذُ الْوَصِيَّةِ مِنْ اَحْكَامِ الدُّنْيَا فَبَقِيَتِ الْوَصِيَّةُ مِنْ وَطَنِهِ كَاَنْ لَمْ يُوجَدِ الْخُرُوجُ. وَجْهُ قَوْلِهِمَا وَهُوَ الْاِسْتِحْسَانُ اَنَّ سَفَرَهُ لَمْ يَبْطُلْ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ) الْآيَةَ، وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ مَاتَ فِىْ طَرِيْقِ الْحَجِّ كُتِبَ لَهُ حَجَّةٌ مَبْرُورَةٌ فِىْ كُلِّ سَنَةٍ) وَاِذَا لَمْ يَبْطُلْ سَفَرُهُ اُعْتُبِرَتِ الْوَصِيَّةُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ، وَاَصْلُ الْاِخْتِلَافِ فِى الَّذِىْ يَحُجُّ بِنَفْسِهِ، وَيَنْبَنِىْ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَاْمُورُ بِالْحَجِّ.

اور جس شخص نے یہ وصیت کی کہ اس کی طرف سے حج کروایا جائے۔ تو میت کے ورثاء نے اس کی طرف سے ایک آدمی کو حج کروا دیا۔ پس نائب جب کوفے تک پہنچا۔ تو وہ فوت ہو گیا۔ یا اس نائب کا نفقہ چوری ہو گیا جبکہ وہ نصف نفقہ خرچ کر چکا ہے۔ تو میت کی طرف سے حج کروایا جائے اس مال سے جو تہائی سے مال بچا ہوا ہے۔ یہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ وہاں سے حج کروایا جائے گا جہاں پہلا نائب فوت ہوا ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں کلام تہائی مال کے اعتبار کا اور حج کی کی جگہ میں ہے۔ اور پہلا بیان حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

حضرت امام محمد ﷫ کے نزدیک مال نائب کو دیا گیا تھا اس مال میں سے اگر کچھ باقی رہ گیا ہے تو اس بچے ہوئے مال سے حج کروایا جائے۔ ورنہ وصیت باطل ہو جائے گی۔ لہٰذا موصی کے تعین پر قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ وصی کا تعین کرنا موصی کے تعین کی طرح ہے۔

حضرت امام ابو یوسف ﷫ کے نزدیک پہلی تہائی سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اس سے حج کروایا جائے گا۔ کیونکہ وصیت کو نافذ کرنے میں یہی تہائی محل ہے۔

حضرت امام اعظم ﷫ کی دلیل یہ ہے کہ وصی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مال تقسیم کرے اور اس کو الگ کرے۔ لیکن جب وہ اسی جانب سپرد کرنے والا ہو جس طرف موصی نے ذکر کیا ہے۔ کیونکہ موصی سے کوئی جھگڑنے والا نہیں ہے جو قبضہ کر لے۔ لہٰذا یہ اسی جانب سپرد کرنا نہ پایا گیا تو یہ اس طرح ہو گیا جس طرح وصیت کا مال جدا ہونے اور الگ کرنے سے پہلے ہلاک ہو گیا۔ لہٰذا بقیہ مال کی تہائی سے حج کروایا جائے گا۔ اور حضرت امام اعظم ﷫ کے دوسرے قول کی دلیل اور قیاس بھی اسی طرح ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس سفر کی مقدار موجود ہے وہ دنیا کے احکام کے حق میں باطل ہو گئی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو سوائے تین اعمال کے اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ اور وصی کو نافذ کرنا دنیا کے احکام میں ہے۔ لہٰذا وصیت کے وطن میں باقی رہ گئی کیونکہ خروج نہ پایا گیا۔

صاحبین کے قول کی دلیل اور استحسان یہ ہے کہ اس کا سفر باطل نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا۔ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حج کی راہ میں فوت ہو گیا تو اس کے لئے ہر سال مقبول حج لکھا جاتا ہے۔ اور جب اس کا سفر باطل نہ ہوا تو وصیت اس مقام سے اعتبار کی جائے گی۔ اور اصل اختلاف اس بندے کے بارے میں جو خود حج کرے اور اس کی بناء حج کے ساتھ مأمور ہونے والے پر ہوگی۔

جس نے حج میں والدین کی طرف سے تلبیہ کہا

قَالَ (وَمَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ عَنْ اَبَوَيْهِ يُجْزِيهِ اَنْ يَجْعَلَهُ عَنْ اَحَدِهِمَا) لِاَنَّ مَنْ حَجَّ عَنْ غَيْرِهِ بِغَيْرِ اِذْنِهِ فَاِنَّمَا يَجْعَلُ ثَوَابَ حَجِّهِ لَهُ، وَذَلِكَ بَعْدَ اَدَاءِ الْحَجِّ فَلَغَتْ نِيَّتُهُ قَبْلَ اَدَائِهِ، وَصَحَّ جَعْلُهُ ثَوَابَهُ لِاَحَدِهِمَا بَعْدَ الْاَدَاءِ، بِخِلَافِ الْمَاْمُورِ عَلَى مَا فَرَّقْنَا مِنْ قَبْلُ، وَاللَّهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ .

اور جس شخص نے اپنے والدین کی جانب سے حج کا تلبیہ کہا تو اس کے لئے والدین میں سے کسی ایک جانب سے حج کو کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اگر کسی بندے نے اپنے غیر کی طرف سے حج کیا تو اس کے لئے ثواب ہوگا خواہ اس کی اجازت کے بغیر ہو۔ اور یہ مسئلہ حج ادا کر لینے کے بعد ہے۔ لہٰذا حج ادا کرنے سے پہلے اس کی نیت فضول جائے گی۔ البتہ حج ادا کرنے کے بعد ان دونوں میں سے کسی ایک طرف سے حج کرنا صحیح ہے۔ بہ خلاف اس مأمور کے جس کا فرق ہم نے پہلے کر دیا ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے

باب الہدی

﴿یہ باب حج والے کے لئے قربانی کرنے کے بیان میں ہے﴾

باب الہدی کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف جب حج کے بیان سے فارغ ہوئے ہیں کیونکہ حج کے احکام کثیر ہیں۔تو اس کے بعد انہوں نے ہدی کا باب شروع کیا ہے۔اس باب میں ہدی اور اس اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔دیوان میں ہے کہ ہدی اسے کہتے ہیں جس کو حرم کی طرف چلایا جائے۔ خواہ وہ بکری ہو یا گائے ہو یا اونٹ ہو۔(البنایہ شرح الہدایہ،۵،ص ۴۱۲،حقانیہ ملتان)

ہدی کی تعریف اور اس کا مصداق

ہدی ہا کے زبر اور دال کے سکون کے ساتھ،ان چوپایوں کو کہتے ہیں جو حرم میں طلب ثواب کی خاطر ذبح کئے جاتے ہیں،وہ بکری دنبہ،بھیڑ ہوں خواہ گائے،بھینس بیل اور خواہ اونٹ ہوں،اور عمر وغیرہ کی جو شرائط قربانی کے جانوروں میں ہوتی ہیں وہی ہدی میں بھی ہوتی ہیں۔بکری اور اس کی مانند دوسرے جانور جیسے دنبہ اور بھیڑ کی قربانی یوں تو ہر موقع پر جائز ہے لیکن اگر کوئی شخص حالت جنابت یا حیض میں طواف الزیارۃ کرے یا کوئی شخص وقوف عرفات کے بعد سر منڈانے سے پہلے ہی جماع کرے تو اس صورت میں بطور کفارہ و جزاء قربانی کے لئے بکری کا ذبح کرنا کافی ہوگا بلکہ بدنہ یعنی اونٹ یا گائے کی قربانی کرنی ہوگی۔

ہدی کی دو قسمیں ہیں: (۱) واجب (۲) تطوع یعنی نفل، پھر ہدی واجب کی کئی قسمیں ہیں۔ہدی قران،ہدی تمتع،ہدی جنایات،ہدی نذر اور ہدی احصار۔

ہدی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بندہ بارگاہ حق جل مجدہ میں اس جانور کی قربانی کا ہدیہ بھیجتا ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرتا ہے اس مناسبت سے اس جانور کو ہدی کہتے ہیں۔

ہدی کے مدراج واقسام کا بیان

(اَلْهَـدْیُ اَدْنَـاهُ شَـاةٌ) لِمَا رُوِیَ (اَنَّهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ الْهَدْیِ فَقَالَ: اَدْنَاهُ شَاةٌ) قَـالَ (وَهُـوَ مِنْ ثَلَاثَةِ اَنْوَاعٍ: الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ) لِاَنَّهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَعَلَ الشَّاةَ اَدْنَـی فَلَا بُـدَّ اَنْ يَـكُـونَ لَـهُ اَعْـلَـی وَهُـوَ الْبَقَرُ وَالْجَزُورُ، وَلِاَنَّ الْهَدْیَ مَا يُهْدَی اِلَی الْحَرَمِ لِيُتَقَرَّبَ بِهِ فِيهِ، وَالْاَصْنَافُ الثَّلَاثَةُ سَوَاءٌ فِي هٰذَا الْمَعْنَی

قربانی کم ازکم بکری کی ہے۔اسی دلیل کی بنیاد پر جو روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ہدی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کم ازکم بکری ہے۔فرمایا اس کی تین اقسام ہیں۔(۱) اونٹ (۲) گائے (۳) بکری کیونکہ نبی کریم ﷺ نے کم ازکم بکری کو ضروری قرار دیا ہے۔پس اس کے لئے اعلیٰ ضروری ہے وہ گائے اور اونٹ ہیں۔کیونکہ ہدی وہ ہے جس کو حرم تک قرب کے لئے لایا جائے۔اور اس کے ساتھ حرم میں قرب حاصل کیا جائے۔اور اس مفہوم میں تینوں اقسام برابر ہیں۔

ہدی کے جانور وہی ہیں جو قربانی کے ہیں

(وَلَا يَجُوزُ فِي الْهَدَايَا إِلَّا مَا جَازَ فِي الضَّحَايَا) لِأَنَّهُ قُرْبَةٌ تَعَلَّقَتْ بِإِرَاقَةِ الدَّمِ كَالْأُضْحِيَةِ فَيَتَخَصَّصَانِ بِمَحَلٍّ وَاحِدٍ

(وَالشَّاةُ جَائِزَةٌ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي مَوْضِعَيْنِ: مَنْ طَافَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ جُنُبًا. وَمَنْ جَامَعَ بَعْدَ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ فِيهِمَا إِلَّا الْبَدَنَةُ) وَقَدْ بَيَّنَّا الْمَعْنَى فِيمَا سَبَقَ

اور وہی جانور ہدایا میں جائز ہیں جو ضحایا میں جائز ہیں۔کیونکہ ہدی بھی ثواب میں اضحیہ کی طرح ہے کیونکہ وہ بھی خون بہانے سے متعلق ہے۔لہٰذا دو تخصیصات ایک محل میں جمع ہوگئیں۔اور بکری دو جگہوں کے سوا ہر مقام پر جائز ہے۔(۱) جس نے جنابت کی حالت میں طواف زیارت کیا (۲) جس نے وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا۔کیونکہ ان دونوں مقامات کے لئے صرف بدنہ جائز ہے اور اس کی دلیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

نفلی، تمتع اور قران کی قربانی سے کھانے کا بیان

(وَيَجُوزُ الْأَكْلُ مِنْ هَدْيِ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ) لِأَنَّهُ دَمُ نُسُكٍ فَيَجُوزُ الْأَكْلُ مِنْهَا بِمَنْزِلَةِ الْأُضْحِيَةِ، وَقَدْ صَحَّ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ مِنْ لَحْمِ هَدْيِهِ وَحَسَا مِنْ الْمَرَقَةِ) وَيُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا لِمَا رَوَيْنَا، وَكَذَلِكَ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَتَصَدَّقَ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي عُرِفَ فِي الضَّحَايَا (وَلَا يَجُوزُ الْأَكْلُ مِنْ بَقِيَّةِ الْهَدَايَا) لِأَنَّهَا دِمَاءُ كَفَّارَاتٍ، وَقَدْ صَحَّ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أُحْصِرَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَبَعَثَ الْهَدَايَا عَلَى يَدَيْ نَاجِيَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ لَهُ: لَا تَأْكُلْ أَنْتَ وَرُفْقَتُكَ مِنْهَا شَيْئًا)

نفلی، تمتع اور قران کی ہدی کھانا اپنے لئے جائز ہے کیونکہ یہ نسک کی قربانی ہے۔لہٰذا اضحیہ کی طرح اس سے کھانا جائز ہے۔اور صحیح یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ہدی میں سے گوشت تناول فرمایا اور شوربے میں سے نوش فرمایا تھا۔حج کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ان قربانیوں میں خود کھائے اسی حدیث کے پیش نظر جو ہم نے روایت کی ہے۔اور اسی طرح مستحب یہ ہے قربانیوں والے طریقے پر صدقہ کرے۔جو معلوم ہو چکا ہے۔اور جو باقی ہدایا ہیں ان سے کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ کفارے کی

قربانیاں ہیں اور صحیح طور پر وہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حدیبیہ میں محصر ہوئے تو آپ ﷺ نے ہدایا کو ناجیہ اسلمی کو دیکر بھیجا اور ان سے فرمایا: کہ تم اس میں کچھ نہ کھانا اور تیرے ساتھی اس میں سے کچھ کھالیں۔

ہدی یوم نحر میں ذبح کیا جائے خواہ وہ نفلی، تمتع وقران کی ہو

(وَلَا يَجُوزُ ذَبْحُ هَدْيِ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ إِلَّا فِي يَوْمِ النَّحْرِ) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ (وَفِي الْأَصْلِ يَجُوزُ ذَبْحُ دَمِ التَّطَوُّعِ قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ، وَذَبْحُهُ يَوْمَ النَّحْرِ أَفْضَلُ وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ) لِأَنَّ الْقُرْبَةَ فِي التَّطَوُّعَاتِ بِاعْتِبَارِ أَنَّهَا هَدَايَا وَذَلِكَ يَتَحَقَّقُ بِتَبْلِيغِهَا إِلَى الْحَرَمِ، فَإِذَا وُجِدَ ذَلِكَ جَازَ ذَبْحُهَا فِي غَيْرِ يَوْمِ النَّحْرِ، وَفِي أَيَّامِ

النَّحْرِ أَفْضَلُ لِأَنَّ مَعْنَى الْقُرْبَةِ فِي إِرَاقَةِ الدَّمِ فِيهَا أَظْهَرُ، أَمَّا دَمُ الْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ) وَقَضَاءُ التَّفَثِ يَخْتَصُّ بِيَوْمِ النَّحْرِ، وَلِأَنَّهُ دَمُ نُسُكٍ فَيَخْتَصُّ بِيَوْمِ النَّحْرِ كَالْأُضْحِيَّةِ (وَيَجُوزُ ذَبْحُ بَقِيَّةِ الْهَدَايَا فِي أَيِّ وَقْتٍ شَاءَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ إِلَّا فِي يَوْمِ النَّحْرِ اعْتِبَارًا بِدَمِ الْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ، فَإِنَّ كُلَّ وَاحِدٍ دَمُ جَبْرٍ عِنْدَهُ.

وَلَنَا أَنَّ هَذِهِ دِمَاءُ كَفَّارَاتٍ فَلَا تَخْتَصُّ بِيَوْمِ النَّحْرِ لِأَنَّهَا لَمَّا وَجَبَتْ لِجَبْرِ النُّقْصَانِ كَانَ التَّعْجِيلُ بِهَا أَوْلَى لِارْتِفَاعِ النُّقْصَانِ بِهِ مِنْ غَيْرِ تَأْخِيرٍ، بِخِلَافِ دَمِ الْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ لِأَنَّهُ دَمُ نُسُكٍ.

نفلی ہدی، تمتع کی ہدی اور قران کی ہدی صرف ایام نحر میں دینا جائز ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ مبسوط میں ہے کہ نفلی ہدی یوم نحر سے پہلے دینا جائز ہے۔ جبکہ یوم نحر میں افضل ہے۔ اور صحیح روایت یہی ہے۔ کیونکہ نفل میں ثواب اس لحاظ سے ہے کہ وہ ہدی ہے اور ہدی کا ہونا اسے حرم میں پہنچانے سے حاصل ہوگا۔ پھر جب اس نے ہدی پائی تو اس یوم نحر کے سوا میں ذبح کرنا جائز ہے۔ ہاں ایام نحر میں فضیلت ہے۔ اس لئے خون بہانے میں قربت کا حکم ان ایام میں ظاہر ہے۔ اور تمتع کی ہدی اور قران کی ہدی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''اس قربانی سے تم کھاؤ اور پریشان حال فقیر کو بھی کھلاؤ پھر آلودگی دور کرو'' اور آلودگی دور کرنا جس طرح ناخن تراشنا ہے یہ یوم نحر کے ساتھ خاص ہیں۔ کیونکہ دم تمتع اور قران کا دم نسک کی قربانی ہے۔ لہٰذا وہ بھی یوم نحر کے ساتھ خاص ہوگی جس طرح عام قربانی یوم نحر کے ساتھ خاص ہے۔

بقیہ قربانیوں کا ذبح کرنا جس وقت وہ پسند کرے جائز ہے جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یوم نحر کے سوا جائز نہیں ہے۔ اس کو دم قران اور دم تمتع پر قیاس کیا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک ہر ایک دن نقصان کو پورا کرنے کے لئے واجب ہوا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ کفارات کے دم ہیں لہٰذا یوم نحر کے ساتھ خاص نہ ہوں گے لہٰذا جب ان دموں کو نقصان پورا کرنے کے لئے

واجب کیا گیا ہے تو ان میں جلدی افضل ہے۔ تا کہ تاخیر کیے بغیر ان سے نقصان کا حکم اٹھ جائے۔ بہ خلاف دم تمتع اور دم قران کے کیونکہ یہ نسک کی قربانی ہے۔

مساکین حرم پر صدقہ کرنے کے جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ ذَبْحُ الْهَدَايَا إِلَّا فِي الْحَرَمِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى فِي جَزَاءِ الصَّيْدِ (هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ) فَصَارَ اَصْلًا فِي كُلِّ دَمٍ هُوَ كَفَّارَةٌ، وَلِأَنَّ الْهَدْيَ اسْمٌ لِمَا يُهْدَى إِلَى مَكَانٍ وَمَكَانُهُ الْحَرَمُ. قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ، وَفِجَاجُ مَكَّةَ كُلُّهَا مَنْحَرٌ) (وَيَجُوزُ اَنْ يَتَصَدَّقَ بِهَا عَلَى مَسَاكِينِ الْحَرَمِ وَغَيْرِهِمْ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّ الصَّدَقَةَ قُرْبَةٌ مَعْقُولَةٌ، وَالصَّدَقَةُ عَلَى كُلِّ فَقِيرٍ قُرْبَةٌ.

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حرم کے سوا ذبح کرنا ہدایا کا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ شکار مارنے کی جزاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ہدی کعبہ پہنچنے والی ہو۔ لہٰذا ہر وہ قربانی جو کفارے کے طور پر یہ قول اس کے لئے اصل ہے اور ہدی وہ چیز ہے جو مکان کی طرف بھیجی۔ اور اس کی جگہ حرم ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منیٰ سارا قربانی کی جگہ ہے۔ اور مکہ کی راہیں ساری قربانی کی جگہیں ہیں۔ اور قربانی کے گوشت کو حرم وغیر حرم کے مساکین پر صدقہ کرنا جائز ہے۔ بہ خلاف حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کیونکہ صدقہ معقول ثواب ہے اور ہر فقیر پر صدقہ کرنا ثواب ہے۔

ہدایا کی شہرت میں عدم وجوب کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجِبُ التَّعْرِيفُ بِالْهَدَايَا) لِأَنَّ الْهَدْيَ يُنْبِئُ عَنِ النَّقْلِ إِلَى مَكَانٍ لِيَتَقَرَّبَ بِإِرَاقَةِ دَمِهِ فِيهِ لَا عَنِ التَّعْرِيفِ فَلَا يَجِبُ، فَإِنْ عَرَّفَ بِهَدْيِ الْمُتْعَةِ فَحَسَنٌ لِأَنَّهُ يَتَوَقَّتُ بِيَوْمِ النَّحْرِ فَعَسَى اَنْ لَا يَجِدَ مَنْ يُمْسِكُهُ فَيَحْتَاجُ إِلَى اَنْ يُعَرِّفَ بِهِ، وَلِأَنَّهُ دَمُ نُسُكٍ فَيَكُونُ مَبْنَاهُ عَلَى التَّشْهِيرِ بِخِلَافِ دِمَاءِ الْكَفَّارَاتِ لِأَنَّهُ يَجُوزُ ذَبْحُهَا قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا وَسَبَبُهَا الْجِنَايَةُ فَيَلِيقُ بِهَا السَّتْرُ.

فرمایا: ہدایا کی شہرت واجب نہیں ہے کیونکہ کسی جگہ کی طرف منتقل کرنا ہی صرف ہدی کی خبر دینے والا عمل ہے۔ تا کہ اس سے خون بہا دالی قربت حاصل کی جائے۔ جبکہ تعریف سے نہیں ہے لہٰذا تعریف واجب نہ ہوئی۔ اور اگر اس نے تمتع کی ہدی کا تعریف کی تو اچھی بات ہے کیونکہ تمتع کی ہدی کو ذبح کرنے کا حکم نحر کے دن کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اسے کوئی اس طرح شخص مل جائے تو اس کو روک دے۔ تو پھر وہ عرفات کی طرف لے جانے کا محتاج ہوگا۔ اس دلیل کی وجہ سے کہ تمتع کی ہدی نسک کی ہدی ہے۔ لہٰذا اس کی تشہیر ضروری ہے۔ جبکہ کفارات کی قربانیوں میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کو یوم نحر سے پہلے ذبح کرنا جائز ہے۔ اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور اس کا سبب جنایت ہے جس میں خفا ہی مناسب ہے۔

بدنہ میں نحر جبکہ بقر و غنم میں ذبح کے افضل ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْاَفْضَلُ فِي الْبُدْنِ النَّحْرُ وَفِي الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ الذَّبْحُ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) قِيلَ فِي تَأْوِيلِهِ الْجَزُورُ، وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (اَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ) وَالذِّبْحُ مَا اُعِدَّ لِلذَّبْحِ، وَقَدْ صَحَّ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ الْاِبِلَ وَذَبَحَ الْبَقَرَ وَالْغَنَمَ)، ثُمَّ اِنْ شَاءَ نَحَرَ الْاِبِلَ فِي الْهَدَايَا قِيَامًا وَاَضْجَعَهَا، وَاَيَّ ذٰلِكَ فَعَلَ فَهُوَ حَسَنٌ، وَالْاَفْضَلُ اَنْ يَنْحَرَهَا قِيَامًا لِمَا رُوِيَ (اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ الْهَدَايَا قِيَامًا)، وَاَصْحَابُهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ كَانُوا يَنْحَرُونَهَا قِيَامًا مَعْقُولَةَ الْيَدِ الْيُسْرٰى، وَلَا يَذْبَحُ الْبَقَرَ وَالْغَنَمَ قِيَامًا لِاَنَّ فِي حَالَةِ الْاِضْطِجَاعِ الْمَذْبَحَ اَبْيَنُ فَيَكُونُ الذَّبْحُ اَيْسَرَ وَالذَّبْحُ هُوَ السُّنَّةُ فِيهِمَا۔

فرمایا: اونٹ میں نحر افضل جبکہ گائے بکری میں ذبح افضل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے رب کی نماز پڑھو اور نحر (قربانی) کرو۔ اس کی تاویل میں کہا ہے کہ جزور سے مراد اونٹ ہے اور اللہ کا ارشاد "تم گائے کو ذبح کرو" اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "ہم نے اس کو ذبح عظیم کے ساتھ فدیہ دیا" اور ذبح کا حکم اس جانور کے لئے ہے جو ذبح کے لئے میسر ہو۔ اور صحیح یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اونٹ کا نحر کیا اور گائے بکری کو ذبح کیا۔ اس کے بعد اگر وہ چاہے تو اونٹ کو قربانیوں میں کھڑا کر کے یا بٹھا کر نحر کرے یا جو طریقہ اختیار کرے ان میں سے وہی اچھا ہے۔ جبکہ فضیلت اس میں ہے کہ اس کو کھڑا کر کے نحر کرے۔ کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانیوں کو کھڑا کر کے نحر کیا اور نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اونٹوں کو کھڑا کر کے اس طرح نحر کرتے کہ ان کا ایک ہاتھ باندھ دیتے تھے۔ جبکہ گائے بکری کو کھڑا کر کے ذبح نہ کرے کیونکہ اس کو لٹا کر ذبح کرنے کا حکم بڑا واضح ہے۔ اور ذبح کرنا آسان بھی ہے اور دونوں میں ذبح ہی سنت ہے۔

اگر وہ خود ذبح کرنا جانتا ہے تو قربانی کو خود ذبح کرنا افضل ہے

قَالَ (وَالْاَوْلٰى اَنْ يَتَوَلّٰى ذَبْحَهَا بِنَفْسِهِ اِذَا كَانَ يُحْسِنُ ذٰلِكَ) لِمَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاقَ مِائَةَ بَدَنَةٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَنَحَرَ نَيِّفًا وَسِتِّينَ بِنَفْسِهِ، وَوَلَّى الْبَاقِيَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ)، وَلِاَنَّهُ قُرْبَةٌ وَالتَّوَلِّي فِي الْقُرُبَاتِ اَوْلٰى لِمَا فِيهِ مِنْ زِيَادَةِ الْخُشُوعِ، اِلَّا اَنَّ الْاِنْسَانَ قَدْ لَا يَهْتَدِي لِذٰلِكَ وَلَا يُحْسِنُهُ فَجَوَّزْنَا تَوْلِيَتَهُ غَيْرَهُ۔

افضل یہ ہے کہ خود ذبح کرے جبکہ وہ اچھی طرح کر سکتا ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک سو بدنہ لائے اور ساٹھ سے زائد کا نحر آپ ﷺ نے خود کیا اور بقیہ کی ذمہ داری حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سپرد کی کیونکہ نحر کرنا ایک ثواب ہے اور اطاعت میں خود عمل کرنا افضل ہے۔ کیونکہ اس میں عجز زیادہ ہے۔ البتہ جب اس کو رہنمائی حاصل نہ ہو جس کی

وجہ سے وہ اچھی طرح نہ کرسکتا ہو۔ لہٰذا ہم نے دوسرے کو اس کام میں نائب بنانا جائز قرار دیا ہے۔

قربانی والے جانور کی رسیوں وغیرہ کو صدقہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَتَصَدَّقُ بِجَلَالِهَا وَخِطَامِهَا وَلَا يُعْطِي أُجْرَةَ الْجَزَّارِ مِنْهَا) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَصَدَّقْ بِجَلَالِهَا وَبِخُطُمِهَا وَلَا تُعْطِ اَجْرَ الْجَزَّارِ مِنْهَا)

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ قربانی کی کھالوں اور رسیوں کو صدقہ کرے اسے قصاب کو اجرت کے طور پر نہ دے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ ان کی کھالیں اور رسیوں کو صدقہ کر اور اس سے قصاب کو اجرت نہ دینا۔

قربانی والے بدنہ پر سواری کی ممانعت کا بیان

(وَمَنْ سَاقَ بَدَنَةً فَاضْطُرَّ اِلَى رُكُوبِهَا رَكِبَهَا، وَاِنْ اسْتَغْنَى عَنْ ذٰلِكَ لَمْ يَرْكَبْهَا) لِاَنَّهُ جَعَلَهَا خَالِصَةً لِلّٰهِ تَعَالٰى، فَمَا يَنْبَغِي اَنْ يَصْرِفَ شَيْئًا مِنْ عَيْنِهَا اَوْ مَنَافِعِهَا اِلَى نَفْسِهِ اِلَى اَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ، اِلَّا اَنْ يَحْتَاجَ اِلَى رُكُوبِهَا لِمَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ) وَتَاْوِيلُهُ اَنَّهُ كَانَ عَاجِزًا مُحْتَاجًا وَلَوْ رَكِبَهَا فَانْتَقَصَ بِرُكُوبِهِ فَعَلَيْهِ ضَمَانُ مَا نَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ

اور جو شخص قربانی لے کر چلا پھر اس پر سواری کرنے کے لئے مجبور ہوا تو وہ سواری کرلے۔ اور اگر اس کو اس پر سواری کرنے کی ضرورت نہ ہو تو سواری نہ کرے۔ تا کہ اس کو اللہ کے لئے خاص کرلے۔ لہٰذا اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اس کی طرف کسی چیز کو اپنے تصرف میں لائے یا نفع حاصل کرے۔ حتیٰ کہ اس کو اپنی جگہ پر پہنچا دے۔ لیکن جس وقت وہ سواری پر مجبور ہو۔ کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو قربانی کو ہانک رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا برا ہو تو اس پر سوار ہو جا۔ اور اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ وہ بندہ محتاج و عاجز تھا۔ اور اگر وہ شخص اس سواری پر سوار ہو گیا اور اس کی سواری کی وجہ سے اس میں کوئی نقص پیدا ہو گیا تو وہ اس آنے والا نقص کا ضامن ہوگا۔

جب کسی ہدی پر سواری کرنے کی وجہ سے نقص لازم آئے تو حکم

(وَاِنْ كَانَ لَهَا لَبَنٌ لَمْ يَحْلُبْهَا) لِاَنَّ اللَّبَنَ مُتَوَلِّدٌ مِنْهَا فَلَا يَصْرِفُهُ اِلَى حَاجَةِ نَفْسِهِ (وَيَنْضِحُ ضَرْعَهَا بِالْمَاءِ الْبَارِدِ حَتّٰى يَنْقَطِعَ اللَّبَنُ) وَلٰكِنْ هٰذَا اِذَا كَانَ قَرِيبًا مِنْ وَقْتِ الذَّبْحِ فَاِنْ كَانَ بَعِيدًا مِنْهُ يَحْلُبُهَا وَيَتَصَدَّقُ بِلَبَنِهَا كَيْ لَا يَضُرَّ ذٰلِكَ بِهَا، وَاِنْ صَرَفَهُ اِلَى حَاجَةِ نَفْسِهِ تَصَدَّقَ بِمِثْلِهِ اَوْ بِقِيمَتِهِ لِاَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ

اور اگر اس کے تھنوں میں دودھ ہو تو اس کو نہ نکالے کیونکہ دودھ اسی جانور سے پیدا ہوا ہے لہٰذا وہ اس کو اپنے ذاتی تصرف میں نہ لائے اور اس کے تھنوں پر ٹھنڈا پانی پھینکتا رہے تاکہ دودھ آنا بند ہو جائے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب وقت ذبح قریب آجائے اور اگر وقت ذبح دور ہے تو اس کا دودھ نکالے اور اس کو مسکینوں پر صدقہ کرے۔ تاکہ تھنوں والا دودھ اس کو نقصان نہ دے۔ اور اگر اس نے دودھ اپنی حاجت میں صرف کیا تو اس کی مثل یا اس کی قیمت کی مثل صدقہ کرے کیونکہ اس پر ضمانت لازم ہے۔

جب نفلی قربانی ہلاک ہوگئی تو بدل کے عدم وجوب کا بیان

(وَمَنْ سَاقَ هَدْيًا فَعَطِبَ، فَإِنْ كَانَ تَطَوُّعًا فَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ) لِاَنَّ الْقُرْبَةَ تَعَلَّقَتْ بِهٰذَا الْمَحَلِّ وَقَدْ فَاتَ (وَاِنْ كَانَ عَنْ وَاجِبٍ فَعَلَيْهِ اَنْ يُقِيمَ غَيْرَهُ مَقَامَهُ) لِاَنَّ الْوَاجِبَ بَاقٍ فِي ذِمَّتِهِ (وَاِنْ اَصَابَهُ عَيْبٌ كَبِيرٌ يُقِيمُ غَيْرَهُ مَقَامَهُ) لِاَنَّ الْمَعِيبَ بِمِثْلِهِ لَا يَتَأَدّٰى بِهِ الْوَاجِبُ فَلَا بُدَّ مِنْ غَيْرِهِ (وَصَنَعَ بِالْمَعِيبِ مَا شَاءَ) لِاَنَّهُ الْتَحَقَ بِسَائِرِ اَمْلَاكِهِ

اور جو شخص قربانی لے کر یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگئی تو اگر وہ نفلی تھی تو اس پر دوسری واجب نہیں ہے۔ کیونکہ قربت اسی جگہ کے ساتھ متعلق ہے اور وہ محل فوت ہو گیا۔ اور اگر وہ ہدی واجب تھی تو اس پر دوسری واجب ہے۔ اور وہ دوسری کو اس کی جگہ قائم مقام کرے۔ اسلئے کہ واجب اس کے ذمہ پر باقی ہے۔ اور اگر اس نے بڑا عیب آیا تب بھی وہ اس کے مقام پر دوسری قائم کرے۔ کیونکہ جب کوئی جانور کسی بڑے عیب کی وجہ سے عیب والا بن گیا تو اس کے ساتھ بطور ضرورت دوسرا جانور واجب ہو گا۔ اور وہ عیب والے کے ساتھ جو چاہے سلوک کرے۔ کیونکہ یہ اس کی بقیہ املاک میں شامل ہو جائے گا۔ (لہٰذا حکم میں بھی ان کی طرح ہوگا)۔

جب کسی کا نفلی بدنہ راستے میں ہلاک ہوا

(وَاِذَا عَطِبَتِ الْبَدَنَةُ فِي الطَّرِيقِ، فَاِنْ كَانَ تَطَوُّعًا نَحَرَهَا وَصَبَغَ نَعْلَهَا بِدَمِهَا وَضَرَبَ بِهَا صَفْحَةَ سَنَامِهَا وَلَا يَأْكُلُ هُوَ وَلَا غَيْرُهُ مِنَ الْاَغْنِيَاءِ) مِنْهَا بِذٰلِكَ اَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاجِيَةَ الْاَسْلَمِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْمُرَادُ بِالنَّعْلِ قِلَادَتُهَا، وَفَائِدَةُ ذٰلِكَ اَنْ يَعْلَمَ النَّاسُ اَنَّهُ هَدْيٌ فَيَأْكُلَ مِنْهُ الْفُقَرَاءُ دُوْنَ الْاَغْنِيَاءِ .

وَهٰذَا لِاَنَّ الْاِذْنَ بِتَنَاوُلِهِ مُعَلَّقٌ بِشَرْطِ بُلُوْغِهِ مَحِلَّهُ، فَيَنْبَغِي اَنْ لَا يَحِلَّ قَبْلَ ذٰلِكَ اَصْلًا، اِلَّا اَنَّ التَّصَدُّقَ عَلَى الْفُقَرَاءِ اَفْضَلُ مِنْ اَنْ يَتْرُكَهُ جَزَرًا لِلسِّبَاعِ، وَفِيهِ نَوْعُ تَقَرُّبٍ وَالتَّقَرُّبُ هُوَ الْمَقْصُودُ (فَاِنْ كَانَتْ وَاجِبَةً اَقَامَ غَيْرَهَا مَقَامَهَا وَصَنَعَ بِهَا مَا شَاءَ) لِاَنَّهُ لَمْ يَبْقَ صَالِحًا لِمَا

عَيْنَهُ وَهُوَ مِلْكُهُ كَسَائِرِ اَمْلَاكِهِ

اگر راستے میں بدنہ ہلاک ہو گیا اور نفلی تھا تو اس کو نحر کرے اور اس کے نعل خون سے رنگ دے اور اس کے کوہان پر خون چھاپ دے اور اس کو نہ خود کھائے اور نہ دوسرے امراء کو کھلائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ناجیہ اسلمی کو اسی طرح حکم دیا تھا۔ اور نعل سے مراد اس کا قلادہ ہے۔ اور اس کا فائدہ اس طرح ہے کہ لوگ سمجھ جائیں کہ یہ ہدی ہے۔ لہٰذا اس میں سے فقراء کھائیں امراء نہ کھائیں۔ کیونکہ اس کے کھانے کی اجازت مشروط اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ اپنے محل کو پہنچ جائے۔ پس مناسب یہ ہے کہ اس سے پہلے حلال ہی نہ ہو لیکن فقراء پر صدقہ کرنا افضل ہے۔ بہ جائے اس کے اس کو درندوں کی غذا کے طور پر چھوڑ دے۔ جبکہ فقراء پر صدقہ کرنے میں ایک طرح قرب حاصل ہوگا۔ اور مقصود ہی قرب ہے۔ اور اگر وہ بدنہ واجب تھا تو اس کے قائم مقام دوسرا بدنہ لائے اور ذبح شدہ بدنہ کے ساتھ جو چاہے سلوک کرے۔ کیونکہ یہ اصل قربانی کے لائق نہیں رہا ہے جس کے لئے اس کو نامزد کیا گیا تھا۔ لہٰذا یہ اس کے لئے اسی ملکیت ہوگی جس طرح دوسری اشیاء ملکیت ہوتی ہیں۔

قربانی والے جانور کے گلے میں قلادہ ڈالنے کا بیان

(وَيُقَلِّدُ هَدْيَ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ) لِاَنَّهُ دَمُ نُسُكٍ، وَفِي التَّقْلِيدِ اِظْهَارُهُ وَتَشْهِيرُهُ فَيَلِيقُ بِهِ (وَلَا يُقَلِّدُ دَمَ الْإِحْصَارِ وَلَا دَمَ الْجِنَايَاتِ) لِاَنَّ سَبَبَهَا الْجِنَايَةُ وَالسَّتْرُ اَلْيَقُ بِهَا، وَدَمُ الْإِحْصَارِ جَابِرٌ فَيَلْحَقُ بِجِنْسِهَا .ثُمَّ ذَكَرَ الْهَدْيَ وَمُرَادُهُ الْبَدَنَةُ لِاَنَّهُ لَا يُقَلِّدُ الشَّاةَ عَادَةً .وَلَا يُسَنُّ تَقْلِيدُهَا عِنْدَنَا لِعَدَمِ فَائِدَةِ التَّقْلِيدِ عَلَى مَا تَقَدَّمَ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور حج کرنے والا نفلی ہدی، ہدی تمتع اور ہدی قران کی تقلید کرے۔ کیونکہ یہ نسک کا دم ہے اور اس کے دم نسک کا اظہار تقلید کرنے سے ہوگا۔ اور اسی سے شہرت ہوگی تو اس کے لئے تقلید ہوگی۔ دم احصار اور دم جنایات میں تقلید نہ کرے۔ کیونکہ اس کا سبب جنایت ہے۔ اور اس کے لئے خفا بہتر ہے۔ اور دم احصار والا اگر نقصان کو پورا کرنے والا ہے تو اس کی بھی اس جنس سے لاحق کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد امام قدوری علیہ الرحمہ کے ذکر کردہ لفظ ہدی سے مراد بدنہ ہے۔ کیونکہ عام طور پر بکری کی تقلید نہیں کی جاتی اور بکری کی تقلید ہمارے احناف کے نزدیک مسنون نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی تقلید کوئی نفع نہیں ہے جس سے پہلے گزر چکا ہے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

39

﴿منثورہ مسائل کے بیان میں یہ ضمیمہ ہے﴾

مسائل منثورہ کی ابواب فقہ سے عدم موافقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ مسائل منثورہ ہیں یا شتیٰ ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثور، متفرقہ یا شتیٰ کہا جاتا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۳۲۸، حقانیہ ملتان)

اہل عرفہ کے ایک دن وقوف عرفات کا بیان

(اَهْلُ عَرَفَةَ اِذَا وَقَفُوا فِي يَوْمٍ وَشَهِدَ قَوْمٌ اَنَّهُمْ وَقَفُوا يَوْمَ النَّحْرِ اَجْزَاَهُمْ) وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا يَجْزِيَهُمْ اعْتِبَارًا بِمَا اِذَا وَقَفُوا يَوْمَ التَّرْوِيَةِ، وَهٰذَا لِاَنَّهُ عِبَادَةٌ تَخْتَصُّ بِزَمَانٍ وَمَكَانٍ فَلَا يَقَعُ عِبَادَةٌ دُوْنَهُمَا .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّ هٰذِهِ شَهَادَةٌ قَامَتْ عَلَى النَّفْيِ وَعَلٰى اَمْرٍ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ لِاَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا نَفْيُ حَجِّهِمْ، وَالْحَجُّ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ فَلَا تُقْبَلُ، وَلِاَنَّ فِيهِ بَلْوٰى عَامًّا لِتَعَذُّرِ الِاحْتِرَازِ عَنْهُ وَالتَّدَارُكُ غَيْرُ مُمْكِنٍ، وَفِي الْاَمْرِ بِالْاِعَادَةِ حَرَجٌ بَيِّنٌ فَوَجَبَ اَنْ يَكْتَفِيَ بِهِ عِنْدَ الِاشْتِبَاهِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا وَقَفُوا يَوْمَ التَّرْوِيَةِ لِاَنَّ التَّدَارُكَ مُمْكِنٌ فِي الْجُمْلَةِ بِاَنْ يَزُولَ الِاشْتِبَاهُ يَوْمَ عَرَفَةَ، وَلِاَنَّ جَوَازَ الْمُؤَخَّرِ لَهُ نَظِيرٌ وَلَا كَذٰلِكَ جَوَازُ الْمُقَدَّمِ .قَالُوا: يَنْبَغِي لِلْحَاكِمِ اَنْ لَا يَسْمَعَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ وَيَقُولَ قَدْ تَمَّ حَجُّ النَّاسِ فَانْصَرِفُوا لِاَنَّهُ لَيْسَ فِيهَا اِلَّا اِيقَاعُ الْفِتْنَةِ .

وَكَذَا اِذَا شَهِدُوا عَشِيَّةَ عَرَفَةَ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ، وَلَا يُمْكِنُهُ الْوُقُوفُ فِي بَقِيَّةِ اللَّيْلِ مَعَ النَّاسِ اَوْ اَكْثَرِهِمْ لَمْ يَعْمَلْ بِتِلْكَ الشَّهَادَةِ .

جب اہل عرفہ نے ایک دن عرفات میں وقوف کیا اور ایک قوم نے ان کی گواہی دی کہ ان لوگوں نے دسویں کا وقوف کرلیا ہے تو ان کا یہ وقوف کفایت کرنے والا ہوگا۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے لئے یہ کافی نہ ہو ان لوگوں پر قیاس کرتے ہوئے جنہوں نے آٹھویں کو وقوف کیا ہو۔ کیونکہ یہ ایک عبادت ہے جو زمان و مکان کے ساتھ خاص کی گئی ہے۔ لہٰذا زمان و مکان کے بغیر وقوف عبادت واقع نہ ہوگا۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ ان کی گواہی نفی پر قائم ہے اور ایسے حکم پر قائم ہے جو حکم کے تحت

داخل ہی نہیں ہے کیونکہ اس گواہی کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کا حج نہ ہو۔اور حج حکم کے تحت میں داخل نہیں ہے لہٰذا اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔کیونکہ اس میں عام طور پر مصروفیت ہے۔جس سے بچنا مشکل ہے اور اس کا حل ممکن نہیں ہے۔جبکہ حج لوٹانے کا حکم کریں تو عام حرج ہے۔لہٰذا اشتباہ کے وقت ضروری ہوا کہ جو وقوف ہے وہی کفایت کرنے والا ہو۔یہ خلاف اس صورت کے جب آٹھ ذوالحجہ کو وقوف کیا کیونکہ اس کا ازالہ ممکن ہے۔کیونکہ اس صورت میں عرفہ کے دن کا اشتباہ ختم ہونے والا ہے۔اس دلیل کی وجہ سے تاخیر کی مثال موجود ہے جو جواز کی خاطر ہے۔جبکہ جواز مقدم اس طرح نہیں ہے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ حاکم کے لئے حکم ہے کہ وہ اس گواہی کو نہ سنے اور لوگوں سے کہہ دے کہ ان کا حج ہو گیا اور اب تم واپس چلے جاؤ۔کیونکہ اس کی گواہی میں فتنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔اور اسی طرح ہے جب گواہوں نے عرفہ کے آخر وقت میں چاند دیکھنے کی گواہی دی اور امام کے لئے بقیہ رات میں تمام لوگوں یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف کرنا ممکن نہ ہو تو امام اس کی گواہی پر عمل نہ کرے۔

جمرہ اولیٰ کی رمی چھوڑنے والے نے جب دوسرے دن رمی کی

قَالَ (وَمَنْ رَمَى فِي الْيَوْمِ الثَّانِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطَى وَالثَّالِثَةَ وَلَمْ يَرْمِ الْأُولَى، فَإِنْ رَمَى الْأُولَى ثُمَّ الْبَاقِيَتَيْنِ فَحَسَنٌ) لِأَنَّهُ رَاعَى التَّرْتِيبَ الْمَسْنُونَ (وَلَوْ رَمَى الْأُولَى وَحْدَهَا أَجْزَأَهُ) لِأَنَّهُ تَدَارَكَ الْمَتْرُوكَ فِي وَقْتِهِ، وَإِنَّمَا تَرَكَ التَّرْتِيبَ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يُجْزِيهِ مَا لَمْ يُعِدْ الْكُلَّ لِأَنَّهُ شَرَعَ مُرَتَّبًا فَصَارَ كَمَا إِذَا سَعَى قَبْلَ الطَّوَافِ أَوْ بَدَأَ بِالْمَرْوَةِ قَبْلَ الصَّفَا .

وَلَنَا أَنَّ كُلَّ جَمْرَةٍ قُرْبَةٌ مَقْصُودَةٌ بِنَفْسِهَا فَلَا يَتَعَلَّقُ الْجَوَازُ بِتَقْدِيمِ الْبَعْضِ عَلَى الْبَعْضِ، بِخِلَافِ السَّعْيِ لِأَنَّهُ تَابِعٌ لِلطَّوَافِ لِأَنَّهُ دُونَهُ، وَالْمَرْوَةُ عُرِفَتْ مُنْتَهَى السَّعْيِ بِالنَّصِّ فَلَا تَتَعَلَّقُ بِهَا الْبُدَاءَةُ .

حضرت امام محمد ﷫ نے فرمایا: جو بندہ جمرہ وسطیٰ اور ثالثہ کی دوسرے دن رمی کرے۔جبکہ اس نے جمرہ اولیٰ کی رمی نہیں کی۔لہٰذا اگر وہ پہلے جمرہ کی رمی کر کے پھر بقیہ دونوں کی رمی کرے تو بہتر ہے۔کیونکہ ترک شدہ کا ازالہ اس کے وقت میں کر لیا ہے اور اس سے صرف ترتیب ترک ہوئی ہے۔

حضرت امام شافعی ﷫ نے کہا کہ اس کے لئے کافی نہ ہوگا۔جب تک وہ تمام جمروں کا اعادہ نہیں کرتا کیونکہ رمی ترتیب کے شریعت میں بیان ہوئی ہے۔اور یہ تو اس طرح ہو گیا ہے جس طرح کسی شخص نے طواف سے پہلے سعی کر لی ہو۔یا اس نے صفا سے پہلے مروہ سے ابتداء کی ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ہر جمرے کی رمی ایک قربت مقصودہ ہے لہٰذا اسکا جواز بعض کو بعض پر مقدم کرنے سے تعلق رکھنے والا نہ ہو

گا۔ بہ خلاف سعی کے کیونکہ وہ طواف کے تابع ہے اور سعی طواف سے کم مرتبے میں ہے۔ اور مروہ پر سعی کی انتہاء کا ہونا نص سے ثابت ہے۔ اس لئے مروہ سے ابتداء کرنا متعلق (سعی) نہ ہوگا۔

جس نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی ہوتو وہ پیدل طواف زیارت کرے

قَالَ (وَمَنْ جَعَلَ عَلَى نَفْسِهِ اَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا فَاِنَّهُ لَا يَرْكَبُ حَتّٰى يَطُوفَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ) وَفِي الْاَصْلِ خَيَّرَهُ بَيْنَ الرُّكُوبِ وَالْمَشْيِ، وَهٰذَا اِشَارَةٌ اِلَى الْوُجُوبِ، وَهُوَ الْاَصْلُ لِاَنَّهُ الْتَزَمَ الْقُرْبَةَ بِصِفَةِ الْكَمَالِ فَتَلْزَمُهُ بِتِلْكَ الصِّفَةِ، كَمَا اِذَا نَذَرَ بِالصَّوْمِ مُتَتَابِعًا وَاَفْعَالُ الْحَجِّ تَنْتَهِي بِطَوَافِ الزِّيَارَةِ فَيَمْشِي اِلَى اَنْ يَطُوفَهُ .

ثُمَّ قِيلَ: يَبْتَدِءُ الْمَشْيَ مِنْ حِينِ يُحْرِمُ، وَقِيلَ مِنْ بَيْتِهِ لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّهُ هُوَ الْمُرَادُ، وَلَوْ رَكِبَ اَرَاقَ دَمًا لِاَنَّهُ اَدْخَلَ نَقْصًا فِيهِ، قَالُوا اِنَّمَا يَرْكَبُ اِذَا بَعُدَتِ الْمَسَافَةُ وَشَقَّ عَلَيْهِ الْمَشْيُ، وَاِذَا قَرُبَتْ وَالرَّجُلُ مِمَّنْ يَعْتَادُ الْمَشْيَ وَلَا يَشُقُّ عَلَيْهِ يَنْبَغِي اَنْ لَا يَرْكَبَ

فرمایا: اور جس نے اپنے اوپر پیدل حج کرنا لازم کرلیا تو وہ طواف زیارت پورا کرنے تک سوار نہ ہو۔ جبکہ مبسوط میں ہے کہ اس کو پیدل چلنے اور سوار ہونے میں اختیار ہے اور وجوب کی طرف یہی اشارہ ہے اور یہی اصل ہے۔ کیونکہ صفت کمال کے ساتھ اس نے قربت کا لزوم کیا ہے۔ لہٰذا وہ اسی صفت کے ساتھ لازم ہوگی۔ جس طرح کسی شخص نے مسلسل روزے رکھنے کی نیت کرلی ہو۔ جبکہ حج کے افعال طواف زیارت پر اپنی انتہاء کو پہنچ جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ پیدل چلے حتی کہ طواف زیارت کرلے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیدل چلنے کی ابتداء احرام سے کرے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیدل چلنے کی ابتداء گھر سے کرے۔ اس لئے ظاہر اسی طرح ہے۔ کیونکہ اس کی مراد اسی طرح تھی۔ اگر وہ سوار ہوا تو دم دے گا۔ کیونکہ نذر میں دخول نقصان ہوا ہے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ مسافت دور ہونے کی صورت میں سوار ہو جائے گا کیونکہ پیدل چلنا مشکل ہے اور اگر مسافت قریب ہے اور وہ شخص پیدل چلنے والوں میں سے ہو اور پیدل چلنا مشکل بھی نہ ہو تو پھر سوار نہیں ہونا چاہیے۔

جس نے محرمہ باندی بیچی اس کے اذن کا حکم

(وَمَنْ بَاعَ جَارِيَةً مُحْرِمَةً قَدْ اَذِنَ لَهَا مَوْلَاهَا فِي ذٰلِكَ فَلِلْمُشْتَرِي اَنْ يُحَلِّلَهَا وَيُجَامِعَهَا) وَقَالَ زُفَرُ: لَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ لِاَنَّ هٰذَا عَقْدٌ سَبَقَ مِلْكَهُ فَلَا يَتَمَكَّنُ مِنْ فَسْخِهِ كَمَا اِذَا اشْتَرٰى جَارِيَةً مَنْكُوحَةً .

وَلَنَا اَنَّ الْمُشْتَرِيَ قَائِمٌ مَقَامَ الْبَائِعِ وَقَدْ كَانَ لِلْبَائِعِ اَنْ يُحَلِّلَهَا، فَكَذَا الْمُشْتَرِي اِلَّا اَنَّهُ يُكْرَهُ ذٰلِكَ لِلْبَائِعِ لِمَا فِيهِ مِنْ خُلْفِ الْوَعْدِ، وَهٰذَا الْمَعْنٰى لَمْ يُوجَدْ فِي حَقِّ الْمُشْتَرِي، بِخِلَافِ

النِّكَاحِ لِأَنَّهُ مَا كَانَ لِلْبَائِعِ اَنْ يَفْسَخَهُ اِذَا بَاشَرَتْ بِاِذْنِهِ فَكَذَا لَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ لِلْمُشْتَرِى، وَاِذَا كَانَ لَهُ اَنْ يُحَلِّلَهَا لَا يَتَمَكَّنُ مِنْ رَدِّهَا بِالْعَيْبِ عِنْدَنَا، وَعِنْدَ زُفَرَ يَتَمَكَّنُ لِأَنَّهُ مَمْنُوْعٌ عَنْ غَشَيَانِهَا، (وَ) ذُكِرَ (فِى بَعْضِ النُّسَخِ اَوْ يُجَامِعُهَا) وَالْاَوَّلُ يَدُلُّ عَلَى اَنَّهُ يُحَلِّلُهَا بِغَيْرِ الْجِمَاعِ بِقَصِّ شَعْرٍ اَوْ بِقَلْمِ ظُفْرٍ ثُمَّ يُجَامِعُ، وَالثَّانِى يَدُلُّ عَلَى اَنَّهُ يُحَلِّلُهَا بِالْمُجَامَعَةِ لِأَنَّهُ لَا يَخْلُو عَنْ تَقْدِيمِ مَسٍّ يَقَعُ بِهِ التَّحَلُّلُ، وَالْاَوْلَى اَنْ يُحَلِّلَهَا بِغَيْرِ الْمُجَامَعَةِ تَعْظِيمًا لِأَمْرِ الْحَجِّ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

اور جس نے اپنی احرام والی باندی کو بیچ دیا جبکہ اس کو احرام کی اجازت اس کے مالک نے دی تھی۔تو خریدنے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اسے حلال کرے اور اس سے جماع کرے۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ خریدار کو اس قسم کا کوئی اختیار نہیں ہے۔کیونکہ احرام ایک ایسا عقد ہے جو خریدنے والے کی ملکیت سے پہلے ہو چکا ہے۔لہٰذا خریدنے والا اس کو توڑنے کا حق نہیں رکھتا۔جس طرح اس نے کوئی نکاح والی باندی خریدی ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ خریدار بیچنے والا کے قائم مقام ہے۔اور اسے یہ اختیار تھا کہ وہ احرام والی باندی حلال کرے۔لہٰذا یہ اختیار خریدار کے لئے بھی ثابت ہوگا۔ہاں البتہ بیچنے والا کے لئے اس طرح کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس نے پہلے کیا جانے والے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔اور خریدار کے حق میں یہ حکم بھی نہیں پایا جاتا۔بہ خلاف نکاح کے کیونکہ اس صورت میں تو بیچنے والے کو خود بھی اختیار نہیں ہے۔کہ وہ نکاح فسخ قرار دے۔حالانکہ نکاح ہوا ہی اسی کی اجازت سے تھا۔لہٰذا اسی طرح کا اختیار خریدار کے لئے ثابت نہ ہوگا۔پس خریدار کے لئے محرمہ باندی کو حلال کرنا جائز ہوا۔ہمارے نزدیک کسی عیب کی وجہ سے باندی کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خریدار عیب کی وجہ سے باندی کو واپس کر سکتا ہے۔کیونکہ اس کے لئے اس سے جماع کرنا منع ہے۔اور بعض نسخوں میں ''اَوْ يُجَامِعُهَا'' ہے واپس کرنے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ بغیر جماع کے بال کاٹنا یا ناخن کاٹ کر حلال کرنا ہے اور پھر اس کے ساتھ جماع کرے۔اور دوسری عبارت کا تقاضہ یہ ہے ک وہ جماع کر کے حلال کرے۔کیونکہ جماع کی صورت میں پہلے سانس سے ہی حلال ہو جائے گی۔جبکہ افضل یہ ہے کہ اس کو جماع کے بغیر حلال کرے۔تا کہ حج والے حکم کی تعظیم ہو جائے۔اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

کِتَابُ النِّکَاحِ

﴿یہ کتاب نکاح کے بیان میں ہے﴾

کتاب نکاح کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ محمد بن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف جب عبادات سے فارغ ہوئے ہیں تو انہوں نے معاملات کو شروع کیا ہے۔ اور معاملات میں سب سے پہلے انہوں نے کتاب النکاح سے آغاز کیا ہے کیونکہ دین و دنیا کی بہت سے مصالح اس سے متعلق ہیں۔ اور جو شخص نکاح سے اعراض کرے اس کے لئے وعید ذکر ہوئی ہے اور نکاح کی طرف رغبت میں آثار ذکر کیے گئے ہیں۔ اور نکاح کا حکم بہ اتفاق احکام شرعیہ میں سے ہے۔ اور نکاح کی طرف بلانے کا حکم شریعت، عقل اور طبیعت کی طرف سے مسلک ہے۔ بہر حال دواعی شرعیہ کتاب وسنت اور اجماع ظاہر ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ۴، ص ۳۱۴، بیروت)

نکاح کا فقہی مفہوم

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: نکاح کے لغوی معنی ہیں جمع کرنا لیکن اس لفظ کا اطلاق مجامعت کرنے اور عقد کے معنی پر بھی ہوتا ہے کیونکہ مجامعت اور عقد دونوں ہی میں جمع ہونا اور ملنا پایا جاتا ہے لہذا اصول فقہ میں نکاح کے یہی معنی یعنی جمع ہونا بمعنی مجامعت کرنا مراد لینا چاہئے بشرطیکہ ایسا کوئی قرینہ نہ ہو جو اس معنی کے خلاف دلالت کرتا ہو۔

علماء فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس خاص عقد و معاہدہ کو کہتے ہیں جو مرد وعورت کے درمیان ہوتا ہے اور جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ نکاح کا لغوی معنی جمع کرنا اور ملانا ہے۔ جیسے عربی کی ضرب المثل ہے

انکحنا الفری فسنری

یعنی ہم نے مذکر نیل گائے اور مؤنث نیل گائے کا ملاپ کرا دیا ہے اور اب ہم دیکھیں گے کہ ان کے ہاں کیا پیدا ہوتا ہے۔ یہ ضرب المثل ان لوگوں کے لئے بیان کی جاتی ہے' جو کسی معاملے پر اکٹھے ہو جائیں اور انہیں یہ سمجھ نہ آ رہا ہو کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟

لفظ ''نکاح''، وطی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے' کیونکہ اس میں ''ملانے'' کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ البتہ مجازی طور پر یہ لفظ ''عقد'' کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لفظ نکاح عقد کے معنی میں استعمال ہونے کی مثال قرآن میں یہ ہے:

''فَانْکِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ'' (النساء: ۲۵)

''یعنی تم ان خواتین کے گھر والوں کی اجازت سے ان کے ساتھ عقدِ نکاح کرو''۔ لفظ نکاح کے وطی کے معنی میں استعمال ہونے کی مثال قرآن میں یہ ہے۔

حَتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (النساء:٦)

''یہاں تک کہ وہ لوگ نکاح (کی عمر) تک پہنچ جائیں''۔ یہاں اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ نکاح سے مراد وطی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''شرح اسبیجابی'' میں یہ بات تحریر ہے۔ لغت میں نکاح کا مطلب مطلق جمع (اکٹھے کرنا) ہے۔ جبکہ شریعت میں مخصوص شرائط کے ہمراہ کیا جانے والا عقد ''نکاح'' کہلاتا ہے۔

(البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۳، حقانیہ ملتان)

فخرالاسلام فرماتے ہیں: نکاح' شرعی عقد کو کہتے ہیں اور اس کے ذریعے وطی مراد لی جاتی ہے۔ زیادہ صحیح رائے یہ ہے: اس سے مراد حقیقت میں وطی ہوتی ہے' کیونکہ وطی کرنے میں ضم کرنے کا مفہوم حقیقت کے اعتبار سے پایا جاتا ہے' جبکہ مجازی طور پر اس سے مراد عقد ہوگا۔ نکاح سے مراد حقیقت میں عقد نہیں لیا جاسکتا کیونکہ اس صورت میں لفظ نکاح کو وطی اور عقد دونوں معانی کے لیے مشترک ماننا پڑے گا' اور یہ بات اصل کے خلاف ہے۔

تعریف نکاح میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمٰن جزیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فقہاء احناف میں بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ایک شخص کو کسی کی ذات سے حصول نفع کا مالک بنا دینا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے وہ خاص شخص صرف مخصوص عضو سے نفع حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے۔

بعض فقہاء احناف نے یہ لکھا ہے کہ کسی شخص کو ملکہ متعہ کا مالک بنا دینا نکاح ہے۔ جبکہ بعض نے کہا ہے کہ نکاح صرف عضو خاص نہیں بلکہ جسم کے تمام اعضاء سے نفع حاصل کرنے کے لئے ہے۔

فقہاء شوافع میں بعض نے نکاح کی تعریف یوں کی ہے کہ نکاح ایک معاملہ ہے جس میں نکاح یا تزویج یا اس کے ہم معنی لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس سے مباشرت کی ملکیت حاصل ہو اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص لذت معلومہ سے نفع حاصل کرے۔

فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ نکاح ایک محض جنسی لذت کے لئے ایک معاملہ ہے جو حصول لذت سے پہلے گواہوں کی موجودگی میں کیا جاتا ہے۔ اور اس کام کی قیمت واجب الادا نہیں ہوتی۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ نکاح منفعت استمتاع کے لئے ایک معاملہ ہے جس میں انکاح یا تزویج کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور استمتاع سے مراد فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ مرد کا خود نفع حاصل کرنا ہے۔ (مذاہب اربعہ، ج ۴، ص ۴، اوقاف پنجاب)

قرآن کی روشنی میں نکاح کی اہمیت کا بیان

(۱) وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلَّا تَعُوْلُوْا (النساء،۳)

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو، دو اور تین، تین اور چار، چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ (کنزالایمان)

(۲) وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۔ (البقرہ،۲۳۵)

اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں۔ یا وہ زیادہ دے۔ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مردو تمہارا زیادہ دینا پرہیز گاری سے نزدیک تر ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بھلا نہ دو بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(۳) وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا وَ مَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ وَ مَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ۔ (النساء،۶)

اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہیں سپرد کر دو اور انہیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھائے پھر جب تم ان کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کر لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو۔

احادیث کی روشنی میں نکاح کی اہمیت کا بیان

(۱) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے اس کے دین اس کے مال اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے لہٰذا تم دیندار عورت کو نکاح کے لیے اختیار کرو۔ پھر فرمایا کہ تمہارے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ اس باب میں عوف بن مالک، عائشہ، عبداللہ بن عمر، اور ابوسعید سے بھی روایت ہے کہ حدیث جابر حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث،۱۰۷۶، مرفوع)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شادی کے لئے عورت کی چار باتیں دیکھی جاتی ہیں، مال،

نسب، خوبصورتی، دین، تجھے دیندار کو حاصل کرنا چاہئے (اگر تو نہ مانے) تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں گے۔ (صحیح بخاری، ج ۳، رقم الحدیث ۸۲)

(۳) امام بخاری ومسلم اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے جوانوں کے گروہ! تم میں سے جو شخص مجامعت کے لوازمات (یعنی بیوی بچوں کا نفقہ اور مہر ادا کرنے) کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح کرنا نظر کو بہت چھپاتا ہے اور شرم گاہ کو بہت محفوظ رکھتا ہے (یعنی نکاح کر لینے سے اجنبی عورت کی طرف نظر مائل نہیں ہوتی اور انسان حرام کاری سے بچتا ہے) اور جو شخص جماع کے لوازمات کی استطاعت نہ رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ رکھنا اس کے لئے خصی کرنے کا فائدہ دے گا (یعنی جس طرح خصی ہو جانے سے جنسی ہیجان ختم ہو جاتا ہے اسی طرح روزہ رکھنے سے بھی جنسی ہیجان ختم ہو جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

اس خطاب عام کے ذریعہ نبی کریم ﷺ نے جوانوں کو نکاح کی ترغیب دلاتے ہوئے نکاح کے دو بڑے فائدے ظاہر فرمائے ہیں ایک تو یہ کہ انسان نکاح کرنے سے اجنبی عورتوں کی طرف نظر بازی سے بچتا ہے اور دوسری طرف حرام کام سے محفوظ رہتا ہے۔

(۴) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار چیزیں انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں، حیاء کرنا، عطر لگانا، مسواک کرنا، اور نکاح کرنا۔ اس باب میں حضرت عثمان، ثوبان، ابن مسعود، عائشہ، عبداللہ بن عمر، جابر، اور عکاف سے بھی روایت ہے حدیث ابی ایوب حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث، ۱۰۷۸، مرفوع)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہیں ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین واخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کروا گر ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بہت فساد ہوگا۔

(جامع ترمذی، رقم الحدیث، ۱۰۸۴، مرفوع)

(۶) حضرت ابوحاتم مزنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کرو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فساد ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر چہ وہ مفلس ہی کیوں نہ ہو۔ فرمایا اگر اس کی دینداری اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو اسی سے نکاح کرو۔ یہی الفاظ تین مرتبہ فرمائے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث، ۱۰۸۵، مرفوع)

نکاح کی شرعی حیثیت کا فقہی بیان

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو نہ عنین (نامرد) ہو اور مہر ونفقہ پر قدرت بھی ہو تو نکاح سنّتِ مؤکدہ ہے کہ نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنا گناہ ہے اور اگر حرام سے بچنا یا اتباع سنّت وتعمیل حکم یا اولاد حاصل ہونا مقصود ہے تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض لذت یا قضائے شہوت منظور ہو تو ثواب نہیں۔

شہوت کا غلبہ ہے کہ نکاح نہ کرے تو معاذ اللہ اندیشہ زنا ہے اور مہر ونفقہ کی قدرت رکھتا ہو تو نکاح واجب۔ یونہی جبکہ اجنبی عورت کی طرف نگاہ اُٹھنے سے روک نہیں سکتا یا معاذ اللہ ہاتھ سے کام لینا پڑے گا۔تو نکاح واجب ہے۔یہ یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے میں زنا واقع ہو جائے گا تو فرض ہے کہ نکاح کرے۔اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کریگا تو نان نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں ان کو پورا نہ کر سکے گا تو مکروہ ہے اور ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام مگر نکاح بہر حال ہو جائے گا۔نکاح اور اُس کے حقوق ادا کرنے میں اور اولاد کی تربیت میں مشغول رہنا نوافل میں مشغولی سے بہتر ہے۔(درمختار، کتاب النکاح)

زمانہ جاہلیت میں رائج شادی کے مختلف طریقے

شادی جو خاندانی زندگی کے قیام وتسلسل کا ادارہ ہے،اہل عرب کے ہاں اصول وضوابط سے آزاد تھا جس میں عورت کی عزت وعصمت اور عفت وتکریم کا کوئی تصور کارفرما نہ تھا۔اہل عرب میں شادی کے درج ذیل طریقے رائج تھے۔

(ا)زواج البعولۃ

یہ نکاح عرب میں بہت عام تھا۔اس میں یہ تھا کہ مرد ایک یا بہت سی عورتوں کا مالک ہوتا۔بعولت(خاوند ہوتا)سے مراد مرد کا عورتیں جمع کرنا ہوتا تھا۔اس میں عورت کی حیثیت عام مال ومتاع جیسی ہوتی۔

زواج البدل

بدلے کی شادی،اس سے مراد دو بیویوں کا آپس میں تبادلہ تھا۔یعنی دو مرد اپنی بیویوں کو ایک دوسرے سے بدل لیتے اور اس کا نہ عورت کو علم ہوتا،نہ اس کے قبول کرنے،مہر یا ایجاب کی ضرورت ہوتی۔بس دوسرے کی بیوی پسند آنے پر ایک مختصر سی مجلس میں یہ سب کچھ طے پاجاتا۔

نکاح متعہ

یہ نکاح بغیر خطبہ،تقریب اور گواہوں کے ہوتا۔عورت اور مرد آپس میں کسی ایک مدت مقررہ تک ایک خاص مہر پر متفق ہو جاتے اور مدت مقررہ پوری ہوتے ہی نکاح خود بخود ختم ہو جاتا تھا طلاق کی ضرورت بھی نہیں پڑتی تھی اور اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد ماں کی طرف منسوب ہوتی اسے باپ کا نام نہیں دیا جاتا تھا۔

نکاح الخدن

دوستی کی شادی،اس میں مرد کسی عورت کو اپنے گھر بغیر نکاح،خطبہ اور مہر کے رکھ لیتا اور اس سے ازدواجی تعلقات قائم کر لیتا اور بعد ازاں یہ تعلق باہمی رضامندی سے ختم ہو جاتا کسی قسم کی طلاق کی ضرورت نہیں تھی۔اگر اولاد پیدا ہو جاتی تو وہ ماں کی طرف منسوب ہوتی۔یہ طریقہ آج کل مغربی معاشرے میں بھی رائج ہے۔

نکاح الضغینہ

جنگ کے بعد مال اور قیدی ہاتھ لگتے اور جاہلیت میں فاتح کے لیے مفتوح کی عورتیں،مال وغیرہ سب مباح تھا یہ عورتیں فاتح

کی ملکیت ہو جاتیں اور وہ چاہتا تو انہیں بیچ دیتا چاہتا تو یونہی چھوڑ دیتا اور چاہتا تو ان سے مباشرت کرتا یا کسی دوسرے شخص کو تحفہ میں دے دیتا۔ یوں ایک آزاد عورت غلام بن کر بک جاتی۔ اس نکاح میں کسی خطبہ، مہر یا ایجاب وقبول کی ضرورت نہ تھی۔

نکاح شغار

وٹے سٹے کی شادی۔ یہ وہ نکاح تھا کہ ایک شخص اپنی زیر سرپرستی رہنے والی لڑکی کا نکاح کسی شخص سے اس شرط پر کر دیتا کہ وہ اپنی کسی بیٹی، بہن وغیرہ کا نکاح اس سے کرائے گا۔ اس میں مہر بھی مقرر کرنا ضروری نہ تھا اسلام نے اس کی بھی ممانعت فرمادی۔

نکاح الاستبضاع

فائدہ اٹھانے کے لیے عورت مہیا کرنے کا نکاح۔ مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو کسی دوسرے خوبصورت مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے بھیج دیتا اور خود اس سے الگ رہتا تا کہ اس کی نسل خوبصورت پیدا ہو اور جب اس کو حمل ظاہر ہو جاتا تو وہ عورت پھر اپنے شوہر کے پاس آ جاتی۔

اجتماعی نکاح

اجتماعی نکاح۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تقریباً دس آدمی ایک ہی عورت کے لیے جمع ہوتے اور ہر ایک اس سے مباشرت کرتا اور جب اس کے ہاں اولاد ہوتی تو وہ ان سب کو بلواتی اور وہ بغیر کسی پس وپیش کے آ جاتے پھر وہ جسے چاہتی (پسند کرتی یا اچھا سمجھتی) اسے کہتی کہ یہ بچہ تیرا ہے اور اس شخص کو اس سے انکار کرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔

نکاح البغایا

فاحشہ عورتوں سے تعلق، یہ بھی نکاح رہط سے ملتا جلتا ہے مگر اس میں دو فرق تھے، ایک تو یہ کہ اس میں دس سے زیادہ افراد بھی ہو سکتے تھے جبکہ نکاح رہط میں دس سے زیادہ نہ ہوتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان مردوں سے بچہ منسوب کرنا عورت کا نہیں بلکہ مرد کا کام ہوتا تھا۔

مذکورہ طریقہ ہائے زواج سے ثابت اور واضح ہوتا ہے کہ عورت کی زمانہ جاہلیت میں حیثیت مال ومتاع کی طرح تھی اسے خریدا اور بیچا جاتا تھا۔ (۱)، فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب النکاح، 9:182-185 (۲) بخاری، کتاب النکاح 5:1970، رقم: 4834 (۳) ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، 2:281، رقم: 2272 (۴) دارقطنی، السنن الکبریٰ، 7:110 (۵) بیہقی، السنن الکبریٰ، 7:110 (۶) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 3:120 (۷) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 3:120 (اسلام میں خواتین کے حقوق)

ایجاب وقبول کے احکام کا بیان

﴿النِّكَاحُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ بِلَفْظَيْنِ يُعَبَّرُ بِهِمَا عَنِ الْمَاضِيْ﴾ لِأَنَّ الصِّيْغَةَ وَإِنْ كَانَتْ لِلْإِخْبَارِ وَضْعًا فَقَدْ جُعِلَتْ لِلْإِنْشَاءِ شَرْعًا دَفْعًا لِلْحَاجَةِ.

نکاح ایجاب وقبول کے دو ایسے الفاظ کے ذریعے منعقد ہو جاتا ہے جن دونوں کی تعبیر ﴿زمانہ﴾ ماضی سے کی گئی ہو

کیونکہ ﴿فعل ماضی کا﴾ صیغہ اگرچہ "اخبار" کے لیے وضع کیا گیا ہے' لیکن شرعی اعتبار سے یہ انشاء کے لیے بنایا گیا ہے تاکہ ضرورت کو پورا کیا جائے۔

ایجاب وقبول کے صیغوں کا بیان

﴿وَيَنْعَقِدُ بِلَفْظَيْنِ يُعَبَّرُ بِاَحَدِهِمَا عَنِ الْمَاضِيْ وَبِالْاٰخَرِ عَنِ الْمُسْتَقْبَلِ، مِثْلَ اَنْ يَّقُوْلَ زَوِّجْنِيْ فَيَقُوْلَ زَوَّجْتُكَ﴾ لِاَنَّ هٰذَا تَوْكِيْلٌ بِالنِّكَاحِ وَالْوَاحِدُ يَتَوَلّٰى طَرَفَيِ النِّكَاحِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

اور نکاح دو ایسے الفاظ کے ذریعے بھی منعقد ہو جاتا ہے جن میں سے ایک کی تعبیر ماضی سے کی گئی ہو اور دوسرے کی مستقبل سے جیسے کوئی شخص یہ کہے: "تم میرے ساتھ شادی کرلو" تو عورت کہے: "میں نے تمہارے ساتھ شادی کی" اس کی وجہ یہ ہے: یہ نکاح میں وکیل کرنے کے مترادف ہوگا۔ اور نکاح میں ایک ہی شخص دونوں طرف سے ولی بن سکتا ہے' جیسا کہ ہم عنقریب اس مسئلہ کو بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ

انعقاد نکاح الفاظ مختلفہ کا فقہی بیان

﴿وَيَنْعَقِدُ بِلَفْظِ النِّكَاحِ وَالتَّزْوِيْجِ وَالْهِبَةِ وَالتَّمْلِيْكِ وَالصَّدَقَةِ﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَنْعَقِدُ اِلَّا بِلَفْظِ النِّكَاحِ وَالتَّزْوِيْجِ لِاَنَّ التَّمْلِيْكَ لَيْسَ حَقِيْقَةً فِيْهِ وَلَا مَجَازًا عَنْهُ لِاَنَّ التَّزْوِيْجَ لِلتَّلْفِيْقِ وَالنِّكَاحَ لِلضَّمِّ، وَلَا ضَمَّ وَلَا ازْدِوَاجَ بَيْنَ الْمَالِكِ وَالْمَمْلُوْكَةِ اَصْلًا .
وَلَنَا اَنَّ التَّمْلِيْكَ سَبَبٌ لِمِلْكِ الْمُتْعَةِ فِيْ مَحَلِّهَا بِوَاسِطَةِ مِلْكِ الرَّقَبَةِ وَهُوَ الثَّابِتُ بِالنِّكَاحِ وَالسَّبَبِيَّةُ طَرِيْقُ الْمَجَازِ .

یہ (نکاح) لفظ نکاح' تزویج' ہبہ' تملیک اور صدقہ کے ذریعے بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ صرف لفظ نکاح اور تزویج کے ذریعے ہی منعقد ہوتا ہے' کیونکہ لفظ تملیک اس کے بارے میں حقیقی مفہوم نہیں رکھتا اور اسے مجازی طور پر بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ (لفظ) تزویج' تلفیق (ملانے) کے لئے استعمال ہوتا ہے اور لفظ نکاح' ضم (ملانے) کے لئے استعمال ہوتا ہے' لیکن مالک اور مملوک کے درمیان اصل کے اعتبار سے زوج ہونے کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔

ہماری دلیل یہ ہے: جب تملیک' ملک رقبہ کے واسطے سے' ملک متعہ کے' اس کے محل میں ہونے کا' سبب ہے اور یہ بات نکاح میں بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ سببیت' مجاز کے اعتبار سے ہوگی۔

لفظ بیع ودیگر الفاظ کا حکم

وَيَنْعَقِدُ بِلَفْظِ الْبَيْعِ هُوَ الصَّحِيْحُ لِوُجُوْدِ طَرِيْقِ الْمَجَازِ ﴿وَلَا يَنْعَقِدُ بِلَفْظِ الْاِجَارَةِ﴾

فِی الصَّحِیحِ لِاَنَّہٗ لَیْسَ بِسَبَبٍ لِمِلْکِ الْمُتْعَۃِ ﴿وَ﴾ لا بِلَفْظِ ﴿الْاِبَاحَۃِ وَالْاِحْلَالِ وَالْاِعَارَۃِ﴾ لِمَا قُلْنَا ﴿وَ﴾ لا بِلَفْظِ ﴿الْوَصِیَّۃِ﴾ لِاَنَّھَا تُوْجِبُ الْمِلْکَ مُضَافًا اِلٰی مَا بَعْدَ الْمَوْتِ .

اور نکاح ''لفظ بیع'' کے ذریعے بھی منعقد ہو جاتا ہے اور صحیح قول یہی ہے' کیونکہ اس میں مجاز کی صورت پائی جاتی ہے۔صحیح قول کے مطابق یہ لفظ ''اجارہ'' کے ذریعے منعقد نہیں ہوتا' کیونکہ یہ ملک متعہ کا سبب نہیں بن سکتا۔(اسی طرح) یہ لفظ اباحت' احلال' اعارہ کے ذریعے بھی منعقد نہیں ہوتا اور اس کی دلیل وہی ہے' جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔اور نہ ہی یہ لفظ وصیت کے ذریعے منعقد ہوتا ہے' کیونکہ یہ ملکیت کو تو واجب کرتی ہے' لیکن اس کا حکم موت کے بعد نافذ ہوتا ہے)

نکاح کے گواہوں میں فقہی احکام کا بیان

قَالَ ﴿وَلَایَنْعَقِدُ نِکَاحُ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا بِحُضُوْرِ شَاھِدَیْنِ حُرَّیْنِ عَاقِلَیْنِ بَالِغَیْنِ مُسْلِمَیْنِ رَجُلَیْنِ اَوْ رَجُلٍ وَّامْرَاَتَیْنِ عُدُوْلًا کَانُوا اَوْ غَیْرَ عُدُوْلٍ اَوْ مَحْدُوْدِیْنَ فِی الْقَذْفِ﴾ اعْلَمْ اَنَّ الشَّھَادَۃَ شَرْطٌ فِیْ بَابِ النِّکَاحِ لِقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ﴿لَا نِکَاحَ اِلَّا بِشُھُوْدٍ﴾(۱) وَھُوَ حُجَّۃٌ عَلٰی مَالِکٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ فِیْ اشْتِرَاطِ الْاِعْلَانِ دُوْنَ الشَّھَادَۃِ وَلَابُدَّ مِنْ اعْتِبَارِ الْحُرِّیَّۃِ فِیْھَا لِاَنَّ الْعَبْدَ لا شَھَادَۃَ لَہٗ لِعَدَمِ الْوِلَایَۃِ، وَلَابُدَّ مِنْ اعْتِبَارِ الْعَقْلِ وَالْبُلُوْغِ، لِاَنَّہٗ لَا وِلَایَۃَ بِدُوْنِھِمَا، وَلَابُدَّ مِنْ اعْتِبَارِ الْاِسْلَامِ فِیْ اَنْکِحَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ لِاَنَّہٗ لا شَھَادَۃَ لِلْکَافِرِ عَلَی الْمُسْلِمِ،

فرماتے ہیں: دو مسلمانوں کا نکاح صرف دو آزاد' عاقل' بالغ مسلمان گواہوں کی موجودگی میں منعقد ہو سکتا ہے وہ دونوں مرد ہوں یا ایک مرد ہو اور دو عورتیں ہوں' خواہ وہ عادل ہوں یا عادل نہ ہوں' یا ان پر حد قذف جاری ہو چکی ہو۔

فرماتے ہیں: یہ بات جان لو! نکاح کے باب میں گواہی شرط ہے' اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''صرف گواہوں کی موجودگی میں نکاح ہو سکتا ہے''۔ یہ روایت امام مالک رحمہ اللہ کے خلاف حجت ہے کہ وہ ''گواہی'' کے بجائے ''اعلان'' کو شرط قرار دیتے ہیں۔اس بارے میں آزاد ہونے کا اعتبار کرنا ضروری ہوگا کیونکہ غلام کی شہادت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی کیونکہ اسے ولایت حاصل نہیں ہوتی۔اس میں عقل اور بلوغت کا اعتبار کرنا بھی ضروری ہوگا کیونکہ ان دونوں کے بغیر ولایت حاصل نہیں ہوتی۔مسلمانوں کے نکاح میں اسلام کا اعتبار کرنا بھی ضروری ہے' کیونکہ کوئی کافر کسی مسلمان کے خلاف گواہی نہیں دے سکتا۔

گواہوں کے لئے شرائط میں عدم وصف کا بیان

وَلَایُشْتَرَطُ وَصْفُ الذُّکُوْرَۃِ حَتّٰی یَنْعَقِدَ بِحُضُوْرِ رَجُلٍ وَّامْرَاَتَیْنِ "وَفِیْہِ خِلَافُ الشَّافِعِیِّ

رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَسَتَعْرِفُ فِي الشَّهَادَاتِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَاتُشْتَرَطُ الْعَدَالَةُ حَتّٰى يَنْعَقِدَ بِحَضْرَةِ الْفَاسِقَيْنِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ .لَهُ أَنَّ الشَّهَادَةَ مِنْ بَابِ الْكَرَامَةِ وَالْفَاسِقُ مِنْ أَهْلِ الْإِهَانَةِ .وَلَنَا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْوِلَايَةِ فَيَكُوْنُ مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ،

وَهٰذَا لِأَنَّهُ لَمَّا لَمْ يُحَرَّمِ الْوِلَايَةَ عَلٰى نَفْسِهِ لِإِسْلَامِهِ لَا يُحَرَّمُ عَلٰى غَيْرِهِ لِأَنَّهُ مِنْ جِنْسِهِ، وَلِأَنَّهُ صَلُحَ مُقَلَّدًا فَيَصْلُحُ مُقَلِّدًا وَكَذَا شَاهِدًا .وَالْمَحْدُوْدُ فِي الْقَذْفِ مِنْ أَهْلِ الْوِلَايَةِ فَيَكُوْنُ مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ تَحَمُّلًا، وَإِنَّمَا الْفَائِتُ ثَمَرَةُ الْأَدَاءِ بِالنَّهْيِ لِجَرِيْمَتِهِ فَلَا يُبَالِي بِفَوَاتِهِ كَمَا فِي شَهَادَةِ الْعُمْيَانِ وَابْنَيِ الْعَاقِدَيْنِ .

(گواہوں کے لئے) مذکر ہونے کی شرط عائد نہیں کی گئی۔ یہاں تک کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں بھی نکاح منعقد ہوسکتا ہے۔ اس بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے۔ عنقریب ''شہادات'' کے باب میں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا' تو آپ یہ بات جان لیں گے۔ اس کے لئے عدالت کو شرط قرار نہیں دیا گیا' یہاں تک کہ فاسق گواہوں کی موجودگی میں بھی یہ منعقد ہو جائے گا۔ یہ ہمارے نزدیک ہے' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے: شہادت کا تعلق اعزاز کے ساتھ ہے اور فاسق شخص اہانت کے لائق ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: وہ ولایت کا حق رکھتا ہے' تو وہ شہادت کا حق بھی رکھتا ہوگا وہ اس طرح کہ جب وہ اپنے اسلام کی وجہ سے' اپنی ذات پر تصرف سے محروم نہیں ہے' تو وہ کسی دوسرے پر تصرف سے بھی محروم نہیں ہوگا' کیونکہ وہ بھی (ایمان کے اعتبار سے) اس دوسرے کی جنس سے تعلق رکھتا ہے۔ نیز وہ حکمران بننے کی صلاحیت رکھتا ہے' تو قاضی بننے کی صلاحیت بھی رکھے گا اسی طرح وہ گواہ بھی بن سکتا ہے۔

جس شخص پر حد قذف جاری کی گئی ہو وہ ولایت کا حقدار ہوتا ہے' تو وہ ''تحمل شہادت'' کا حق بھی رکھتا ہوگا۔ اس سے ادائیگی شہادت کا ثمرہ فوت ہو جائے گا' اس کے اس جرم کی وجہ سے ہونے والی ممانعت کے باعث' تو اس بات کے فوت ہونے کی پرواہ نہیں کی جائے گی' جیسا کہ اندھے شخص یا فریقین کے بیٹوں کی گواہی میں ایسا ہی ہوگا۔

ذمی کی شہادت کا بیان

قَالَ ﴿وَإِنْ تَزَوَّجَ مُسْلِمٌ ذِمِّيَّةً بِشَهَادَةِ ذِمِّيَّيْنِ جَازَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ: لَا يَجُوْزُ﴾ لِأَنَّ السَّمَاعَ فِي النِّكَاحِ شَهَادَةٌ وَلَاشَهَادَةَ لِلْكَافِرِ عَلَى الْمُسْلِمِ فَكَأَنَّهُمَا لَمْ يَسْمَعَا كَلَامَ الْمُسْلِمِ .

وَلَهُمَا أَنَّ الشَّهَادَةَ شُرِطَتْ فِي النِّكَاحِ عَلٰى اعْتِبَارِ إِثْبَاتِ الْمِلْكِ لِوُرُوْدِهِ عَلٰى مَحَلٍّ ذِي خَطَرٍ لَا عَلٰى اعْتِبَارِ وُجُوْبِ الْمَهْرِ إِذْ لَا شَهَادَةَ تُشْتَرَطُ فِي لُزُوْمِ الْمَالِ وَهُمَا شَاهِدَانِ عَلَيْهَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَسْمَعَا كَلَامَ الزَّوْجِ لِأَنَّ الْعَقْدَ يَنْعَقِدُ بِكَلَامَيْهِمَا وَالشَّهَادَةُ ... كَـ

عَلَى الْعَقْدِ

فرمایا: اگر کوئی مسلمان دو ذمیوں کی گواہی کے ساتھ کسی ذمی عورت کے ساتھ شادی کر لے تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ درست ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ جائز نہیں ہے' کیونکہ (نکاح میں ایجاب وقبول کو) سننا ہی گواہی ہے اور کافر کسی مسلمان کے خلاف کوئی گواہی نہیں دے سکتا تو گویا ان دونوں نے مسلمان کا کلام سنا ہی نہیں۔ ان دونوں حضرات (شیخین) کی دلیل یہ ہے: نکاح میں گواہی کو شرط اس لیے رکھا گیا ہے تاکہ "اثبات ملک" کا اعتبار کیا جاسکے کیونکہ وہ ایک ایسے محل پر وارد ہوتی ہے' جو قابل احترام ہے' اس میں مہر کے وجوب کا اعتبار نہیں کیا جاتا کیونکہ مال کے لازم کیے جانے کے بارے میں گواہی کو شرط قرار نہیں دیا گیا' وہ دونوں گواہ اس عورت پر گواہ ہوں گے

جبکہ وہ صورت اس کے برخلاف ہے' جب ان دونوں نے شوہر کا کلام ہی نہ سنا ہو' کیونکہ "عقد" ان دونوں فریقین کے کلام کے ذریعے منعقد ہوگا اور گواہی عقد پر شرط رکھی گئی ہے۔

مباشر اور وکیل کے بارے میں فقہی احکام

قَالَ ﴿وَمَنْ اَمَرَ رَجُلًا بِاَنْ يُزَوِّجَ ابْنَتَهُ الصَّغِيْرَةَ فَزَوَّجَهَا وَالْاَبُ حَاضِرٌ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ سِوَاهُمَا جَازَ النِّكَاحُ﴾ لِاَنَّ الْاَبَ يُجْعَلُ مُبَاشِرًا لِلْعَقْدِ لِاتِّحَادِ الْمَجْلِسِ وَيَكُوْنُ الْوَكِيْلُ سَفِيْرًا وَّمُعَبِّرًا فَيَبْقَى الْمُزَوِّجُ شَاهِدًا ﴿وَاِنْ كَانَ الْاَبُ غَائِبًا لَمْ يَجُزْ﴾ لِاَنَّ الْمَجْلِسَ مُخْتَلِفٌ فَلَا يُمْكِنُ اَنْ تَجْعَلَ الْاَبَ مُبَاشِرًا، وَعَلٰى هٰذَا اِذَا زَوَّجَ الْاَبُ ابْنَتَهُ الْبَالِغَةَ بِمَحْضَرِ شَاهِدٍ وَّاحِدٍ اِنْ كَانَتْ حَاضِرَةً جَازَ، وَاِنْ كَانَتْ غَائِبَةً لَّمْ يَجُزْ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

فرمایا: جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو یہ ہدایت کرے کہ وہ اس کی کمسن بیٹی کی شادی کر دے' اور پھر وہ شخص اس عورت کی شادی کر دے جبکہ وہ باپ وہاں موجود ہو اور ایک گواہ کی موجودگی میں شادی کرے جو ان دونوں (یعنی لڑکی کے باپ اور اس کی شادی کرنے والے) کے علاوہ ہو' تو یہ نکاح درست ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے: مجلس کے اتحاد کی وجہ سے باپ کو بذات خود عقد کروانے والا بنا دیا جائے گا' تو اس صورت میں (باپ کی طرف سے مقرر کیا ہوا) وکیل سفیر ہوگا اور تعبیر کرنے والا (یا پیغام دینے والا) ہوگا۔ اس اعتبار سے شادی کروانے والا شخص گواہ شمار ہوگا' لیکن اگر باپ موجود نہ ہو' تو ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا' کیونکہ مجلس مختلف ہے' تو اس صورت میں باپ کو بذات خود عقد کروانے والا نہیں بنایا جاسکتا۔

اسی بنیاد پر جب باپ اپنی بالغ بیٹی کی شادی ایک گواہ کی موجودگی میں کرے' تو اگر وہ لڑکی موجود ہو' تو یہ جائز ہوگا اور اگر موجود نہ ہو' تو یہ جائز نہیں ہوگا۔

فَصْلٌ فِیْ بَیَانِ الْمُحَرَّمَاتِ

﴿یہ فصل محرمات نکاح کے بیان میں ہے﴾

محرمات نکاح والی فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف نے محرمات کو ایک الگ فصل میں بیان کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ نکاح کا محل شرعی وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح شرعی طور پر مباح ہوا ہے۔ اور نکاح کی اباحت سے متعلق مسائل کی کثرت اور کثیر تفصیل کے پیش نظر ایک الگ مقام پر بیان کیا ہے۔ شہادت نکاح کے بعد اس لئے اس کو بیان کیا ہے۔ نکاح کے لئے شہادت شرط ہے اور شرط شئی ہمیشہ شئی سے مقدم ہوا کرتی ہے۔ (فتح القدیر، ج ۶، ص ۳۴۰، بیروت)

محرمات نکاح کی فصل کو بقیہ فصلوں سے مقدم کرنے کی وجہ یہی ہے کہ نکاح میں اصل اسباب میں سبب وہ عورت ہے جس سے نکاح کی اباحت شریعت کی طرف عنائت ہوئی ہے۔ کیونکہ بقیہ تمام نکاح کے احکام اس کے بعد ثابت ہوں گے جب نکاح کرنے کا اصل محل یعنی وہ عورت جس سے شرعی طور پر نکاح مباح ہوا ہے۔ لہٰذا اسی سبب اصلی کے پیش نظر مصنف علیہ الرحمہ نے محرمات کی فصل کو مقدم ذکر کیا ہے۔

اسی طرح اس فصل میں محرمات کا بیان کیا ہے حالانکہ محرمات سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے بعض سے دائمی حرام ہے جبکہ بعض سے عارضی طور پر حرام ہے۔ تو اسلوب سے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ محرمات کی تعداد محدود ہے اور قلیل ہے جبکہ وہ عورتیں جن سے نکاح اباحت مشروع ہے ان کی تعداد کثیر ہے اس شریعت میں اس محدود تعداد کو بیان کر دیا گیا ہے تاکہ لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ ان عورتوں سے نکاح حرام ہے۔ اور ان کے سوا بقیہ جتنی عورتیں ہیں ان میں جن سے چاہو نکاح کرو خواہ ایک عورت سے نکاح کرو اور اگر انصاف کر سکتے ہو تو بیک وقت چار بیویاں اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہو۔

ماں اور دادی کی طرف سے حرمت کا بیان

قَالَ ﴿لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَتَزَوَّجَ بِاُمِّهٖ وَلَا بِجَدَّاتِهٖ مِنْ قِبَلِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ﴾ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ﴾ وَالْجَدَّاتُ اُمَّهَاتٌ، اِذِ الْاُمُّ هِيَ الْاَصْلُ لُغَةً اَوْ ثَبَتَتْ حُرْمَتُهُنَّ بِالْاِجْمَاعِ،

فرمایا: کسی بھی مرد کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ شادی کر لے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اپنی دادیوں، نانیوں کے ساتھ شادی کرے۔ خواہ وہ مردوں کی طرف سے ہوں یا خواتین کی طرف سے ہوں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ

فرمان ہے: ''تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں حرام قرار دی گئی ہیں''۔ دادیاں' نانیاں بھی ''امہات'' میں شامل ہوں گی' کیونکہ لغت میں ''ام'' بنیاد کو کہتے ہیں۔ یا پھر ان کی حرمت ''اجماع'' کے ذریعے ثابت ہوگی۔

وہ نسبی رشتے جن کی حرمت قرآن وسنت نے حرمت ابدیہ کے طور پر بیان کردی ہے

بیٹی' پوتی' نواسی' بہن' بھانجی' بھتیجی' خالہ' پھوپھی کی حرمت

قَالَ (وَلَا بِبِنْتِهٖ) لِمَا تَلَوْنَا (وَلَا بِبِنْتِ وَلَدِهٖ وَاِنْ سَفَلَتْ) لِلْاِجْمَاعِ . (وَلَا بِاُخْتِهٖ وَلَا بِبَنَاتِ اُخْتِهٖ وَلَا بِبَنَاتِ اَخِيْهِ وَلَا بِعَمَّتِهٖ وَلَا بِخَالَتِهٖ) لِاَنَّ حُرْمَتَهُنَّ مَنْصُوْصٌ عَلَيْهَا فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ، وَتَدْخُلُ فِيْهَا الْعَمَّاتُ الْمُتَفَرِّقَاتُ وَالْخَالَاتُ الْمُتَفَرِّقَاتُ وَبَنَاتُ الْاِخْوَةِ الْمُتَفَرِّقِيْنَ لِاَنَّ جِهَةَ الْاِسْمِ عَامَّةٌ .

فرماتے ہیں: اور بیٹیوں کے ساتھ (شادی کرنا بھی جائز نہیں ہے) اس کی دلیل وہی آیت ہے' جو ہم نے تلاوت کی ہے۔ اور اپنی اولاد کی بیٹیوں کے ساتھ بھی (شادی کرنا جائز نہیں ہے) اگرچہ وہ نیچے کے طبقے سے تعلق رکھتی ہوں اور اس کی دلیل ''اجماع'' ہے۔ اپنی بہن کے ساتھ' اپنی بھتیجیوں کے ساتھ' بھانجیوں کے ساتھ' پھوپھی کے ساتھ' خالہ کے ساتھ (شادی کرنا جائز نہیں ہے) کیونکہ ان سب کی حرمت پر ''نص'' موجود ہے' جو اس آیت میں ہے۔ اس حکم میں مختلف قسم کی پھوپھیاں شامل ہوں گی' اور متفرق قسم کی خالائیں بھی شامل ہوں گی' اور متفرق قسم کی بھانجیاں بھی شامل ہوں گی' اور متفرق قسم کی بھتیجیاں بھی شامل ہوں گی' کیونکہ اسم کی جہت' عام ہے۔

ساس اور سوتیلی بیٹی کی حرمت کا بیان

قَالَ ﴿وَلَا بِاُمِّ امْرَاَتِهِ الَّتِيْ دَخَلَ بِهَا اَوْ لَمْ يَدْخُلْ﴾ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ مِنْ غَيْرِ قَيْدِ الدُّخُوْلِ ﴿وَلَا بِبِنْتِ امْرَاَتِهِ الَّتِيْ دَخَلَ بِهَا﴾ لِثُبُوْتِ قَيْدِ الدُّخُوْلِ بِالنَّصِّ ﴿سَوَاءٌ كَانَتْ فِيْ حِجْرِهٖ اَوْ فِيْ حِجْرِ غَيْرِهٖ﴾ لِاَنَّ ذِكْرَ الْحِجْرِ خَرَجَ مَخْرَجَ الْعَادَةِ لَا مَخْرَجَ الشَّرْطِ وَلِهٰذَا اكْتَفٰى فِيْ مَوْضِعِ الْاِحْلَالِ بِنَفْيِ الدُّخُوْلِ

فرمایا: اور نہ ہی اپنی اس بیوی کی ماں کے ساتھ (شادی کرنا جائز ہے) جس (ماں) کی بیٹی کے ساتھ اس نے دخول کیا ہو یا دخول نہ کیا ہو۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور تمہاری بیویوں کی مائیں'' اس میں ''دخول'' کی قید نہیں ہے۔ اور نہ ہی اپنی اس بیوی کی بیٹی کے ساتھ جائز ہے' جس کے ساتھ اس نے دخول کیا ہو' کیونکہ دخول کی قید ''نص'' کے ذریعے ثابت ہے' خواہ وہ لڑکی اس کے زیر پرورش ہو' یا کسی دوسرے کی زیر پرورش ہو' کیونکہ زیر پرورش ہونے کا ذکر عام محاورے کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ شرط کے طور پر نہیں کیا گیا ہے' یہی وجہ ہے: حلال قرار دینے کے مقام پر' دخول کی نفی پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

باپ دادا کی بیویوں کی حرمت کا بیان

﴿قَالَ وَلَا بِامْرَأَةِ أَبِيهِ وَأَجْدَادِهِ﴾ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ ﴿وَلَا بِامْرَأَةِ ابْنِهِ وَبَنِي أَوْلَادِهِ﴾ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ وَذِكْرُ الْأَصْلَابِ لِإِسْقَاطِ اعْتِبَارِ التَّبَنِّي لَا لِإِحْلَالِ حَلِيلَةِ الِابْنِ مِنَ الرَّضَاعَةِ .

فرمایا: نہ ہی اپنے باپ کی یا اپنے اجداد میں سے کسی کی بیوی کے ساتھ (شادی کرنا جائز ہے)۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اور تم ان کے ساتھ نکاح نہ کرو جن خواتین کے ساتھ تمہارے آباؤ اجداد نے نکاح کیا ہو"۔ اور نہ ہی اپنے بیٹے کی بیوی کے ساتھ یا اپنی اولاد کی اولاد میں سے کسی کی بیوی کے ساتھ (شادی کرنا جائز ہے)۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں" یہاں پر صلبی کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے تاکہ "منہ بولے" بیٹے کے معتبر ہونے کو ساقط قرار دیا جائے' اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ رضاعی بیٹے کی بیوی کو حلال قرار دیا گیا ہے۔

رضاعی ماں اور رضاعی بہن کی حرمت کا بیان

﴿وَلَا بِأُمِّهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَلَا بِأُخْتِهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾ وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ﴿يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ﴾ " .

اور نہ ہی رضاعی ماں کے ساتھ اور نہ ہی رضاعی بہن کے ساتھ (شادی کرنا جائز ہے)۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری رضاعی بہنیں"۔ ☆ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے: "رضاعت کے ذریعے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے' جو حرمت نسب کے ذریعے ثابت ہوتی ہے"۔

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت کا بیان

﴿وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ أُخْتَيْنِ نِكَاحًا وَلَا بِمِلْكِ يَمِينٍ وَطْئًا﴾ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾(۳) وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ﴿مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْمَعَنَّ مَاءَهُ فِي رَحِمِ أُخْتَيْنِ﴾

دو بہنوں کو نکاح میں یا ملک یمین میں' صحبت کرنے میں جمع نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اور یہ کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو"۔ اس کی دلیل' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: "جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو' وہ اپنے نطفے کو دو بہنوں کے رحم میں جمع نہ کرے"۔

موطوءہ کنیز کی بہن کی شادی کا حکم

﴿فَاِنْ تَزَوَّجَ اُخْتَ اَمَةٍ لَهٗ قَدْ وَطِئَهَا صَحَّ النِّكَاحُ﴾ لِصُدُوْرِهٖ مِنْ اَهْلِهٖ مُضَافًا اِلٰى مَحَلِّهٖ ﴿وَ﴾ اِذَا جَازَ ﴿لَا يَطَأُ الْاَمَةَ وَاِنْ كَانَ لَمْ يَطَأِ الْمَنْكُوْحَةَ﴾ لِاَنَّ الْمَنْكُوْحَةَ مَوْطُوْءَةٌ حُكْمًا، وَلَا يَطَأُ الْمَنْكُوْحَةَ لِلْجَمْعِ اِلَّا اِذَا حَرَّمَ الْمَوْطُوْءَةَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِسَبَبٍ مِنَ الْاَسْبَابِ فَحِيْنَئِذٍ يَطَأُ الْمَنْكُوْحَةَ لِعَدَمِ الْجَمْعِ، وَيَطَأُ الْمَنْكُوْحَةَ اِنْ لَمْ يَكُنْ وَطِئَ الْمَمْلُوْكَةَ لِعَدَمِ الْجَمْعِ وَطْئًا اِذِ الْمَرْقُوْقَةُ لَيْسَتْ مَوْطُوْءَةً حُكْمًا.

اگر کوئی شخص اپنی ایسی کنیز کی بہن کے ساتھ شادی کر لے' جس کے ساتھ وہ صحبت کرتا تھا' تو یہ نکاح درست ہوگا' کیونکہ یہ اس کے اہل سے صادر ہوا ہے اور اس کی نسبت اس کے محل کی طرف ہے اور جب یہ درست ہو جائے گا' تو پھر وہ شخص اس کنیز کے ساتھ صحبت نہیں کر سکے گا۔ اگر چہ اس نے اپنی منکوحہ کے ساتھ وطی نہ کی ہو' کیونکہ منکوحہ عورت حکمی اعتبار سے ''موطوءہ'' شمار ہوگی۔

وہ شخص اپنی منکوحہ کے ساتھ بھی وطی نہیں کرے گا' کیونکہ اس صورت میں جمع کرنا لازم آئے گا' البتہ اگر وہ موطوءہ (کنیز) کو اپنے اوپر حرام کر دیتا ہے کسی بھی سبب کی وجہ سے' تو اس صورت میں وہ منکوحہ کے ساتھ وطی کر سکتا ہے' کیونکہ جمع وطی کے اعتبار سے جمع کی صورت معدوم ہو جائے گی۔ وہ شخص اپنی منکوحہ کے ساتھ وطی کر سکتا ہے۔ اگر اس نے اپنی مملوکہ (کنیز) کے ساتھ وطی نہ کی ہو' کیونکہ اس صورت میں بھی وطی کا جمع ہونا معدوم ہے' کیونکہ مرقوقہ (یعنی کنیز) موطوءہ کے حکم میں نہیں ہوگی۔

ایک عقد میں دو بہنوں سے نکاح کا حکم

﴿فَاِنْ تَزَوَّجَ اُخْتَيْنِ فِيْ عُقْدَتَيْنِ وَلَا يَدْرِيْ اَيَّتُهُمَا اُوْلٰى فُرِّقَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمَا﴾ لِاَنَّ نِكَاحَ اِحْدَاهُمَا بَاطِلٌ بِيَقِيْنٍ، وَلَا وَجْهَ اِلَى التَّعْيِيْنِ لِعَدَمِ الْاَوْلَوِيَّةِ وَلَا اِلَى التَّنْفِيْذِ مَعَ التَّجْهِيْلِ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ اَوْ لِلضَّرَرِ فَتَعَيَّنَ التَّفْرِيْقُ ﴿وَلَهُمَا نِصْفُ الْمَهْرِ﴾ لِاَنَّهٗ وَجَبَ لِلْاُوْلٰى مِنْهُمَا، وَانْعَدَمَتِ الْاَوْلَوِيَّةُ لِلْجَهْلِ بِالْاَوَّلِيَّةِ فَيُصْرَفُ اِلَيْهِمَا، وَقِيْلَ لَا بُدَّ مِنْ دَعْوٰى كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا اَنَّهَا الْاُوْلٰى اَوِ الْاِصْطِلَاحِ لِجَهَالَةِ الْمُسْتَحِقَّةِ.

اگر کوئی شخص دو عقدوں میں دو بہنوں کے ساتھ شادی کر لیتا ہے اور اسے یہ پتہ نہیں چلتا' ان میں سے کس کے ساتھ پہلے شادی ہوئی ہے' تو اس مرد اور ان دونوں خواتین کے درمیان علیحدگی کروا دی جائے گی' کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا نکاح یقینی طور پر باطل ہے اور تعیین کی کوئی صورت نہیں ہے' کیونکہ پہلے ہونے کا پتہ نہیں چلتا اور نہ ہی کسی ایک کو نافذ قرار دینے کی کوئی صورت ہے' کیونکہ (پہلے ہونا) مجہول ہے' اس کی وجہ کسی فائدے کا نہ ہونا ہے یا اس کی وجہ ضرر ہے' تو علیحدگی متعین ہو جائے گی' اور ان دونوں خواتین کو نصف مہر ملے گا' کیونکہ یہ ان دونوں میں سے پہلی والی کے لئے واجب ہو گیا تھا اور کسی کے پہلے ہونے

سے لاعلمی کی وجہ سے' پہلے ہونے کا پہلو معدوم ہو گیا' تو یہ صورت دونوں کی طرف جائے گی۔

ایک قول کے مطابق یہ ضروری ہوگا' ان دونوں میں ہر ایک یہ دعویٰ کرے کہ اس کے ساتھ پہلے نکاح ہوا ہے یا پھر اس بات پر اتفاق ہو جائے' کیونکہ اصل مستحق کا پتہ نہیں ہے۔

عورت اور اس کی خالہ' پھوپھی' بھانجی' بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے کا حکم

﴿وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَعَمَّتِهَا اَوْ خَالَتِهَا اَوْ ابْنَةِ اَخِيهَا اَوْ ابْنَةِ اُخْتِهَا﴾ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ﴿لَا تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَلَا عَلَى خَالَتِهَا وَلَا عَلَى ابْنَةِ اَخِيهَا وَلَا عَلَى ابْنَةِ اُخْتِهَا﴾ " وَهٰذَا مَشْهُوْرٌ، يَجُوْزُ الزِّيَادَةُ عَلَى الْكِتَابِ بِمِثْلِهِ ۔

اور عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ یا اس کی بھانجی یا (عورت اور) اس کی بھتیجی کو (نکاح میں) اکٹھا نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: "کسی عورت کے ساتھ اور اس کی پھوپھی کے ساتھ یا اس کی خالہ کے ساتھ یا اس کی بھانجی کے ساتھ یا اس کی بھتیجی کے ساتھ (بیک وقت) نکاح نہ کیا جائے"۔ یہ روایت مشہور ہے اور اس نوعیت کی روایت کے ذریعے کتاب (کے حکم) پر اضافہ جائز ہے۔

جمع بین امرأتین سے متعلق قاعدہ فقہیہ

﴿وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ امْرَاَتَيْنِ لَوْ كَانَتْ اِحْدَاهُمَا رَجُلًا لَمْ يَجُزْ لَهُ اَنْ يَتَزَوَّجَ بِالْاُخْرٰى﴾ لِاَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا يُفْضِيْ اِلَى الْقَطِيْعَةِ وَالْقَرَابَةُ الْمُحَرِّمَةُ لِلنِّكَاحِ مُحَرِّمَةٌ لِلْقَطْعِ، وَلَوْ كَانَتِ الْمَحْرَمِيَّةُ بَيْنَهُمَا بِسَبَبِ الرَّضَاعِ يَحْرُمُ لِمَا رَوَيْنَا مِنْ قَبْلُ ۔

(نکاح میں) ایسی دو عورتوں کو جمع نہیں کیا جا سکتا کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک مذکر ہوتا' تو اس کے لئے یہ جائز نہ ہوتا کہ وہ دوسری کے ساتھ شادی کر لے۔ اس کی وجہ یہ ہے: ان دونوں کو نکاح میں جمع کرنے کی صورت میں رشتے داری کے حقوق کی پامالی لازم آئے گی' تو جو قرابت نکاح کو حرام قرار دیتی ہے' وہ "قطع رحمی" کو بھی حرام قرار دیتی ہے۔ اگر ان دونوں کے درمیان حرمت رضاعت کی وجہ سے ہو' تو پھر بھی وہ حرام ہوگی اس کی دلیل وہی ہے' جو ہم اس سے پہلے روایت کر چکے ہیں۔

عدم قربت ورضاعت کے سبب جمع کا بیان

﴿وَلَا بَاْسَ بِاَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ امْرَاَةٍ وَبِنْتِ زَوْجٍ كَانَ لَهَا مِنْ قَبْلُ﴾ لِاَنَّهُ لَا قَرَابَةَ بَيْنَهُمَا وَلَا رَضَاعَ ۔ وَقَالَ زُفَرُ: لَا يَجُوْزُ لِاَنَّ ابْنَةَ الزَّوْجِ لَوْ قَدَّرْتَهَا ذَكَرًا لَا يَجُوْزُ لَهُ التَّزَوُّجُ بِامْرَاَةِ اَبِيْهِ ۔ قُلْنَا: امْرَاَةُ الْاَبِ لَوْ صَوَّرْتَهَا ذَكَرًا جَازَ لَهُ التَّزَوُّجُ بِهٰذِهٖ وَالشَّرْطُ اَنْ يُصَوَّرَ ذٰلِكَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۔

اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اور اس کے سابقہ شوہر کی بیٹی کو (جو شوہر کی دوسری بیوی سے ہو) کو نکاح میں جمع کر دیا جائے کیونکہ ان دونوں کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے اور رضاعت بھی نہیں ہے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ جائز نہیں ہے' کیونکہ شوہر کی بیٹی کو' اگر آپ مذکر فرض کریں تو اس کے لئے اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ شادی کرنا جائز نہیں ہوگا۔ ہم یہ کہتے ہیں: باپ کی بیوی کو اگر آپ مذکر بنا دیں تو اس کے لئے اس عورت کے ساتھ شادی کرنا جائز ہوگا اور شرط یہ ہے: یہ صورت دونوں جانب پائی جانی چاہئے۔

زنا کے ذریعے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت

قَالَ ﴿وَمَنْ زَنٰى بِامْرَاَةٍ حَرُمَتْ عَلَيْهِ اُمُّهَا وَبِنْتُهَا﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: الزِّنَا لَا يُوْجِبُ حُرْمَةَ الْمُصَاهَرَةِ لِاَنَّهَا نِعْمَةٌ فَلَا تُنَالُ بِالْمَحْظُوْرِ .

وَلَنَا اَنَّ الْوَطْءَ سَبَبُ الْجُزْئِيَّةِ بِوَاسِطَةِ الْوَلَدِ حَتّٰى يُضَافَ اِلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا كَمَلًا فَتَصِيْرُ اُصُوْلُهَا وَفُرُوْعُهَا كَاُصُوْلِهٖ وَفُرُوْعِهٖ وَكَذٰلِكَ عَلَى الْعَكْسِ، وَالِاسْتِمْتَاعُ بِالْجُزْءِ حَرَامٌ اِلَّا فِيْ مَوْضِعِ الضَّرُوْرَةِ وَهِيَ الْمَوْطُوْءَةُ، وَالْوَطْءُ مُحَرِّمٌ مِّنْ حَيْثُ اِنَّهٗ سَبَبُ الْوَلَدِ لَا مِنْ حَيْثُ اِنَّهٗ زِنًا .

جو شخص کسی عورت کے ساتھ زناء کر لے تو اس عورت کی ماں اور اس کی بیٹی اس مرد پر حرام ہو جائیں گی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زناء کے ذریعے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایک نعمت ہے' تو کسی ممنوعہ کام کے ذریعے یہ حاصل نہیں ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے: وطی کرنا "جزء" ہونے کا سبب ہے' اولاد کے واسطے کے ساتھ' یہاں تک کہ اس کی نسبت کی جائے گی' ان دونوں میں سے ہر ایک کی طرف مکمل طور پر' تو عورت کے اصول اور فروع اس مرد کے اصول اور فروع کی طرح ہوں گے اسی طرح اس کے برخلاف ہوگا اور "جز" سے نفع حاصل کرنا حرام ہے' ماسوائے اس صورت کے' جب ضرورت لاحق ہو۔ اور وہ موطوءہ ہے۔ وطی حرمت کو ثابت کرتی ہے اس اعتبار سے کہ وہ اولاد کا سبب ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ زنا ہے۔

شہوت سے چھونے میں ثبوت حرمت کا بیان

﴿وَمَنْ مَسَّتْهُ امْرَاَةٌ بِشَهْوَةٍ حَرُمَتْ عَلَيْهِ اُمُّهَا وَابْنَتُهَا﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا تَحْرُمُ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ مَسُّهُ امْرَاَةً بِشَهْوَةٍ وَّنَظَرُهٗ اِلٰى فَرْجِهَا وَنَظَرُهَا اِلٰى ذَكَرِهٖ عَنْ شَهْوَةٍ لَهٗ اَنَّ الْمَسَّ وَالنَّظَرَ لَيْسَا فِيْ مَعْنَى الدُّخُوْلِ، وَلِهٰذَا لَا يَتَعَلَّقُ بِهِمَا فَسَادُ الصَّوْمِ وَالْاِحْرَامِ وَوُجُوْبُ الْاِغْتِسَالِ فَلَا يَلْحَقَانِ بِهٖ .

وَلَنَا اَنَّ الْمَسَّ وَالنَّظَرَ سَبَبٌ دَاعٍ اِلَى الْوَطْيِ فَيُقَامُ مَقَامَهُ فِيْ مَوْضِعِ الْاِحْتِيَاطِ، ثُمَّ الْمَسُّ بِشَهْوَةٍ اَنْ تَنْتَشِرَ الْاٰلَةُ اَوْ تَزْدَادَ انْتِشَارًا هُوَ الصَّحِيْحُ. وَالْمُعْتَبَرُ النَّظَرُ اِلَى الْفَرْجِ الدَّاخِلِ وَلَا يَتَحَقَّقُ ذٰلِكَ اِلَّا عِنْدَ اتِّكَائِهَا.

وَلَوْ مَسَّ فَاَنْزَلَ فَقَدْ قِيْلَ اِنَّهُ يُوْجِبُ الْحُرْمَةَ. وَالصَّحِيْحُ اَنَّهُ لَا يُوْجِبُهَا لِاَنَّهُ بِالْاِنْزَالِ تَبَيَّنَ اَنَّهُ غَيْرُ مُفْضٍ اِلَى الْوَطْيِ، وَعَلٰى هٰذَا اِتْيَانُ الْمَرْاَةِ فِي الدُّبُرِ.

جس شخص کو کوئی عورت شہوت کے ساتھ چھو لے تو اس مرد کے لئے اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہو جاتی ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ حرام نہیں ہوں گی۔ اسی اختلاف کی بنیاد پر یہ مسئلہ بھی ہے: جب وہ مرد کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھو لے یا وہ عورت مرد کی شرمگاہ کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: چھونا یا دیکھنا یہ دونوں دخول کے معنی میں نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے: ان دونوں کی وجہ سے روزے یا احرام کے فاسد ہونے یا غسل کے واجب ہونے کا حکم متعلق نہیں ہوتا' تو یہ دونوں بھی اس کے ساتھ متعلق نہیں ہوں گے۔

ہماری دلیل یہ ہے: چھونا اور دیکھنا سبب ہے جو وطی تک لے جاتا ہے' تو احتیاط کے پیش نظر یہ اس کا قائم مقام شمار ہوگا۔ شہوت کے ساتھ چھونے کا مطلب یہ ہے: آلہ (تناسل) منتشر ہو جائے یا انتشار میں اضافہ ہو جائے اور یہی بات درست ہے۔ اور "دیکھنے میں" شرمگاہ کے داخلی حصے کی طرف دیکھنا معتبر ہوگا اور یہ صورت صرف اسی وقت متحقق ہوگی جب وہ عورت ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی ہو۔

اگر مرد نے چھو لیا اور اسے انزال ہو گیا' تو ایک قول کے مطابق یہ بات حرمت کو واجب کر دیتی ہے۔ تاہم صحیح قول یہ ہے: یہ اس کو واجب نہیں کرتی' کیونکہ اس کے انزال کے ذریعے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ یہ عمل وطی تک لے جانے والا نہیں ہے۔ اسی اصول کی بنیاد پر' عورت کی پچھلی شرمگاہ میں صحبت کرنے کا حکم شامل ہے۔

مطلقہ بیوی کی عدت کے دوران اس کی بہن سے نکاح کا حکم

﴿وَاِذَا طَلَّقَ امْرَاَةً طَلَاقًا بَائِنًا اَوْ رَجْعِيًّا لَمْ يَجُزْ لَهُ اَنْ يَتَزَوَّجَ بِاُخْتِهَا حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِنْ كَانَتِ الْعِدَّةُ عَنْ طَلَاقٍ بَائِنٍ اَوْ ثَلَاثٍ يَجُوْزُ لِانْقِطَاعِ النِّكَاحِ بِالْكُلِّيَّةِ اِعْمَالًا لِلْقَاطِعِ، وَلِهٰذَا لَوْ وَطِئَهَا مَعَ الْعِلْمِ بِالْحُرْمَةِ يَجِبُ الْحَدُّ.

وَلَنَا اَنَّ نِكَاحَ الْاُوْلٰى قَائِمٌ لِبَقَاءِ بَعْضِ اَحْكَامِهِ كَالنَّفَقَةِ وَالْمَنْعِ وَالْفِرَاشِ وَالْقَاطِعُ تَاَخَّرَ عَمَلُهُ وَلِهٰذَا بَقِيَ الْقَيْدُ، وَالْحَدُّ لَا يَجِبُ عَلٰى اِشَارَةِ كِتَابِ الطَّلَاقِ، وَعَلٰى عِبَارَةِ كِتَابِ الْحُدُوْدِ يَجِبُ لِاَنَّ الْمِلْكَ قَدْ زَالَ فِيْ حَقِّ الْمِلْكِ فَيَتَحَقَّقُ الزِّنَا وَلَمْ يَرْتَفِعْ فِيْ حَقِّ مَا ذَكَرْنَا فَيَصِيْرُ جَامِعًا.

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق بائنہ یا طلاق رجعی دے تو اس کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اس کی بہن کے ساتھ شادی کرے تاوقتیکہ اس عورت کی عدت نہ گزر جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر عدت طلاق بائن کی وجہ سے ہو یا تین طلاقوں کی وجہ سے ہو تو ایسا کرنا جائز ہوگا کیونکہ نکاح کلی طور پر منقطع ہوگیا ہے اور قاطع (یعنی طلاق) پر عملدرآمد ہوگا۔ یہی وجہ ہے: اگر وہ شخص حرمت کا علم رکھنے کے باوجود اس (پہلی) بیوی کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے تو اس پر حد واجب ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے: پہلا نکاح ابھی قائم شمار ہوگا کیونکہ اس کے بعض احکام باقی ہیں جیسے خرچ دینا ہے گھر سے باہر نکلنے سے روکنا ہے بستر (فراہم کرنا) ہے تاہم قطع کرنے والی چیز (یعنی طلاق) نے اس کے (یعنی نکاح کے) عمل کو متاخر کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ (اگر وہ شخص عدت گزارنے والی عورت کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے) تو اس کے لئے قید باقی رہے گی (یعنی اسے حرمت کا علم ہونا چاہئے)۔ جہاں تک حد کا تعلق ہے تو "کتاب الطلاق" میں موجود عبارت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے: یہ واجب نہیں ہوگی البتہ "کتاب الحدود" کی عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے: یہ واجب ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے: حلت کے اعتبار سے ملکیت زائل ہو چکی ہے تو اس صورت میں (وطی کرنے سے) زنا متحقق ہوگا اور (نکاح کا) حکم اس چیز کے حق میں مرتفع نہیں ہوا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے تو اس اعتبار سے وہ مرد (نکاح میں دو بہنوں کو) جمع کرنے والا ہو جائے گا۔

اپنی کنیز یا غلام کے ساتھ نکاح کرنے کا عدم جواز

﴿وَلَا يَتَزَوَّجُ الْمَوْلٰى اَمَتَهُ وَلَا الْمَرْاَةُ عَبْدَهَا﴾ لِاَنَّ النِّكَاحَ مَا شُرِعَ اِلَّا مُثْمِرًا ثَمَرَاتٍ مُشْتَرَكَةً بَيْنَ الْمُتَنَاكِحَيْنِ، وَالْمَمْلُوكِيَّةُ تُنَافِي الْمَالِكِيَّةَ فَيَمْتَنِعُ وُقُوْعُ الثَّمَرَةِ عَلَى الشَّرِكَةِ۔

آقا اپنی کنیز کے ساتھ یا عورت اپنے غلام کے ساتھ شادی نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے: نکاح کو مشروع اس لیے کیا گیا ہے تاکہ وہ ان ثمرات کو سامنے لائے جو نکاح کرنے والوں کے درمیان مشترک ہوتے ہیں اور مملوکیت مالک ہونے کے منافی ہے تو اس اعتبار سے شراکت کی بنیاد پر ثمرات کا حصول ناممکن ہو جائے گا۔

آزاد عورتوں سے نکاح اور کنیزوں سے متعلق فقہی احکام

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔(النساء، ۲۵)

اورتم میں بے مقدوری کے باعث جن کے نکاح میں آزاد عورتیں ایمان والیاں نہ ہوں تو ان سے نکاح کرے، جو تمہارے ہاتھ کی مِلک ہیں ایمان والی کنیزیں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم میں ایک دوسرے سے ہے تو ان سے نکاح کرو اُن کے مالکوں کی اجازت سے اور حسب دستور اُن کے مہر انہیں دو قید میں آتیں، نہ مستی نکالتی اور نہ یار بناتی۔ جب وہ قید میں آجائیں۔ پھر برا کام کریں تو اُن پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔ یہ اس کے لئے جسے تم میں سے زنا کا اندیشہ ہے اور صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

اہلِ کتاب عورت کے ساتھ نکاح کرنے کا بیان

(وَيَجُوزُ تَزْوِيجُ الْكِتَابِيَّاتِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ) أَيِ الْعَفَائِفُ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْكِتَابِيَّةِ الْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ عَلَى مَا نُبَيِّنُ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

اہلِ کتاب عورتوں کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور ان میں سے پاکدامن عورتیں جنہیں کتاب دی گئی ہے''۔ (یہاں المحصنات سے مراد پاکدامن عورتیں ہیں) کتابی عورت میں آزاد اور کنیز کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا جیسا کہ عنقریب ہم اس بارے میں بیان کریں گے۔

مجوسی عورت کے ساتھ نکاح کی ممانعت کا بیان

وَلَا يَجُوزُ تَزْوِيجُ الْمَجُوسِيَّاتِ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ غَيْرَ نَاكِحِي نِسَائِهِمْ وَلَا آكِلِي ذَبَائِحِهِمْ)

اور مجوسی عورت کے ساتھ شادی کرنا جائز نہیں ہے اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا طرز عمل رکھو۔ البتہ ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو اور ان کا ذبیحہ نہ کھاؤ''۔

بت پرست یا صابی عورت کے ساتھ نکاح کا حکم

قَالَ (وَلَا الْوَثَنِيَّاتِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ (وَيَجُوزُ تَزْوِيجُ الصَّابِئَاتِ إِنْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِدِينِ نَبِيٍّ وَيُقِرُّونَ بِكِتَابٍ) لِأَنَّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ (وَإِنْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْكَوَاكِبَ وَلَا كِتَابَ لَهُمْ لَمْ تَجُزْ مُنَاكَحَتُهُمْ) لِأَنَّهُمْ مُشْرِكُونَ، وَالْخِلَافُ الْمَنْقُولُ فِيهِ مَحْمُولٌ عَلَى اشْتِبَاهِ مَذْهَبِهِمْ، فَكُلٌّ أَجَابَ عَلَى مَا وَقَعَ عِنْدَهُ، وَعَلَى هَذَا حِلُّ ذَبِيحَتِهِمْ .

فرمایا: اور بت پرست (عورتوں کے ساتھ بھی شادی کرنا جائز) نہیں ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور تم مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو جب تک وہ مومن نہ ہو جائیں''۔ صابیہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے اگر وہ

کسی نبی کے دین پر ایمان رکھتے ہوں اور کتاب کی تلاوت کرتے ہوں' کیونکہ اس صورت میں وہ اہل کتاب کا حصہ شمار ہوں گے لیکن اگر وہ ستاروں کی عبادت کرتے ہوں اور ان کی کوئی مذہبی کتاب نہ ہو' تو ان کے ساتھ شادی کرنا جائز نہیں ہوگا' کیونکہ وہ مشرک شمار ہوں گے۔اس بارے میں جو اختلاف منقول ہے وہ اس صورت حال پر محمول ہوگا' جب ان کا مذہب مشتبہ ہو' تو ہر ایک نے اسی کے مطابق جواب دیا۔جس طرح کی صورت حال ان کے سامنے پیش آئی تھی اور اسی بنیاد پر ان کے ذبیحے کے حلال ہونے کا حکم ہوگا۔

حالتِ احرام میں نکاح کرنے کا فقہی بیان

قَالَ ﴿وَيَجُوْزُ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ اَنْ يَّتَزَوَّجَا فِي حَالَةِ الْإِحْرَامِ﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَجُوْزُ، وَتَزْوِيجُ الْوَلِيِّ الْمُحْرِمِ وَلِيَّتَهُ عَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ .لَهُ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ﴾(١) "وَلَنَا مَا رُوِيَ " ﴿اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ بِمَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ﴾(٢) " وَمَا رَوَاهُ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْوَطْئِ .

فرمایا: اور حالت احرام والے مرد اور حالت احرام والی عورت کے لئے یہ بات جائز ہے کہ وہ حالت احرام میں شادی کرلیں۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ جائز نہیں ہے۔حالت احرام والا ''ولی'' اپنی ''ولیہ'' کی شادی کرسکتا ہے (یا نہیں کرسکتا) اور اس کی بنیاد بھی سابقہ اختلاف ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''حالت احرام والا شخص نہ نکاح کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کا نکاح کروائے''۔ ہماری دلیل وہ روایت ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تھی' تو آپ حالت احرام میں تھے۔وہ روایت جسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے' وہ وطی کرنے پر محمول ہوگی۔

مسلمان یا اہل کتاب باندی سے نکاح کرنے کا بیان

﴿وَيَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الْاَمَةِ مُسْلِمَةً كَانَتْ اَوْ كِتَابِيَّةً﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَجُوْزُ لِلْحُرِّ اَنْ يَّتَزَوَّجَ بِاَمَةٍ كِتَابِيَّةٍ لِاَنَّ جَوَازَ نِكَاحِ الْإِمَاءِ ضَرُوْرِيٌّ عِنْدَهُ لِمَا فِيْهِ مِنْ تَعْرِيْضِ الْجُزْءِ عَلَى الرِّقِّ، وَقَدْ انْدَفَعَتْ الضَّرُوْرَةُ بِالْمُسْلِمَةِ وَلِهٰذَا جَعَلَ طَوْلَ الْحُرَّةِ مَانِعًا مِّنْهُ .وَعِنْدَنَا الْجَوَازُ مُطْلَقٌ لِّاِطْلَاقِ الْمُقْتَضٰى، وَفِيْهِ امْتِنَاعٌ عَنْ تَحْصِيْلِ الْجُزْءِ الْحُرِّ لَا اِرْقَاقُهُ وَلَهُ اَنْ لَّا يُحَصِّلَ الْاَصْلَ فَيَكُوْنُ لَهُ اَنْ لَّا يُحَصِّلَ الْوَصْفَ .

کنیز کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کتابیہ ہو۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آزاد شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کنیز یا کتابیہ عورت کے ساتھ شادی کرے۔اس کی وجہ یہ ہے: ان کے نزدیک کنیز کے ساتھ نکاح کرنا ضرورت کے وقت جائز ہوتا ہے' کیونکہ اس صورت میں آزاد کو غلامی پر پیش کرنا لازم آتا ہے اور مسلم عورت کے ذریعے یہ ضرورت ختم ہوسکتی ہے۔اس کی وجہ یہ بھی ہے: آزاد عورت کے ساتھ شادی کرنے کی استطاعت رکھنا اس کے لئے رکاوٹ ہوگا۔ہماری

دلیل یہ ہے: جواز مطلق ہے' کیونکہ اس کا مقتضیٰ مطلق ہے اور اس میں آزاد جزء کے حصول سے روکنا لازم آ رہا ہے' اسے غلام بنانا لازم نہیں آ رہا۔ لہٰذا جب وہ اصل کو حاصل نہ کرے تو وہ وصف کو بھی حاصل کرنے والا نہ ہوگا۔

آزاد بیوی کے ہوتے ہوئے کنیز سے نکاح کا حکم

﴿وَلَا يَتَزَوَّجُ اَمَةً عَلٰى حُرَّةٍ﴾ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَا تُنْكَحُ الْاَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ﴾ (۱) " وَهُوَ بِاِطْلَاقِهِ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ تَجْوِيْزِهٖ ذٰلِكَ لِلْعَبْدِ، وَعَلٰى مَالِكٍ فِيْ تَجْوِيْزِهٖ ذٰلِكَ بِرِضَا الْحُرَّةِ، وَلِاَنَّ لِلرِّقِّ اَثَرًا فِيْ تَنْصِيْفِ النِّعْمَةِ عَلٰى مَا نُقَرِّرُهٗ فِيْ كِتَابِ الطَّلَاقِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَيَثْبُتُ بِهٖ حِلُّ الْمَحَلِّيَّةِ فِيْ حَالَةِ الْاِنْفِرَادِ دُوْنَ حَالَةِ الْاِنْضِمَامِ

مرد آزاد بیوی کی موجودگی میں کنیز کے ساتھ شادی نہیں کرے گا' اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''آزاد بیوی کی موجودگی میں کنیز کے ساتھ شادی نہ کی جائے''۔ یہ فرمان اپنے اطلاق کے اعتبار سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حجت ہے' کیونکہ وہ غلام کے لئے اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کیخلاف بھی حجت ہے' کیونکہ وہ آزاد بیوی کی رضامندی کے ساتھ اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: اس کی ایک وجہ یہ ہے: غلامی نعمت کو نصف کرنے میں اثر انداز ہوتی ہے' جیسا کہ ہم ''کتاب الطلاق'' میں اس بارے میں بحث کریں گے' تو اس کی وجہ سے انفرادی حالت میں محل کی حلت ثابت ہو جائے گی نہ کہ انضمام کی حالت میں ہوگی۔

کنیز بیوی کی موجودگی میں آزاد عورت سے نکاح کا حکم

﴿وَيَجُوْزُ تَزْوِيْجُ الْحُرَّةِ عَلَيْهَا﴾ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَتُنْكَحُ الْحُرَّةُ عَلَى الْاَمَةِ﴾ (۱) " وَلِاَنَّهَا مِنَ الْمُحَلَّلَاتِ فِيْ جَمِيْعِ الْحَالَاتِ اِذْ لَا مُنَصِّفَ فِيْ حَقِّهَا ۔

اور باندی کی موجودگی میں آزاد عورت کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے' اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے۔ ''کنیز (بیوی) کی موجودگی میں آزاد عورت کے ساتھ نکاح کیا جا سکتا ہے''۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے: وہ ہر طرح کی حالت میں حلال ہے اور اس کے حق کو نصف کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔

آزاد بیوی کی عدت کے دوران کنیز سے نکاح کا حکم

﴿فَاِنْ تَزَوَّجَ اَمَةً عَلٰى حُرَّةٍ فِيْ عِدَّةٍ مِّنْ طَلَاقٍ بَائِنٍ اَوْ ثَلَاثٍ لَّمْ يَجُزْ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَيَجُوْزُ عِنْدَهُمَا﴾ لِاَنَّ هٰذَا لَيْسَ بِتَزَوُّجٍ عَلَيْهَا وَهُوَ الْمُحَرَّمُ، وَلِهٰذَا لَوْ حَلَفَ لَا يَتَزَوَّجُ عَلَيْهَا لَمْ يَحْنَثْ بِهٰذَا ۔ وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ نِكَاحَ الْحُرَّةِ بَاقٍ مِّنْ وَجْهٍ لِبَقَاءِ بَعْضِ الْاَحْكَامِ فَيَبْقَى الْمَنْعُ احْتِيَاطًا، بِخِلَافِ الْيَمِيْنِ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ اَنْ لَّا يُدْخِلَ غَيْرَهَا فِيْ

قَسۡمِھَا .

اگر کوئی شخص آزاد بیوی کی موجودگی میں' کنیز کے ساتھ شادی کر لیتا ہے' جو آزاد بیوی طلاق کی وجہ سے یا طلاق بائنہ کی وجہ سے' عدت بسر کر رہی ہو' تو یہ نکاح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست نہیں ہوگا' جبکہ صاحبین کے نزدیک درست ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے: یہ اس عورت پر نکاح کرنا نہیں ہوگا اور یہی بات حرمت کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے: اگر وہ شخص یہ قسم اٹھا لے کہ اس عورت پر سوکن نہیں لائے گا تو وہ اس کے ذریعے حانث نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: آزاد عورت کے ساتھ نکاح' عدت میں ایک اعتبار سے باقی ہے' کیونکہ اس کے بعض احکام باقی ہیں' تو ممانعت کا حکم احتیاط کے پیش نظر باقی رہے گا' جبکہ قسم کا حکم اس کے برخلاف ہے' کیونکہ وہاں اصل مقصد یہ ہے: دوسری عورت اس کی تقسیم (یا باری) میں داخل نہیں ہوگی۔

آزاد آدمی کے لئے چار بیویوں سے نکاح کرنے کا بیان

﴿وَلِلۡحُرِّ اَنۡ يَّتَزَوَّجَ اَرۡبَعًا مِّنَ الۡحَرَائِرِ وَالۡاِمَاءِ، وَلَيۡسَ لَهٗ اَنۡ يَّتَزَوَّجَ اَكۡثَرَ مِنۡ ذٰلِكَ﴾ لِقَوۡلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَاۤءِ مَثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾(۱) وَالتَّنۡصِيۡصُ عَلَى الۡعَدَدِ يَمۡنَعُ الزِّيَادَةَ عَلَيۡهِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَتَزَوَّجُ اِلَّا اَمَةً وَّاحِدَةً لِاَنَّهٗ ضَرُوۡرِيٌّ عِنۡدَهٗ: وَالۡحُجَّةُ عَلَيۡهِ مَا تَلَوۡنَا اِذِ الۡاَمَةُ الۡمَنۡكُوۡحَةُ يَنۡتَظِمُهَا اسۡمُ النِّسَاۤءِ كَمَا فِي الظِّهَارِ . (۱) الآية رقم ۳ من سورة النساء .

آزاد شخص کو یہ حق حاصل ہے: وہ چار آزاد عورتوں یا کنیزوں کے ساتھ شادی کر سکتا ہے' اسے (بیک وقت) اس سے زیادہ شادیاں کرنے کا حق حاصل نہیں ہے' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "تمہیں جو پسند ہو دو یا تین یا چار خواتین کے ساتھ شادی کر لو"۔ متعین عدد کے ساتھ نص ہونا اس پر زیادتی کو منع کر دیتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسا شخص صرف ایک کنیز کے ساتھ شادی کر سکتا ہے' کیونکہ ان کے نزدیک یہی ضروری ہے اور ان کے خلاف دلیل وہ آیت ہے' جو ہم تلاوت کر چکے ہیں' کیونکہ منکوحہ کنیز بھی لفظ "النساء" میں شامل ہوگی جیسا کہ "ظہار" میں بھی ہے۔

غلام شخص بیک وقت دو سے زیادہ شادیاں نہیں کر سکتا

﴿وَلَا يَجُوۡزُ لِلۡعَبۡدِ اَنۡ يَّتَزَوَّجَ اَكۡثَرَ مِنَ اثۡنَتَيۡنِ﴾ وَقَالَ مَالِكٌ: يَجُوۡزُ لِاَنَّهٗ فِيۡ حَقِّ النِّكَاحِ بِمَنۡزِلَةِ الۡحُرِّ عِنۡدَهٗ حَتّٰى مَلَكَهٗ بِغَيۡرِ اِذۡنِ الۡمَوۡلٰى .وَلَنَا اَنَّ الرِّقَّ مُنَصِّفٌ فَيَتَزَوَّجُ الۡعَبۡدُ اثۡنَتَيۡنِ وَالۡحُرُّ اَرۡبَعًا اِظۡهَارًا لِشَرَفِ الۡحُرِّيَّةِ .

غلام کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے: وہ دو سے زیادہ خواتین کے ساتھ شادی کرے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے لئے چار شادیاں کرنا جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ نکاح کے اعتبار سے وہ غلام ان کے نزدیک

آزاد مرد کی مانند ہے یہاں تک کہ وہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر بھی شادی کرنے کا حق رکھتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے۔ غلامی (نعمتوں کو) نصف کر دیتی ہے تو غلام دو شادیاں کرسکتا ہے اور آزاد شخص چار شادیاں کرسکتا ہے تاکہ آزادی کے شرف کو ظاہر کیا جاسکے۔

چوتھی بیوی کو طلاق دینے کے بعد نئی شادی کرنے کا بیان

قَالَ ﴿فَإِنْ طَلَّقَ الْحُرُّ إِحْدَى الْأَرْبَعِ طَلَاقًا بَائِنًا لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ رَابِعَةً حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا﴾ وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ نَظِيرُ نِكَاحِ الْأُخْتِ فِي عِدَّةِ الْأُخْتِ.

فرمایا: اگر آزاد شخص چار بیویوں میں سے کسی ایک کو طلاق بائنہ دے دیتا ہے تو اس مرد کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا وہ چوتھی شادی کرلے جب تک اس عورت کی عدت نہیں گزر جاتی۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے۔ جب ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن کے ساتھ شادی کرلی جائے۔

زنا کے نتیجے میں حاملہ ہونے والی عورت سے شادی کا حکم

قَالَ ﴿فَإِنْ تَزَوَّجَ حُبْلَى مِنْ زِنًا جَازَ النِّكَاحُ وَلَا يَطَؤُهَا حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا﴾ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: النِّكَاحُ فَاسِدٌ ﴿وَإِنْ كَانَ الْحَمْلُ ثَابِتَ النَّسَبِ فَالنِّكَاحُ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ﴾ لِأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ الْإِمْتِنَاعَ فِي الْأَصْلِ لِحُرْمَةِ الْحَمْلِ، وَهٰذَا الْحَمْلُ مُحْتَرَمٌ لِأَنَّهُ لَا جِنَايَةَ مِنْهُ، وَلِهٰذَا لَمْ يَجُزْ إِسْقَاطُهُ. وَلَهُمَا أَنَّهَا مِنَ الْمُحَلَّلَاتِ بِالنَّصِّ وَحُرْمَةُ الْوَطْيِ كَيْ لَا يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ، وَالْإِمْتِنَاعُ فِي ثَابِتِ النَّسَبِ لِحَقِّ صَاحِبِ الْمَاءِ وَلَا حُرْمَةَ لِلزَّانِي.

فرمایا: اگر کوئی شخص زناء کے نتیجے میں حاملہ ہونے والی عورت کے ساتھ شادی کرلے تو وہ نکاح درست ہوگا تاہم مرد اس عورت کے ساتھ اس وقت تک وطی نہیں کرے گا جب تک وہ عورت بچے کو جنم نہ دے۔ یہ حکم بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ نکاح فاسد شمار ہوگا۔ اگر وہ حمل "ثابت النسب" ہو تو یہ نکاح بالاجماع باطل شمار ہوگا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: اصل میں منع کرنے کی وجہ "حمل" کی حرمت ہے اور یہ "حمل" قابل احترام ہے کیونکہ اس سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے: اسے ساقط کرنا جائز نہیں ہے۔ جبکہ صاحبین کی دلیل یہ ہے: ایسی عورت ان عورتوں میں شامل ہے جو نص کے ذریعے حلال ثابت ہوتی ہیں۔ وطی کو حرام اس لیے قرار دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے پانی کے ذریعے دوسرے کے کھیت کو سیراب نہ کرے۔ ثابت النسب میں ممانعت پانی والے شخص (یعنی جس سے وہ حمل ہے) کے ساتھ لاحق ہوگی اس حرمت کا زناء کرنے والے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

حاملہ قیدی عورت کے ساتھ شادی کا حکم

﴿فَاِنْ تَزَوَّجَ حَامِلًا مِنَ السَّبْيِ فَالنِّكَاحُ فَاسِدٌ﴾ لِاَنَّهُ ثَابِتُ النَّسَبِ ﴿وَاِنْ زَوَّجَ اُمَّ وَلَدِهٖ وَهِيَ حَامِلٌ مِنْهُ فَالنِّكَاحُ بَاطِلٌ﴾ لِاَنَّهَا فِرَاشٌ لِمَوْلَاهَا حَتّٰى يَثْبُتَ نَسَبُ وَلَدِهَا مِنْهُ مِنْ غَيْرِ دَعْوَةٍ، فَلَوْ صَحَّ النِّكَاحُ لَحَصَلَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْفِرَاشَيْنِ، اِلَّا اَنَّهٗ غَيْرُ مُتَاَكِّدٍ حَتّٰى يَنْتَفِيَ الْوَلَدُ بِالنَّفْيِ مِنْ غَيْرِ لِعَانٍ فَلَا يُعْتَبَرُ مَا لَمْ يَتَّصِلْ بِهِ الْحَمْلُ .

اگر کوئی شخص (جنگ کے بعد) قیدی عورتوں میں سے' کسی حاملہ عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے' تو یہ نکاح فاسد شمار ہوگا' کیونکہ وہ (حمل) ثابت النسب ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی "ام ولد" کی کسی دوسرے شخص کے ساتھ شادی کر دے اور وہ عورت اس شخص سے حاملہ ہو' تو یہ نکاح بھی باطل ہوگا' کیونکہ وہ عورت اپنے آقا کی ہم بستر تھی۔ یہاں تک کہ اس عورت کے بچے کا نسب اس آقا سے ثابت ہوگا' کسی بھی دعوے کے بغیر' اور اگر اس نکاح کو درست قرار دے دیا جائے تو اس صورت میں دو بستروں کو اکٹھا کرنا لازم آئے گا۔ تاہم اس میں تاکید نہیں ہے' یہاں تک کہ وہ شخص لعان کے بغیر بچے کے نسب کی نفی کر سکتا ہے۔ لہٰذا یہ اس وقت تک معتبر نہیں ہوگا جب تک حمل اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔

موطوءہ کنیز کی شادی کسی اور کے ساتھ کرنے کا حکم

قَالَ ﴿وَمَنْ وَطِئَ جَارِيَتَهٗ ثُمَّ زَوَّجَهَا جَازَ النِّكَاحُ﴾ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ بِفِرَاشٍ لِمَوْلَاهَا فَاِنَّهَا لَوْ جَاءَ تْ بِوَلَدٍ لَا يَثْبُتُ نَسَبُهٗ مِنْ غَيْرِ دَعْوَةٍ اِلَّا اَنَّ عَلَيْهِ اَنْ يَسْتَبْرِئَهَا صِيَانَةً لِمَائِهٖ، وَاِذَا جَازَ النِّكَاحُ ﴿فَلِلزَّوْجِ اَنْ يَطَاَهَا قَبْلَ الْاِسْتِبْرَاءِ﴾ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا اُحِبُّ لَهٗ اَنْ يَطَاَهَا حَتّٰى يَسْتَبْرِئَهَا لِاَنَّهُ احْتَمَلَ الشُّغْلَ بِمَاءِ الْمَوْلٰى فَوَجَبَ التَّنَزُّهُ كَمَا فِي الشِّرَاءِ .وَلَهُمَا اَنَّ الْحُكْمَ بِجَوَازِ النِّكَاحِ اَمَارَةُ الْفَرَاغِ فَلَا يُؤْمَرُ بِالْاِسْتِبْرَاءِ لَا اسْتِحْبَابًا وَّلَا وُجُوْبًا .بِخِلَافِ الشِّرَاءِ لِاَنَّهٗ يَجُوْزُ مَعَ الشُّغْلِ .

فرمایا: اور جو شخص اپنی کنیز کے ساتھ صحبت کرے اور پھر اس کی شادی کر دے' تو یہ نکاح درست ہوگا۔ کیونکہ یہاں پر وہ اپنے آقا کی "ام ولد" شمار نہیں ہوگی' کیونکہ اس صورت میں اگر وہ بچے کو جنم دیتی ہے' تو اس بچے کا نسب دعوے کے بغیر ثابت نہیں ہوگا' البتہ آقا پر یہ بات لازم ہے کہ اپنے نطفے کی حفاظت کے لئے اس کا استبراء کر لے۔ جب یہ نکاح جائز ٹھہرا' تو شوہر کو یہ حق حاصل ہوگا' استبراء سے پہلے اس کنیز کے ساتھ وطی کر لے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسے مرد کے لئے میں یہ بات پسند نہیں کروں گا' وہ اس عورت کے ساتھ وطی کرے جب تک وہ اس کا استبراء نہیں کر لیتا کیونکہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ وہ اپنے آقا کے نطفے کے ساتھ مشغول ہو (یعنی حاملہ ہو چکی ہو) تو اس کا پاک ہونا اسی طرح لازم ہوگا جس طرح خریدنے کی صورت میں ہوتا ہے۔ ان دونوں (یعنی شیخین) حضرات کی دلیل یہ ہے:

نکاح کے جواز کا حکم فارغ ہونے کی نشانی ہے۔لہٰذا استبراء کا حکم نہیں دیا جائے گا' نہ ہی استحباب کے طور پر اور نہ ہی وجوب کے طور پر'
جبکہ خریدنے کا حکم اس کے برخلاف ہے' کیونکہ وہ شغل (یعنی دوسرے کے نطفے کے ہمراہ) بھی جائز ہے۔

زانیہ عورت کے ساتھ شادی کا حکم

﴿وَكَذَا إِذَا رَأَى امْرَأَةً تَزْنِي فَتَزَوَّجَهَا حَلَّ لَهُ أَنْ يَطَأَهَا قَبْلَ أَنْ يَسْتَبْرِئَهَا عِنْدَهُمَا، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا أُحِبُّ لَهُ أَنْ يَطَأَهَا مَا لَمْ يَسْتَبْرِئْهَا﴾ وَالْمَعْنَى مَا ذَكَرْنَا .

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی عورت کو زنا کرتے ہوئے دیکھے اور پھر اس عورت کے ساتھ شادی کر لے تو اس مرد کے لئے یہ بات جائز ہے کہ اس عورت کے استبراء سے پہلے اس کے ساتھ وطی کر لے یہ ان دونوں حضرات (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک ہے۔امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اس مرد کو یہ حق ہو کہ وہ اس عورت کے ساتھ وطی کرے جب تک وہ اس کا استبراء نہیں کر لیتا۔اس کا مفہوم وہی ہے' جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

نکاحِ متعہ کے بارے میں فقہی احکام

قَالَ ﴿وَنِكَاحُ الْمُتْعَةِ بَاطِلٌ﴾ وَهُوَ أَنْ يَقُولَ لِامْرَأَةٍ أَتَمَتَّعُ بِكِ كَذَا مُدَّةً بِكَذَا مِنَ الْمَالِ وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: هُوَ جَائِزٌ لِأَنَّهُ كَانَ مُبَاحًا فَيَبْقَى إِلَى أَنْ يَظْهَرَ نَاسِخُهُ .قُلْنَا: ثَبَتَ النَّسْخُ بِإِجْمَاعِ (١) الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا صَحَّ رُجُوعُهُ إِلَى قَوْلِهِمْ فَتَقَرَّرَ الْإِجْمَاعُ (٢) .

فرمایا: اور نکاح ''متعہ'' باطل ہے۔اس سے مراد یہ ہے: مرد عورت سے یہ کہے: میں اتنے مال کے عوض میں اتنے عرصے تک تم سے تمتع کرتا رہوں گا۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ جائز ہے۔اس کی دلیل یہ ہے: یہ پہلے مباح تھا' تو اس کی یہ صورت حال باقی رہے گی یہاں تک کہ اس کو منسوخ کرنے والی چیز ظاہر ہو جائے۔ہم یہ کہتے ہیں: اس کا منسوخ ہونا صحابہ کرام کے اجماع کے ذریعے ثابت ہے۔جہاں تک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تعلق ہے' تو ان کا بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موقف کی طرف رجوع کرنا ثابت ہے' لہٰذا اجماع مقرر ہو گیا ہے۔

نکاحِ مؤقت کے بارے میں فقہی بیان

﴿وَالنِّكَاحُ الْمُؤَقَّتُ بَاطِلٌ﴾ مِثْلُ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ إِلَى عَشَرَةِ أَيَّامٍ .وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: هُوَ صَحِيحٌ لَازِمٌ لِأَنَّ النِّكَاحَ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ .وَلَنَا أَنَّهُ أَتَى بِمَعْنَى الْمُتْعَةِ وَالْعِبْرَةُ فِي الْعُقُودِ لِلْمَعَانِي، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا طَالَتْ مُدَّةُ التَّأْقِيتِ أَوْ قَصُرَتْ لِأَنَّ التَّأْقِيتَ هُوَ الْمُعَيِّنُ لِجِهَةِ الْمُتْعَةِ وَقَدْ وُجِدَ .

اور ''مؤقت نکاح'' باطل ہے جیسے کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں دس دن کے لئے شادی کرے۔امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ درست ہے اور لازم ہوگا' کیونکہ نکاح' باطل شرائط کی وجہ سے فاسد نہیں ہوگا۔ ہماری دلیل یہ ہے: اس شخص نے متعہ کا مفہوم استعمال کیا ہے اور عقود میں معنیٰ کا اعتبار ہوتا ہے۔اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہوگا' وہ معینہ مدت طویل ہوتی ہے یا مختصر ہوتی ہے' کیونکہ وقت کو متعین کر دینا متعہ کے اعتبار سے ہوتا ہے اور یہ چیز یہاں پائی جارہی ہے۔

ایک عقد میں دو خواتین کے ساتھ نکاح کا حکم

﴿وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَاَتَيْنِ فِيْ عُقْدَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّاِحْدَاهُمَا لَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا صَحَّ نِكَاحُ الَّتِيْ يَحِلُّ نِكَاحُهَا وَبَطَلَ نِكَاحُ الْاُخْرٰى﴾ لِاَنَّ الْمُبْطِلَ فِيْ اِحْدَاهُمَا، بِخِلَافِ مَا اِذَا جَمَعَ بَيْنَ حُرٍّ وَّعَبْدٍ فِي الْبَيْعِ لِاَنَّهُ يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ، وَقَبُوْلُ الْعَقْدِ فِي الْحُرِّ شَرْطٌ فِيْهِ، ثُمَّ جَمِيْعُ الْمُسَمّٰى لِلَّتِيْ يَحِلُّ نِكَاحُهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَعِنْدَهُمَا يُقْسَمُ عَلٰى مَهْرِ مِثْلَيْهِمَا وَهِيَ مَسْاَلَةُ الْاَصْلِ.

اور جس شخص نے ایک ہی عقد میں دو خواتین کے ساتھ شادی کی۔جن میں سے ایک کے ساتھ شادی کرنا اس کے لئے جائز نہ ہو تو اس شخص کی شادی اس عورت کے ساتھ جائز ہوگی جس کے ساتھ نکاح کرنا اس کے لئے جائز تھا اور دوسری عورت کے ساتھ اس کا نکاح باطل شمار ہوگا' کیونکہ باطل کرنے والی چیز ایک میں پائی جاتی ہے جبکہ یہ حکم اس کے برخلاف ہے: جب وہ ایک سودے میں ایک آزاد شخص اور ایک غلام شخص کو اکٹھے خرید لیتا ہے' کیونکہ فاسد شرائط کی موجودگی میں سودا باطل ہو جاتا ہے اور اس سودے میں آزاد شخص کو قبول کرنا شرط تھا۔(مذکورہ بالا صورت میں) طے شدہ تمام مہر اس عورت کو ملے گا جس کے ساتھ نکاح کرنا جائز تھا۔

- یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔صاحبین: کے نزدیک یہ طے شدہ مہر ''مہر مثل'' کے تناسب سے ان دونوں میں تقسیم ہو جائے گا۔(مصنف فرماتے ہیں) یہ کتاب ''الاصل'' (یعنی المبسوط) کا مسئلہ ہے۔

جب عورت کسی شخص کی بیوی ہونے کا دعویٰ کر دے

﴿وَمَنْ ادَّعَتْ عَلَيْهِ امْرَاَةٌ اَنَّهُ تَزَوَّجَهَا وَاَقَامَتْ بَيِّنَةً فَجَعَلَهَا الْقَاضِيْ امْرَاَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ تَزَوَّجَهَا وَسِعَهَا الْمُقَامُ مَعَهُ وَاَنْ تَدَعَهُ يُجَامِعُهَا﴾ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ يُوْسُفَ اَوَّلًا، وَفِيْ قَوْلِهِ الْاٰخِرِ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ لَا يَسَعُهُ اَنْ يَطَاَهَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِاَنَّ الْقَاضِيَ اَخْطَاَ الْحُجَّةَ اِذِ الشُّهُوْدُ كَذَبَةٌ فَصَارَ كَمَا اِذَا ظَهَرَ اَنَّهُمْ عَبِيْدٌ اَوْ كُفَّارٌ وَّلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ الشُّهُوْدَ صَدَقَةٌ عِنْدَهُ وَهُوَ الْحُجَّةُ لِتَعَذُّرِ الْوُقُوْفِ عَلٰى حَقِيْقَةِ الصِّدْقِ، بِخِلَافِ الْكُفْرِ وَالرِّقِّ لِاَنَّ الْوُقُوْفَ عَلَيْهِمَا مُتَيَسِّرٌ، وَاِذَا ابْتَنَى الْقَضَاءُ عَلَى الْحُجَّةِ وَاَمْكَنَ تَنْفِيْذُهُ بَاطِنًا بِتَقْدِيْمِ النِّكَاحِ

نَفَذَ قَطْعًا لِلْمُنَازَعَةِ، بِخِلَافِ الْاَمْلَاكِ الْمُرْسَلَةِ لِاَنَّ فِي الْاَسْبَابِ تَزَاحُمًا فَلَا اِمْكَانَ .

جس شخص کیخلاف کوئی عورت یہ دعویٰ کرے کہ اس شخص نے اس عورت کے ساتھ شادی کی ہوئی ہے اور وہ عورت ثبوت بھی پیش کردے اور قاضی اس عورت کو اس کی بیوی قرار دیدے حالانکہ اس شخص نے اس عورت کے ساتھ شادی نہ کی ہو تو وہ عورت اس مرد کے ساتھ رہ سکتی ہے اور اسے اپنے ساتھ صحبت کرنے دے سکتی ہے۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور پہلے امام ابویوسف رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے تھی۔ ان کا دوسرا قول یہ ہے اور یہی امام محمد رحمہ اللہ کی رائے بھی ہے: وہ مرد اس عورت کے ساتھ صحبت نہیں کرسکتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے: قاضی نے ثبوت کے معاملے میں غلطی کی ہے کیونکہ گواہوں نے اس کے ساتھ جھوٹ بولا تھا تو یہ بالکل اسی طرح ہو جائے گا جیسے اس (قاضی) کے سامنے یہ بات ظاہر ہو جائے وہ گواہ غلام تھے یا کافر تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں: قاضی کے نزدیک گواہ سچے ہی شمار ہوں گے اور وہ چیز حجت بنے گی کیونکہ سچائی کی حقیقت پر مطلع ہونا عملاً ناممکن ہے جبکہ کفر یا غلامی پر مطلع ہونے کا حکم اس کے خلاف ہے ان دونوں پر مطلع ہونا آسان ہے۔ جب فیصلے کی بنیاد ثبوت پر ہو اور اسے باطنی طور پر نافذ کرنا ممکن ہو یعنی نکاح کو برقرار رکھنا تو اختلاف ختم کرنے کے لئے یہ فیصلہ نافذ تصور ہوگا۔ جبکہ "املاک مرسلہ" کا حکم اس کے برخلاف ہے کیونکہ اسباب میں تضاد پایا جاتا ہے تو یہاں امکان نہیں ہے تو باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

بَابٌ فِی الْاَوْلِیَاءِ وَالْاَکْفَاءِ

﴿یہ باب ولایت نکاح واکفاء کے بیان میں ہے﴾

باب الاولیاء والاکفاء کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف رحمۃ اللہ علیہ جب محرمات کو بیان کرنے والے باب سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے شرائط نکاح میں سے ولایت نکاح کا بیان شروع کیا ہے۔ کیونکہ اصل نکاح میں محرمات کی تفصیل تھی جس کو مصنف نے اس کی اہمیت کے پیش نظر مقدم ذکر کیا ہے۔ جبکہ ولایت نکاح شرط کے مرتبے میں ہے یعنی جب کسی نابالغ ونابالغہ کا نکاح ہو جائے یا کہیں غیر کفو میں ہو جائے تو اولیاء منکوحہ کو اعتراض کا حق حاصل ہے کہ وہ قاضی کو درخواست دیتے ہوئے نکاح فسخ کروا سکتے ہیں۔

محرمات کے احکام کے بغیر احکام ولایت کو بیان کرنے سے وجود موقوف معدوم ہوتا ہے۔ جبکہ اس کا علم ہونا پہلے ضروری تھا لہٰذا مصنف نے ان کے احکام کو بھی مقدم ذکر کیا ہے۔

ولایت نکاح کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤالدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کا قول دوسرے پر نافذ ہو دوسرا چاہے یا نہ چاہے۔ ولی کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے، بچہ اور مجنون ولی نہیں ہو سکتا۔ مسلمان کے ولی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے کہ کافر کو مسلمان پر کوئی اختیار نہیں، متقی ہونا شرط نہیں۔ فاسق بھی ولی ہو سکتا ہے۔ ولایت کے اسباب چار ہیں: قرابت، مِلک، وِلا، امامت۔ (درمختار، کتاب النکاح بیروت)

ولی نکاح کی تعریف کا بیان

ولی لغوی طور پر کارساز منتظم کو کہتے ہیں یعنی وہ شخص جو کسی کام کا منتظم ہو لیکن یہاں ولی سے مراد وہ شخص ہے جو کسی عورت کے نکاح کا متولی وذمہ دار ہوتا ہے، بایں طور کہ اس عورت کے نکاح کا اختیار اسے حاصل ہوتا ہے۔

اس موقع پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ولایت یعنی کسی کے ولی ہونے کا حق کن کن لوگوں کو حاصل ہے چنانچہ جاننا چاہئے کہ نکاح کے سلسلہ میں ولایت کے اختیار اس کے ان رشتہ دار کو حاصل ہوتے ہیں جو عصبہ بنفسہٖ ہوں اگر کئی عصبات بنفسہٖ ہوں تو ان میں مقدم وہ ہوگا جو وراثت میں مقدم ہو گویا اس بارے میں عصبات کی وہ ترتیب رہے گی جو وراثت میں ہوتی ہے اگر عصبات بنفسہٖ میں کوئی نہ ہو تو ماں کو ولایت حاصل ہوگی پھر دادی کو (قنیہ میں اس کے برعکس ترتیب مذکور ہے) پھر بیٹی کو پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پوتے کی بیٹی کو اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو پھر نانا کو ولایت حاصل ہوگی پھر حقیقی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو پھر ماں کی اولاد کو (خواہ مرد یا عورت ہوں) پھر اسی ترتیب کے مطابق ان کی اولاد کو اور اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہو تو پھر ذوی الارحام کو حاصل ہوگی۔

ذوی الارحام میں سب سے پہلے پھوپھیاں ولی ہوں گی ان کے بعد ماموں ان کے بعد خالائیں ان کے بعد چچا کی بیٹیاں اوران کے بعد اسی ترتیب کے مطابق ان کی اولاد اور اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہوتو حق ولایت مولی الموالات کو حاصل ہوگا مولی الموالات کے معنی باب الفرائض میں بیان ہو چکے ہیں)۔

اگر مولی الموالات بھی نہ ہوتو پھر بادشاہ وقت ولی ہوگا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو اس کے بعد بادشاہ وقت کا کوئی نائب مثلاً قاضی بھی ولی ہوسکتا ہے بشرطیکہ بادشاہ کی طرف سے اس کو یہ اختیار دیا گیا ہو اس کے بعد قاضی کے نائبوں کوحق ولایت حاصل ہوگا بشرطیکہ اپنا نائب بنانے کی اجازت واختیار قاضی کو حاصل ہو اگر قاضی کو یہ اجازت حاصل نہیں ہوگی تو پھر اس کا کوئی بھی نائب ولی نہیں ہو سکے گا۔

ولایت کا حق حاصل ہونے کے لیے آزاد ہونا عاقل ہونا بالغ ہونا اور مسلمان ہونا شرط ہے لہٰذا کوئی غلام کسی کا ولی نہیں ہوسکتا کوئی نابالغ کسی کا ولی نہیں ہوسکتا، کوئی دیوانہ کسی کا ولی نہیں ہوسکتا اور پاگل کسی کا ولی نہیں ہوسکتا، اور نہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ولی ہو سکتا ہے، اسی طرح کوئی مسلمان بھی کسی کافر کا ولی نہیں ہوسکتا الا یہ کہ عام سبب پایا جائے جیسے کوئی مسلمان کسی کافرہ لونڈی کا آقا ہو یا مسلمان بادشاہ یا بادشاہ کا نائب ہوتو اس صورت میں مسلمان کافر کا ولی ہوسکتا ہے۔

آزاد عاقلہ بالغہ کی اجازت نکاح کا بیان

﴿وَيَنْعَقِدُ نِكَاحُ الْحُرَّةِ الْعَاقِلَةِ الْبَالِغَةِ بِرِضَاهَا﴾ وَإِنْ لَمْ يَعْقِدْ عَلَيْهَا وَلِيٌّ بِكْرًا كَانَتْ اَوْثَيِّبًا ﴿عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ﴾ (١) رَحِمَهُمَا اللّٰهُ ﴿فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ .وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ﴾ رَحِمَهُ اللّٰهُ ﴿اَنَّهُ لَا يَنْعَقِدُ اِلَّا بِوَلِيٍّ .وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَنْعَقِدُ مَوْقُوْفًا﴾ وَقَالَ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لَا يَنْعَقِدُ النِّكَاحُ بِعِبَارَةِ النِّسَاءِ اَصْلًا لِاَنَّ النِّكَاحَ يُرَادُ لِمَقَاصِدِهِ وَالتَّفْوِيْضُ اِلَيْهِنَّ مُخِلٌّ بِها، اِلَّا اَنَّ مُحَمَّدًا رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُوْلُ: يَرْتَفِعُ الْخَلَلُ بِاِجَازَةِ الْوَلِيِّ .

وَوَجْهُ الْجَوَازِ اَنَّهَا تَصَرَّفَتْ فِيْ خَالِصِ حَقِّهَا وَهِيَ مِنْ اَهْلِهِ لِكَوْنِهَا عَاقِلَةً مُمَيِّزَةً وَّلِهٰذَا كَانَ لَهَا التَّصَرُّفُ فِي الْمَالِ وَلَهَا اخْتِيَارُ الْاَزْوَاجِ، وَاِنَّمَا يُطَالَبُ الْوَلِيُّ بِالتَّزْوِيْجِ كَيْ لَا تُنْسَبَ اِلَى الْوَقَاحَةِ، ثُمَّ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لَا فَرْقَ بَيْنَ الْكُفْءِ وَغَيْرِ الْكُفْءِ وَلٰكِنْ لِلْوَلِيِّ الْاِعْتِرَاضُ فِيْ غَيْرِ الْكُفْءِ .وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اَنَّهُ لَا يَجُوْزُ فِيْ غَيْرِ الْكُفْءِ لِاَنَّ كَمْ مِنْ وَاقِعٍ لَّا يَرْفَعُ وَيُرْوٰى رُجُوْعُ مُحَمَّدٍ اِلٰى قَوْلِهِمَا

📖 آزاد عاقل اور بالغ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے اگرچہ ولی نے اسے منعقد نہ کروایا ہو خواہ وہ لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ ہو یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور ظاہر الروایت کے مطابق امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

ذوی الارحام میں سب سے پہلے پھوپھیاں ولی ہوں گی ان کے بعد ماموں ان کے بعد خالائیں ان کے بعد چچا کی بیٹیاں اور ان کے بعد اسی ترتیب کے مطابق ان کی اولاد اور اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہو تو حق ولایت مولی الموالات کو حاصل ہو گا مولی الموالات کے معنی باب الفرائض میں بیان ہو چکے ہیں)۔

اگر مولی الموالات بھی نہ ہو تو پھر بادشاہ وقت ولی ہو گا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو اس کے بعد بادشاہ وقت کا کوئی نائب مثلاً قاضی بھی ولی ہو سکتا ہے بشرطیکہ بادشاہ کی طرف سے اس کو یہ اختیار دیا گیا ہو اس کے بعد قاضی کے نائبوں کو حق ولایت حاصل ہو گا بشرطیکہ اپنا نائب بنانے کی اجازت و اختیار قاضی کو حاصل ہو اگر قاضی کو یہ اجازت حاصل نہیں ہو گی تو پھر اس کا کوئی بھی نائب ولی نہیں ہو سکے گا۔

ولایت کا حق حاصل ہونے کے لیے آزاد ہونا عاقل ہونا بالغ ہونا اور مسلمان ہونا شرط ہے لہٰذا کوئی غلام کسی کا ولی نہیں ہو سکتا کوئی نابالغ کسی کا ولی نہیں ہو سکتا، کوئی دیوانہ کسی کا ولی نہیں ہو سکتا اور پاگل کسی کا ولی نہیں ہو سکتا، اور نہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ولی ہو سکتا ہے، اسی طرح کوئی مسلمان بھی کسی کافر کا ولی نہیں ہو سکتا الا یہ کہ عام سبب پایا جائے جیسے کوئی مسلمان کسی کافر باندی کا آقا ہو یا مسلمان بادشاہ یا بادشاہ کا نائب ہو تو اس صورت میں مسلمان کافر کا ولی ہو سکتا ہے۔

آزاد عاقلہ بالغہ کی اجازت نکاح کا بیان

﴿وَيَنْعَقِدُ نِكَاحُ الْحُرَّةِ الْعَاقِلَةِ الْبَالِغَةِ بِرِضَاهَا﴾ وَإِنْ لَّمْ يَعْقِدْ عَلَيْهَا وَلِيٌّ بِكْرًا كَانَتْ اَوْثَيِّبًا ﴿عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ﴾ (۱) رَحِمَهُمَا اللّٰهُ ﴿فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ .وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ﴾ رَحِمَهُ اللّٰهُ ﴿اَنَّهُ لَا يَنْعَقِدُ اِلَّا بِوَلِيٍّ .وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَنْعَقِدُ وُقُوفًا﴾ وَقَالَ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لَا يَنْعَقِدُ النِّكَاحُ بِعِبَارَةِ النِّسَاءِ اَصْلًا لِاَنَّ النِّكَاحَ يُرَادُ لِمَقَاصِدِهٖ وَالتَّفْوِيضُ اِلَيْهِنَّ مُخِلٌّ بِهَا، اِلَّا اَنَّ مُحَمَّدًا رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُوْلُ: يَرْتَفِعُ الْخَلَلُ بِاِجَازَةِ الْوَلِيِّ .

وَوَجْهُ الْجَوَازِ اَنَّهَا تَصَرَّفَتْ فِيْ خَالِصِ حَقِّهَا وَهِيَ مِنْ اَهْلِهٖ لِكَوْنِهَا عَاقِلَةً مُمَيِّزَةً وَلِهٰذَا كَانَ لَهَا التَّصَرُّفُ فِي الْمَالِ وَلَهَا اخْتِيَارُ الْاَزْوَاجِ، وَاِنَّمَا يُطَالَبُ الْوَلِيُّ بِالتَّزْوِيْجِ كَيْ لَا تُنْسَبَ اِلَى الْوَقَاحَةِ، ثُمَّ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لَا فَرْقَ بَيْنَ الْكُفْءِ وَغَيْرِ الْكُفْءِ وَلٰكِنْ لِلْوَلِيِّ الْاِعْتِرَاضُ فِيْ غَيْرِ الْكُفْءِ .وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اَنَّهُ لَا يَجُوْزُ فِيْ غَيْرِ الْكُفْءِ لِاَنَّ كَمْ مِنْ وَاقِعٍ لَا يُرْفَعُ وَيُرْوٰى رُجُوْعُ مُحَمَّدٍ اِلٰى قَوْلِهِمَا

آزاد عاقل اور بالغ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے اگرچہ ولی نے اسے منعقد نہ کروایا ہو خواہ وہ لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ ہو یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور ظاہر الروایت کے مطابق امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بھی منقول ہے: نکاح صرف ولی کی موجودگی میں منعقد ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ منعقد ہو جائے گا (لیکن ولی کے اجازت دینے پر) موقوف ہوگا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خواتین کی عبارت کے ذریعے نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا' کیونکہ نکاح سے مراد اس کے مخصوص مقاصد ہوتے ہیں اور یہ معاملہ ان خواتین کے سپرد کرنے کے نتیجے میں' ان مقاصد میں خلل لازم آتا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: وہ خلل' ولی کے اجازت دینے سے ختم ہو جاتا ہے۔ (ایسے نکاح کو) جائز قرار دینے کی وجہ یہ ہے: اس عورت نے خالص اپنے حق میں تصرف کیا ہے اور وہ اس کی اہل بھی ہے' کیونکہ وہ عاقل ہے اور سمجھدار ہے' یہی وجہ ہے: اسے اپنے مال میں بھی تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہے اور اسے شوہر منتخب کرنے کا بھی اختیار حاصل ہے۔ ولی کے ذریعے شادی کرنے کا مطالبہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ اسے بے شرمی کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔ پھر ظاہر الروایت میں یہ بھی منقول ہے: اس بارے میں کفو اور غیر کفو کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے' تاہم غیر کفو کے بارے میں اعتراض کرنے کا حق' ولی کو حاصل ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بھی منقول ہے: غیر کفو میں ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا' کیونکہ کتنے ہی ایسے واقعات ہیں جو مشہور نہیں ہو پاتے (یا جو عدالت تک نہیں پہنچ پاتے)۔ یہ بھی روایت کیا گیا ہے: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں حضرات کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

بالغہ باکرہ کے نکاح میں عدم اجبار کا بیان

﴿وَلَا يَجُوزُ لِلْوَلِيِّ إِجْبَارُ الْبِكْرِ الْبَالِغَةِ عَلَى النِّكَاحِ﴾(۱) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ. لَهُ الْإِعْتِبَارُ بِالصَّغِيرَةِ وَهٰذَا لِأَنَّهَا جَاهِلَةٌ بِأَمْرِ النِّكَاحِ لِعَدَمِ التَّجْرِبَةِ وَلِهٰذَا يَقْبِضُ الْأَبُ صَدَاقَهَا بِغَيْرِ أَمْرِهَا .

وَلَنَا أَنَّهَا حُرَّةٌ مُخَاطَبَةٌ فَلَا يَكُونُ لِلْغَيْرِ عَلَيْهَا وِلَايَةٌ، وَالْوِلَايَةُ عَلَى الصَّغِيرَةِ لِقُصُورِ عَقْلِهَا وَقَدْ كَمُلَ بِالْبُلُوغِ بِدَلِيلِ تَوَجُّهِ الْخِطَابِ فَصَارَ كَالْغُلَامِ وَكَالتَّصَرُّفِ فِي الْمَالِ، وَإِنَّمَا يَمْلِكُ الْأَبُ قَبْضَ الصَّدَاقِ بِرِضَاهَا دَلَالَةً وَلِهٰذَا لَا يَمْلِكُ مَعَ نَهْيِهَا .

ولی کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ باکرہ بالغہ کو نکاح پر مجبور کرے۔ اس بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے۔ ان کی دلیل نابالغہ پر قیاس کرنا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے: وہ نکاح کے معاملات سے ناواقف ہوتی ہے چونکہ اسے تجربہ نہیں ہوتا' اسی لیے اس کا باپ اس کا مہر اس کی اجازت کے بغیر قبضے میں لے سکتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے: وہ آزاد ہے' تو کسی دوسرے شخص کو اس کے ساتھ زبردستی کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ نابالغہ پر تصرف کا حق اس کی عقل میں کمی کی وجہ سے ہوتا ہے اور وہ (کمی) بلوغت کے ہمراہ مکمل (یعنی ختم) ہو جاتی ہے' اس کی دلیل یہ ہے: خطاب اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے (یعنی وہ شرعی احکام کی پابند ہو جاتی ہے) تو اس کی مثال نابالغ لڑکے کی طرح ہوگی اور مال میں تصرف

کرنے کے حکم کی طرح ہوگی۔ باپ اس کی رضامندی کے ساتھ اس کا مہر قبضے میں لے سکتا ہے یہی وجہ ہے: اگر وہ اس سے منع کر دے تو باپ اس (مہر) کا مالک نہیں ہوگا۔

باکرہ سے نکاح کی اجازت کا شرعی حکم

قَالَ ﴿وَاِذَا اسْتَأْذَنَهَا فَسَكَتَتْ اَوْ ضَحِكَتْ فَهُوَ اِذْنٌ﴾ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿الْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ فِیْ نَفْسِهَا، فَاِنْ سَكَتَتْ فَقَدْ رَضِيَتْ﴾(۱) وَلِاَنَّ جَنْبَةَ الرِّضَا فِيْهِ رَاجِحَةٌ، لِاَنَّهَا تَسْتَحْيِیْ عَنْ اِظْهَارِ الرَّغْبَةِ لَا عَنِ الرَّدِّ، وَالضَّحِكُ اَدَلُّ عَلَى الرِّضَا مِنَ السُّكُوْتِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا بَكَتْ لِاَنَّهٗ دَلِيْلُ السُّخْطِ وَالْكَرَاهِيَةِ. وَقِيْلَ اِذَا ضَحِكَتْ كَالْمُسْتَهْزِئَةِ بِمَا سَمِعَتْ لَا يَكُوْنُ رِضًا، وَاِذَا بَكَتْ بِلَا صَوْتٍ لَمْ يَكُنْ رَدًّا.

مصنف فرماتے ہیں: جب ولی اس سے اجازت مانگے' اور وہ خاموش رہے یا ہنس پڑے تو یہ اجازت شمار ہوگی۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''کنواری لڑکی سے اس کے معاملے میں معلوم کیا جائے گا اگر وہ خاموش رہے تو وہ راضی شمار ہوگی''۔ اس کی وجہ یہ ہے: اس معاملے میں رضامندی کے پہلو کو ترجیح حاصل ہو جاتی ہے' کیونکہ وہ دلچسپی کا اظہار کرنے سے حیاء کرتی ہے نہ کہ تردید (کرنے سے حیاء کرتی ہے) اور ہنس پڑنا' پر خاموش رہنے کی بہ نسبت زیادہ' رضامندی کی دلیل ہے۔ اس کے برخلاف اگر وہ رو پڑے تو یہ ناخوشی اور ناپسندیدگی کی دلیل ہوگی۔ ایک قول کے مطابق اگر وہ ایسے ہنسے جیسے وہ مذاق اڑا رہی ہے' اس چیز کا' جو اس نے سنی ہے' تو یہ بات رضامندی شمار نہیں ہوگی اور اگر وہ آواز کے بغیر رو پڑے تو یہ بات ''مسترد کرنا'' شمار نہیں ہوگی۔

ولی کے سوا کسی دوسرے کا اجازت نکاح لینا

قَالَ ﴿وَاِنْ فَعَلَ هٰذَا غَيْرُ وَلِيٍّ﴾ يَعْنِیْ اسْتَأْمَرَ غَيْرُ الْوَلِيِّ ﴿اَوْ وَلِيٌّ غَيْرُهٗ اَوْلٰى مِنْهُ﴾ ﴿لَمْ يَكُنْ رِضًا حَتّٰى تَتَكَلَّمَ بِهٖ﴾ لِاَنَّ هٰذَا السُّكُوْتَ لِقِلَّةِ الْاِلْتِفَاتِ اِلٰى كَلَامِهٖ فَلَمْ يَقَعْ دَلَالَةً عَلَى الرِّضَا، وَلَوْ وَقَعَ فَهُوَ مُحْتَمَلٌ، وَالْاِكْتِفَاءُ بِمِثْلِهٖ لِلْحَاجَةِ وَلَا حَاجَةَ فِیْ حَقِّ غَيْرِ الْاَوْلِيَاءِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ الْمُسْتَأْمِرُ رَسُوْلَ الْوَلِيِّ لِاَنَّهٗ قَائِمٌ مَقَامَهٗ، وَيُعْتَبَرُ فِی الْاِسْتِئْمَارِ تَسْمِيَةُ الزَّوْجِ عَلٰى وَجْهٍ تَقَعُ بِهِ الْمَعْرِفَةُ لِتَظْهَرَ رَغْبَتُهَا فِيْهِ مِنْ رَغْبَتِهَا عَنْهُ

صاحب ہدایہ نے فرمایا اور اگر ولی کے علاوہ کوئی اور ایسا کرے (یعنی) ولی کے علاوہ کوئی دوسرا اس سے مرضی معلوم کرے یا ایسا ولی (مرضی معلوم کرے) جس سے زیادہ قریبی عزیز موجود ہو (یعنی وہ ولی دور کا عزیز ہو) تو عورت کی رضامندی اس وقت تک شمار نہیں ہوگی جب تک وہ کلام کرکے (رضامندی ظاہر نہ کرے) اس کی وجہ یہ ہے: یہ خاموشی اس شخص کے کلام کی طرف کم توجہ کی وجہ سے ہی ہو سکتی ہے' تو یہ رضامندی پر دلالت نہیں کرے گی' اور اگر کر بھی دے' تو اس میں احتمال پایا جائے گا۔ اس کی مانند

(یعنی خاموشی) پر اکتفاء ضرورت کی وجہ سے ہوتا ہے اور ولی کے علاوہ شخص کے لیے ایسی کوئی ضرورت نہیں ہے جبکہ اس کے برخلاف صورت یہ ہے: جب ولی کا پیغام رساں یا اجازت طلب کرے (تو حکم مختلف ہوگا) کیونکہ وہ اس کا قائم مقام ہوگا۔

اجازت لیتے ہوئے شوہر کا نام لینا اس طرح سے معتبر ہوگا جس کے ذریعے اس کی پہچان ہو جائے تا کہ اس عورت کی اس شخص میں رغبت یا بے رغبتی واضح ہو جائے۔

ذکر مہر کے عدم شرط ہونے کا بیان

﴿وَلَاتُشْتَرَطُ تَسْمِيَةُ الْمَهْرِ هُوَ الصَّحِيْحُ﴾ لِاَنَّ النِّكَاحَ صَحِيْحٌ بِدُوْنِهِ وَلَوْ زَوَّجَهَا فَبَلَغَهَا الْخَبَرُ فَسَكَتَتْ فَهُوَ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا لِاَنَّ وَجْهَ الدَّلَالَةِ فِي السُّكُوْتِ لَا يَخْتَلِفُ، ثُمَّ الْمُخْبِرُ اِنْ كَانَ فُضُوْلِيًّا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ اَوِ الْعَدَالَةُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ خِلَافًا لَهُمَا، وَلَوْ كَانَ رَسُوْلًا لَا يُشْتَرَطُ اِجْمَاعًا وَّلَهُ نَظَائِرُ

اور صحیح روایت کے مطابق مہر کو ذکر کرنے کی شرط نہیں لگائی جائے گی کیونکہ نکاح اس کے بغیر بھی درست ہوتا ہے۔ اگر ولی اس لڑکی کی شادی کر دیتا ہے اور جب اس لڑکی کو یہ اطلاع ملتی ہے تو وہ خاموش رہتی ہے تو اس کا وہی حکم ہوگا جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اس کی وجہ یہ ہے: سکوت میں دلالت کی وجہ مختلف نہیں ہوتی۔ پھر اطلاع دینے والا شخص اگر ''فضولی'' ہو تو اس میں عدد یا عدالت شرط ہوگی۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین حضرات کی رائے اس کے برخلاف ہے۔ لیکن اگر وہ پیغام رساں ہو تو اس بات پر اتفاق ہے یہ شرط نہیں ہوگی اور اس کی نظائر موجود ہیں۔

ثیبہ کی مرضی معلوم کرنے کا بیان

﴿وَلَوِ اسْتَاْذَنَ الثَّيِّبَ فَلَا بُدَّ مِنْ رِضَاهَا بِالْقَوْلِ﴾ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿اَلثَّيِّبُ تُشَاوَرُ﴾ (۱) وَلِاَنَّ النُّطْقَ لَا يُعَدُّ عَيْبًا مِّنْهَا وَقَلَّ الْحَيَاءُ بِالْمُمَارَسَةِ فَلَا مَانِعَ مِنَ النُّطْقِ فِيْ حَقِّهَا۔

اگر (ولی) ثیبہ سے اجازت مانگتا ہے تو اس کی رضامندی کا لفظی اظہار ضروری ہے۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''ثیبہ عورت سے مشورہ کیا جائے گا''۔ اس کی وجہ یہ ہے: ثیبہ عورت کے حق میں بات کرنا عیب شمار نہیں کیا جاتا اور اس میں (شادی شدہ زندگی کا تجربہ ہونے کی وجہ سے) حیاء کی کیفیت مختلف ہوتی ہے تو اپنے حق کے بارے میں بات کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔

کسی دوسری وجہ سے بکارت زائل ہونے کا حکم

﴿وَاِذَا زَالَتْ بَكَارَتُهَا بِوَثْبَةٍ اَوْ حَيْضَةٍ اَوْ جِرَاحَةٍ اَوْ تَعْنِيْسٍ فَهِيَ فِيْ حُكْمِ الْاَبْكَارِ﴾ لِاَنَّهَا

بِكْرٌ حَقِيقَةً لِأَنَّ مُصِيبَهَا أَوَّلُ مُصِيبٍ لَهَا وَمِنْهُ الْبَاكُورَةُ وَالْبُكْرَةُ وَلِأَنَّهَا تَسْتَحْيِي لِعَدَمِ الْمُمَارَسَةِ ﴿وَلَوْ زَالَتْ﴾ بَكَارَتُهَا ﴿بِزِنًا فَهِيَ كَذَلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ﴾ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ لَا يُكْتَفَى بِسُكُوتِهَا لِأَنَّهَا ثَيِّبٌ حَقِيقَةً لِأَنَّ مُصِيبَهَا عَائِدٌ إلَيْهَا وَمِنْهُ الْمَثُوبَةُ وَالْمَثَابَةُ وَالتَّثْوِيبُ،

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ النَّاسَ عَرَفُوهَا بِكْرًا فَيُعَيِّبُونَهَا بِالنُّطْقِ فَتَمْتَنِعُ عَنْهُ فَيُكْتَفَى بِسُكُوتِهَا كَيْ لَا تَتَعَطَّلَ عَلَيْهَا مَصَالِحُهَا، بِخِلَافِ مَا إذَا وُطِئَتْ بِشُبْهَةٍ أَوْ بِنِكَاحٍ فَاسِدٍ لِأَنَّ الشَّرْعَ أَظْهَرَهُ حَيْثُ عَلَّقَ بِهِ أَحْكَامًا، أَمَّا الزِّنَا فَقَدْ نُدِبَ إلَى سَتْرِهِ، حَتَّى لَوْ اشْتَهَرَ حَالُهَا لَا يُكْتَفَى بِسُكُوتِهَا

اور جب کسی عورت کی بکارت اچھلنے کی وجہ سے' یا حیض کی وجہ سے' یا زخم کی وجہ سے' یا زیادہ عمر ہو جانے کی وجہ سے زائل ہو جائے تو وہ باکرہ کے حکم میں ہوگی' کیونکہ وہ حقیقت کے اعتبار سے باکرہ ہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: اس کے ساتھ صحبت کرنے والا شخص اس کے ساتھ صحبت کرنے والا پہلا فرد ہوگا۔ اور اسی سے لفظ "باکورہ" ماخوذ ہے (جو موسم کے پہلے پھل کو کہتے ہیں) اور لفظ "بکرہ" ماخوذ ہے (جو صبح کو کہتے ہیں) اس کی دلیل یہ بھی ہے: وہ "عدم ممارست" عوم ممارشت کی وجہ سے حیا کرے گی۔ اگر کسی لڑکی کی بکارت زناء کی وجہ سے زائل ہوئی ہو' تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا یہی حکم ہوگا۔ امام ابویوسف' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: ایسی صورت میں اس کی خاموشی پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا' کیونکہ وہ حقیقت کے اعتبار سے ثیبہ ہے' کیونکہ اس کے ساتھ صحبت کرنے والا شخص (یہ عمل کرنے والا) دوسرا فرد ہوگا۔ اور اسی سے لفظ "المثوبہ" ماخوذ ہے (جو جزاء کو کہتے ہیں) اور لفظ المثابہ (لوٹ کر آنے کی جگہ) اور تثویت (دوسری مرتبہ اعلان کرنا) ماخوذ ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: لوگ اسے کنواری ہی سمجھتے ہیں' تو وہ اس کے بات کرنے کی وجہ سے اس پر تنقید کریں گے تو اس وجہ سے وہ لڑکی اس سے باز رہے گی' اس لیے اس کی خاموشی پر اکتفاء کیا جائے گا تا کہ اس وجہ سے اس کے مصالح معطل نہ ہو جائیں۔ اس کے برخلاف جب شبہ کی وجہ سے' یا نکاح فاسد کی وجہ سے' اس کے ساتھ صحبت کر لی گئی ہو (تو حکم مختلف ہوگا) اس کی وجہ یہ ہے: شریعت نے اس بات کو ظاہر کر دیا ہے اور اس سے احکام کو متعلق کیا ہے' لیکن جہاں تک زناء کا تعلق ہے' تو اس کی پردہ پوشی مستحب ہے' یہاں تک کہ اگر اس عورت کی حالت مشہور ہو جائے (یعنی اگر وہ بدنام عورت ہو) تو اس کی خاموشی کافی نہیں ہوگی۔

نکاح کے بارے میں عورت و مرد میں اختلاف کا بیان

﴿وَإِذَا قَالَ الزَّوْجُ بَلَغَكِ النِّكَاحُ فَسَكَتِّ وَقَالَتْ رَدَدْتُ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا﴾ وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ: الْقَوْلُ قَوْلُهُ لِأَنَّ السُّكُوتَ أَصْلٌ وَالرَّدَّ عَارِضٌ. فَصَارَ كَالْمَشْرُوطِ لَهُ الْخِيَارُ إذَا ادَّعَى الرَّدَّ بَعْدَ مُضِيِّ الْمُدَّةِ، وَنَحْنُ نَقُولُ إنَّهُ يَدَّعِي لُزُومَ الْعَقْدِ وَتَمَلُّكَ الْبُضْعِ وَالْمَرْأَةُ تَدْفَعُهُ

فَكَانَتْ مُنْكِرَةً، كَالْمُودِعِ إِذَا ادَّعَى رَدَّ الْوَدِيعَةِ، بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الْخِيَارِ لِأَنَّ اللُّزُومَ قَدْ ظَهَرَ بِمُضِيِّ الْمُدَّةِ، وَإِنْ أَقَامَ الزَّوْجُ الْبَيِّنَةَ عَلَى سُكُوتِهَا ثَبَتَ النِّكَاحُ لِأَنَّهُ نَوَّرَ دَعْوَاهُ بِالْحُجَّةِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ بَيِّنَةٌ فَلَا يَمِينَ عَلَيْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهِيَ مَسْأَلَةُ الْإِسْتِحْلَافِ فِي الْأَشْيَاءِ السِّتَّةِ، وَسَتَأْتِيكَ فِي الدَّعْوَى إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

اور جب (کسی مقدمے کے دوران) شوہر یہ کہے: تمہیں جب نکاح کی اطلاع ملی تھی تو تم خاموش رہی تھیں اور عورت یہ کہے: میں نے اسے مسترد کر دیا تھا' تو اس بارے میں عورت کا قول معتبر ہوگا۔ امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بارے میں مرد کا قول معتبر ہوگا' کیونکہ خاموشی اصل ہوتی ہے اور مسترد کرنا ایک عارضہ ہے۔ تو یہ اس سودے کی طرح ہوگا جس میں (سودا ختم کرنے) کے اختیار کی شرط موجود ہو اور وہ شخص مدت گزر جانے کے بعد اس سودے کو رد کرنے کا دعویٰ کرے۔ ہم یہ کہتے ہیں: مرد یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ عقد لازم ہو چکا ہے اور اب وہ عورت کے ساتھ صحبت کرنے کا مالک ہے' جبکہ عورت اس بات کا انکار کر رہی ہے' تو یہ عورت انکار کرنے والی شمار ہوگی اور اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوگی جس کے پاس کوئی ودیعت رکھی گئی ہو جب وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ ودیعت واپس کر چکا ہے۔ لیکن اختیار کا مسئلہ اس کے برخلاف ہے چونکہ لازم ہونا' مدت گزرنے کے ساتھ ظاہر ہو چکا ہے۔ اگر شوہر عورت کے خاموش رہنے کا ثبوت پیش کر دے' تو نکاح لازم ہو جائے گا' کیونکہ اس نے اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کر دیا ہے لیکن اگر مرد کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو' تو عورت پر قسم اٹھانا لازم نہیں ہوگا یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ اور یہ چھ چیزوں کے بارے میں حلف اٹھانے کا مسئلہ ہے' جو عنقریب کتاب ''الدعویٰ'' میں آئے گا' اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح جب ولی کرائے

(وَيَجُوزُ نِكَاحُ الصَّغِيرِ وَالصَّغِيرَةِ إِذَا زَوَّجَهُمَا الْوَلِيُّ بِكْرًا كَانَتِ الصَّغِيرَةُ أَوْ ثَيِّبًا وَالْوَلِيُّ هُوَ الْعَصَبَةُ) وَمَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُخَالِفُنَا فِي غَيْرِ الْأَبِ، وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي غَيْرِ الْأَبِ وَالْجَدِّ، وَفِي الثَّيِّبِ الصَّغِيرَةِ أَيْضًا .وَجْهُ قَوْلِ مَالِكٍ أَنَّ الْوِلَايَةَ عَلَى الْحُرَّةِ بِاعْتِبَارِ الْحَاجَةِ وَلَا حَاجَةَ هُنَا لِانْعِدَامِ الشَّهْوَةِ، إِلَّا أَنَّ وِلَايَةَ الْأَبِ ثَبَتَتْ نَصًّا بِخِلَافِ الْقِيَاسِ وَالْجَدُّ لَيْسَ فِي مَعْنَاهُ فَلَا يُلْحَقُ بِهِ .قُلْنَا: لَا بَلْ هُوَ مُوَافِقٌ لِلْقِيَاسِ لِأَنَّ النِّكَاحَ يَتَضَمَّنُ الْمَصَالِحَ وَلَا تَتَوَفَّرُ إِلَّا بَيْنَ الْمُتَكَافِئَيْنِ عَادَةً وَلَا يَتَّفِقُ الْكُفْءُ فِي كُلِّ زَمَانٍ، فَأَثْبَتْنَا الْوِلَايَةَ فِي حَالَةِ الصِّغَرِ إِحْرَازًا لِلْكُفْءِ .وَجْهُ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ أَنَّ النَّظَرَ لَا يَتِمُّ بِالتَّفْوِيضِ إِلَى غَيْرِ الْأَبِ وَالْجَدِّ لِقُصُورِ شَفَقَتِهِ وَبُعْدِ قَرَابَتِهِ وَلِهٰذَا لَا يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ فِي الْمَالِ مَعَ أَنَّهُ أَدْنَى رُتْبَةً، فَلِأَنْ لَا يَمْلِكَ التَّصَرُّفَ فِي النَّفْسِ وَإِنَّهُ أَعْلَى وَأَوْلَى .

وَلَنَا اَنَّ الْقَرَابَةَ دَاعِيَةٌ اِلَى النَّظْرِ كَمَا فِى الْاَبِ وَالْجَدِّ، وَمَا فِيهِ مِنَ الْقُصُوْرِ اَظْهَرْنَاهُ فِى سَلْبِ وِلَايَةِ الْاِلْزَامِ، بِخِلَافِ التَّصَرُّفِ فِى الْمَالِ فَاِنَّهُ يَتَكَرَّرُ فَلَا يُمْكِنُ تَدَارُكُ الْخَلَلِ فَلَا تُفِيدُ الْوِلَايَةُ اِلَّا مُلْزِمَةً وَمَعَ الْقُصُوْرِ لَا تَثْبُتُ وِلَايَةُ الْاِلْزَامِ وَجْهُ قَوْلِهِ فِى الْمَسْاَلَةِ الثَّانِيَةِ اَنَّ الثِّيَابَةَ سَبَبٌ لِحُدُوْثِ الرَّاْىِ لِوُجُوْدِ الْمُمَارَسَةِ فَاَدَرْنَا الْحُكْمَ عَلَيْهَا تَيْسِيْرًا .وَلَنَا مَا ذَكَرْنَا مِنْ تَحَقُّقِ الْحَاجَةِ وَوُفُوْرِ الشَّفَقَةِ، وَلَا مُمَارَسَةَ تُحْدِثُ الرَّاْىَ بِدُوْنِ الشَّهْوَةِ فَيُدَارُ الْحُكْمُ عَلَى الصِّغَرِ، ثُمَّ الَّذِى يُؤَيِّدُ كَلَامَنَا فِيْمَا تَقَدَّمَ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿النِّكَاحُ اِلَى الْعَصَبَاتِ﴾ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ وَالتَّرْتِيْبُ فِى الْعَصَبَاتِ فِى وِلَايَةِ النِّكَاحِ كَالتَّرْتِيْبِ فِى الْاِرْثِ وَالْاَبْعَدُ مَحْجُوْبٌ بِالْاَقْرَبِ .

نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کا نکاح کر دینا جائز ہے جبکہ ان دونوں کی شادی ولی نے کی ہو خواہ وہ لڑکی جو نابالغ ہے وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو لیکن ولی اس کا عصبہ ہو۔ باپ کے علاوہ (دیگر اولیاء کے بارے میں) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہم سے مختلف ہے جبکہ باپ اور دادا کے علاوہ (دیگر اولیاء کے بارے میں) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہم سے مختلف ہے۔ اسی طرح اس نابالغ بچی کے بارے میں بھی اختلاف ہے جو ثیبہ ہو۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کی وجہ یہ ہے: آزاد عورت پر ولایت ضرورت کے اعتبار سے ہوتی ہے اور یہاں وہ ضرورت نہیں ہے کیونکہ نابالغ بچی میں شہوت نہیں پائی جاتی۔ تاہم باپ کی ولایت کیونکہ نص سے ثابت ہے اور قیاس کے خلاف ہے (اس لیے ہم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں) اور کیونکہ باپ کی جگہ دادا نہیں ہو سکتا اس لیے اسے اس کے ساتھ شامل نہیں کیا جائے گا۔

ہم یہ کہتے ہیں: ایسا نہیں ہے بلکہ یہ قیاس کے مطابق ہے کیونکہ نکاح مختلف مصالح کو متضمن ہوتا ہے اور یہ مصالح اس وقت پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں جب دونوں طرف کا پلڑا برابر ہو عام رواج یہی ہے لیکن ہر زمانے میں کفو دستیاب نہیں ہوتا اسی لیے ہم نے نابالغ ہونے کی حالت میں ولایت کو برقرار رکھا تا کہ وہ کفو کی حفاظت کر سکے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وجہ یہ ہے: باپ دادا کے علاوہ کسی اور کو یہ معاملہ سپرد کرنے سے "نظر" مکمل نہیں ہوتی کیونکہ ان کے علاوہ جو دیگر رشتے دار ہیں ان کی شفقت میں کمی پائی جاتی ہے اور رشتے داری دور کی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے: ایسا دور کا ولی مال میں تصرف کرنے کا مالک نہیں ہوتا۔ حالانکہ مال کی حیثیت کمتر ہے تو اسے ذات میں تصرف کرنے کا مالک بھی نہیں ہونا چاہئے جو برتر اور اہم حیثیت رکھتی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: رشتے داری ہی شفقت پیدا کرتی ہے جیسا کہ باپ اور دادا میں ہوتی ہے البتہ اس میں جو کمی پائی جاتی ہے ہم اسے ولایت الزام سلب کر کے ظاہر کر دیتے ہیں۔ جبکہ مال میں تصرف کرنے کا حکم مختلف ہے کیونکہ اس میں تکرار پایا جاتا ہے تو وہاں خلل کا تدارک ممکن نہیں ہے اس لیے وہاں وہی ولایت فائدہ دے گی جو لازم کرنے والی ہو اور قصور کے ہمراہ ولایت الزام ثابت نہیں ہوتی۔ دوسرے مسئلے میں ان (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ) کی رائے کی وجہ یہ ہے بچی کا ثیبہ ہونا اس میں رائے کی تبدیلی کا باعث ہوا کرتا ہے کیونکہ اسے ازدواجی زندگی سے واقفیت حاصل ہو چکی ہوتی ہے اس لیے اس کے علم اور

تجربے کا خیال رکھتے ہوئے اس کے بارے میں ہی فیصلہ دیا جائے گا تاکہ آسانی رہے۔ ہماری دلیل وہی ہے: جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ ضرورت کی بنیاد پر ہوتی ہے اور شفقت کی زیادتی کی وجہ سے ہوتی ہے اور عملی طور پر ازدواجی زندگی سے آگاہی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک شہوت نہ ہو اس لیے حکم کا مدار نابالغ ہونے پر ہوگا۔ پھر وہ بات جو ہمارے کلام کی تائید کرتی ہے وہ ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "نکاح میں عصبات کا لحاظ کسی تفریق کے بغیر ہوگا"۔ نکاح کی ولایت کے بارے میں عصبات کی ترتیب وہی ہوگی جو وراثت میں ان کی ترتیب ہوتی ہے اور دور کا عصبہ قریب کے عصبہ کی وجہ سے مجوب ہو جائے گا۔

نابالغ لڑکے یا لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد ملنے والے اختیار کا حکم

قَالَ (فَإِنْ زَوَّجَهُمَا الْاَبُ وَالْجَدُّ) يَعْنِي الصَّغِيرَ وَالصَّغِيرَةَ (فَلَا خِيَارَ لَهُمَا بَعْدَ بُلُوْغِهِمَا) لِاَنَّهُمَا كَامِلَا الرَّاْيِ وَافِرَا الشَّفَقَةِ فَيَلْزَمُ الْعَقْدُ بِمُبَاشَرَتِهِمَا كَمَا إِذَا بَاشَرَاهُ بِرِضَاهُمَا بَعْدَ الْبُلُوْغِ (وَإِنْ زَوَّجَهُمَا غَيْرُ الْاَبِ وَالْجَدِّ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْخِيَارُ إِذَا بَلَغَ، إِنْ شَاءَ اَقَامَ عَلَى النِّكَاحِ، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ. وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا خِيَارَ لَهُمَا اعْتِبَارًا بِالْاَبِ وَالْجَدِّ.

وَلَهُمَا اَنَّ قَرَابَةَ الْاَخِ نَاقِصَةٌ وَالنُّقْصَانُ يُشْعِرُ بِقُصُوْرِ الشَّفَقَةِ فَيَتَطَرَّقُ الْخَلَلُ إِلَى الْمَقَاصِدِ عَسَى وَالتَّدَارُكُ مُمْكِنٌ بِخِيَارِ الْاِدْرَاكِ، وَاِطْلَاقُ الْجَوَابِ فِي غَيْرِ الْاَبِ وَالْجَدِّ يَتَنَاوَلُ الْاُمَّ، وَالْقَاضِيَ هُوَ الصَّحِيْحُ مِنَ الرِّوَايَةِ لِقُصُوْرِ الرَّاْيِ فِي اَحَدِهِمَا وَنُقْصَانِ الشَّفَقَةِ فِي الْاٰخَرِ فَيَتَخَيَّرُ.

پس اگر باپ یا دادا ان دونوں کی شادی کر دیتے ہیں۔ نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کی تو ان دونوں کے بالغ ہونے کے بعد ان دونوں کو اسے ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا' کیونکہ وہ دونوں کامل رائے رکھتے ہیں اور زیادہ شفقت رکھتے ہیں' تو ان دونوں کی موجودگی کی وجہ سے عقد لازم ہو جائے گا' جیسا کہ اس لڑکے اور لڑکی کے بلوغت کے بعد رضامندی کی وجہ سے یہ لازم ہو جاتا۔

اگر باپ یا دادا کے علاوہ کوئی اور (رشتے دار) ان کی شادی کر دیتا ہے' تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو (نکاح کو ختم کرنے کا) اس وقت اختیار حاصل ہوگا جب وہ بالغ ہو جائے اگر وہ چاہے تو نکاح کو برقرار رکھے گا اگر چاہے تو فسخ کر دے۔ یہ رائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان دونوں کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ انہوں نے اسے بھی باپ اور دادا پر قیاس کیا ہے۔ ان دونوں حضرات (یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ) کی دلیل یہ ہے: بھائی کی رشتے داری ناقص ہوتی ہے اور یہ کمی شفقت میں کمی کا احساس دلاتی ہے جس کے نتیجے میں مقاصد میں خلل کا امکان در آتا ہے' تو اس کا تدارک صرف بالغ ہونے پر اختیار دینے سے ہی ممکن ہے۔ حکم کے مطلق ہونے میں باپ' دادا کے علاوہ میں' ماں اور قاضی بھی

شرح بعض کے اور یہی صحیح روایت ہے' کیونکہ ان میں سے ایک میں رائے کمزور ہوتی ہے اور دوسرے میں شفقت کی کمی پائی جاتی ہے تو ایسی صورت میں اس کو اختیار دیا جائے گا۔

فسخ نکاح کے اختیار میں قاضی کے فیصلے کی شرط کا بیان

قَالَ (وَيُشْتَرَطُ فِيهِ الْقَضَاءُ) بِخِلَافِ خِيَارِ الْعِتْقِ لِأَنَّ الْفَسْخَ هٰهُنَا لِدَفْعِ ضَرَرٍ خَفِيٍّ وَهُوَ تَمَكُّنُ الْخَلَلِ وَلِهٰذَا يَشْمَلُ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى فَجُعِلَ إِلْزَامًا فِي حَقِّ الْآخَرِ فَيَفْتَقِرُ إِلَى الْقَضَاءِ وَخِيَارُ الْعِتْقِ لِدَفْعِ ضَرَرٍ جَلِيٍّ وَهُوَ زِيَادَةُ الْمِلْكِ عَلَيْهَا (وَلِهٰذَا يَخْتَصُّ بِالْأُنْثٰى فَاعْتُبِرَ دَفْعًا وَالدَّفْعُ لَا يَفْتَقِرُ إِلَى الْقَضَاءِ)

اور اس بارے میں قاضی کا فیصلہ شرط قرار دیا گیا ہے' جبکہ آزاد کرنے کے اختیار کا حکم اس کے برخلاف ہے' کیونکہ وہاں پر فسخ کرنا ضرر کو دور کرنے کے لئے ہے جو ضرر خفی ہے اور وہ خلل کا ممکن ہونا ہے۔ اسی لیے مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہوگا۔ پس اسے دوسرے شخص کے حق میں الزام قرار دیا جائے گا' تو یہ قاضی کے فیصلے کا محتاج ہوگا۔ جہاں تک آزاد کرنے کے اختیار کا حق ہے تو وہ واضح ضرر کو دور کرنے کے لئے ہے اور وہ اس عورت پر ملکیت کا زیادہ ہونا ہے یہی وجہ ہے: اسے خاتون کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے تو اس اختیار سے دور کرنا معتبر ہوگا' اور دور کرنے میں قاضی کے فیصلے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

نابالغ لڑکی کے اختیار فسخ نکاح کی مدت کا بیان

ثُمَّ عِنْدَهُمَا إِذَا بَلَغَتِ الصَّغِيرَةُ وَقَدْ عَلِمَتْ بِالنِّكَاحِ فَسَكَتَتْ فَهُوَ رِضًا ﴿ وَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ بِالنِّكَاحِ فَلَهَا الْخِيَارُ حَتّٰى تَعْلَمَ فَتَسْكُتَ ﴾ شَرَطَ الْعِلْمَ بِأَصْلِ النِّكَاحِ لِأَنَّهَا لَا تَتَمَكَّنُ مِنَ التَّصَرُّفِ إِلَّا بِهِ، وَالْوَلِيُّ يَنْفَرِدُ بِهِ فَعُذِرَتْ بِالْجَهْلِ، وَلَمْ يُشْتَرَطِ الْعِلْمُ بِالْخِيَارِ لِأَنَّهَا تَتَفَرَّغُ لِمَعْرِفَةِ أَحْكَامِ الشَّرْعِ وَالدَّارُ دَارُ الْعِلْمِ فَلَمْ تُعْذَرْ بِالْجَهْلِ، بِخِلَافِ الْمُعْتَقَةِ لِأَنَّ الْأَمَةَ لَا تَتَفَرَّغُ لِمَعْرِفَتِهَا فَتُعْذَرُ بِالْجَهْلِ بِثُبُوتِ الْخِيَارِ .

اس کے بعد صاحبین کے نزدیک جب وہ نابالغ لڑکی بالغ ہو جائے اور اسے نکاح کا علم ہو اور وہ خاموش رہے تو یہ اس کی رضامندی شمار ہوگی' لیکن اگر اسے نکاح کا علم نہ ہو تو پھر اسے اس وقت تک اختیار حاصل ہوگا جب تک اسے علم نہیں جاتا اور وہ خاموش نہیں رہتی۔ علم ہونے کی شرط اصل نکاح کے بارے میں ہے' کیونکہ وہ تصرف صرف اسی کے بارے میں کر سکتی ہے (اور یہ ہو سکتا ہے) کہ ولی اس بارے میں (یعنی اس کا نکاح کرنے کے بارے میں) منفرد ہو اور اس لڑکی کو علم نہ ہو سکا ہو تو وہ لاعلم ہونے کی وجہ سے معذور شمار ہوگی۔ یہاں پر "اختیار ہونے" کا علم ہونے کو شرط قرار نہیں دیا گیا کیونکہ وہ لڑکی اتنی بالغ تھی کہ شرعی احکام کی معرفت حاصل کر سکتی جبکہ وہ اسلامی ریاست میں رہ رہی ہو تو لاعلم ہونے کی وجہ سے اسے معذور قرار نہیں دیا جا سکتا' اس کے برخلاف آزاد ہونے والی کنیز کا حکم ہے' کیونکہ وہ شرعی احکام کی معرفت کے لئے فارغ نہیں ہوتی تو اپنے اختیار سے لاعلم ہونے

کی وجہ سے اسے معذور قرار دیا جاسکتا ہے۔

لڑکی اور لڑکے کے اختیار کے اختتام میں فرق ہے

﴿ثُمَّ خِيَارُ الْبِكْرِ يَبْطُلُ بِالسُّكُوْتِ، وَلَايَبْطُلُ خِيَارُ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَقُلْ رَضِيتُ اَوْ يَجِيءُ مِنْهُ مَا يُعْلَمُ اَنَّهُ رِضًا، وَكَذٰلِكَ الْجَارِيَةُ اِذَا دَخَلَ بِهَا الزَّوْجُ قَبْلَ الْبُلُوْغِ﴾ اِعْتِبَارًا لِهٰذِهِ الْحَالَةِ بِحَالَةِ اِبْتِدَاءِ النِّكَاحِ، وَخِيَارُ الْبُلُوْغِ فِيْ حَقِّ الْبِكْرِ لَا يَمْتَدُّ اِلٰى اٰخِرِ الْمَجْلِسِ وَلَايَبْطُلُ بِالْقِيَامِ فِيْ حَقِّ الثَّيِّبِ وَالْغُلَامِ لِاَنَّهُ مَا ثَبَتَ بِاِثْبَاتِ الزَّوْجِ بَلْ لِتَوَهُّمِ الْخَلَلِ فَاِنَّمَا يَبْطُلُ بِالرِّضَا غَيْرَ اَنَّ سُكُوْتَ الْبِكْرِ رِضًا، بِخِلَافِ خِيَارِ الْعِتْقِ لِاَنَّهُ ثَبَتَ بِاِثْبَاتِ الْمَوْلٰى وَهُوَ الْاِعْتَاقُ فَيُعْتَبَرُ فِيْهِ الْمَجْلِسُ كَمَا فِيْ خِيَارِ الْمُخَيَّرَةِ،

اور باکرہ لڑکی کا اختیار اس کی خاموشی سے ختم ہو جائے گا' البتہ نابالغ لڑکے کا اختیار اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک وہ یہ کہہ نہیں دیتا کہ میں راضی ہوں' یا اس کی طرف سے کوئی ایسی چیز سامنے آئے جس سے یہ پتہ چل جائے کہ وہ راضی ہے۔اسی طرح وہ ثیبہ عورت کہ جب اس کا شوہر اس کے بالغ ہونے سے پہلے اس کے ساتھ دخول کر لے۔اس حالت کو نکاح کے آغاز کی حالت پر قیاس کیا جائے گا۔بالغ ہونے پر حاصل ہونے والا اختیار باکرہ کے حق میں محفل کے آخر تک برقرار نہیں رہے گا ثیبہ اور لڑکے کے حق میں محض اٹھ جانے کی وجہ سے باطل نہیں ہوگا۔اس کی وجہ یہ ہے: یہ زوجیت کو ثابت کرنے کے لئے ثابت نہیں ہوا بلکہ اس خلل کے وہم کی وجہ سے ہے (کہ کہیں اس کے ساتھ زیادتی نہ کی گئی ہو) تو یہ رضامندی کے ساتھ ہی باطل ہوگا' تاہم باکرہ کی خاموشی اس کی رضامندی ہوگی۔آزاد ہونے پر حاصل ہونے والا اختیار اس کے برخلاف ہوگا' کیونکہ وہ مولیٰ (آقا) کے اثبات کے ذریعے ثابت ہوا ہے اور وہ آزاد کرنا ہے' تو اس بارے میں محفل کا اعتبار کیا جائے گا' جیسا کہ اس عورت کے بارے میں ہوتا ہے جسے اختیار دیا گیا ہو۔

خیار بلوغ سے فرقت کے طلاق نہ ہونے کا بیان

ثُمَّ الْفُرْقَةُ بِخِيَارِ الْبُلُوْغِ لَيْسَتْ بِطَلَاقٍ لِاَنَّهُ يَصِحُّ مِنَ الْاُنْثٰى وَلَاطَلَاقَ اِلَيْهَا، وَكَذَا بِخِيَارِ الْعِتْقِ لِمَا بَيَّنَّا، بِخِلَافِ الْمُخَيَّرَةِ لِاَنَّ الزَّوْجَ هُوَ الَّذِىْ مَلَّكَهَا وَهُوَ مَالِكٌ لِلطَّلَاقِ

پھر بالغ ہونے پر حاصل ہونے والے اختیار کی وجہ سے ہونے والی علیحدگی طلاق شمار نہیں ہوگی' کیونکہ یہ علیحدگی خاتون کی طرف سے بھی درست ہوتی ہے' جبکہ عورت کو طلاق کا اختیار نہیں ہے۔(کنیز کے) آزاد ہونے پر حاصل ہونے والے اختیار کا بھی یہی حکم ہے جس کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں۔لیکن جس عورت کو علیحدگی کا اختیار دیا گیا ہو' اس کا معاملہ اس کے برخلاف ہے' کیونکہ اس صورت میں شوہر ہی نے اس کو مالک بنایا ہے اور شوہر ہی طلاق کا (اصل) بھی مالک ہے۔

جب نابالغ میاں بیوی میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے

﴿فَاِنْ مَاتَ اَحَدُهُمَا قَبْلَ الْبُلُوْغِ وَرِثَهُ الْاٰخَرُ﴾ وَكَذَا اِذَا مَاتَ بَعْدَ الْبُلُوْغِ قَبْلَ التَّفْرِيْقِ لِاَنَّ اَصْلَ الْعَقْدِ صَحِيْحٌ وَّالْمِلْكُ ثَابِتٌ بِهٖ وَقَدِ انْتَهٰى بِالْمَوْتِ، بِخِلَافِ مُبَاشَرَةِ الْفُضُوْلِيِّ اِذَا مَاتَ اَحَدُ الزَّوْجَيْنِ قَبْلَ الْاِجَازَةِ لِاَنَّ النِّكَاحَ ثَمَّةَ مَوْقُوْفٌ فَيَبْطُلُ بِالْمَوْتِ وَهٰهُنَا نَافِذٌ فَيَتَقَرَّرُ بِهٖ۔

اگر ان دونوں میاں بیوی میں سے کوئی ایک بالغ ہونے سے پہلے مرجاتا ہے تو دوسرا اس کا وارث ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ بالغ ہونے کے بعد علیحدگی سے پہلے فوت ہو جاتا ہے تو بھی یہی حکم ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے: اصل کے اعتبار سے یہ عقد صحیح ہے اور اس کے ذریعے ملکیت ثابت ہے جو موت کی وجہ سے اختتام پذیر ہوئی۔ لیکن اگر کسی فضولی نے اس معاملے میں حصہ لیا ہو (یعنی اس نے شادی کروا دی ہو) تو جب فریقین میں سے کوئی ایک نکاح کو جائز قرار دینے سے پہلے فوت ہو جائے تو (حکم مختلف ہوگا)۔ اس کی وجہ یہ ہے: اس صورت میں نکاح کا حکم موقوف ہوگا اور وہ موت کی وجہ سے باطل ہو گیا۔ جبکہ یہاں یہ نافذ ہوا تھا اور موت کی وجہ سے مزید پختہ ہو گیا۔

غلام، نابالغ لڑکے اور پاگل شخص کو ولایت (تصرف) کا حق نہیں ہوتا

قَالَ ﴿وَلَا وِلَايَةَ لِعَبْدٍ وَّلَا صَغِيْرٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ﴾ لِاَنَّهٗ لَا وِلَايَةَ لَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ فَاَوْلٰى اَنْ لَّا تَثْبُتَ عَلٰى غَيْرِهِمْ وَلِاَنَّ هٰذِهٖ وِلَايَةٌ نَظَرِيَّةٌ وَّلَا نَظَرَ فِي التَّفْوِيْضِ اِلٰى هٰؤُلَاءِ

مصنف فرماتے ہیں: غلام، نابالغ لڑکے، مجنون کو کوئی ولایت حاصل نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے: ان لوگوں کو اپنی ذات کے بارے میں تصرف کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ تو یہ بات زیادہ مستحق ہے کہ دوسروں کے بارے میں بھی یہ بات ثابت نہ ہو۔ اس کی یہ وجہ بھی ہے: تصرف کا یہ حق شفقت پر مبنی ہے اور ان لوگوں کو یہ حق تفویض کرنے میں نظر (شفقت) کا پہلو نہیں پایا جاتا۔

کافر شخص کو مسلمان پر ولایت حاصل نہیں ہوتی

﴿وَلَا﴾ وِلَايَةَ ﴿لِكَافِرٍ عَلٰى مُسْلِمٍ﴾ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾ (۱) وَلِهٰذَا لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهٗ عَلَيْهِ وَلَا يَتَوَارَثَانِ، اَمَّا الْكَافِرُ فَتَثْبُتُ لَهٗ وِلَايَةُ الْاِنْكَاحِ عَلٰى وَلَدِهِ الْكَافِرِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (۲) وَلِهٰذَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهٗ عَلَيْهِ وَيَجْرِيْ بَيْنَهُمَا التَّوَارُثُ

(۲) الآیۃ رقم ۷۳ من سورۃ الانفال

اور کسی کافر کو کسی مسلمان پر تصرف کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اللہ تعالیٰ

نے کافروں کو مومنوں پر تصرف کرنے کا حق نہیں دیا''۔ یہی وجہ ہے: مسلمان کیخلاف اس کافر کی گواہی قبول نہیں ہوتی اور وہ ایک دوسرے کے وارث بھی نہیں بنتے۔ جہاں تک کافر کا تعلق ہے تو اسے اپنے کافر بچے کا نکاح کروانے کا تصرف حاصل ہے' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں''۔ یہی وجہ ہے: اس کافر کی دوسرے کافر کے حق میں گواہی قبول ہوتی ہے اور ان دونوں کے درمیان وراثت کا حکم جاری ہوتا ہے۔

عصبات کے علاوہ دوسرے رشتے دار شادی کروا سکتے ہیں

﴿وَلِغَيْرِ الْعَصَبَاتِ مِنَ الْاَقَارِبِ وِلَايَةُ التَّزْوِيْجِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾ مَعْنَاهُ عِنْدَ عَدَمِ الْعَصَبَاتِ، وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا تَثْبُتُ وَهُوَ الْقِيَاسُ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَوْلُ اَبِيْ يُوْسُفَ فِيْ ذٰلِكَ مُضْطَرِبٌ وَّالْاَشْهَرُ اَنَّهُ مَعَ مُحَمَّدٍ .

لَهُمَا مَا رَوَيْنَا، وَلِاَنَّ الْوِلَايَةَ اِنَّمَا ثَبَتَتْ صَوْنًا لِّلْقَرَابَةِ عَنْ نِسْبَةِ غَيْرِ الْكُفْءِ اِلَيْهَا وَاِلَى الْعَصَبَاتِ الصِّيَانَةُ .وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ الْوِلَايَةَ نَظَرِيَّةٌ وَّالنَّظَرُ يَتَحَقَّقُ بِالتَّفْوِيْضِ اِلٰى مَنْ هُوَ الْمُخْتَصُّ بِالْقَرَابَةِ الْبَاعِثَةِ عَلَى الشَّفَقَةِ

عصبات کے علاوہ دیگر قریبی عزیزوں کو بھی شادی کروانے کی ولایت حاصل ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے: عصبہ رشتے دار موجود نہ ہوں اور یہ استحسان کے پیش نظر ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ثابت نہیں ہے اور یہ بات قیاس کے مطابق ہے' اور یہی روایت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے۔ اس بارے میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول مضطرب (طور پر منقول) ہے زیادہ مشہور یہ ہے: ان کی رائے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے۔ ان دونوں حضرات کی دلیل وہ روایت ہے' جسے ہم نقل کر چکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے: ولایت اس لیے ثابت ہوتی ہے تاکہ رشتے داری کو غیر کفو کی طرف منسوب کرنے سے بچایا جا سکے۔ اور عصبہ رشتے داروں میں یہ بچاؤ پایا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: ولایت نظری ہے اور یہ نظر (یعنی شفقت) ان لوگوں کی طرف تفویض کرنے سے بھی متحقق ہو جاتی ہے' جو ایسی قریبی رشتے داری کا مالک ہو جو شفقت کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

آزاد کرنے والے آقا اور حاکم کا شادی کر دینا

﴿وَمَنْ لَّا وَلِيَّ لَهَا﴾ يَعْنِي الْعَصَبَةَ مِنْ جِهَةِ الْقَرَابَةِ ﴿اِذَا زَوَّجَهَا مَوْلَاهَا الَّذِيْ اَعْتَقَهَا﴾ ﴿جَازَ﴾ لِاَنَّهُ اٰخِرُ الْعَصَبَاتِ، وَاِذَا عُدِمَ الْاَوْلِيَاءُ فَالْوِلَايَةُ اِلَى الْاِمَامِ وَالْحَاكِمِ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿السُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ﴾

جس کا کوئی ولی نہ ہو' یا کوئی ایسا عصبہ نہ ہو' جو رشتے داری کے حوالے سے ہو' تو جب اسے آزاد کرنے والا آقا اس کی شادی کر دے' تو یہ درست ہوگا' کیونکہ وہ آخری درجے کا عصبہ رشتے دار شمار ہوگا۔ لیکن جب (لڑکی کے) اولیاء موجود نہ ہوں تو

ولایت حاکم وقت کے سپرد ہوگی۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: "سلطان اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو"۔

جب قریبی ولی موجود نہ ہو

﴿وَاِذَا غَابَ الْوَلِيُّ الْاَقْرَبُ غَيْبَةً مُّنْقَطِعَةً جَازَ لِمَنْ هُوَ اَبْعَدُ مِنْهُ اَنْ يُزَوِّجَ﴾ وَقَالَ زُفَرُ: لَا يَجُوْزُ لِاَنَّ وِلَايَةَ الْاَقْرَبِ قَائِمَةٌ لِاَنَّهَا ثَبَتَتْ حَقًّا لَّهُ صِيَانَةً لِلْقَرَابَةِ فَلَا تَبْطُلُ بِغَيْبَتِهِ، وَلِهٰذَا لَوْ زَوَّجَهَا حَيْثُ هُوَ جَازَ، وَلَا وِلَايَةَ لِلْاَبْعَدِ مَعَ وِلَايَتِهِ ـ وَلَنَا اَنَّ هٰذِهِ وِلَايَةٌ نَظَرِيَّةٌ وَّلَيْسَ مِنَ النَّظَرِ التَّفْوِيْضُ اِلٰى مَنْ لَّا يُنْتَفَعُ بِرَاْيِهِ فَفَوَّضْنَاهُ اِلَى الْاَبْعَدِ وَهُوَ مُقَدَّمٌ عَلَى السُّلْطَانِ كَمَا اِذَا مَاتَ الْاَقْرَبُ، وَلَوْ زَوَّجَهَا حَيْثُ هُوَ فِيْهِ مَنْعٌ وَبَعْدَ التَّسْلِيْمِ نَقُوْلُ لِلْاَبْعَدِ بُعْدُ الْقَرَابَةِ وَقُرْبُ التَّدْبِيْرِ وَلِلْاَقْرَبِ عَكْسُهُ فَنَزَلَا مَنْزِلَةَ وَلِيَّيْنِ مُتَسَاوِيَيْنِ فَاَيُّهُمَا عَقَدَ نَفَذَ وَلَا يُرَدُّ

اور جب کوئی قریبی ولی اس طرح سے غیر موجود ہو کہ اس کے بارے میں کوئی علم نہ ہو تو یہ بات جائز ہے کہ اس ولی کے مقابلے میں دور والا ولی لڑکی کی شادی کر دے۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ جائز نہیں ہے اس کے قریبی رشتے دار کی ولایت برقرار رہے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے: یہ اس کے حق کے لئے ثابت ہوئی ہے کہ وہ اپنی رشتے داری کو محفوظ رکھے اور اس کی غیر موجودگی کی وجہ سے باطل نہیں ہوگی۔ یہی وجہ ہے: وہ قریبی جگہ موجود ہو اور اگر وہیں سے اس کی شادی کر دیتا ہے تو یہ درست ہوگا اور اس کی ولایت کے ہمراہ دور کے رشتے دار کی ولایت ثابت نہیں ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے: یہ ولایت نظری ہے اور یہ چیز نظر (شفقت) سے متعلق نہیں ہے کہ اسے اس شخص کے سپرد کیا جائے کہ جس کی رائے سے نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا اس لیے ہم نے اسے دور والے رشتے دار کے سپرد کر دیا اور وہ دور کا رشتے دار سلطان پر مقدم ہوگا' جیسا کہ اگر قریبی رشتے دار فوت ہو جائے تو ایسا ہی ہوتا۔

اگر وہ ولی وہیں سے شادی کر دے جہاں وہ موجود ہے تو اس میں ممانعت ہے (یعنی حرج ہے)۔ اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ہم یہ کہیں گے: وہ ولی جو دور کا رشتے دار ہے' اس کی رشتے داری دور کی ہے' لیکن وہ آسانی کے ساتھ تمام تدابیر کر سکتا ہے وہ ولی جو قریب کا رشتے دار ہے اس کے لئے یہ صورت حال برخلاف ہے' لہٰذا دونوں کا مرتبہ ایک ہی جیسا ہو جائے گا' اور وہ دونوں برابر کے ولی شمار ہوں گے' اور ان میں سے جو بھی عقد کرے گا وہ نافذ ہو جائے گا' اور اسے مسترد نہیں کیا جائے گا۔

غیبت منقطعہ کے حکم کا بیان

﴿وَالْغَيْبَةُ الْمُنْقَطِعَةُ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ بَلَدٍ لَّا تَصِلُ اِلَيْهَا الْقَوَافِلُ فِي السَّنَةِ اِلَّا مَرَّةً وَّاحِدَةً﴾ وَهُوَ اخْتِيَارُ الْقُدُوْرِيِّ ـ وَقِيْلَ اَدْنٰى مُدَّةِ السَّفَرِ لِاَنَّهُ لَا نِهَايَةَ لِاَقْصَاهُ وَهُوَ اخْتِيَارُ بَعْضِ الْمُتَاَخِّرِيْنَ ـ وَقِيْلَ: اِذَا كَانَ بِحَالٍ يَفُوْتُ الْكُفْءُ الْخَاطِبُ بِاسْتِطْلَاعِ رَاْيِهِ، وَهٰذَا اَقْرَبُ اِلَى الْفِقْهِ لِاَنَّهُ لَا نَظَرَ فِيْ اِبْقَاءِ وِلَايَتِهِ حِيْنَئِذٍ

یہاں استعمال ہونے والے لفظ "غیبت منقطع" سے مراد یہ ہے: وہ قریبی رشتے دار ایسے شہر میں قیام پذیر ہو جہاں سال میں صرف ایک مرتبہ قافلے پہنچتے ہوں۔ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ہی اختیار کیا ہے۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد "سفر کی کم ترین مدت" ہے کیونکہ سفر کی کوئی بھی انتہاء نہیں ہوتی۔ بعض متاخرین بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ ایک قول کے مطابق اس سے مراد یہ ہے: اس کی حالت ایسی ہو کہ اس کی رائے کا علم ہونے تک کفو کے ہاتھ سے چلے جانے کا اندیشہ ہو اور یہی رائے فقہ کے زیادہ قریب ہے کیونکہ اس صورت میں اس کی ولایت باقی رکھنے میں شفقت کا پہلو پایا نہیں جائے گا۔

عورت کے باپ اور بیٹے میں سے کون نکاح کروائے گا؟

﴿وَاِذَا اجْتَمَعَ فِی الْمَجْنُوْنَةِ اَبُوْهَا وَابْنُهَا فَالْوَلِیُّ فِیْ نِكَاحِهَا ابْنُهَا فِیْ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ اَبُوْهَا﴾ لِاَنَّهُ اَوْفَرُ شَفَقَةً مِّنَ الْاِبْنِ. وَلَهُمَا اَنَّ الْاِبْنَ هُوَ الْمُقَدَّمُ فِی الْعُصُوْبَةِ، وَهٰذِهِ الْوِلَایَةُ مَبْنِیَّةٌ عَلَیْهَا وَلَامُعْتَبَرَ بِزِیَادَةِ الشَّفَقَةِ كَاَبِی الْاُمِّ مَعَ بَعْضِ الْعَصَبَاتِ.

اور جب کسی مجنونہ عورت کی شادی میں اس کا باپ اور بیٹا دونوں موجود ہوں تو اس کا نکاح کروانے میں اس کا ولی اس کا بیٹا بنے گا یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کا باپ بنے گا کیونکہ اس میں اس کے بیٹے سے زیادہ شفقت ہوتی ہے۔ ان دونوں حضرات کی دلیل یہ ہے: عصبہ ہونے میں بیٹا مقدم ہے اور یہ ولایت اسی پر مبنی ہے تو اس بارے میں زیادہ شفقت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جیسا کہ نانا اگر بعض عصبہ رشتے داروں کے ساتھ موجود ہو تو (بھی یہی حکم ہوتا ہے) باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

فَصْلٌ فِی الْکَفَاءَۃِ

﴿یہ فصل نکاح میں کفو کے بیان میں ہے﴾

کفوٗ کی فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پہلے اولیاء واکفاء کا مکمل باب ذکر کیا ہے۔ کفأت کے اعتبار میں کوئی شک نہیں ہے۔ لہٰذا کفو ہونے کی صورت میں جب ولی غیر کفو سے نکاح کو فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے تو یہ اس کے حق میں ثابت ہوگیا ہے۔ ولی کے لئے اس ثبوت حق کے پیش نظر مصنف نے ایک مستقل فصل بیان کردی ہے۔ تا کہ کفو اور غیر کفو کا امتیاز کرتے ہوئے نکاح کے اولیاء اپنے حق کو صحیح طریقے سے استعمال کریں۔

اس فصل کو باب الاکفاء کے بعد ذکر کرنے کی دوسری وجہ واضح ہے کہ اس میں مسائل وہی ہوں گے جو کفو سے متعلق ہوں گے جن کی بنیاد پر کفو کی بنیاد پر نکاح کرنے یا نہ کرنے کے احکام ثابت ہوں گے۔

نکاح میں کفو کے اعتبار کا بیان

﴿اَلْکَفَاءَۃُ فِی النِّکَاحِ مُعْتَبَرَۃٌ﴾ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ﴿اَلَا لَا یُزَوِّجُ النِّسَاءَ اِلَّا الْاَوْلِیَاءُ، وَلَا یُزَوَّجْنَ اِلَّا مِنَ الْاَکْفَاءِ﴾ (۱) وَلِاَنَّ انْتِظَامَ الْمَصَالِحِ بَیْنَ الْمُتَکَافِئَیْنِ عَادَۃً، لِاَنَّ الشَّرِیْفَۃَ تَاْبٰی اَنْ تَکُوْنَ مُسْتَفْرَشَۃً لِلْخَسِیْسِ فَلَا بُدَّ مِنْ اعْتِبَارِھَا، بِخِلَافِ جَانِبِھَا، لِاَنَّ الزَّوْجَ مُسْتَفْرِشٌ فَلَا تَغِیْظُہٗ دَنَاءَۃُ الْفِرَاشِ ۔

نکاح میں کفو کا اعتبار کیا جائے گا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''خواتین کی شادی صرف ان کے سرپرست کریں اور ان کی شادی صرف ان کے ہم پلہ لوگوں سے کی جائے''۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ عام طور پر مصالح ہم پلہ لوگوں کے درمیان ٹھیک رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے: یہ کسی بڑے خاندان کی عورت کسی کمتر حیثیت رکھنے والے شخص کے پہلو میں لیٹنے (یعنی اس کی بیوی بننے) سے انکار کرسکتی ہے' تو اس لئے کفوٗ کا اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن عورت کے ہم پلہ ہونے کا حکم اس کے برخلاف ہے' اس کی وجہ یہ ہے: شوہر نے اسے اپنا فراش بنایا ہے' تو فراش کا کمتر ہونا اسے غضبناک نہیں کرے گا۔

غیر کفوٗ میں نکاح کرنے والی عورت کا بیان

﴿وَاِذَا زَوَّجَتِ الْمَرْاَۃُ نَفْسَھَا مِنْ غَیْرِ کُفْوٍ فَلِلْاَوْلِیَاءِ اَنْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَھُمَا﴾ دَفْعًا لِضَرَرِ الْعَارِ عَنْ

اَنْفُسِهِمْ

اگر کوئی عورت غیر کفو میں شادی کر لیتی ہے' تو اس کے اولیاء کو یہ حق حاصل ہوگا' وہ میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کروادیں تاکہ اپنی ذات کو لاحق ہونے والے عار کو دور کر سکیں۔

کفو نکاح میں اعتبار نسب کا بیان

﴿ثُمَّ الْكَفَاءَةُ تُعْتَبَرُ فِي النَّسَبِ﴾ لِاَنَّهُ يَقَعُ بِهِ التَّفَاخُرُ ﴿فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ، وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ﴾ وَالْاَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ﴿قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ بَطْنٌ بِبَطْنٍ، وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ قَبِيلَةٌ بِقَبِيلَةٍ، وَالْمَوَالِي بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ رَجُلٌ بِرَجُلٍ﴾ (١) وَلَا يُعْتَبَرُ التَّفَاضُلُ فِيمَا بَيْنَ قُرَيْشٍ لِمَا رَوَيْنَا ۔وَعَنْ مُحَمَّدٍ كَذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَكُونَ نَسَبًا مَشْهُورًا كَاَهْلِ بَيْتِ الْخِلَافَةِ، كَاَنَّهُ قَالَ تَعْظِيمًا لِلْخِلَافَةِ وَتَسْكِينًا لِلْفِتْنَةِ ۔وَبَنُو بَاهِلَةَ لَيْسُوا بِاَكْفَاءٍ لِعَامَّةِ الْعَرَبِ، لِاَنَّهُمْ مَعْرُوفُونَ بِالْخَسَاسَةِ ۔

پھر کفو ہونا نسب میں معتبر ہوگا' کیونکہ اسی کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے فخر کیا جاتا ہے۔ پس قریش ایک دوسرے کا کفو ہوں گے' اور عرب ایک دوسرے کا کفو ہوں گے۔ اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بنیادی اصل ہے۔ ''قریش ایک دوسرے کا کفو ہیں ایک بطن دوسرے بطن سے ہے اور عرب ایک دوسرے کا کفو ہیں۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے متعلق ہے اور موالی ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ ایک آدمی دوسرے کا کفو ہے''۔ اس بارے میں وہ باہمی فضیلت معتبر نہیں ہوگی جو قریش کے درمیان پائی جاتی ہے۔ اس کی دلیل وہی ہے' جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ سے یہ روایت منقول ہے: اگر اس کا نسب مشہور ہو جائے جیسے خلفاء کے خاندان کی خواتین ہیں (تو حکم مختلف ہوگا)۔

امام محمد نے یہ بات خلافت کی عظمت برقرار رکھنے کے لئے بیان کی ہے' اور فتنے کو دور کرنے کے لئے بیان کی ہے۔ ''بنو باہلہ'' عربوں کے کفو نہیں ہیں' کیونکہ وہ کمتر ہونے کے حوالے سے مشہور ہیں۔

موالی کے کفو نکاح ہونے کا فقہی بیان

﴿وَاَمَّا الْمَوَالِي فَمَنْ كَانَ لَهُ اَبَوَانِ فِي الْاِسْلَامِ فَصَاعِدًا فَهُوَ مِنَ الْاَكْفَاءِ﴾ يَعْنِي لِمَنْ لَهُ اٰبَاءٌ فِيهِ ۔وَمَنْ اَسْلَمَ بِنَفْسِهِ اَوْ لَهُ اَبٌ وَّاحِدٌ فِي الْاِسْلَامِ لَا يَكُونُ كُفُوًا لِمَنْ لَهُ اَبَوَانِ فِي الْاِسْلَامِ، لِاَنَّ تَمَامَ النَّسَبِ بِالْاَبِ وَالْجَدِّ، وَاَبُو يُوسُفَ اَلْحَقَ الْوَاحِدَ بِالْمُثَنّٰى كَمَا هُوَ مَذْهَبُهُ فِي التَّعْرِيفِ ۔وَمَنْ اَسْلَمَ بِنَفْسِهِ لَا يَكُونُ كُفُوًا لِمَنْ لَهُ اَبٌ وَّاحِدٌ فِي الْاِسْلَامِ، لِاَنَّ التَّفَاخُرَ فِيمَا بَيْنَ الْمَوَالِي بِالْاِسْلَامِ ۔ وَالْكَفَاءَةُ فِي الْحُرِّيَّةِ نَظِيرُهَا فِي الْاِسْلَامِ فِي جَمِيعِ مَا ذَكَرْنَا، لِاَنَّ الرِّقَّ اَثَرُ الْكُفْرِ وَفِيهِ مَعْنَى الذُّلِّ فَيُعْتَبَرُ فِي حُكْمِ الْكَفَاءَةِ

جہاں تک عجمیوں کا تعلق ہے تو جس شخص کے دو باپ (یعنی باپ' دادا) مسلمان ہوں یا اس سے زیادہ ہوں وہ اس کے ہم پلہ شمار ہوں گے یعنی اس شخص کے جس کے آباؤ اجداد اسلام میں رہے ہوں اور جو شخص بذات خود مسلمان ہوا' یا اس کا ایک باپ مسلمان ہوا (یعنی دادا مسلمان نہیں تھا) تو وہ شخص اس کا کفو نہیں ہوگا جس کے باپ' دادا مسلمان ہوں' کیونکہ نسب باپ' دادا کی وجہ سے مکمل ہوتا ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک کو دو کے ساتھ شامل کرتے ہیں جیسا کہ تعریف میں ان کا مذہب ہے۔ جو شخص بذات خود مسلمان ہوا ہو وہ اس کا کفو نہیں ہوسکتا جس کا باپ مسلمان ہوا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے: عجمیوں کے درمیان اسلام کی وجہ سے ایک دوسرے کے سامنے فخر کا پہلو پایا جاتا ہے۔ آزاد ہونے میں بھی کفو ہونا چاہئے اور اس کی دلیل وہ تمام صورتیں ہیں جو اسلام کے بارے میں ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے: غلام ہونا کفر کا اثر ہے اور اس میں کمتر ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے' تو اس بارے میں ہم پلہ ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

دین داری میں کفو ہونا

قَالَ ﴿وَتُعْتَبَرُ اَيْضًا فِي الدِّيْنِ﴾ اَیْ الدِّيَانَةِ، وَهٰذَا قَوْلُ اَبِیْ حَنِيفَةَ وَاَبِیْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ هُوَ الصَّحِيحُ، لِاَنَّهُ مِنْ اَعْلَى الْمَفَاخِرِ، وَالْمَرْاَةُ تُعَيَّرُ بِفِسْقِ الزَّوْجِ فَوْقَ مَا تُعَيَّرُ بِضَعَةِ نَسَبِهِ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا تُعْتَبَرُ، لِاَنَّهُ مِنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ فَلَا تُبْتَنٰى عَلَيْهِ اَحْكَامُ الدُّنْيَا اِلَّا اِذَا كَانَ يُصْفَعُ وَيُسْخَرُ مِنْهُ اَوْ يَخْرُجُ اِلَى الْاَسْوَاقِ سَكْرَانَ وَيَلْعَبُ بِهِ الصِّبْيَانُ، لِاَنَّهُ مُسْتَخَفٌّ بِهِ.

مصنف فرماتے ہیں: اس بارے میں دین کا بھی اعتبار کیا جائے گا' یعنی دیندار ہونے کا' یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے اور یہی بات درست ہے' کیونکہ یہ سب سے بڑی قابل فخر چیز ہے اور کوئی بھی عورت کسی گنہگار شوہر کی وجہ سے عار محسوس کرے گی' اس سے زیادہ' جتنی عار وہ کمتر نسب کی وجہ سے محسوس کرے گی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ چیز معتبر نہیں ہوگی' کیونکہ اس کا تعلق آخرت کے امور سے ہے' تو دنیاوی احکام اس پر مبنی نہیں ہوں گے۔ تاہم اگر وہ کوئی ایسا شخص ہو جسے طمانچے مارے جاتے ہوں' یا اس کا مذاق اڑایا جاتا ہو' یا اسے بازار کی طرف نشے کی حالت میں لایا گیا ہو' یا وہ بچوں کے ساتھ کھیلتا ہو (تو حکم مختلف ہوگا) کیونکہ یہ اس کے حقیر ہونے کی دلیل ہے۔

مال کے اعتبار سے کفو ہونے کا بیان

قَالَ ﴿وَ﴾ تُعْتَبَرُ ﴿فِي الْمَالِ وَهُوَ اَنْ يَكُوْنَ مَالِكًا لِلْمَهْرِ وَالنَّفَقَةِ﴾ وَهٰذَا هُوَ الْمُعْتَبَرُ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، حَتّٰى اِنَّ مَنْ لَّا يَمْلِكُهُمَا اَوْ لَا يَمْلِكُ اَحَدَهُمَا لَا يَكُوْنُ كُفُوًا، لِاَنَّ الْمَهْرَ بَدَلُ الْبُضْعِ فَلَا بُدَّ مِنْ اِيْفَائِهِ وَبِالنَّفَقَةِ قِوَامُ الْاِزْدِوَاجِ وَدَوَامُهُ. وَالْمُرَادُ بِالْمَهْرِ قَدْرُ مَا تَعَارَفُوا تَعْجِيلَهُ، لِاَنَّ مَا وَرَاءَهُ مُؤَجَّلٌ عُرْفًا. وَعَنْ اَبِیْ يُوْسُفَ اَنَّهُ اعْتَبَرَ الْقُدْرَةَ عَلَى النَّفَقَةِ دُوْنَ الْمَهْرِ، لِاَنَّهُ تَجْرِی الْمُسَاهَلَةُ فِي الْمَهْرِ وَيُعَدُّ الْمَرْءُ قَادِرًا عَلَيْهِ بِيَسَارِ اَبِيْهِ.

مال میں بھی (کفو ہونے) کا اعتبار کیا جائے گا' اور اس سے مراد یہ ہے: وہ شخص مہر اور خرچ کی ادائیگی کا مالک ہو۔ ظاہر روایت کے مطابق یہ بات معتبر ہے: یہاں تک کہ جو شخص ان دونوں کا مالک نہ ہو یا ان دونوں میں سے کسی ایک چیز کا مالک نہ ہو' تو وہ کفو نہیں ہوگا' کیونکہ مہر بضع کا بدل ہے' تو اس کی ادائیگی ضروری ہے اور خرچ کے ذریعے کاروبار حیات چلتا ہے اور برقرار رہتا ہے۔ مہر سے مراد وہ مقدار ہے' جو عام رواج کے مطابق جلدی ادا کی جا سکتی ہے' کیونکہ اس سے زیادہ جو ہوگا وہ عام روایت کے حساب سے مؤجل ہوگا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت منقول ہے: انہوں نے صرف خرچ کی ادائیگی پر قادر ہونے کا اعتبار کیا ہے مہر کا اعتبار نہیں کیا' کیونکہ مہر میں سہولت فراہم کرنے کا رواج جاری ہے' یا مرد کا باپ صاحب حیثیت ہو' تو مرد کو مہر کی ادائیگی پر قادر شمار کیا جاتا ہے۔

خوشحالی کے اعتبار سے کفو ہونے کا بیان

فَاَمَّا الْكَفَاءَةُ فِي الْغِنٰى فَمُعْتَبَرَةٌ فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ حَتّٰى اِنَّ الْفَائِقَةَ فِي الْيَسَارِ لَا يُكَافِئُهَا الْقَادِرُ عَلَى الْمَهْرِ وَالنَّفَقَةِ، لِاَنَّ النَّاسَ يَتَفَاخَرُوْنَ بِالْغِنٰى وَيَتَعَيَّرُوْنَ بِالْفَقْرِ. وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: لَا يُعْتَبَرُ، لِاَنَّهُ لَا ثَبَاتَ لَهُ اِذِ الْمَالُ غَادٍ وَّرَائِحٌ

بہرحال جہاں تک صاحب حیثیت ہونے کے حوالے سے کفو کا تعلق ہے' تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک مالدار عورت کا کفو وہ شخص نہیں ہوگا جو صرف مہر اور نفقے کی ادائیگی پر قادر ہو اس کی وجہ یہ ہے: وہ صاحب حیثیت ہونے کو بھی کفو کی وجہ خیال کرتے ہیں اور افلاس اور تنگدستی کو شرمندگی سمجھتے ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں صاحب حیثیت ہونے کا اعتبار نہیں ہوگا' کیونکہ اسے کوئی ثبات نہیں ہے' کیونکہ مال آنے جانے والی چیز ہے۔

پیشے کے اعتبار سے کفو ہونے کا بیان

﴿وَ﴾ تُعْتَبَرُ ﴿فِي الصَّنَائِعِ﴾ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ. وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ ذٰلِكَ رِوَايَتَانِ. وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهُ لَا تُعْتَبَرُ اِلَّا اَنْ تَفْحُشَ كَالْحَجَّامِ وَالْحَائِكِ وَالدَّبَّاغِ. وَجْهُ الْاِعْتِبَارِ اَنَّ النَّاسَ يَتَفَاخَرُوْنَ بِشَرَفِ الْحِرَفِ وَيَتَعَيَّرُوْنَ بِدَنَاءَتِهَا. وَجْهُ الْقَوْلِ الْاٰخَرِ اَنَّ الْحِرْفَةَ لَيْسَتْ بِلَازِمَةٍ، وَيُمْكِنُ التَّحَوُّلُ عَنِ الْخَسِيْسَةِ اِلَى النَّفِيْسَةِ مِنْهَا

اور کفو میں پیشے کا بھی اعتبار کیا جائے گا یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایات منقول ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بھی منقول ہے: اس کا اعتبار صرف اسی صورت میں کیا جائے گا جب مرد ایسے پیشے سے تعلق رکھتا ہو' جسے کمتر سمجھا جاتا ہو' جیسے پچھنے لگانا' جولاہا' چمڑے کی دباغت کرنا وغیرہ۔ اس کو معتبر سمجھنے کی وجہ یہ ہے: لوگ پیشے کے احترام کے حوالے سے بھی باہمی طور پر ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں اور پیشے کے کمتر ہونے کی وجہ

سے ایک دوسرے سے عار محسوس کرتے ہیں۔ دوسرے قول کی وجہ یہ ہے: پیشہ مستقل ساتھ رہنے والی چیز نہیں' اسے تبدیل کر کے گھٹیا پیشے کے مقابلہ میں کوئی اچھا پیشہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

جب عورت مہرِ مثل سے کم مہر کے عوض میں شادی کر لے

قَالَ ﴿وَاِذَا تَزَوَّجَتِ الْمَرْاَةُ وَنَقَصَتْ عَنْ مَهْرِ مِثْلِهَا فَلِلْاَوْلِيَاءِ الْاِعْتِرَاضُ عَلَيْهَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ حَتّٰی یُتِمَّ لَهَا مَهْرَ مِثْلِهَا اَوْ یُفَارِقَهَا﴾ وَقَالَا: لَیْسَ لَهُمْ ذٰلِكَ .وَهٰذَا الْوَضْعُ اِنَّمَا یَصِحُّ عَلٰی قَوْلِ مُحَمَّدٍ عَلٰی اعْتِبَارِ قَوْلِهِ الْمَرْجُوْعِ اِلَیْهِ فِی النِّكَاحِ بِغَیْرِ الْوَلِیِّ، وَقَدْ صَحَّ ذٰلِكَ وَهٰذِهِ شَهَادَةٌ صَادِقَةٌ عَلَیْهِ .لَهُمَا اَنَّ مَا زَادَ عَلَی الْعَشَرَةِ حَقُّهَا وَمَنْ اَسْقَطَ حَقَّهٗ لَا یُعْتَرَضُ عَلَیْهِ كَمَا بَعْدَ التَّسْمِیَةِ .وَلِاَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّ الْاَوْلِیَاءَ یَفْتَخِرُوْنَ بِغَلَاءِ الْمَهْرِ وَیَتَعَیَّرُوْنَ بِنُقْصَانِهٖ فَاَشْبَهَ الْكَفَاءَةَ، بِخِلَافِ الْاِبْرَاءِ بَعْدَ التَّسْمِیَةِ' لِاَنَّهٗ لَا یُتَعَیَّرُ بِهٖ .

فرمایا: اور جب کوئی عورت خود شادی کرے اور اپنے مہرِ مثل سے کم مہر مقرر کرے' تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے سرپرستوں کو اس پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہوگا جب تک وہ مرد اس عورت کو مہرِ مثل ادا نہیں کر دیتا یا اس عورت سے علیحدگی اختیار نہیں کر لیتا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد یہ فرماتے ہیں: انہیں اس بات کا اختیار نہیں ہوگا۔ اور یہ کی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے اعتبار سے صحیح ہوگی' جب ان کو اس قول پر اختیار کیا جائے' جس کی طرف انہوں نے رجوع کر لیا تھا کہ ولی کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے اور یہ بات درست بھی ہے اور یہ اس بات پر صحیح گواہی ہے۔ ان دونوں حضرات کی دلیل یہ ہے: دس درہم سے جتنا بھی زائد ہو وہ اس عورت کا حق ہے اور جو شخص خود اپنے حق کو چھوڑ دے اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ مہر مقرر کرنے کے بعد (اسے معاف یا کم کیا جا سکتا) ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: عورت کے سرپرست مہر کے زیادہ ہونے کو قابلِ فخر سمجھتے ہیں اور اس کے کم ہونے میں عار محسوس کرتے ہیں' تو یہ بھی کفو کے مشابہہ ہو جائے گا جہاں تک مہر طے کرنے کے بعد معاف کر دینے کا تعلق ہے' تو اس بارے میں عار محسوس نہیں کی جاتی۔

جب نابالغ لڑکی یا لڑکے کا باپ مہر میں کمی یا بیشی کر دے

﴿وَاِذَا زَوَّجَ الْاَبُ بِنْتَهُ الصَّغِیْرَةَ وَنَقَصَ مِنْ مَهْرِهَا اَوِ ابْنَهُ الصَّغِیْرَ وَزَادَ فِیْ مَهْرِ امْرَاَتِهٖ جَازَ ذٰلِكَ عَلَیْهِمَا، وَلَا یَجُوْزُ ذٰلِكَ لِغَیْرِ الْاَبِ وَالْجَدِّ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ، وَقَالَا: لَا یَجُوْزُ الْحَطُّ وَالزِّیَادَةُ اِلَّا بِمَا یَتَغَابَنُ النَّاسُ فِیْهِ﴾ وَمَعْنٰی هٰذَا الْكَلَامِ اَنَّهٗ لَا یَجُوْزُ الْعَقْدُ عِنْدَهُمَا' لِاَنَّ الْوِلَایَةَ مُقَیَّدَةٌ بِشَرْطِ النَّظَرِ فَعِنْدَ فَوَاتِهٖ یَبْطُلُ الْعَقْدُ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْحَطَّ عَنْ مَهْرِ الْمِثْلِ لَیْسَ مِنَ النَّظَرِ فِیْ شَیْءٍ كَمَا فِی الْبَیْعِ، وَلِهٰذَا لَا یَمْلِكُ ذٰلِكَ غَیْرُهُمَا .وَلِاَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّ الْحُكْمَ یُدَارُ عَلٰی دَلِیْلِ النَّظَرِ وَهُوَ قُرْبُ الْقَرَابَةِ، وَفِی النِّكَاحِ مَقَاصِدُ تَرْبُوْ عَلَی الْمَهْرِ .اَمَّا

الْمَالِيَّةَ فَهِيَ الْمَقْصُودُ فِي التَّصَرُّفِ الْمَالِيِّ وَالدَّلِيْلُ عَدِمْنَاهُ فِي حَقِّ غَيْرِهِمَا .

جب باپ اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کر دے اور اس کے مہر میں کمی کر دے یا اپنے نابالغ بیٹے کا نکاح کروائے اور اس کی بیوی کے مہر میں اضافہ کر دے تو ان دونوں کے حق میں یہ بات جائز ہے۔ باپ یا دادا کے علاوہ اور کسی کے حق میں یہ بات جائز نہیں ہے یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین: یہ فرماتے ہیں: یہ کمی اور زیادتی جائز ہی نہیں ہے ماسوائے اس صورت کے جتنی کمی و بیشی کا خسارہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں۔ اس کلام کا مفہوم یہ ہے: صاحبین: کے نزدیک وہ عقد سرے سے ہی جائز نہیں ہوگا' کیونکہ ولایت میں شفقت ضروری ہے اور شفقت کی عدم موجودگی کی وجہ سے عقد باطل ہو جائے گا' اور یہ اسی لیے ہے کہ مہر مثل سے کمی کرنے کا شفقت سے کوئی تعلق نہیں ہے' جیسا کہ سودے میں ایسا ہوتا ہے یہی وجہ ہے: باپ اور دادا کے علاوہ اور کوئی اس باحق کا مالک نہیں ہوتا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: حکم کا مدار شفقت کی دلیل پر ہوگا اور وہ قریبی رشتے دار ہوتا ہے اور نکاح میں کچھ مقاصد مہر سے بڑھ کر ہوتے ہیں' جہاں تک مال سے متعلق مسئلے کا تعلق ہے' تو وہ صرف مالی تصرف میں مقصود ہوتا ہے اور (شفقت کی) دلیل (یعنی قریبی رشتے داری) ہم نے باپ' دادا کے علاوہ میں معدوم پائی (تو اس وجہ سے ان دونوں کے علاوہ یہ حق نہیں دیا)

جب باپ نابالغ بیٹی یا بیٹے کی شادی غلام یا کنیز سے کر دے

﴿وَمَنْ زَوَّجَ ابْنَتَهُ وَهِيَ صَغِيرَةٌ عَبْدًا اَوْ زَوَّجَ ابْنَهُ وَهُوَ صَغِيرٌ اَمَةً فَهُوَ جَائِزٌ﴾ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ﴿وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ اَيْضًا﴾ لِاَنَّ الْاِعْرَاضَ عَنِ الْكَفَاءَةِ لِمَصْلَحَةٍ تَفُوقُهَا وَعِنْدَهُمَا هُوَ ضَرَرٌ ظَاهِرٌ لِعَدَمِ الْكَفَاءَةِ فَلَا يَجُوزُ .

جو شخص اپنی بیٹی' جو نابالغ ہو' کی شادی کسی غلام کے ساتھ کر دے' یا اپنے بیٹے' جو نابالغ ہو' کی شادی کنیز کے ساتھ کر دے' تو یہ بات جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: کفو سے اعراض کرنا کسی ایسی مصلحت کی وجہ سے ہوگا' جو کفو پر فوقیت رکھتی ہے۔ صاحبین: کے نزدیک یہ "ضرر" ہے' جو بظاہر ہے' کیونکہ یہاں کفو نہیں پایا جاتا اس لیے یہ جائز نہیں ہوگا۔

فَصْلٌ فِی الْوَکَالَةِ بِالنِّکَاحِ وَغَیْرِهَا

﴿یہ فصل نکاح میں وکالت وغیرہ کے بیان میں ہے﴾

وکالت بہ نکاح فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: نکاح میں وکالت یہ بھی ایک طرح ولایت کی قسم ہے۔اسی سبب کے پیش نظر مصنف نے ولایت کے احکام کے وکالت کے بیان میں اس فصل کو بیان کیا ہے۔کیونکہ ولی کی طرح موکل کا تصرف بھی نافذ ہوتا ہے لہٰذا ایک اعتبار سے وکیل ولی ثانی ہوگیا ہے۔لہٰذا اس کو ذکر بھی ثانوی حیثیت کے ساتھ ہے۔کیونکہ ابواب تعلیم میں اس کا محل یہی بنتا ہے۔اس کے بعد اس کے سوایعنی فضولی سے متعلق احکام بیان کریں گے۔(فتح القدیر، ج ۷، ص ۸، بیروت)

ایک ہی شخص کے مباشر اور وکیل ہونے کا حکم

﴿وَیَجُوْزُ لِابْنِ الْعَمِّ اَنْ یُزَوِّجَ بِنْتَ عَمِّهٖ مِنْ نَفْسِهٖ﴾ وَقَالَ زُفَرُ: لَا یَجُوْزُ ﴿وَاِنْ اَذِنَتِ الْمَرْاَةُ لِلرَّجُلِ اَنْ یُزَوِّجَهَا مِنْ نَفْسِهٖ فَعَقَدَ بِحَضْرَةِ شَاهِدَیْنِ جَازَ﴾ وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِیُّ: لَا یَجُوْزُ .لَهُمَا اَنَّ الْوَاحِدَ لَا یُتَصَوَّرُ اَنْ یَکُوْنَ مُمَلِّکًا وَّمُتَمَلِّکًا کَمَا فِی الْبَیْعِ، اِلَّا اَنَّ الشَّافِعِیَّ یَقُوْلُ فِی الْوَلِیِّ ضَرُوْرَةٌ، لِاَنَّهٗ لَا یَتَوَلَّاهُ سِوَاهُ، وَلَا ضَرُوْرَةَ فِیْ حَقِّ الْوَکِیْلِ .وَلَنَا اَنَّ الْوَکِیْلَ فِی النِّکَاحِ سَفِیْرٌ وَّمُعَبِّرٌ، وَالتَّمَانُعُ فِی الْحُقُوْقِ دُوْنَ التَّعْبِیْرِ وَلَا تَرْجِعُ الْحُقُوْقُ اِلَیْهِ، بِخِلَافِ الْبَیْعِ، لِاَنَّهٗ مُبَاشِرٌ حَتّٰی رَجَعَتِ الْحُقُوْقُ اِلَیْهِ، وَاِذَا تَوَلّٰی طَرَفَیْهِ فَقَوْلُهٗ زَوَّجْتُ یَتَضَمَّنُ الشَّطْرَیْنِ فَلَا یَحْتَاجُ اِلَی الْقَبُوْلِ .

اور (عورت کے) چچا کے بیٹے کے لئے یہ بات جائز ہے کہ وہ اپنے چچا کی بیٹی کی شادی اپنے ساتھ کر لے۔امام یوسف فرماتے ہیں: یہ بات جائز نہیں ہے۔جب کوئی عورت کسی مرد کو یہ اجازت دے کہ وہ اس کی شادی اپنے ساتھ کر سکتا ہے اور پھر وہ مرد دو گواہوں کی موجودگی میں یہ عقد کر لے تو یہ بات جائز ہوگی۔امام زفر علیہ الرحمہ اور امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ جائز نہیں ہوگی۔ان دونوں حضرات کی دلیل یہ ہے: ایک ہی شخص کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مملک (ملکیت میں دینے والا) اور متملک (یعنی ملکیت میں لینے والا) ہوسکتا ہے۔جیسا کہ خرید و فروخت میں بھی یہی حکم ہے۔

تاہم امام شافعی علیہ الرحمہ ولی کے بارے میں یہ فرماتے ہیں: اس کی موجودگی ضروری ہے کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اور نکاح نہیں کر سکتا البتہ وکیل کے حق میں اس کی ضرورت نہیں ہوگی۔ہماری دلیل یہ ہے: نکاح میں وکیل تعبیر کرنے والا ہوتا ہے اور سفیر ہوتا ہے

اور منافات حقوق میں ہے نہ کہ تعبیر میں ہے' اور نہ ہی حقوق اس (وکیل) کی طرف لوٹتے ہیں' جبکہ سودے کا حکم اس کے برخلاف ہے' کیونکہ اس صورت میں وہ خود یہ کام کر رہا ہوتا ہے' یہاں تک کہ حقوق اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔ جب وہ دو طرف کا والی ہوگا' تو اس کا یہ قول زوجت (میں نے شادی کی) دونوں طرف کو متضمن ہوگا اور اس کے لیے قبول کی ضرورت نہیں ہوگی۔

آقا کی اجازت کے بغیر غلام یا کنیز کے شادی کرنے کا حکم

قَالَ (وَتَزْوِيجُ الْعَبْدِ وَالْاَمَةِ بِغَيْرِ اِذْنِ مَوْلَاهُمَا مَوْقُوفٌ فَاِنْ اَجَازَهُ الْمَوْلٰى جَازَ، وَاِنْ رَدَّهُ بَطَلَ، وَكَذٰلِكَ لَوْ زَوَّجَ رَجُلٌ امْرَاَةً بِغَيْرِ رِضَاهَا اَوْ رَجُلًا بِغَيْرِ رِضَاهُ) وَهٰذَا عِنْدَنَا فَاِنَّ كُلَّ عَقْدٍ صَدَرَ مِنَ الْفُضُولِيِّ وَلَهُ مُجِيزٌ انْعَقَدَ مَوْقُوفًا عَلَى الْاِجَازَةِ .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تَصَرُّفَاتُ الْفُضُولِيِّ كُلُّهَا بَاطِلَةٌ لِاَنَّ الْعَقْدَ وُضِعَ لِحُكْمِهِ، وَالْفُضُولِيُّ لَا يَقْدِرُ عَلٰى اِثْبَاتِ الْحُكْمِ فَيَلْغُو .وَلَنَا اَنَّ رُكْنَ التَّصَرُّفِ صَدَرَ مِنْ اَهْلِهِ مُضَافًا اِلٰى مَحَلِّهِ، وَلَا ضَرَرَ فِي انْعِقَادِهِ فَيَنْعَقِدُ مَوْقُوفًا .حَتّٰى اِذَا رَاَى الْمَصْلَحَةَ فِيهِ يُنَفِّذُهُ، وَقَدْ يَتَرَاخَى حُكْمُ الْعَقْدِ عَنِ الْعَقْدِ

فرمایا: غلام اور کنیز کی شادی ان دونوں کے آقا کی اجازت کے بغیر موقوف شمار ہوگی۔ اگر آقا اس کو جائز قرار دیتا ہے' تو یہ درست ہوگی اور اگر مسترد کر دیتا ہے' تو باطل ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ اس کی رضامندی کے بغیر شادی کر لیتا ہے' یا کسی مرد کی شادی اس کی رضامندی کے بغیر کروا دیتا ہے (تو اس کا بھی یہی حکم ہوگا)۔ یہ ہمارے نزدیک ہے' اس کی وجہ یہ ہے: ہر وہ عقد جو کسی غیر متعلقہ شخص سے متعلق ہو' تو متعلقہ شخص کو اس بات کا اختیار ہوگا' وہ اسے جائز قرار دے' وہ عقد منعقد ہو جائے گا' لیکن اجازت پر موقوف ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غیر متعلقہ شخص کے تمام تصرفات باطل ہوں گے اس لیے کہ عقد اپنی حکمت کی وجہ سے مقرر کیا گیا ہے اور غیر متعلقہ شخص اس حکمت کو ثابت نہیں کر سکتا لہٰذا اس کا عمل لغو جائے گا۔ ہم یہ کہتے ہیں: تصرف کا رکن اس کے اہل شخص سے صادر ہوا ہے اور وہ اپنے محل کی طرف مضاف ہے اور اس کے انعقاد میں ضرر کوئی نہیں ہے اس لیے یہ منعقد ہو جائے گا' لیکن موقوف ہوگا یہاں تک کہ اگر متعلقہ شخص اس میں مصلحت دیکھے گا تو اسے نافذ کر دے گا' اور بعض اوقات عقد کا حکم عقد سے موخر ہوتا ہے۔

ایجاب وقبول کی مجلس مختلف ہونے کا حکم

(وَمَنْ قَالَ اشْهَدُوا اَنِّي قَدْ تَزَوَّجْتُ فُلَانَةَ فَبَلَغَهَا فَاَجَازَتْ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَاِنْ قَالَ اٰخَرُ اشْهَدُوا اَنِّي قَدْ زَوَّجْتُهَا مِنْهُ فَبَلَغَهَا الْخَبَرُ فَاَجَازَتْ جَازَ، وَكَذٰلِكَ اِنْ كَانَتِ الْمَرْاَةُ هِيَ الَّتِي قَالَتْ جَمِيعَ ذٰلِكَ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ: اِذَا زَوَّجَتْ نَفْسَهَا غَائِبًا فَبَلَغَهُ فَاَجَازَهُ جَازَ .وَحَاصِلُ الْخِلَافِ اَنَّ الْوَاحِدَ لَا يَصْلُحُ فُضُولِيًّا مِنَ الْجَانِبَيْنِ اَوْ فُضُولِيًّا مِنْ جَانِبٍ وَاَصِيلًا مِنْ جَانِبٍ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لَهُ .

جو شخص یہ کہے: تم گواہ ہو جاؤ! میں نے فلاں عورت کے ساتھ شادی کر لی ہے' اور پھر اس عورت کو اس کی اطلاع ملے اور وہ اسے جائز قرار دے' تو یہ باطل شمار ہو گا' اگر کوئی شخص یہ کہے: تم لوگ گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اس عورت کی شادی فلاں شخص کے ساتھ کر دی ہے اور پھر اس عورت کو اس کی اطلاع ملے اور وہ اسے جائز قرار دے تو یہ جائز ہو گا۔ اسی طرح اگر عورت نے یہ باتیں کہی ہوں (تو بھی یہی حکم ہو گا)۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی عورت اپنی شادی کسی غیر موجود شخص کے ساتھ کر لے اور اس مرد کو اس کی اطلاع ملے اور وہ اسے جائز قرار دے' تو یہ جائز ہو گا۔ اس بحث کا حاصل یہ ہے: ایک ہی شخص دو طرف سے فضولی نہیں بن سکتا' یا ایک طرف سے فضولی اور دوسری طرف سے اصیل نہیں بن سکتا۔ یہ ان دونوں حضرات کے نزدیک ہے' جبکہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس سے مختلف ہے۔

دو فضولیوں یا ایک فضولی اور ایک اصیل کے عقد کرانے کا بیان

وَلَوْ جَرٰی الْعَقْدُ بَیْنَ الْفُضُولِیَّیْنِ اَوْ بَیْنَ الْفُضُولِیِّ وَالْاَصِیْلِ جَازَ بِالْاِجْمَاعِ .هُوَ یَقُولُ لَوْ کَانَ مَامُوْرًا مِنَ الْجَانِبَیْنِ یَنْفُذُ، فَاِذَا کَانَ فُضُولِیًّا یَتَوَقَّفُ وَصَارَ کَالْخُلْعِ وَالطَّلَاقِ وَالْاِعْتَاقِ عَلٰی مَالٍ .وَلَهُمَا اَنَّ الْمَوْجُوْدَ شَطْرُ الْعَقْدِ' لِاَنَّهٗ شَطْرٌ حَالَةَ الْحَضْرَةِ فَکَذَا عِنْدَ الْغَیْبَةِ، وَشَطْرُ الْعَقْدِ لَا یَتَوَقَّفُ عَلٰی مَا وَرَاءَ الْمَجْلِسِ کَمَا فِی الْبَیْعِ، بِخِلَافِ الْمَامُوْرِ مِنَ الْجَانِبَیْنِ' لِاَنَّهٗ یَنْتَقِلُ کَلَامُهٗ اِلَی الْعَاقِدَیْنِ، وَمَا جَرٰی بَیْنَ الْفُضُولِیَّیْنِ عَقْدٌ تَامٌّ، وَکَذَا الْخُلْعُ وَاُخْتَاهُ' لِاَنَّهٗ تَصَرُّفُ یَمِیْنٍ مِّنْ جَانِبِهٖ حَتّٰی یَلْزَمَ فَیَتِمَّ بِهٖ

اور اگر عقد جاری ہو' دو فضولیوں کے درمیان' یا پھر ایک فضولی اور ایک اصیل شخص کے درمیان' تو اجماع کے مطابق یہ جائز ہو گا۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: اگر وہ شخص دونوں طرف سے مامور ہو' تو یہ نافذ ہو جائے گا' اور اگر فضولی ہو' تو یہ موقوف ہو گا اور اس کی مثال' خلع' طلاق اور مال کی ادائیگی کے ساتھ غلام آزاد کرنے کی طرح ہو گی۔ ان دونوں حضرات کی دلیل یہ ہے: جو چیز موجود ہے وہ عقد کا ایک حصہ ہے' لہٰذا حاضر ہونے کے اعتبار سے عقد کا ایک حصہ ہو جائے گا' اور اسی طرح وہ شخص جو غیر موجود ہے وہ بھی عقد کا ایک حصہ ہے اور عقد کا یہ حصہ آخر مجلس تک موقوف نہیں رہ سکتا لہٰذا یہ باطل ہو گا۔

جیسا کہ مال کی فروخت میں ایسا ہی ہوتا ہے' لیکن دونوں طرف سے مامور شخص کا حکم اس کے برخلاف ہو گا' کیونکہ اس کا کلام عقد کرنے والے دونوں فریقوں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ جو چیز دو فضولیوں کے درمیان جاری ہو وہ مکمل عقد ہے۔ اسی طرح خلع کا حکم ہے یا اس جیسی دیگر صورتوں کا حکم ہے چونکہ اس صورت میں مرد اپنے حقوق میں تصرف کر رہا ہے' یہاں تک کہ یہ لازم ہو جائے گا' اور اس کے ذریعے مکمل بھی ہو جائے گا۔

وکیل کا ہدایت کے خلاف نکاح کروانے کا بیان

﴿وَمَنْ اَمَرَ رَجُلًا اَنْ یُّزَوِّجَهٗ امْرَاَةً فَزَوَّجَهُ اثْنَتَیْنِ فِیْ عُقْدَةٍ لَّمْ تَلْزَمْهُ وَاحِدَةٌ مِّنْهُمَا﴾ لِاَنَّهٗ لَا

وَجْهَ اِلَى تَنْفِيذِهِمَا لِلْمُخَالَفَةِ وَلَا اِلَى التَّنْفِيذِ فِي اِحْدَاهُمَا غَيْرَ عَيْنٍ لِلْجَهَالَةِ وَلَا اِلَى التَّعْيِينِ لِعَدَمِ الْاَوْلَوِيَّةِ فَتَعَيَّنَ التَّفْرِيقُ .

اور اگر کوئی شخص کسی وکیل سے یہ کہے: کسی عورت کے ساتھ میرا نکاح کروادو! اور وکیل ایک ہی عقد میں اس کی شادی دوعورتوں کے ساتھ کروادے' تو کسی ایک سے بھی اس کا نکاح نہیں ہوگا۔ ان دونوں کے نافذ نہ ہونے کی وجہ یہی ہے: وہ تفویض کردہ اختیار کے خلاف ہے اور ان دونوں عورتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی اس لیے نہیں ہوگا' کیونکہ صحیح طور پر یہ بات متعین نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی پتہ چل سکتا ہے' ان میں سے پہلے کس کے ساتھ ہوا ہے' لہٰذا تفریق لازم ہوجائے گی۔

وکیل کا کنیز کے ساتھ نکاح کرانے کا بیان

﴿وَمَنْ اَمَرَهُ اَمِيرٌ بِاَنْ يُزَوِّجَهُ امْرَاَةً فَزَوَّجَهُ اَمَةً لِغَيْرِهِ جَازَ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ﴾ رُجُوعًا اِلَى اِطْلَاقِ اللَّفْظِ وَعَدَمِ التُّهْمَةِ ﴿وَقَالَا: لَا يَجُوزُ اِلَّا اَنْ يُزَوِّجَهُ كُفُوًا﴾ لِاَنَّ الْمُطْلَقَ يَتَصَرَّفُ اِلَى الْمُتَعَارَفِ وَهُوَ التَّزَوُّجُ بِالْاَكْفَاءِ. قُلْنَا الْعُرْفُ مُشْتَرَكٌ اَوْ هُوَ عُرْفٌ عَمَلِيٌّ فَلَا يَصْلُحُ مُقَيِّدًا. وَذُكِرَ فِي الْوَكَالَةِ اَنَّ اعْتِبَارَ الْكَفَاءَةِ فِي هٰذَا اسْتِحْسَانٌ عِنْدَهُمَا' لِاَنَّ كُلَّ اَحَدٍ لَا يَعْجِزُ عَنِ التَّزَوُّجِ بِمُطْلَقِ الزَّوْجِ فَكَانَتِ الْاِسْتِعَانَةُ فِي التَّزَوُّجِ بِالْكُفْءِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اگر کوئی شخص کسی وکیل کو یہ اختیار دے کہ وہ کسی عورت کے ساتھ اس کی شادی کردے' اور وکیل اس کا نکاح کسی کنیز کے ساتھ کردے' تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح جائز ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لفظ ''امراۃ'' مطلق ہے اور کوئی تہمت بھی نہیں ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ جائز نہیں ہوگا بلکہ یہ اس صورت میں جائز ہوگا' جب وہ اس کا نکاح کفو میں کرے۔ ہم یہ کہتے ہیں: عام عرف میں تمام عورتیں مشترک ہیں یا پھر اس سے مراد عرف عملی ہوسکتا ہے' لیکن اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی عرف میں اس عورت کا آزاد ہونا لازم نہیں آتا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''الاصل'' میں ''وکالت'' کے باب میں یہ بات ذکر کی ہے: اس صورت میں کفو کا لحاظ کرنا استحسان کے پیش نظر ہے' جو ان دونوں حضرات کے نزدیک ہے' کیونکہ کوئی بھی شخص اس بات سے عاجز نہیں ہے کہ وہ مطلق شادی کرسکے' وکیل کا تعاون اس لیے حاصل کیا گیا ہے تاکہ نکاح کو کفو میں کیا جائے۔ باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

بَابُ الْمَهْرِ

﴿یہ باب مہر کے بیان میں ہے﴾

باب مہر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف جب نکاح ارکان اور شرائط نکاح سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے مہر سے متعلق احکام شرعیہ کا شروع کیا ہے۔ مہر کے وجوب کا حکم اسی طرح ہے جس طرح عقد کا وجوب ہوتا ہے لہٰذا یہ وجوب اور ادائیگی میں عقد کی مثل ہوگیا۔ اور مہر اس مال کو کہتے ہیں کو ملک بضع کے بدلے میں دیا جاتا ہے اور اس کے لئے مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں بعض درج ذیل ہیں۔

وَلَهُ اَسَامٍ: الْمَهْرُ، وَالصَّدَاقُ، وَالنِّحْلَةُ، وَالْاَجْرُ، وَالْفَرِيْضَةُ، وَالْعُقْرُ ۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۴۷۲، بیروت)

حق مہر کی تعریف کا بیان

علامہ عبدالرحمٰن جزیری لکھتے ہیں: اصطلاح فقہ میں مہر اس مال کو کہتے ہیں جو عقد نکاح کے بعد عورت سے نفع حاصل کرنے کے بدلے دیا جاتا ہے۔ جبکہ بعض فقہاء نے کہا ہے مہر وہ ہے جو ملک بضع کے بدلے میں بیوی کو دیا جاتا ہے۔ البتہ اس کے مال ہونے میں مختلف حیثیت ہے۔

فقہاء شوافع نے لکھا ہے کہ مہر وہ مال ہے جو نکاح سے یا مباشرت سے یا خاوند سے حقوق زوجیت سے جبری طور پر محروم کئے جانے یا خلع کے سبب جھوٹی (گواہی) سے واجب ہوجاتا ہے۔ (مذاہب اربعہ، ج ۵، ص ۱۲۲، اوقاف پنجاب)

قرآن کے مطابق حکم مہر کا بیان

(۱) فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔ (النساء، ۲۴)

جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو، ان کے مہر مقرر شدہ انہیں دو اور قرارداد کے بعد تمہارے آپس میں جو رضامندی ہوجائے، اس میں کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ (عزوجل) علم و حکمت والا ہے۔

(۲) وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓــًٔا

مَّرِیْٓــــًٔا ۔(النساء،۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ خوشی دل سے اس میں سے کچھ تمہیں دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

(۳)(لَا جُنَـاحَ عَلَيْـكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُه وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُه مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۔(البقرہ،۲۳٦)

تم پر کچھ مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو، جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا مہر نہ مقرر کیا ہو اور ان کو کچھ برتنے کو دو، مالدار پر اس کے لائق اور تنگ دست پر اس کے لائق حسب دستور برتنے کی چیز واجب ہے، بھلائی والوں پر۔

(۴)وَ اِنْ طَـلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّـعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَ اَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔(البقرہ،۲۳۷)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدی اور ان کے لیے مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا مقرر کیا اس کا نصف واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں معاف کر دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیز گاری سے زیادہ نزدیک ہے اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، بے شک اللہ (عزوجل) تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

احادیث کے مطابق حکم مہر کا بیان

(۱) صحیح مسلم شریف میں ہے ابو سلمہ کہتے ہیں، میں نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر کتنا تھا؟ فرمایا: حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مہر ازواجِ مطہرات کے لیے ساڑھے بارہ اوقیہ تھا" یعنی پانسو۵۰۰ درم ہے۔ (صحیح مسلم"، کتاب النکاح، باب الصداق)

(۲) ابوداود و نسائی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے راوی، کہ نجاشی نے ان کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا اور چار ہزار مہر کے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے خود ادا کیے اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ انھیں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں بھیج دیا۔

(سنن نسائی، رقم ۳۳۷۴)

(۳) ابوداود و ترمذی و نسائی و دارمی راوی، کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور مہر کچھ نہیں بندھا اور دخول سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت کو مہر مثل ملے گا، نہ کم نہ زیادہ اور اس پر عدت ہے اور اُسے میراث ملے گی۔ معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بروع بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم فرمایا ۔ یہ سن کر ابن مسعود رضی اللہ عنہ خوش ہوئے۔ (جامع ترمذی، ۱۱۴۸)

(۴) حاکم و بیہقی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "بہتر وہ مہر ہے جو آسان ہو۔

(مستدرک، رقم الحدیث، ۲۷۹٦)

مہر نہ دینے پر وعید کا بیان

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "جو شخص نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ عورت کو مہر میں سے کچھ نہ دے گا، تو جس روز مرے گا زانی مرے گا اور جو کسی سے کوئی شے خریدے اور یہ نیت ہو کہ قیمت میں سے اُسے کچھ نہ دے گا تو جس دن مرے گا، خائن مرے گا اور خائن نار میں ہے۔

(معجم کبیر، ج ۲، ص ۳۵، رقم الحدیث ۷۳۰۲)

مہر کو ذکر کیے بغیر نکاح کے جواز کا بیان

﴿وَيَصِحُّ النِّكَاحُ وَإِنْ لَّمْ يُسَمِّ فِيهِ مَهْرًا﴾ لِاَنَّ النِّكَاحَ عَقْدُ انْضِمَامٍ وَّازْدِوَاجٍ لُغَةً فَيَتِمُّ بِالزَّوْجَيْنِ، ثُمَّ الْمَهْرُ وَاجِبٌ شَرْعًا اِبَانَةً لِشَرَفِ الْمَحَلِّ فَلَا يَحْتَاجُ اِلٰى ذِكْرِهٖ لِصِحَّةِ النِّكَاحِ، وَكَذَا اِذَا تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ اَنْ لَّا مَهْرَ لَهَا لِمَا بَيَّنَّا، وَفِيْهِ خِلَافُ مَالِكٍ

اور نکاح درست ہوتا ہے اگرچہ اس میں مہر طے نہ کیا گیا ہو اس کی وجہ یہ ہے: لغت کے اعتبار سے لفظ نکاح کا مطلب انضمام (ملنے) یا ازدواج (شادی ہونے) کے عقد کا نام ہے اور وہ زوجین (میاں بیوی) سے مکمل ہو جاتا ہے۔ پھر شریعت کے اعتبار سے مہر واجب ہے یہ اس محل کی عزت واحترام کو ظاہر کرنے کے لئے ہے اس لیے نکاح کے درست ہونے میں اس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عورت کے ساتھ اس شرط پر شادی کرتا ہے کہ اس (عورت) کو مہر نہیں ملے گا (تو وہ نکاح درست ہوگا) اس کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں اس میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔

مہر کی کم از کم مقدار کا بیان

(وَاَقَلُّ الْمَهْرِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: مَا يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ ثَمَنًا فِي الْبَيْعِ، لِاَنَّهٗ حَقُّهَا فَيَكُوْنُ التَّقْدِيرُ اِلَيْهَا وَلَنَا قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَلَا مَهْرَ اَقَلَّ مِنْ عَشَرَةٍ) وَلِاَنَّهٗ حَقُّ الشَّرْعِ وُجُوْبًا اِظْهَارًا لِشَرَفِ الْمَحَلِّ فَيَتَقَدَّرُ بِمَا لَهٗ خَطَرٌ وَهُوَ الْعَشَرَةُ اسْتِدْلَالًا بِنِصَابِ السَّرِقَةِ ـ

مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر وہ چیز جو سودے میں قیمت بن سکتی ہے وہ عورت کا مہر بھی بن سکتی ہے کیونکہ مہر عورت کا حق ہے لہٰذا اس کا تعین بھی عورت کے سپرد ہوگا۔ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''دس درہم سے کم مہر نہیں ہوگا''۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: یہ شریعت کا حق ہے جو واجب کیا گیا ہے تاکہ اس محل کے عزت واحترام کو واضح کیا جا سکے۔ لہٰذا اس کا اندازہ اس چیز کے مطابق ہوگا جو صاحب حیثیت ہو اور وہ کم از کم دس (درہم) ہے اور اس کا استدلال (یا قیاس) چوری کے نصاب پر کیا جائے گا۔

دس درہم سے کم مہر مقرر کرنے کا حکم

(وَلَوْ سَمّٰى اَقَلَّ مِنْ عَشْرَةٍ فَلَهَا الْعَشَرَةُ) عِنْدَنَا .وَقَالَ زُفَرُ: لَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ' لِاَنَّ تَسْمِيَةَ مَا لَا يَصْلُحُ مَهْرًا كَانْعِدَامِهٖ وَلَنَا اَنَّ فَسَادَ هٰذِهِ التَّسْمِيَةِ لِحَقِّ الشَّرْعِ وَقَدْ صَارَ مُقْتَضِيًا بِالْعَشَرَةِ، فَاَمَّا مَا يَرْجِعُ اِلٰى حَقِّهَا فَقَدْ رَضِيَتْ بِالْعَشَرَةِ لِرِضَاهَا بِمَا دُوْنَهَا، وَلَا مُعْتَبَرَ بِعَدَمِ التَّسْمِيَةِ' لِاَنَّهَا قَدْ تَرْضٰى بِالتَّمْلِيْكِ مِنْ غَيْرِ عِوَضٍ تَكَرُّمًا، وَلَا تَرْضٰى فِيْهِ بِالْعِوَضِ الْيَسِيْرِ .

اگر دس درہم سے کم مہر مقرر کیا گیا ہو' تو ہمارے نزدیک اس عورت کو دس درہم ملیں گے۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس عورت کو مہر مثل ملے گا اس کی وجہ یہ ہے: جو چیز مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتی ہو اگر اسے طے کر لیا جائے تو گویا وہ معدوم ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: یہ طے شدہ مقدار شریعت کے حق کے اعتبار سے فاسد ہے' لہٰذا دس کے عدد کے ساتھ یہ درست ہو جائے گی۔ رہی وہ بات جو عورت کے حق کی طرف لوٹتی ہے' تو وہ عورت دس درہم پر راضی ہو جائے گی' کیونکہ وہ اس سے کم پر بھی راضی ہو چکی تھی۔ اس بارے میں طے شدہ مقدار نہ ہونے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا' کیونکہ بعض اوقات عورت عزت واحترام کے پیش نظر کسی عوض کے بغیر بھی ملکیت بننے (یعنی بیوی بننے) پر راضی ہو جاتی ہے۔ اور وہ اس بارے میں تھوڑے عوض پر راضی نہیں ہوگی۔

دس درہم مہر ہو اور صحبت سے پہلے طلاق دے دی جائے؟

وَلَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا تَجِبُ خَمْسَةٌ عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ، وَعِنْدَهٗ تَجِبُ الْمُتْعَةُ كَمَا اِذَا لَمْ يُسَمِّ شَيْئًا .

اگر مرد (ایسی) عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے' اسے طلاق دیدے' تو ہمارے علماء کے نزدیک پانچ درہم کی ادائیگی لازم ہوگی۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں ساز وسامان دینا واجب ہوگا' جیسا کہ اس وقت ہوتا ہے' جب اس (عورت) نے کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو۔

شوہر اگر فوت ہو جائے تو طے کردہ مہر کا حکم

(وَمَنْ سَمّٰى مَهْرًا عَشَرَةً فَمَا زَادَ فَعَلَيْهِ الْمُسَمّٰى اِنْ دَخَلَ بِهَا اَوْ مَاتَ عَنْهَا)' لِاَنَّهٗ بِالدُّخُوْلِ يَتَحَقَّقُ تَسْلِيْمُ الْمُبْدَلِ وَبِهٖ يَتَاَكَّدُ الْبَدَلُ، وَبِالْمَوْتِ يَنْتَهِي النِّكَاحُ نِهَايَتَهٗ، وَالشَّيْءُ بِانْتِهَائِهٖ يَتَقَرَّرُ وَيَتَاَكَّدُ فَيَتَقَرَّرُ بِجَمِيْعِ مَوَاجِبِهٖ (وَاِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا وَالْخَلْوَةِ فَلَهَا نِصْفُ الْمُسَمّٰى) لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ) الْاٰيَةَ وَالْاَقْيِسَةُ مُتَعَارِضَةٌ، فَفِيْهِ تَفْوِيْتُ الزَّوْجِ الْمِلْكَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِاخْتِيَارِهٖ وَفِيْهِ عَوْدُ الْمَعْقُوْدِ عَلَيْهِ اِلَيْهِ سَالِمًا فَكَانَ الْمَرْجِعُ فِيْهِ النَّصَّ، وَشَرَطَ اَنْ يَكُوْنَ قَبْلَ الْخَلْوَةِ' لِاَنَّهَا كَالدُّخُوْلِ عِنْدَنَا عَلٰى مَا نُبَيِّنُهٗ اِنْ

شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔

جو شخص دس درہم یا اس سے زیادہ مہر مقرر کرے تو شوہر پر طے شدہ مہر کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اگر اس نے اس عورت کے ساتھ دخول کرلیا ہو یا اسے چھوڑ کر فوت ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے: دخول کی وجہ سے ''مبدل'' کو سپرد کرنا متحقق ہو جاتا ہے اور مبدل کی سپردگی سے بدل کی سپردگی میں تاکید پیدا ہو جاتی ہے اور (شوہر کی) موت کی وجہ سے نکاح اپنی انتہاء تک پہنچ جاتا ہے۔ نیز کوئی بھی شے اپنی انتہاء تک پہنچ کر ثابت اور مؤکد ہو جاتی ہے اس لیے یہ نکاح اپنے تمام تر احکام سمیت ثابت ہوگا۔

اگر شوہر نے دخول اور خلوت سے پہلے عورت کو طلاق دے دی تو اس عورت کو طے شدہ مہر کا نصف حصہ ملے گا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور اگر تم ان کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے انہیں طلاق دے دیتے ہو''۔ اس بارے میں قیاس میں باہمی طور پر تعارض پایا جاتا ہے' کیونکہ اس میں ایک صورت یہ ہے: شوہر نے اپنی ذات کو حاصل ہونے والی ملکیت کو اپنے اختیار کے ساتھ فوت کر دیا ہے اور اس میں ایک پہلو یہ ہے: جس چیز کے بارے میں عقد کیا گیا تھا وہ اس کی طرف سالم لوٹ آئی ہے' لہٰذا اس بارے میں نص کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور یہ بھی شرط بیان کی گئی ہے: یہ طلاق خلوت سے پہلے ہونی چاہئے' چونکہ ہمارے نزدیک خلوت بھی دخول کی مانند ہے' جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے' اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

جب مہر نہ دینے کی شرط لگائی تو مہر مثلی ہوگا

قَالَ ﴿وَاِنْ تَزَوَّجَهَا وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا مَهْرًا اَوْ تَزَوَّجَهَا عَلٰى اَنْ لَّا مَهْرَ لَهَا فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا اِنْ دَخَلَ بِهَا اَوْ مَاتَ عَنْهَا﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَجِبُ شَيْءٌ فِي الْمَوْتِ، وَاَكْثَرُهُمْ عَلٰى اَنَّهُ يَجِبُ فِي الدُّخُوْلِ. لَهُ اَنَّ الْمَهْرَ خَالِصُ حَقِّهَا فَتَتَمَكَّنُ مِنْ نَفْيِهِ ابْتِدَاءً كَمَا تَتَمَكَّنُ مِنْ اِسْقَاطِهِ انْتِهَاءً وَلَنَا اَنَّ الْمَهْرَ وُجُوْبًا حَقُّ الشَّرْعِ عَلٰى مَا مَرَّ، وَاِنَّمَا يَصِيْرُ حَقَّهَا فِي حَالَةِ الْبَقَاءِ فَتَمْلِكُ الْاِبْرَاءَ دُوْنَ النَّفْيِ .

فرمایا: اگر مرد نے عورت کے ساتھ شادی کی اور اس کا مہر مقرر نہیں کیا' یا اس کے ساتھ اس شرط پر شادی کی کہ عورت کو مہر نہیں ملے گا تو عورت کو مہر مثل ملے گا۔ اگر مرد اس کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے' یا پھر اسے چھوڑ کر فوت ہو جاتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: موت کی صورت میں کوئی چیز واجب نہیں ہوگی' جبکہ ان میں سے (یعنی شوافع میں سے) اکثر کے نزدیک دخول کی صورت میں یہ (مہر مثل) واجب ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: مہر خالص طور پر عورت کا حق ہے' لہٰذا وہ اس بات کی صلاحیت رکھتی ہے کہ آغاز میں ہی اس کی نفی کر دے اس طرح وہ اس بات کی صلاحیت رکھتی ہے کہ وہ آخر میں اسے ساقط کروا دے۔ ہماری دلیل یہ ہے: شریعت کے حق کے اعتبار سے مہر واجب ہے اور اس کی بنیاد وہی ہے' جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں' جبکہ یہ بقاء کی حالت میں عورت کا حق بن جاتا ہے' لہٰذا وہ عورت معاف کرنے کی مالک ہوگی' لیکن اس کا انکار کرنے کی مالک نہیں ہوگی۔

دخول سے پہلے طلاق دینے میں سامان دینے کا بیان

﴿وَلَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا فَلَهَا الْمُتْعَةُ﴾ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهٗ﴾(۱) اَلْاٰيَةَ ثُمَّ هٰذِهِ الْمُتْعَةُ وَاجِبَةٌ رُجُوْعًا اِلَى الْاَمْرِ، وَفِيْهِ خِلَافُ مَالِكٍ .

اگر مرد عورت کو دخول سے پہلے طلاق دے دیتا ہے تو ایسی صورت میں عورت کو مال و متاع دے دیا جائے گا' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''تم انہیں کچھ ساز و سامان دے دو صاحب حیثیت شخص پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہوگا''۔ پھر اس ساز و سامان کی ادائیگی واجب ہوگی تاکہ امر کے صیغے کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے

متاع عورت کا فقہی مفہوم

﴿وَالْمُتْعَةُ ثَلَاثَةُ اَثْوَابٍ مِنْ كِسْوَةِ مِثْلِهَا﴾ وَهِيَ دِرْعٌ وَّخِمَارٌ وَّمِلْحَفَةٌ .وَهٰذَا التَّقْدِيْرُ مَرْوِيٌّ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا .(۱) وَقَوْلُهٗ مِنْ كِسْوَةِ مِثْلِهَا اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّهٗ يُعْتَبَرُ حَالُهَا وَهُوَ قَوْلُ الْكَرْخِيِّ فِي الْمُتْعَةِ الْوَاجِبَةِ لِقِيَامِهَا مَقَامَ مَهْرِ الْمِثْلِ .وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ يُعْتَبَرُ حَالُهٗ عَمَلًا بِالنَّصِّ وَهُوَ قَوْلُه تَعَالٰى ﴿عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ﴾(۲) ثُمَّ هِيَ لَا تُزَادُ عَلٰى نِصْفِ مَهْرِ مِثْلِهَا وَلَاتَنْقُصُ عَنْ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ، وَيُعْرَفُ ذٰلِكَ فِي الْاَصْلِ

یہاں استعمال ہونے والے لفظ ''ساز و سامان'' سے مراد لباس کے تین کپڑے ہیں' کرتا' اوڑھنی اور چادر (یعنی تہبند) یہ مقدر مفہوم' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔ مصنف (امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی یہ کہا ہے: وہ اس کی مانند لباس ہو' اس میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' اس بارے میں عورت کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا' اور واجب ساز و سامان کے بارے میں امام کرخی کی بھی یہی رائے ہے' کیونکہ یہ مہر مثل کے قائم مقام ہے۔ صحیح بات یہ ہے: اس بارے میں مرد کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا' تاکہ نص کے حکم پر عمل ہو سکے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''صاحب حیثیت شخص پر اس کی حیثیت کے مطابق اور غریب شخص پر اس کی حیثیت کے مطابق''۔ پھر یہ (یعنی ساز و سامان) اس عورت کے مہر مثل کے نصف سے زیادہ نہیں ہوگا اور یہ پانچ درہم سے کم نہیں ہوگا اور یہ بات ''الاصل'' (یعنی ''المبسوط'') میں جانی جا سکتی ہے۔

میاں بیوی کا مہر کی مخصوص مقدار پر راضی ہونے کا بیان

﴿وَاِنْ تَزَوَّجَهَا وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا مَهْرًا ثُمَّ تَرَاضَيَا عَلٰى تَسْمِيَةٍ فَهِيَ لَهَا اِنْ دَخَلَ بِهَا اَوْ مَاتَ عَنْهَا، وَاِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا فَلَهَا الْمُتْعَةُ﴾ وَعَلٰى قَوْلِ اَبِيْ يُوْسُفَ الْاَوَّلِ نِصْفُ هٰذَا الْمَفْرُوْضِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ' لِاَنَّهٗ مَفْرُوْضٌ فَيَتَنَصَّفُ بِالنَّصِّ .وَلَنَا اَنَّ هٰذَا الْفَرْضَ تَعْيِيْنٌ لِلْوَاجِبِ بِالْعَقْدِ وَهُوَ مَهْرُ الْمِثْلِ وَذٰلِكَ لَا يَتَنَصَّفُ فَكَذَا مَا نَزَلَ مَنْزِلَتَهٗ، وَالْمُرَادُ بِمَا

بَلِ الْفَرْضُ فِي الْعَقْدِ اِذْ هُوَ الْفَرْضُ الْمُتَعَارَفُ .

اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرلے اوراس کے لئے مہر طے نہ کرے اور پھر دونوں باہمی طور پر کسی ایک مقدار پر راضی ہو جائیں تو وہ مقدار عورت کو ملے گی۔ اگر مرد نے اس کے ساتھ صحبت کر لی اور اسے چھوڑ کر فوت ہو گیا لیکن اگر مرد نے اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دی تو اس عورت کو ساز وسامان ملے گا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اسے اس طے شدہ مقدار کا نصف ملے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے: یہ مقدار طے شدہ ہے' تو نص کے فیصلے کے مطابق اس کا نصف ادا کیا جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے: یہ فرض (طے شدہ مقدار) اس واجب کو متعین کرنے کے لئے ہے' جو عقد کے نتیجے میں ہوتا ہے اور وہ مہر مثل ہے اور وہ نصف نہیں ہوگا' تو جو اس کے مرتبہ ومقام پر ہوگا (اس کا بھی یہی حکم ہوگا)۔ انہوں نے جو آیت تلاوت کی تھی اس سے مراد یہ ہے: عقد میں جو چیز فرض ہوتی ہے' کیونکہ وہی فرض متعارف ہے۔

عقد کے بعد مہر کے زیادہ کرنے کا بیان

قَالَ ﴿وَاِنْ زَادَ لَهَا فِي الْمَهْرِ بَعْدَ الْعَقْدِ لَزِمَتْهُ الزِّيَادَةُ﴾ خِلَافًا لِزُفَرَ، وَسَنَذْكُرُهُ فِي زِيَادَةِ الثَّمَنِ وَالْمُثْمَنِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَ﴾ اِذَا صَحَّتِ الزِّيَادَةُ ﴿تَسْقُطُ بِالطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُولِ﴾ وَعَلٰى قَوْلِ اَبِي يُوسُفَ اَوَّلًا تَتَنَصَّفُ مَعَ الْاَصْلِ لِاَنَّ التَّنْصِيفَ عِنْدَهُمَا يَخْتَصُّ بِالْمَفْرُوضِ فِي الْعَقْدِ، وَعِنْدَهُ الْمَفْرُوضُ بَعْدَهُ كَالْمَفْرُوضِ فِيهِ عَلٰى مَا مَرَّ .

فرمایا: اور اگر عقد ہو جانے کے بعد مرد' عورت کے مہر میں اضافہ کردے' تو یہ اضافی ادائیگی اس پر لازم ہوگی اس بارے میں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے۔ ہم عنقریب' اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا' تو ثمن اور مثمن (یعنی وہ چیز جو قیمت ہو اور وہ چیز جس کی قیمت دی گئی ہو) میں اضافے کی بحث میں اس مسئلے کا ذکر کریں گے' اور جب یہ زیادتی درست ہوگی' تو دخول سے پہلے دی گئی طلاق کی وجہ سے یہ ساقط ہو جائے گی۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے قول کے مطابق یہ نصف ہوگی' جیسا کہ اصل مہر میں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: ان دونوں حضرات (یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک) یہ نصف ادائیگی عقد میں طے شدہ مقدار کے ساتھ مختص ہے' جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عقد کے بعد طے شدہ ہونے والی مقدار ہی عقد میں طے شدہ مقدار کی مانند ہوگی' جیسا کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔

عورت کے مہر کے کچھ حصے کا معاف ہونا

(وَاِنْ حَطَّتْ عَنْهُ مِنْ مَهْرِهَا صَحَّ الْحَطُّ)' لِاَنَّ الْمَهْرَ بَقَاءُ حَقِّهَا وَالْحَطُّ يَلَاقِيهِ حَالَةَ الْبَقَاءِ .

اگر عورت مرد کو اپنے مہر کا کچھ حصہ معاف کر دیتی ہے' تو یہ کم کرنا درست ہوگا اس کی وجہ یہ ہے: مہر عورت کا حق ہے اور یہ کمی' بقاء کی حالت میں مہر کو لاحق ہوئی ہے۔

خلوتِ صحیحہ کی صورت میں مہر کا بیان

(وَاِذَا خَلَا الرَّجُلُ بِامْرَاَتِهٖ وَلَيْسَ هُنَاكَ مَانِعٌ مِنَ الْوَطْءِ ثُمَّ طَلَّقَهَا فَلَهَا كَمَالُ الْمَهْرِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَهَا نِصْفُ الْمَهْرِ، لِاَنَّ الْمَعْقُوْدَ عَلَيْهِ اِنَّمَا يَصِيْرُ مُسْتَوْفًى بِالْوَطْءِ فَلَا يَتَاَكَّدُ الْمَهْرُ دُوْنَهُ وَلَنَا اَنَّهَا سَلَّمَتِ الْمُبْدَلَ حَيْثُ رَفَعَتِ الْمَوَانِعَ وَذٰلِكَ وُسْعُهَا فَيَتَاَكَّدُ حَقُّهَا فِي الْبَدَلِ اعْتِبَارًا بِالْبَيْعِ

اور جب شوہر بیوی کے ساتھ خلوت کرلے اس طرح کہ وہاں صحبت کرنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہ ہو پھر اس کے بعد وہ عورت کو طلاق دیدے تو اب اس عورت کو پورا مہر ملے گا۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس عورت کو نصف مہر ملے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے: وطی کے ذریعے طے شدہ فائدہ حاصل نہیں کیا گیا اس لیے اس کے بغیر مہر مؤکد نہیں ہوگا۔ ہماری دلیل یہ ہے: عورت نے بدل (یعنی بضع) مرد کے سپرد کیا تو کوئی رکاوٹ نہیں تھی اور اس عورت کے بس میں اتنا ہی تھا اس لیے اس بدل (یعنی بضع) کی وجہ سے اس عورت کا حق پختہ ہوجائے گا اور اس مسئلے کو قیاس کیا جائے گا سودے پر۔

خلوتِ صحیحہ میں آنے والے عوارض کا بیان

(وَاِنْ كَانَ اَحَدُهُمَا مَرِيْضًا اَوْ صَائِمًا فِيْ رَمَضَانَ اَوْ مُحْرِمًا بِحَجِّ فَرْضٍ اَوْ نَفْلٍ اَوْ بِعُمْرَةٍ اَوْ كَانَتْ حَائِضًا فَلَيْسَتِ الْخَلْوَةُ صَحِيْحَةً) حَتّٰى لَوْ طَلَّقَهَا كَانَ لَهَا نِصْفُ الْمَهْرِ، لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ مَوَانِعُ، اَمَّا الْمَرَضُ فَالْمُرَادُ مِنْهُ مَا يَمْنَعُ الْجِمَاعَ اَوْ يَلْحَقُهُ بِهٖ ضَرَرٌ، وَقِيْلَ مَرَضُهُ لَا يَعْرٰى عَنْ تَكَسُّرٍ وَفُتُوْرٍ، وَهٰذَا التَّفْصِيْلُ فِيْ مَرَضِهَا وَصَوْمِ رَمَضَانَ لِمَا يَلْزَمُهُ مِنَ الْقَضَاءِ وَالْكَفَّارَةِ، وَالْاِحْرَامِ لِمَا يَلْزَمُهُ مِنَ الدَّمِ وَفَسَادِ النُّسُكِ وَالْقَضَاءِ، وَالْحَيْضُ مَانِعٌ طَبْعًا وَشَرْعًا (وَاِنْ كَانَ اَحَدُهُمَا صَائِمًا تَطَوُّعًا فَلَهَا الْمَهْرُ كُلُّهُ)، لِاَنَّهُ يُبَاحُ لَهُ الْاِفْطَارُ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فِيْ رِوَايَةِ الْمُنْتَقٰى، وَهٰذَا الْقَوْلُ فِي الْمَهْرِ هُوَ الصَّحِيْحُ.

وَصَوْمُ الْقَضَاءِ وَالْمَنْذُوْرِ كَالتَّطَوُّعِ فِيْ رِوَايَةٍ، لِاَنَّهُ لَا كَفَّارَةَ فِيْهِ، وَالصَّلَاةُ بِمَنْزِلَةِ الصَّوْمِ فَرْضُهَا كَفَرْضِهٖ وَنَفْلُهَا كَنَفْلِهٖ.

اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک شخص بیمار ہو یا رمضان کے روزے ہوں یا فرض یا نفل حج یا عمرے کا احرام باندھا ہوا ہو یا بیوی حیض کی حالت میں ہو (تو ان تمام صورتوں میں) خلوت معتبر نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ اگر شوہر اس عورت کو طلاق دے دیتا ہے تو اس صورت میں اس عورت کو نصف مہر ملے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے: یہ تمام صورتیں صحبت کرنے میں رکاوٹ ہیں۔ جہاں تک بیماری کا تعلق ہے تو اس سے مراد وہ بیماری ہے جو صحبت کرنے میں رکاوٹ ہو یا جس کی وجہ سے (میاں بیوی میں سے کسی ایک

کو بھی) ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہو۔ ایک قول کے مطابق مرد کے بیمار ہونے سے مراد یہ ہے: وہ صحبت نہ کر سکتا ہو اور عورت کے بیمار ہونے کا تعلق بھی اسی چیز سے ہے۔ رمضان کے روزے کو اس لیے شامل کیا گیا ہے' کیونکہ وہ صحبت کرنے میں رکاوٹ ہوتا ہے' کیونکہ اس کے نتیجے میں شوہر پر قضا اور کفارہ لازم ہو جاتے ہیں۔ احرام کو اس لیے رکاوٹ قرار دیا گیا ہے' کیونکہ اس کے نتیجے میں دم (جانور کی قربانی) کی ادائیگی لازم ہوتی ہے اس کے علاوہ حج کا فاسد ہونا اور قضاء کا لازم ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ جہاں تک حیض کا تعلق ہے' تو وہ طبیعت اور شریعت دونوں کے حوالے سے رکاوٹ ہے۔ لیکن اگر میاں بیوی میں سے کسی ایک نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہو (اور اس دوران خلوت کر لیں) تو عورت کو پورا مہر ملے گا اس کی وجہ یہ ہے: مرد کے لئے کسی عذر کے بغیر بھی روزے کو توڑ لینا جائز ہے' جیسا کہ "المنتقی" کی روایت میں یہ بات موجود ہے۔

مہر کے بارے میں یہی فتویٰ درست ہے۔ ایک روایت کے مطابق قضاء روزہ رکھنا اور نذر کا روزہ رکھنا' بھی نفلی روزے کی مانند ہیں' کیونکہ ان میں بھی کفارہ نہیں ہوتا۔ نماز' روزے کی مانند ہے۔ فرض نماز کا حکم فرض روزے کی طرح ہو گا نفل نماز کا حکم نفل روزے کی طرح ہو گا۔

مجبوب شخص کی خلوت کا بیان

﴿وَإِذَا خَلَا الْمَجْبُوبُ بِامْرَاَتِهٖ ثُمَّ طَلَّقَهَا فَلَهَا كَمَالُ الْمَهْرِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا عَلَيْهِ نِصْفُ الْمَهْرِ﴾' لِاَنَّهٗ اَعْجَزُ مِنَ الْمَرِيْضِ، بِخِلَافِ الْعِنِّيْنِ' لِاَنَّ الْحُكْمَ اُدِيْرَ عَلٰى سَلَامَةِ الْاٰلَةِ. وَلِاَبِیْ حَنِيْفَةَ اَنَّ الْمُسْتَحَقَّ عَلَيْهَا التَّسْلِيْمُ فِیْ حَقِّ السَّحْقِ وَقَدْ اَتَتْ بِهٖ.

جب کسی مجبوب (یعنی جس شخص کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو) نے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت کر لی اور پھر اسے طلاق دے دی تو عورت کو پورا مہر ملے گا۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین؛ یہ فرماتے ہیں: اس مرد پر نصف مہر کی ادائیگی لازم ہوگی۔ کیونکہ بیمار شخص کے مقابلے میں وہ زیادہ عاجز ہے عنین (جو شخص صحبت پر قادر نہ ہو) اس کا حکم اس کے برخلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: حکم کا مدار آلہ (تناسل کی ظاہری) کی سلامتی پر ہوتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے: عورت پر لازم یہ تھا' وہ سحق (یعنی رگڑنے) کے لئے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دے' اور وہ اس عورت نے کر دیا ہے۔

عورت پر عدت کی ادائیگی کے لازم ہونے کا بیان

قَالَ (وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ فِیْ جَمِيْعِ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ) احْتِيَاطًا اسْتِحْسَانًا لِتَوَهُّمِ الشُّغْلِ، وَالْعِدَّةُ حَقُّ الشَّرْعِ وَالْوَلَدِ فَلَا يُصَدَّقُ فِیْ اِبْطَالِ حَقِّ الْغَيْرِ، بِخِلَافِ الْمَهْرِ' لِاَنَّهٗ مَالٌ لَا يُحْتَاطُ فِیْ اِيْجَابِهٖ. وَذَكَرَ الْقُدُوْرِیُّ فِیْ شَرْحِهٖ اَنَّ الْمَانِعَ اِنْ كَانَ شَرْعِيًّا كَالصَّوْمِ وَالْحَيْضِ تَجِبُ الْعِدَّةُ لِثُبُوْتِ التَّمَكُّنِ حَقِيْقَةً، وَاِنْ كَانَ حَقِيْقِيًّا كَالْمَرَضِ وَالصِّغَرِ لَا تَجِبُ لِانْعِدَامِ التَّمَكُّنِ حَقِيْقَةً.

فرمایا: اور ان تمام صورتوں میں احتیاط کے پیش نظر عورت پر عدت کی ادائیگی لازم ہوگی اور استحسان کی وجہ سے بھی' تاکہ مشغولیت کا وہم (ختم ہو سکے)۔ عدت شریعت کا اور اولاد کا حق ہے' لہٰذا دوسرے شخص کے حق کو باطل قرار دینے میں' کسی کی تصدیق نہیں کی جائے گی' جبکہ مہر کا حکم اس کے برخلاف ہے' کیونکہ وہ مال ہے جس کو واجب قرار دینے میں زیادہ احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح میں یہ بات بیان کی ہے: اگر رکاوٹ شرعی ہو' تو عدت واجب ہوگی' کیونکہ حقیقت کے اعتبار سے قدرت ثابت ہوگئی ہے اور اگر رکاوٹ حقیقی ہو' جیسے بیمار ہونا یا کم سن ہونا' تو عدت واجب نہیں ہوگی' کیونکہ حقیقت کے اعتبار سے قدرت ثابت نہیں ہو سکی۔

مطلقہ عورت کو متاع کی ادائیگی مستحب ہے

قَالَ (وَتُسْتَحَبُّ الْمُتْعَةُ لِكُلِّ مُطَلَّقَةٍ اِلَّا لِمُطَلَّقَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ الَّتِي طَلَّقَهَا الزَّوْجُ قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا وَقَدْ سَمَّى لَهَا مَهْرًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تَجِبُ لِكُلِّ مُطَلَّقَةٍ اِلَّا لِهٰذِهِ، لِاَنَّهَا وَجَبَتْ صِلَةً مِنَ الزَّوْجِ، لِاَنَّهُ اَوْحَشَهَا بِالْفِرَاقِ، اِلَّا اَنَّ فِي هٰذِهِ الصُّورَةِ نِصْفَ الْمَهْرِ طَرِيقَةُ الْمُتْعَةِ، لِاَنَّ الطَّلَاقَ فَسْخٌ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ وَالْمُتْعَةَ لَا تَتَكَرَّرُ (وَلَنَا اَنَّ الْمُتْعَةَ خَلَفٌ عَنْ مَهْرِ الْمِثْلِ فِي الْمُفَوَّضَةِ)، لِاَنَّهُ سَقَطَ مَهْرُ الْمِثْلِ وَوَجَبَتِ الْمُتْعَةُ، وَالْعَقْدُ يُوجِبُ الْعِوَضَ فَكَانَ خَلَفًا وَالْخَلَفُ لَا يُجَامِعُ الْاَصْلَ وَلَا شَيْئًا مِنْهُ فَلَا تَجِبُ مَعَ وُجُوبِ شَيْءٍ مِنَ الْمَهْرِ، وَهُوَ غَيْرُ جَانٍ فِي الْاِيحَاشِ فَلَا تَلْحَقُهُ الْغَرَامَةُ بِهِ فَكَانَ مِنْ بَابِ الْفَضْلِ .

فرمایا: اور ہر طلاق یافتہ عورت کو متاع دینا مستحب قرار دیا گیا ہے' سوائے ایک قسم کی طلاق یافتہ عورت کے' اور اس سے مراد وہ عورت ہے' جس کو اس کے شوہر نے' اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی ہو اور اس عورت کا مہر مقرر کیا ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس عورت کے علاوہ ہر طرح کی طلاق یافتہ عورت کے لئے (متاع کی ادائیگی) واجب ہے' کیونکہ متاع شوہر کی طرف سے عطیے کے طور پر واجب ہوا ہے' کیونکہ شوہر نے علیحدہ کر کے بیوی کو وحشت کا شکار کر دیا ہے البتہ اس صورت میں متاع ہونے کے حوالے سے' نصف مہر کی ادائیگی واجب ہوگی' کیونکہ ایسی حالت میں طلاق فسخ ہوتی ہے اور متاع میں تکرار نہیں ہوتی۔ ہماری دلیل یہ ہے: مفوضہ میں متاع' مہر مثل کا قائم مقام ہے' کیونکہ مہر مثل ساقط ہونے پر ہی متاع کی ادائیگی لازم ہوتی ہے اور عقد معاوضے کی ادائیگی کو واجب کرتا ہے' لہٰذا یہ قائم مقام ہوگا اور قائم مقام' اصل کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا' اور نہ ہی اصل کے کسی جزء کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے' لہٰذا یہ مہر کے کسی بھی حصے کے وجوب کے ساتھ واجب نہیں ہوگا اور شوہر وحشت میں مبتلا کر کے جرم کا مرتکب نہیں ہوتا' اس لیے اس پر جرمانے کی ادائیگی اس وجہ سے لازم نہیں ہوگی اور وہ (متاع) مہربانی کے طور پر ہوگا۔

نکاح شغار کا فقہی بیان

﴿وَاِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ بِنْتَهُ عَلٰى اَنْ يُزَوِّجَهُ الْاٰخَرُ بِنْتَهُ اَوْ اُخْتَهُ لِيَكُونَ اَحَدُ الْعَقْدَيْنِ عِوَضًا عَنْ

الْاٰخرِ فَالْعَقْدَانِ جَائِزَانِ، وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا مَهْرُ مِثْلِهَا﴾(۱) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: بَطَلَ الْعَقْدَانِ، لِاَنَّهٗ جَعَلَ نِصْفَ الْبُضْعِ صَدَاقًا وَّالنِّصْفَ مَنْكُوْحَةً، وَلَا اشْتِرَاكَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ فَبَطَلَ الْاِيْجَابُ .وَلَنَا اَنَّهٗ سَمّٰى مَا لَا يَصْلُحُ صَدَاقًا فَيَصِحُّ الْعَقْدُ وَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ كَمَا اِذَا سَمَّى الْخَمْرَ وَالْخِنْزِيرَ وَلَا شَرِكَةَ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ .

جب کوئی شخص اپنی بیٹی کی شادی اس شرط پر کرے کہ اس کا شوہر اپنی بیٹی یا بہن کی شادی اس شخص سے کردے گا' اور دونوں عقد ایک دوسرے کا معاوضہ بن جائیں گے تو یہ دونوں عقد درست ہوں گے' اور دونوں عورتوں میں سے ہر ایک کو مہر مثل ملے گا۔ امام شافعی ﷫ فرماتے ہیں: یہ دونوں عقد باطل ہوں گے کیونکہ اس شخص نے ''بضع'' کے نصف حصے کو مہر بنا دیا ہے اور نصف حصے کو منکوحہ بنایا ہے اور اس بارے میں اشتراک نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ''ایجاب'' باطل ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے: اس نے اس چیز کو مہر مقرر کیا ہے' جو مہر ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی' تو عقد درست ہوگا اور مہر مثل کی ادائیگی واجب ہوگی جس طرح اگر وہ شخص شراب کو یا خنزیر کو (بطور مہر) مقرر کر دیتا (تو یہی حکم ہوتا) اور استحقاق کے بغیر شراکت ثابت نہیں ہوتی۔

شوہر کی خدمت یا قرآن کی تعلیم کو مہر مقرر کرنے کا بیان

وَاِنْ تَزَوَّجَ حُرٌّ امْرَاَةً عَلٰى خِدْمَتِهٖ لَهَا سَنَةً اَوْ عَلٰى تَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ صَحَّ النِّكَاحُ وَلَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَهَا قِيْمَةُ خِدْمَتِهٖ سَنَةً وَاِنْ تَزَوَّجَ عَبْدٌ امْرَاَةً بِاِذْنِ مَوْلَاهُ عَلٰى خِدْمَتِهٖ لَهَا سَنَةً جَازَ وَلَهَا الْخِدْمَةُ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَهَا تَعْلِيْمُ الْقُرْاٰنِ وَالْخِدْمَةُ فِي الْوَجْهَيْنِ لِاَنَّ مَا يَصِحُّ اَخْذُ الْعِوَضِ عَنْهُ بِالشَّرْطِ يَصْلُحُ مَهْرًا عِنْدَهٗ لِاَنَّ بِذٰلِكَ تَحَقَّقَ الْمُعَاوَضَةُ' فَصَارَ كَمَا اِذَا تَزَوَّجَهَا عَلٰى خِدْمَةِ حُرٍّ اٰخَرَ اَوْ عَلٰى رَعْيِ الزَّوْجِ غَنَمَهَا .وَلَنَا اَنَّ الْمَشْرُوْعَ اِنَّمَا هُوَ الْاِبْتِغَاءُ بِالْمَالِ وَالتَّعْلِيْمُ لَيْسَ بِمَالٍ وَكَذٰلِكَ الْمَنَافِعُ عَلٰى اَصْلِنَا وَخِدْمَةُ الْعَبْدِ ابْتِغَاءٌ بِالْمَالِ لِتَضَمُّنِهٖ تَسْلِيْمَ رَقَبَةِ الْعَبْدِ وَلَا كَذٰلِكَ الْحُرُّ وَلِاَنَّ خِدْمَةَ الزَّوْجِ لَا تُسْتَحَقُّ بِعَقْدِ النِّكَاحِ لِمَا فِيْهِ مِنْ قَلْبِ الْمَوْضُوْعِ بِخِلَافِ خِدْمَةِ حُرٍّ اٰخَرَ بِرِضَاهُ وَلَا مُنَاقَضَةَ فِيْهِ وَبِخِلَافِ خِدْمَةِ الْعَبْدِ لِاَنَّهٗ يَخْدُمُ الْمَوْلٰى مَعْنًى حَيْثُ يَخْدُمُهَا بِاِذْنِهٖ وَاَمْرِهٖ وَبِخِلَافِ رَعْيِ الْغَنَمِ لِاَنَّهٗ مِنْ بَابِ الْقِيَامِ بِاُمُوْرِ الزَّوْجِيَّةِ فَلَا مُنَاقَضَةَ عَلٰى اَنَّهٗ مَمْنُوْعٌ فِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ عَلٰى قَوْلِ مُحَمَّدٍ تَجِبُ قِيْمَةُ الْخِدْمَةِ لِاَنَّ الْمُسَمّٰى مَالٌ اِلَّا اَنَّهٗ عَجَزَ عَنِ التَّسْلِيْمِ لِمَكَانِ الْمُنَاقَضَةِ فَصَارَ كَالتَّزَوُّجِ عَلٰى عَبْدِ الْغَيْرِ، وَعَلٰى قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ يَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ لِاَنَّ الْخِدْمَةَ لَيْسَتْ بِمَالٍ

اِذْ لَا تُسْتَحَقُّ فِيْهِ بِحَالٍ وَهٰذَا لِاَنَّ تَقَوُّمَهُ بِالْعَقْدِ لِلضَّرُوْرَةِ فَاِذَا لَمْ يَجِبْ تَسْلِيْمُهُ فِي هٰذَا الْعَقْدِ لَمْ يَظْهَرْ تَقَوُّمُهُ فَيَبْقَى الْحُكْمُ لِلْاَصْلِ وَهُوَ مَهْرُ الْمِثْلِ

جب کوئی آزاد مرد کسی عورت کے ساتھ اس شرط پر شادی کرے وہ مرد ایک برس تک اس عورت کی خدمت کرتا رہے گا یا قرآن پاک کی تعلیم دینے کی شرط پر شادی کرلے تو عورت کو مہر مثل ملے گا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس عورت کو اس مرد کی خدمت کے معاوضے جتنا مہر ملے گا۔ اگر کوئی غلام کسی عورت کے ساتھ اس کے آقا کی اجازت کے تحت اس شرط پر شادی کرے کہ وہ ایک سال تک اس عورت کی خدمت کرتا رہے گا تو یہ درست ہوگا اور عورت کو یہ حق حاصل ہوگا وہ مرد اس کی خدمت کرتا رہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں صورتوں میں اس عورت کو قرآن پاک کی تعلیم دینے اور خدمت کروانے کا حق حاصل ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے: شرط کے ذریعے جس چیز کو بطور معاوضہ لینا درست ہو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس چیز کو مہر بنانا بھی درست ہوتا ہے کیونکہ اس طرح معاوضہ لینا متحقق ہو جاتا ہے اور یہ اس طرح ہو جائے گا: جب شوہر نے اس کی رضامندی کے ساتھ۔ کسی دوسرے شخص کے خدمت کرنے پر اس عورت سے نکاح کرلیا ہو یا اس عورت کی بکریاں چرانے کی شرط پر اس عورت کے ساتھ نکاح کرلیا ہو۔ ہماری دلیل یہ ہے: شرعی طور پر حکم یہ ہے: مال کو حاصل کیا جائے اور تعلیم دینا مال نہیں ہے اسی طرح ہمارے اصول کے مطابق دیگر طرح کا نفع حاصل کرنا بھی مال نہیں ہے۔ البتہ غلام کا خدمت کرنا مال کے حصول کے مترادف ہے کیونکہ اس ضمن میں اس کا اپنی غلامی کو سپرد کرنے کا مفہوم پایا جا رہا ہے لیکن آزاد شخص میں ایسی صورت حال نہیں ہوتی ہے نیز عقد نکاح کی وجہ سے آزاد شخص کی خدمت کا استحقاق جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس میں "قلب موضوع" پایا جاتا ہے

جبکہ دوسرے آزاد شخص کا اپنی رضامندی کے ساتھ خدمت کرنے کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ یہاں مناقضہ نہیں پایا جا رہا۔ غلام کی خدمت کرنے کا حکم بھی اس کے برخلاف ہے کیونکہ وہ معنوی طور پر اپنے آقا کی خدمت کر رہا ہے کیونکہ وہ اس عورت کی خدمت اپنے آقا کی اجازت اور اس کے حکم کے تحت کر رہا ہے۔ اسی طرح بکریاں چرانے کا حکم بھی اس سے مختلف ہے کیونکہ اس کا تعلق امور زوجیت کی ادائیگی کے ساتھ ہے لہٰذا یہاں مناقضہ نہیں پایا جائے گا تاہم ایک روایت کے مطابق یہ بھی ممنوع ہے۔ تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق خدمت کی قیمت (یعنی معاوضے) کی ادائیگی واجب ہوگی کیونکہ جو چیز طے کی گئی ہے وہ مال ہے تاہم وہ شخص اس کی ادائیگی سے قاصر ہے کیونکہ مناقضہ پایا جا رہا ہے لہٰذا یہ اس شخص کی مانند ہوگا جو کسی دوسرے کے غلام کو (مہر مقرر کر دیتا ہے)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مہر مثل کی ادائیگی واجب ہوگی کیونکہ خدمت مال نہیں ہے کیونکہ نکاح میں کسی بھی حالت میں اس کا استحقاق نہیں ہو سکتا تو یہ خنزیر اور شراب کو مقرر کرنے کی مانند ہوگی۔ اور یہ حکم اس وجہ سے ہے: عقد کی وجہ سے اس کا قیمت والا ہونا ضرورت کے پیش نظر ہے تو جب عقد میں اس کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی تو اس کا قیمت والا ہونا بھی ظاہر نہیں ہوگا تو حکم اپنی اصل کے اعتبار سے باقی رہے گا اور وہ مہر مثل ہے۔

عورت کا مہر قبضے میں لے کر شوہر کو ہبہ کرنے کا بیان

(فَإِنْ تَزَوَّجَهَا عَلٰى أَلْفٍ فَقَبَضَتْهَا وَوَهَبَتْهَا لَهُ ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا رَجَعَ عَلَيْهَا بِخَمْسِمِائَةٍ)، لِأَنَّهُ لَمْ يَصِلْ إِلَيْهِ بِالْهِبَةِ عَيْنُ مَا يَسْتَوْجِبُهُ، لِأَنَّ الدَّرَاهِمَ وَالدَّنَانِيرَ لَا تَتَعَيَّنَانِ فِي الْعُقُودِ وَالْفُسُوخِ، وَكَذَا إِذَا كَانَ الْمَهْرُ مَكِيلًا أَوْ مَوْزُونًا أَوْ شَيْئًا آخَرَ فِي الذِّمَّةِ لِعَدَمِ تَعَيُّنِهَا (فَإِنْ لَمْ تَقْبِضِ الْأَلْفَ حَتّٰى وَهَبَتْهَا لَهُ ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا لَمْ يَرْجِعْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا عَلٰى صَاحِبِهِ بِشَيْءٍ. وَفِي الْقِيَاسِ يَرْجِعُ عَلَيْهَا بِنِصْفِ الصَّدَاقِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ)، لِأَنَّهُ سَلِمَ الْمَهْرُ لَهُ بِالْإِبْرَاءِ فَلَا تَبْرَأُ عَمَّا يَسْتَحِقُّهُ بِالطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُولِ. وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّهُ وَصَلَ إِلَيْهِ عَيْنُ مَا يَسْتَحِقُّهُ بِالطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُولِ وَهُوَ بَرَاءَةُ ذِمَّتِهِ عَنْ نِصْفِ الْمَهْرِ، وَلَا يُبَالِي بِاخْتِلَافِ السَّبَبِ عِنْدَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ

اور اگر مرد عورت کے ساتھ ایک ہزار روپے کے عوض میں شادی کرے اور عورت اس رقم کو اپنے قبضے میں لے کر پھر اس رقم کو اس مرد کو ہبہ کر دے' پھر وہ مرد اس عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے' اسے طلاق دیدے' تو شوہر اس عورت سے پانچ سو روپے واپس لے گا' کیونکہ ہبہ کے نتیجے میں مرد کو بعینہٖ ہی وہ چیز نہیں ملی جو اس کا حق تھی کیونکہ عقود اور فسوخ میں متعین کرنے سے درہم اور دینار دونوں متعین نہیں ہوتے' اسی طرح جب مہر' ماپی جانے والی' یا وزن کی جانے والی' یا کوئی اور چیز ہو جو ذمہ میں ہو' تو بھی یہی حکم ہوگا' کیونکہ ان کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس عورت نے ان ایک ہزار روپوں پر قبضہ نہیں کیا اور انہیں اس مرد کو ہبہ کر دیا پھر اس مرد نے اس عورت کو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی تو دونوں میں سے کوئی ایک' دوسرے سے کچھ بھی نہیں لے سکتا۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے: مرد اس عورت سے نصف مہر واپس لے جیسا کہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے: عورت کے معاف کرنے کے نتیجے میں مرد کا مہر ادا ہو چکا ہے اور صحبت سے پہلے طلاق دینے کی صورت' میں نصف مہر جسے واپس لینے کا اسے حق حاصل ہے' وہ معاف تصور نہیں ہوگا۔ اس بارے میں استحسان یہ ہے: صحبت سے پہلے طلاق دینے کے نتیجے میں' شوہر کو جو حق حاصل ہونا تھا وہ اسے مل چکا ہے اور وہ نصف مہر کی ادائیگی سے بری ہو چکا ہے' لہٰذا اس میں اس چیز کا لحاظ نہیں کیا جائے گا' شوہر کو اس کے مقصد' یعنی نصف مہر کی ادائیگی سے بری ہونے کی سہولت' کسی دوسرے سبب کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔

مہر وصول کرنے بعد اتنی مقدار ہبہ کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَبَضَتْ خَمْسَمِائَةٍ ثُمَّ وَهَبَتِ الْأَلْفَ كُلَّهَا الْمَقْبُوضَ وَغَيْرَهُ أَوْ وَهَبَتِ الْبَاقِيَ ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا لَمْ يَرْجِعْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا عَلٰى صَاحِبِهِ بِشَيْءٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَقَالَا: رَجَعَ عَلَيْهَا بِنِصْفِ مَا قَبَضَتْ) اعْتِبَارًا لِلْبَعْضِ بِالْكُلِّ، وَلِأَنَّ هِبَةَ الْبَعْضِ حَطٌّ فَيَلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ. وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ مَقْصُودَ الزَّوْجِ قَدْ حَصَلَ وَهُوَ سَلَامَةُ نِصْفِ الصَّدَاقِ بِلَا عِوَضٍ فَلَا

يَسْتَوْجِبُ الرُّجُوْعَ عِنْدَ الطَّلَاقِ ۔وَالْحَطُّ لَا يَلْتَحِقُ بِاَصْلِ الْعَقْدِ فِي النِّكَاحِ، اَلَا تَرٰى اَنَّ الزِّيَادَةَ فِيْهِ لَا تَلْتَحِقُ حَتّٰى لَا تَتَنَصَّفُ،

اور اگر عورت پانچ سو روپے وصول کر لیتی ہے اور پھر شوہر کو (اپنی طرف سے پانچ سو ملا کر) ایک ہزار روپے ہبہ کر دیتی ہے اور شوہر عورت کو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دیتا ہے' تو میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کو ادائیگی نہیں کرے گا' یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے۔صاحبین نے یہ بات بیان کی ہے: عورت نے مرد سے جو رقم وصول کی تھی اس کا نصف وصول کرنے کا حق مرد کو ہوگا۔انہوں نے ''بعض'' کو ''کل'' پر قیاس کیا ہے۔ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے: بعض مہر کو ہبہ کرنا' گویا اس میں کمی کرنے کے مترادف ہے۔لہٰذا یہ کمی بھی اصل سے وابستہ قرار دی جائے گی۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: شوہر کو اپنا مقصود حاصل ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے: کسی بھی معاوضے کے بغیر اس کا نصف مہر محفوظ اور سلامت ہے' لہٰذا طلاق کی صورت میں اسے کچھ بھی وصول کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔جہاں تک صاحبین کی اس رائے کا تعلق ہے: کمی کو اصل ہی سے وابستہ شمار کیا جائے گا' تو یہ نکاح کے بارے میں درست نہیں ہے کیا' آپ نے غور نہیں کیا؟ اگر شوہر اس میں کچھ اضافہ کر دے' تو اسے ''اصل'' کے ساتھ شمار نہیں کیا جائے گا' اور (طلاق ہو جانے کی صورت میں) اس اضافے کو نصف نہیں کیا جاتا۔

عورت کا ہبہ سے باقی ماندہ مہر قبضہ میں لینے کا بیان

وَلَوْ كَانَتْ وَهَبَتْ اَقَلَّ مِنَ النِّصْفِ وَقَبَضَتِ الْبَاقِيَ، فَعِنْدَهُ يَرْجِعُ عَلَيْهَا اِلٰى تَمَامِ النِّصْفِ ۔وَعِنْدَهُمَا بِنِصْفِ الْمَقْبُوْضِ ۔

اور اگر عورت نصف سے کم مہر کو ہبہ کر کے بقیہ مہر کو اپنے قبضے میں لے تو امام صاحب کے نزدیک شوہر مہر کی نصف مقدار اس سے واپس لے گا' اور صاحبین کے نزدیک جو رقم عورت نے قبضے میں لی ہے' اس کا نصف واپس لے گا۔

مہر سامان ہبہ کرنے کا بیان

﴿وَلَوْ كَانَ تَزَوَّجَهَا عَلٰى عَرَضٍ فَقَبَضَتْهُ اَوْ لَمْ تَقْبِضْ فَوَهَبَتْ لَهُ ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهَا بِشَيْءٍ﴾ وَفِي الْقِيَاسِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ يَرْجِعُ عَلَيْهَا بِنِصْفِ قِيْمَتِهٖ' لِاَنَّ الْوَاجِبَ فِيْهِ رَدُّ نِصْفِ عَيْنِ الْمَهْرِ عَلٰى مَا مَرَّ تَقْرِيْرُهُ ۔وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ حَقَّهُ عِنْدَ الطَّلَاقِ سَلَامَةُ نِصْفِ الْمَقْبُوْضِ مِنْ جِهَتِهَا وَقَدْ وَصَلَ اِلَيْهِ وَلِهٰذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا دَفْعُ شَيْءٍ اٰخَرَ مَكَانَهُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ الْمَهْرُ دَيْنًا، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَتْ مِنْ زَوْجِهَا' لِاَنَّهُ وَصَلَ اِلَيْهِ بِبَدَلٍ ۔

اور اگر مرد نے کسی سامان کے عوض میں عورت سے نکاح کیا اور اس عورت نے اس سامان کو اپنے قبضے میں لے لیا' یا قبضے میں نہیں لیا اور پھر وہ سامان شوہر کو ہبہ کر دیا اور اس کے بعد' شوہر نے دخول سے پہلے' اس عورت کو طلاق دے دی تو اب وہ شوہر اس سے کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا۔جبکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے: شوہر' بیوی سے نصف سامان کی قیمت وصول کرے جیسا کہ امام

زفر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' کیونکہ اس صورت میں مہر کے نصف کا واپس کرنا واجب ہے' جیسا کہ اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ استحسان کی دلیل یہ ہے: طلاق دینے کی صورت میں شوہر کو حق صرف اس بات کا ہے کہ عورت کو جو مال دیا گیا ہے' اس کا نصف عورت کی طرف سے صحیح اور سالم اسے مل جائے اور وہ اسے مل چکا ہے۔ یہی وجہ ہے: عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا' وہ اس سامان کی بجائے کوئی اور چیز اسے واپس کرے۔ اس صورت کے برخلاف جب مہر میں درہم' دینار' ماپی جانے والی یا وزن کی جانے والی کوئی چیز دی گئی ہو یا عورت نے وہ سامان شوہر کو فروخت کر دیا ہو' تو کیونکہ شوہر کو یہ سامان ادا شدہ رقم کے بدلے میں ملا ہے۔

اگر مہر کوئی جانور یا سامان ہو جس کی ادائیگی ذمے میں ہو؟

وَلَوْ تَزَوَّجَهَا عَلٰى حَيَوَانٍ اَوْ عُرُوْضٍ فِى الذِّمَّةِ فَكَذٰلِكَ الْجَوَابُ، لِاَنَّ الْمَقْبُوْضَ مُتَعَيِّنٌ فِى الرَّدِّ وَهٰذَا، لِاَنَّ الْجَهَالَةَ تَحَمَّلَتْ فِى النِّكَاحِ فَاِذَا عَيَّنَ فِيْهِ يَصِيْرُ كَاَنَّ التَّسْمِيَةَ وَقَعَتْ عَلَيْهِ .

اگر مرد نے عورت کے ساتھ کسی جانور یا ذمے میں ثابت شدہ سامان کے عوض میں نکاح کیا ہو' تو بھی یہی جواب ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے: جو چیز قبضے میں لی گئی ہے وہ واپس کرنے کے حوالے سے متعین ہے۔ اس کی یہ وجہ بھی ہے: نکاح کے بارے میں کسی چیز کا مجہول ہونا برداشت کر لیا جاتا ہے' تو جب وہ متعین ہو گئی تو گویا اس طرح ہو جائے گی جیسے طے کرنے کی صورت اس پر واقع ہو گئی ہے۔

اگر مہر کی رقم کو کسی اور چیز کے ساتھ مشروط کیا جائے

﴿وَاِذَا تَزَوَّجَهَا عَلَى الْفٍ عَلٰى اَنْ لَّا يُخْرِجَهَا مِنَ الْبَلْدَةِ اَوْ عَلٰى اَنْ لَّا يَتَزَوَّجَ عَلَيْهَا اُخْرٰى، فَاِنْ وَفّٰى بِالشَّرْطِ فَلَهَا الْمُسَمّٰى﴾ لِاَنَّهُ صَلُحَ مَهْرًا وَّقَدْ تَمَّ رِضَاهَا بِهٖ ﴿وَاِنْ تَزَوَّجَ عَلَيْهَا اُخْرٰى اَوْ اَخْرَجَهَا فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا﴾ لِاَنَّهُ سَمّٰى مَا لَهَا فِيْهِ نَفْعٌ، فَعِنْدَ فَوَاتِهٖ يَنْعَدِمُ رِضَاهَا بِالْاَلْفِ فَيُكْمِلُ مَهْرَ مِثْلِهَا كَمَا فِىْ تَسْمِيَةِ الْكَرَامَةِ وَالْهَدَايَةِ مَعَ الْاَلْفِ

اگر مرد نے عورت کے ساتھ اس شرط پر شادی کی کہ وہ ایک ہزار مہر ادا کرے گا' اور اسے اس کے شہر سے باہر نہیں لے جائے گا' یا اس شرط پر شادی کی کہ اس کے بعد دوسری عورت کے ساتھ شادی نہیں کرے گا تو اگر وہ اس شرط کو پورا کرتا ہے' تو عورت کو طے شدہ مہر پورا ملے گا۔ کیونکہ وہ طے شدہ رقم مہر ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے اور اس بات کے ساتھ عورت کی رضامندی کے ہمراہ یہ چیز مکمل ہو جائے گی۔ اگر مرد اس کے بعد کسی اور عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے یا اسے (اس شہر سے) باہر لے جاتا ہے' تو اس عورت کو مہر مثل ملے گا۔

اس کی وجہ یہ ہے: مرد نے وہ چیز (شرط کے طور پر) مقرر کی ہے جس میں عورت کا فائدہ ہے' تو اس فائدے کے فوت ہونے کی صورت میں ایک ہزار کی رقم کے بارے میں عورت کی رضامندی کالعدم تصور ہوگی' تو اسے مہر مثل کی صورت میں پورا کیا جائے گا' جیسا کہ ایک ہزار کے ہمراہ کرامت یا تحفے کو مقرر کر دیا جائے۔

اگر شرط کے اختلاف کے ہمراہ مہر کی رقم مختلف ہو

﴿وَلَوْ تَزَوَّجَهَا عَلٰی اَلْفٍ اِنْ اَقَامَ بِهَا وَعَلٰی اَلْفَيْنِ اِنْ اَخْرَجَهَا، فَاِنْ اَقَامَ بِهَا فَلَهَا الْاَلْفُ، وَاِنْ اَخْرَجَهَا فَلَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ لَا يُزَادُ عَلَى الْاَلْفَيْنِ وَلَا يُنْقَصُ عَنِ الْاَلْفِ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: الشَّرْطَانِ جَمِيْعًا جَائِزَانِ﴾ حَتّٰى كَانَ لَهَا الْاَلْفُ اِنْ اَقَامَ بِهَا وَالْاَلْفَانِ اِنْ اَخْرَجَهَا .وَقَالَ زُفَرُ: الشَّرْطَانِ جَمِيْعًا فَاسِدَانِ، وَيَكُوْنُ لَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا لَا يُنْقَصُ مِنْ اَلْفٍ وَلَا يُزَادُ عَلٰی اَلْفَيْنِ وَاَصْلُ الْمَسْاَلَةِ فِی الْاِجَارَاتِ فِیْ قَوْلِهٖ: اِنْ خِطْتَهُ الْيَوْمَ فَلَكَ دِرْهَمٌ، وَاِنْ خِطْتَهُ غَدًا فَلَكَ نِصْفُ دِرْهَمٍ، وَسَنُبَيِّنُهَا فِيْهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

اگر مرد عورت کے ساتھ اس شرط پر شادی کرے کہ اگر وہ اسے اس شہر میں مقیم رکھے گا تو ایک ہزار دے گا' اور اگر باہر لے جائے گا' تو دو ہزار دے گا' تو اگر مرد نے اسے اس شہر میں مقیم رکھا تو عورت کو ایک ہزار ملیں گے' اور اگر وہ اس شہر سے باہر لے گیا تو عورت کو مہر مثل ملے گا جو دو ہزار سے زائد نہیں ہوگا اور ایک ہزار سے کم نہیں ہوگا' یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین رحمہما اللہ علیہ فرماتے ہیں:: دونوں شرطیں جائز ہیں یہاں تک کہ اگر وہ شخص بیوی کو اس شہر میں مقیم رکھتا ہے' تو عورت کو ایک ہزار ملیں گے' اور اگر باہر لے جاتا ہے' تو عورت کو دو ہزار ملیں گے۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں شرطیں فاسد ہیں اور عورت کو مہر مثل ملے گا جو ایک ہزار سے کم نہیں ہوگا اور دو ہزار سے زائد نہیں ہوگا۔ مسئلے کی اصل ''اجارہ'' کے احکام کے بارے میں ہے' جو ان الفاظ کے تحت ہے۔ ''اگر تم نے اسے آج سی کر دے دیا تو ایک درہم ملے گا اگر کل سی کر دیا تو نصف درہم ملے گا''۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا' تو ہم اس کی وضاحت عنقریب کریں گے۔

اگر مہر میں غیر متعین غلام کو مقرر کیا جائے

وَلَوْ تَزَوَّجَهَا عَلٰی هٰذَا الْعَبْدِ اَوْ عَلٰی هٰذَا الْعَبْدِ فَاِذَا اَحَدُهُمَا اَوْكَسُ وَالْاٰخَرُ اَرْفَعُ فَاِنْ كَانَ مَهْرُ مِثْلِهَا اَقَلَّ مِنْ اَوْكَسِهِمَا فَلَهَا الْاَوْكَسُ، وَاِنْ كَانَ اَكْثَرَ مِنْ اَرْفَعِهِمَا فَلَهَا الْاَرْفَعُ، وَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: لَهَا الْاَوْكَسُ فِیْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا فَلَهَا نِصْفُ الْاَوْكَسِ فِیْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ بِالْاِجْمَاعِ﴾ لَهُمَا اَنَّ الْمَصِيْرَ اِلٰی مَهْرِ الْمِثْلِ لِتَعَذُّرِ اِيْجَابِ الْمُسَمّٰی، وَقَدْ اَمْكَنَ اِيْجَابُ الْاَوْكَسِ اِذِ الْاَقَلُّ مُتَيَقَّنٌ فَصَارَ كَالْخُلْعِ وَالْاِعْتَاقِ عَلٰی مَالٍ .وَلِاَبِیْ حَنِيْفَةَ اَنَّ الْمُوْجَبَ الْاَصْلِیَّ مَهْرُ الْمِثْلِ اِذْ هُوَ الْاَعْدَلُ، وَالْعُدُوْلُ عَنْهُ عِنْدَ صِحَّةِ التَّسْمِيَةِ وَقَدْ فَسَدَتْ لِمَكَانِ الْجَهَالَةِ بِخِلَافِ الْخُلْعِ وَالْاِعْتَاقِ عَلٰی مَالٍ، لِاَنَّهٗ لَا مُوْجِبَ لَهٗ فِی الْبَدَلِ، اِلَّا اَنَّ مَهْرَ الْمِثْلِ اِذَا كَانَ اَكْثَرَ مِنَ الْاَرْفَعِ فَالْمَرْاَةُ

رَضِيَتْ بِالْحَطِّ، وَإِنْ كَانَ أَنْقَصَ مِنَ الْأَوْكَسِ فَالزَّوْجُ رَضِيَ بِالزِّيَادَةِ، وَالْوَاجِبُ بِالطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُولِ فِي مِثْلِهِ الْمُتْعَةُ وَنِصْفُ الْأَوْكَسِ يَزِيدُ عَلَيْهَا فِي الْعَادَةِ فَوَجَبَ لِاعْتِرَافِهِ بِالزِّيَادَةِ.

اور اگر مرد نے عورت کے ساتھ اس (اشارے کے ذریعے مخصوص) غلام یا اس (اشارے کے ذریعے مخصوص) غلام کے عوض میں شادی کی اور ان دونوں میں سے ایک کم حیثیت کا مالک ہو اور دوسرا عمدہ حیثیت کا مالک ہو تو اگر اس عورت کا مہر مثل کم حیثیت کے مالک غلام سے کم تر ہو تو عورت کو کم حیثیت کا مالک غلام ملے گا' اور اگر اس کا مہر مثل ان دونوں غلاموں میں سے برتر حیثیت کے مالک غلام کی قیمت سے زیادہ ہو تو عورت کو بہترین غلام ملے گا' اور اگر ان دونوں کے درمیان ہو تو اس عورت کو مہر مثل ملے گا۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین: یہ فرماتے ہیں: ہر صورت میں اس کو کمتر حیثیت کا غلام ملے گا۔ اگر مرد دخول سے پہلے اس عورت کو طلاق دے دیتا ہے' تو اس عورت کو ہر صورت میں کمتر حیثیت کے مالک غلام کی نصف قیمت ملے گی۔ اس بات پر اتفاق ہے۔ صاحبین: کی دلیل یہ ہے: مہر مثل کی طرف جانے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کیونکہ طے شدہ چیز کو واجب کرنا ناممکن ہے اور کمتر حیثیت کے مالک غلام کو واجب کرنا ممکن ہے' کیونکہ کمتر رقم یقینی ہے' تو اس کی مثال مال کے عوض میں آزاد کرنے یا خلع حاصل کرنے کی مانند ہو گی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے: اصل کے اعتبار سے واجب کرنے والی چیز مہر مثل ہے' کیونکہ وہی عدل کے تقاضوں کے مطابق ہے اور جب طے شدہ چیز درست ہو' تو اس سے عدول کیا جاتا ہے' اور وہ مجہول ہونے کی وجہ سے فاسد ہو گئی ہے' جبکہ خلع اور آزاد کرنے کا حکم اس کے برخلاف ہے' کیونکہ اس کے لئے بدل میں کوئی موجب نہیں ہے۔ تاہم جب عورت کا مہر مثل بلند تر حیثیت کے مالک غلام سے زائد ہو' تو وہ خود اس میں کمی کرنے پر راضی ہے اور اگر وہ کمتر حیثیت کے غلام کی قیمت سے کم ہو' تو شوہر زیادہ ادائیگی پر راضی ہے۔ دخول سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں ایسی صورت میں متاع کی ادائیگی واجب ہوتی ہے' لیکن عام رواج کے اعتبار سے کمتر حیثیت مالک کے غلام کی نصف قیمت' متاع سے بڑھ جاتی ہے اس لیے شوہر کے زیادہ ادائیگی کا اعتراف کرنے کی وجہ سے' کمتر حیثیت کے مالک غلام کی نصف قیمت کو واجب قرار دیا گیا ہے۔

اگر غیر موصوف جانور کو مہر مقرر کیا جائے

(وَإِذَا تَزَوَّجَهَا عَلَى حَيَوَانٍ غَيْرِ مَوْصُوفٍ صَحَّتِ التَّسْمِيَةُ وَلَهَا الْوَسَطُ مِنْهُ، وَالزَّوْجُ مُخَيَّرٌ إِنْ شَاءَ أَعْطَاهَا ذَلِكَ وَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهَا قِيمَتَهُ) قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ: مَعْنَى هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ أَنْ يُسَمِّيَ جِنْسَ الْحَيَوَانِ دُونَ الْوَصْفِ، بِأَنْ يَتَزَوَّجَهَا عَلَى فَرَسٍ أَوْ حِمَارٍ. أَمَّا إِذَا لَمْ يُسَمِّ الْجِنْسَ بِأَنْ يَتَزَوَّجَهَا عَلَى دَابَّةٍ لَا تَجُوزُ التَّسْمِيَةُ وَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ فِي الْوَجْهَيْنِ جَمِيعًا، لِأَنَّ عِنْدَهُ مَا لَا يَصْلُحُ ثَمَنًا فِي الْبَيْعِ لَا يَصْلُحُ مُسَمًّى فِي النِّكَاحِ

اِذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُعَاوَضَةٌ .

وَلَنَا اَنَّهُ مُعَاوَضَةُ مَالٍ بِغَيْرِ مَالٍ فَجَعَلْنَاهُ اِلْتِزَامَ الْمَالِ اِبْتِدَاءً حَتّٰى لَا يَفْسُدُ بِاَصْلِ الْجَهَالَةِ كَالدِّيَةِ وَالْاَقَارِيرِ، وَشَرَطْنَا اَنْ يَكُوْنَ الْمُسَمّٰى مَالًا وَسَطُهُ مَعْلُوْمٌ رِعَايَةً لِلْجَانِبَيْنِ، وَذٰلِكَ عِنْدَ اِعْلَامِ الْجِنْسِ، لِاَنَّهُ يَشْتَمِلُ عَلَى الْجَيِّدِ وَالرَّدِيِّ وَالْوَسَطُ ذُوْ حَظٍّ مِنْهُمَا، بِخِلَافِ جَهَالَةِ الْجِنْسِ، لِاَنَّهُ لَا وَسَطَ لَهُ لِاخْتِلَافِ مَعَانِي الْاَجْنَاسِ، وَبِخِلَافِ الْبَيْعِ، لِاَنَّ مَبْنَاهُ عَلَى الْمُضَايَقَةِ وَالْمُمَاكَسَةِ، اَمَّا النِّكَاحُ فَمَبْنَاهُ عَلَى الْمُسَامَحَةِ، وَاِنَّمَا يَتَخَيَّرُ، لِاَنَّ الْوَسَطَ لَا يُعْرَفُ اِلَّا بِالْقِيمَةِ فَصَارَتْ اَصْلًا فِي حَقِّ الْاِيفَاءِ، وَالْعَبْدُ اَصْلٌ تَسْمِيَةً فَيَتَخَيَّرُ بَيْنَهُمَا .

اگر مرد عورت کے ساتھ کسی ایسے جانور کے عوض میں شادی کر لے' جس کی صفت بیان نہ کی گئی ہو' تو یہ مقرر کرنا درست ہوگا اور عورت کو درمیانے درجے کا جانور مل جائے گا' اور شوہر کو اس بات کا اختیار ہوگا۔ اگر وہ چاہے تو اسے وہ جانور ادا کر دے' اور اگر چاہے تو اس کی جگہ اس کی قیمت ادا کر دے۔ مصنف فرماتے ہیں: اس مسئلے کا مفہوم یہ ہے: وہ جانور کی جنس بیان کر دے البتہ وصف بیان نہ کرے' یعنی یہ بتا دے کہ وہ گھوڑے یا گدھے کے عوض میں اس کے ساتھ شادی کر رہا ہے۔ اگر وہ جنس متعین نہیں کرتا' یعنی کسی جانور کے عوض میں اس کے ساتھ شادی کر لیتا ہے' تو یہ مقرر کرنا درست نہیں ہوگا اور مہر مثل کی ادائیگی واجب ہوگی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں صورتوں میں مہر مثل کی ادائیگی واجب ہوگی' کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو چیز سودے میں قیمت نہیں بن سکتی' وہ نکاح میں مہر بھی نہیں بن سکتی' کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک چیز معاوضہ ہوتی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے: نکاح میں مال کے عوض میں جو چیز ہے وہ مال نہیں ہوتی اس لیے ابتداء میں ہم نے مال کی ادائیگی کو لازم قرار دیا ہے تاکہ اپنی اصل کے اعتبار سے مجہول ہونے کی وجہ سے وہ فاسد نہ ہو' جیسے دیت یا اپنے ذمے لازم کی جانے والی کسی ادائیگی میں ایسا ہوتا ہے اور فریقین کی رعایت کرتے ہوئے ہم نے یہ شرط بھی عائد کر دی ہے: طے شدہ چیز ایسا مال ہونی چاہیے' جس کے درمیانے درجے کے بارے میں پتہ چل سکے' اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس کی جنس معلوم ہو' کیونکہ جنس کے اندر عمدہ' کمتر اور درمیانے درجے کی چیزیں ہوتی ہیں اور درمیانے درجے کی چیز عمدہ اور گھٹیا دونوں میں سے حصہ لے لیتی ہے۔

اس کے برخلاف اگر جنس کے بارے میں علم نہ ہو' تو کیونکہ جنس کا اطلاق مختلف چیزوں پر ہوتا ہے اس لیے اس کا درمیانہ درجہ کوئی نہیں ہوگا۔ یہاں سودے کا حکم مختلف ہے' کیونکہ سودے کا دارومدار تنگی اور ٹال مٹول پر ہوتا ہے' جبکہ نکاح کا دارومدار چشم پوشی پر ہوتا ہے' اور شوہر کو اس وجہ سے اختیار دیا جائے گا' وہ درمیانے درجے کی چیز کی قیمت ادا کر دے کیونکہ ادائیگی کے حوالے سے اصل چیز قیمت ہوتی ہے اور مقرر کرنے کے حوالے سے غلام ایک طے شدہ چیز ہے اس لیے شوہر کو دونوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار ہوگا۔

اگر غیر موصوف کپڑے کو مہر مقرر کیا جائے

﴿وَاِنْ تَزَوَّجَهَا عَلٰى ثَوْبٍ غَيْرِ مَوْصُوْفٍ فَلَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ وَمَعْنَاهُ: ذَكَرَ الثَّوْبَ وَلَمْ يَزِدْ

عَلَيْهِ﴾ وَوَجْهُهُ اَنَّ هٰذِهٖ جَهَالَةُ الْجِنْسِ اِذِ الثِّيَابُ اَجْنَاسٌ، وَلَوْ سَمّٰى جِنْسًا بِاَنْ قَالَ هَرَوِيٌّ يَصِحُّ التَّسْمِيَةُ وَيُخَيَّرُ الزَّوْجُ لِمَا بَيَّنَّا، وَكَذَا اِذَا بَالَغَ فِيْ وَصْفِ الثَّوْبِ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْاَمْثَالِ، وَكَذَا اِذَا سَمّٰى مَكِيْلًا اَوْ مَوْزُوْنًا وَسَمّٰى جِنْسَهٗ دُوْنَ صِفَتِهٖ، وَاِنْ سَمّٰى جِنْسَهٗ وَصِفَتَهٗ لَا يُخَيَّرُ، لِاَنَّ الْمَوْصُوْفَ مِنْهُمَا يَثْبُتُ فِي الذِّمَّةِ ثُبُوْتًا صَحِيْحًا ۔

اگر مرد عورت کے ساتھ کسی ایسے کپڑے کے عوض میں شادی کرلے جس کی صفت بیان نہ کی گئی ہو تو عورت کو مہر مثل ملے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے: مرد نے صرف کپڑے کا ذکر کیا اس پر مزید کوئی اضافہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے: یہ چیز جنس کے مجہول ہونے کو ظاہر کرتی ہے' کیونکہ کپڑے کی کئی اجناس ہوتی ہیں۔ اگر وہ جنس کو بھی متعین کردے یعنی یہ کہہ دے: ہرات والا کپڑا ہوگا' تو یہ مقرر کرنا درست ہوگا اور شوہر کو یہ اختیار دیا جائے گا' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح اگر اس نے کپڑے کی صفت بیان کرنے میں مبالغہ کر دیا تو بھی یہی حکم ہوگا' جیسا کہ ظاہر روایت میں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ کپڑا ''ذوات امثال'' میں سے نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس نے ماپی جانے والی کوئی چیز' یا وزن کی جانے والی کوئی چیز مقرر کی اور اس کی جنس کو متعین کر دیا لیکن صفت بیان نہیں کی (تو یہی حکم ہوگا) اگر اس نے جنس بیان کی اور صفت بھی بیان کر دی تو اسے اختیار نہیں دیا جائے گا' کیونکہ ان میں سے جس کا بھی وصف بیان کیا گیا وہ ذمہ میں کامل طور پر ثابت ہوگا۔

اگر کوئی مسلمان شراب یا خنزیر کو مہر مقرر کرلے

﴿وَاِنْ تَزَوَّجَ مُسْلِمٌ عَلٰى خَمْرٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ وَّلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا﴾ لِاَنَّ شَرْطَ قَبُوْلِ الْخَمْرِ شَرْطٌ فَاسِدٌ فَيَصِحُّ النِّكَاحُ وَيَلْغُو الشَّرْطُ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ، لِاَنَّهٗ يَبْطُلُ بِالشُّرُوْطِ الْفَاسِدَةِ لٰكِنْ لَّمْ تَصِحَّ التَّسْمِيَةُ لِمَا اَنَّ الْمُسَمّٰى لَيْسَ بِمَالٍ فِيْ حَقِّ الْمُسْلِمِ فَوَجَبَ مَهْرُ الْمِثْلِ ۔

اور اگر کوئی مسلمان شراب یا خنزیر کے عوض میں شادی کر لیتا ہے' تو نکاح جائز ہوگا اور اس عورت کو مہر مثل ملے گا' کیونکہ شراب قبول کرنے کی شرط ایک فاسد شرط ہے' تو نکاح درست ہوگا اور شرط لغو قرار دی جائے گی جبکہ خرید و فروخت کا حکم اس کے برخلاف ہے' کیونکہ وہ فاسد شرائط کے نتیجے میں باطل ہو جاتی ہے۔ لیکن (مہر میں) یہ مقرر کرنا درست نہیں ہوگا' کیونکہ جو چیز مقرر کی گئی ہے مسلمان کے حق میں وہ چیز مال شمار نہیں ہوتی اس لیے مہر مثل کی ادائیگی واجب ہوگی۔

مہر میں کسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کا حکم

(فَاِنْ تَزَوَّجَ امْرَاَةً عَلٰى هٰذَا الدَّنِّ مِنَ الْخَلِّ فَاِذَا هُوَ خَمْرٌ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ ۔ وَقَالَا: لَهَا مِثْلُ وَزْنِهٖ خَلًّا، وَاِنْ تَزَوَّجَهَا عَلٰى هٰذَا الْعَبْدِ فَاِذَا هُوَ حُرٌّ يَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ ۔ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: تَجِبُ الْقِيْمَةُ) لِاَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهٗ اَطْمَعَهَا مَالًا

وَعَجَزَ عَنْ تَسْلِيمِهِ فَتَجِبُ قِيمَتُهُ اَوْ مِثْلُهُ اِنْ كَانَ مِنْ ذَوَاتِ الْاَمْثَالِ كَمَا اِذَا هَلَكَ الْعَبْدُ الْمُسَمَّى قَبْلَ التَّسْلِيمِ. وَاَبُوْ حَنِيفَةَ يَقُولُ: اجْتَمَعَتْ الْاِشَارَةُ وَالتَّسْمِيَةُ فَتُعْتَبَرُ الْاِشَارَةُ لِكَوْنِهَا اَبْلَغَ فِي الْمَقْصُودِ وَهُوَ التَّعْرِيفُ فَكَاَنَّهُ تَزَوَّجَ عَلٰى خَمْرٍ اَوْ حُرٍّ. وَمُحَمَّدٌ يَقُولُ: الْاَصْلُ اَنَّ الْمُسَمَّى اِذَا كَانَ مِنْ جِنْسِ الْمُشَارِ اِلَيْهِ يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ بِالْمُشَارِ اِلَيْهِ، لِاَنَّ الْمُسَمَّى مَوْجُودٌ فِي الْمُشَارِ اِلَيْهِ ذَاتًا، وَالْوَصْفُ يَتْبَعُهُ وَاِنْ كَانَ مِنْ خِلَافِ جِنْسِهِ يَتَعَلَّقُ بِالْمُسَمَّى، لِاَنَّ الْمُسَمَّى مِثْلٌ لِلْمُشَارِ اِلَيْهِ وَلَيْسَ بِتَابِعٍ لَهُ، وَالتَّسْمِيَةُ اَبْلَغُ فِي التَّعْرِيفِ مِنْ حَيْثُ اَنَّهَا تُعَرِّفُ الْمَاهِيَّةَ، وَالْاِشَارَةُ تُعَرِّفُ الذَّاتَ، اَلَا تَرٰى اَنَّ مَنْ اشْتَرٰى فَصًّا عَلٰى اَنَّهُ يَاقُوتٌ فَاِذَا هُوَ زُجَاجٌ لَا يَنْعَقِدُ الْعَقْدُ لِاخْتِلَافِ الْجِنْسِ، وَلَوْ اشْتَرٰى عَلٰى اَنَّهُ يَاقُوتٌ اَحْمَرُ فَاِذَا هُوَ اَخْضَرُ يَنْعَقِدُ الْعَقْدُ لِاتِّحَادِ الْجِنْسِ. وَفِي مَسْاَلَتِنَا الْعَبْدُ مَعَ الْحُرِّ جِنْسٌ وَاحِدٌ لِقِلَّةِ التَّفَاوُتِ فِي الْمَنَافِعِ، وَالْخَمْرُ مَعَ الْخَلِّ جِنْسَانِ لِفُحْشِ التَّفَاوُتِ فِي الْمَقَاصِدِ.

اور اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ سرکہ کے ایک مخصوص مٹکے کے عوض میں نکاح کر لے اور پھر وہ مٹکا شراب کا نکلے تو امام صاحب کے نزدیک عورت کو مہر مثل ملے گا' اور صاحبین کے نزدیک اس مٹکے کے ہم وزن سرکہ ملے گا۔ اگر کسی شخص نے کسی عورت کے ساتھ کسی غلام کے عوض میں شادی کی اور پھر وہ غلام آزاد نکل آیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مہر مثل کی ادائیگی لازم ہوگی جبکہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: اس کی قیمت کی ادائیگی واجب ہوگی۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: مرد نے عورت کو مال کا لالچ دیا تھا لیکن وہ اس کی ادائیگی کرنے کے قابل نہیں رہا اس لیے قیمت کی ادائیگی لازم ہوگی۔ لیکن اگر طے شدہ چیز ذوات الامثال میں سے ہو' تو اس کے مثل کی ادائیگی واجب ہوتی ہے' جیسا کہ اس صورت میں ہوتا ہے (بیوی کے) جب حوالے کرنے سے پہلے متعین غلام ہلاک ہو جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: یہاں اشارہ کرنا اور مقرر کرنا دونوں صورتیں جمع ہیں اس لیے مقصود یعنی شناخت کرنے کے معاملے میں زیادہ بلیغ ہونے کے حوالے سے اشارے کا اعتبار ہوگا' تو گویا شوہر نے شراب یا آزاد شخص کے عوض میں نکاح کر لیا (تو مہر مثل کی ادائیگی لازم ہوگی)۔

امام محمد یہ فرماتے ہیں: اصول یہ ہے: جس چیز کو مقرر کیا گیا ہے' اگر تو وہ اس چیز کی جنس سے ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا' تو معاہدے کا تعلق اس چیز کے ساتھ ہوگا جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' کیونکہ ذات کے اعتبار سے اصل طے شدہ چیز وہ ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وصف ذات کے تابع ہوتا ہے اس لیے اگر طے شدہ چیز اس چیز کی جنس کے خلاف ہو جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' تو عقد کا تعلق اس چیز سے ہوگا جسے طے کیا گیا ہے' کیونکہ طے شدہ چیز اس چیز کی مثل ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' نہ کہ اس کا تابع ہے' اور مقرر کرنا تعریف میں زیادہ بلیغ ہوتا ہے' کیونکہ وہ ماہیت کو بیان کر دیتا ہے' جبکہ اشارے کا تعلق

ذات کے تعارف سے ہوتا ہے۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا؟ جس شخص نے اس شرط پر کوئی نگینہ خرید اکہ وہ یاقوت ہے لیکن پھر وہ شیشہ نکل آیا تو جنس کے اختلاف کی وجہ سے وہ عقد منعقد نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس نے اس شرط پر اسے خریدا کہ وہ سرخ یاقوت ہے لیکن وہ سبز یاقوت نکلا تو جنس کے اتحاد کی وجہ سے عقد منعقد ہو جائے گا۔ اور ہمارے مسئلے میں نفع میں تفاوت کے کم ہونے کی وجہ سے آزاد اور غلام ایک ہی جنس شمار ہوں گے اور مقاصد میں تفاوت کی کثرت کی وجہ سے شراب اور سرکہ دو الگ الگ جنس ہیں۔

جب مشار الیہ میں مہر بننے کی صلاحیت معدوم ہو

﴿فَاِنْ تَزَوَّجَهَا عَلٰى هٰذَيْنِ الْعَبْدَيْنِ فَاِذَا اَحَدُهُمَا حُرٌّ فَلَيْسَ لَهَا اِلَّا الْبَاقِي اِذَا سَاوَى عَشَرَةَ دَرَاهِمَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾ لِاَنَّهُ مُسَمًّى، وَوُجُوْبُ الْمُسَمّٰى وَاِنْ قَلَّ يَمْنَعُ وُجُوْبَ مَهْرِ الْمِثْلِ ﴿وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: لَهَا الْعَبْدُ وَقِيْمَةُ الْحُرِّ عَبْدًا﴾ لِاَنَّهُ اَطْمَعَهَا سَلَامَةَ الْعَبْدَيْنِ وَعَجَزَ عَنْ تَسْلِيْمِ اَحَدِهِمَا فَتَجِبُ قِيْمَتُهُ ﴿وَقَالَ مُحَمَّدٌ﴾ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ ﴿لَهَا الْعَبْدُ الْبَاقِي وَتَمَامُ مَهْرِ مِثْلِهَا اِنْ كَانَ مَهْرُ مِثْلِهَا اَكْثَرَ مِنْ قِيْمَةِ الْعَبْدِ﴾ لِاَنَّهُمَا لَوْ كَانَا حُرَّيْنِ يَجِبُ تَمَامُ مَهْرِ الْمِثْلِ عِنْدَهُ فَاِذَا كَانَ اَحَدُهُمَا عَبْدًا يَجِبُ الْعَبْدُ وَتَمَامُ مَهْرِ الْمِثْلِ .

پس اگر مرد نے عورت کے ساتھ دو متعین غلاموں کے عوض میں شادی کی اور ان دونوں میں سے ایک شخص آزاد ہو تو عورت کو صرف باقی رہ جانے والا غلام ملے گا' جبکہ اس کی قیمت دس درہم کے مساوی ہو۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے' کیونکہ یہی چیز طے کی گئی ہے اور طے شدہ چیز کی ادائیگی واجب ہے' اگر وہ کم بھی ہو' تو وہ مہر مثل کے وجوب کو روک دے گا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں: اس عورت کو غلام ملے گا' اور آزاد شخص کی وہ قیمت ملے گی' اگر وہ غلام ہوتا (تو جو قیمت ہوتی)۔ اس کی وجہ یہ ہے: عورت کو دونوں غلاموں کے سلامت ہونے کا لالچ دے کر بعد میں ان میں سے ایک کی ادائیگی سے شوہر عاجز ہو گیا اس لیے اس کی قیمت کی ادائیگی واجب ہوگی۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے پورے مہر مثل تک بقیہ غلام اسے ملے گا اگر اس کا مہر مثل غلام کی قیمت سے زائد ہو' کیونکہ اگر وہ دونوں آزاد ہوتے تو بھی ان کے نزدیک پورے مہر مثل کی ادائیگی واجب ہوتی لہٰذا ان میں سے جب ایک غلام ہے' تو وہ غلام مہر مثل مکمل ہونے تک واجب ہوگا۔

اگر نکاحِ فاسد میں قاضی علیحدگی کروا دے

(وَاِذَا فَرَّقَ الْقَاضِيْ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ فَلَا مَهْرَ لَهَا)' لِاَنَّ الْمَهْرَ فِيْهِ لَا يَجِبُ بِمُجَرَّدِ الْعَقْدِ لِفَسَادِهِ، وَاِنَّمَا يَجِبُ بِاسْتِيْفَاءِ مَنَافِعِ الْبُضْعِ (وَكَذَا بَعْدَ الْخَلْوَةِ)' لِاَنَّ الْخَلْوَةَ فِيْهِ لَا يَثْبُتُ بِهَا التَّمَكُّنُ فَلَا تُقَامُ مَقَامَ الْوَطْئِ (فَاِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا لَا يُزَادُ عَلَى الْمُسَمّٰى) عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ هُوَ يَعْتَبِرُهُ بِالْبَيْعِ الْفَاسِدِ .وَلَنَا اَنَّ الْمُسْتَوْفٰى لَيْسَ بِمَالٍ وَاِنَّمَا يَتَقَوَّمُ بِالتَّسْمِيَةِ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى مَهْرِ الْمِثْلِ لَمْ تَجِبِ الزِّيَادَةُ لِعَدَمِ صِحَّةِ

التَّسْمِيَةِ، وَإِنْ نَقَصَتْ لَمْ تَجِبِ الزِّيَادَةُ عَلَى الْمُسَمّٰى لِانْعِدَامِ التَّسْمِيَةِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ، لِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ فِي نَفْسِهِ فَيَتَقَدَّرُ بَدَلُهُ بِقِيمَتِهِ

اور اگر کسی فاسد نکاح میں قاضی میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کروادے اور یہ دخول سے پہلے ہو تو عورت کو مہر نہیں ملے گا' کیونکہ اس صورت میں محض عقد کی وجہ سے مہر واجب نہیں ہوگا' کیونکہ وہ عقد فاسد ہے۔ مہر اس لیے واجب ہوتا ہے کہ بضع کے نفع کو حاصل کیا جاتا ہے اسی طرح خلوت کے بعد بھی یہ واجب نہیں ہوگا' کیونکہ ایسی خلوت میں مرد کا عورت پر قابض ہونا درست تصور نہیں ہوگا' کیونکہ مباشرت حرام ہے' لہٰذا ایسی خلوت' مباشرت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی' البتہ اگر مرد مباشرت کا ارتکاب کر لیتا ہے' تو عورت کو مہر مثل ملے گا' لیکن اس کے لئے یہ بات شرط ہے کہ وہ مہر مثل طے شدہ مہر سے زائد نہ ہو۔ امام زفر رحمہ اللہ کی رائے اس بارے میں مختلف ہے' وہ اس کو ''بیع فاسد'' پر قیاس کرتے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے: نکاح کی صورت میں مباشرت مال کے مرتبے میں نہیں ہوتی' بلکہ اس کی قیمت مقرر شدہ مہر سے متعین ہوتی ہے' لیکن جب طے شدہ مہر' مہر مثل سے زائد ہو' تو زیادہ ادائیگی واجب نہیں ہوگی' کیونکہ مذکورہ صورت میں طے کرنا ہی درست نہیں ہے اور اگر طے شدہ مہر' مہر مثل سے کم ہو' تو زیادہ ادائیگی بھی واجب نہیں ہوگی' کیونکہ عورت اسی مقرر شدہ مقدار پر راضی تھی۔ البتہ سودا کرنے کا حکم مختلف ہوتا ہے' کیونکہ وہ فی نفسہٖ مال متقوم ہے اور وہاں مال تجارت کی قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

عورت پر عدت کی ادائیگی لازم ہونے کا بیان

(وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ) إِلْحَاقًا لِلشُّبْهَةِ بِالْحَقِيقَةِ فِي مَوْضِعِ الِاحْتِيَاطِ وَتَحَرُّزًا عَنِ اشْتِبَاهِ النَّسَبِ. وَيُعْتَبَرُ ابْتِدَاؤُهَا مِنْ وَقْتِ التَّفْرِيقِ لَا مِنْ آخِرِ الْوَطَآتِ، هُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّهَا تَجِبُ بِاعْتِبَارِ شُبْهَةِ النِّكَاحِ وَرَفْعِهَا بِالتَّفْرِيقِ (وَيَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِهَا)، لِأَنَّ النَّسَبَ يُحْتَاطُ فِي إِثْبَاتِهِ إِحْيَاءً لِلْوَلَدِ فَيَتَرَتَّبُ عَلَى الثَّابِتِ مِنْ وَجْهٍ. وَتُعْتَبَرُ مُدَّةُ النَّسَبِ مِنْ وَقْتِ الدُّخُولِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، لِأَنَّ النِّكَاحَ الْفَاسِدَ لَيْسَ بِدَاعٍ إِلَيْهِ، وَالْإِقَامَةُ بِاعْتِبَارِهِ.

اور فاسد نکاح میں قاضی کے علیحدگی کروا دینے کے بعد عورت پر عدت کی ادائیگی واجب ہوگی یہاں پر شبہ کو حقیقت تسلیم کیا جائے گا تا کہ احتیاط ملحوظ خاطر رہے۔ نیز نسب میں کسی قسم کے اشتباہ کا امکان بھی باقی نہ رہے۔ اس عدت کا آغاز تفریق کے وقت سے کیا جائے گا' اس بارے میں آخری مباشرت کے وقت کا خیال نہیں رکھا جائے گا' اور یہی حکم درست ہے' کیونکہ جب عدت کا وجوب نکاح کے شبہ کی وجہ سے ہوا ہے' تو اس کا آغاز بھی نکاح زائل ہونے سے ہوگا۔ اگر (نکاح فاسد میں) عورت کے ہاں بچہ ہو جاتا ہے' تو اس بچے کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا' کیونکہ بچے کی بقاء اسی نسب کے ثبوت میں مضمر ہے' لہٰذا وہ ذہب' ایک حوالے سے اس نکاح پر مرتب ہو جائے گا۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک دخول کے وقت سے نسب کی مدت کا اعتبار کیا جائے گا' اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: کیونکہ فاسد نکاح کی وجہ سے مباشرت کی طرف میلان نہیں ہوتا لہٰذا نکاح کو مباشرت کا قائم مقام

قرار نہیں دیا جاسکتا جبکہ اقامت میں اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

مہر مثلی کی وضاحت میں فقہی بیان

قَالَ ﴿وَمَهْرُ مِثْلِهَا يُعْتَبَرُ بِاَخَوَاتِهَا وَعَمَّاتِهَا وَبَنَاتِ اَعْمَامِهَا﴾ لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: لَهَا مَهْرُ مِثْلِ نِسَائِهَا لَا وَكْسَ فِيْهِ وَلَا شَطَطَ "وَهُنَّ اَقَارِبُ الْاَبِ، وَلِاَنَّ الْاِنْسَانَ مِنْ جِنْسِ قَوْمِ اَبِيْهِ، وَقِيْمَةُ الشَّيْءِ اِنَّمَا تُعْرَفُ بِالنَّظَرِ فِيْ قِيْمَةِ جِنْسِهٖ

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس عورت کے مہر مثل میں اس کی بہنوں اس کی پھوپھیوں اس کی چچازاد بہنوں پر قیاس کیا جائے گا۔ اس کی دلیل حضرت ابن مسعود کا یہ فرمان ہے: "اس عورت کو اس (کے خاندان) کی خواتین کی مانند مہر ملے گا جس میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور کوئی اضافہ نہیں ہوگا" اس سے مراد باپ کی قوم خواتین ہیں کیونکہ انسان اپنے باپ کی قوم سے تعلق رکھتا ہے اور کسی بھی چیز کی قیمت کا جائزہ اس کی ہم جنس اشیاء کی قیمت سے لیا جاسکتا ہے۔

مہر مثل میں ماں اور خالہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا

﴿وَلَا يُعْتَبَرُ بِاُمِّهَا وَخَالَتِهَا اِذَا لَمْ تَكُوْنَا مِنْ قَبِيْلَتِهَا﴾ لِمَا بَيَّنَّا، فَاِنْ كَانَتِ الْاُمُّ مِنْ قَوْمِ اَبِيْهَا بِاَنْ كَانَتْ بِنْتَ عَمِّهٖ فَحِيْنَئِذٍ يُعْتَبَرُ بِمَهْرِهَا لِمَا اَنَّهَا مِنْ قَوْمِ اَبِيْهَا

اور مہر مثلی میں اس عورت کی ماں یا خالہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا' جب ان دونوں کا تعلق اس عورت کے قبیلے سے نہ ہو جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ لیکن اگر اس کی ماں کا تعلق اس کے باپ کی قوم سے ہو یعنی وہ ماں اس کے باپ کی چچازاد ہو' تو اس صورت میں اس ماں کے مہر کا اعتبار کیا جائے گا' اس کی وجہ یہ ہے: وہ اس عورت کے باپ کی قوم سے تعلق رکھتی ہے۔

مہر مثل میں کن باتوں کا خیال رکھا جائے گا

﴿وَيُعْتَبَرُ فِيْ مَهْرِ الْمِثْلِ اَنْ تَتَسَاوَى الْمَرْاَتَانِ فِي السِّنِّ وَالْجَمَالِ وَالْمَالِ وَالْعَقْلِ وَالدِّيْنِ وَالْبَلَدِ وَالْعَصْرِ﴾، لِاَنَّ مَهْرَ الْمِثْلِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ هٰذِهِ الْاَوْصَافِ، وَكَذَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الدَّارِ وَالْعَصْرِ قَالُوا: وَيُعْتَبَرُ التَّسَاوِيْ اَيْضًا فِي الْبَكَارَةِ، لِاَنَّهٗ يَخْتَلِفُ بِالْبَكَارَةِ وَالثُّيُوْبَةِ

اور مہر مثل میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا: دونوں عورتیں عمر' خوبصورتی' مال' عقل' دین' شہر اور زمانے کے اعتبار سے ہم پلہ ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے: مہر مثل ان اوصاف میں اختلاف کی وجہ سے مختلف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ملک اور زمانے کے اختلاف کی وجہ سے بھی یہ مختلف ہو جاتا ہے۔ فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے: اس بارے میں کنواری ہونے کے حوالے سے برابر ہونے کا بھی اعتبار کیا جائے گا' کیونکہ مہر مثل کنواری یا ثیبہ ہونے کی وجہ سے بھی مختلف ہو جاتا ہے۔

جب کسی کے مہر کا ضامن ولی بن جائے

﴿وَاِذَا ضَمِنَ الْوَلِیُّ الْمَهْرَ صَحَّ ضَمَانُهُ﴾ لِاَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْاِلْتِزَامِ وَقَدْ اَضَافَهٗ اِلٰی مَا یَقْبَلُهٗ فَیَصِحُّ ﴿ثُمَّ الْمَرْاَةُ بِالْخِیَارِ فِیْ مُطَالَبَتِهَا زَوْجَهَا اَوْ وَلِیَّهَا﴾ اعْتِبَارًا بِسَائِرِ الْکَفَالَاتِ، وَیَرْجِعُ الْوَلِیُّ اِذَا اَدّٰی عَلَی الزَّوْجِ اِنْ کَانَ بِاَمْرِہٖ کَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِی الْکَفَالَةِ، وَکَذٰلِكَ یَصِحُّ هٰذَا الضَّمَانُ وَاِنْ کَانَتِ الْمُزَوَّجَةُ صَغِیْرَةً، بِخِلَافِ مَا اِذَا بَاعَ الْاَبُ مَالَ الصَّغِیْرَةِ وَضَمِنَ الثَّمَنَ لِاَنَّ الْوَلِیَّ سَفِیْرٌ وَّمُعَبِّرٌ فِی النِّکَاحِ، وَفِی الْبَیْعِ عَاقِدٌ وَّمُبَاشِرٌ حَتّٰی تَرْجِعَ الْعُهْدَةُ عَلَیْهِ وَالْحُقُوْقُ اِلَیْهِ، وَیَصِحُّ اِبْرَاؤُهٗ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَیَمْلِكُ قَبْضَهٗ بَعْدَ بُلُوْغِهٖ، فَلَوْ صَحَّ الضَّمَانُ یَصِیْرُ ضَامِنًا لِنَفْسِهٖ وَوِلَایَةُ قَبْضِ الْمَهْرِ لِلْاَبِ بِحُکْمِ الْاُبُوَّةِ لَا بِاعْتِبَارِ اَنَّهٗ عَاقِدٌ اَلَاتَرٰی اَنَّهٗ لَا یَمْلِكُ الْقَبْضَ بَعْدَ بُلُوْغِهَا فَلَا یَصِیْرُ ضَامِنًا لِنَفْسِهٖ ۔

اور جب ولی مہر کا ضامن بن جائے تو اس کی ضمانت درست ہوگی' کیونکہ وہ اپنے اوپر کوئی چیز لازم کرنے کا اہل ہے اور اس نے اس چیز کی نسبت ایسی چیز کی طرف کی ہے' جو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے' تو ایسا کرنا درست ہوگا۔ پھر عورت کو یہ اختیار ہے: وہ اس کا مطالبہ اپنے شوہر سے کرے یا اپنے ولی سے کرے۔ دیگر تمام کفالات پر قیاس کرتے ہوئے (یہی حکم ہے)۔ ولی (شوہر سے وہ) رقم واپس لے سکتا ہے جب اس نے شوہر کی طرف سے ادائیگی کی ہو اگر یہ شوہر کی ہدایت کے تحت ہو' جیسا کہ کفالت میں رسم ہے۔ اسی طرح یہ ضمان درست شمار ہوگا جب بیوی نابالغ ہو۔ اس کے برخلاف جب باپ نابالغ بچے کا مال بیچ دے' تو وہ قیمت کا ضامن ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے: ولی نکاح میں سفیر اور ترجمان ہوتا ہے' جبکہ خرید و فروخت میں عاقد اور مباشر (یعنی براہ راست خرید و فروخت کرنے والا) ہوتا ہے یہاں ذمہ داری اسی کی طرف لوٹتی ہے اور حقوق اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک (خرید و فروخت میں) ولی کا (خریدار یا فروخت کنندہ کو) بری کرنا درست ہوگا اور وہ ولی ہی اس کی قیمت پر قبضہ کرے گا' اس (بچے کے) بالغ ہو جانے کے بعد' تو اگر ضمان کو درست تسلیم کر لیا جائے تو وہ اپنی ذات کے لئے ضامن ہوگا۔ جبکہ مہر پر قبضے کا تصور باپ کے لئے' اس لڑکی کے باپ ہونے کے اعتبار سے ہوتا ہے' اس حوالے سے نہیں ہوتا کہ وہ عقد کرنے والا ہے۔ کیا تم نے اس بات کا جائزہ نہیں لیا؟ وہ نابالغ بچی کے بالغ ہونے کے بعد اس مہر کو اپنے قبضے میں نہیں لے سکتا لہٰذا وہ اپنی ذات کے لئے ضامن نہیں ہوگا۔

عورت مہر وصول ہونے سے پہلے خود کو سپرد کرنے سے روک سکتی ہے

قَالَ (وَلِلْمَرْاَةِ اَنْ تَمْنَعَ نَفْسَهَا حَتّٰی تَاْخُذَ الْمَهْرَ وَتَمْنَعَهٗ اَنْ یُّخْرِجَهَا) اَیْ یُسَافِرَ بِهَا لِیَتَعَیَّنَ حَقُّهَا فِی الْبَدَلِ کَمَا تَعَیَّنَ حَقُّ الزَّوْجِ فِی الْمُبْدَلِ فَصَارَ کَالْبَیْعِ، وَلَیْسَ لِلزَّوْجِ اَنْ یَّمْنَعَهَا مِنَ السَّفَرِ وَالْخُرُوْجِ مِنْ مَّنْزِلِهٖ وَزِیَارَةِ اَهْلِهَا حَتّٰی یُوَفِّیَهَا الْمَهْرَ کُلَّهٗ: اَیِ الْمُعَجَّلَ مِنْهُ لِاَنَّ حَقَّ

الْحَبْسِ لِاسْتِيفَاءِ الْمُسْتَحَقِّ، وَلَيْسَ لَهُ حَقُّ الْاِسْتِيفَاءِ قَبْلَ الْإِيفَاءِ، وَلَوْ كَانَ الْمَهْرُ كُلُّهُ مُؤَجَّلًا لَيْسَ لَهَا اَنْ تَمْنَعَ نَفْسَهَا لِإِسْقَاطِهَا حَقَّهَا بِالتَّاجِيلِ كَمَا فِي الْبَيْعِ .فِيهِ خِلَافُ اَبِي يُوسُفَ، وَاِنْ دَخَلَ بِهَا فَكَذٰلِكَ الْجَوَابُ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا: لَيْسَ لَهَا اَنْ تَمْنَعَ نَفْسَهَا .وَالْخِلَافُ فِيمَا اِذَا كَانَ الدُّخُولُ بِرِضَاهَا حَتّٰى لَوْ كَانَتْ مُكْرَهَةً اَوْ كَانَتْ صَبِيَّةً اَوْ مَجْنُونَةً لَا يَسْقُطُ حَقُّهَا فِي الْحَبْسِ بِالْاِتِّفَاقِ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ الْخَلْوَةُ بِهَا بِرِضَاهَا .وَيَبْتَنِي عَلٰى هٰذَا اسْتِحْقَاقُ النَّفَقَةِ .لَهُمَا اَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ كُلَّهُ قَدْ صَارَ مُسَلَّمًا اِلَيْهِ بِالْوَطْاَةِ الْوَاحِدَةِ وَبِالْخَلْوَةِ، وَلِهٰذَا يَتَاَكَّدُ بِهَا جَمِيعُ الْمَهْرِ فَلَمْ يَبْقَ لَهَا حَقُّ الْحَبْسِ، كَالْبَائِعِ اِذَا سَلَّمَ الْمَبِيعَ .وَلَهُ اَنَّهَا مَنَعَتْ مِنْهُ مَا قَابَلَ الْبَدَلَ' لِاَنَّ كُلَّ وَطْاَةٍ تَصَرُّفٌ فِي الْبُضْعِ الْمُحْتَرَمِ فَلَا يُخْلٰى عَنِ الْعِوَضِ اِبَانَةً لِخَطَرِهِ، وَالتَّاكِيدُ بِالْوَاحِدَةِ لِجَهَالَةِ مَا وَرَاءَهَا فَلَا يَصْلُحُ مُزَاحِمًا لِلْمَعْلُومِ .ثُمَّ اِذَا وُجِدَ اٰخَرُ وَصَارَ مَعْلُومًا تَحَقَّقَتِ الْمُزَاحَمَةُ وَصَارَ الْمَهْرُ مُقَابَلًا بِالْكُلِّ كَالْعَبْدِ اِذَا جَنٰى جِنَايَةً يَدْفَعُ كُلُّهُ بِهَا، ثُمَّ اِذَا جَنٰى جِنَايَةً اُخْرٰى وَاُخْرٰى يَدْفَعُ بِجَمِيعِهَا، وَاِذَا اَوْفَاهَا مَهْرَهَا نَقَلَهَا اِلٰى حَيْثُ شَاءَ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (اَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ)(١)، وَقِيلَ لَا يُخْرِجُهَا اِلٰى بَلَدٍ غَيْرِ بَلَدِهَا' لِاَنَّ الْغَرِيبَ يُؤْذٰى وَفِي قُرَى الْمِصْرِ الْقَرِيبَةِ لَا تَتَحَقَّقُ الْغُرْبَةُ .(١) الآية رقم ٦ من سورة الطلاق

(امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس عورت کو یہ حق حاصل ہے' وہ اپنے آپ کو (شوہر کے سپرد کرنے سے) اس وقت تک روکے رکھے جب تک وہ مہر وصول نہیں کر لیتی اور وہ شوہر کو اس بات سے بھی روک دے کہ وہ اسے (اس کے شہر سے) باہر لے جائے' یعنی اسے ساتھ لے کر سفر کرے' اس کی وجہ یہ ہے: بدل میں حق متعین ہو جائے جس طرح مبدل (یعنی عورت کی بضع میں) شوہر کا حق متعین ہو گیا ہے اور یہ سودے کی طرح ہو جائے۔ شوہر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اسے سفر سے روکے' یا اپنے گھر سے نکلنے سے روکے' یا اس کے گھر والوں سے ملنے جلنے سے روکے' جب تک وہ اس کا پورا مہر ادا نہیں کر دیتا' وہ مہر جو معجّل ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے: گھر میں روکے رکھنے کا حق' مستحق کو وصول کرنے کی خاطر ہے اور مہر کی ادائیگی سے پہلے وہ اس وصولی کا حق نہیں رکھے گا۔ اگر مہر مؤجل ہو' تو عورت کو یہ حق نہیں ہوگا' وہ اپنی ذات سے روکے' کیونکہ اس نے اپنے حق کو مہلت دے کر خود ساقط کر دیا ہے' جیسا کہ سودے میں ہوتا ہے۔ اس بارے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے۔ اگر مرد اس عورت کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے' تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی جواب ہوگا۔

صاحبین: یہ کہتے ہیں: عورت کو یہ حق نہیں ہوگا' وہ ذات سے (شوہر کو) روکے۔ اختلاف اس صورت میں ہے: جب وہ صحبت عورت کی رضامندی کے ساتھ ہوئی ہو' لیکن اگر اس کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو' تو وہ نابالغ بچی ہو یا پاگل ہو' تو حبس (گھر میں روکے

رکھنے) کے بارے بالاتفاق عورت کا حق ساقط نہیں ہوگا۔ اسی استحقاق کی بنیاد پر عورت کی رضامندی کے ساتھ خلوت کے بارے میں اختلاف ہے۔ خرچ کے استحقاق کی بنیاد بھی اسی اختلاف کے پیش نظر ہوگی۔

صاحبین: یہ کہتے ہیں: جس چیز کے بارے میں عقد کیا گیا تھا' وہ ساری کی ساری ایک وطی یا خلوت کے ذریعے سپرد کردی گئی ہے اسی لیے ان دونوں کے نتیجے میں پورا مہر مؤکد ہو جاتا ہے' لہٰذا عورت کے لئے حبس کا حق باقی نہیں رہے گا' جیسا کہ فروخت کرنے والا شخص اگر فروخت شدہ سامان کو (خریدار کے) سپرد کردے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: عورت نے شوہر سے اس چیز کو روکا ہے' جو بدل کے مقابلے میں ہے' کیونکہ ہر ایک وطی' قابل احترام عضو میں تصرف کرنا ہے' لہٰذا اسے عوض سے خارج نہیں کیا جا سکتا تاکہ اس کی عظمت کا اظہار کیا جا سکے۔ ایک وطی کے ذریعے مہر کا مؤکد ہو جانا اس کے علاوہ مجہول ہونے کی وجہ سے ہے' اس لئے یہ معلوم شدہ چیز کے مدمقابل ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا' تو پھر جب دوسری مرتبہ وطی پائی گئی' تو اب یہ معلوم ہو گیا' تو اس صورت میں مزاحمت مستحق ہو جائے گی' اور یہ مہر ان سب کے مدمقابل آ جائے گا۔ جیسا کہ اگر کوئی غلام کسی جنائت کا ارتکاب کرتا ہے' تو اس کے بدلے میں اس پورے کے پورے غلام کو دے دیا جائے گا' لیکن اگر وہ دوسری مرتبہ بھی جنائت کرتا ہے تیسری مرتبہ بھی جنائت کا ارتکاب کرتا ہے' تو ان سب کے مقابلے میں اسے ایک ہی مرتبہ سپرد کیا جائے گا۔ جب مرد' عورت کا پورا مہر ادا کر دیتا ہے' تو وہ اسے جہاں چاہے منتقل کر سکتا ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''ان کو وہیں رہائش دو جہاں تم رہتے ہو''۔ ایک قول کے مطابق مرد اس عورت کو اس کے شہر سے نکال کر' دوسرے شہر میں نہیں لے جا سکتا کیونکہ اجنبیت کی صورت میں عورت کو اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے' تاہم شہر کے قریبی آبادیوں میں یہ اجنبیت متحقق نہیں ہوتی۔

اگر میاں بیوی کے درمیان مہر کے بارے میں اختلاف ہو جائے

قَالَ (وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَاَةً ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الْمَهْرِ) فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمَرْاَةِ اِلٰى مَهْرِ مِثْلِهَا، وَالْقَوْلُ قَوْلُ الزَّوْجِ فِيْمَا زَادَ عَلٰى مَهْرِ الْمِثْلِ، وَاِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا فَالْقَوْلُ قَوْلُهٗ فِي نِصْفِ الْمَهْرِ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: الْقَوْلُ قَوْلُهٗ قَبْلَ الطَّلَاقِ وَبَعْدَهٗ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيَ بِشَيْءٍ قَلِيْلٍ، وَمَعْنَاهُ مَا لَا يُتَعَارَفُ مَهْرًا لَهَا هُوَ الصَّحِيْحُ. لِاَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّ الْمَرْاَةَ تَدَّعِي الزِّيَادَةَ وَالزَّوْجُ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ مَعَ يَمِيْنِهٖ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيَ بِشَيْءٍ يُكَذِّبُهُ الظَّاهِرُ فِيْهِ، وَهٰذَا' لِاَنَّ تَقَوُّمَ مَنَافِعِ الْبُضْعِ ضَرُوْرِيٌّ، فَمَتٰى اَمْكَنَ اِيْجَابُ شَيْءٍ مِنَ الْمُسَمّٰى لَا يُصَارُ اِلَيْهِ. وَلَهُمَا اَنَّ الْقَوْلَ فِي الدَّعَاوٰى قَوْلُ مَنْ يَّشْهَدُ لَهُ الظَّاهِرُ، وَالظَّاهِرُ شَاهِدٌ لِمَنْ يَّشْهَدُ لَهٗ مَهْرُ الْمِثْلِ' لِاَنَّهٗ هُوَ الْمُوْجِبُ الْاَصْلِيُّ فِيْ بَابِ النِّكَاحِ، وَصَارَ كَالصَّبَّاغِ مَعَ رَبِّ الثَّوْبِ اِذَا اخْتَلَفَا فِيْ مِقْدَارِ الْاَجْرِ يَحْكُمُ فِيْهِ الْقِيْمَةَ الصَّبْغَ. ثُمَّ ذَكَرَ هَاهُنَا اَنَّ بَعْدَ الطَّلَاقِ قَبْلَ

الدُّخُولِ الْقَوْلَ قَوْلُهُ فِي نِصْفِ الْمَهْرِ، وَهٰذَا رِوَايَةُ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَالْأَصْلِ، وَذَكَرَ فِي الْجَامِعِ الْكَبِيرِ أَنَّهُ يُحَكِّمُ مُتْعَةَ مِثْلِهَا وَهُوَ قِيَاسُ قَوْلِهِمَا، لِأَنَّ الْمُتْعَةَ مُوجَبَةٌ بَعْدَ الطَّلَاقِ كَمَهْرِ الْمِثْلِ قَبْلَهُ فَتُحَكَّمُ كَهُوَ. وَوَجْهُ التَّوْفِيقِ أَنَّهُ وَضَعَ الْمَسْأَلَةَ فِي الْأَصْلِ فِي الْأَلْفِ وَالْأَلْفَيْنِ، وَالْمُتْعَةُ لَا تَبْلُغُ هٰذَا الْمَبْلَغَ فِي الْعَادَةِ فَلَا يُفِيدُ تَحْكِيمُهَا، وَوَضَعَهَا فِي الْجَامِعِ الْكَبِيرِ فِي الْعَشَرَةِ وَالْمِائَةِ وَمُتْعَةُ مِثْلِهَا عِشْرُونَ فَيُفِيدُ تَحْكِيمُهَا، وَالْمَذْكُورُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ سَاكِتٌ عَنْ ذِكْرِ الْمِقْدَارِ فَيُحْمَلُ عَلَى مَا هُوَ الْمَذْكُورُ فِي الْأَصْلِ. وَشَرْحُ قَوْلِهِمَا فِيمَا إِذَا اخْتَلَفَا فِي حَالِ قِيَامِ النِّكَاحِ أَنَّ الزَّوْجَ إِذَا ادَّعَى الْأَلْفَ وَالْمَرْأَةُ الْأَلْفَيْنِ، فَإِنْ كَانَ مِنْ مَهْرِ مِثْلِهَا أَلْفًا أَوْ أَقَلَّ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ، وَإِنْ كَانَ أَلْفَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا، وَأَيُّهُمَا أَقَامَ الْبَيِّنَةَ فِي الْوَجْهَيْنِ تُقْبَلُ. وَإِنْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ تُقْبَلُ بَيِّنَتُهَا، لِأَنَّهَا تُثْبِتُ الزِّيَادَةَ. وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي بَيِّنَتُهُ، لِأَنَّهَا تُثْبِتُ الْحَطَّ، وَإِنْ كَانَ مَهْرُ مِثْلِهَا أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ تَحَالَفَا، وَإِذَا حَلَفَا يَجِبُ أَلْفٌ وَخَمْسُمِائَةٍ. هٰذَا تَخْرِيجُ الرَّازِيِّ(١). وَقَالَ الْكَرْخِيُّ: يَتَحَالَفَانِ فِي الْفُصُولِ الثَّلَاثَةِ ثُمَّ يُحَكَّمُ مَهْرُ الْمِثْلِ بَعْدَ ذٰلِكَ،

اور جو شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرے اور پھر ان دونوں کے درمیان مہر کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو مہر مثل سے جو رقم زائد ہو اس بارے میں شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ اگر مرد عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دیتا ہے تو نصف مہر کے بارے میں مرد کا قول معتبر ہوگا یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: طلاق سے پہلے یا طلاق کے بعد اس بارے میں مرد کا قول معتبر ہوگا۔ البتہ اگر وہ بہت تھوڑی سی مقدار کا دعویٰ کرے (تو معتبر نہیں ہوگا) اس سے مراد یہ ہے: اتنی مقدار ہو جو عرف میں عورت کا مہر نہ ہوتی ہو اور یہی رائے صحیح ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: عورت نے اضافے کا دعویٰ کیا ہے اور شوہر نے اس کا انکار کیا ہے تو انکار کرنے والے شخص کا قول معتبر ہوتا ہے جبکہ وہ ساتھ قسم بھی اٹھائے البتہ اگر وہ ایسی چیز کا دعویٰ کرے جس کی ظاہر نفی کر رہا ہو (تو حکم مختلف ہوتا ہے)۔ اس کی وجہ یہ ہے: بضع کے منافع کو قیمتی قرار دینا ضروری ہے تو جب طے شدہ چیز میں سے کسی بھی چیز کو واجب کرنا ممکن ہو تو مہر مثل کی ضرورت نہیں رہے گی۔ طرفین کی دلیل یہ ہے: دعویٰ جات میں اس شخص کا قول معتبر ہوتا ہے جس کے حق میں ظاہر گواہی دے رہا ہو اور ظاہر اس شخص کے حق میں گواہی دے رہا ہے جس کے حق میں مہر مثل گواہی دے رہا ہے کیونکہ نکاح کے باب میں اصل کے اعتبار سے یہی واجب ہے۔ اس کی مثال رنگ ریز اور کپڑے کے مالک کی طرح ہو جائے گی جب اجرت کی مقدار کے بارے میں ان دونوں میں اختلاف ہو تو اس میں رنگ کی قیمت کو حکم بنایا جائے گا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے یہاں متن میں یہ بات ذکر کی ہے: دخول سے پہلے طلاق کی صورت میں نصف مہر کے بارے میں مرد کی بات کو تسلیم کیا جائے گا یہ روایت ''الجامع الصغیر'' اور کتاب ''الاصل'' (یعنی

المبسوط) میں مذکور ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''الجامع الکبیر'' میں یہ بات نقل کی ہے: دخول سے پہلے طلاق کی صورت میں عورت کے لیے متاع مثل کا حکم دیا جائے گا۔ طرفین کا یہ قول قیاس پر مبنی معلوم ہوتا ہے' کیونکہ دخول سے پہلے طلاق کے بعد متعہ واجب ہوتا ہے جس طرح طلاق سے پہلے مہر مثل واجب ہوتا ہے' تو اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو اس کا ہے۔ توفیق کی صورت یہ ہے: انہوں نے ''کتاب الاصل'' (یعنی المبسوط) میں مسئلے کی بنیاد ایک ہزار اور دو ہزار پر رکھی ہے اور عام عرف کے اعتبار سے متاع اس حد تک نہیں پہنچتا' تو اسے حکم قرار دینا فائدہ مند نہیں ہوگا' جبکہ ''الجامع الکبیر'' میں انہوں نے اس مسئلے کی بنیاد دس اور ''ایک سو'' پر رکھی ہے' تو اگر عورت کا متاع مثل بیس ہو' تو اس صورت میں اسے حکم قرار دینا درست ہوگا۔ ''الجامع الصغیر'' میں جو منقول ہے اس میں مقدار کا تذکرہ نہیں ہے' لہٰذا اس کو بھی اسی صورت پر محمول کیا جائے گا جس کا ذکر ''کتاب الاصل'' میں ہوا ہے۔ ان دونوں کے قول کی شرح اس صورت میں ہوگی' جب نکاح کے قیام کے وقت میاں بیوی کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہو جائے کہ شوہر ایک ہزار کا دعویدار ہو اور عورت دو ہزار کی دعویدار ہو' تو اگر مہر مثل ایک ہزار ہو یا اس سے کم ہو' تو اس بارے میں مرد کا قول معتبر ہوگا اور اگر دو ہزار ہو یا اس سے زیادہ ہو' تو اس بارے میں عورت کا قول معتبر ہوگا اور ان دونوں میں سے جو بھی ان دونوں صورتوں میں سے جس صورت میں بھی ثبوت پیش کر دے گا اسے قبول کر لیا جائے گا۔

اگر فریقین میں سے ہر ایک اپنے دعوے کا ثبوت پہلی صورت کے بارے میں پیش کرے' تو عورت کے گواہوں کی گواہی مانی جائے گی' کیونکہ یہ اضافے کو ثابت کر رہی ہے اور اگر دوسری صورت کے بارے میں ثبوت پیش کرے' تو اس بارے میں مرد کے گواہوں کی گواہی معتبر ہوگی' کیونکہ اس کے ذریعے مہر میں کمی ثابت ہو رہی ہے۔ لیکن اگر مہر مثل ڈیڑھ ہزار ہو' تو دونوں سے قسم لی جائے گی جب وہ دونوں قسم اٹھا لیں گے تو ڈیڑھ ہزار کی ادائیگی لازم ہوگی یہ تخریج امام رازی کی ہے۔ امام کرخی یہ فرماتے ہیں: تینوں صورتوں میں قسم لی جائے گی' اور قسم کے بعد مہر مثل کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔

اگر اختلاف طے شدہ مقدار کے بارے میں ہو جائے

وَلَوْ كَانَ الْاِخْتِلَافُ فِي اَصْلِ الْمُسَمّٰى يَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ بِالْاِجْمَاعِ' لِاَنَّهُ هُوَ الْاَصْلُ عِنْدَهُمَا، وَعِنْدَهُ تَعَذَّرَ الْقَضَاءِ بِالْمُسَمّٰى فَيُصَارُ اِلَيْهِ، وَلَوْ كَانَ الْاِخْتِلَافُ بَعْدَ مَوْتِ اَحَدِهِمَا فَالْجَوَابُ فِيْهِ كَالْجَوَابِ فِي حَيَاتِهِمَا' لِاَنَّ اعْتِبَارَ مَهْرِ الْمِثْلِ لَا يَسْقُطُ بِمَوْتِ اَحَدِهِمَا،

اور جب اختلاف اصل طے شدہ مہر کے بارے میں ہو' تو پھر اس کے ساتھ مہر مثل واجب ہوگا' کیونکہ طرفین کے نزدیک وہ مہر مثل ہی اصل ہوتا ہے۔ جبکہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کیونکہ طے شدہ مہر کے بارے میں فیصلہ کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے مہر مثل کے حوالے سے فیصلہ کیا جائے گا۔

اگر یہ اختلاف فریقین میں سے کسی ایک کے انتقال کے بعد ہو' تو اس صورت میں بھی وہی جواب ہوگا جو دونوں کی زندگی میں جواب ہوتا' کیونکہ مہر مثل کا اعتبار کرنا فریقین میں سے کسی ایک کی موت کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا۔

اگر اختلاف میاں بیوی دونوں کے انتقال کے بعد ہو جائے

وَلَوْ كَانَ الِاخْتِلَافُ بَعْدَ مَوْتِهِمَا فِي الْمِقْدَارِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ وَرَثَةِ الزَّوْجِ عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ، وَلَا يُسْتَثْنَى الْقَلِيْلُ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ الْجَوَابُ فِيْهِ كَالْجَوَابِ فِي حَالَةِ الْحَيَاةِ، وَاِنْ كَانَ فِي اَصْلِ الْمُسَمّٰى فَعِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ الْقَوْلُ قَوْلُ مَنْ اَنْكَرَهُ، فَالْحَاصِلُ اَنَّهُ لَا حُكْمَ لِمَهْرِ الْمِثْلِ عِنْدَهُ بَعْدَ مَوْتِهِمَا عَلٰى مَا نُبَيِّنُهُ مِنْ بَعْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

اور جب مقدار میں اختلاف ان دونوں کی موت کے بعد ہوتا ہے تو اس بارے میں شوہر کے ورثاء کا قول معتبر ہوگا یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور انہوں نے اس بارے میں تھوڑی (مقدار) کا استثنیٰ نہیں کیا۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرد کے ورثاء کا قول معتبر ہوگا' لیکن اگر وہ تھوڑی سی مقدار کا دعویٰ کرتے ہیں (تو معتبر نہیں ہوگا)۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس بارے میں وہی جواب ہوگا جو زندگی کی حالت میں جواب ہوتا اگر یہ اختلاف اصل طے شدہ مہر کے بارے میں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس شخص کا قول معتبر ہوگا جس نے اس کا انکار کیا ہو۔ حاصل کلام یہ ہے: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مہر مثل حکم نہیں ہوگا' جیسا کہ اس کے بعد ہم عنقریب اس بات کو بیان کریں گے' اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

میاں بیوی کے انتقال کے بعد عورت کے ورثاء مہر وصول کریں گے

قَالَ ﴿وَاِذَا مَاتَ الزَّوْجَانِ وَقَدْ سَمّٰى لَهَا مَهْرًا فَلِوَرَثَتِهَا اَنْ يَّاْخُذُوْا ذٰلِكَ مِنْ مِيْرَاثِ الزَّوْجِ، وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ سَمّٰى لَهَا مَهْرًا فَلَا شَيْءَ لِوَرَثَتِهَا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ. وَقَالَا: لِوَرَثَتِهَا الْمَهْرُ فِي الْوَجْهَيْنِ﴾ مَعْنَاهُ الْمُسَمّٰى فِي الْوَجْهِ الْاَوَّلِ وَمَهْرُ الْمِثْلِ فِي الْوَجْهِ الثَّانِي، اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّ الْمُسَمّٰى دَيْنٌ فِي ذِمَّتِهِ وَقَدْ تَاَكَّدَ بِالْمَوْتِ فَيُقْضٰى مِنْ تَرِكَتِهِ، اِلَّا اِذَا عُلِمَ اَنَّهَا مَاتَتْ اَوَّلًا فَيَسْقُطُ نَصِيْبُهُ مِنْ ذٰلِكَ. وَاَمَّا الثَّانِي فَوَجْهُ قَوْلِهِمَا اَنَّ مَهْرَ الْمِثْلِ صَارَ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهِ كَالْمُسَمّٰى فَلَا يَسْقُطُ بِالْمَوْتِ كَمَا اِذَا مَاتَ اَحَدُهُمَا. وَلِاَبِي حَنِيْفَةَ اَنَّ مَوْتَهُمَا يَدُلُّ عَلَى انْقِرَاضِ اَقْرَانِهِمَا فَبِمَهْرِ مَنْ يُقَدِّرُ الْقَاضِي مَهْرَ الْمِثْلِ

جب میاں بیوی فوت ہو جاتے ہیں اور شوہر عورت کا مہر مقرر کر چکا تھا' تو عورت کے ورثاء کو یہ حق حاصل ہے کہ شوہر کی وراثت میں سے اسے وصول کر لیں اور اگر اس نے عورت کا مہر مقرر نہیں کیا تھا' تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ورثاء کو کچھ نہیں ملے گا۔ جبکہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما یہ فرماتے ہیں: دونوں صورتوں میں عورت کے ورثاء کو مہر ملے گا۔ اس سے مراد یہ ہے: پہلی صورت میں طے شدہ ملے گا' اور دوسری صورت میں مہر مثل ملے گا۔ جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے' تو اس کی وجہ یہ ہے: طے شدہ مقدار مرد کے ذمے قرض ہے اور موت کی وجہ سے وہ مزید پختہ ہو جائے گا' لہٰذا اس کے ترکے میں سے اسے ادا کیا جائے گا' البتہ اگر یہ پتہ چل جائے کہ عورت کا انتقال پہلے ہو گیا تھا' تو اس مہر میں سے اس مرد کا (وراثت میں حصہ) ساقط ہو جائے گا۔ جہاں تک

دوسری صورت کا تعلق ہے تو صاحبین کے قول کی وجہ یہی ہے مہر مثل بھی مرد کے ذمے قرض ہے جیسے طے شدہ مہر قرض ہوتا ہے اس لیے وہ موت کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگا جیسا کہ اگران دونوں میں سے ایک فوت ہو جاتا (تو بھی یہی حکم تھا)۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: ان دونوں کا مر جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں کا تعلق ختم ہوگیا ہے تو قاضی کس کے مہر کے ساتھ مہر مثل کا فیصلہ کرے گا۔

اگر کسی چیز کے مہر یا تحفہ ہونے کے بارے میں اختلاف ہو جائے

﴿وَمَنْ بَعَثَ اِلٰی امْرَاَتِهٖ شَیْئًا فَقَالَتْ هُوَ هَدِیَّةٌ وَقَالَ الزَّوْجُ هُوَ مِنَ الْمَهْرِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهٗ﴾، لِاَنَّهٗ هُوَ الْمُمَلِّكُ فَكَانَ اَعْرَفَ بِجِهَةِ التَّمْلِیْكِ، كَیْفَ وَاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّهٗ یَسْعٰی فِیْ اِسْقَاطِ الْوَاجِبِ۔

جو شخص اپنی بیوی کی طرف کوئی چیز بھیجے اور عورت کہے: وہ ہدیہ تھا اور مرد یہ کہے: وہ مہر تھا تو اس بارے میں مرد کا قول معتبر ہوگا کیونکہ ملکیت میں دینے والی شخصیت مرد کی ہے اس لئے وہ زیادہ جانتا ہے کہ وہ کس حوالے سے مالک بنا رہا ہے پھر یہ بات بھی قابل غور ہے: بظاہر یہی ہونا چاہئے کہ وہ اپنے ذمے ادائیگی کو ادا کرنے کی کوشش کرے۔

اناج کے بارے میں مہر یا تحفہ ہونے کا اختلاف

قَالَ ﴿اِلَّا فِی الطَّعَامِ الَّذِیْ یُؤْكَلُ فَاِنَّ الْقَوْلَ قَوْلُهَا﴾ وَالْمُرَادُ مِنْهُ مَا یَكُوْنُ مُهَیَّاً لِلْاَكْلِ، لِاَنَّهٗ یَتَعَارَفُ هَدِیَّةً، فَاَمَّا فِی الْحِنْطَةِ وَالشَّعِیْرِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهٗ لِمَا بَیَّنَّا، وَقِیْلَ مَا یَجِبُ عَلَیْهِ مِنَ الْخِمَارِ وَالدِّرْعِ وَغَیْرِهِمَا لَیْسَ لَهٗ اَنْ یَّحْتَسِبَهٗ مِنَ الْمَهْرِ، لِاَنَّ الظَّاهِرَ یُكَذِّبُهٗ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

فرمایا: البتہ اناج کا حکم مختلف ہے یعنی وہ اناج جسے کھایا جاتا ہے اس بارے میں عورت کا قول معتبر ہوگا اس سے مراد وہ چیز ہے جو کھانے کے لئے تیار ہو کیونکہ اس طرح کی چیزیں عام طور پر تحفے کے طور پر بھیجی جاتی ہیں۔ جہاں تک گندم اور جو کا تعلق ہے اس بارے میں مرد کا قول معتبر ہوگا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ایک قول کے مطابق جن اشیاء کی ادائیگی مرد کے ذمے لازم ہوتی ہے جیسے دوپٹہ قمیض اور دوسرے کپڑے انہیں مہر شمار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ظاہر اس کی تکذیب کر رہا ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل کفار کے نکاح کے بیان میں ہے﴾

نکاح کفار والی فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف نے اس سے پہلے احکام نکاح سے مسلمانوں سے متعلق ہیں ان کو بیان کیا ہے کیونکہ احکام شرع کے اصول وہی یعنی مسلمانوں سے متعلق ہیں۔ اور اصول شرعیہ ہمیشہ فروع شرعیہ سے مقدم ہیں لہٰذا اسی تقدم کے پیش نظر مصنف نے اہل اسلام کے نکاحوں سے متعلق احکام ذکر کیے ہیں۔ اور اس کے بعد نکاح کے احکام جو کفار سے متعلق ہیں ان کو بیان کریں گے۔ نکاح چونکہ معاملہ ہے اور معاملات میں کفار تابع ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص ۵۰، بیروت)

غیر مسلموں کے نکاح کا حکم

امام علی بن حسام متقی ہندی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت زہری نے مرسلا روایت کیا ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں کچھ عورتیں اسلام لائیں اور ان کے شوہر کافر تھے پھر جب شوہر بھی مسلمان ہو گئے، تو اسی پہلے نکاح کے ساتھ یہ عورتیں ان کو واپس کی گئیں۔ یعنی جدید نکاح نہ کیا گیا۔ (کنز عمال، رقم الحدیث ۴۵۸۴۲)

عیسائی شخص کا مردار کو مہر مقرر کرنا

(وَاِذَا تَزَوَّجَ النَّصْرَانِيُّ نَصْرَانِيَّةً عَلٰى مَيْتَةٍ اَوْ عَلٰى غَيْرِ مَهْرٍ وَذٰلِكَ فِي دِيْنِهِمْ جَائِزٌ فَدَخَلَ بِهَا اَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا اَوْ مَاتَ عَنْهَا فَلَيْسَ لَهَا مَهْرٌ، وَكَذٰلِكَ الْحَرْبِيَّانِ فِي دَارِ الْحَرْبِ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَهُوَ قَوْلُهُمَا فِي الْحَرْبِيَّيْنِ .

جب کوئی عیسائی مرد کسی عیسائی عورت کے ساتھ کسی مردار کے (مہر ہونے) کی شرط پر یا مہر کے بغیر شادی کر لے اور ایسا کرنا ان کے دین میں جائز ہو اور پھر وہ اس کے ساتھ صحبت کر لے یا صحبت کرنے سے پہلے اس کو طلاق دیدے یا اسے چھوڑ کر مر جائے تو عورت کو کوئی مہر نہیں ملے گا۔ دار حرب میں حربی میاں بیوی کا بھی یہی حکم ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے اور حربیوں کے بارے میں صاحبین کی بھی یہی رائے ہے۔

ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کے نکاح کے فقہی احکام

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ

عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَ اٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَ لْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔ (ممتحنہ،۱۰)

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرلو اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے پھر اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال اور ان کے کافر شوہروں کو دے دو جو ان کا خرچ ہوا اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرلو۔ جب ان کے مہر انہیں دو۔ اور کافرنیوں کے نکاح پر جمے نہ رہو۔ اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا۔ اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

ذمیہ عورت کے مہر مثلی کا بیان

وَاَمَّا فِي الذِّمِّيَّةِ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا اِنْ مَاتَ عَنْهَا اَوْ دَخَلَ بِهَا وَالْمُتْعَةُ اِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا ۔وَقَالَ زُفَرُ: لَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ فِي الْحَرْبِيَّيْنِ اَيْضًا ۔لَهٗ اَنَّ الشَّرْعَ مَا شَرَعَ ابْتِغَاءَ النِّكَاحِ اِلَّا بِالْمَالِ، وَهٰذَا الشَّرْعُ وَقَعَ عَامًّا فَيَثْبُتُ الْحُكْمُ عَلَى الْعُمُوْمِ ۔وَلَهُمَا اَنَّ اَهْلَ الْحَرْبِ غَيْرُ مُلْتَزِمِيْنَ اَحْكَامَ الْاِسْلَامِ، وَوِلَايَةُ الْاِلْزَامِ مُنْقَطِعَةٌ لِتَبَايُنِ الدَّارِ، بِخِلَافِ اَهْلِ الذِّمَّةِ لِاَنَّهُمْ الْتَزَمُوْا اَحْكَامَنَا فِيْمَا يَرْجِعُ اِلَى الْمُعَامَلَاتِ كَالرِّبَا وَالزِّنَا، وَوِلَايَةُ الْاِلْزَامِ مُتَحَقِّقَةٌ لِاتِّحَادِ الدَّارِ ۔وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ اَهْلَ الذِّمَّةِ لَا يَلْتَزِمُوْنَ اَحْكَامَنَا فِي الدِّيَانَاتِ وَفِيْمَا يَعْتَقِدُوْنَ خِلَافَهٗ فِي الْمُعَامَلَاتِ، وَوِلَايَةُ الْاِلْزَامِ بِالسَّيْفِ وَبِالْمُحَاجَّةِ وَكُلُّ ذٰلِكَ مُنْقَطِعٌ عَنْهُمْ بِاعْتِبَارِ عَقْدِ الذِّمَّةِ، فَاِنَّا اُمِرْنَا بِاَنْ نَتْرُكَهُمْ وَمَا يَدِيْنُوْنَ فَصَارُوْا كَاَهْلِ الْحَرْبِ، بِخِلَافِ الزِّنَا لِاَنَّهٗ حَرَامٌ فِي الْاَدْيَانِ كُلِّهَا، وَالرِّبَا مُسْتَثْنًى عَنْ عُقُوْدِهِمْ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (اَلَا مَنْ اَرْبٰى فَلَيْسَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ عَهْدٌ)(۱) وَقَوْلُهٗ فِي الْكِتَابِ اَوْ عَلٰى غَيْرِ مَهْرٍ يَحْتَمِلُ نَفْيَ الْمَهْرِ وَيَحْتَمِلُ السُّكُوْتَ ۔وَقَدْ قِيْلَ: فِي الْمَيْتَةِ وَالسُّكُوْتِ رِوَايَتَانِ، وَالْاَصَحُّ اَنَّ الْكُلَّ عَلَى الْخِلَافِ ۔

جہاں تک ذمی عورت کا تعلق ہے تو اس عورت کو مہر مثل ملے گا اگر اس کا شوہر فوت ہو جاتا ہے یا اس کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے اور اسے متاع ملے گا اگر وہ اس عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دیتا ہے۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر میاں بیوی حربی ہوں تو عورت کو مہر مثل ملے گا۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: شریعت میں صرف مال کے عوض میں نکاح کو مشروع کو قرار دیا ہے اور یہ شرعی حکم عام ہے لہٰذا یہ حکم اپنے عموم کے اعتبار سے ثابت ہوگا۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے: اہل حرب اسلامی احکام کے پابند نہیں ہیں اور انہیں زبردستی اس کا پابند بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مملکت کے اختلاف کی وجہ سے یہ صورت حال

ممکن نہیں ہے۔ اس کے برخلاف اہل ذمہ کا حکم مختلف ہے کیونکہ وہ ہمارے احکام کے پابند ہیں ان چیزوں میں جن کا تعلق معاملات کے ساتھ ہے جیسے سود اور زناء وغیرہ اور کسی کو پابند کرنے کی صورت اسی وقت سامنے آسکتی ہے جب ملک ایک ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: دینی معاملات میں اہل ذمہ ہمارے احکام کو اختیار کرنے کے پابند نہیں ہیں اسی طرح جن معاملات کے بارے میں ان کا اعتقاد مختلف ہے اس میں بھی وہ ہمارے پابند نہیں ہیں اور کسی بھی شخص کو پابند یا تلوار کے ذریعے کیا جاسکتا ہے یا حجت کے ذریعے کیا جاسکتا ہے اور ان دونوں میں سے کوئی چیز ان کے ساتھ واسطہ نہیں رکھتی کیونکہ ان کے ساتھ ذمہ کا معاہدہ ہے کیونکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انہیں ان کے دین پر چھوڑ دیں تو وہ اہل حرب کی طرح ہو گئے۔

البتہ زناء کا حکم مختلف ہے کیونکہ وہ تمام ادیان میں حرام ہے اور سود کا حکم اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جو شخص سود کا لین دین کرے ہمارے اور اس کے درمیان کوئی عہد نہیں ہے''۔ مصنف کا کتاب میں یہ کہنا: یا وہ مہر کے بغیر نکاح کر لے یہ مہر کی نفی کا احتمال رکھتا ہے اور ثبوت کا بھی احتمال رکھتا ہے ایک قول کے مطابق مردار اور سکوت کے بارے میں دو روایات ہیں اور زیادہ صحیح رائے یہ ہے: ان دونوں کا حکم مختلف ہے۔

ذمی کا شراب یا خنزیر کے عوض شادی کرنے کے بعد اسلام قبول کرنا

(فَإِنْ تَزَوَّجَ الذِّمِّيُّ ذِمِّيَّةً عَلٰى خَمْرٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ ثُمَّ اَسْلَمَا اَوْ اَسْلَمَ اَحَدُهُمَا فَلَهَا الْخَمْرُ وَالْخِنْزِيْرُ) وَمَعْنَاهُ اِذَا كَانَا بِاَعْيَانِهِمَا وَالْاِسْلَامُ قَبْلَ الْقَبْضِ، وَاِنْ كَانَا بِغَيْرِ اَعْيَانِهِمَا فَلَهَا فِي الْخَمْرِ الْقِيمَةُ وَفِي الْخِنْزِيْرِ مَهْرُ الْمِثْلِ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ .

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: لَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ فِي الْوَجْهَيْنِ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَهَا الْقِيمَةُ فِي الْوَجْهَيْنِ .وَجْهُ قَوْلِهِمَا اَنَّ الْقَبْضَ مُؤَكِّدٌ لِلْمِلْكِ فِي الْمَقْبُوْضِ لَهُ فَيَكُوْنُ لَهُ شَبَهٌ بِالْعَقْدِ فَيَمْتَنِعُ بِسَبَبِ الْاِسْلَامِ كَالْعَقْدِ وَصَارَ كَمَا اِذَا كَانَا بِغَيْرِ اَعْيَانِهِمَا .وَاِذَا الْتَحَقَتْ حَالَةُ الْقَبْضِ بِحَالَةِ الْعَقْدِ، فَاَبُوْ يُوْسُفَ يَقُوْلُ: لَوْ كَانَا مُسْلِمَيْنِ وَقْتَ الْعَقْدِ يَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ فَكَذَا هٰهُنَا، وَمُحَمَّدٌ يَقُوْلُ صَحَّتِ التَّسْمِيَةُ لِكَوْنِ الْمُسَمّٰى مَالًا عِنْدَهُمْ، اِلَّا اَنَّهُ امْتَنَعَ التَّسْلِيْمُ لِلْاِسْلَامِ فَتَجِبُ الْقِيمَةُ، كَمَا اِذَا هَلَكَ الْعَبْدُ الْمُسَمّٰى قَبْلَ الْقَبْضِ .وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ الْمِلْكَ فِي الصَّدَاقِ الْمُعَيَّنِ يَتِمُّ بِنَفْسِ الْعَقْدِ وَلِهٰذَا تَمْلِكُ التَّصَرُّفَ فِيْهِ، وَبِالْقَبْضِ يَنْتَقِلُ مِنْ ضَمَانِ الزَّوْجِ اِلٰى ضَمَانِهَا وَذٰلِكَ لَا يَمْتَنِعُ بِالْاِسْلَامِ كَاسْتِرْدَادِ الْخَمْرِ الْمَغْصُوْبَةِ، وَفِي غَيْرِ الْمُعَيَّنِ الْقَبْضُ يُوْجِبُ مِلْكَ الْعَيْنِ فَيَمْتَنِعُ بِالْاِسْلَامِ، بِخِلَافِ الْمُشْتَرِيْ لِاَنَّ مِلْكَ التَّصَرُّفِ فِيْهِ اِنَّمَا يُسْتَفَادُ بِالْقَبْضِ، وَاِذَا تَعَذَّرَ الْقَبْضُ فِي غَيْرِ الْمُعَيَّنِ لَا تَجِبُ الْقِيمَةُ فِي الْخِنْزِيْرِ لِاَنَّهُ مِنْ ذَوَاتِ الْقِيَمِ فَيَكُوْنُ اَخْذُ قِيمَتِهِ كَاَخْذِ عَيْنِهِ، وَلَا كَذٰلِكَ الْخَمْرُ لِاَنَّهُ مِنْ ذَوَاتِ الْاَمْثَالِ' اَلَا تَرٰى اَنَّهُ لَوْ جَاءَ بِالْقِيمَةِ،

قَبْلَ الْإِسْلَامِ تُجْبَرُ عَلَى الْقَبُوْلِ فِي الْخِنْزِيْرِ دُوْنَ الْخَمْرِ، وَلَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا، فَمَنْ أَوْجَبَ مَهْرَ الْمِثْلِ أَوْجَبَ الْمُتْعَةَ، وَمَنْ أَوْجَبَ الْقِيْمَةَ أَوْجَبَ نِصْفَهَا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اگر کوئی ذمی مرد کسی ذمی عورت کے ساتھ شراب یا سور کے عوض میں شادی کر لے اور پھر وہ دونوں اسلام قبول کر لیں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک اسلام قبول کر لے تو عورت کو شراب اور سود ملے گا۔ اس سے مراد یہ ہے: وہ دونوں متعین ہوں اور عورت کے ان کو قبضے میں لینے سے پہلے اسلام قبول کر لیا جائے لیکن اگر وہ دونوں متعین نہ ہوں تو شراب کی صورت میں عورت کو اس کی قیمت ملے گی اور خنزیر کی صورت میں عورت کو مہر مثل ملے گا' یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: دونوں صورتوں میں عورت کو مہر مثل ملے گا۔ امام محمد یہ فرماتے ہیں: دونوں صورتوں میں عورت کو قیمت ملے گی۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے: کسی چیز پر قبضہ اس کی ملکیت کو ثابت کر دیتا ہے لہٰذا قبضہ عقد کے مشابہہ ہوتا ہے البتہ اس صورت میں کیونکہ قبضے میں لینا اسلام کے حکم کی وجہ سے منع ہے جیسا کہ آغاز ہی میں ان کے عوض میں عقد منع ہوتا ہے تو گویا یہ دونوں معین ہی نہیں تھے جب یہ ثابت ہو گیا کہ قبضے کی حالت عقد کی حالت کی مانند ہوتی ہے۔ تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: عقد کے وقت اگر وہ دونوں مسلمان ہوتے اور انہوں نے شراب یا خنزیر کو مہر مقرر کیا ہوتا' تو دونوں صورتوں میں مہر مثل ہی لازم آنا تھا لہٰذا اس صورت میں بھی مہر مثل ہی لازم ہوگا۔ امام محمد یہ فرماتے ہیں: جس وقت انہوں نے ایسا کیا تھا اگر اس وقت شراب اور خنزیر کو عوض مقرر کرنا ٹھیک تھا' تو کیونکہ یہ اشیاء ان کے نزدیک مال کی حیثیت رکھتی ہیں' لیکن اب اسلام لانے کی وجہ سے اسے دوسرے فریق کے حوالے کرنا ممنوع ہے' لہٰذا اس کی قیمت کی ادائیگی واجب ہوگی' جیسا کہ اگر کوئی شخص کے کسی متعین غلام کو سپرد کرنے سے پہلے وہ غلام مر جائے تو اس غلام کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: جب مہر متعین ہو تو ملکیت عقد کی وجہ سے ہی پوری ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے: اس بنیاد پر عورت کو مہر میں تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے اور ایسا کرنا قبضے سے پہلے ہوتا ہے' فرق صرف اتنا ہوتا ہے: مرد کی ذمہ داری سے منتقل ہو کر' مہر عورت کی ذمہ داری میں آ جاتا ہے' اور کسی چیز کے ذمہ کا منتقل ہونا اسلام میں منع نہیں ہے جیسے غصب کی ہوئی شراب کو واپس لینا۔ البتہ اگر چیز غیر متعین ہو' تو محض عقد کی وجہ سے ملکیت مکمل نہیں ہوتی' بلکہ وہ قبضے کے بعد مکمل ہوتی ہے' لیکن اب قبضے میں لینے سے اسلام کا حکم رکاوٹ ہے۔ جبکہ خریدار کا حکم اس سے مختلف ہوتا ہے' کیونکہ اسے تصرف کا حق قبضے میں لینے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ تو جب غیر متعین چیز میں قبضہ ممکن ہی نہیں ہے' تو خنزیر کی قیمت ادا کرنا واجب نہ ہوگی' کیونکہ خنزیر کی قیمت تو ہوتی ہے' تو اس کی قیمت لینے کا مطلب یہ ہوگا' آپ خنزیر ہی کو لے رہے ہیں' لیکن شراب کی صورت میں یہ صورت حال سامنے نہیں آتی کیونکہ اس کا تعلق ذوات الامثال سے ہے۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا: اگر اسلام لانے سے پہلے شوہر اس کی قیمت ادا کرتا ہے' تو ایسی صورت حال میں عورت کو خنزیر کے مسئلے میں قیمت قبول کرنے پر مجبور کیا جائے البتہ شراب کے مسئلے میں اسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اگر شوہر' عورت کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دیتا ہے' تو جن حضرات نے مہر مثل کو واجب قرار دیا ہے ان کے نزدیک متاع کی ادائیگی واجب ہوگی اور جن حضرات نے اس کی قیمت کی ادائیگی کو واجب قرار دیا ہے ان کے نزدیک اس کی نصف قیمت کی ادائیگی واجب ہوگی۔

بَابُ نِكَاحِ الرَّقِيْقِ

﴿یہ باب غلاموں کے نکاح کے بیان میں ہے﴾

باب نکاح رقیق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: رقیق کا معنی ہے "عبد" عبید" مصنف جب مسلمانوں سے متعلق احکام نکاح سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے غلاموں سے متعلق احکام نکاح کو شروع کیا ہے۔ کیونکہ غلبہ اہل اسلام کو حاصل ہے اور آزادی کو حاصل ہے۔ لہٰذا تغلیب کے معاشرت کے پیش نظر احکام نکاح میں تقدم وتاخر کیا ہے۔ اور غلاموں کے نکاح سے متعلق احکام کے بعد اہل شرک کے نکاحوں سے متعلق احکام ذکر کیے ہیں کیونکہ ان کا مقام غلاموں سے بھی کم تر ہے۔

اس سے پہلے نصرانیوں کے احکام نکاح ذکر کرنے میں مقدم اس لئے کیے ہیں کہ وہ مہر کے اعتبار سے مسلمانوں کے تابع ہیں لہٰذا اس اتباع مہر کے پیش نظر ان کے احکام کو تقدیم حاصل ہوگئی۔ (فتح القدیر، ج ۷، ص ۲۶۲، بیروت)

آقا کی اجازت کے بغیر غلام یا کنیز کا نکاح درست نہیں

﴿لَا يَجُوْزُ نِكَاحُ الْعَبْدِ وَالْاَمَةِ اِلَّا بِاِذْنِ مَوْلَاهُمَا﴾ وَقَالَ مَالِكٌ: يَجُوْزُ لِلْعَبْدِ لِاَنَّهُ يَمْلِكُ الطَّلَاقَ فَيَمْلِكُ النِّكَاحَ . وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ﴿اَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ اِذْنِ مَوْلَاهُ فَهُوَ عَاهِرٌ﴾ وَلِاَنَّ فِيْ تَنْفِيْذِ نِكَاحِهِمَا تَعْيِيْبَهُمَا اِذِ النِّكَاحُ عَيْبٌ فِيْهِمَا فَلَا يَمْلِكَانِهِ بِدُوْنِ اِذْنِ مَوْلَاهُمَا .

غلام یا کنیز کا نکاح ان کے آقا کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: غلام کے لئے ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ جب وہ طلاق دینے کا حق رکھتا ہے تو نکاح کرنے کا بھی حق رکھے گا۔ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کرلے وہ زانی ہوگا"۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: ان دونوں (یعنی غلام اور کنیز) کے نکاح کو نافذ قرار دینا ان دونوں کے حق میں عیب ہے کیونکہ نکاح ان دونوں میں عیب شمار ہوتا ہے لہٰذا وہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اس کے مالک نہیں ہو سکتے۔

مکاتب غلام کے نکاح کا بھی یہی حکم ہے

﴿وَكَذَا الْمُكَاتَبُ﴾ لِاَنَّ الْكِتَابَةَ اَوْجَبَتْ فَكَّ الْحَجْرِ فِيْ حَقِّ الْكَسْبِ فَبَقِيَ فِيْ حَقِّ النِّكَاحِ عَلٰى حُكْمِ الرِّقِّ . وَلِهٰذَا لَا يَمْلِكُ الْمُكَاتَبُ تَزْوِيْجَ عَبْدِهِ وَيَمْلِكُ تَزْوِيْجَ اَمَتِهِ لِاَنَّهُ مِنْ بَابِ

الْاِکْتِسَابِ، وَکَذَا الْمُکَاتَبَۃُ لَا تَمْلِکُ تَزْوِیْجَ نَفْسِھَا بِدُوْنِ اِذْنِ الْمَوْلٰی وَتَمْلِکُ تَزْوِیْجَ اَمَتِھَا لِمَا بَیَّنَّا ﴿وَ﴾ کَذَا ﴿الْمُدَبَّرُ وَاُمُّ الْوَلَدِ﴾ لِاَنَّ الْمِلْکَ فِیْھِمَا قَائِمٌ۔

اور اسی طرح مکاتب غلام کا بھی حکم ہے' کیونکہ کتابت کا معاہدہ کرنے سے صرف اسے کمانے کی آزادی حاصل ہوئی ہے البتہ نکاح کے بارے میں اس پر غلامی کی حیثیت برقرار رہے گی۔ یہی وجہ ہے: مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا' کیونکہ اس نکاح کا مکاتب کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا' البتہ وہ اپنی کنیز کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کر سکتا ہے' کیونکہ اس کے ذریعے وہ کچھ کما سکتا ہے۔ اسی طرح مکاتب کنیز کا حکم ہے: وہ اپنی شادی کرنے کا حق نہیں رکھتی' یعنی یہ کہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کسی کے ساتھ کر لے' البتہ وہ اپنی کنیز کی شادی کسی اور کے ساتھ کر سکتی ہے' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ مدبر غلام اور ''ام ولد'' کنیز کا بھی یہی حکم ہے' کیونکہ ان دونوں میں ملکیت کی حیثیت قائم ہوتی ہے۔

غلام آقا کی اجازت سے شادی کرے تو مہر کیسے ادا کیا جائے گا؟

﴿وَاِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِاِذْنِ مَوْلَاہُ فَالْمَھْرُ دَیْنٌ فِیْ رَقَبَتِہٖ یُبَاعُ فِیْہِ﴾ لِاَنَّ ھٰذَا دَیْنٌ وَجَبَ فِیْ رَقَبَۃِ الْعَبْدِ لِوُجُوْدِ سَبَبِہٖ مِنْ اَھْلِہٖ وَقَدْ ظَھَرَ فِیْ حَقِّ الْمَوْلٰی لِصُدُوْرِ الْاِذْنِ مِنْ جِھَتِہٖ فَیَتَعَلَّقُ بِرَقَبَتِہٖ دَفْعًا لِلْمَضَرَّۃِ عَنْ اَصْحَابِ الدُّیُوْنِ کَمَا فِیْ دَیْنِ التِّجَارَۃِ۔

اور جب کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے' تو اس کے ذمے مہر قرض کی طرح ہو گا جس کے عوض میں غلام کو فروخت کیا جا سکتا ہے' کیونکہ یہ ایسا قرض ہے جس کی ادائیگی کا ذمہ غلام کے ذمے ہے' کیونکہ قرض کا سبب یعنی نکاح ایک عاقل اور بالغ شخص کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا ہے اور اسی سبب کا ظہور آقا کے حق میں بھی ہو گیا ہے' کیونکہ اس نے یہ نکاح کرنے کی اجازت دی تھی۔ اس لیے اس قرض کی ادائیگی غلام کے سر ہو گی تاکہ قرض خواہوں کو کسی قسم کے نقصان کا سامنا کرنا نہ پڑے' جیسا کہ تجارت کے قرض میں ہوتا ہے۔

مدبر اور مکاتب غلام خود محنت کر کے مہر ادا کریں گے

(وَالْمُدَبَّرُ وَالْمُکَاتَبُ یَسْعَیَانِ فِی الْمَھْرِ وَلَا یُبَاعَانِ فِیْہِ) لِاَنَّھُمَا لَا یَحْتَمِلَانِ النَّقْلَ مِنْ مِلْکٍ اِلٰی مِلْکٍ مَعَ بَقَاءِ الْکِتَابَۃِ وَالتَّدْبِیْرِ فَیُؤَدّٰی مِنْ کَسْبِھِمَا لَا مِنْ نَفْسِھِمَا۔

اور مدبر اور مکاتب غلام اپنے مہر کی ادائیگی کے لئے خود کوشش کریں گے۔ مہر کی ادائیگی کے لئے انہیں فروخت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کتابت اور تدبیر کا معاہدہ ہونے کی وجہ سے وہ ایک شخص کی ملکیت سے دوسرے شخص کی ملکیت میں منتقل نہیں ہو سکتے لہٰذا ان کا مہر ان کی اپنی کمائی میں سے ادا کیا جائے گا۔ ان کی ذات میں سے ادا نہیں کیا جائے گا۔

آقا کے کون سے الفاظ اجازت شمار ہوں گے؟

﴿وَاِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِغَیْرِ اِذْنِ مَوْلَاہُ فَقَالَ الْمَوْلٰی طَلِّقْھَا اَوْ فَارِقْھَا فَلَیْسَ ھٰذَا بِاِجَازَۃٍ﴾ لِاَنَّہٗ

يَحْتَمِلُ الرَّدَّ لِاَنَّ رَدَّ هٰذَا الْعَقْدِ وَمُتَارَكَتَهُ يُسَمّٰى طَلَاقًا وَّمُفَارَقَةً وَّهُوَ اَلْيَقُ بِحَالِ الْعَبْدِ الْمُتَمَرِّدِ اَوْ هُوَ اَدْنٰى فَكَانَ الْحَمْلُ عَلَيْهِ اَوْلٰى .

اور جب کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لے اور آقا یہ کہے: تم اس عورت کو طلاق دے دو یا اس سے علیحدہ ہو جاؤ! تو یہ چیز اجازت تصور نہیں ہوگی' کیونکہ اس میں اس نکاح کو مسترد کرنے کا احتمال پایا جاتا ہے' کیونکہ اس معاہدے کو مسترد کرنا اور ترک کرنا ہی طلاق اور علیحدگی مراد لیا جا سکتا ہے اور یہ مفہوم سرکش غلام کی حالت کے زیادہ لائق بھی ہوگا۔ نیز یہ کم تر مفہوم ہے تو الفاظ کو اس مفہوم پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔

جب آقا کا حکم طلاق شرط رجوع کے ساتھ ہو

﴿وَاِنْ قَالَ: طَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً تَمْلِكُ الرَّجْعَةَ فَهُوَ اِجَازَةٌ﴾ لِاَنَّ الطَّلَاقَ الرَّجْعِيَّ لَا يَكُوْنُ اِلَّا فِيْ نِكَاحٍ صَحِيْحٍ فَتَتَعَيَّنُ الْاِجَازَةُ .

اور جب آقا نے کہا: تم اسے ایک طلاق دے دو اور تم رجوع کرنے کے مالک ہو گے تو یہ چیز اجازت شمار ہوگی' کیونکہ رجعی طلاق اسی وقت ممکن ہے جب کہ نکاح صحیح ہو لہٰذا اس کے ذریعے اجازت ملنا متعین ہو گیا۔

آقا کے اجازت دینے کے بعد نکاحِ فاسد کرنے کا حکم

﴿وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهٖ تَزَوَّجْ هٰذِهِ الْاَمَةَ فَتَزَوَّجَهَا نِكَاحًا فَاسِدًا وَّدَخَلَ بِهَا فَاِنَّهٗ يُبَاعُ فِي الْمَهْرِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: يُؤْخَذُ مِنْهُ اِذَا عَتَقَ﴾ وَاَصْلُهٗ اَنَّ الْاِذْنَ بِالنِّكَاحِ يَنْتَظِمُ الْفَاسِدَ وَالْجَائِزَ عِنْدَهٗ، فَيَكُوْنُ هٰذَا الْمَهْرُ ظَاهِرًا فِيْ حَقِّ الْمَوْلٰى وَعِنْدَهُمَا يَنْصَرِفُ اِلَى الْجَائِزِ لَا غَيْرُ فَلَا يَكُوْنُ ظَاهِرًا فِيْ حَقِّ الْمَوْلٰى فَيُؤَاخَذُ بِهٖ بَعْدَ الْعَتَاقِ، لَهُمَا اَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ النِّكَاحِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ الْاِعْفَافُ وَالتَّحْصِيْنُ وَذٰلِكَ بِالْجَائِزِ، وَلِهٰذَا لَوْ حَلَفَ لَا يَتَزَوَّجُ يَنْصَرِفُ اِلَى الْجَائِزِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِاَنَّ بَعْضَ الْمَقَاصِدِ حَاصِلٌ وَّهُوَ مِلْكُ التَّصَرُّفَاتِ .وَلَهٗ اَنَّ اللَّفْظَ مُطْلَقٌ فَيَجْرِيْ عَلٰى اِطْلَاقِهٖ كَمَا فِي الْبَيْعِ .وَبَعْضُ الْمَقَاصِدِ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ حَاصِلٌ كَالنَّسَبِ، وَوُجُوْبِ الْمَهْرِ وَالْعِدَّةِ عَلَى اعْتِبَارِ وُجُوْدِ الْوَطْئِ، وَمَسْاَلَةُ الْيَمِيْنِ مَمْنُوْعَةٌ عَلٰى هٰذِهِ الطَّرِيْقَةِ .

اور اگر آقا نے غلام سے یہ کہا: تم کنیز کے ساتھ نکاح کر لو اور پھر اس غلام نے اس کنیز کے ساتھ نکاح فاسد کر کے اس کے ساتھ مباشرت بھی کر لی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس غلام کو مہر میں فروخت کر دیا جائے گا۔ صاحبین یہ کہتے ہیں: جب غلام آزاد ہو جائے گا' اس وقت اس سے مہر وصول کیا جائے گا۔ اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

نکاح کی اجازت دینے میں جائز نکاح اور فاسد نکاح دونوں شامل ہوں گے لہٰذا یہ مہر آقا کے حق میں ظاہر ہوگا۔ صاحبین؛ کے نزدیک آقا کی اجازت صرف صحیح نکاح کے بارے میں ہوتی ہے۔ اس میں فاسد نکاح داخل نہیں ہوسکتا لہٰذا فاسد نکاح کے نتیجے میں لازم آنے والے مہر کی ادائیگی آقا کے ذمے نہیں ہوتی اس لیے جب وہ غلام آزاد ہوجائے گا' تو اس کے بعد اس سے مہر کا مطالبہ کیا جائے گا۔ صاحبین؛ کی دلیل یہ ہے: نکاح کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے' انسان پاکدامنی کے ساتھ زندگی بسر کرے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر سکے اور یہ مقصد صرف صحیح نکاح کے نتیجے میں حاصل ہوسکتا ہے۔

لہٰذا اس اصول کے پیش نظر کوئی شخص یہ قسم اٹھالے کہ وہ نکاح نہیں کرے گا تو وہ اسی وقت حانث شمار ہوگا جب وہ صحیح نکاح کرے ورنہ حانث شمار نہیں ہوگا۔ البتہ خرید وفروخت کا حکم مختلف ہے' کیونکہ خرید وفروخت میں بعض مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں جیسے تصرف کرنے کی قدرت ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: آقا نے مطلق طور پر نکاح کا لفظ استعمال کیا ہے' لہٰذا مطلق اپنے اطلاق پر برقرار رہے گا' جیسا کہ خرید وفروخت میں ہوتا ہے۔ جہاں تک صاحبین؛ کے اس قول کا تعلق ہے: خرید وفروخت میں بعض فوائد حاصل ہو جاتے ہیں' تو نکاح فاسد کے ذریعے بھی بعض مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں' جیسے مباشرت کے نتیجے میں نسب ثابت ہو جاتا ہے۔ مہر اور عدت وغیرہ لازم ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک اس اصول کا تعلق ہے (کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے) تو قسم کے مسئلے میں ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔

ماذون غلام کے نکاح کا حکم

﴿وَمَنْ زَوَّجَ عَبْدًا مَاذُونًا لَهُ مَدْيُونًا امْرَاَةً جَازَ، وَالْمَرْاَةُ اُسْوَةٌ لِّلْغُرَمَاءِ فِي مَهْرِهَا﴾ وَمَعْنَاهُ اِذَا كَانَ النِّكَاحُ بِمَهْرِ الْمِثْلِ وَوَجْهُهُ اَنَّ سَبَبَ وِلَايَةِ الْمَوْلٰى مِلْكُهُ الرَّقَبَةَ عَلٰى مَا نَذْكُرُهُ، وَالنِّكَاحُ لَا يُلَاقِي حَقَّ الْغُرَمَاءِ بِالْاِبْطَالِ مَقْصُوْدًا، اِلَّا اَنَّهُ اِذَا صَحَّ النِّكَاحُ وَجَبَ الدَّيْنُ بِسَبَبٍ لَا مَرَدَّ لَهُ فَشَابَهَ دَيْنَ الْاِسْتِهْلَاكِ وَصَارَ كَالْمَرِيْضِ الْمَدْيُوْنِ اِذَا تَزَوَّجَ امْرَاَةً فَبِمَهْرِ مِثْلِهَا اُسْوَةٌ لِّلْغُرَمَاءِ .

اگر کسی شخص نے کسی ایسے غلام کے ساتھ عورت کا نکاح کر دیا جسے تجارت کرنے کی اجازت حاصل تھی لیکن وہ مقروض تھا' تو یہ نکاح درست شمار ہوگا اور عورت اپنے مہر کے حصول کے لئے دیگر قرض خواہوں کے ساتھ برابر کی شریک شمار ہوگی۔ اس کا مفہوم یہ ہے۔ برابری کا حق اسے اس وقت حاصل ہوگا' جب وہ نکاح مہر مثل کے عوض میں ہوا ہو۔ برابر کا حق حاصل ہونے کی وجہ یہ ہے: مالک کا غلام کی گردن کا مالک ہونا ہی اس کی ولایت کا سبب ہے۔ جیسا کہ عنقریب ہم وضاحت کر دیں گے' اور نکاح کا ملنا دیگر قرض خواہوں کے حق کے ساتھ اس طرح نہیں ہوا کہ ان کے حقوق ضائع کرنے کا قصد ہو۔

جب نکاح صحیح ہوا تو قرض ایسے سبب کی وجہ سے لازم ہوا ہے جس سے مفر نہیں ہے اور یہ اس قرض کی مانند ہوگا جو کسی چیز کو ہلاک کرنے کے نتیجے میں لازم ہوتا ہے۔ تو اس غلام کی حالت' اس مریض کی طرح ہوگی جس کے ذمے قرض ہو اور پھر وہ کسی عورت کے ساتھ شادی کر لے تو یہ عورت اپنے مہر مثل کی مقدار تک کے مہر میں' دیگر قرض خواہوں کے ہمراہ برابر کی شریک شمار ہوگی۔

کنیز کی شادی کرنے کے بعد اسے الگ گھر میں بسانا لازم نہیں

﴿وَمَنْ زَوَّجَ اَمَتَهُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ اَنْ يُبَوِّئَهَا بَيْتَ الزَّوْجِ لٰكِنَّهَا تَخْدُمُ الْمَوْلٰى، وَيُقَالُ لِلزَّوْجِ مَتٰى ظَفِرْتَ بِهَا وَطِئْتَهَا﴾ لِاَنَّ حَقَّ الْمَوْلٰى فِي الْاِسْتِخْدَامِ بَاقٍ وَالتَّبْوِئَةُ اِبْطَالٌ لَهُ ﴿فَاِنْ بَوَّاَهَا مَعَهُ بَيْتًا فَلَهَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى وَاِلَّا فَلَا﴾ لِاَنَّ النَّفَقَةَ تُقَابِلُ الْاِحْتِبَاسَ، وَلَوْ بَوَّاَهَا بَيْتًا ثُمَّ بَدَا لَهُ اَنْ يَسْتَخْدِمَهَا لَهُ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْحَقَّ بَاقٍ لِبَقَاءِ الْمِلْكِ فَلَا يَسْقُطُ بِالتَّبْوِئَةِ كَمَا لَا يَسْقُطُ بِالنِّكَاحِ .

جو شخص اپنی کنیز کا نکاح کسی کے ساتھ کر دے تو اس پر لازم نہیں ہے کہ وہ اس کنیز کو شوہر کے گھر میں بسائے بلکہ وہ کنیز اپنے مالک کی خدمت کرتی رہے گی اور شوہر سے یہ کہا جائے گا: جب تمہیں موقع ملے تم اس کے ساتھ مباشرت کر سکتے ہو کیونکہ مالک کی خدمت کا حق باقی رہے گا لیکن اگر اس کنیز شوہر کے گھر بسا دیا جائے تو خدمت کا یہ حق باطل ہو جائے گا۔ اگر آقا نے اپنی رضامندی کے ساتھ اپنی کنیز کو شوہر کے ساتھ ایک مکان میں بسا دیا تو اس کے خرچ اور رہائش کی ذمہ داری شوہر کے ذمے ہوگی ورنہ شوہر کے ذمے نہیں ہوگی کیونکہ خرچ اس چیز کے مقابلے میں ہوتا ہے کہ شوہر اسے گھر میں پابند رکھ سکے۔

اگر مالک اپنی کنیز کو شوہر کے ساتھ کسی مکان میں بسا دیتا ہے پھر وہ یہ مناسب سمجھتا ہے کہ وہ اس مالک کی بھی خدمت کرتی رہے تو اسے یہ حق حاصل ہوگا (کہ وہ کنیز کو واپس بلوالے) اس کی وجہ یہ ہے: ملکیت باقی ہونے کے نتیجے میں خدمت کا حق بھی باقی ہے لہٰذا یہ گھر میں بسانے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگا جیسے نکاح کر دینے سے ساقط نہیں ہوتا۔

کیا شادی میں غلام اور کنیز کی رضامندی شرط ہے؟

قَالَ ﴿ذَكَرَ تَزْوِيجَ الْمَوْلٰى عَبْدَهُ وَاَمَتَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ رِضَاهُمَا﴾ وَهٰذَا يَرْجِعُ اِلٰى مَذْهَبِنَا اَنَّ لِلْمَوْلٰى اِجْبَارَهُمَا عَلَى النِّكَاحِ .وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ لَا اِجْبَارَ فِي الْعَبْدِ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي حَنِيْفَةَ لِاَنَّ النِّكَاحَ مِنْ خَصَائِصِ الْاٰدَمِيَّةِ وَالْعَبْدُ دَاخِلٌ تَحْتَ مِلْكِ الْمَوْلٰى مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ مَالٌ فَلَا يَمْلِكُ اِنْكَاحَهُ، بِخِلَافِ الْاَمَةِ لِاَنَّهُ مَالِكٌ مَنَافِعَ بُضْعِهَا فَيَمْلِكُ تَمْلِيكَهَا .وَلَنَا لِاَنَّ الْاِنْكَاحَ اِصْلَاحُ مِلْكِهِ لِاَنَّ فِيهِ تَحْصِينَهُ عَنِ الزِّنَا الَّذِي هُوَ سَبَبُ الْهَلَاكِ اَوِ النُّقْصَانِ فَيَمْلِكُهُ اعْتِبَارًا بِالْاَمَةِ، بِخِلَافِ الْمُكَاتَبِ وَالْمُكَاتَبَةِ لِاَنَّهُمَا الْتَحَقَا بِالْاَحْرَارِ تَصَرُّفًا فَيُشْتَرَطُ رِضَاهُمَا .

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: انہوں نے آقا کے اپنے غلام اور کنیز کی شادی کرنے کا ذکر کیا ہے لیکن ان دونوں کی رضامندی کا ذکر نہیں کیا اور یہ بات ہمارے اس موقف کی طرف رجوع کرے گی' آقا کو یہ حق حاصل ہے وہ ان دونوں کا زبردستی نکاح کر دے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: غلام کو شادی کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا اور ایک روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے: نکاح آدمی کی خصوصیت ہے اور غلام اپنے آقا کی ملکیت کے تحت

اس حیثیت سے داخل ہے کہ وہ ایک مال ہے' لہٰذا آقا اس کا نکاح نہیں کرواسکتا' جبکہ کنیز کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ جب وہ اس کے بضع سے نفع حاصل کرنے کا مالک ہے' تو اس نفع کو کسی دوسرے کی ملکیت میں دینے کا بھی مالک ہوگا۔ ہماری دلیل یہ ہے: نکاح کروانا اصل میں اپنے زیرِ ملکیت کی اصلاح کرنا ہے' کیونکہ اس کے نتیجے میں وہ زناء سے محفوظ ہو جائے گا' جو ہلاکت اور نقصان کا سبب ہوتا ہے' تو کنیز پر قیاس کرتے ہوئے وہ غلام کی شادی کروانے کا بھی مالک ہوگا۔ جبکہ مکاتب غلام اور مکاتب کنیز کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ وہ دونوں تصرف کی وجہ سے آزاد لوگوں کے ساتھ مل جاتے ہیں لہٰذا ان دونوں کی رضامندی شرط ہوگی۔

اگر کوئی آقا کنیز کی شادی کرنے کے بعد اسے قتل کر دے؟

قَالَ ﴿وَمَنْ زَوَّجَ اَمَتَهُ ثُمَّ قَتَلَهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا زَوْجُهَا فَلَا مَهْرَ لَهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: عَلَيْهِ الْمَهْرُ لِمَوْلَاهَا﴾ اعْتِبَارًا بِمَوْتِهَا حَتْفَ اَنْفِهَا، وَهٰذَا لِاَنَّ الْمَقْتُوْلَ مَيِّتٌ بِاَجَلِهِ فَصَارَ كَمَا اِذَا قَتَلَهَا اَجْنَبِيٌّ: وَلَهُ اَنَّهُ مَنَعَ الْمُبْدَلَ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ فَيُجَازٰى بِمَنْعِ الْبَدَلِ كَمَا اِذَا ارْتَدَّتِ الْحُرَّةُ، وَالْقَتْلُ فِيْ اَحْكَامِ الدُّنْيَا جُعِلَ اِتْلَافًا حَتّٰى وَجَبَ الْقِصَاصُ وَالدِّيَةُ فَكَذَا فِيْ حَقِّ الْمَهْرِ. ﴿وَاِنْ قَتَلَتْ حُرَّةٌ نَفْسَهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا زَوْجُهَا فَلَهَا الْمَهْرُ﴾ خِلَافًا لِزُفَرَ، هُوَ يَعْتَبِرُهُ بِالرِّدَّةِ وَبِقَتْلِ الْمَوْلٰى اَمَتَهُ وَالْجَامِعُ مَا بَيَّنَّاهُ. وَلَنَا اَنَّ جِنَايَةَ الْمَرْءِ عَلٰى نَفْسِهِ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ فِيْ حَقِّ اَحْكَامِ الدُّنْيَا فَشَابَهَ مَوْتَهَا حَتْفَ اَنْفِهَا، بِخِلَافِ قَتْلِ الْمَوْلٰى اَمَتَهُ لِاَنَّهُ مُعْتَبَرٌ فِيْ حَقِّ اَحْكَامِ الدُّنْيَا حَتّٰى تَجِبَ الْكَفَّارَةُ عَلَيْهِ.

اور جو شخص اپنی کنیز کی شادی کرنے کے بعد پھر اسے قتل کر دے' اس سے پہلے کہ اس کے شوہر نے اس کے ساتھ صحبت کی ہوئی ہو' تو اس عورت کو مہر نہیں ملے گا۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ جبکہ صاحبین یہ فرماتے ہیں: مرد کے ذمے مہر کی ادائیگی لازم ہوگی جو وہ اس عورت کے آقا کو ادا کرے گا۔ انہوں نے اس چیز کو عورت کی موت پر قیاس کیا ہے' جو قدرتی طور پر ہوتی ہے' اس کی وجہ یہ ہے: مقتول اپنی موت کی وجہ سے مرحوم ہوتا ہے' تو یہ اسی طرح ہوگا' جیسے کوئی اجنبی شخص اس عورت کو قتل کر دے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے: آقا نے (مہر کے معاوضے یعنی) بضع کو سپرد کرنے سے پہلے روک دیا اس لیے اسے اس بضع کا بدل یعنی مہر بھی نہیں ملنا چاہئے جیسا کہ آزاد عورت اگر مرتد ہو جائے (تو اسے مہر نہیں ملتا)۔

دنیاوی احکام کے اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو قتل کی حیثیت کسی چیز کو ضائع کرنے کی مانند ہے' یہی وجہ ہے: قتل کے نتیجے میں قصاص یا دیت کی ادائیگی واجب ہوتی ہے اسی طرح قتل کرنا مہر کے حق میں بھی موثر ثابت ہوگا۔ اگر آزاد عورت' مرد کے اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے ہی خودکشی کر لیتی ہے' تو اس عورت کو مہر ملے گا۔ اس بارے میں امام زفر رحمہ اللہ کی رائے مختلف ہے۔ وہ اس چیز کو' عورت کے مرتد ہونے'' اور'' آقا کے اپنی کنیز کو قتل کرنے'' پر قیاس کرتے ہیں اور (اصول) وہ ہے' جو ہم بیان کر چکے

ہیں۔
ہماری دلیل یہ ہے: آدمی کا خودکشی کرلینا' دنیاوی احکام میں معتبر نہیں ہوتا' تو اس کا خودکشی کرنا' قدرتی موت کے مترادف ہوگا' البتہ آقا کا اپنی کنیز کو قتل کرنا اس سے مختلف ہے' کیونکہ دنیاوی احکام میں یہ چیز قابل اعتبار شمار ہوتی ہے' یہاں تک کہ آقا پر کفارے کی ادائیگی لازم ہوگی۔

کنیز کے ساتھ عزل کی اجازت کس سے لی جائے گی؟

قَالَ ﴿وَاِذَا تَزَوَّجَ اَمَةً فَالْاِذْنُ فِي الْعَزْلِ اِلَى الْمَوْلٰى﴾ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ .وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ اَنَّ الْاِذْنَ فِي الْعَزْلِ اِلَيْهَا لِاَنَّ الْوَطْئَ حَقُّهَا حَتّٰى تَثْبُتَ لَهَا وِلَايَةُ الْمُطَالَبَةِ، وَفِي الْعَزْلِ تَنْقِيصُ حَقِّهَا فَيُشْتَرَطُ رِضَاهَا كَمَا فِي الْحُرَّةِ، بِخِلَافِ الْاَمَةِ الْمَمْلُوْكَةِ لِاَنَّهُ لَا مُطَالَبَةَ لَهَا فَلَا يُعْتَبَرُ رِضَاهَا .وَجْهُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ اَنَّ الْعَزْلَ يُخِلُّ بِمَقْصُوْدِ الْوَلَدِ وَهُوَ حَقُّ الْمَوْلٰى فَيُعْتَبَرُ رِضَاهُ وَبِهٰذَا فَارَقَتِ الْحُرَّةَ .

اور جب کوئی شخص کسی کنیز کے ساتھ شادی کرے' تو ''عزل'' کی اجازت آقا سے لی جائے گی یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں: عزل کی اجازت کنیز سے لی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے: صحبت کرنا عورت کا حق ہے۔ یہی وجہ ہے: اسے اس کے مطالبہ حق بھی حاصل ہے' جبکہ عزل کی صورت میں اس کے حق میں کمی ہو رہی ہے اس لیے عورت کی رضامندی شرط ہوگی۔ جیسا کہ آزاد عورت میں ایسا ہوتا ہے' جبکہ جو کنیز آدمی کی اپنی ملکیت میں ہو اس کا حکم مختلف ہوتا ہے' کیونکہ اسے صحبت کرنے کا مطالبہ' کرنے کا حق نہیں ہوتا' اس لیے اس کی رضامندی بھی معتبر نہیں ہوتی۔
ظاہر روایت کے قول کی وجہ یہ ہے: عزل کرنا بچے کی پیدائش میں رکاوٹ بنتا ہے اور یہ آقا کا حق ہے' لہٰذا آقا کی رضامندی کا اعتبار کیا جائے گا' اور اس حوالے سے منکوحہ کنیز اور منکوحہ آزاد عورت کے درمیان فرق واضح ہو جائے گا۔

آزادی سے ملنے والے اختیار میں نکاح کا حکم

﴿وَاِنْ تَزَوَّجَتْ اَمَةٌ بِاِذْنِ مَوْلَاهَا ثُمَّ اُعْتِقَتْ فَلَهَا الْخِيَارُ حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا اَوْ عَبْدًا﴾ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِبَرِيْرَةَ حِيْنَ عَتَقَتْ ﴿مَلَكْتِ بُضْعَكِ فَاخْتَارِيْ﴾ (۱) فَالتَّعْلِيْلُ بِمِلْكِ الْبُضْعِ صَدَرَ مُطْلَقًا فَيَنْتَظِمُ الْفَصْلَيْنِ، وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِيْمَا اِذَا كَانَ زَوْجُهَا حُرًّا وَهُوَ مَحْجُوْجٌ بِهٖ، وَلِاَنَّهُ يَزْدَادُ الْمِلْكُ عَلَيْهَا عِنْدَ الْعِتْقِ فَيَمْلِكُ الزَّوْجُ بَعْدَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ فَتَمْلِكُ رَفْعَ اَصْلِ الْعَقْدِ دَفْعًا لِلزِّيَادَةِ

اگر کوئی کنیز اپنے آقا کی اجازت کے تحت شادی کر لیتی ہے اور پھر وہ آزاد ہو جاتی ہے' تو اسے (اپنے شوہر سے) علیحدگی کا (اختیار ہوگا) خواہ وہ شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو۔ اس کی دلیل حضرت بریرہؓ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے جب وہ

آزاد ہوگئی تھیں "تم اپنی ذات کی مالک ہو تم جو چاہو اختیار کر سکتی ہو"۔ یہاں پر اپنی ذات کا مالک ہونے کو علت قرار دیا گیا ہے اور یہ بات مطلق ہے اس لیے اس میں دونوں صورتیں شامل ہوں گی (یعنی شوہر آزاد ہو یا غلام ہو) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں ہم سے مختلف رائے رکھتے ہیں' اس صورت حال کے بارے میں' جب اس کا شوہر آزاد ہو جبکہ مذکورہ بالا حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: آزاد ہونے کی صورت میں کنیز پر شوہر کی ملکیت کا حق بڑھ جاتا ہے چنانچہ عورت کے آزاد ہونے کے بعد وہ تین طلاقوں کا مالک ہو جاتا ہے اس لیے اس اضافے کو پرے کرنے کے لئے عورت بھی اصل عقد کو ختم کرنے کی مالک ہونی چاہئے۔

مکاتب کنیز کا حکم

﴿وَكَذٰلِكَ الْمُكَاتَبَةُ﴾ يَعْنِي إِذَا تَزَوَّجَتْ بِإِذْنِ مَوْلَاهَا ثُمَّ عَتَقَتْ، وَقَالَ زُفَرُ: لَا خِيَارَ لَهَا لِأَنَّ الْعَقْدَ نَفَذَ عَلَيْهَا بِرِضَاهَا وَكَانَ الْمَهْرُ لَهَا فَلَا مَعْنٰى لِإِثْبَاتِ الْخِيَارِ، بِخِلَافِ الْأَمَةِ لِأَنَّهُ لَا يُعْتَبَرُ رِضَاهَا .وَلَنَا أَنَّ الْعِلَّةَ ازْدِيَادُ الْمِلْكِ وَقَدْ وَجَدْنَاهَا فِي الْمُكَاتَبَةِ لِأَنَّ عِدَّتَهَا قُرْءَ انِ وَطَلَاقَهَا ثِنْتَانِ .

اور مکاتب کنیز کا بھی یہی حکم ہے: جب اس نے اپنے آقا کی اجازت کے ساتھ نکاح کر لیا پھر وہ آزاد ہوگئی (تو یہی حکم ہوگا)۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مکاتب کنیز کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا' کیونکہ اس کی رضامندی کے ذریعے اس کا عقد منعقد ہوا تھا اور مہر بھی اسے ہی ملا تھا لہٰذا اس اختیار کو ثابت کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی' جبکہ عام کنیز کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ اس کی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ ہماری دلیل یہ ہے: اصل علت ملکیت کی نسبت کے اعتبار سے ہے اور مکاتب کنیز میں ہمیں یہ ملکیت نظر آ رہی ہے' کیونکہ مکاتب کنیز کی عدت بھی دو حیض ہوتی ہے اور اسے بھی دو طلاقیں ہی دی جاتی ہیں۔

اگر کنیز آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لے اور پھر آزاد ہو جائے؟

﴿وَإِنْ تَزَوَّجَتْ أَمَةٌ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهَا ثُمَّ أُعْتِقَتْ صَحَّ النِّكَاحُ﴾ لِأَنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْعِبَارَةِ وَامْتِنَاعُ النُّفُوذِ لِحَقِّ الْمَوْلٰى وَقَدْ زَالَ ﴿وَلَا خِيَارَ لَهَا﴾ لِأَنَّ النُّفُوذَ بَعْدَ الْعِتْقِ فَلَا تَتَحَقَّقُ زِيَادَةُ الْمِلْكِ، كَمَا إِذَا زَوَّجَتْ نَفْسَهَا بَعْدَ الْعِتْقِ .

اور اگر کسی کنیز نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لی اور پھر وہ آزاد کر دی گئی تو اس کا نکاح درست ہوگا' کیونکہ وہ نکاح میں ایجاب کو قبول کر سکتی ہے' لیکن اس نکاح کے نافذ ہونے کی ممانعت' آقا کی حق کی وجہ سے تھی اور وہ اب زائل ہو گیا ہے' تو اس کنیز کو اختیار نہیں ہوگا' کیونکہ یہ نکاح اس کے آزاد ہونے کے بعد نافذ ہوا ہے' لہٰذا ملکیت میں اضافہ متحقق نہیں ہوا' جس طرح وہ آزاد ہونے کے بعد اپنی شادی کرتی (اسی طرح یہ حکم بھی ہوگا)۔

کنیز کے طے شدہ مہر اور اس کے مہر مثل میں فرق کا حکم

﴿فَإِنْ كَانَتْ تَزَوَّجَتْ بِغَيْرِ إِذْنِهِ عَلَى أَلْفٍ وَمَهْرُ مِثْلِهَا مِائَةٌ فَدَخَلَ بِهَا زَوْجُهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا مَوْلَاهَا فَالْمَهْرُ لِلْمَوْلَى﴾ لِأَنَّهُ اسْتَوْفَى مَنَافِعَ مَمْلُوكَةً لِلْمَوْلَى ﴿وَإِنْ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتَّى أَعْتَقَهَا فَالْمَهْرُ لَهَا﴾ لِأَنَّهُ اسْتَوْفَى مَنَافِعَ مَمْلُوكَةً لَهَا. وَالْمُرَادُ بِالْمَهْرِ الْأَلْفُ الْمُسَمَّى لِأَنَّ نَفَاذَ الْعَقْدِ بِالْعِتْقِ اسْتَنَدَ إِلَى وَقْتِ وُجُودِ الْعَقْدِ فَصَحَّتِ التَّسْمِيَةُ وَوَجَبَ الْمُسَمَّى، وَلِهٰذَا لَمْ يَجِبْ مَهْرٌ آخَرُ بِالْوَطْيِ فِي نِكَاحٍ مَوْقُوفٍ لِأَنَّ الْعَقْدَ قَدِ اتَّحَدَ بِاسْتِنَادِ النَّفَاذِ فَلَا يُوجِبُ إِلَّا مَهْرًا وَاحِدًا.

اور اگر کوئی کنیز اپنے آقا کی اجازت کے بغیر ایک ہزار درہم کے عوض میں شادی کر لے اور اس کا مہر مثل ایک سو درہم ہو پھر اس کا شوہر اس کے ساتھ صحبت کر لے اور پھر اس کا آقا اسے آزاد کر دے' تو یہ مہر اس کے آقا کو ملے گا' کیونکہ اس کے شوہر نے نفع اس حیثیت سے حاصل کیا ہے' جو آقا کی ملکیت ہے۔ لیکن اگر شوہر نے اس کے ساتھ صحبت نہیں کی یہاں تک کہ آقا نے اس کنیز کو آزاد کر دیا تو مہر اس کنیز کو ملے گا' کیونکہ اس صورت میں شوہر نے اس چیز سے نفع حاصل کیا ہے' جو عورت کی ملکیت ہے۔ مہر سے مراد وہ ایک ہزار درہم جو طے کیے گئے تھے اس کی وجہ یہ ہے: آزاد ہونے کے ساتھ عقد کا نفاذ اس وقت کی طرف منسوب ہوگا جب عقد کا وجوب ہوا تھا' لہٰذا یہ مقرر کرنا درست ہوگا اور طے شدہ رقم کی ادائیگی واجب ہوگی' یہی وجہ ہے: موقوف نکاح میں دوسری مرتبہ وطی کرنے کے ساتھ از سر نو مہر واجب نہیں ہوتا' کیونکہ نفاذ کی نسبت سے عقد ایک ہی ہوتا ہے اس لیے ایک ہی مہر کی ادائیگی واجب ہوگی۔

اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی کنیز کے ساتھ صحبت کر لے؟

﴿وَمَنْ وَطِئَ أَمَةَ ابْنِهِ فَوَلَدَتْ مِنْهُ فَهِيَ أُمُّ وَلَدٍ لَهُ وَعَلَيْهِ قِيمَتُهَا وَلَا مَهْرَ عَلَيْهِ﴾ وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ أَنْ يَدَّعِيَهُ الْأَبُ. وَوَجْهُهُ أَنَّ لَهُ وِلَايَةَ تَمَلُّكِ مَالِ ابْنِهِ لِلْحَاجَةِ إِلَى الْبَقَاءِ فَلَهُ تَمَلُّكُ جَارِيَتِهِ لِلْحَاجَةِ إِلَى صِيَانَةِ الْمَاءِ، غَيْرَ أَنَّ الْحَاجَةَ إِلَى إِبْقَاءِ نَسْلِهِ دُونَهَا إِلَى إِبْقَاءِ نَفْسِهِ، فَلِهٰذَا يَتَمَلَّكُ الْجَارِيَةَ بِالْقِيمَةِ وَالطَّعَامَ بِغَيْرِ قِيمَةٍ، ثُمَّ هٰذَا الْمِلْكُ يَثْبُتُ قُبَيْلَ الْاِسْتِيلَاءِ شَرْطًا لَهُ إِذِ الْمُصَحِّحُ حَقِيقَةُ الْمِلْكِ أَوْ حَقُّهُ، وَكُلُّ ذٰلِكَ غَيْرُ ثَابِتٍ لِلْأَبِ فِيهَا حَتَّى يَجُوزَ لَهُ التَّزَوُّجُ بِهَا فَلَا بُدَّ مِنْ تَقْدِيمِهِ فَتَبَيَّنَ أَنَّ الْوَطْءَ يُلَاقِي مِلْكَهُ فَلَا يَلْزَمُهُ الْعُقْرُ. وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: يَجِبُ الْمَهْرُ لِأَنَّهُمَا يُثْبِتَانِ الْمِلْكَ حُكْمًا لِلْاِسْتِيلَادِ كَمَا فِي الْجَارِيَةِ الْمُشْتَرَكَةِ وَحُكْمُ الشَّيْءِ يَعْقُبُهُ وَالْمَسْأَلَةُ مَعْرُوفَةٌ.

اور جو شخص اپنے بیٹے کی کنیز کے ساتھ صحبت کرلے اور پھر وہ کنیز اس شخص کے بچے کو جنم دے تو یہ کنیز اس شخص کی ام ولد ہوگی اور اس شخص پر یہ لازم ہوگا' وہ اس کنیز کی قیمت ادا کرے البتہ اس شخص پر مہر کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔ مسئلے کا مفہوم یہ ہے: باپ اس ہونے والے بچے کا دعویدار ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے: بقائے نفس (یعنی اپنی زندگی کی بقاء) کی حاجت کے پیش نظر باپ کو اپنے بیٹے کے مال کا مالک بن جانے کی ولایت حاصل ہے' جبکہ اپنے نطفے کی حفاظت کے پیش نظر باپ کو بیٹے کی کنیز کا مالک ہو جانے کی ولایت بھی حاصل ہوگی' لیکن کیونکہ نسل کی بقاء کی ضرورت' ذات کی بقاء کی ضرورت' سے کم مرتبے میں ہے۔ اس لیے باپ' کنیز کا قیمت کے اعتبار سے مالک ہوگا' جبکہ دیگر اناج وغیرہ کھانے میں قیمت کی ادائیگی کے بغیر یہ مالک ہو جائے گا پھر یہ ملکیت' استیلاد سے پہلے ثابت ہوگی اور یہ استیلاد کے لئے شرط ہوگی' کیونکہ صحیح قرار دینے والی چیز حقیقت ملک ہے یا پھر اس کا حق ہے اور ان میں سے ہر ایک چیز باپ کے حق میں یہاں ثابت نہیں ہو رہی۔ یہاں تک کہ اس باپ کے لئے یہ جائز ہے: وہ اس کنیز کے ساتھ شادی کرلے' اس لیے یہ زیادہ ضروری ہوگا' یہ ملکیت' استیلاد سے پہلے ہو' جس سے یہ بات واضح ہوگئی' وہ وطی اس شخص کی ملکیت میں ہوئی ہے' اسی لیے اس پر مہر کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مہر کی ادائیگی لازم ہوگی' کیونکہ دونوں حضرات ملکیت' استیلاد کے لئے حکم کے طور پر ثابت کرتے ہیں' جیسا کہ مستر د کنیز میں ایسا ہوتا ہے اور کسی چیز کا حکم اس کے بعد ہوتا ہے اور یہ مسئلہ معروف ہے۔

اگر بیٹا اپنی کنیز کی شادی اپنے باپ کے ساتھ کر دے؟

قَالَ ﴿وَلَوْ كَانَ الْاِبْنُ زَوَّجَهَا اِيَّاهُ فَوَلَدَتْ مِنْهُ لَمْ تَصِرْ اُمَّ وَلَدٍ لَهُ وَلَاقِيمَةَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ وَوَلَدُهَا حُرٌّ﴾ لِاَنَّهُ صَحَّ التَّزَوُّجُ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ لِخُلُوِّهَا عَنْ مِلْكِ الْاَبِ، اَلَاتَرٰى اَنَّ الْاِبْنَ مَلَكَهَا مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَمِنَ الْمُحَالِ اَنْ يَمْلِكَهَا الْاَبُ مِنْ وَجْهٍ، وَكَذَا يَمْلِكُ مِنَ التَّصَرُّفَاتِ مَا لَا يَبْقٰى مَعَهُ مِلْكُ الْاَبِ لَوْ كَانَ، فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى انْتِفَاءِ مِلْكِهِ اِلَّا اَنَّهُ يَسْقُطُ الْحَدُّ لِلشُّبْهَةِ، فَاِذَا جَازَ النِّكَاحُ صَارَ مَاؤُهُ مَصُونًا بِهِ فَلَمْ يَثْبُتْ مِلْكُ الْيَمِيْنِ فَلَا تَصِيْرُ اُمَّ وَلَدٍ لَهُ، وَلَاقِيمَةَ عَلَيْهِ فِيهَا وَلَافِيْ وَلَدِهَا لِاَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهُمَا، وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ لِالْتِزَامِهِ بِالنِّكَاحِ وَوَلَدُهَا حُرٌّ لِاَنَّهُ مَلَكَهُ اَخُوْهُ فَيُعْتَقُ عَلَيْهِ بِالْقَرَابَةِ .

اور جب بیٹا اپنی کنیز کی شادی اپنے باپ کے ساتھ کر دے' اور کنیز بچے کو جنم دے' تو وہ کنیز باپ کی ام ولد نہیں ہوگی' اور نہ ہی باپ پر کنیز کی قیمت کی ادائیگی لازم ہوگی البتہ باپ پر اس کے مہر کی ادائیگی لازم ہوگی اور اس کنیز کا بچہ آزاد شمار ہوگا' کیونکہ ہمارے نزدیک یہ نکاح درست ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس سے مختلف ہے' کیونکہ وہ کنیز باپ کی ملکیت نہیں ہے۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا بیٹا اس کنیز کا ہر اعتبار سے مالک ہے تو یہ بات ناممکن ہوگی کہ باپ کسی ایک اعتبار سے اس کا مالک ہو اسی طرح بیٹا ایسے تصرفات کا مالک ہے جن کی موجودگی میں باپ کی ملکیت باقی نہیں رہ سکتی اگر اس کی کوئی صورت ہوتی بھی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ باپ کی ملکیت مکمل طور پر ختم ہوگئی ہے۔ البتہ شبہ کی بنیاد پر باپ سے حد کو ساقط کر دیا گیا ہے۔ جب نکاح درست ہوگا' تو

اس نکاح کی وجہ سے باپ کا نطفہ محفوظ ہو جائے گا' اس لیے نہ تو ملک یمین ثابت ہوگی اور نہ ہی اس کے نتیجے میں وہ کنیز باپ کی ام ولد بنے گی' اور نہ ہی اس کنیز یا اس کے بچے کی قیمت کی ادائیگی باپ کے ذمے لازم ہوگی' کیونکہ باپ تو اس کا مالک ہی نہیں ہے' البتہ باپ کے ذمے مہر کی ادائیگی لازم ہوگی' کیونکہ اس نے نکاح کر کے اسے خود اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اور اس کنیز کا بچہ آزاد شمار ہوگا' کیونکہ اب اس کا بھائی اس کا مالک بن گیا ہے' لہٰذا وہ بچہ اس رشتے داری کی وجہ سے آزاد ہو جائے گا۔

اگر کوئی آزاد عورت اپنے شوہر کی مالک بن جائے جو کوئی دوسرے کا غلام تھا؟

قَالَ ﴿وَإِذَا كَانَتِ الْحُرَّةُ تَحْتَ عَبْدٍ فَقَالَتْ لِمَوْلَاهُ اَعْتِقْهُ عَنِّي بِأَلْفٍ فَفَعَلَ فَسَدَ النِّكَاحُ﴾ وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَفْسُدُ، وَاَصْلُهُ اَنْ يَّقَعَ الْعِتْقُ عَنِ الْاٰمِرِ عِنْدَنَا حَتّٰى يَكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُ، وَلَوْ نَوٰى بِهِ الْكَفَّارَةَ يَخْرُجُ عَنْ عُهْدَتِهَا، وَعِنْدَهُ يَقَعُ عَنِ الْمَاْمُوْرِ لِاَنَّهُ طَلَبَ اَنْ يُّعْتِقَ الْمَاْمُوْرُ عَبْدَهُ عَنْهُ، وَهٰذَا مُحَالٌ لِاَنَّهُ لَا عِتْقَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ فَلَمْ يَصِحَّ الطَّلَبُ فَيَقَعُ الْعِتْقُ عَنِ الْمَاْمُوْرِ .

وَلَنَا اَنَّهُ اَمْكَنَ تَصْحِيْحُهُ بِتَقْدِيْمِ الْمِلْكِ بِطَرِيْقِ الْاِقْتِضَاءِ اِذِ الْمِلْكُ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الْعِتْقِ عَنْهُ فَيَصِيْرُ قَوْلُهُ اَعْتِقْ طَلَبَ التَّمْلِيْكِ مِنْهُ بِالْاَلْفِ ثُمَّ اَمْرَهُ بِاِعْتَاقِ عَبْدِ الْاٰمِرِ عَنْهُ، وَقَوْلُهُ اَعْتَقْتُ تَمْلِيْكٌ مِنْهُ ثُمَّ الْاِعْتَاقُ عَنْهُ، وَاِذَا ثَبَتَ الْمِلْكُ لِلْاٰمِرِ فَسَدَ النِّكَاحُ لِلتَّنَافِيْ بَيْنَ الْمِلْكَيْنِ .

جب کوئی آزاد عورت کسی غلام کے نکاح میں ہو' اور وہ غلام کے آقا سے یہ کہے: ایک ہزار کے عوض میں میرے شوہر کو میری طرف سے آزاد کردو! اور اس غلام کا آقا ایسا کردے' تو نکاح فاسد ہو جائے گا۔ امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ فاسد نہیں ہوگا۔ اس کی بنیاد یہ ہے: ہمارے نزدیک یہ آزادی حکم دینے والے کی طرف سے واقع ہوگی' یہاں تک کہ ولاء کا حق بھی اس حکم دینے والے (یعنی اس غلام کی بیوی) کو حاصل ہوگا' اگر وہ حکم دینے والا کفارے کی نیت کرلے' تو وہ اپنے ذمے لازم چیز (یعنی کفارے) سے بری ہو جائے گا۔ جبکہ امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آزادی اس شخص کی طرف سے واقع ہوئی ہے' جسے حکم دیا گیا تھا اس کی وجہ یہ ہے: حکم دینے والے نے تو صرف یہ مطالبہ کیا تھا' جس شخص کو حکم دیا گیا ہے' وہ اپنے غلام کو حکم دینے والے کی طرف سے آزاد کردے' اور یہ بات ناممکن ہے' کیونکہ آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو' اسے آزاد نہیں کرسکتا' لہٰذا اس کا یہ مطالبہ ہی درست نہیں ہوگا' اس لیے یہ آزادی اس شخص کی طرف سے ہوگی جسے حکم دیا گیا تھا۔

ہماری دلیل یہ ہے: اقتضاء کے طور پر ملکیت کو مقدم قرار دینے سے اس چیز کو درست قرار دینا ممکن ہو جاتا ہے' کیونکہ ملکیت آزاد کرنے کے درست ہونے کے لئے شرط ہے' لہٰذا اس کا یہ کہنا: ''تم آزاد کردو'' اس سے مراد ایک ہزار کے عوض میں دوسرے فریق سے ملکیت کا مطالبہ کرنا ہوگا۔ پھر پہلا فریق دوسرے فریق کو ہدایت کرے گا' وہ حکم دینے والے کے غلام کو حکم دینے والے کی طرف سے آزاد کردے۔ اور دوسرے فریق کا یہ کہنا: میں نے آزاد کردیا ہے' اس کے اپنی طرف سے دوسرے کی ملکیت میں دینا ہوگا

پھر دوسرے کی طرف اسے آزاد شمار کرنا ہوگا' تو جب حکم دینے والے کی ملکیت ثابت ہوگئی تو نکاح فاسد ہو جائے گا' کیونکہ دو طرح کی ملکیت کے درمیان منافات ہوتی ہے۔

اگر عورت اپنے شوہر کے آقا کو اُسے آزاد کرنے کے لیے کہے؟

﴿وَلَوْ قَالَتْ اَعْتِقْهُ عَنِّي وَلَمْ تُسَمِّ مَالًا لَمْ يَفْسُدِ النِّكَاحُ وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ﴾ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ .وَقَالَ اَبُو يُوْسُفَ: هٰذَا وَالْاَوَّلُ سَوَاءٌ لِاَنَّهُ يُقَدِّمُ التَّمْلِيْكَ بِغَيْرِ عِوَضٍ تَصْحِيْحًا لِتَصَرُّفِهٖ، وَيَسْقُطُ اعْتِبَارُ الْقَبْضِ كَمَا اِذَا كَانَ عَلَيْهِ كَفَّارَةُ ظِهَارٍ فَاَمَرَ غَيْرَهٗ اَنْ يُطْعِمَ عَنْهُ .وَلَهُمَا اَنَّ الْهِبَةَ مِنْ شَرْطِهَا الْقَبْضُ بِالنَّصِّ فَلَا يُمْكِنُ اِسْقَاطُهٗ وَلَا اِثْبَاتُهُ اقْتِضَاءً لِاَنَّهٗ فِعْلٌ حِسِّيٌّ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِاَنَّهٗ تَصَرُّفٌ شَرْعِيٌّ،وَفِيْ تِلْكَ الْمَسْاَلَةِ الْفَقِيْرُ يَنُوْبُ عَنِ الْاٰمِرِ فِي الْقَبْضِ، اَمَّا الْعَبْدُ فَلَا يَقَعُ فِيْ يَدِهٖ شَيْءٌ لِيَنُوْبَ عَنْهُ

اور اگر اس آزاد عورت نے یہ کہا ہو: تم اپنے غلام کو میری طرف سے آزاد کر دو' اور اس نے کچھ مال کا ذکر نہ کیا ہو' تو یہ نکاح فاسد نہیں ہوگا اور ولاء کا حق آزاد کرنے والے شخص کو ملے گا' یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ صورت اور پہلی صورت دونوں کا حکم ایک جیسا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس صورت میں حکم دینے والے کے تصرف کو درست کرنے کے لئے اسے ہبہ کے اعتبار سے تملیک کو مقدم قرار دیتے ہیں اور قبضے کے معتبر ہونے کو ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس صورت میں ہوگا: جب حکم دینے والے کے ذمے ظہار کا کفارہ لازم ہو اور وہ کسی دوسرے شخص کو اپنی طرف سے کھانا کھلانے کا حکم دیدے۔ طرفین دلیل یہ دیتے ہیں: نص کی رو سے ہبہ کے لئے قبضے میں لینا شرط ہے' لہٰذا نہ تو اسے ساقط کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اقتضاء کے اعتبار سے اسے ثابت مانا جا سکتا ہے' کیونکہ قبضہ ایک ایسا فعل ہے جسے محسوس کیا جا سکتا ہے' جبکہ خرید و فروخت میں حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ خرید و فروخت میں شرعی اعتبار سے تصرف پایا جاتا ہے۔ جہاں تک کفارے کے مسئلے میں قبضے کا تعلق ہے' تو اس صورت میں فقیر' حکم دینے والے کے قائم مقام ہو جاتا ہے' لیکن جہاں تک غلام کا تعلق ہے' تو اس کے قبضے میں تو کوئی بھی چیز نہیں ہوتی کہ وہ حکم دینے والے کی طرف سے نائب بن سکے۔

بَابُ نِكَاحِ اَهْلِ الشِّرْكِ

﴿یہ باب مشرکین کے نکاح کے بیان میں ہے﴾

اہل شرک کے نکاح کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب مصنف مسلمانوں کے نکاح سے متعلق احکام سے فارغ ہوئے ہیں۔ کیونکہ مسلمان مرتبے میں آزادلوگوں کی طرح ہیں۔ لہٰذاان کے مقام ومرتبے کے اعتبار سے احکام نکاح پہلے بیان کر دیئے ہیں۔ اب اس کے بعد مصنف کفار ومشرکین سے متعلق احکام نکاح علی الاطلاق شروع کریں خواہ وہ کفار کتابی ہوں یا غیر کتابی ہوں۔

یہاں اہل شرک سے مراد میں من جملہ تمام کفار اور بعض فقہی تصریحات کے مطابق اہل کتاب بھی شامل ہیں۔ جس طرح محرمات کے باب میں ذکر کیا گیا ہے۔

اہل شرک میں اہل کتاب کا اطلاق اس طرح کیا گیا ہے کہ اہل کتاب میں سے جولوگ حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔ (فتح القدیر، ج ۷، ص ۳۲۲، بیروت)

کافر شخص کا گواہوں کے بغیر یا عدت کے دوران نکاح کرنا

وَإِذَا تَزَوَّجَ الْكَافِرُ بِلَا شُهُودٍ اَوْ فِي عِدَّةِ كَافِرٍ وَذٰلِكَ فِي دِينِهِمْ جَائِزٌ ثُمَّ اَسْلَمَا اُقِرَّا عَلَيْهِ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ زُفَرُ: النِّكَاحُ فَاسِدٌ فِي الْوَجْهَيْنِ اِلَّا اَنَّهُ لَا يُتَعَرَّضُ لَهُمْ قَبْلَ الْاِسْلَامِ وَالْمُرَافَعَةِ اِلَى الْحُكَّامِ .

وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ فِي الْوَجْهِ الْاَوَّلِ كَمَا قَالَ اَبُو حَنِيفَةَ، وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي كَمَا قَالَ زُفَرُ .لَهُ اَنَّ الْخِطَابَاتِ عَامَّةٌ مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ فَتَلْزَمُهُمْ، وَاِنَّمَا لَا يُتَعَرَّضُ لَهُمْ لِذِمَّتِهِمْ اِعْرَاضًا لَا تَقْرِيرًا، فَاِذَا تَرَافَعُوا اَوْ اَسْلَمُوا وَالْحُرْمَةُ قَائِمَةٌ وَجَبَ التَّفْرِيقُ .وَلَهُمَا اَنَّ حُرْمَةَ نِكَاحِ الْمُعْتَدَّةِ مُجْمَعٌ عَلَيْهَا فَكَانُوا مُلْتَزِمِينَ لَهَا، وَحُرْمَةُ النِّكَاحِ بِغَيْرِ شُهُودٍ مُخْتَلَفٌ فِيهَا وَلَمْ يَلْتَزِمُوا اَحْكَامَنَا بِجَمِيعِ الِاخْتِلَافَاتِ .وَلِاَبِي حَنِيفَةَ اَنَّ الْحُرْمَةَ لَا يُمْكِنُ اِثْبَاتُهَا حَقًّا لِلشَّرْعِ، لِاَنَّهُمْ لَا يُخَاطَبُونَ بِحُقُوقِهِ، وَلَا وَجْهَ اِلَى اِيجَابِ الْعِدَّةِ حَقًّا لِلزَّوْجِ، لِاَنَّهُ لَا يَعْتَقِدُهُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَتْ تَحْتَ مُسْلِمٍ، لِاَنَّهُ يَعْتَقِدُهُ، وَاِذَا صَحَّ النِّكَاحُ فَحَالَةُ الْمُرَافَعَةِ وَالْاِسْلَامِ

حَالَةُ الْبَقَاءِ وَالشَّهَادَةِ لَيْسَتْ شَرْطًا فِيهَا وَكَذَا الْعِدَّةُ لَا تُنَافِيهَا كَالْمَنْكُوحَةِ إِذَا وُطِئَتْ بِشُبْهَةٍ

ترجمہ جب کوئی کافر شخص گواہوں کے بغیر یا کسی دوسرے کافر کی عدت کے دوران شادی کر لے اور ایسا کرنا ان کے دین میں جائز ہو اور پھر وہ دونوں (میاں بیوی) اسلام قبول کر لیں تو انہیں اس نکاح پر برقرار رکھا جائے گا۔

یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں صورتوں میں نکاح فاسد ہوگا' تاہم ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے اس بارے میں ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا' اور ان کا معاملہ حکام تک نہیں لے جایا جائے گا۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پہلی صورت کے بارے میں وہی رائے دیتے ہیں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے' جبکہ دوسری صورت کے بارے میں ان دونوں حضرات کی رائے وہی ہے' جو امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: (شرعی احکام کے) خطابات عام ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ یہ ان (کفار) پر بھی لازم ہوں گے' تاہم ان کے ذمی ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ تعرض نہیں کیا جائے گا' اور یہ عمل اعراض کے طور پر ہوگا اثبات کے طور پر نہیں ہوگا۔ جب یہ لوگ اپنا معاملہ حکام کے پاس لے جائیں یا مسلمان ہو جائیں تو حرمت قائم ہو گی' اور علیحدگی لازم ہوگی۔ صاحبین؛ کی دلیل یہ ہے: عدت بسر کرنے والی عورت کے ساتھ نکاح کا حرام ہونا سب کے نزدیک متفقہ ہے' لہٰذا وہ لوگ بھی اس بات کے پابند ہوں گے لیکن گواہوں کے بغیر نکاح کے حرام ہونے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے' اور وہ لوگ تمام اختلافی امور میں ہمارے احکام کے پابند نہیں ہوں گے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: شریعت کے حق کے طور پر حرمت کا اثبات ممکن نہیں ہے' کیونکہ کفار شریعت کے حقوق کے مخاطب نہیں ہیں' جبکہ شوہر کے حق کے طور پر عدت کو لازم قرار دینے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ وہ اس کا اعتقاد نہیں رکھتا' جبکہ وہ صورت اس سے مختلف ہوگی جس میں وہ کافر عورت کسی مسلمان کے نکاح میں ہوتی کیونکہ مسلمان اس (عدت کے وجوب) کا اعتقاد رکھتا ہے۔ جب نکاح درست ہوگا' تو حکام کے پاس مقدمہ لے جانے یا اسلام قبول کرنے (دونوں صورتوں میں) بقاء کی حالت ہوگی اور اس میں گواہی شرط نہیں ہے' اسی طرح عدت اس کے منافی نہیں ہے' جیسا کہ وہ منکوحہ عورت جس کے ساتھ شبہ کی وجہ سے صحبت کر لی گئی ہو۔

مجوسی شخص کا اپنی ماں یا بیٹی کے ساتھ شادی کرنے کے بعد اسلام قبول کرنا

﴿فَإِذَا تَزَوَّجَ الْمَجُوسِيُّ أُمَّهُ أَوِ ابْنَتَهُ ثُمَّ أَسْلَمَا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا﴾ لِأَنَّ نِكَاحَ الْمَحَارِمِ لَهُ حُكْمُ الْبُطْلَانِ فِيمَا بَيْنَهُمْ عِنْدَهُمَا كَمَا ذَكَرْنَا فِي الْعِدَّةِ وَوَجَبَ التَّعَرُّضُ بِالْإِسْلَامِ فَيُفَرَّقُ.

وَعِنْدَهُ لَهُ حُكْمُ الصِّحَّةِ فِي الصَّحِيحِ إِلَّا أَنَّ الْمَحْرَمِيَّةَ تُنَافِي بَقَاءَ النِّكَاحِ فَيُفَرَّقُ، بِخِلَافِ الْعِدَّةِ، لِأَنَّهَا لَا تُنَافِيهِ، ثُمَّ بِإِسْلَامِ أَحَدِهِمَا يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا وَبِمُرَافَعَةِ أَحَدِهِمَا لَا يُفَرَّقُ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا، وَالْفَرْقُ أَنَّ اسْتِحْقَاقَ أَحَدِهِمَا لَا يَبْطُلُ بِمُرَافَعَةِ صَاحِبِهِ إِذْ لَا يَتَغَيَّرُ بِهِ اعْتِقَادُهُ،

أَمَّا اعْتِقَادُ الْمُصِرِّ لَا يُعَارِضُ إِسْلَامَ الْمُسْلِمِ، لِأَنَّ الْإِسْلَامَ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى(۱)، وَلَوْ تَرَافَعَا يُفَرَّقُ بِالْإِجْمَاعِ، لِأَنَّ مُرَافَعَتَهُمَا كَتَحْكِيمِهِمَا.

اور جب کوئی مجوسی اپنی ماں یا بیٹی کے ساتھ شادی کر لے اور پھر وہ دونوں اسلام قبول کر لیں تو ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی' کیونکہ صاحبین ; کے نزدیک آدمی کے اپنی محرم عورت کے ساتھ شادی کرنے کا حکم ان (مجوسیوں) کے درمیان بھی بطلان ہی کا ہے۔ جیسا کہ عدت بسر کرنے والی عورت کے مسئلے میں ہم ذکر کر چکے ہیں' ان کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان سے تعرض کرنا واجب ہوگا اور تفریق کروادی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک (صحیح روایت کے مطابق) ان کا یہ نکاح درست ہوگا' لیکن محرم ہونا کیونکہ نکاح کی بقاء کے منافی ہے اس لیے علیحدگی کروادی جائے گی' جبکہ عدت کا حکم مختلف ہے' کیونکہ وہ (عدت) اس (نکاح کی بقاء) کے منافی نہیں ہے پھر ان دونوں میں سے کسی ایک کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی' لیکن ان دونوں میں سے کسی ایک کے عدالت کی طرف رجوع کرنے کی صورت میں' امام صاحب کے نزدیک علیحدگی نہیں کروائی جائے گی' جبکہ صاحبین ; کی رائے مختلف ہے۔ فرق کی وجہ یہ ہے: میاں بیوی میں سے ایک کا استحقاق دوسرے کی مقدمے بازی کی وجہ سے باطل نہیں ہوگا' کیونکہ اس مقدمے کی وجہ سے دوسرے کے اعتقاد میں کوئی تبدیلی نہیں آئی البتہ کفر پر اصرار کرنے والے شخص کا اعتقاد مسلمان کے اسلام کے مدمقابل نہیں آ سکتا' کیونکہ اسلام ہمیشہ غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ اس بات پر اتفاق ہے: اگر وہ دونوں مقدمہ کر دیں تو علیحدگی کروادی جائے گی' کیونکہ ان دونوں کا مقدمہ کرنا' ان دونوں کا (مسلمان کو) ثالث قرار دینے کے مترادف ہے۔

مرتد شخص کسی کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا

﴿وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَتَزَوَّجَ الْمُرْتَدُّ مُسْلِمَةً وَلَا كَافِرَةً وَلَا مُرْتَدَّةً﴾ لِأَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ لِلْقَتْلِ، وَالْإِمْهَالُ ضَرُورَةَ التَّأَمُّلِ، وَالنِّكَاحُ يَشْغَلُهُ عَنْهُ فَلَا يُشْرَعُ فِي حَقِّهِ ﴿وَكَذَا الْمُرْتَدَّةُ لَا يَتَزَوَّجُهَا مُسْلِمٌ وَلَا كَافِرٌ﴾ لِأَنَّهَا مَحْبُوسَةٌ لِلتَّأَمُّلِ وَخِدْمَةُ الزَّوْجِ تَشْغَلُهَا عَنْهُ، وَلِأَنَّهُ لَا يَنْتَظِمُ بَيْنَهُمَا الْمَصَالِحَ، وَالنِّكَاحُ مَا شُرِعَ لِعَيْنِهِ بَلْ لِمَصَالِحِهِ

اور یہ بات جائز نہیں ہے کہ کوئی مرتد شخص کسی مسلمان یا کافر یا مرتد عورت کے ساتھ شادی کرے کیونکہ وہ مرتد شخص قتل کا مستحق ہے اور اسے مہلت' غور وفکر کے ضرورت کے پیش نظر دی گئی اور نکاح اسے اس غور وفکر سے غافل کر دے گا اس لیے اس کے حق میں نکاح مشروع نہیں ہے۔ اسی طرح مرتد عورت کے ساتھ' نہ تو کوئی مسلمان شادی کر سکتا ہے' اور نہ ہی کافر' کیونکہ اسے غور وفکر کے لئے قید کیا گیا ہے اور شوہر کی خدمت اسے اس عمل سے غافل کر دے گی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: ان میاں بیوی کے درمیان نکاح کے مصالح قائم نہیں رہ سکیں گے' اور نکاح اپنی ذات کی وجہ سے مشروع نہیں کیا گیا بلکہ اپنے مصالح کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے۔

اولاد دین میں کس کے تابع ہوگی؟

﴿فَاِنْ كَانَ اَحَدُ الزَّوْجَيْنِ مُسْلِمًا فَالْوَلَدُ عَلٰى دِيْنِهٖ، وَكَذٰلِكَ اِنْ اَسْلَمَ اَحَدُهُمَا وَلَهٗ وَلَدٌ صَغِيْرٌ صَارَ وَلَدُهٗ مُسْلِمًا بِاِسْلَامِهٖ﴾ لِاَنَّ فِيْ جَعْلِهٖ تَبَعًا لَهٗ نَظَرًا لَهٗ ﴿وَلَوْ كَانَ اَحَدُهُمَا كِتَابِيًّا وَّالْاٰخَرُ مَجُوْسِيًّا فَالْوَلَدُ كِتَابِيٌّ﴾، لِاَنَّ فِيْهِ نَوْعَ نَظَرٍ لَّهٗ اِذِ الْمَجُوْسِيَّةُ شَرٌّ، وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِيْهِ لِلتَّعَارُضِ وَنَحْنُ بَيَّنَّا التَّرْجِيْحَ .

پس اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہو تو اولاد اس کے دین پر شمار ہوگی۔ اسی طرح اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور اس کی کمسن اولاد ہو تو وہ بچہ (ماں یا باپ کے) اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مسلمان شمار ہوگا' کیونکہ اس بچے کو اس (مسلمان ماں یا باپ) کا تابع قرار دینے میں اس کے حق میں شفقت ہے۔ اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک اہل کتاب ہو اور دوسرا مجوسی ہو تو بچہ اہل کتاب شمار ہوگا' کیونکہ اس میں بھی بچے کے لئے شفقت کا مفہوم پایا جاتا ہے' کیونکہ مجوسی ہونا اس (کتابی ہونے) سے زیادہ برا ہے۔ اس بارے میں تعارض کی وجہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہم سے مختلف ہے' جبکہ ہم نے اس مسئلے میں ترجیح کو ثابت کیا ہے۔

اگر عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر غیر مسلم ہو؟

(وَاِذَا اَسْلَمَتِ الْمَرْاَةُ وَزَوْجُهَا كَافِرٌ عُرِضَ عَلَيْهِ الْاِسْلَامُ فَاِنْ اَسْلَمَ فَهِيَ امْرَاَتُهٗ، وَاِنْ اَبٰى فَرَّقَ الْقَاضِيْ بَيْنَهُمَا، وَكَانَ ذٰلِكَ طَلَاقًا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَاِنْ اَسْلَمَ الزَّوْجُ وَتَحْتَهٗ مَجُوْسِيَّةٌ عُرِضَ عَلَيْهَا الْاِسْلَامُ، فَاِنْ اَسْلَمَتْ فَهِيَ امْرَاَتُهٗ، وَاِنْ اَبَتْ فَرَّقَ الْقَاضِيْ بَيْنَهُمَا وَلَمْ تَكُنِ الْفُرْقَةُ طَلَاقًا) وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: لَا تَكُوْنُ الْفُرْقَةُ طَلَاقًا فِي الْوَجْهَيْنِ، اَمَّا الْعَرْضُ فَمَذْهَبُنَا، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يُعْرَضُ الْاِسْلَامُ، لِاَنَّ فِيْهِ تَعَرُّضًا لَهُمْ وَقَدْ ضَمِنَّا بِعَقْدِ الذِّمَّةِ اَنْ لَا نَتَعَرَّضَ لَهُمْ، اِلَّا اَنَّ مِلْكَ النِّكَاحِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ غَيْرُ مُتَاَكِّدٍ فَيَنْقَطِعُ بِنَفْسِ الْاِسْلَامِ، وَبَعْدَهٗ مُتَاَكِّدٌ فَيَتَاَجَّلُ اِلَى انْقِضَاءِ ثَلَاثِ حِيَضٍ كَمَا فِي الطَّلَاقِ .وَلَنَا اَنَّ الْمَقَاصِدَ قَدْ فَاتَتْ فَلَا بُدَّ مِنْ سَبَبٍ تَبْتَنِيْ عَلَيْهِ الْفُرْقَةُ، وَالْاِسْلَامُ طَاعَةٌ لَا يَصْلُحُ سَبَبًا فَيُعْرَضُ الْاِسْلَامُ لِتَحْصُلَ الْمَقَاصِدُ بِالْاِسْلَامِ اَوْ تَثْبُتَ الْفُرْقَةُ بِالْاِبَاءِ .وَجْهُ قَوْلِ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّ الْفُرْقَةَ بِسَبَبٍ يَشْتَرِكُ فِيْهِ الزَّوْجَانِ فَلَا يَكُوْنُ طَلَاقًا كَالْفُرْقَةِ بِسَبَبِ الْمِلْكِ .وَلَهُمَا اَنَّ بِالْاِبَاءِ امْتَنَعَ الزَّوْجُ عَنِ الْاِمْسَاكِ بِالْمَعْرُوْفِ مَعَ قُدْرَتِهٖ عَلَيْهِ بِالْاِسْلَامِ فَيَنُوْبُ الْقَاضِيْ مَنَابَهٗ فِي التَّسْرِيْحِ كَمَا فِي الْجَبِّ وَالْعُنَّةِ، اَمَّا الْمَرْاَةُ فَلَيْسَتْ بِاَهْلٍ لِلطَّلَاقِ فَلَا يَنُوْبُ الْقَاضِيْ مَنَابَهَا عِنْدَ اِبَائِهَا (ثُمَّ اِذَا

فَرَّقَ بَيْنَهُمَا بِإِبَائِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ إِنْ كَانَ دَخَلَ بِهَا) لِتَأَكُّدِهِ بِالدُّخُولِ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا فَلَا مَهْرَ لَهَا)، لِأَنَّ الْفُرْقَةَ مِنْ قِبَلِهَا وَالْمَهْرُ لَمْ يَتَأَكَّدْ فَأَشْبَهَ الرِّدَّةَ وَالْمُطَاوَعَةَ .

اور جب عورت اسلام قبول کر لے اور اس کا شوہر کافر ہو تو قاضی مرد کے سامنے اسلام پیش کرے گا۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیتا ہے تو وہ عورت اس کی بیوی رہے گی لیکن اگر وہ انکار کر دے تو قاضی ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروا دے گا۔ یہ چیز امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طلاق شمار ہوگی۔ اگر مرد اسلام قبول کر لے اور اس کی بیوی مجوسی ہو تو اس عورت کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا اگر وہ اسلام قبول کر لیتی ہے تو وہ اس شخص کی بیوی رہے گی اور اگر انکار کر دیتی ہے تو قاضی ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروا دے گا' تاہم یہ علیحدگی طلاق شمار نہیں ہوگی۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں صورتوں میں علیحدگی طلاق شمار نہیں ہوگی۔ اسلام پیش کرنا ہمارے (احناف کے) نزدیک ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسلام پیش نہیں کیا جائے گا' کیونکہ یہ ان سے تعرض کے مترادف ہوگا اور ہم نے ذمہ کے معاہدے کے تحت یہ ضمانت دی ہے کہ ہم ان سے تعرض نہیں کریں گے البتہ صحبت کرنے سے پہلے نکاح کی ملکیت میں تاکید نہیں ہوتی اس لیے محض اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں نکاح ختم ہو جائے گا' لیکن کیونکہ صحبت کرنے کے نتیجے میں ملکیت مؤکد ہو جاتی ہے اس لیے تین حیض کی مدت گزرنے تک علیحدگی کو مؤخر کیا جائے گا' جیسا کہ طلاق میں ہوتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: (نکاح کے) مقاصد فوت ہو چکے ہیں اس لیے کسی سبب کی ضرورت ہے جس کی بنیاد پر علیحدگی کی جائے' اسلام فرمانبرداری کا نام ہے جو اس کے لئے سبب بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا' اس لیے اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا تاکہ اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں مقاصد حاصل کیے جا سکیں' یا انکار کے نتیجے میں علیحدگی ثابت ہو سکے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وجہ یہ ہے: یہ علیحدگی ایک ایسے سبب کی وجہ سے ہوئی جس میں میاں بیوی مشترک ہیں لہٰذا مالک بن جانے کی وجہ سے جو علیحدگی ہوتی ہے' اس کی طرح یہ طلاق شمار نہیں ہوگا۔ طرفین کی دلیل یہ ہے: شوہر نے اسلام قبول کرنے سے انکار کرنے کے نتیجے میں' مناسب طریقے سے عورت کو روکنے سے رک گیا ہے' جبکہ وہ اس بات کی قدرت رکھتا تھا کہ اسلام قبول کر کے ایسا کر لیتا' تو احسان کے ہمراہ اسے آزاد کرنے میں قاضی اس کا قائم مقام ہو جائے گا' جیسا کہ شوہر کے مجبوب یا عنین ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔ جہاں تک عورت کا تعلق ہے' کیونکہ وہ طلاق کی اہل نہیں ہے اس لیے اس کے انکار کی صورت میں قاضی اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر ان دونوں کے درمیان قاضی عورت کے انکار کی وجہ سے علیحدگی کرواتا ہے تو عورت کو مہر ملے گا اگر شوہر نے اس کے ساتھ صحبت کی ہوئی ہو' کیونکہ صحبت کے نتیجے میں مہر مؤکد ہو جاتا ہے اور اگر مرد نے اس کے ساتھ صحبت نہیں کی تو اس عورت کو مہر نہیں ملے گا' کیونکہ یہ علیحدگی عورت کی وجہ سے ہوئی ہے اور مہر مؤکد نہیں ہوا' لہٰذا یہ مرتد ہونے اور (شوہر کے بیٹے کو) اپنے ساتھ صحبت کا موقع دینے کے مترادف ہوگا۔

جب کوئی عورت دارالحرب میں مسلمان ہو جائے؟

﴿وَإِذَا أَسْلَمَتِ الْمَرْأَةُ فِي دَارِ الْحَرْبِ وَزَوْجُهَا كَافِرٌ أَوْ أَسْلَمَ الْحَرْبِيُّ وَتَحْتَهُ مَجُوسِيَّةٌ لَمْ تَقَعِ الْفُرْقَةُ عَلَيْهَا حَتَّى تَحِيضَ ثَلَاثَ حِيَضٍ ثُمَّ تَبِينَ مِنْ زَوْجِهَا﴾ وَهٰذَا لِأَنَّ الْإِسْلَامَ لَيْسَ

سَبَبًا لِلْفُرْقَةِ، وَالْعَرْضُ عَلَى الْإِسْلَامِ مُتَعَذِّرٌ لِقُصُوْرِ الْوِلَايَةِ، وَلَابُدَّ مِنَ الْفُرْقَةِ دَفْعًا لِلْفَسَادِ فَأَقَمْنَا شَرْطَهَا وَهُوَ مُضِيُّ الْحَيْضِ مَقَامَ السَّبَبِ كَمَا فِيْ حَفْرِ الْبِئْرِ، وَلَافَرْقَ بَيْنَ الْمَدْخُوْلِ بِهَا وَغَيْرِ الْمَدْخُوْلِ بِهَا، وَالشَّافِعِيُّ يَفْصِلُ كَمَا مَرَّ لَهُ فِيْ دَارِ الْإِسْلَامِ وَإِذَا وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ وَالْمَرْأَةُ حَرْبِيَّةٌ فَلَا عِدَّةَ عَلَيْهَا وَإِنْ كَانَتْ هِيَ الْمُسْلِمَةُ فَكَذٰلِكَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ خِلَافًا لَهُمَا، وَسَيَأْتِيْكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

اور جب کوئی عورت دارالحرب میں اسلام قبول کر لے اور اس کا شوہر کافر ہو یا کوئی حربی شخص اسلام قبول کر لے اور اس کی بیوی مجوسی ہو تو جب تک عورت کو تین حیض نہیں آ جاتے اس وقت تک علیحدگی واقع نہیں ہوگی پھر اس کے بعد وہ اپنے شوہر سے الگ ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے: اسلام ان کے درمیان علیحدگی کا سبب نہیں ہے اور (غیر مسلم فریق کے سامنے) اسلام پیش کرنا عملاً ناممکن ہے کہ وہاں (اسلامی ریاست کا) تصرف نہیں ہے اور علیحدگی بھی ضروری ہے تاکہ فساد کو ختم کیا جا سکے تو ہم نے اس علیحدگی کی شرط یعنی حیض آ جانے کو سبب کے قائم مقام قرار دے دیا' جیسا کہ کنواں کھودنے کے مسئلے میں ہوتا ہے اور اس بارے میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا۔ امام شافعی رحمہ اللہ ان دونوں کے درمیان فرق کرتے ہیں' جیسا کہ اس سے پہلے ان کے حوالے سے' دارالاسلام والی صورت میں یہ بات گزر چکی ہے۔ جب علیحدگی واقع ہو جائے اور عورت حربی ہو' تو اس پر کوئی عدت لازم نہیں ہوگی' لیکن اگر عورت مسلمان ہو' تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہے' جبکہ صاحبین ; کی رائے اس سے مختلف ہے' اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا' تو عنقریب اس کی وضاحت آئے گی۔

اگر کتابی عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے؟

﴿وَإِذَا أَسْلَمَ زَوْجُ الْكِتَابِيَّةِ فَهُمَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا﴾' لِأَنَّهُ يَصِحُّ النِّكَاحُ بَيْنَهُمَا ابْتِدَاءً فَلَأَنْ يَبْقٰى أَوْلٰى.

اور جب کسی کتابیہ عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے تو ان دونوں میاں بیوی کا نکاح برقرار رہے گا' چونکہ ان دونوں کا نکاح آغاز کے اعتبار سے درست ہوتا ہے تو پھر بقا کے اعتبار سے بدرجہ اولیٰ درست ہوگا۔

علیحدگی کا سبب کیا ہوگا؟ دار کا فرق یا قید ہونا

قَالَ ﴿وَإِذَا خَرَجَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ إِلَيْنَا مِنْ دَارِ الْحَرْبِ مُسْلِمًا وَقَعَتِ الْبَيْنُوْنَةُ بَيْنَهُمَا﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا تَقَعُ ﴿وَلَوْ سُبِيَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ وَقَعَتِ الْبَيْنُوْنَةُ بَيْنَهُمَا، وَإِنْ سُبِيَا مَعًا لَمْ تَقَعْ﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: وَقَعَتْ، فَالْحَاصِلُ أَنَّ السَّبَبَ هُوَ التَّبَايُنُ دُوْنَ السَّبْيِ عِنْدَنَا وَهُوَ يَقُوْلُ بِعَكْسِهِ لَهُ أَنَّ لِلتَّبَايُنِ أَثَرَهُ فِيْ انْقِطَاعِ الْوِلَايَةِ، وَذٰلِكَ لَا يُؤَثِّرُ فِي الْفُرْقَةِ كَالْحَرْبِيِّ الْمُسْتَأْمَنِ وَالْمُسْلِمِ الْمُسْتَأْمَنِ، أَمَّا السَّبْيُ فَيَقْتَضِي الصَّفَاءَ لِلسَّابِيْ وَلَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا بِانْقِطَاعِ

النِّكَاحِ، وَلِهٰذَا يَسْقُطُ الدَّيْنُ عَنْ ذِمَّةِ الْمَسْبِيِّ. وَلَنَا أَنَّ مَعَ التَّبَايُنِ حَقِيقَةً وَحُكْمًا لَا تَنْتَظِمُ الْمَصَالِحُ فَشَابَهَ الْمَحْرَمِيَّةَ وَالسَّبْيُ يُوجِبُ مِلْكَ الرَّقَبَةِ وَهُوَ لَا يُنَافِي النِّكَاحَ ابْتِدَاءً فَكَذٰلِكَ بَقَاءً وَصَارَ كَالشِّرَاءِ ثُمَّ هُوَ يَقْتَضِي الصَّفَاءَ فِي مَحَلِّ عَمَلِهِ وَهُوَ الْمَالُ لَا فِي مَحَلِّ النِّكَاحِ. وَفِي الْمُسْتَأْمَنِ لَمْ تَتَبَايَنِ الدَّارُ حُكْمًا لِقَصْدِهِ الرُّجُوعَ.

اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہو کر دارالحرب سے آ جائے' تو میاں بیوی کے درمیان علیحدگی واقع ہو جائے گی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ واقع نہیں ہوگی۔ اگر میاں بیوی میں سے کسی ایک کو قید کر لیا جائے' تو طلاق کے بغیر ان دونوں کے درمیان علیحدگی واقع ہو جائے گی اور اگر ان دونوں کو ایک ساتھ قید کیا جائے تو علیحدگی واقع نہیں ہوگی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: واقع ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ ہے: ہمارے نزدیک علیحدگی کا بنیادی سبب ملک کا اختلاف ہے' گرفتار ہونا نہیں ہے' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس کے برخلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: ولایت منقطع ہونے میں ملک کا اختلاف اثر انداز ہوتا ہے۔ لیکن یہ چیز علیحدگی میں اثر انداز نہیں ہوتی' جیسے امن حاصل کرنے والے حربی یا امان حاصل کرنے والے مسلمان اس کا حکم ہے۔ جہاں تک قیدی کا تعلق ہے' تو وہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے' وہ قیدی صرف گرفتار کرنے والے کے لئے مخصوص ہو اور یہ بات اسی وقت متحقق ہو سکتی ہے' جب نکاح منقطع ہو جائے۔ یہی وجہ ہے: گرفتار شدہ شخص کے ذمے سے قرض ساقط ہو جاتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: (ملکوں) کے اختلاف کی وجہ سے حقیقت کے اعتبار سے بھی اور حکم کے اعتبار سے بھی (نکاح کے) مصالح برقرار نہیں رہ سکتے اسی لیے یہ (ملکوں کا اختلاف) محرم ہونے کے مشابہہ ہو جائے گا' اور گرفتار ہونے کے نتیجے میں صرف رقبہ ثابت ہوتی ہے اور ملک رقبہ آغاز کے اعتبار سے بھی نکاح کے منافی نہیں ہے' تو بقاء کے اعتبار سے بھی وہ نکاح کے منافی نہیں ہوگی' لہٰذا یہ خریدنے کی طرح ہو جائے گا۔ پھر وہ (یعنی گرفتار ہونا) اپنے عمل کے محل میں صفائی (یعنی مخصوص ہونے) کا تقاضا کرتا ہے اور وہ چیز مال ہے' یہ نکاح کے محل کا تقاضا نہیں کرتا۔ جہاں تک امان حاصل کرنے والے شخص کا تعلق ہے' تو حکم کے اعتبار سے وہاں ملک میں اختلاف نہیں ہے' کیونکہ اس کا مقصد واپس جانا ہے۔

جب عورت ہجرت کر کے اسلامی سلطنت میں آ جائے؟

﴿وَإِذَا خَرَجَتِ الْمَرْأَةُ إِلَيْنَا مُهَاجِرَةً جَازَ لَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ وَلَا عِدَّةَ عَلَيْهَا﴾ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَقَالَا: عَلَيْهَا الْعِدَّةُ لِأَنَّ الْفُرْقَةَ وَقَعَتْ بَعْدَ الدُّخُولِ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ فَيَلْزَمُهَا حُكْمُ الْإِسْلَامِ. وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهَا أَثَرُ النِّكَاحِ الْمُتَقَدِّمِ وَجَبَتْ إِظْهَارًا لِخَطَرِهِ، وَلَا خَطَرَ لِمِلْكِ الْحَرْبِيِّ، وَلِهٰذَا لَا تَجِبُ عَلَى الْمَسْبِيَّةِ ﴿وَإِنْ كَانَتْ حَامِلًا لَمْ تَتَزَوَّجْ حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا﴾ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يَصِحُّ النِّكَاحُ وَلَا يَقْرَبُهَا زَوْجُهَا حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا كَمَا فِي الْحُبْلٰى مِنَ الزِّنَا. وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّهُ ثَابِتُ النَّسَبِ فَإِذَا ظَهَرَ الْفِرَاشُ فِي حَقِّ النَّسَبِ يَظْهَرُ فِي حَقِّ الْمَنْعِ

مِنَ النِّكَاحِ اِحْتِيَاطًا.

فرمایا: اور جب کوئی عورت ہجرت کر کے ہماری طرف (یعنی اسلامی ریاست میں) آ جائے تو اس کے لئے یہ بات جائز ہے وہ شادی کر لے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر کوئی عدت لازم نہیں ہوگی۔ صاحبین؛ یہ فرماتے ہیں: اس پر عدت لازم ہوگی کیونکہ اس کے دارالاسلام میں داخل ہونے کے بعد علیحدگی واقع ہوئی ہے لہٰذا اس پر اسلام کا حکم لاگو ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: عدت سابقہ نکاح کا اثر ہوتی ہے جسے اس کے احترام کے لیے لازم کیا گیا ہے جبکہ حربی شخص کی ملکیت قابل احترام نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے: جو عورت قید ہو کر آتی ہے اس پر عدت لازم نہیں ہوتی البتہ اگر مذکورہ بالا عورت حمل کی حالت میں ہو تو بچے کی پیدائش سے پہلے وہ نکاح نہیں کر سکتی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بھی منقول ہے: اس کا نکاح کرنا درست ہوگا البتہ اس کا شوہر اس کے ساتھ صحبت نہیں کر سکے گا جب تک وہ بچے کو جنم نہیں دیتی جس طرح زناء کے نتیجے میں حاملہ ہونے والی عورت کا حکم ہے۔ پہلی صورت کی وجہ یہ ہے: حمل دوسرے شخص سے ثابت النسب ہے لہٰذا جب نسب کے حق میں فراش ظاہر ہوگا تو احتیاط کے پیش نظر نکاح کے روکنے کے حق میں بھی یہ ظاہر ہو جائے گا۔

اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے؟

قَالَ ﴿وَإِذَا ارْتَدَّ اَحَدُ الزَّوْجَيْنِ عَنِ الْإِسْلَامِ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بِغَيْرِ طَلَاقٍ﴾ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: اِنْ كَانَتِ الرِّدَّةُ مِنَ الزَّوْجِ فَهِيَ فُرْقَةٌ بِطَلَاقٍ، هُوَ يَعْتَبِرُهُ بِالْإِبَاءِ وَالْجَامِعُ مَا بَيَّنَّاهُ، وَاَبُوْ يُوْسُفَ مَرَّ عَلٰى مَا اَصَّلْنَا لَهُ فِي الْإِبَاءِ، وَاَبُوْ حَنِيْفَةَ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا. وَوَجْهُ الْفَرْقِ اَنَّ الرِّدَّةَ مُنَافِيَةٌ لِلنِّكَاحِ لِكَوْنِهَا مُنَافِيَةً لِلْعِصْمَةِ وَالطَّلَاقُ رَافِعٌ فَتَعَذَّرَ اَنْ تُجْعَلَ طَلَاقًا، بِخِلَافِ الْإِبَاءِ، لِاَنَّهُ يَفُوْتُ الْإِمْسَاكُ بِالْمَعْرُوْفِ فَيَجِبُ التَّسْرِيْحُ بِالْإِحْسَانِ عَلٰى مَا مَرَّ، وَلِهٰذَا تَتَوَقَّفُ الْفُرْقَةُ بِالْإِبَاءِ عَلَى الْقَضَاءِ وَلَا تَتَوَقَّفُ بِالرِّدَّةِ ﴿ثُمَّ اِنْ كَانَ الزَّوْجُ هُوَ الْمُرْتَدُّ فَلَهَا كُلُّ الْمَهْرِ اِنْ دَخَلَ بِهَا وَنِصْفُ الْمَهْرِ اِنْ لَّمْ يَدْخُلْ بِهَا، وَاِنْ كَانَتْ هِيَ الْمُرْتَدَّةُ فَلَهَا كُلُّ الْمَهْرِ اِنْ دَخَلَ بِهَا، وَاِنْ لَّمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلَا مَهْرَ لَهَا وَلَا نَفَقَةَ﴾ لِاَنَّ الْفُرْقَةَ مِنْ قِبَلِهَا.

جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جائے تو طلاق کے بغیر ان کے درمیان علیحدگی واقع ہو جائے گی۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف کے نزدیک ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر مرتد شوہر ہوا ہے تو یہ طلاق کے ہمراہ علیحدگی ہوگی وہ اس بارے میں انکار کرنے کا اعتبار کرتے ہیں اصول وہ ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں جو انکار کرنے کے حوالے سے ہم ان کے حوالے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں صورتوں کے درمیان فرق کیا ہے اور ان کے نزدیک فرق کی وجہ یہ ہے: عصمت کے منافی ہونے کے

اعتبار سے مرتد ہونا نکاح کے بھی منافی ہے جبکہ طلاق نکاح کو ختم کر دیتی ہے اس لیے مرتد ہونے کو طلاق قرار دینا دشوار ہوگا۔ جبکہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرنے کا حکم اس کے برخلاف ہے کیونکہ اس صورت میں وہ معروف طریقے سے روکنے کو فوت کر دیتا ہے لہٰذا تسریح باحسان ضروری ہوگی' جیسا کہ پہلے تفصیل بیان کی جا چکی ہے اس لیے انکار کرنے کے نتیجے میں ہونے والی علیحدگی قاضی کے حکم پر موقوف ہوگی' لیکن مرتد ہونے کے نتیجے میں ہونے والی علیحدگی کے لئے قاضی کا فیصلہ ضروری نہیں ہے۔ اگر مرتد ہونے والا فریق شوہر ہو' تو اگر اس نے دخول کیا ہو' تو عورت کو پورا مہر ملے گا' اور اگر دخول نہ کیا ہو' تو عورت کو نصف مہر ملے گا' اور اگر عورت مرتد ہوئی ہو' تو اسے پورا مہر ملے گا اگر شوہر نے اس کے ساتھ دخول کیا ہوا تھا لیکن اگر اس نے دخول نہیں کیا تھا' تو عورت کو نہ تو مہر ملے گا' اور نہ ہی کوئی خرچ ملے گا' کیونکہ علیحدگی اس عورت کی طرف سے واقع ہوئی ہے۔

اگر میاں بیوی ایک ساتھ مرتد ہونے کے بعد ایک ساتھ مسلمان ہو جائیں؟

قَالَ ﴿وَإِذَا ارْتَدَّا مَعًا ثُمَّ اَسْلَمَا مَعًا فَهُمَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا﴾ اسْتِحْسَانًا .وَقَالَ زُفَرُ: يَبْطُلُ، لِاَنَّ رِدَّةَ اَحَدِهِمَا مُنَافِيَةٌ، وَفِىْ رِدَّتِهِمَا رِدَّةُ اَحَدِهِمَا .وَلَنَا مَا رُوِىَ اَنَّ بَنِى حَنِيفَةَ ارْتَدُّوا ثُمَّ اَسْلَمُوا، وَلَمْ يَاْمُرْهُمُ الصَّحَابَةُ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِينَ بِتَجْدِيدِ الْاَنْكِحَةِ (١)، وَالِارْتِدَادُ مِنْهُمْ وَاقِعٌ مَعًا لِجَهَالَةِ التَّارِيخِ .وَلَوْ اَسْلَمَ اَحَدُهُمَا بَعْدَ الْاِرْتِدَادِ مَعًا فَسَدَ النِّكَاحُ بَيْنَهُمَا لِاِصْرَارِ الْاٰخَرِ عَلَى الرِّدَّةِ، لِاَنَّهُ مُنَافٍ كَابْتِدَائِهَا .

اور جب میاں بیوی ایک ساتھ مرتد ہو جائیں اور پھر دونوں ایک ساتھ اسلام قبول کر لیں تو استحسان پیش نظر وہ اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کا نکاح باطل ہو جائے گا' کیونکہ ان میں سے ایک کا مرتد ہونا نکاح کے منافی ہے' تو ان دونوں کے مرتد ہونے کی صورت میں بھی' بہر حال دونوں میں سے ہر ایک کا مرتد ہونا پایا جاتا ہے۔ ہماری دلیل وہ ہے' جو روایت منقول ہے: بنو حنیفہ (قبیلے کے لوگ) مرتد ہو گئے تھے پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں تجدید نکاح کا حکم نہیں دیا تھا' اور مرتد ہونا ان سب کی طرف سے ایک ساتھ واقع ہوا تھا' کیونکہ معین تاریخ مجہول تھی۔ اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک مرتد ہونے کے بعد اسلام قبول کر لے تو ان دونوں کے درمیان نکاح فاسد ہو جائے گا' کیونکہ دوسرا مرتد ہونے پر مصر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: اصرار بھی مرتد ہونے کے آغاز کی طرح (نکاح کا) منافی ہے۔

بَابُ الْقَسْمِ

﴿یہ باب ازواج کے درمیان باری تقسیم کرنے کے بیان میں ہے﴾

ازواج کے درمیان قسمت کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب کسی شخص کے ہاں دو آزاد عورتیں ہوں۔ جس طرح تعدد ازواج میں شرعی احکام بیان کردیئے گئے ہیں یعنی مرد چار عورتوں سے نکاح کرسکتا ہے اور بیک وقت اس عقد میں چار عورتیں رکھنا جائز ہے۔ تو ضروری ہوا کہ ان کے درمیان عدل پیدا کرنے کے لئے اور انہیں انصاف فراہم کرنے کے لئے احکام شرعی کو بیان کیا جائے۔ لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ نے ایک الگ باب میں تعدد ازواج والے شخص کے لئے شرعی احکام کو بیان کیا ہے۔ اور باب کا عنوان ''باب القسم ''، قسم، فا کے فتح کے ساتھ ہے اور یہ مصدر ہے اور اس کا معنی تقسیم کرنا ہے۔ جس طرح مال کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مال تقسیم کردیا ہے اور ہدایہ کے بعض نسخوں میں '' و منه باب القسم '' بھی آیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۱۲۱، بیروت)

بیویوں کے درمیان تقسیم میں انصاف

وَاِذَا كَانَ لِلرَّجُلِ امْرَاَتَانِ حُرَّتَانِ فَعَلَيْهِ اَنْ يَعْدِلَ بَيْنَهُمَا فِي الْقَسْمِ بِكْرَيْنِ كَانَتَا اَوْ ثَيِّبَيْنِ اَوْ اِحْدَاهُمَا بِكْرًا وَّالْاُخْرٰى ثَيِّبًا﴾ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " ﴿مَنْ كَانَتْ لَهٗ امْرَاَتَانِ وَمَالَ اِلٰى اِحْدَاهُمَا فِي الْقَسْمِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهٗ مَائِلٌ﴾ "وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا " ﴿اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَعْدِلُ فِي الْقَسْمِ بَيْنَ نِسَائِهٖ .﴾ وَكَانَ يَقُوْلُ: ﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِي فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تُؤَاخِذْنِي فِيْمَا لَا اَمْلِكُ﴾: يَعْنِي زِيَادَةَ الْمَحَبَّةِ " وَلَا فَصْلَ فِيْمَا رَوَيْنَا .

جب کسی شخص کی دو آزاد بیویاں ہوں تو تقسیم کے اعتبار سے ان میں برابری کرنا اس شخص پر لازم ہے' خواہ وہ دونوں باکرہ ہوں یا دونوں ثیبہ ہوں' یا ان دونوں میں سے ایک باکرہ ہو اور دوسری ثیبہ ہو' اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے ''جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ تقسیم میں ان میں سے کسی ایک کی طرف داری کرے' تو جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے درمیان تقسیم کے معاملے میں انصاف سے کام لیتے تھے اور آپ یہ دعا کرتے تھے: ''اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے اس کے بارے میں' میں مالک ہوں' تو اس چیز کے بارے میں مجھ سے

مواخذہ نہ کرنا' جس کا میں مالک نہیں ہوں'۔ (صاحب ہدایہ فرماتے ہیں) یعنی کسی ایک کے ساتھ زیادہ محبت ہو'ہم نے جو روایت بیان کی ہے اس میں کوئی فصل نہیں ہے۔

نئی اور پرانی بیوی کے حقوق یکساں ہوں گے

وَالْقَدِيْمَةُ وَالْجَدِيْدَةُ سَوَاءٌ لِإِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّ الْقَسْمَ مِنْ حُقُوْقِ النِّكَاحِ وَلَاتَفَاوُتَ بَيْنَهُنَّ فِيْ ذٰلِكَ، وَالْاِخْتِيَارُ فِيْ مِقْدَارِ الدَّوْرِ إِلَى الزَّوْجِ' لِأَنَّ الْمُسْتَحَقَّ هُوَ التَّسْوِيَةُ دُوْنَ طَرِيْقِهِ وَالتَّسْوِيَةُ الْمُسْتَحِقَّةُ فِي الْبَيْتُوْتَةِ فِي الْمُجَامَعَةِ لِأَنَّهَا تَبْتَنِيْ عَلَى النَّشَاطِ .

اس بارے میں پرانی اور نئی بیویوں کی حیثیت برابر ہوگی' کیونکہ ہم نے جو روایت نقل کی ہے وہ مطلق ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: تقسیم نکاح کے حقوق سے تعلق رکھتی ہے اور اس بارے میں بیویوں کے درمیان کوئی تفاوت نہیں ہے۔ بیوی کے پاس آنے جانے کی مقدار کتنی ہوگی اس کا اختیار شوہر کو ہے' کیونکہ اصل لازم چیز ان کے درمیان برابری رکھنا ہے' اس کا کوئی مخصوص طریقہ لازم نہیں ہے' اور جو برابری لازم ہے وہ رات بسر کرنے کے اعتبار سے ہے۔ صحبت کرنے کے حوالے سے نہیں ہے' کیونکہ اس کا تعلق طبیعت کی آمادگی کا ساتھ ہوتا ہے۔

آزاد عورت اور کنیز کے حقوق میں اختلاف

وَإِنْ كَانَتْ إِحْدَاهُمَا حُرَّةً وَّالْأُخْرٰى أَمَةً فَلِلْحُرَّةِ الثُّلُثَانِ مِنَ الْقَسْمِ وَلِلْأَمَةِ الثُّلُثُ﴾ بِذٰلِكَ وَرَدَ الْأَثَرُ، وَلِأَنَّ حِلَّ الْأَمَةِ أَنْقَصُ مِنْ حِلِّ الْحُرَّةِ فَلَا بُدَّ مِنْ إِظْهَارِ النُّقْصَانِ فِي الْحُقُوْقِ ـ وَالْمُكَاتَبَةُ وَالْمُدَبَّرَةُ وَأُمُّ الْوَلَدِ بِمَنْزِلَةِ الْأَمَةِ' لِأَنَّ الرِّقَّ فِيْهِنَّ قَائِمٌ ـ

اور اگر (ان دو بیویوں میں سے) ایک آزاد ہو اور دوسری کنیز ہو' تو تقسیم میں آزاد عورت کا حصہ دو تہائی ہوگا اور کنیز کا ایک تہائی ہوگا اس بارے میں ایک روایت منقول ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: کنیز کی حلت آزاد عورت کی حلت سے کم ہوتی ہے' لہٰذا اس کے حقوق میں کمی ظاہر ہوگی۔ مکاتب کنیز' مدبر کنیز اور ام ولد کنیز عام کنیز کی مانند ہوں گی' کیونکہ ملکیت کا پہلو ان میں موجود ہے۔

سفر کے دوران تقسیم کا حکم

قَالَ ﴿وَلَاحَقَّ لَهُنَّ فِي الْقَسْمِ حَالَةَ السَّفَرِ فَيُسَافِرُ الزَّوْجُ بِمَنْ شَاءَ مِنْهُنَّ، وَالْأَوْلٰى أَنْ يُّقْرِعَ بَيْنَهُنَّ فَيُسَافِرُ بِمَنْ خَرَجَتْ قُرْعَتُهَا﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: الْقُرْعَةُ مُسْتَحَقَّةٌ، لِمَا رُوِيَ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ﴾ (١) "إِلَّا أَنَّا نَقُوْلُ: إِنَّ الْقُرْعَةَ لِتَطْيِيْبِ قُلُوْبِهِنَّ فَيَكُوْنُ مِنْ بَابِ الْإِسْتِحْبَابِ، وَهٰذَا' لِأَنَّهُ لَا حَقَّ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ مُسَافَرَةِ

الزَّوْجُ' اَلَاتَرٰی اَنَّ لَـهٗ اَنْ لَّا یَسْتَصْحِبَ وَاحِدَةً مِّنْهُنَّ فَکَذَا لَـهٗ اَنْ یُّسَافِرَ بِوَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ وَلَا یُحْتَسَبُ عَلَیْهِ بِتِلْكَ الْمُدَّةِ ۔

فرمایا: سفر کی حالت میں تقسیم کے حوالے سے بیویوں کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ شوہر ان میں سے جسے چاہے' اپنے ساتھ سفر پر لے جاسکے گا' تاہم زیادہ بہتر یہ ہے: وہ ان کے درمیان قرعہ اندازی کرے' پھر جس کے نام کا قرعہ نکل آئے اسے ساتھ لے کر جائے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قرعہ اندازی کرنا لازم ہے' کیونکہ یہ روایت منقول ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کیا کرتے تھے۔ تاہم ہم یہ کہتے ہیں: یہ قرعہ اندازی ان کی دلجوئی کے لئے ہوتی تھی لہٰذا یہ بات مستحب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: شوہر کے سفر کے وقت بیوی کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا؟ شوہر کو یہ حق حاصل ہے' وہ ان میں سے کسی ایک کو بھی ساتھ نہ لے جائے اور (سفر کی) یہ تمام مدت شوہر کے حساب میں شمار نہیں ہوگی۔

کسی بیوی کا اپنے حصے کو اپنی کسی سوکن کے لئے ہبہ کرنا

﴿وَاِنْ رَضِیَتْ اِحْدَی الزَّوْجَاتِ بِتَرْكِ قَسْمِهَا لِصَاحِبَتِهَا جَازَ﴾' ﴿لِاَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا سَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَنْ یُّرَاجِعَهَا وَتَجْعَلَ یَوْمَ نَوْبَتِهَا لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا﴾ " ﴿وَلَهَا اَنْ تَرْجِعَ فِیْ ذٰلِكَ﴾' لِاَنَّهَا اَسْقَطَتْ حَقًّا لَّمْ یَجِبْ بَعْدُ فَلَا یَسْقُطُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ۔

اگر بیویوں میں سے کوئی ایک' اپنے مخصوص حصے کو اپنی سوکن کے لئے ترک کرنے پر راضی ہوجائے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ ان سے رجوع کرلیں اور وہ اپنی باری کا مخصوص دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیتی ہیں۔ تاہم بیوی کو اس بات کا اختیار ہے: وہ اس بارے میں اپنے موقف سے رجوع کرلے' کیونکہ اس نے اپنے ایک ایسے حق کو ساقط کیا ہے' جو واجب نہیں ہے' لہٰذا وہ ساقط نہیں ہوگا' باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

کتَابُ الرَّضَاعِ

﴿یہ کتاب رضاعت کے بیان میں ہے﴾

کتاب رضاعت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے رضاعت کے عام مسائل کو محرمات کے باب میں ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ اس کے مسائل کی کثرت سے ان کو الگ ذکر کرنا ضروری تھا لہذا رضاعت کے مسائل کے لئے ایک الگ کتاب کے نام سے عنوان ذکر کیا ہے۔اور اس لئے بھی اس کے لئے الگ مسائل کرنا ضروری تھے کہ دوسرے مسائل سے اختلاط نہ ہو جائے۔

حرمت رضاعت کا سبب وہ ہڈیوں کا پرورش پانا اور گوشت کا بننا ہے۔اور یہ سبب اسی طرح ہے جس طرح حرمت مصاہرت میں اعلاق سبب ہے۔جس طرح اعلاق پوشیدہ امر ہے جبکہ اس کا سبب ظاہر ہے لہذا سبب ظاہری کو اعلاق کے قائم مقام کیا گیا ہے اور وہ ظاہری سبب وطی ہے۔

اسی طرح ہڈیوں کا پرورش پانا اور گوشت کا اگنا یہ سبب باطنی ہے جبکہ اس کا ظاہری امر رضاعت ہے لہذا سبب ظاہری یعنی رضاعت کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ،۵،ص۱۲۸،بیروت)

مصنف نے کتاب النکاح سے کے بعد رضاعت کی کتاب کو بیان کیا ہے۔نکاح عمومی احکام میں اصل کی حیثیت رکھتا ہے جبکہ رضاعت حرمت نکاح کے احکام میں سے ایک حکم ہے۔لہذا حرمت رضاعت احکام نکاح میں سے ایک حکم ہوا۔جو کسی حد میں محدود ہے۔اسی سبب کے پیش نظر اس کتاب کو کتاب نکاح سے مؤخر ذکر کیا ہے۔

کتاب نکاح سے اس کی موافقت واضح ہے۔کہ جس طرح نکاح میں زوجین سے متعلق مسائل واحکام ہیں اسی طرح کتاب الرضاع میں زوجین سے متعلق احکام ومسائل موجود ہیں۔

رضاعت کا فقہی مفہوم

لفظ رضاعت اور اس کے دیگر مشتقات قرآن حکیم میں دس مقامات پر آئے ہیں۔المعجم الوسیط میں رضاعت کا معنی کچھ یوں بیان ہوا ہے۔أرضعت الأم: كان لها ولد تُرضِعه .

ماں کا بچہ کو دودھ پلانا رضاعت کہلاتا ہے۔فقہی اصطلاح میں بچہ کا پیدائش کے بعد پہلے دو سال میں ماں کے سینہ سے دودھ چوسنا رضاعت کہلاتا ہے۔پیدائش کے بعد بچہ کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اپنی زندگی کی حفاظت اور افزائش کے لیے ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی غذا استعمال کرے اس لیے وضع حمل کے بعد عورت کے پستانوں میں قدرتی طور پر دودھ جاری ہو جاتا ہے اور بچہ کے

لیے اس کے دل میں پیدا ہونے والی محبت وشفقت اُسے بچہ کو دودھ پلانے پر اُکساتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت پر واجب کیا ہے کہ وہ بچہ کو پورے دو سال دودھ پلائے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ مدت ہر طرح سے بچہ کی صحت کے لیے ضروری ہے۔

جدید میڈیکل ریسرچ سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ بچہ کے جسمانی ونفسیاتی تقاضوں کے پیش نظر دو سال کی مدتِ رضاعت ضروری ہے۔ یہ اسلام کی آفاقی اور ابدی تعلیمات کا فیضان ہے کہ اہل اسلام کو زندگی کے وہ رہنما اصول ابتداء ہی میں عطا کر دیے گئے جن کی تائید وتصدیق صدیوں بعد کی سائنسی تحقیقات کر رہی ہیں۔

قرآن کے مطابق رضاعت کا بیان

(۱) وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ○

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ پر لازم ہے، کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے، (اور) نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے، اور وارثوں پر بھی یہی حکم عائد ہوگا، پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے (دو برس سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں، اور پھر اگر تم اپنی اولاد کو (دایہ سے) دودھ پلوانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ جو تم دستور کے مطابق دیتے ہو انہیں ادا کر دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔ (القرآن، البقرۃ، 233:2)

(۲) وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ۔ (النساء، ۲۳) اور تمہاری رضاعی بہنیں (تم پر حرام ہیں)

احادیث کے مطابق رضاعت کا بیان

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رضاع سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 94)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا گیا کہ حمزہ بن عبدالمطلب کی صاحبزادی سے نکاح کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میری رضاعی بھتیجی ہے اور رضاعت سے وہی رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 95)

(۳) حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک دو بار دودھ چوسنا حرام نہیں کرتا (حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ (سنن ابن ماجہ: جلددوم: حدیث نمبر 97)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک دو بار دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ (سنن ابن ماجہ: جلددوم: حدیث نمبر ۹۸)

(۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ قرآن کریم میں یہ نازل ہوا تھا کہ پھر موقوف ہو گیا کہ حرام نہیں کرتا مگر پانچ یا دس بار دودھ پینا جس کا یقینی علم ہو۔ (سنن ابن ماجہ جلددوم: حدیث نمبر ۹۹)

رضاعت کی تھوڑی اور زیادہ مقدار کا حکم یکساں ہے

قَالَ ﴿قَلِيلُ الرَّضَاعِ وَكَثِيرُهُ سَوَاءٌ إِذَا حَصَلَ فِي مُدَّةِ الرَّضَاعِ تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيمُ﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَثْبُتُ التَّحْرِيمُ إِلَّا بِخَمْسِ رَضَعَاتٍ، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: " ﴿لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ وَلَا الْإِمْلَاجَةُ وَلَا الْإِمْلَاجَتَانِ﴾ " (۱) .وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ﴾(۲) الْآيَةَ وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " ﴿يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ﴾(۳) " مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ، وَلِأَنَّ الْحُرْمَةَ وَإِنْ كَانَتْ لِشُبْهَةِ الْبَعْضِيَّةِ الثَّابِتَةِ بِنُشُوءِ الْعَظْمِ وَإِنْبَاتِ اللَّحْمِ لَكِنَّهُ أَمْرٌ مُبْطَنٌ فَتَعَلَّقَ الْحُكْمُ بِفِعْلِ الْإِرْضَاعِ، وَمَا رَوَاهُ مَرْدُودٌ بِالْكِتَابِ أَوْ مَنْسُوخٌ بِهِ .

فرماتے ہیں: رضاعت تھوڑی ہو یا زیادہ ہو برابر ہے جب وہ رضاعت کی مدت میں حاصل ہو تو اس کے ذریعے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حرمت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب پانچ گھونٹ پیے جائیں۔ اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "ایک گھونٹ یا دو گھونٹ یا ایک مرتبہ چوسنے یا دو مرتبہ چوسنے سے تو حرمت ثابت نہیں ہوتی"۔ ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے"۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "رضاعت کے ذریعے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو نسب کے ذریعے حرمت ثابت ہوتی ہے"۔ اس حدیث میں کوئی فصل (یعنی مقدار کی قید) نہیں ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: حرمت جزء ہونے کے اس شبہ کے ذریعے ثابت ہوتی ہے جو ہڈیاں بڑھنے اور گوشت کی نشوونما کی نتیجے میں ہوتا ہے لیکن یہ ایک پوشیدہ معاملہ ہے لہٰذا حکم کا تعلق دودھ پلانے کے فعل کے ساتھ ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت نقل کی ہے یا تو وہ کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے قبول نہیں کی جائے گی یا پھر کتاب اللہ کے حکم کے تحت منسوخ شمار ہوگی۔

رضاعت کی شرعی مدت کا بیان

وَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فِي مُدَّةِ الرَّضَاعِ لِمَا نُبَيِّنُ . (ثُمَّ مُدَّةُ الرَّضَاعِ ثَلَاثُونَ شَهْرًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ

رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا سَنَتَانِ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ. وَقَالَ زُفَرُ: ثَلَاثَةُ اَحْوَالٍ، لِاَنَّ الْحَوْلَ حَسَنٌ لِلتَّحَوُّلِ مِنْ حَالٍ اِلٰى حَالٍ، وَلَا بُدَّ مِنَ الزِّيَادَةِ عَلَى الْحَوْلَيْنِ لِمَا نُبَيِّنُ فَيُقَدَّرُ بِهِ. وَلَهُمَا قَوْلُهُ تَعَالٰى (وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا)(۱) وَمُدَّةُ الْحَمْلِ اَدْنَاهَا سِتَّةُ اَشْهُرٍ فَبَقِيَ لِلْفِصَالِ حَوْلَانِ. وَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "(لَا رَضَاعَ بَعْدَ حَوْلَيْنِ)(۱)" وَلَهُ هٰذِهِ الْاٰيَةُ. وَوَجْهُهُ اَنَّهُ تَعَالٰى ذَكَرَ شَيْئَيْنِ وَضَرَبَ لَهُمَا مُدَّةً فَكَانَتْ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِكَمَالِهَا كَالْاَجَلِ الْمَضْرُوْبِ لِلدَّيْنَيْنِ، اِلَّا اَنَّهُ قَامَ الْمُنْقِصُ فِيْ اَحَدِهِمَا فَبَقِيَ فِي الثَّانِيْ عَلٰى ظَاهِرِهٖ، وَلِاَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ تَغَيُّرِ الْغِذَاءِ لِيَنْقَطِعَ الْاِنْبَاتُ بِاللَّبَنِ وَذٰلِكَ بِزِيَادَةِ مُدَّةٍ يَتَعَوَّدُ الصَّبِيُّ فِيْهَا غَيْرَهُ فَقُدِّرَتْ بِاَدْنٰى مُدَّةِ الْحَمْلِ، لِاَنَّهَا مُغَيِّرَةٌ، فَاِنَّ غِذَاءَ الْجَنِيْنِ يُغَايِرُ غِذَاءَ الرَّضِيْعِ كَمَا يُغَايِرُ غِذَاءَ الْفَطِيْمِ، وَالْحَدِيْثُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى مُدَّةِ الْاِسْتِحْقَاقِ، وَعَلَيْهِ يُحْمَلُ النَّصُّ الْمُقَيَّدُ بِحَوْلَيْنِ فِي الْكِتَابِ.

مناسب یہ ہے: دودھ پلانے کا عمل رضاعت کی مخصوص مدت کے درمیان ہونا چاہئے اس کی وجہ ہم بیان کریں گے۔ پھر رضاعت کی مخصوص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک 30 ماہ ہے۔ صاحبین یہ فرماتے ہیں: یہ دو سال ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: یہ تین سال ہے اس کی وجہ یہ ہے: ایک سال ایک حالت سے دوسری حالت تک منتقل ہونے کے لئے مناسب وقت ہے اور دو سال سے زیادہ مدت کا ہونا ضروری ہے اس کی وجہ ہم بیان کریں گے تو اس (ایک سال) کو مقررہ کیا جائے گا۔ صاحبین کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اس کا حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے"۔ حمل کی مدت کم از کم 6 ماہ ہے تو دودھ چھڑانے کے لئے باقی دو سال رہ جائیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے: "دو سال کے بعد رضاعت نہیں ہوتی"۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل بھی یہی آیت ہے اس کی صورت یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا ذکر کیا ہے اور ان دونوں کے لئے ایک مدت بیان کی ہے تو یہ مدت مکمل طور پر دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ثابت ہوگی جیسے دو طرح کے قرض کے لئے ایک مدت بیان کی جائے تاہم یہاں پر ایک میں کمی کرنے والی دلیل پائی جا رہی ہے تو دوسرا اپنے ظاہر کے مطابق برقرار رہے گا۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: غذا تبدیل ہونے کے لئے یہ بات ضروری ہے تاکہ دودھ کے ذریعے نشوونما منقطع ہو جائے اور اس کے لئے اضافی مدت ضروری ہے۔ جس میں بچہ دوسری خوراک کی عادت بنالے تو اس کے لئے حمل کی کم از کم مدت کو طے کیا گیا ہے کیونکہ یہ حالت کو تبدیل کر سکتی ہے کیونکہ ماں کے پیٹ میں موجود بچے کی غذا اس سے مختلف ہوتی ہے جو دودھ پیتے بچے کی ہوتی ہے جس طرح دودھ پیتے بچے کی غذا اس بچے سے مختلف ہوتی ہے جس کا دودھ چھڑوا دیا گیا ہو۔

جو حدیث نقل کی گئی ہے وہ اس بات پر محمول ہوگی اس سے مراد وہ مدت ہے جس کا استحقاق ہے۔ نص کو بھی اسی مفہوم پر محمول

کیا جائے گا جو کتاب اللہ میں دو سال کی قید کے ساتھ مذکور ہے۔

رضاعت کی شرعی مدت کے بعد حرمت ثابت نہیں ہوتی

قَالَ ﴿وَاِذَا مَضَتْ مُدَّةُ الرَّضَاعِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِالرَّضَاعِ تَحْرِيْمٌ﴾ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ "﴿لَا رَضَاعَ بَعْدَ الْفِصَالِ﴾" وَلِاَنَّ الْحُرْمَةَ بِاعْتِبَارِ النُّشُوْءِ وَذٰلِكَ فِي الْمُدَّةِ اِذِ الْكَبِيْرُ لَا يَتَرَبّٰى بِهٖ، وَلَا يُعْتَبَرُ الْفِطَامُ قَبْلَ الْمُدَّةِ اِلَّا فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِذَا اسْتَغْنٰى عَنْهُ وَوَجْهُهٗ انْقِطَاعُ النُّشُوْءِ بِتَغَيُّرِ الْغِذَاءِ وَهَلْ يُبَاحُ الْاِرْضَاعُ بَعْدَ الْمُدَّةِ؟ فَقِيْلَ لَا يُبَاحُ، لِاَنَّ اِبَاحَتَهٗ ضَرُوْرِيَّةٌ لِكَوْنِهٖ جُزْءُ الْاٰدَمِيِّ۔

فرماتے ہیں: جب رضاعت کی مخصوص مدت گزر جائے تو رضاعت کے ذریعے حرمت ثابت نہیں ہوگی اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''دودھ چھڑا دینے کے بعد رضاعت نہیں ہوتی''۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: حرمت نشوونما کے اعتبار سے ہوتی ہے اور یہ رضاعت کی مخصوص مدت میں ہو سکتی ہے' کیونکہ بڑی عمر کے بچے کی نشوونما دودھ کے ذریعے نہیں ہو سکتی۔ مخصوص مدت سے پہلے دودھ چھڑانا معتبر نہیں ہوگا' البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی منقول ہے (کہ معتبر ہوگا) جبکہ بچہ دودھ سے بے نیاز ہو چکا ہو اس کی وجہ یہی ہے: غذا کی تبدیلی کی وجہ سے (دودھ کے ذریعے) اس کی نشوونما کا عمل منقطع ہو چکا ہے۔ مخصوص مدت کے بعد دودھ پلانا مباح ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ مباح نہیں ہے' کیونکہ اس کی اباحت ضرورت کے پیش نظر تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے: یہ (دودھ) انسان کا جزء ہے (اور وہ قابل احترام ہوتا ہے)

حرمت رضاعت حرمت نسب کی طرح ہے

قَالَ ﴿وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ﴾ لِلْحَدِيْثِ الَّذِيْ رَوَيْنَا ﴿اِلَّا اُمَّ اُخْتِهٖ مِنَ الرَّضَاعِ فَاِنَّهٗ يَجُوْزُ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا وَلَا يَجُوْزُ﴾ اَنْ يَتَزَوَّجَ اُمَّ اُخْتِهٖ مِنَ النَّسَبِ﴾، لِاَنَّهَا تَكُوْنُ اُمَّهٗ اَوْ مَوْطُوْءَةَ اَبِيْهِ، بِخِلَافِ الرَّضَاعِ، وَيَجُوْزُ اَنْ يَتَزَوَّجَ اُخْتَ ابْنِهٖ مِنَ الرَّضَاعِ، وَلَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ، لِاَنَّهٗ لَمَّا وَطِئَ اُمَّهَا حُرِّمَتْ عَلَيْهِ، وَلَمْ يُوْجَدْ هٰذَا الْمَعْنٰى فِي الرَّضَاعِ۔ ﴿وَامْرَاَةُ اَبِيْهِ اَوِ امْرَاَةُ ابْنِهٖ مِنَ الرَّضَاعِ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا كَمَا لَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ﴾ لِمَا رَوَيْنَا، وَذِكْرُ الْاَصْلَابِ فِي النَّصِّ لِاِسْقَاطِ اعْتِبَارِ التَّبَنِّيْ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ۔

فرمایا: رضاعت کے ذریعے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے' جو حرمت نسب کے ذریعے ثابت ہوتی ہے' اس کی دلیل وہ حدیث ہے' جسے ہم روایت کر چکے ہیں۔ البتہ رضاعی بہن کی ماں کے ساتھ شادی کرنا آدمی کے لیے جائز ہے' لیکن آدمی اپنی نسبی بہن کی ماں کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا' کیونکہ وہ اس کی اپنی ماں ہوگی یا اس کے باپ کی بیوی ہوگی' جبکہ رضاعت کا حکم اس کے

برخلاف ہے۔ یہ بھی جائز ہے' آدمی اپنے رضاعی بیٹے کی بہن کے ساتھ شادی کرلے اور نسب میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ جب آدمی اس لڑکی کی ماں کے ساتھ صحبت کرلے گا تو وہ لڑکی اس کے لئے حرام ہوجائے گی' جبکہ رضاعت میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ رضاعی باپ کی بیوی یا رضاعی بیٹے کی بیوی کے ساتھ شادی کرنا اسی طرح جائز نہیں ہے' جیسے نسب میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے' اس کی دلیل ہم پہلے روایت کرچکے ہیں۔ نسب میں صلبی رشتے داروں کا تذکرہ منہ بولی رشتے داری کا اعتبار ساقط کرنے کے لئے ہے' جیسا کہ ہم یہ بات بیان کرچکے ہیں۔

لبن الفحل سے حرمت متعلق ہوتی ہے

﴿وَلَبَنُ الْفَحْلِ يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ، وَهُوَ اَنْ تُرْضِعَ الْمَرْاَةُ صَبِيَّةً فَتَحْرُمُ هٰذِهِ الصَّبِيَّةُ عَلٰى زَوْجِهَا وَعَلٰى اٰبَائِهِ وَاَبْنَائِهِ وَيَصِيْرُ الزَّوْجُ الَّذِى نَزَلَ لَهَا مِنْهُ اللَّبَنُ اَبًا لِّلْمُرْضَعَةِ﴾ وَفِىْ اَحَدِ قَوْلَىِ الشَّافِعِيِّ: لَبَنُ الْفَحْلِ لَا يُحَرِّمُ لِاَنَّ الْحُرْمَةَ لِشُبْهَةِ الْبَعْضِيَّةِ وَاللَّبَنُ بَعْضُهَا لَا بَعْضُهُ. وَلَنَا مَا رَوَيْنَا، وَالْحُرْمَةُ بِالنَّسَبِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ فَكَذَا بِالرَّضَاعِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِعَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا: " ﴿لِيَلِجْ عَلَيْكِ اَفْلَحُ فَاِنَّهُ عَمُّكِ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾(۱) " وَلِاَنَّهُ سَبَبٌ لِنُزُوْلِ اللَّبَنِ مِنْهَا فَيُضَافُ اِلَيْهِ فِىْ مَوْضِعِ الْحُرْمَةِ احْتِيَاطًا.

(۱) اخرجه الستة فى "كتبهم" البخارى فى "صحيحه" ۹/۳۳۸ برقم (۵۲۳۹) و مسلم فى "صحيحه" ۲/۱۰۷۰ برقم (۱۴۴۵)

"لبن الفحل" کے ساتھ حرمت متعلق ہوتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے: کسی عورت نے کسی بچی کو دودھ پلایا ہو' تو یہ بچی اس عورت کے شوہر کے لئے حرام ہوگی اور اس مرد کے آباؤ اجداد کے لئے اور بیٹوں کے لئے بھی حرام ہوگی اور وہ شوہر جس کی وجہ سے عورت کے دودھ اترا ہے اس دودھ پیتی بچی کا رضاعی باپ بن جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق لبن الفحل حرام نہیں ہوتا' اس کی وجہ یہ ہے: حرمت بعضیت کے شبہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور دودھ عورت کے جسم کا حصہ ہے' مرد کا حصہ نہیں ہے۔ ہماری دلیل وہ روایت ہے جسے ہم روایت کرچکے ہیں۔ نسب میں حرمت دونوں طرف سے ہوتی ہے' تو اسی طرح رضاعت میں بھی ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ ارشاد فرمایا تھا: افلح تمہارے ہاں اندر آسکتا ہے' کیونکہ وہ تمہارا رضاعی چچا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: مرد عورت کے دودھ اترنے کا سبب ہوتا ہے' تو حرمت کے معاملے میں احتیاط کے پیش نظر حرمت کو اس کی طرف بھی منسوب کیا جائے گا۔

رضاعی بھائی کی بہن نسبی بھائی کی بہن کی طرح ہے

﴿وَيَجُوْزُ اَنْ يَّتَزَوَّجَ الرَّجُلُ بِاُخْتِ اَخِيْهِ مِنَ الرَّضَاعِ﴾ لِاَنَّهُ يَجُوْزُ اَنْ يَّتَزَوَّجَ بِاُخْتِ اَخِيْهِ مِنَ النَّسَبِ وَذٰلِكَ مِثْلُ الْاَخِ مِنَ الْاَبِ اِذَا كَانَتْ لَهُ اُخْتٌ مِّنْ اُمِّهِ جَازَ لِاَخِيْهِ مِنْ اَبِيْهِ اَنْ يَّتَزَوَّجَهَا. ﴿وَكُلُّ صَبِيَّيْنِ اجْتَمَعَا عَلٰى ثَدْىِ وَّاحِدَةٍ لَّمْ يَجُزْ لِاَحَدِهِمَا اَنْ يَّتَزَوَّجَ بِالْاُخْرٰى﴾

هٰذَا هُوَ الْاَصْلُ. لِاَنَّ اُمَّهُمَا وَاحِدَةٌ لَهُمَا اَخٌ وَّاُخْتٌ ﴿وَلَا يَتَزَوَّجُ الْمُرْضِعَةَ اَحَدٌ مِّنْ وَّلَدِ الَّتِيْ اَرْضَعَتْ﴾ لِاَنَّهُ اَخُوْهَا ﴿وَلَا وَلَدُ وَلَدِهَا﴾ لِاَنَّهُ وَلَدُ اَخِيْهَا. ﴿وَلَا يَتَزَوَّجُ الصَّبِيُّ الْمُرْضَعُ اُخْتَ زَوْجِ الْمُرْضِعَةِ﴾ لِاَنَّهَا عَمَّتُهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ

آدمی اپنے رضائی بھائی کی بہن کے ساتھ شادی کرے تو جائز ہے کیونکہ اس کے لئے یہ بات جائز ہے: وہ اپنے نسبی بھائی کی بہن کے ساتھ شادی کر لے؟ یہ اس طرح ہوگا' جو اس کا بھائی باپ کی طرف سے ہو اور اس بھائی کی بہن اس کی دوسری ماں کی طرف سے ہو' تو باپ کی طرف سے شریک بھائی کے لئے اس لڑکی کے ساتھ شادی کرنا جائز ہوگا۔ وہ دو بچے جنہوں نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہو ان دونوں میں سے کسی ایک کے لئے دوسرے کے ساتھ شادی کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ بنیادی اصول ہے' کیونکہ ان دونوں کی ماں ایک ہے تو وہ دونوں بھائی بہن شمار ہوں گے۔ جس بچی کو دودھ پلایا گیا ہے وہ دودھ پلانے والی خاتون کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ بھی شادی نہیں کر سکتی کیونکہ وہ اولاد اس کے بھائی ہوں گے' اور اس اولاد کی اولاد کے ساتھ بھی شادی نہیں کر سکتی' کیونکہ وہ اس کے بھتیجے بھانجے ہوں گے۔ جس بچے کو دودھ پلایا گیا ہو' وہ دودھ پلانے والی عورت کے شوہر کی بہن کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا' کیونکہ وہ عورت اس کی رضائی پھوپھی ہوگی۔

رضاعت کا دودھ جب پانی میں مل جائے

وَاِذَا اخْتَلَطَ اللَّبَنُ بِالْمَاءِ وَاللَّبَنُ هُوَ الْغَالِبُ تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيْمُ﴾ وَاِنْ غَلَبَ الْمَاءُ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيْمُ، خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ هُوَ يَقُوْلُ: اِنَّهُ مَوْجُوْدٌ فِيْهِ حَقِيْقَةً، وَنَحْنُ نَقُوْلُ الْمَغْلُوْبُ غَيْرُ مَوْجُوْدٍ حُكْمًا حَتّٰى لَا يَظْهَرَ فِيْ مُقَابَلَةِ الْغَالِبِ كَمَا فِي الْيَمِيْنِ

اور جب دودھ پانی کے ساتھ مل جائے اور دودھ غالب ہو' تو اس کے ذریعے حرمت ثابت ہو جائے گی' اور اگر پانی غالب ہو' تو اس کے ذریعے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے مختلف ہے وہ یہ فرماتے ہیں: دودھ اس میں حقیقت کے اعتبار سے موجود ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں: مغلوب کی حیثیت غیر مغلوب کی طرح ہوتی ہے' حکم کے اعتبار سے' یہاں تک کہ وہ غالب کے مقابلے میں ظاہر نہیں ہوتا' جیسا کہ قسم میں ایسا ہوتا ہے۔

دودھ کے کھانے میں ملنے سے عدم رضاعت

﴿وَاِنِ اخْتَلَطَ بِالطَّعَامِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيْمُ﴾ وَاِنْ كَانَ اللَّبَنُ غَالِبًا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ. وَقَالَا: اِذَا كَانَ اللَّبَنُ غَالِبًا يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَوْلُهُمَا فِيْمَا اِذَا لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ، حَتّٰى لَوْ طُبِخَ بِمَا لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ فِيْ قَوْلِهِمْ جَمِيْعًا. لَهُمَا اَنَّ الْعِبْرَةَ لِلْغَالِبِ كَمَا فِي الْمَاءِ اِذَا لَمْ يُغَيِّرْهُ شَيْءٌ عَنْ حَالِهِ. وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الطَّعَامَ اَصْلٌ وَّاللَّبَنُ تَابِعٌ لَّهُ فِيْ حَقِّ الْمَقْصُوْدِ فَصَارَ كَالْمَغْلُوْبِ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِتَقَاطُرِ اللَّبَنِ مِنَ الطَّعَامِ عِنْدَهُ هُوَ

الصَّحِيحُ، لِأَنَّ التَّغَذِّي بِالطَّعَامِ إِذْ هُوَ الْأَصْلُ .

اور جب دودھ کھانے کے ساتھ مل جائے تو اس کے ذریعے حرمت ثابت نہیں ہوگی اگر چہ دودھ غالب ہو یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین یہ کہتے ہیں: اگر دودھ غالب ہو تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ مصنف فرماتے ہیں: صاحبین کی رائے اس چیز کے بارے میں ہے جو آگ پر نہ پکی ہو۔ اگر اسے آگ پر پکا دیا جائے تو تینوں حضرات کے نزدیک حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے: اعتبار غالب چیز کا کیا جاتا ہے جیسا کہ پانی کے بارے میں یہی حکم ہے جبکہ کسی چیز نے اسے اس کی حالت سے تبدیل نہ کیا ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: کھانا اصل ہے اور دودھ اس کے تابع ہے مقصود کے اعتبار سے تو یہ مغلوب کی مانند ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح روایت کے مطابق اگر کھانے میں سے دودھ قطروں کی صورت میں ٹپک رہا ہو تو اس بات کا بھی اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ اصل غذا کھانے کے ذریعے حاصل کی جا رہی ہے اور وہی اصل ہے۔

دودھ کے دوا میں مل جانے کا حکم

﴿وَإِنِ اخْتَلَطَ بِالدَّوَاءِ وَاللَّبَنُ غَالِبٌ تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيمُ﴾، لِأَنَّ اللَّبَنَ يَبْقَى مَقْصُودًا فِيهِ، إِذِ الدَّوَاءُ لِتَقْوِيَتِهِ عَلَى الْوُصُولِ، وَإِذَا اخْتَلَطَ اللَّبَنُ بِلَبَنِ الشَّاةِ وَهُوَ الْغَالِبُ تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيمُ ﴿وَإِنْ غَلَبَ لَبَنُ الشَّاةِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيمُ﴾ اِعْتِبَارًا لِلْغَالِبِ كَمَا فِي الْمَاءِ .

اگر دودھ دوائی کے ساتھ مل جائے اور دودھ غالب ہو تو اس سے یہ حرمت ثابت ہو جائے گی کیونکہ دودھ کا مقصود ابھی اس میں باقی ہے کیونکہ دوا اس کو محض تقویت پہنچانے کے لئے ہے۔

جب (عورت کا) دودھ بکری کے دودھ کے ساتھ مل جائے اور عورت کا دودھ غالب ہو تو اس کے ذریعے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اگر بکری کا دودھ غالب ہو تو اس کے ذریعے حرمت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ غالب چیز کا اعتبار کیا جائے گا جیسا کہ پانی میں بھی یہی حکم ہے۔

دو عورتوں کے دودھ مل جانے سے حکم رضاعت

(وَإِذَا اخْتَلَطَ لَبَنُ امْرَأَتَيْنِ تَعَلَّقَ التَّحْرِيمُ بِأَغْلَبِهِمَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ)، لِأَنَّ الْكُلَّ صَارَ شَيْئًا وَاحِدًا فَيُجْعَلُ الْأَقَلُّ تَابِعًا لِلْأَكْثَرِ فِي بِنَاءِ الْحُكْمِ عَلَيْهِ (وَقَالَ مُحَمَّدٌ) وَزُفَرُ (يَتَعَلَّقُ التَّحْرِيمُ بِهِمَا)، لِأَنَّ الْجِنْسَ لَا يَغْلِبُ الْجِنْسَ فَإِنَّ الشَّيْءَ لَا يَصِيرُ مُسْتَهْلَكًا فِي جِنْسِهِ لِاتِّحَادِ الْمَقْصُودِ .وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ فِي هٰذَا رِوَايَتَانِ، وَأَصْلُ الْمَسْأَلَةِ فِي الْأَيْمَانِ .

اور جب دو عورتوں کا دودھ مل جائے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس کا دودھ زیادہ ہوگا اس کے لئے حرمت ثابت ہو جائے گی چونکہ وہ سب مل کے ایک چیز کی حیثیت اختیار کر گیا تو تھوڑے کو زیادہ کے تابع بنا دیا جائے گا تاکہ اس پر حکم کی بنیاد رکھی جا سکے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: ان دونوں خواتین کے ساتھ حرمت ثابت ہو جائے گی چونکہ کوئی چیز

اپنی ہم جنس چیز پر غالب نہیں آتی۔ مقصود ایک ہونے کی وجہ سے کوئی بھی چیز اپنی جنس کے ساتھ مل کر ہلاک اور معدوم نہیں ہوتی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دو روایات ہیں اور اصل مسئلے کا تعلق قسموں کے ساتھ ہے۔

کنواری لڑکی کے دودھ سے رضاعت کا حکم

﴿وَإِذَا نَزَلَ لِلْبِكْرِ لَبَنٌ فَأَرْضَعَتْ صَبِيًّا تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيْمُ﴾ لِإِطْلَاقِ النَّصِّ وَلِأَنَّهُ سَبَبُ النُّشُوْءِ فَتَثْبُتُ بِهِ شُبْهَةُ الْبَعْضِيَّةِ.

اور جب کنواری لڑکی کا دودھ اتر آئے اور وہ کسی بچے کو دودھ پلا دے' تو اس کے ذریعے حرمت ثابت ہو جائے گی' کیونکہ نص کا حکم مطلق ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: یہ نشو و نما کا سبب ہے' تو اس کی وجہ سے بعضیت کا شبہ ثابت ہو جائے گا۔

عورت کے مرنے کے بعد اس کا دودھ نکالنے کا حکم

﴿وَإِذَا حُلِبَ لَبَنُ الْمَرْأَةِ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأُوْجِرَ الصَّبِيُّ تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيْمُ﴾ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ، هُوَ يَقُوْلُ: الْأَصْلُ فِي ثُبُوْتِ الْحُرْمَةِ إِنَّمَا هُوَ الْمَرْأَةُ ثُمَّ تَتَعَدَّى إِلَى غَيْرِهَا بِوَاسِطَتِهَا، وَبِالْمَوْتِ لَمْ تَبْقَ مَحَلًّا لَهَا، وَلِهٰذَا لَا يُوْجِبُ وَطْؤُهَا حُرْمَةَ الْمُصَاهَرَةِ. وَلَنَا أَنَّ السَّبَبَ هُوَ شُبْهَةُ الْجُزْئِيَّةِ وَذٰلِكَ فِي اللَّبَنِ لِمَعْنَى الْإِنْشَازِ وَالْإِنْبَاتِ وَهُوَ قَائِمٌ بِاللَّبَنِ، وَهٰذِهِ الْحُرْمَةُ تَظْهَرُ فِي حَقِّ الْمَيِّتَةِ دَفْنًا وَتَيَمُّمًا. أَمَّا الْحُرْمَةُ فِي الْوَطْءِ لِكَوْنِهِ مُلَاقِيًا لِمَحَلِّ الْحَرْثِ وَقَدْ زَالَ بِالْمَوْتِ فَافْتَرَقَا.

اور جب عورت کے مرنے کے بعد اس کا دودھ نکال کر کسی بچے کے منہ میں ڈال دیا جائے' تو اس کے ذریعے حرمت ثابت ہو جائے گی' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: حرمت کے ثبوت میں اصل عورت ہے' پھر اس کے ذریعے دوسرے کی طرف حرمت منتقل ہوتی ہے اور مر جانے کے بعد چونکہ وہ عورت حرمت کا محل نہیں رہی (لہٰذا وہ حرمت منتقل بھی نہیں ہوگی) یہی وجہ ہے: اگر اس مردہ عورت کے ساتھ صحبت کر لی جائے تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ ہماری دلیل یہ ہے: حرمت کا اصل سبب بعضیت کا شبہ ہے اور یہ شبہ گوشت اگانے اور ہڈیاں بڑھانے کے اعتبار سے اس میں موجود ہے اور دودھ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور یہ حرمت مردے کے حق میں دفن کرنے اور تیمم کرنے کے حوالے سے ظاہر ہوتی ہے۔ جہاں تک صحبت کرنے کے نتیجے میں جزئیت کا تعلق ہے' تو اس کی وجہ یہ ہے: یہ عمل اس چیز کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے' جو کھیت کا مخصوص مقام ہے اور یہ موت کی وجہ سے ختم ہو گیا ہے' لہٰذا دونوں مسئلوں کے درمیان فرق ہوگا۔

جب رضاعت کا دودھ حقنے کے ذریعے پہنچ جائے

﴿وَإِذَا احْتُقِنَ الصَّبِيُّ بِاللَّبَنِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيْمُ﴾ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ تَثْبُتُ بِهِ الْحُرْمَةُ كَمَا

يَفْسُدُ بِهِ الصَّوْمُ. وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى الظَّاهِرِ اَنَّ الْمُفْسِدَ فِي الصَّوْمِ اِصْلَاحُ الْبَدَنِ وَيُوْجَدُ ذٰلِكَ فِي الدَّوَاءِ. فَاَمَّا الْمُحَرِّمُ فِي الرَّضَاعِ فَمَعْنَى النُّشُوْءِ وَلَايُوْجَدُ ذٰلِكَ فِي الْاِحْتِقَانِ، لِاَنَّ الْمُغَذِّي وُصُوْلُهُ مِنَ الْاَعْلٰى.

اور جب کسی بچے کو دودھ حقنہ کے طور پر دیا جائے تو اس کے ذریعے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ منقول ہے: اس کے ذریعے حرمت ثابت ہوگی جیسے اس کے ذریعے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ ظاہر کے مطابق بنیادی فرق یہ ہے: روزے میں فاسد کرنے والی چیز بدن کی اصلاح ہے اور یہ بات دوا میں پائی جارہی ہے۔ جہاں تک رضاعت میں حرمت ثابت کرنے والی چیز ہے تو وہ نشوونما کا مفہوم ہے اور یہ بات حقنہ میں نہیں پائی جاتی کیونکہ رضاعت اوپر کی طرف سے (معدے تک) پہنچتی ہے۔

مرد کے دودھ اترنے سے عدم رضاعت کا بیان

﴿وَاِذَا نَزَلَ لِلرَّجُلِ لَبَنٌ فَاَرْضَعَ بِهِ صَبِيًّا لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيْمُ﴾، لِاَنَّهُ لَيْسَ بِلَبَنٍ عَلَى التَّحْقِيْقِ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِهِ النُّشُوْءُ وَالنُّمُوُّ، وَهٰذَا، لِاَنَّ اللَّبَنَ اِنَّمَا يُتَصَوَّرُ مِمَّنْ يُتَصَوَّرُ مِنْهُ الْوِلَادَةُ.

اور جب کسی مرد کو دودھ اتر آئے اور وہ کسی بچے کو پلا دے تو اس کے ذریعے حرمت ثابت نہیں ہوگی، کیونکہ تحقیق کے مطابق یہ درحقیقت دودھ نہیں ہوگا، تو اس کے ساتھ نشوونما کا بھی کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے: دودھ اسی سے متصور ہو سکتا ہے، جو بچے کو جنم دے سکتی ہے۔

بکری کے دودھ سے عدم رضاعت کا بیان

﴿وَاِذَا شَرِبَ صَبِيَّانِ مِنْ لَبَنِ شَاةٍ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيْمُ﴾، لِاَنَّهُ لَا جُزْئِيَّةَ بَيْنَ الْاٰدَمِيِّ وَالْبَهَائِمِ وَالْحُرْمَةُ بِاعْتِبَارِهَا.

اور جب دو بچے ایک بکری کا دودھ پیتے ہیں، تو اس کے ذریعے حرمت ثابت نہیں ہوگی، کیونکہ آدمی اور جانوروں کے درمیان جزئیت نہیں ہوتی اور حرمت میں اس (جزئیت کا اعتبار کیا جاتا ہے)

جب بڑی بیوی نے چھوٹی کو دودھ پلا دیا

وَاِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ صَغِيْرَةً وَكَبِيْرَةً فَاَرْضَعَتِ الْكَبِيْرَةُ الصَّغِيْرَةَ حُرِّمَتَا عَلَى الزَّوْجِ)، لِاَنَّهُ يَصِيْرُ جَامِعًا بَيْنَ الْاُمِّ وَالْبِنْتِ رَضَاعًا وَذٰلِكَ حَرَامٌ كَالْجَمْعِ بَيْنَهُمَا نَسَبًا (ثُمَّ اِنْ لَمْ يَدْخُلْ بِالْكَبِيْرَةِ فَلَا مَهْرَ لَهَا)، لِاَنَّ الْفُرْقَةَ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا (وَلِلصَّغِيْرَةِ نِصْفُ الْمَهْرِ)، لِاَنَّ الْفُرْقَةَ وَقَعَتْ لَا مِنْ جِهَتِهَا، وَالْاِرْتِضَاعُ وَاِنْ كَانَ فِعْلًا مِنْهَا لٰكِنَّ فِعْلَهَا غَيْرُ

مُعْتَبَرٍ فِي اِسْقَاطِ حَقِّهَا كَمَا اِذَا قَتَلَتْ مُوَرِّثَهَا (وَيَرْجِعُ بِهِ الزَّوْجُ عَلَى الْكَبِيْرَةِ اِنْ كَانَتْ تَعَمَّدَتْ بِهِ الْفَسَادَ، وَاِنْ لَمْ تَتَعَمَّدْ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا، وَاِنْ عَلِمَتْ بِاَنَّ الصَّغِيْرَةَ امْرَاَتُهُ) وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يَرْجِعُ فِي الْوَجْهَيْنِ.

وَالصَّحِيْحُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ لِاَنَّهَا وَاِنْ اَكَّدَتْ مَا كَانَ عَلٰى شَرَفِ السُّقُوْطِ وَهُوَ نِصْفُ الْمَهْرِ وَذٰلِكَ يَجْرِيْ مَجْرَى الْاِتْلَافِ لٰكِنَّهَا مُسَبِّبَةٌ فِيْهِ اِمَّا لِاَنَّ الْاِرْضَاعَ لَيْسَ بِاِفْسَادٍ لِلنِّكَاحِ وَضْعًا وَاِنَّمَا ثَبَتَ ذٰلِكَ بِاتِّفَاقِ الْحَالِ، اَوْ لِاَنَّ اِفْسَادَ النِّكَاحِ لَيْسَ بِسَبَبٍ لِاِلْزَامِ الْمَهْرِ بَلْ هُوَ سَبَبٌ لِسُقُوْطِهِ، اِلَّا اَنَّ نِصْفَ الْمَهْرِ يَجِبُ بِطَرِيْقِ الْمُتْعَةِ عَلٰى مَا عُرِفَ، لٰكِنَّ مِنْ شَرْطِهِ اِبْطَالَ النِّكَاحِ، وَاِذَا كَانَتْ مُسَبِّبَةً يُشْتَرَطُ فِيْهِ التَّعَدِّيْ كَحَفْرِ الْبِئْرِ ثُمَّ اِنَّمَا تَكُوْنُ مُتَعَدِّيَةً اِذَا عَلِمَتْ بِالنِّكَاحِ وَقَصَدَتْ بِالْاِرْضَاعِ الْفَسَادَ، اَمَّا اِذَا لَمْ تَعْلَمْ بِالنِّكَاحِ اَوْ عَلِمَتْ بِالنِّكَاحِ وَلٰكِنَّهَا قَصَدَتْ دَفْعَ الْجُوْعِ وَالْهَلَاكِ عَنِ الصَّغِيْرَةِ دُوْنَ الْفَسَادِ لَا تَكُوْنُ مُتَعَدِّيَةً لِاَنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ بِذٰلِكَ وَلَوْ عَلِمَتْ بِالنِّكَاحِ وَلَمْ تَعْلَمْ بِالْفَسَادِ لَا تَكُوْنُ مُتَعَدِّيَةً اَيْضًا، وَهٰذَا مِنَّا اعْتِبَارُ الْجَهْلِ لِدَفْعِ قَصْدِ الْفَسَادِ لَا لِدَفْعِ الْحُكْمِ.

جب کوئی شخص کسی کمسن بچی اور ایک بڑی عورت کے ساتھ شادی کر لے اور بڑی عورت کمسن بچی کو دودھ پلا دے تو وہ دونوں شوہر کے لئے حرام ہو جائیں گی' کیونکہ اس صورت میں وہ مرد رضاعی ماں اور بیٹی کو جمع کرنے والا ہو جائے گا' اور یہ بات حرام ہے' جیسا کہ نسب کے اعتبار سے ان دونوں کو اکٹھا کرنا حرام ہے۔ پھر اگر اس مرد نے اس بڑی عورت کے ساتھ صحبت نہیں کی تھی' تو اس عورت کو مہر نہیں ملے گا' کیونکہ علیحدگی اس کی طرف سے پائی جا رہی ہے اور یہ اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے ہے' جبکہ کمسن بچی کو نصف مہر ملے گا' کیونکہ علیحدگی اس بچی کی طرف سے نہیں پائی جا رہی۔ دودھ پینے کا فعل اگرچہ اس کی طرف سے صادر ہوا ہے' لیکن یہ اس کا ایک ایسا فعل ہے' جو اس کے حق کو ساقط کرنے میں معتبر شمار نہیں ہوگا' جیسے وہ نابالغ بچی اپنے مورث کو قتل کر دے (تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا)۔

اس بارے میں شوہر بڑی عمر کی بیوی سے وہ رقم وصول کرے گا' اگر اس عورت نے فساد کی نیت سے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو اور اگر اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا' تو اس کے ذمے کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی۔ اگر وہ یہ بات جانتی تھی کہ وہ کمسن بچی مرد کی بیوی ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت منقول ہے: دونوں صورتوں میں شوہر اس عورت رقم سے وصول کرے گا' جبکہ صحیح روایت وہی ہے' جو ظاہر روایت میں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: اس بڑی عمر کی عورت نے اس چیز کو مؤکد کیا ہے' جو ساقط ہونے کے دہانے پر تھی اور وہ چیز نصف مہر ہے' تو یہ ضائع کرنے کے مترادف ہوگا' لیکن وہ اس بارے میں سبب بننے والی ہے۔ لیکن جہاں تک رضاعت کا تعلق ہے' تو وہ اپنی اصل وضع کے اعتبار سے نکاح کو فاسد کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ اتفاقیہ صورت حال کی وجہ سے یہ بات یہاں ثابت ہو

رہی ہے۔ یا اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے: نکاح کا فاسد ہونا مہر کے وجوب کا سبب نہیں ہے بلکہ یہ تو اس کے ساقط ہونے کا سبب ہے' کیونکہ عرف کے اعتبار سے نصف مہر متاع کے حوالے سے واجب ہوتا ہے' لیکن اس کے لئے یہ بات شرط ہے کہ نکاح باطل ہو۔

تو جب وہ بڑی عمر کی عورت مسبہ ہوگی' تو اس میں اس کی زیادتی کو شرط رکھا جائے گا' جیسا کہ کنواں کھودنے کا حکم ہے پھر اگر اس نے زیادتی کی ہے' یعنی وہ نکاح کے بارے میں جانتی تھی اور اس نے جان بوجھ کر دودھ پلا کر اس کو فاسد کرنے کی کوشش کی ہے (تو یہ جرم ہوگا)۔ لیکن اگر وہ نکاح کے بارے میں نہیں جانتی تھی یا نکاح کے بارے میں جانتی تھی لیکن اس کا ارادہ بچی کی بھوک ختم کرنا تھا اور اس کو ہلاک ہونے سے بچانا تھا' نکاح کو فاسد کرنا نہیں تھا' تو اس صورت میں وہ مجرم نہیں ہوگی' کیونکہ وہ اس بات کی پابند تھی۔ اگر وہ نکاح کے بارے میں جانتی تھی لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ اس طرح نکاح فاسد ہو جائے گا' تو بھی وہ مجرم نہیں ہوگی۔ تو یہاں جہالت کا اعتبار قرار دینا فساد کا ارادہ رفع کرنے کے لئے ہوگا حکم کو رفع کرنے کے لئے نہیں ہوگا۔

رضاعت کے بارے میں خواتین کی گواہی کا بیان

وَلَاتُقْبَلُ فِي الرَّضَاعِ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مُنْفَرِدَاتٍ وَّاِنَّمَا تَثْبُتُ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ اَوْ رَجُلٍ وَّامْرَاَتَيْنِ﴾ وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: تَثْبُتُ بِشَهَادَةِ امْرَاَةٍ وَّاحِدَةٍ اِذَا كَانَتْ مَوْصُوْفَةً بِالْعَدَالَةِ' لِاَنَّ الْحُرْمَةَ حَقٌّ مِّنْ حُقُوْقِ الشَّرْعِ فَتَثْبُتُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ كَمَنِ اشْتَرٰى لَحْمًا فَاَخْبَرَهُ وَاحِدٌ اَنَّهُ ذَبِيْحَةُ الْمَجُوْسِيِّ. وَلَنَا اَنَّ ثُبُوْتَ الْحُرْمَةِ لَا يَقْبَلُ الْفَصْلَ عَنْ زَوَالِ الْمِلْكِ فِيْ بَابِ النِّكَاحِ وَاِبْطَالُ الْمِلْكِ لَا يَثْبُتُ اِلَّا بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ اَوْ رَجُلٍ وَّامْرَاَتَيْنِ، بِخِلَافِ اللَّحْمِ، لِاَنَّ حُرْمَةَ التَّنَاوُلِ تَنْفَكُّ عَنْ زَوَالِ الْمِلْكِ فَاعْتُبِرَ اَمْرًا دِيْنِيًّا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

رضاعت میں صرف خواتین کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی بلکہ یہ دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو خواتین کی گواہی کے ذریعے ثابت ہوگی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک عورت کی گواہی کے ذریعے یہ ثابت ہو جائے گی' جبکہ وہ عورت عدالت کے ساتھ موصوف ہو' کیونکہ حرمت ایک شرعی حق ہے۔ لہٰذا یہ خبر واحد کے ذریعے بھی ثابت ہو جائے گا جس طرح اگر کوئی شخص گوشت خریدتا ہے اور پھر کوئی ایک شخص آ کر اسے یہ بتا دیتا ہے کہ یہ مجوسی کا ذبیحہ ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: نکاح کے بارے حرمت کا ثابت ہونا زوال ملک سے علیحدگی کو قبول نہیں کرے گا' اور کسی ملکیت کا زائل ہونا صرف دو مردوں یا ایک مرد اور دو خواتین کی گواہی کے ذریعے ثابت ہو سکتا ہے' جبکہ گوشت کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ کوئی چیز کھانے کا حکم ملکیت کے زائل ہونے کے حکم سے مختلف حیثیت رکھتا ہے' تو دینی معاملے میں اس بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

کتَابُ الطّلَاقِ

﴿یہ کتاب طلاق سے متعلق احکام کے بیان میں ہے﴾

کتاب طلاق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف جب کتاب النکاح سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کتاب الرضاع کو شروع کیا ہے' کیونکہ رضاعت سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔اور یہ احکام نکاح کے احکام سے متعلق لازم تھے۔کتاب طلاق سے پہلے کتاب رضاع بیان کرنے کا سبب یہ بھی ہے کہ اس سے دائمی حرمت ثابت ہوتی ہے۔لہٰذا اس کی اہمیت حکم کے پیش نظر کتاب الرضاع کو کتاب طلاق پر مقدم کیا ہے' جبکہ طلاق کا حکم غایت معلومہ کے طور پر اہم ہے۔لہٰذا نکاح و رضاع کے احکام کو ان کے سبب وجودی میں تقدم کے پیش نظر مقدم بیان کیا ہے' جبکہ طلاق کا سبب، سبب وضعی ہے' جس کا مؤخر ہونا ظاہر ہے۔(فتح القدیر، ج ۷، ص ۴۴۱، بیروت)

طلاق کی کتاب کو نکاح کی کتاب سے مؤخر کرنے کی دلیل اس طرح بھی واضح ہے کہ حق طلاق اس وقت تک ثابت نہیں ہوتا ہے' جب تک نکاح کا عقد ثابت نہ ہو جائے۔لہٰذا کتاب نکاح کو کتاب طلاق پر مقدم ذکر کیا ہے۔اور عرف میں اسی پر عمل ہے کہ طلاق کا حکم اسی شخص کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے' جس کا نکاح ثابت ہو۔کیونکہ غیر ناکح یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو عرف اس پر استہزاء کریں گے کہ اس کا عقد نکاح ثابت نہیں' تو عقد نکاح کو ختم کرنے کا دعویٰ کس طرح کر سکتا ہے۔

طلاق کی لغوی تعریف

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وَالطَّلَاقُ اسْمٌ بِمَعْنَى الْمَصْدَرِ الَّذِي هُوَ التَّطْلِيقُ كَالسَّلَامِ وَالسَّرَاحِ بِمَعْنَى التَّسْلِيمِ وَالتَّسْرِيحِ، وَمِنْهُ قَوْله تَعَالَى (الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ) أَيْ التَّطْلِيقُ، أَوْ هُوَ مَصْدَرُ طَلُقَتْ بِضَمِّ اللَّامِ أَوْ فَتْحِهَا طَلَاقًا كَالْفَسَادِ .وَعَنْ الْأَخْفَشِ نَفْيُ الضَّمِّ .وَفِي دِيوَانِ الْأَدَبِ إنَّهُ لُغَةٌ، وَالطَّلَاقُ لُغَةً رَفْعُ الْوَثَاقِ مُطْلَقًا، وَاسْتُعْمِلَ فِعْلُهُ بِالنِّسْبَةِ إلَى غَيْرِ نِكَاحِ الْمَرْأَةِ مِنْ الْأَفْعَالِ أَطْلَقْت بَعِيرِي وَأَسِيرِي، وَفِيهِ مِنْ التَّفْعِيلِ طَلَّقْت امْرَأَتِي، يُقَالُ ذَلِكَ إخْبَارًا عَنْ أَوَّلِ طَلْقَةٍ أَوْقَعَهَا، فَإِنْ قَالَهُ ثَانِيَةً فَلَيْسَ فِيهِ إلَّا التَّأْكِيدُ، أَمَّا إذَا قَالَهُ فِي الثَّالِثَةِ فَلِلتَّكْثِيرِ كَغَلَّقْتِ الْأَبْوَابَ .

(فتح القدیر، ج ۷، ص ۴۴۱، بیروت)

یہ مصدر ہے: طلقت المراۃ وطلقت تطلق طلاقا فھی طالق سے یعنی چھوڑنا، ترک کرنا اور الگ کردینا۔ کہا جاتا ہے: طلق البلاد یعنی اس نے شہر چھوڑ دیا، اور أطلق الأسیر یعنی قیدی کو رہا کردیا۔ اسی طرح یہ چند دیگر معانی پر بھی دلالت کرتا ہے:

اس کا اطلاق پاک، صاف اور حلال پر بھی ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے: ھو لك طلق یعنی وہ تیرے لیے حلال ہے۔ اسی طرح بُعد اور دوری پر بھی بولا جاتا ہے، کہا جاتا ہے: طلق فلان فلاں شخص دور رہا۔

اسے خروج اور نکلنے کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ انت طلق من ھذا الأمر (اللسان: ۲۶۹۶/۴، مجمل اللغہ: ۳۳۰/۳) یعنی تو اس معاملے سے خارج ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

مذکورہ معانی پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو مقصود لفظ طلاق اور ان میں ہم یک گونہ ربط پاتے ہیں۔ جب شوہر بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کو چھوڑ رہا ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے لیے اسے حلال کر رہا ہوتا ہے۔ اس سے دوری اختیار کر رہا ہوتا ہے تو اس عقد سے بھی نکل رہا ہوتا ہے جو ان دونوں کو جمع کیے ہوئے تھا، چنانچہ لفظ طلاق میں یہ تمام معانی جمع ہو جاتے ہیں۔ (فتح الباری: ۲۵۸۹)

طلاق کی شرعی تعریف

طلاق کی شرعی تعریف کے سلسلہ میں فقہائے کرام کی طرف سے متعدد عبارات دیکھنے میں آئی ہیں۔ ان میں سے جامع ومانع تعریف اس طرح ہوگی۔

حل قید النکاح (وبعضہ) فی الحال أو المآل بلفظ مخصوص ۔ (الدر المختار: ۴۱۴/۳)

علامہ ابن قاسم لکھتے ہیں: کہ حال یا مستقبل میں کسی مخصوص لفظ کے ساتھ نکاح کی گرہ کھولنا۔ یہ تعریف الدر المختار کی ہے جس پر اہل علم کا اتفاق موجود ہے۔ میں نے اس میں (وبعضہ) کا اضافہ اس لیے کیا ہے کہ اس میں طلاقِ رجعی بھی داخل ہو جائے۔

(الروض المربع لابن قاسم: ۴۸۲/۶)

قرآن کے مطابق مشروعیت طلاق کا بیان

(۱) اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ۔ (البقرہ، ۲۳۰)

طلاق (جس کے بعد رجعت ہو سکے) دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

(۲) فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔ (البقرہ، ۲۳۲)

پھر اگر تیسری طلاق دی تو اس کے بعد وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ پھر اگر دوسرے شوہر نے طلاق دے دی تو اُن دونوں پر گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں نکاح کرلیں۔ اگر یہ گمان ہو کہ اللہ (عزوجل) کے

حدود کو قائم رکھیں گے اور یہ اللہ (عزوجل) کی حدیں ہیں ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو سمجھدار ہیں۔

(۳) وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔(البقرہ، ۲۳۱)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور اُن کی میعاد پوری ہونے لگے تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا خوبی کے ساتھ چھوڑ دو اور انہیں ضرر دینے کے لیے نہ روکو کہ حد سے گزر جاؤ اور جو ایسا کرے گا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ (عزوجل) کی آیتوں کو ٹھٹھا نہ بناؤ اور اللہ (عزوجل) کی نعمت جو تم پر ہے اُسے یاد کرو اور وہ جو اس نے کتاب و حکمت تم پر اتاری تمہیں نصیحت دینے کو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) ہر شے کو جانتا ہے۔

(۴) وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔(البقرہ، ۲۳۲)

اور جب عورتوں کو طلاق دو اور اُن کی میعاد پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو! انہیں شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ آپس میں موافق شرع رضامند ہو جائیں۔ یہ اُس کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ (عزوجل) اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ (عزوجل) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(۵) فان خفتم الا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به (البقرہ، ۲۲۹)

اگر تم کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدوں پر قائم نہ رہ سکیں گے تو دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ عورت بدلہ دے کر علیحدگی اختیار کرے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب شوہر اور بیوی اللہ تعالیٰ کے احکام و حدود کو قائم نہ رکھ سکیں اور نکاح کے مقاصد فوت ہونے کا پختہ قرینہ موجود ہو تو پھر ایسی صورت میں شوہر کے لئے مباح ہے کہ وہ اسلام کے بیان کردہ طریقے کے مطابق طلاق دے اور اسی طرح عورت کے لئے بھی مباح ہے کہ اپنے شوہر سے خلع کر سکتی ہے تا کہ حدود اللہ جیسے بڑے احکام کے تحفظ کے لئے کمتر نقصان کا ارتکاب کر لیا جائے۔ کیونکہ وہ دونوں کسی دوسری جگہ اپنے اپنے نکاح بعد میں کر سکتے ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑ دیا تو دنیا میں اس کا کوئی قائم مقام نہیں ہے کہ جس سے اس قانون کے ٹوٹنے کا ازالہ کیا جائے۔ کیونکہ وحی منقطع ہو چکی اور قوانین اسلام کو ابدی حیثیت حاصل ہے۔

احادیث کے مطابق مشروعیت طلاق کا بیان

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے معاذ! کوئی چیز اللہ (عزوجل) نے غلام آزاد کرنے سے

زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی شے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہ کی۔
(سنن الدارقطنی"، کتاب الطلاق، الحدیث، ۳۹۳۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (سنن أبي داود"، کتاب الطلاق، باب کراھیة الطلاق، الحدیث، ۲۱۷۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور اپنے لشکر کو بھیجتا ہے اور سب سے زیادہ مرتبہ والا اُس کے نزدیک وہ ہے، جس کا فتنہ بڑا ہوتا ہے۔ اُن میں ایک آ کر کہتا ہے میں نے یہ کیا، یہ کیا۔ ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے میں نے مرد اور عورت میں جدائی ڈال دی۔ اسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے، ہاں تو ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث، ۱۴۳۸۴)

إنما الطلاق لمن أخذ بالساق (سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۱) طلاق کا اختیار اسی کو ہے جو پنڈلی تھامتا ہے۔

مشروعیت طلاق پر اجماع کا بیان

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی اور پھر ان سے رجوع کیا۔ (سنن نسائی: ۳۵۶۰، سنن ابوداؤد: ۲۲۸۳) طلاق کی مشروعیت پر بیسیوں احادیث و آثار موجود ہیں۔

جہاں تک اجماع کا تعلق ہے، تو صدرِ اوّل سے لے کر موجودہ زمانہ تک طلاق کے جواز پر اجماع چلا آ رہا ہے اور کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ (المغنی لابن قدامہ: ۳۲۳/۱۰)

طلاق دینے کا فقہی حکم

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: طلاق دینا جائز ہے البتہ بغیر عذر شرعی ممنوع ہے۔ اور وجہ شرعی ہو تو مباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں مستحب مثلاً عورت اس کو یا اوروں کو ایذا دیتی یا نماز نہیں پڑھتی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی عورت کو طلاق دے دوں اور اُس کا مہر میرے ذمہ باقی ہو، اس حالت کے ساتھ دربار خدا میں میری پیشی ہو تو یہ اُس سے بہتر ہے کہ اُس کے ساتھ زندگی بسر کروں۔ اور بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کر دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں اور اس کے ازالہ کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے۔ (درمختار، کتاب طلاق، ج ۴، ص ۴۱۴، بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

لغت میں طلاق کے معنی بندھن کھول دینا اور چھوڑ دینا ہے اور اصطلاح شرع میں طلاق کہتے ہیں اس پابندی کو اٹھا دینا جو نکاح کی وجہ سے خاوند اور جورو پر ہوتی ہے۔ حافظ نے کہا: کبھی طلاق حرام ہوتی ہے جیسے خلاف سنت طلاق دی جائے (مثلاً حالت حیض میں، یا تین طلاق ایک ہی مرتبہ دے دے یا اس طہر میں جس میں وطی کر چکا ہو) کبھی مکروہ جب بلا سبب محض شہوت رانی اور نئی عورت کی ہوس میں ہو، کبھی واجب ہوتی ہے جب شوہر اور زوجہ میں مخالفت ہو اور کسی طرح میل نہ ہو سکے اور دونوں طرف کے پنچ طلاق

ہی ہو جانی مناسب سمجھیں۔ کبھی طلاق مستحب ہوتی ہے جب عورت نیک چلن نہ ہو، کبھی جائز مگر علماء نے کہا ہے: جائز کسی صورت میں نہیں کہ مگر اس وقت جب نفس اس عورت کی طرف خواہش نہ کرے اور اس کا خرچ اٹھانا بے فائدہ پسند نہ کرے۔

(فتح الباری، بتصرف)

اس صورت میں بھی طلاق مکروہ ہوگی۔ خاوند کو لازم ہے کہ جب اس نے ایک عفیفہ پاک دامن عورت سے جماع کیا' تو اب اس کو نبا ہے اور اگر صرف یہ امر کہ اس عورت کو دل نہیں چاہتا طلاق کے جواز کی علت قرار دی جائے' تو پھر عورت کو بھی طلاق کا اختیار ہونا چاہئے۔ جب وہ خاوند کو پسند نہ کرے حالانکہ ہماری شریعت میں عورت کو طلاق کا اختیار بالکل نہیں دیا گیا ہے (ہاں خلع کی صورت ہے' جس میں عورت اپنے آپ کو مرد سے جدا کر سکتی ہے' جس کے لیے شریعت نے کچھ ضوابط رکھے ہیں' جن کو اپنے مقام پر لکھا جائے گا) نکاح کے بعد اگر زوجین میں خدانخواستہ عدم موافقت پیدا ہو تو اس صورت میں حتی الامکان صلح صفائی کرائی جائے جب کوئی بھی راستہ نہ بن سکے تو طلاق دی جائے۔

طلاق کی ممانعت میں احادیث

حضرت محارب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جن امور کو مباح کیا ہے ان میں سب سے نا پسندیدہ عمل طلاق کا ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 413)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 414)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی عورت کو اس کے شوہر سے یا غلام کو اس کے آقا سے برگشتہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 411)

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حلال کئے گئے کاموں میں سے اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ ناپسند (چیز) طلاق ہے۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 175)

بَابُ طَلَاقِ السُّنَّةِ

﴿یہ باب طلاق سنت کے بیان میں ہے﴾

باب طلاق سنت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف نے کتاب طلاق میں سب سے پہلے اس باب کا ذکر کیا ہے جس میں طلاق کی اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ طلاق کے احکام سے متعلق تمام جزئیات کا انطباق انہی تین اقسام پر منحصر ہے۔ لہٰذا ان کا مفہوم و معنی سمجھنا ضروری تھا تا کہ جب کوئی حکم طلاق ثابت ہو تو اس کا ان تینوں اقسام میں سے کسی ایک پر منطبق کیا جا سکے۔

طلاق سنہ کے باب کی فقہی مطابقت اس طرح بھی باقی مسائل طلاق سے مقدم ہے کیونکہ اس میں طریقہ طلاق بیان کیا گیا ہے۔ یقیناً طلاق میں اصل حظر ہے لیکن جب یہ ضرورت کے وقت مباح ہوتی ہے تو تب یہ جاننا ضروری ہوا کہ اس کی اباحت کا طریقہ کیا ہے۔ لہٰذا مصنف نے اس کی اباحت کے وقت اختیار کیا جانے والا طریقہ بیان کیا ہے۔ اور پھر اس کو تین اقسام پر تقسیم کرتے ہوئے صحیح طریقے کی اہمیت اور غلط طریقے کی قباحت کو ذکر کر دیا ہے تا کہ حالت اباحت میں صحیح طریقہ اپنایا جائے اور غلط طریقے سے احتراز کیا جائے۔

طلاق کی اقسام کا فقہی بیان

قَالَ ﴿الطَّلَاقُ عَلٰی ثَلَاثَةِ اَوْجُهٍ: حَسَنٌ، وَاَحْسَنُ، وَبِدْعِيٌّ. فَالْاَحْسَنُ اَنْ يُطَلِّقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً فِي طُهْرٍ لَمْ يُجَامِعْهَا فِيهِ وَيَتْرُكَهَا حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا﴾ ؛ لِاَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ كَانُوا يَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ لَا يَزِيْدُوْا فِي الطَّلَاقِ عَلٰی وَاحِدَةٍ حَتّٰى تَنْقَضِيَ الْعِدَّةُ (۱) فَاِنَّ هٰذَا اَفْضَلُ عِنْدَهُمْ مِنْ اَنْ يُطَلِّقَهَا الرَّجُلُ ثَلَاثًا عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ وَاحِدَةً ؛ وَلِاَنَّهُ اَبْعَدُ مِنَ النَّدَامَةِ وَاَقَلُّ ضَرَرًا بِالْمَرْاَةِ وَلَا خِلَافَ لِاَحَدٍ فِي الْكَرَاهَةِ

فرمایا: طلاق کی تین اقسام ہیں۔ (۱) حسن (۲) احسن (۳) بدعت۔ احسن طلاق یہ ہے: آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق دے ایسے طہر میں جس میں اس نے اس عورت کے ساتھ صحبت نہ کی ہو اور پھر اس عورت کو چھوڑ دے یہاں تک کہ اس عورت کی عدت گزر جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اس بات کو مستحب سمجھتے تھے: وہ ایک سے زیادہ طلاق نہ دیں یہاں تک کہ عدت گزر جائے اور یہ بات ان کے نزدیک اس چیز سے زیادہ فضیلت رکھتی تھی کہ آدمی ہر طہر میں ایک طلاق دے کر تین طلاقیں دیدے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: اس صورت میں آدمی ندامت سے دور رہتا ہے اور اس کا ضرر بھی کم ہوتا ہے۔ تاہم

اس کے مکروہ ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

طلاق دینے کے طریقہ حسن کا بیان

﴿ وَالْحَسَنُ هُوَ طَلَاقُ السُّنَّةِ، وَهُوَ اَنْ يُطَلِّقَ الْمَدْخُوْلَ بِهَا ثَلَاثًا فِيْ ثَلَاثَةِ اَطْهَارٍ ﴾ وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اِنَّهُ بِدْعَةٌ وَلَا يُبَاحُ اِلَّا وَاحِدَةٌ ؛ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِي الطَّلَاقِ هُوَ الْحَظْرُ وَالْاِبَاحَةُ لِحَاجَةِ الْخَلَاصِ وَقَدْ انْدَفَعَتْ بِالْوَاحِدَةِ .وَلَنَا قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَسْتَقْبِلَ الطُّهْرَ اسْتِقْبَالًا فَتُطَلِّقَهَا لِكُلِّ قُرْءٍ تَطْلِيْقَةً (١) ﴾ وَلِاَنَّ الْحُكْمَ يُدَارُ عَلٰى دَلِيْلِ الْحَاجَةِ وَهُوَ الْاِقْدَامُ عَلَى الطَّلَاقِ فِيْ زَمَانِ تَجَدُّدِ الرَّغْبَةِ وَهُوَ الطُّهْرُ الْخَالِيْ عَنِ الْجِمَاعِ، فَالْحَاجَةُ كَالْمُتَكَرِّرَةِ نَظَرًا اِلٰى دَلِيْلِهَا، ثُمَّ قِيْلَ: الْاَوْلٰى اَنْ يُؤَخِّرَ الْاِيْقَاعَ اِلٰى آخِرِ الطُّهْرِ احْتِرَازًا عَنْ تَطْوِيْلِ الْعِدَّةِ، وَالْاَظْهَرُ اَنْ يُطَلِّقَهَا كَمَا طَهُرَتْ ؛ لِاَنَّهُ لَوْ اَخَّرَ رُبَّمَا يُجَامِعُهَا، وَمِنْ قَصْدِهِ التَّطْلِيْقُ فَيُبْتَلٰى بِالْاِيْقَاعِ عَقِيْبَ الْوِقَاعِ .

ف اور طلاق حسن سے مراد سنت طلاق ہے اور وہ یہ ہے: آدمی مدخول بہا (بیوی) کو تین طہروں میں تین طلاقیں دے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ بدعت ہے اور صرف ایک ہی طلاق دینا مباح ہے اس کی وجہ یہ ہے: طلاق میں اصل چیز ممنوعیت ہے اور اس کو چھٹکارے کے حصول کے لئے مباح قرار دیا گیا ہے اور وہ چیز ایک طلاق کے ذریعے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن عمر و کی حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''سنت یہ ہے: تم طہر آنے دو اور پھر ہر ایک طہر میں ایک طلاق دو''۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: حکم کا مدار ضرورت کی بنیاد پر ہوتا ہے اور وہ (دلیل) ایسے زمانے میں طلاق کا اقدام کرنا ہے جس میں دوبارہ نئے سرے سے رغبت پیدا ہو چکی ہو اور یہ چیز ''طہر'' کے زمانے میں ہوتی ہے ایسا ''طہر'' جس میں صحبت نہ کی گئی ہو اس لیے ضرورت کی دلیل کی طرف دیکھتے ہوئے دوبارہ حاجت ہونے کی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ پھر یہ بات بھی بیان کی گئی ہے: زیادہ بہتر یہ ہے: آدمی طلاق دینے کو طہر کے آخری حصے تک مؤخر کرے تا کہ عدت کو طول دینے سے بچ سکے تاہم زیادہ مناسب یہ ہے: جیسے ہی عورت پاک ہو مرد اسے طلاق دیدے کیونکہ وہ اگر اس کو مؤخر کرے گا تو ہو سکتا ہے اس عورت کے ساتھ صحبت کر لے۔ چونکہ وہ طلاق دینے کا ارادہ تو کر چکا ہے تو اس صورت میں وہ صحبت کرنے کے بعد طلاق واقع کرنے میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

طلاق بدعت دینے کا بیان

(وَطَلَاقُ الْبِدْعَةِ اَنْ يُطَلِّقَهَا ثَلَاثًا بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ اَوْ ثَلَاثًا فِيْ طُهْرٍ وَاحِدٍ، فَاِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ وَقَعَ

الطَّلَاقَ وَكَانَ عَاصِيًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: كُلُّ الطَّلَاقِ مُبَاحٌ لِاَنَّهُ تَصَرُّفٌ مَشْرُوْعٌ حَتّٰى يُسْتَفَادَ بِهِ الْحُكْمُ وَالْمَشْرُوْعِيَّةُ لَا تُجَامِعُ الْحَظْرَ، بِخِلَافِ الطَّلَاقِ فِيْ حَالَةِ الْحَيْضِ؛ لِاَنَّ الْمُحَرَّمَ تَطْوِيْلُ الْعِدَّةِ عَلَيْهَا لَا الطَّلَاقُ. وَلَنَا اَنَّ الْاَصْلَ فِي الطَّلَاقِ هُوَ الْحَظْرُ لِمَا فِيْهِ مِنْ قَطْعِ النِّكَاحِ الَّذِيْ تَعَلَّقَتْ بِهِ الْمَصَالِحُ الدِّيْنِيَّةُ وَالدُّنْيَوِيَّةُ وَالْاِبَاحَةُ لِلْحَاجَةِ اِلَى الْخَلَاصِ، وَلَا حَاجَةَ اِلَى الْجَمْعِ بَيْنَ الثَّلَاثِ وَهِيَ فِي الْمُفَرَّقِ عَلَى الْاَطْهَارِ ثَابِتَةٌ نَظَرًا اِلٰى دَلِيْلِهَا، وَالْحَاجَةُ فِيْ نَفْسِهَا بَاقِيَةٌ فَاَمْكَنَ تَصْوِيْرُ الدَّلِيْلِ عَلَيْهَا، وَالْمَشْرُوْعِيَّةُ فِيْ ذَاتِهِ مِنْ حَيْثُ اِنَّهُ اِزَالَةُ الرِّقِّ لَا تُنَافِي الْحَظْرَ لِمَعْنًى فِيْ غَيْرِهِ وَهُوَ مَا ذَكَرْنَاهُ، وَكَذَا اِيْقَاعُ الثِّنْتَيْنِ فِيْ طُهْرٍ وَاحِدٍ بِدْعَةٌ؛ لِمَا قُلْنَا. وَاخْتَلَفَتِ الرِّوَايَةُ فِي الْوَاحِدَةِ الْبَائِنَةِ. قَالَ فِي الْاَصْلِ: اِنَّهُ اَخْطَاَ السُّنَّةَ؛ لِاَنَّهُ لَا حَاجَةَ اِلٰى اِثْبَاتِ صِفَةٍ زَائِدَةٍ فِي الْخَلَاصِ وَهِيَ الْبَيْنُوْنَةُ، وَفِي الزِّيَادَاتِ اَنَّهُ لَا يُكْرَهُ لِلْحَاجَةِ اِلَى الْخَلَاصِ نَاجِزًا.

اور بدعت طلاق یہ ہے: شوہر ایک ہی کلمے کے ذریعے تین طلاقیں دیدے یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دیدے جب وہ ایسا کرے گا' تو طلاق واقع ہو جائے گی' اور وہ شخص گنہگار ہوگا۔ امام شافعی فرماتے ہیں: کسی بھی طریقے کے ساتھ طلاق دینا مباح ہے' کیونکہ یہ ایک ایسا تصرف ہے' جو مشروع ہے' تا کہ اس کے ذریعے حکم مستفاد ہو سکے لہٰذا مشروعیت' ممانعت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی جبکہ حیض کی حالت میں طلاق دینے کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ وہاں عورت کی عدت کو طول دینا حرام ہے' طلاق دینا منع نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: طلاق میں اصل چیز ممانعت ہے' کیونکہ اس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے' جس کے ذریعے بہت سے دینی اور دنیاوی مصالح متعلق ہوتے ہیں اور علیحدگی کی ضرورت کے پیش نظر اسے مباح قرار دیا گیا ہے' جبکہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' اور مختلف طہروں میں متفرق طور پر دینے کی ضرورت بھی ثابت ہوگی' اس کی حاجت کی دلیل کو سامنے رکھتے ہوئے اور کیونکہ بذات خود اس کی ضرورت موجود ہے' اس لیے اس پر دلیل کو متصور کرنا بھی ممکن ہوگا۔ اپنی ذات کے اعتبار سے یہ مشروع اس حیثیت سے ہے کہ اس کے ذریعے رقیت زائل ہو جاتی ہے' اور یہ بات ممانعت کے منافی نہیں ہے' کیونکہ اس میں "غیر" کا مفہوم پایا جا رہا ہے اور وہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اسی طرح ایک طہر میں' دو طلاقیں دینا بھی بدعت ہے' جس کی دلیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ایک بائنہ طلاق کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔

امام محمد نے کتاب المبسوط میں یہ بات بیان کی ہے: ایسا شخص سنت کی خلاف ورزی کرے گا' کیونکہ علیحدگی اختیار کرنے میں کسی اضافی صفت کو ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور وہی صفت "بینونہ" ہے۔ زیادات کی روایات میں یہ بات ہے: ایسا مکروہ نہیں ہے' کیونکہ اس صورت میں فوراً چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

طلاق سنت کے دو طرق کا بیان

﴿وَالسُّنَّةُ فِي الطَّلَاقِ مِنْ وَجْهَيْنِ: سُنَّةٌ فِي الْوَقْتِ، وَسُنَّةٌ فِي الْعَدَدِ .فَالسُّنَّةُ فِي الْعَدَدِ يَسْتَوِي فِيهَا الْمَدْخُولُ بِهَا وَغَيْرُ الْمَدْخُولِ بِهَا﴾ وَقَدْ ذَكَرْنَاهَا ﴿وَالسُّنَّةُ فِي الْوَقْتِ تَثْبُتُ فِي الْمَدْخُولِ بِهَا خَاصَّةً، وَهُوَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فِي طُهْرٍ لَمْ يُجَامِعْهَا فِيهِ﴾ لِأَنَّ الْمُرَاعَى دَلِيلُ الْحَاجَةِ وَهُوَ الْإِقْدَامُ عَلَى الطَّلَاقِ فِي زَمَانِ تَجَدُّدِ الرَّغْبَةِ وَهُوَ الطُّهْرُ الْخَالِي عَنِ الْجِمَاعِ، أَمَّا زَمَانُ الْحَيْضِ فَزَمَانُ النَّفْرَةِ، وَبِالْجِمَاعِ مَرَّةً فِي الطُّهْرِ تَفْتُرُ الرَّغْبَةُ ﴿وَغَيْرُ الْمَدْخُولِ بِهَا يُطَلِّقُهَا فِي حَالَةِ الطُّهْرِ وَالْحَيْضِ﴾ خِلَافًا لِزُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ هُوَ يَقِيسُهَا عَلَى الْمَدْخُولِ بِهَا .وَلَنَا أَنَّ الرَّغْبَةَ فِي غَيْرِ الْمَدْخُولِ بِهَا صَادِقَةٌ لَا تَقِلُّ بِالْحَيْضِ مَا لَمْ يَحْصُلْ مَقْصُودُهُ مِنْهَا، وَفِي الْمَدْخُولِ بِهَا تَتَجَدَّدُ بِالطُّهْرِ .

اور طلاق میں سنت دو اعتبار سے ہوتی ہے' ایک وقت کے اعتبار سے سنت ہے اور دوسری عدد کے اعتبار سے سنت ہے۔ تعداد کے اعتبار سے سنت میں 'مدخول بہا اور غیر مدخول بہا (دونوں طرح کی بیویاں) برابر ہوں گی' جیسا کہ ہم اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ وقت کے اعتبار سے سنت صرف ''مدخول بہا'' بیوی کے ساتھ ثابت ہوگی اور وہ یہ ہے: آدمی اس عورت کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس عورت کے ساتھ صحبت نہ کی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے: داعیہ پیدا کرنے والی چیز دلیل حاجت ہے اور وہ ایسے زمانے میں طلاق دینا ہے' جس میں رغبت نئے سرے سے پیدا ہوتی ہے اور یہ زمانہ وہ طہر ہے' جس میں صحبت نہ کی گئی ہو' جہاں تک حیض کے زمانے کا تعلق ہے' تو وہ نفرت کا زمانہ ہے اور طہر میں ایک مرتبہ صحبت کر لینے کے بعد رغبت کم ہو جاتی ہے۔ غیر مدخول بہا عورت کو آدمی طہر یا حیض کسی بھی حالت میں طلاق دے سکتا ہے' جبکہ امام زفر کی رائے مختلف ہے وہ اس عورت کو مدخول بہا عورت پر قیاس کرتے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے: غیر مدخول بہا عورت میں دلچسپی برقرار رہتی ہے اور یہ اسے حیض آنے سے کم نہیں ہوتی جب تک مرد کا مقصود اس سے حاصل نہ ہو (یعنی مرد اس کے ساتھ صحبت نہ کر لے) جبکہ مدخول بہا عورت کے اندر طہر کے ساتھ یہ دلچسپی نئے سرے سے ہوتی ہے۔

جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اسے طلاق دینے کا سنت طریقہ

قَالَ (وَإِذَا كَانَتِ الْمَرْأَةُ لَا تَحِيضُ مِنْ صِغَرٍ أَوْ كِبَرٍ فَأَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا ثَلَاثًا لِلسُّنَّةِ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً، فَإِذَا مَضَى شَهْرٌ طَلَّقَهَا أُخْرَى، فَإِذَا مَضَى شَهْرٌ طَلَّقَهَا أُخْرَى) ؛ لِأَنَّ الشَّهْرَ فِي حَقِّهَا قَائِمٌ مَقَامَ الْحَيْضِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى (وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ) إِلَى أَنْ قَالَ (وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ) وَالْإِقَامَةُ فِي حَقِّ الْحَيْضِ خَاصَّةً حَتَّى يُقَدَّرَ الِاسْتِبْرَاءُ فِي حَقِّهَا بِالشَّهْرِ وَهُوَ

بِالْحَيْضِ لَا بِالطُّهْرِ، ثُمَّ إِنْ كَانَ الطَّلَاقُ فِيْ أَوَّلِ الشَّهْرِ تُعْتَبَرُ الشُّهُوْرُ بِالْأَهِلَّةِ، وَإِنْ كَانَ فِيْ وَسَطِهِ فَبِالْأَيَّامِ فِيْ حَقِّ التَّفْرِيْقِ، وَفِيْ حَقِّ الْعِدَّةِ كَذٰلِكَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَعِنْدَهُمَا يُكْمِلُ الْأَوَّلَ بِالْآخِرِ وَالْمُتَوَسِّطَانِ بِالْأَهِلَّةِ وَهِيَ مَسْأَلَةُ الْإِجَارَاتِ .

قَالَ (وَيَجُوْزُ أَنْ يُطَلِّقَهَا وَلَا يَفْصِلُ بَيْنَ وَطْئِهَا وَطَلَاقِهَا بِزَمَانٍ) وَقَالَ زُفَرُ: يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا بِشَهْرٍ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْحَيْضِ ؛ وَلِأَنَّ بِالْجِمَاعِ تَفْتُرُ الرَّغْبَةُ، وَإِنَّمَا تَتَجَدَّدُ بِزَمَانٍ وَهُوَ الشَّهْرُ. وَلَنَا أَنَّهُ لَا يُتَوَهَّمُ الْحَبَلُ فِيْهَا، وَالْكَرَاهِيَةُ فِيْ ذَوَاتِ الْحَيْضِ بِاعْتِبَارِهِ ؛ لِأَنَّ عِنْدَ ذٰلِكَ يُشْتَبَهُ وَجْهُ الْعِدَّةِ، وَالرَّغْبَةُ وَإِنْ كَانَتْ تَفْتُرُ مِنَ الْوَجْهِ الَّذِيْ ذُكِرَ لٰكِنْ تَكْثُرُ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ ؛ لِأَنَّهُ يَرْغَبُ فِيْ وَطْءٍ غَيْرِ مُعَلَّقٍ فِرَارًا عَنْ مُؤَنِ الْوَلَدِ فَكَانَ الزَّمَانُ زَمَانَ رَغْبَةٍ وَصَارَ كَزَمَانِ الْحَبَلِ .

حل: اور اگر عورت کو کم سنی یا زیادہ عمر کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اور مرد اسے سنت کے مطابق تین طلاقیں دینے کا ارادہ کرے' تو وہ اسے ایک طلاق دے گا' جب ایک مہینہ گزر جائے گا' تو دوسری طلاق دے گا' کیونکہ اس عورت کے حق میں مہینہ حیض کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اور وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں''۔ یہ آیت یہاں تک ہے ''اور وہ عورتیں جنہیں حیض نہیں آتا''۔ یہ قائم مقام ہونا' صرف حیض کے ساتھ مخصوص ہے' یہاں تک کہ استبراء میں اس کے حق میں مہینے کا اعتبار کیا جائے گا' اور وہ چیز حیض ہے' طہر نہیں ہے۔ مرد نے اگر طلاق مہینے کے آغاز میں دی ہو' تو مہینوں کا اعتبار چاند کے حساب سے ہوگا' لیکن اگر درمیان میں دی ہو' تو علیحدگی کرنے میں دونوں کا اعتبار ہوگا اور عدت میں بھی دنوں کا ہی اعتبار ہوگا' یہ حکم امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین کے نزدیک دوسرے مہینے کے ذریعے پہلے مہینے کو مکمل کر لیا جائے گا' اور درمیان کے چاند کا حساب ہوگا۔

یہ مسئلہ اجارات سے تعلق رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں: یہ بات جائز ہے' مرد ایسی عورت کو طلاق دیدے' اور اس کے ساتھ صحبت کر لے اور پھر اسے طلاق دینے کے درمیان کوئی وقتی فرق نہ کرے۔ امام زفر فرماتے ہیں: ان دونوں کے درمیان ایک ماہ کا فاصلہ رکھے کیونکہ یہ حیض کے قائم مقام ہے۔ نیز صحبت کرنے کے نتیجے میں رغبت کم ہو جاتی ہے' اور یہ کچھ عرصے کے بعد از سر نو پیدا ہوتی ہے اور وہ زمانہ ایک مہینہ ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے: ایسی عورت کے حاملہ ہونے کا امکان نہیں ہے۔ حیض والی عورتوں میں اس چیز کا خیال رکھتے ہوئے اس چیز کو مکروہ قرار دیا گیا ہے' کیونکہ ایسی صورت میں عدت مشتبہ ہو جاتی ہے۔ جہاں تک رغبت کا تعلق ہے' تو اگرچہ وہ ایک حوالے سے کم ہو جاتی ہے' جس کا ذکر کیا گیا ہے' لیکن دوسرے حوالے سے زیادہ بھی ہو جاتی ہے' کیونکہ مرد ایسی صحبت کرنے میں رغبت رکھے گا' جس کے نتیجے میں حمل نہ ہو سکتا ہو تا کہ اسے بچے کا بوجھ نہ برداشت کرنا پڑے لہٰذا ایسی عورت کے لئے ہر زمانہ رغبت کا زمانہ ہے

اور اس کی مثال حمل کے زمانے کی طرح ہو جائے گی۔

حاملہ عورت کو طلاق دینے کا سنت طریقہ

﴿وَطَلَاقُ الْحَامِلِ يَجُوْزُ عَقِيْبَ الْجِمَاعِ﴾ لِأَنَّهُ لَا يُؤَدِّيْ إِلَى اشْتِبَاهِ وَجْهِ الْعِدَّةِ، وَزَمَانُ الْحَبَلِ زَمَانُ الرَّغْبَةِ فِي الْوَطْئِ لِكَوْنِهِ غَيْرَ مُعَلَّقٍ أَوْ يَرْغَبُ فِيْهَا لِمَكَانِ وَلَدِهِ مِنْهَا فَلَا تَقِلُّ الرَّغْبَةُ بِالْجِمَاعِ ﴿وَيُطَلِّقُهَا لِلسُّنَّةِ ثَلَاثًا يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ تَطْلِيْقَتَيْنِ بِشَهْرٍ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ﴾ وَزُفَرُ ﴿لَا يُطَلِّقُهَا لِلسُّنَّةِ إِلَّا وَاحِدَةً﴾ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي الطَّلَاقِ الْحَظْرُ، وَقَدْ وَرَدَ الشَّرْعُ بِالتَّفْرِيْقِ عَلَى فُصُوْلِ الْعِدَّةِ، وَالشَّهْرُ فِيْ حَقِّ الْحَامِلِ لَيْسَ مِنْ فُصُوْلِهَا فَصَارَ كَالْمُمْتَدِّ طُهْرُهَا.

وَلَهُمَا أَنَّ الْإِبَاحَةَ بِعِلَّةِ الْحَاجَةِ وَالشَّهْرُ دَلِيْلُهَا كَمَا فِيْ حَقِّ الْآيِسَةِ وَالصَّغِيْرَةِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ زَمَانُ تَجَدُّدِ الرَّغْبَةِ عَلَى مَا عَلَيْهِ الْجِبِلَّةُ السَّلِيْمَةُ فَصَلَحَ عَلَمًا وَدَلِيْلًا، بِخِلَافِ الْمُمْتَدِّ طُهْرُهَا لِأَنَّ الْعَلَمَ فِيْ حَقِّهَا إِنَّمَا هُوَ الطُّهْرُ وَهُوَ مَرْجُوٌّ فِيْهَا فِيْ كُلِّ زَمَانٍ وَلَا يُرْجٰى مَعَ الْحَبَلِ.

اور حاملہ عورت کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد اسے طلاق دی جاسکتی ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں عدت مشتبہ نہیں ہوتی اور حمل کا زمانہ صحبت میں دلچسپی کا زمانہ ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں مزید بچے کی پیدائش کا امکان نہیں ہوتا یا اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے اس عورت سے اس مرد کا بچہ پیدا ہونا ہے لہذا صحبت کرنے کے نتیجے میں دلچسپی کم نہیں ہوگی۔ مرد ایسی عورت کو سنت کے مطابق تین طلاقیں دے گا اور ہر دو طلاقوں کے درمیان ایک ماہ کا وقفہ رکھے گا۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ایسی عورت کو سنت کے مطابق طلاق ایک ہی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے: طلاق میں اصل چیز ممانعت ہے اور شریعت میں تفریق کا حکم عدت میں فصل کے اعتبار سے دیا ہے جبکہ حاملہ عورت کے حق میں مہینہ اس فصل سے تعلق نہیں رکھتا تو اس کی مثال ایسی عورت کی طرح ہوگی جس کا طہر طویل ہو گیا ہو۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے: حاجت کی بنیاد پر طلاق کو مباح قرار دیا گیا ہے اور مہینہ اس کی دلیل ہے جس طرح حیض سے مایوس یا کمسن عورت کے حق میں یہ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: یہ رغبت میں تجدد کا زمانہ ہوتا ہے اس چیز کے حساب سے جو چیز فطرت سلیمہ میں پائی جاتی ہے اس لیے یہ بات نشان اور دلیل بننے کی صلاحیت رکھتی ہے جبکہ جس عورت کا طہر طویل ہو چکا ہو اس کا حکم مختلف ہے کیونکہ اس کے حق میں اصل نشان طہر ہے اور وہ کسی بھی وقت میں اس میں پائے جانے کی امید ہو سکتی ہے لیکن حمل کے ساتھ اس کی امید نہیں ہو سکتی۔

حیض کی حالت میں طلاق دینے کا بیان

﴿وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فِيْ حَالَةِ الْحَيْضِ وَقَعَ الطَّلَاقُ﴾ لِأَنَّ النَّهْيَ عَنْهُ لِمَعْنًى فِيْ غَيْرِهِ وَهُوَ مَا ذَكَرْنَاهُ فَلَا يَنْعَدِمُ مَشْرُوْعِيَّتُهُ ﴿وَيُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا(۱)﴾ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ

وَالسَّلَامُ لِعُمَرَ مُرْ ابْنَكَ فَلْيُرَاجِعْهَا﴾ وَقَدْ طَلَّقَهَا فِيْ حَالَةِ الْحَيْضِ .وَهٰذَا يُفِيْدُ الْوُقُوْعَ وَالْحَثَّ عَلَى الرَّجْعَةِ ثُمَّ الِاسْتِحْبَابُ قَوْلُ بَعْضِ الْمَشَايِخِ .وَالْاَصَحُّ اَنَّهُ وَاجِبٌ عَمَلًا بِحَقِيْقَةِ الْاَمْرِ وَرَفْعًا لِلْمَعْصِيَةِ بِالْقَدْرِ الْمُمْكِنِ بِرَفْعِ اَثَرِهٖ وَهُوَ الْعِدَّةُ وَدَفْعًا لِضَرَرِ تَطْوِيْلِ الْعِدَّةِ

قَالَ ﴿فَاِذَا طَهُرَتْ وَحَاضَتْ ثُمَّ طَهُرَتْ﴾، فَاِنْ شَاءَ طَلَّقَهَا وَاِنْ شَاءَ اَمْسَكَهَا .قَالَ: وَهٰكَذَا ذُكِرَ فِي الْاَصْلِ .وَذَكَرَ الطَّحَاوِيُّ اَنَّهُ طَلَّقَهَا فِي الطُّهْرِ الَّذِيْ يَلِي الْحَيْضَةَ الْاُوْلٰى .قَالَ اَبُو الْحَسَنِ الْكَرْخِيُّ ﴿مَا ذَكَرَهُ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَمَا ذُكِرَ فِي الْاَصْلِ قَوْلُهُمَا﴾ وَوَجْهُ الْمَذْكُوْرِ فِي الْاَصْلِ اَنَّ السُّنَّةَ اَنْ يَفْصِلَ بَيْنَ كُلِّ طَلَاقَيْنِ بِحَيْضَةٍ وَالْفَاصِلُ هٰهُنَا بَعْضُ الْحَيْضَةِ فَتَكْمُلُ بِالثَّانِيَةِ وَلَا تَتَجَزَّاُ فَتَتَكَامَلُ .وَجْهُ الْقَوْلِ الْاٰخَرِ اَنَّ اَثَرَ الطَّلَاقِ قَدِ انْعَدَمَ بِالْمُرَاجَعَةِ فَصَارَ كَاَنَّهُ لَمْ يُطَلِّقْهَا فِي الْحَيْضِ فَيُسَنُّ تَطْلِيْقُهَا فِي الطُّهْرِ الَّذِيْ يَلِيْهِ .

ترجمہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اس کے حیض کی حالت میں طلاق دیدے' تو طلاق واقع ہو جائے گی چونکہ اس سے ممانعت کی دلیل دوسری ہے' جسے ہم ذکر کر چکے ہیں' لہٰذا اس کی مشروعیت معدوم نہیں ہوگی' تاہم مرد کے لئے یہ بات مستحب ہے کہ وہ اس عورت کے ساتھ رجوع کرلے اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمان ہے: ''تم اپنے بیٹے سے کہو! وہ اس عورت کے ساتھ رجوع کرلے''۔ اس کی دلیل یہ ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی اور یہ بات طلاق کے واقع ہونے کا فائدہ دیتی ہے اور رجوع کرنے کی ترغیب کا فائدہ دیتی ہے۔ مشائخ کے قول کے مطابق یہ بات مستحب ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے: ایسا کرنا واجب ہے' تاکہ امر کی حقیقت پر عمل کیا جائے اور معصیت کو ممکنہ طور پر ختم کیا جاسکے کہ اس کا نشان اٹھالیا جائے اور وہ چیز عدت ہے اور عدت کو طول دینے کے ضرر کو دور کیا جاسکے۔ مصنف فرماتے ہیں: اس عورت کو طہر آجائے پھر حیض آجائے پھر طہر آجائے' پھر اگر وہ مرد چاہے' تو اس عورت کو طلاق دیدے' اور اگر چاہے' تو اپنے ساتھ روکے رکھے۔ مصنف فرماتے ہیں: کتاب المبسوط میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

امام طحاوی نے یہ بات ذکر کی ہے: مرد اس عورت کو اس طہر میں طلاق دے گا' جو پہلے حیض کے فوراً بعد آیا ہے۔ شیخ ابوالحسن کرخی فرماتے ہیں: امام طحاوی نے جو بات ذکر کی ہے' وہی امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے اور کتاب المبسوط میں جو بات ذکر کی گئی ہے وہ صاحبین کا قول ہے۔ کتاب المبسوط میں جو بات منقول ہے' اس کی دلیل یہ ہے: سنت یہ ہے: دو طلاقوں کے درمیان ایک حیض کا فرق ہو اور یہاں پر حیض کا بعض حصہ فرق ہے' لہٰذا دوسرے حیض کے ذریعے اسے مکمل کیا جائے گا' اور حیض کے حصے نہیں کیے جاسکتے کہ اس کے نتیجے میں یہ ایک مکمل ہو جائے۔ دوسرے قول کی دلیل یہ ہے: طلاق کا اثر رجوع کرنے کے نتیجے میں معدوم ہو گیا' تو یہ اسی طرح ہو گیا' گویا اس مرد نے اس عورت کو حیض کے دوران طلاق دی ہی نہیں' لہٰذا بعد میں آنے والے طہر میں اسے طلاق دینا مسنون ہو جائے گا۔

سنت کے مطابق تین طلاق کہنے کا بیان

﴿وَمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ وَهِيَ مِنْ ذَوَاتِ الْحَيْضِ وَقَدْ دَخَلَ بِهَا: أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا لِلسُّنَّةِ وَلَانِيَّةَ لَهُ فَهِيَ طَالِقٌ عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ تَطْلِيقَةً﴾ ؛ لِأَنَّ اللَّامَ فِيهِ لِلْوَقْتِ وَوَقْتُ السُّنَّةِ طُهْرٌ لَا جِمَاعَ فِيهِ ﴿وَإِنْ نَوٰى أَنْ تَقَعَ الثَّلَاثُ السَّاعَةَ أَوْ عِنْدَ رَأْسِ كُلِّ شَهْرٍ وَاحِدَةٌ فَهُوَ عَلٰى مَا نَوٰى﴾ سَوَاءٌ كَانَتْ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ أَوْ فِي حَالَةِ الطُّهْرِ وَقَالَ زُفَرُ: لَا تَصِحُّ نِيَّةُ الْجَمْعِ لِأَنَّهُ بِدْعَةٌ وَهِيَ ضِدُّ السُّنَّةِ. وَلَنَا أَنَّهُ مُحْتَمِلٌ لَفْظَهُ ؛ لِأَنَّهُ سُنِّيٌّ وُقُوعًا مِنْ حَيْثُ إِنَّ وُقُوعَهُ بِالسُّنَّةِ لَا إِيقَاعًا فَلَمْ يَتَنَاوَلْهُ مُطْلَقُ كَلَامِهِ وَيَنْتَظِمُهُ عِنْدَ نِيَّتِهِ

اور جس شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تمہیں سنت کے مطابق تین طلاقیں ہیں اور اس عورت کو حیض آتا ہو اور وہ مرد اس کے ساتھ صحبت بھی کر چکا ہو اور مرد نے یہ کہتے ہوئے کوئی نیت نہ کی ہو تو ہر طہر کے وقت اس کو ایک طلاق ہوگی کیونکہ یہاں "ل" وقت کے لئے ہے اور سنت وقت ایسا طہر ہے جس میں صحبت نہ کی گئی ہو۔

اگر مرد نے یہ نیت کی ہو: تین طلاقیں ایک ساتھ واقع ہو جائیں یا ہر مہینے کے شروع میں ایک طلاق واقع ہو جائے تو اس کی نیت کے مطابق حکم ہوگا خواہ وہ عورت اس وقت حیض کی حالت میں ہو یا طہر کی حالت میں ہو۔ امام زفر فرماتے ہیں: جمع کی نیت کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ بدعت ہے اور یہ چیز سنت کی ضد ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: اس مرد کا لفظ اس بات کا احتمال رکھتا ہے چونکہ یہ واقع ہونے کے اعتبار سے سنت ہوگی کہ اس کا وقوع سنت کے مطابق ہوا ہے۔ دینے کے اعتبار سے نہیں ہوگی اور آدمی کا مطلق کلام اسے شامل نہیں ہوگا لیکن اس کی نیت کی موجودگی میں اس مفہوم پر مشتمل ہوگا۔

غیر حائض کو تجھے سنت کے مطابق تین طلاق کہنے کا بیان

﴿وَإِنْ كَانَتْ آيِسَةً أَوْ مِنْ ذَوَاتِ الْأَشْهُرِ وَقَعَتِ السَّاعَةَ وَاحِدَةٌ وَبَعْدَ شَهْرٍ أُخْرٰى وَبَعْدَ شَهْرٍ أُخْرٰى﴾ ؛ لِأَنَّ الشَّهْرَ فِي حَقِّهَا دَلِيلُ الْحَاجَةِ كَالطُّهْرِ فِي حَقِّ ذَوَاتِ الْأَقْرَاءِ عَلٰى مَا بَيَّنَّا ﴿وَإِنْ نَوٰى أَنْ يَقَعَ الثَّلَاثُ السَّاعَةَ وَقَعْنَ عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ لِمَا قُلْنَا﴾ بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ لِلسُّنَّةِ وَلَمْ يَنُصَّ عَلَى الثَّلَاثِ حَيْثُ لَا تَصِحُّ نِيَّةُ الْجَمْعِ فِيهِ ؛ لِأَنَّ نِيَّةَ الثَّلَاثِ إِنَّمَا صَحَّتْ فِيهِ مِنْ حَيْثُ إِنَّ اللَّامَ فِيهِ لِلْوَقْتِ فَيُفِيدُ تَعْمِيمَ الْوَقْتِ وَمِنْ ضَرُورَتِهِ تَعْمِيمُ الْوَاقِعِ فِيهِ، فَإِذَا نَوَى الْجَمْعَ بَطَلَ تَعْمِيمُ الْوَقْتِ فَلَا تَصِحُّ نِيَّةُ الثَّلَاثِ.

اور اگر وہ عورت (حیض سے) مایوس ہو چکی ہو یا مہینے کے اعتبار سے (عدت بسر کرنے والی ہو) تو فوراً ایک طلاق واقع ہو جائے گی ایک مہینے کے بعد دوسری ہوگی اور پھر ایک مہینے کے بعد تیسری ہوگی کیونکہ ایسی عورت

ایک مہینہ حاجت کی دلیل ہوگا' جیسے حیض والی عورت کے حق میں طہر ہوتا ہے' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اگر مرد نے یہ نیت کی کہ تین طلاقیں واقع ہو جائیں' تو ہمارے نزدیک وہ واقع ہو جائیں گی' جبکہ امام زفر کی دلیل مختلف ہے' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر مرد نے یہ کہا: تمہیں سنت کے مطابق طلاق ہے' اور اس نے لفظ تین استعمال نہیں کیا' تو اس صورت میں تین طلاقیں ایک ساتھ دینے کی نیت درست نہیں ہوگی' کیونکہ تین کے لفظ میں نیت اس لیے درست ہوتی ہے' کیونکہ اس میں ''ل'' وقت کے لئے ہے اور یہ وقت کی تعمیم کا فائدہ دیتا ہے اور اس کے لئے یہ بات ضروری ہے' اس میں واقع ہونے والی چیز میں بھی تعمیم ہو' تو جب مرد نے ایک ساتھ کی نیت کی تو وقت کی تعمیم باطل ہو جائے گی' لہٰذا تین کی نیت درست نہیں ہوگی۔

فَصْلٌ

یہ فصل بعض لوگوں سے طلاق کے وقوع یا عدم وقوع کے بیان میں ہے

وقوع طلاق اور عدم وقوع طلاق فصل کی فقہی مطابقت

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ جب طلاق سنت وحسن اور بدعت سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے طلاق کے ان مسائل سے متعلق فصل کو شروع کیا ہے کہ وہ افراد جن کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور جن سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور یہ فصل مسائل طلاق کے اعتبار متنوع اور مختلف ہے لہٰذا اس کو الگ فصل کے طور پر بیان کیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۱۸۴، بیروت)

بچے، پاگل، سوئے ہوئے شخص کی طلاق کا عدم وقوع

﴿وَيَقَعُ طَلَاقُ كُلِّ زَوْجٍ إِذَا كَانَ عَاقِلًا بَالِغًا، وَلَا يَقَعُ طَلَاقُ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ وَالنَّائِمِ﴾ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ﴿كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إِلَّا طَلَاقَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ (۱)﴾ وَلِأَنَّ الْأَهْلِيَّةَ بِالْعَقْلِ الْمُمَيِّزِ وَهُمَا عَدِيمَا الْعَقْلِ وَالنَّائِمُ عَدِيمُ الِاخْتِيَارِ۔

اور ہر شوہر کی (دی ہوئی) طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ وہ شوہر عاقل ہو اور بالغ ہو۔ بچے، پاگل اور سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''ہر طلاق ہو جاتی ہے سوائے بچے اور پاگل کی دی ہوئی طلاق کے''۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے: اہلیت عقل کی دلیل سے ہوتی ہے جو تمیز کر سکتی ہو اور یہ دونوں (یعنی بچہ اور پاگل) عقل نہیں رکھتے، جبکہ سویا ہوا شخص اختیار نہیں رکھتا۔

زبردستی دلوائی جانے والی طلاق وقوع کا بیان

﴿وَطَلَاقُ الْمُكْرَهِ وَاقِعٌ﴾ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ، هُوَ يَقُولُ إِنَّ الْإِكْرَاهَ لَا يُجَامِعُ الْاخْتِيَارَ وَبِهِ يُعْتَبَرُ التَّصَرُّفُ الشَّرْعِيُّ، بِخِلَافِ الْهَازِلِ؛ لِأَنَّهُ مُخْتَارٌ فِي التَّكَلُّمِ بِالطَّلَاقِ. وَلَنَا أَنَّهُ قَصَدَ إِيقَاعَ الطَّلَاقِ فِي مَنْكُوحَتِهِ فِي حَالِ أَهْلِيَّتِهِ فَلَا يَعْرَى عَنْ قَضِيَّتِهِ دَفْعًا لِحَاجَتِهِ اعْتِبَارًا بِالطَّائِعِ، وَهٰذَا؛ لِأَنَّهُ عَرَفَ الشَّرَّيْنِ وَاخْتَارَ أَهْوَنَهُمَا، وَهٰذَا آيَةُ الْقَصْدِ وَالِاخْتِيَارِ، إِلَّا أَنَّهُ غَيْرُ رَاضٍ بِحُكْمِهِ وَذٰلِكَ غَيْرُ مُخِلٍّ بِهِ كَالْهَازِلِ۔

اور جس شخص کو زبردستی طلاق دینے پر مجبور کیا گیا ہو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس بارے میں امام شافعی کی دلیل مختلف ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: مجبور کرنا اختیار کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور اختیار کی دلیل سے شرعی تصرف معتبر ہوتا ہے جبکہ مذاق میں طلاق دینے والے کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ وہ طلاق کے الفاظ استعمال کرنے کے بارے میں مختار ہوتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: اس شخص نے اپنی منکوحہ کو ایسی حالت میں طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے جب وہ طلاق دینے کا اہل ہے لہٰذا وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کے حکم سے لاتعلق نہیں ہو سکتا اور اس کو طائع پر قیاس کیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے: اس نے دو طرح کی برائیوں کو جانا اور ان میں سے آسان کو اختیار کر لیا تو یہ اس کے اختیار کی نشانی ہے البتہ وہ اس کے حکم سے راضی نہیں ہے اور یہ بات اس حوالے سے رکاوٹ نہیں ہو سکتی جیسے مذاق میں طلاق دینے والے (کا بھی یہی حکم ہے)۔

نشے کی حالت میں طلاق کے حکم کا بیان

﴿وَطَلَاقُ السَّكْرَانِ وَاقِعٌ (۱)﴾ وَاخْتِيَارُ الْكَرْخِيِّ وَالطَّحَاوِيِّ اَنَّهُ لَا يَقَعُ، وَهُوَ اَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ ؛ لِاَنَّ صِحَّةَ الْقَصْدِ بِالْعَقْلِ وَهُوَ زَائِلُ الْعَقْلِ فَصَارَ كَزَوَالِهِ بِالْبَنْجِ وَالدَّوَاءِ ۔ وَلَنَا اَنَّهُ زَالَ ﴿بِسَبَبٍ هُوَ مَعْصِيَةٌ فَجُعِلَ بَاقِيًا حُكْمًا زَجْرًا لَهُ، حَتّٰى لَوْ شَرِبَ فَصُدِعَ وَزَالَ عَقْلُهُ بِالصُّدَاعِ نَقُوْلُ اِنَّهُ لَا يَقَعُ طَلَاقُهُ﴾

اور نشئی شخص کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ امام کرخی اور امام طحاوی نے اس بات کو اختیار کیا ہے: یہ واقع نہیں ہوتی۔ امام شافعی کا ایک قول یہی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: قصد عقل کے ذریعے درست ہوتا ہے اور اس شخص کی عقل زائل ہو چکی ہے تو یہ بھنگ یا دوا کی دلیل سے عقل کے زائل ہونے کی مانند ہوگا۔ ہماری دلیل یہ ہے: اس کی عقل ایک ایسے سبب کی دلیل سے زائل ہوئی ہے جو گناہ ہے لہٰذا حکم کے اعتبار سے اسے باقی رکھا جائے گا تاکہ اس شخص کو نصیحت ہو سکے۔ یہاں تک کہ اگر اس شخص نے شراب پی پھر اس کے سر میں درد ہوا اور اس کی عقل زائل ہو گئی تو ہم یہ کہیں گے: اس کی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

گونگے شخص کی اشارے کے ذریعے دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے

﴿وَطَلَاقُ الْاَخْرَسِ وَاقِعٌ بِالْاِشَارَةِ﴾ ؛ لِاَنَّهَا صَارَتْ مَعْهُوْدَةً فَاُقِيْمَتْ مَقَامَ الْعِبَارَةِ دَفْعًا لِلْحَاجَةِ، وَسَتَاْتِيْكَ وُجُوْهُهُ فِيْ اٰخِرِ الْكِتَابِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

گونگے شخص کی طلاق اشارے کے ذریعے واقع ہو جاتی ہے کیونکہ ایسے اشارات عام متعارف ہیں لہٰذا یہ عبارت کے قائم مقام ہوں گے تاکہ ضرورت کو پورا کیا جا سکے۔ عنقریب اس کتاب کے آخر میں اس کی مختلف صورتیں آپ کے سامنے آئیں گی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

باندی کے لئے دو طلاق کا بیان

﴿طَلَاقُ الْاَمَةِ ثِنْتَانِ حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا اَوْ عَبْدًا، وَطَلَاقُ الْحُرَّةِ ثَلَاثٌ حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا اَوْ عَبْدًا﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: عَدَدُ الطَّلَاقِ مُعْتَبَرٌ بِحَالِ الرِّجَالِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ﴿اَلطَّلَاقُ بِالرِّجَالِ وَالْعِدَّةُ بِالنِّسَاءِ﴾ وَلِاَنَّ صِفَةَ الْمَالِكِيَّةِ كَرَامَةٌ وَّالْاٰدَمِيَّةُ مُسْتَدْعِيَةٌ لَّهَا، وَمَعْنَى الْاٰدَمِيَّةِ فِي الْحُرِّ اَكْمَلُ فَكَانَتْ مَالِكِيَّتُهُ اَبْلَغَ وَاَكْثَرَ. وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ﴿طَلَاقُ الْاَمَةِ ثِنْتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ﴾ وَلِاَنَّ حِلَّ الْمَحَلِّيَّةِ نِعْمَةٌ فِي حَقِّهَا، وَلِلرِّقِّ اَثَرٌ فِي تَنْصِيفِ النِّعَمِ اِلَّا اَنَّ الْعُقْدَةَ لَا تَتَجَزَّاُ فَتَكَامَلَتْ عُقْدَتَانِ، وَتَاْوِيْلُ مَا رُوِيَ اَنَّ الْاِيْقَاعَ بِالرِّجَالِ .

اور باندی کو دو طلاقیں دی جاتی ہیں خواہ اس کا شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو اور آزاد عورت کو تین طلاقیں دی جاتی ہیں خواہ اس کا شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں: طلاق کی تعداد میں مرد کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا' اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''طلاق مردوں کے حساب سے ہوتی ہے اور عدت عورتوں کے حساب سے ہوتی ہے''۔ (اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے) مالک ہونا ایک اعزاز ہے اور آدمیت اس کا تقاضا کرتی ہے اور آزاد شخص میں آدمیت کا مفہوم زیادہ کامل طور پر پایا جاتا ہے' لہٰذا اس میں مالک ہونے کا مفہوم زیادہ اور بلیغ ہوگا۔ ہماری دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''کنیز کی طلاقیں دو ہوتی ہیں اس کی عدت دو حیض ہوتی ہے''۔ ایک دلیل یہ ہے: محلیت کا حلال ہونا اس کے حق میں ایک نعمت ہے اور غلام ہونا نعمتوں کے نصف کرنے میں اثر انداز ہوتا ہے' تاہم کیونکہ عقدہ کو حصوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا لہٰذا دو مکمل عقدے (اس کے حق میں لازم ہوں گے)۔ وہ روایت (جو امام شافعی کی طرف سے) نقل کی گئی ہے' اس کی تاویل یہ ہوگی: طلاق دینے کا اختیار مردوں کو ہوتا ہے۔

اگر شوہر غلام ہو تو طلاق دینے کا حق اُسے ہی حاصل ہوگا

﴿وَاِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ امْرَاَةً﴾ بِاِذْنِ مَوْلَاهُ وَطَلَّقَهَا ﴿وَقَعَ طَلَاقُهُ وَلَا يَقَعُ طَلَاقُ مَوْلَاهُ عَلٰى امْرَاَتِهِ﴾ ؛ لِاَنَّ مِلْكَ النِّكَاحِ حَقُّ الْعَبْدِ فَيَكُوْنُ الْاِسْقَاطُ اِلَيْهِ دُوْنَ الْمَوْلٰى .

اور جب کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے ساتھ کسی عورت کے ساتھ شادی کر لے اور پھر اس عورت کو طلاق دیدے' تو اس عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی' لیکن اگر اس کا آقا اس غلام کی بیوی کو طلاق دیدے' تو یہ واقع نہیں ہوگی' کیونکہ نکاح کی ملکیت غلام کا حق ہے' لہٰذا یہ ساقط بھی غلام کی طرف سے ہوگا آقا کی طرف سے نہیں ہوگا۔

مکمل 15 جلدیں

1	کتاب الطہارۃ
2	کتاب الصلوٰۃ
3	کتاب الزکوٰۃ کتاب الصوم
4	کتاب الحج
5	کتاب النکاح
6	کتاب الطلاق
7	کتاب العتاق باب اللعان العدۃ
8	کتاب الایمان والحدود
9	کتاب السیر کتاب اللقیط کتاب القطہ کتاب الابان کتاب المفقود کتاب الشرکۃ کتاب الوقف
10	کتاب البیوع
11	کتاب الصرف کتاب الکفالہ
12	کتاب الدعویٰ الی کتاب الاجارات
13	کتاب المکاتب الی المساقاۃ
14	کتاب الزبائح الی الرہن
15	کتاب الجنایات الی الخنثی